مسلک اہلسنت کا بے نظیر مدلل عظیم الشان فتاوے مسمّی بہ نام

سلطان الفقہ

المعروف

فتاویٰ نظامیہ

مصنفہ

مناظر اسلام علامہ محمد نظام الدین حنفی قادری نوری ملتانی ارشد خلفاء حضرت سلطان باہو علیہ الرحمہ

مع حاشیہ مسمّٰی بہ نام

تحقیقاتِ اسلامیہ

از

ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری استاذ الحدیث والتفسیر جامعہ رضویہ ماڈل ٹاؤن • لاہور

ناشر

اشاعت القرآن پبلی کیشنز
۴ جلال بلڈنگ - الکریم مارکیٹ
اردو بازار
لاہور

مسلکِ اہلِ سنّت کا بے نظیر مدلّل و عظیم الشان فتاوے مسمّی بہ نام

سلطان الفقہ

المعروف

فتاویٰ نظامیّہ

مصنفہ

مناظرِ اسلام علامہ محمد نظام الدین حنفی قادری نوری ملتانی از خلفائے حضرت سلطان باہو علیہ الرحمۃ

مع حاشیہ مسمّی بہ نام

تحقیقاتِ اسلمیہ

از

ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری استاذ الحدیث والتفسیر جامعہ رضویہ ماڈل ٹاؤن • لاہور

ناشر

اشاعت القرآن پبلی کیشنز
۴- جلال بلڈنگ - الکریم مارکیٹ
اردو بازار
لاہور

نام کتاب ———— سلطان الفقہ المعروف فتاویٰ نظامیہ

مصنف ———— مناظر اسلام مولانا محمد نظام الدین ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

حاشیہ ———— ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

نام حاشیہ ———— تحقیقات اسلمیہ

سن طباعۃ ———— ۱۹۹۷ء

تعداد ———— ۱۱۰۰

ھدیہ ————

مطبع ———— پاکستان پرنٹنگ ورکس

ناشر ———— اشاعۃ القرآن پبلی کیشنز، ۴۰ ربجلال ملحقہ جنگ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

حسب فرمائش ———— جناب محمد ضیاء اللہ خان نیازی (زیدت عنایاتہ)

پروف ریڈرز

سید فضیل ہاشمی — ظہیر الدین احمد بابر قادری

مولانا احمد سعید قادری — آغا جاوید گوہر قادری

مولانا محمد وحید قادری

مولانا محمود عبید قادری

کمپیوٹر کمپوزر

شہزاد صغیر الدین

۷۸۶

بَلَغَ العُلیٰ بِکَمَالِهٖ

کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِهٖ

حَسُنَتْ جَمِیعُ خِصَالِهٖ

صَلُّوا عَلَیهِ وَآلِهٖ

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○

نحمدہ و نصلی علی رسول الکریم و علی آلہ واصحابہ ذوی الکرم الصمیم

فتاویٰ نظامیہ فقہ حنفی مسلک اہل سنت کی بہترین مدلل و محققانہ کتاب ہے۔ اس کتاب کے مصنف علامہ فہامہ مناظر اسلام مولانا مولوی محمد نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ ملتانی وزیر آبادی اپنے زمانے کے بلند پایہ عالم بے مثل خطیب' بے بدل محقق اور لاثانی مناظر تھے۔ ان کا نام بدعت و گمراہی کے داعیوں کے لئے ننگی تلوار تھا۔ آپ میدان مناظرہ میں ہمیشہ کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہوتے رہے۔ آپ نے خود کو مسلک اہلسنّت کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا۔ یہ فتاویٰ آپ کی ایک ایسی یادگار ہے جو رہتی دنیا تک آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔ اس فتاویٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ انداز بیان انتہائی سادہ عام فہم قرآن و سنت اور فقہی کتب کے دلائل سے بھرپور ہے۔

مولانا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً" تمام گمراہی پر مبنی مذہب کے عقائد و خیالات کا تفصیلی رد کیا ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ جس سنی کے مطالعہ میں یہ فتاویٰ ہو گا گمراہی اس کے آس پاس بھی نہیں بھٹکے گی۔ جس گھر میں یہ فتاویٰ شریف ہو گا وہ گھر اور اہل گھرانہ خداوند قدوس کی رحمت لازوال کا خزانہ ہو گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ اہلسنّت کا ہر پڑھا لکھا سنی اس کتاب کا نہ صرف خود مطالعہ کرے بلکہ اسے اپنا مستقل دوست اور ساتھی بنا لے انشاء اللہ اس کا مطالعہ نہ صرف قاری کے لئے سکون و طمانیت کا باعث ہو گا بلکہ دنیا کی ظلمتوں میں چراغ راہ اور ایمان کی سلامتی کا باعث بھی۔

راقم نے جب اس فتاویٰ کا مطالعہ کیا تو اس بات کی اشد ضرورت محسوس ہوئی کہ اس پر تحقیقی حاشیہ کا اضافہ کیا جائے فتاویٰ میں عربی و فارسی عبارات کے

تراجم ہوں اور کہیں حوالہ جات کا اضافہ مطلوب ہو تو کر دیا جائے اس کے علاوہ مزید تحقیق تدقیق و تشریح کا سلسلہ بھی ہو تاکہ اس کا مطالعہ کرنے والے قاری حضرات کسی طرح کی تشنگی محسوس نہ کریں۔ چنانچہ مختصر سی مدت میں راقم نے حاشیہ کا اضافہ کر دیا ہے جو انشاء اللہ قاری کے علم میں گراں قدر اضافے کا باعث ہو گا۔

راقم نے اس اہم ترین فتاویٰ پر تحقیق و تدقیقی اور حاشیہ تو مکمل کر دیا تھا مگر اس کو چھپوانے کے لئے وسائل کی کمی آڑے آئی۔ انہی ایام میں جناب مکرمی محمد ضیاء اللہ خان نیازی راقم کے پاس تشریف لائے گفتگو کے دوران فتاویٰ کا ذکر چل نکلا وسائل کی کمی کا سن کر نہایت مخلص و ہمدردانہ اور مسلک کا درد رکھنے والا دل دھڑکا اور جناب نیازی صاحب نے فوراً" ارشاد فرمایا مفتی صاحب اللہ کا نام لے کر فتاویٰ چھپوانے کی تیاری کریں بندہ اس عظیم خدمت کے لئے حاضر ہے۔ دل کی گہرائیوں سے دعا ہے کہ اللہ کریم اپنے حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ کے صدقے جناب نیازی صاحب کے ایمان مال' جان' اولاد اور عزت و آبرو میں بے پناہ اضافہ فرمائے آمین۔

راقم نے جناب محمد اسلم ملک صاحب جو کہ جامعہ رضویہ ٹرسٹ کے سرپرست اعلیٰ ہیں ان کی مالی علمی و دینی خدمت کے اعتراف میں اس حاشیہ کا نام "تحقیقات اسلمیہ" رکھا ہے دعا ہے اللہ کریم محترم محمد اسلم ملک اور ان کے صاحبزادے برادرم محمد شاہد ملک و عزیزم محمد راشد ملک قادری کو بہترین جزا دے اور ان کے ایمان مال و جان اولاد عزت آبرو اور کاروبار میں بے شمار برکتیں عطا فرمائے۔

راقم جناب سید فضیل ہاشمی۔ عزیزم مولانا احمد سعید قادری۔ مولانا محمد وحید قادری' مولانا محمود عبید قادری جناب شہزادہ جاوید گوہر قادری اور میرے رفیق خاص ظہیر الدین احمد بابر قادری و حامد سلطان قادری کا بھی شکر گزار ہے جنہوں نے شب و روز کی سخت محنت کے بعد فتاویٰ کی پروف ریڈنگ تصحیح اور اشاعت کے سلسلے میں

میری بھرپور مدد کی۔ اللہ کریم مذکورہ احباب کے ایمان جان و مال اولاد اور کاروبار میں دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ اس فتاویٰ شریف کو پوری دنیا کے اہلسنّت کے لئے مفید فرمائے۔ آمین۔

فقط دعا گو و طالب دعا

ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری مدنی

خلیفہ بریلی شریف و مدینہ منورہ موسس جامعہ رضویہ

ٹرسٹ سنٹرل کمرشل مارکیٹ

ماڈل ٹاؤن' لاہور۔

گزارش

اہلسنّت و جماعت کے مخیر بھائیوں سے گزارش ہے کہ وہ اس پر فتن دور میں جبکہ ہر طرف گمراہی منہ کھولے مسلمانوں کے ایمانوں کو ہڑپ کرنے کے لئے برابر آگے بڑھ رہی ہے اپنے دین و ایمان کے تحفظ کے لئے اپنے نیک مال کو دین کی اشاعت کے لئے جس قدر ممکن ہو سکے استعمال کریں۔

سنی بھائیوں کے لئے یہ امر باعث مسرت ہو گا کہ ہماری لائبریری میں قدیم علوم و فنون کی بے شمار نایاب و نادر کتب موجود ہیں جن میں قرآن کریم کے تراجم' حدیث شریف' سیرت مبارکہ' فقہ' سائنس' منطق' تاریخ' جغرافیہ' علم طب' وغیرہ کی وہ نادر کتب موجود ہیں جن کو ان کی اصلی حالت میں یا ترجمہ کرنے کے بعد اگر شائع کر دیا جائے تو یقین مانیں کہ ملت اسلامیہ کو وہ لازوال دینی و ایمانی فوائد حاصل ہوں گے جو احاطہ قلم سے باہر ہیں۔

عزیز سنی بھائیوں سے پر زور اپیل ہے کہ خواب غفلت سے اٹھ کر آگے بڑھیں اور اپنے نیک مال کو بینکوں میں رکھ کر ملعون سودی نظام کی مدد کرنے کی بجائے دین کی اشاعت کے لئے خرچ کریں۔ اس طرح جہاں آپ دین کی لازوال دولت اور ثواب آخرت سے مالا مال ہوں گے وہاں دنیاوی فائدے میں بھی آپ کسی سے پیچھے نہیں رہیں گے بقول شخصے۔ ایک پنتھ دو کاج۔ آپ کا سرمایہ بھی محفوظ اور منافع بھی معقول آپ کے لئے یقیناً" مقام خوشی و طمانیت ہو گا۔

رابطہ کے لئے:۔ شعبہ نشرو اشاعت۔

رضویہ ٹرسٹ سنٹرل کمرشل مارکیٹ ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون نمبر5836261

يَا صَاحِبَ الجَمَالِ وَيَا سَيِّدَ البَشَر

مِنْ وَجْهِكَ المُنِيرِ لَقَدْ نُوِّرَ القَمَر

لَا يُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهُ

"بعد از خدا بزرگ توئی قصّه مختصر"

۱۳۶۹ ه

فہرست مضامین سلطان الفقہ المعروف فتویٰ نظامیہ جلد اول

فہرست مضامین سلطان الفقہ المعروف فتویٰ نظامیہ جلد دوم

فہرست مضامین سلطان الفقہ المعروف فتاویٰ نظامیہ جلد دوم

فہرست مضامین سلطان الفقہ المعروف فتاویٰ نظامیہ جلد سوئم

فہرست مضامین سلطان الفقہ المعروف فتاویٰ نظامیہ جلد چہارم

فہرست مضامین سلطان الفقہ المعروف فتاویٰ نظامیہ جلد پنجم

فہرست مضامین سلطان الفقہ المعروف فتاویٰ نظامیہ جلد پنجم

فہرست مضامین سلطان الفقہ المعروف فتاوئ نظامیہ جلد ششم

فہرست مضامین سلطان الفقہ المعروف فتاوٰی نظامیہ جلد ہفتم

فہرست مضامین سلطان الفقہ المعروف فتاوٰی نظامیہ جلد ہشتم

فہرست مضامین سلطان الفقہ المعروف فتاویٰ نظامیہ جلد نہم

فہرست مضامین سلطان الفقہ المعروف فتاویٰ نظامیہ جلد دہم

فہرست تکملہ سلطان الفقہ المعروف فتاویٰ نظامیہ

فہرست تکملہ سلطان الفقہ المعروف فتاوئ نظامیہ

قارئین کرام

سلطان الفقہ المعروف فتاوی نظامیہ چھپ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ آپ سے التماس ہے کہ اگر دوران مطالعہ اس میں الفاظ یا کسی اور قسم کی غلطی نوٹ فرمائیں تو براہ کرم ادارے کو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کی تلافی کی جاسکے۔

ادارہ - اشاعت القرآن پبلی کیشن، اردو بازار، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

الحمد اللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین ○ اما بعد خاکسار فقیر حقیر نظام الدین ملتانی حنفی، قادری، سروری عفی عنہ ناظرین با تمکین کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ آج اس ملک ہند میں بعض نام کے اہل اسلام جو اسلامی جامہ پہن کر اپنے آپ کو ناجی اور ماانا علیہ اصحابی کے مصداق بنا رہے ہیں۔ خاص کر فرقہ اہلحدیث، غیر مقلدین، مرزائی و چکڑالوی صاحبان اور اس طرح اہل شیعہ صاحبان بھی اپنی نسبت کہہ رہے ہیں۔ غرض ہر ایک طرف سے یہی صدائیں سنی جارہی ہیں۔ طرفہ یہ کہ ہر ایک فرقہ اپنے دعاوی کے متعلق دلائل بھی دیتا ہے جو کہ قرآن شریف اور حدیث کی رو سے نری بودی اور غیر مدلل ثابت ہو رہے ہیں۔ بعض تو اس ... ہمارے امام ہمام جناب ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے حق میں حد درجہ کے لغو اعتراضات ۔ سے کام لے رہے ہیں کہ الامان۔ بعض رسولوں اور ملائکہ اور نبوت محمدیہ پر۔ بعض علم حدیث و علم فقہ پر۔ بعض اصحاب ثلثہ پر جن سے کئی ہزار اوراق سیاہ کر دیئے گئے ہیں۔ ہم نے خدا کے فضل و کرم سے حسب ایمائے استاذ صاحب مولانا مولوی محمد ابراہیم صاحب و مولوی جان محمد صاحب ساکنان علاقہ ملتان رسالہ ہذا تالیف۔ کیا ہے جس میں تمام مسائل مختلف فیہ کا بدلائل قاطعہ جواب دیا ہے اور معترضین کے دلائل کا نہایت جانفشانی و عرق ریزی سے قلع قمع کر دیا ہے۔ جو ناظرین کے دیکھنے کے متعلق ہے۔ ناظرین اس کتاب کو منگا کر مئولف کو داد دیں اور اگر کوئی سہود خطا پائیں تو معاف فرمادیں۔

سوال: موحد کس کو کہتے ہیں اور اس کے معنی کیا ہیں؟

جواب: موحد وہ انسان ہے جو خداوند کریم کی ذات لایزال کو واحد لا شریک اور قدیم دل سے یقین کرے اور زبان سے بھی اقرار کرے اور اس کے احکام ادا کرنے میں رائی بھر دل و آنکھ ادھر ادھر نہ ہو اور ہر ایک امر میں اسی پر بھروسہ کرے اور سب چھوٹے بڑے گناہوں سے پاک و صاف ا۔ ہو۔ چنانچہ کتاب "مجالس الابرار" صفحہ ۶۴۴ میں مذکور ہے۔

ولیس المراد بالموحد من یقول بلاسنه لا اله الا اللہ فقط و کمال التوحید الا ستقامته علی فعل لاماموارت و ترک المنہیات الخ و یترک الذنوب والسئیات و یجتنب صغیرھا و کبیرھا و قلیلھا و کثیرھا وھذا ھو الایمان الحقیقی

یعنی موحد اس کو نہیں کہتے جو صرف زبان سے لا الہ کہہ دے بلکہ کمال توحید ا۔ یہ ہے کہ احکام شریعت کی پابندی اور ممنوعات سے بچنے میں استقامت اختیار کرے اور چھوٹے بڑے گناہوں سے اجتناب کرے۔ اور اسی کا نام توحید یقینی اور ایمان حقیقی ہے۔

سوال: لفظ حنفی اصل میں کیا ہے اور اس کے کیا معنی ہیں؟ اور حنیفہ و خلیفہ میں تائے تانیث ہے یا مبالغہ؟

جواب: لفظ حنفی اصل میں حنیفی ہے اور حنفی اس لئے پڑھا جاتا ہے کہ قانون عرب میں ثقالت کلمہ نا منظور ہے اور خفت کلمہ میں منظور۔ اس لے باسقاط یاء اول حنفی پڑھنا بہتر وانسب ہے اور ہر دو کلمہ حنفی یا حنیفی کہہ لیا جائے تو کوئی عیب نہیں۔ چنانچہ "شرح شافیہ" صفحہ ۵۳ و رسالہ "حافظ عبدالمجید" صفحہ ۳۶۔ اور حنفی کے معنی استقامت و دین سچا اور صحیح تر۔ معنی حنیف کے پاک و صاف از کفر و شرک و کذب و عقاید باطلہ۔ پس اس تقریر سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء دین حنیف پر تھے اور دین بمعنی ملت اور ملت

حاشیہ

ا۔ اس سے موحد کامل مراد ہے یعنی مؤمن کامل یا کامل مسلمان جیسا کہ مصنف کے لفظ "کمال توحید" سے اسی کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ غلام سرور قادری

معنی مذہب دینیہ ہے۔ حنیف دین بمعنی پاک دین و صاف دین اور حنیفہ اور خلیفہ میں تائے مبالغہ ہے،
نہ تائے تانیث چنانچہ "شرح راضی" جلد ثانی صفحہ ۱۳۱ میں مذکور ہے۔

اقول تاء حنیفته و خلیفته للمبالغته ولیس للتانیثہ الخ اور خلیفہ کا لفظ
قرآن مجید میں کئی جگہ وارد ہے چنانچہ انی جاعل فی الارض خلیفته انا جعلناک
خلیفته فی الارض علی ہذا القیاس و اللہ اعلم بالصواب

سوال: امام صاحب کا نام تو نعمان بن ثابت تھا۔ ابو حنیفہ کس لئے کہا جاتا ہے؟

جواب: بے شک امام صاحب کا نام نعمان بن ثابت ہے لیکن آپ کی کنیت ابو حنیفہ تھی اور کنیت دو
قسم پر ہوتی ہے ابن یا اب سے چنانچہ ابن عباس یا ابو یوسف اور دوسرے وصف کے سبب سے ہوتی ہے
جیسا کہ ابو الحسنات و ابوتراب و ابو حنیفہ۔ چونکہ امام صاحب نے ملت حنیف پر پورا پورا قبضہ کیا[۱]۔ اس
لئے اس صفت کے ساتھ موصوف ہوئے۔ کنیت ان کی خود بخود ابو حنیفہ ہو گئی۔ اور اصل مذہب وہ ہے
جو کہ ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہوا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

قل بل ملته ابراهیم حنیفاً پس یہ مذہب حنیف قیامت تک قائم رہے گا اس لئے ہر ایک
مسلمان کو لازم ہے[۲]۔ کہ اس مذہب کی تقلید کرے۔ فقط

سوال: بدعت کس کو کہتے ہیں اور وہ کتنے قسم پر ہے؟

جواب: بدعت وہ چیز ہے جس کی اصل شرع شریف میں نہ لفظاً معلوم ہو نہ اس کے ظاہر و باطن میں
پائی جائے چنانچہ کتاب "مجالس الابرار" صفحہ ۱۲۴ میں بایں طور مذکور ہے۔

حاشیہ

۱۔ یعنی اجتہاد کے ذریعے بہت سے مسائل دینیہ کا حل پیش کیا حتی کہ امام شافعی علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ فقہ کے
احکام و مسائل میں لوگ امام ابو حنیفہ کی راہنمائی کے محتاج ہیں (تاریخ بغداد ۳۴۶:۱۳۔ تبیض الصحیفہ ۱۰۴)

۲۔ اس مسلمان سے مراد وہ مسلمان ہے جو مجتہد نہ ہو یعنی اجتہادی ملکہ و صلاحیت نہ رکھتا ہو اور کسی مجتہد امام کا
پہلے سے مقلد بھی نہ ہو۔ فقط قادری

البدعته السئیته التی لیس لهامن الکتاب والسنته اصل و سند ظاہر او خفی ملفوظ او مستنبط لا البدعته الغیر السئینه التی تکون علی اصل و سند ظاہر و خفی فانها الا تکون ضلالته بل هی قد تکون مباحته یعنی بدعت سئیہ وہ ہے جس کی اصل و سند کتاب و حدیث سے نہ لفظوں میں نہ خفی مضمون میں ملتی ہو اور بدعت حسنہ وہ ہے جس کی اصل و سند ظاہر یا خفی ملتی ہو۔ اور ایسی بدعت گمراہی نہیں بلکہ یہ کبھی مباح و مستحب ہوتی ہے۔ اور اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں بدعت حسنہ و بدعت سئیہ اور بدعت حسنہ مستحب کا حکم رکھتی ہے اور بدعت سئیہ ضلالت کا حکم رکھتی ہے اور بدعت کی پانچ اقسام ہیں واجب و مندوب و مباح و حرام و مکروہ۔ اور واجب مثل گمراہ فرقوں کا دلائل عقلیہ سے رد کرنا اور مندوب ۱؎ مثل بنانا مسافر خانوں اور مدرسوں کا۔ اور مثل گوناگوں کھانا پکا کر کھانے اور حرام مثل مذہب جدید باطلہ ایجاد کرنا۔ اور مکروہ مثل مسجد میں نقش و نگار نکالنے اور کتاب "نہایہ شرح ہدایہ" و "فتح القدیر" میں لکھا ہے کہ قرآن مجید و مساجد کو زینت دار کرنا مکروہ نہیں۔ وہو ہذا

ومباحته کالمصافحته و زینته المساجد والمصاحف اور بروایت ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ حضور علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ اگر کتاب اللہ سنت سے کوئی امر نہ ملے تو پھر کیا کیا جائے تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ عابدین مومنین کی طرف دیکھیں جو وہ کریں اس کو قائم کرو۔ کیونکہ ان کے افعال بر خلاف شرع نہ ہوں گے۔ وہوہذا

ابی سلمته ان النبی صلی اللہ علیه وسلم وسئل عن امر حدث لیس فی کتاب ولا سنت فقال ینظر فیه العابدون رواہ الداری ۲؎۔ اور علامہ بدر الدین عینی عمدۃ

حاشیہ

۱؎ مندوب یعنی جس کے کرنے سے ثواب ہو اور نہ کرنے سے گناہ نہ ہو۔ قادری

۲؎ سنن الدارمی ۱؍۷۴ اس میں "العابدون" کے بعد من المؤمنین" ہے یعنی ایمان دار (صحیح العقیدہ) عبادت گزار۔ اگر کوئی عبادت گزار ہو مگر صحیح العقیدہ نہ ہو اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ کیونکہ عبادت بغیر عقیدہ کی درستی کے مفید نہیں ہے۔ فقط قادری۔

القاری "شرح صحیح بخاری" میں یوں لکھتے ہیں المراد به ماحدث ولیس له اصل یدک علیه. الشرع وما کان له اصل فلیس ببدعته اور علامہ جذری نے نہایہ میں یوں لکھا ہے البدعته بدعتان بدعته هدی و بدعته ضلالته ۲۔ اگر کوئی غیر مقلد اعتراض کرے کہ تم نے بدعت کی اقسام کی تعریف کس حدیث سے نکالی ہے تو اس کا جواب چند حد۔ثوں سے دیں گے وہ یہ ہے کہ خود حضور الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جس کام کو مسلمانوں کی جماعت پسند کرے اس کام کو اللہ بھی پسند کرتا ہے اور جس کام کو برا سمجھے اللہ تعالٰی کے نزدیک بھی وہ کام اچھا نہیں ہوتا وہوٰذا

ما رائه المسلمون حسنًا فهو عندالله حسن و ما رائه المومنون قبیحًا فهو عند الله قبیح ۳۔ نقل از موطا امام محمد بروایت ابن مسعود و مشارق الانوار صفحہ ۲۴۔ اور جو شخص دین میں اچھے کام کا آغاز کرے اور اس پر لوگ بڑی محبت سے عمل کرنا شروع کریں تو اس شخص کو اجر اس سے پورا ملتا رہے گا۔ اور اگر کسی نے برے کام کی بنیاد ڈالی اور اس پر لوگ قائم ہوگئے تو ان کا بوجھ اس کے ذمہ ہوگا کہ جس نے بری بنیاد باندھی تھی۔ وہوٰذا

ومن سن فی الاسلام سنته حسنته فله اجرها و اجر من عمل بها من بعده من غیر ان ینقص من اجورهم شیئی ومن سن فی الاسلام سنته سئیته کان علیه وزرها و وزر من عمل بها من بعده اور مشکوۃ و ترمذی میں روایت بلال بن حارث مزنی سے یوں مذکور ہے من ابتدع بدعته ضلالته لا یرضاها الله تعالٰی ورسوله اور کتاب بخاری و مسلم میں روایت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا بایں الفاظ مذکور ہے من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهورد اور اگر بدعت کے معنی نئی بات کے کئے جائیں اور کہا جائے کہ جو حکم آپ کی زبان درفشاں اور قرآن مجید سے ظاہر نہ ہوا ہو وہ بدعت ہے تو یہ کہنے سے معاذ اللہ تمام سلف و خلف و

حاشیہ

۲۔ یعنی بدعت کی دو قسمیں ہیں ہدایت کی بدعت (بدعت حسنہ) اور گمراہی کی بدعت (بدعت سئیہ)۔ قادری

۳۔ اس حدیث کو امام احمد نے کتاب السنۃ، امام بزار نے اپنی مسندوں امام قیاسی و امام طبرانی نے اور امام ابو نعیم نے جلسہ اور امام بیہقی نے اعتقاد میں روایت کیا۔ فقط قادری

اولیاء اللہ بدعتی ٹھریں گے کیونکہ اس بلا میں تمام جتلا رہے اور نہ کوئی اس بلا سے بچ سکتا ہے۔ مثلاً آپ کے زمانہ میں اول و آخر تک اس طرح قرآن مجید کے اوراق نہ تھے اور نہ قرآن مجید پر زیر و زبر، شد و مد جزم ایجاد ہوئی تھی اور نہ کوئی کتاب علم حدیث واصول فقہ و تفسیر وغیر تصنیف ہوئی تھیں نہ اشغال صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بایں طور ظہور تھا جیساکہ آج کل صوفیہ کرام سے معمول ہے۔ فقط فتدبر

سوال: شرک کے کیا معنی ہیں اور مشرک کے لئے نجات ہے یا نہیں؟

جواب: شرک بمعنی ساجھا اور خدا کے سوا دوسروں کو بھی اس کا ہمسر سمجھ کر پوجنا۔ یعنی الوہیت باری میں کسی دوسرے کو بھی اس کے ساتھ شریک کرنا جیساکہ بت پرست لوگ بتوں کو قرار دیتے ہیں۔ یا جیسا کہ مجوسیوں کا عقیدہ ہے کہ اس کے عبادت میں غیر کو مستحق عبادت قرار دیتے ہیں۔ [۱] چنانچہ شرح عقائد نسفی صفحہ ۶۱ میں لکھا ہے۔

الاشراک هو اثبات الشریک فی الالوهیته بمعنی وجوب الوجود کما للمجوس اور بمعنی استحقاق العبادة کما لعبدة الاصنام اور مشرک جنت میں نہیں جائے گا چنانچہ سورۃ النساء میں مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ ان اللہ لا یغفر ان یشرک به و یغفر مادون ذلک لمن یشاء و من یشرک باللہ فقد ضل ضلالاً بعیداً

سوال: اہل قبلہ کی کیا تعریف ہے اور مبتدع کس کو کہتے ہیں اور مبتدع کتنی قسم پر ہے اور ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اہل قبلہ وہ گروہ ہے جس میں ایمان ہو اور ایمان کی تعریف فقہا کرام نے یہ فرمائی ہے الایمان تصدیق بالقلب واقرار باللسان اور ایمان کی حقیقت کا دارومدار ان چھ اصولوں پر ہے چنانچہ

حاشیہ

[۱] مجوسی غیر خدا کو واجب الوجود ٹھہراتے ہیں۔ ان کے نزدیک دو خدا ہیں ایک نیکی کا پیدا کرنے والا ہے جسے وہ یزدان کہتے ہیں اور دوسرا برائی کا پیدا کرنے والا ہے اس کو ہو اھرمن کہتے ہیں۔ واجب الوجود کا معنی ہے جس کا ہونا ضروری اور نا ہونا۔ محال و ناممکن فقط قادری۔

ایمان مفصل میں ہےامنت باللہ و ملئکتہ و کتبہ ورسلہ والیوم الاخر و القدر خیر وشرہ من اللہ تعالیٰ یعنی صمدیت عزشانہ کی معرفت فرشتوں کا وجود اور ان کی اقسام اور ان کے مقامات کی معرفت اور کتب منزلہ کی واقفیت اور انبیاء کرام اور رسل عظام کی معرفت حشرو نشر کی معرفت اور نیکی بدی جو کچھ ہو رہا ہے سب اس کی تقدیر میں ہے اور فتاوی معیار الحق صفحہ ۳ میں لکھا ہے۔ کہ

التصدیق بما جاء بہ النبی من عنداللہ اور جس میں صرف اقرار زبان کا ہو وہ منافق ہے لقولہ تعالیٰ اذا جائک المنفقون قالو بالسنتھم علی خلاف ما فی قلوبھم نشھد انک لرسول اللہ جلالین و بقولہ تعالیٰ ان لامنافقین فی الدرک الاسفل من النار اور یہودی بیت المقدس یعنی مغرب کی طرف اور نصاری مشرق کی طرف نماز پڑھتے تھے اور اسی کو نیکی سمجھ کر اپنے آپ کو اہل قبلہ کہلاتے تھے' تو ان کے وہم و خیال باطلہ کو خداوند کریم نے بایں طور فرمایا۔

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ یعنی فرمایا کہ یہی صرف نیکی کی بات نہیں کہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرو بلکہ نیکی وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور تمام کتب سماویہ و حشرو نشر' فرشتوں و نبیوں پر یقین رکھو اور ان کے ضمن مین بہت چیزیں ہیں جن کے ساتھ ایمان لانا ضروری پڑتا ہے اور علامہ فخر الدین رازی صاحب اپنی تفسیر کبیر میں تحت آیت کریمہ اہلہ قبلہ کی تعریف یوں لکھتے ہیں۔

ان استقبال القبلتہ لا یکون برا اذا لم لکین عارفتہ معرفتہ اللہ وانما یکون براً اذا اتی بہ مع الایمان وسائر الشرائط ا۔ یعنی صرف استقبال قبلہ نیکی نہیں جب کہ ساتھ ایمان اور اس کی تمام شرائط کے نہ ہو کیونکہ دارومدار اعمال صالحہ کا ایمان پر ہے اور اہل قبلہ کی تعریف میں حضرت ملا علی قاری یوں فرماتے ہیں۔

ان المراد باھل القبلتہ الذین اتفقو علی ما ھو من ضروریات الدین تحقیق اہل قبلہ وہ ہیں جنہوں نے اتفاق کیا ہے ان چیزوں پر جو ضروریات دین سے ہیں۔ جیسے حارث ہونا عالم کا اور

حاشیہ

ا۔ تفسیر کبیر ۳۸:۵

حشر اجساد اور علم الٰہی کا محیط ہونا جزئیات و کلیات کو اور جو مثل اس کے ہے اور اگر کوئی شخص ہمیشہ عبادت کرتا رہے اور ضروریات دین سے انکار کرے تو وہ شخص اہل قبلہ سے نہیں ہوگا۔ اور کتاب رد المختار صفحہ ۵۸۹ پر ذیل میں اس عبارت کو لکھا ہے۔

وکل من کان من اہل قبلتنا لا یکفر بھا ای بالبدعته المذکورة المبنیته علی شبھته ۲۔ ۱ل ۱ خلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام یعنی جو شخص ضروریات دین کا منکر ہو اس کے کفر میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اگرچہ وہ تمام عمر بندگی میں مصروف رہے۔ ہذا فی معیار الحق۔ اور فتاوی معیار صفحہ ۶ میں لکھا ہے کہ در مختار میں ہے۔

مبتدع ای صاحب بدعته وھی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة بل بنوع شبھته یہ تعریف اہل بدعت کی ہے۔ یعنی بدعت یہ ہے کہ معتقد ہونا خلاف اس کے جو معروف رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم سے ہو قال الشامی جیسے' پیروں پر مسح کرنا اور مسح خفین سے شیعوں کا انکار کرنا۔ (رد المختار)

مگر یہ خلاف بہ سبب عناد کے نہ ہو بلکہ بسبب شبہ کے ہوقولہ لا بمعاندة اما لو کان معانداً للادلته القطعیته التی لا شبھته لہ فیھا اصلاً کانکار الحشر او حدوث العالم و نحو ذلک فھو کافر قطعاً (رد المختار)

الغرض انکار حشر اور قدم عالم کا قائل کافر ہے کیونکہ نصوص قطعیہ کا انکار ہے اس میں تاویل اور شبہ کی گنجائش نہیں اور در مختار میں ہے۔ وان انکر بعض ما علم من الدین ضرورة کفر بھا کفولہ ان للہ تعالیٰ جسم کالا جسام وانکارہ صحبته الصدیق ا۔ اور صاحب شامی

حاشیہ

۲۔ یعنی جو ہمارے اہل قبلہ سے ہو اسے کسی ایسی بدعت کی وجہ سے کافر نہیں کہا جائے گا جس بدعت کے کفر ہونے میں شک ہو۔ فقط قادری

ا۔ یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ کے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے انکار کفر ہے کیونکہ ان کا صحابی ہونا قرآن آیت اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا (التوبہ ۴۰) یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار

خلاصہ نے یوں لکھا ہے۔

وان انکر خلافتہ الصدیق او عمر فھو کافر یعنی اگر کوئی شخص حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت سے انکار کرے تو بے شک کافر ہے۔ ۲۔ اور صاحب قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ جو شخص حضور علیہ السلام کی شان اور علم و ذات ۳۔ و احکام میں نکتہ چینی کرے یا عیب لگائے یا حقیر سمجھے یا کسی کو مانے اور کسی سے انکار کرے یا آپ کے لباس مبارک کو برا جانے یا آپ کے رتبہ کو گھٹائے تو بے شک ان صورتوں میں کافر ہو جاتا ہے۔ ۴۔ اور کتب عقائد و کتب فقہ میں لکھا ہے کہ جو شخص گنا کبیرہ یا صغیرہ کو حلال سمجھے یا ہلکا جانے یا کسی حکم شریعت پر استہزاء اور مخول کرے یا جو حکم ثابت اجماع امت سے ظاہر ہو چکا ہو اس سے انکار کرے یا کسی نبی کی شان کو اپنے سے نیچے جانے یا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اسم مبارک کو بے ادبی سے پکارے یا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور علماء عظام کی اہانت کرے یا کسی کافر و مبتدع کے افعال و اقوال بد کو اچھا سمجھے یا شیخین یعنی حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت سے انکار کرے یا ان پر طعن اور تبرے بکے یا عثمان ذوالنورین پر طعن کرے اور کہے کہ اس نے قرآن مجید سے چند سورتیں نکالیں ہیں اور قرآن مجید کو

حاشیہ

ثور میں اپنے صاحب (صحابی) سے فرماتے تھے کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو ان کے صحابی ہونے کا انکار قرآن کا ہی انکار ہے جو کفر ہے فقط قادری۔

۲۔ لیکن ملا علی قاری علیہ الرحمتہ نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ خلافت ابی بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا انکار اگرچہ کفر ہے تاہم منکر کو کافر نہ کہا جائے گا (شرح فقہ اکبر ص ۱۵۴) مگر اس کی گمراہی میں شک نہیں۔ فقط قادری

۳۔ جیسا کہ علماء دیو بند کے بزرگ جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے حفظ الایمان و جناب مولوی رشید احمد گنگو و خلیل احمد انیٹھوی صاحب نے براہین قاطعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک پر نکتہ چینی کی اور تنقید کی فقط قادری

۴۔ اس سلسلے میں آنحضرت مولانا مولوی شاہ احمد رضاخان فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ کی کتاب تمہید ایمان اور حسام الحرمین اور مولانا حشمت علی خان لکھنوی علیہ الرحمتہ کی "الصوارم الھندیہ" ملاحظہ فرمائیں فقط قادری

اس صورت میں ناقص تصور کرے ا۔ یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو خاتم النبین تصور نہ کرے یا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد کسی اور کو بھی نبی تصور کرے ۲۔اور انکار معجزات انبیاء علیہم السلام و انکار معراج جسمی حضور ﷺ اور کرامات اولیاء کرام کرے یا خداوند کریم کی ذات کے لئے کوئی جہت مقرر کرے یا اس کی ذات کی اوصاف حادث سمجھے یا قرآن کریم میں لفظی یا معنوی تعریف کرے یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انبیاء سے بہتر تصور کرے ۳۔ تو ان تمام صورتوں میں بھی انسان بے دین ہو جاتا ہے۔ چنانچہ تصانیف حضرت احمد رضا خان صاحب مجدد مائتہ حاضرہ و فتاوی عالمگیر و در مختار و جوہرہ نیرہ شرح قدوری اشباہ والنظائر و بحرالرائق و تبین الحقائق و خزانتہ المفتین و عقود الدرایہ مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۹۲' ۹۳ حکم المرتدین میں ملاحظہ فرمائیں۔

الروافض کفرة جمعوا بین اصناف الکفر منها انهم ینکرون خلافته الشیخین و منها انهم یسبون الشیخین سود اللّٰه وجوههم فی الدارین فمن انصف بواحد من هذه الا مور فهو کافر ملتفطا اور یہ ظاہر ہے کہ کوئی کافر کسی مسلمان کا ترکہ نہیں پاسکتا چنانچہ درمختار صفحہ ۲۸۳ میں اس طرح مذکور ہے۔

موانعته الرق والقتل واختلاف الملتین اسلامًا و کفرًا اور عالمگیر جلد ۶ صفحہ ۳۵۸ میں اس طرح ہے المرتد لا یرث من مسلم ولا من مرتد مثله کذافی المحیط اور برجندی شرح و قایہ و ظہیریہ میں ہے کہ یہ لوگ رافضی ہیں بوجہ عقائد کفریہ کے اسلام سے خارج ہیں۔

حاشیہ

ا۔ جیسا کہ بعض شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے ملاحظہ احتجاج طبری و رجال کشی و اصولی کافی فقط قادری

۲۔ جیسا کہ دارالعلوم دیوبند کے بانی جناب محمد قاسم نانوتوی ہو صاحب کا مسلک ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بالفرض کوئی نبی پیدا ہو تو آپ کی ختم نبوت میں کچھ فرق نہ آئیگا اور یہ کہ آپ کے علاوہ چھ خاتم النبین اور بھی ہیں۔ ملاحظہ ہو تحزیر الناس۔ غلام احمد قادیانی کے دعوی نبوت کی بنیاد بھی یہی خیال ہے۔ فقط قادری

۳۔ جیسا کہ شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ آئمہ اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم انبیاء سابقین علیہم السلام سے افضل ہیں آئمہ متکلین اہل سنت کے نزدیک ایک ایسا عقیدہ کفریہ ہے۔ فقط قادری

وھوء لاء القوم کارجون عن ملته الاسلام و احکامھم احکام المرتدین کنافی الظھریته اور مجمع الانہر جلد اول صفحہ ۶۱۸ من شک فی کفرہ عذابه فقد کفر یعنی جس میں کفر ہے اس کے کفر میں شک کرنا بھی کفر ہے اور اس طرح شفاء شریف میں ہے اور بحر الرائق میں لکھا ہے کہ جو مبتدع کی بات پر راضی ہو جائے وہ بھی منھم[۱] شمار کیا جائے گا۔

من احسن کلام اھل الھوا وقال معنوی او کلام به معنی صحیح انکان ذلک کفراً من القائل کفر المحسن اور بعض لوگ جو بے ساختہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم جو ہماری سی نماز پڑھے اور قبلے کا استقبال کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے پس وہ مسلمان ہے۔

تو یہ کہنا ان کا کہاں تک صحیح مانا جائے گا۔ جبکہ کتب عقائد اسلامیہ و کتاب و سنت سے یہ امر مستحقق ہو چکا ہے کہ نہ مجرد استقبال قبلہ کے مسلمان ہو سکتا ہے اور نہ باوجود انکار ضروریات دین کے کلمہ پڑھنا مسلمان ہونے کو کفایت کرتا ہے اگر ایسا ہی ہوتا تو منافق خارج اسلام کیے کیوں جاتے باوجودیکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ نماز ادا کرتے اور آپ کی معیت میں جہاد کرتے تھے۔ غرضنکہ لزوم کفر سے کفر ہی لازم آتا ہے۔ نقل از معیار

سوال: ما انا علیه و اصحابی سے کون سا فرقہ اسلامیہ مراد ہے؟ وہابی ہیں یا مرزائی یا چکڑالوی یا اہلسنّت و الجماعت؟

جواب: ما انا علیه و اصحابی سے مراد فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت ہے اور ناجی فرقہ ہونے کے لئے مختصر طور پر دلائل اور ہر ایک مذہب کے عقائد لکھے جاتے ہیں تاکہ ناظرین خود انصاف کرلیں اور سمجھ لیں کہ نجات کا کون سا راستہ اور کون ناجی ہے۔

کما قال اللہ تعالٰی یایھا الذین امنوا اتقو اللہ حق تقته ولا تموتن الا وانتم

حاشیہ

[۱] منھم یعنی ان میں سے۔

مسلمون یعنی اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرو جیساکہ حق ڈرنے کا ہے اور نہ مرو تم مگراس حالت میں کہ فرمانبردار مسلمان ہو یعنی ایسی روش اختیار کرو کہ جب مرو تو باایمان ہو کر مرو۔ یہ تب ہو سکتا ہے کہ تمام احکام خداند کریم اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے دل و جان سے مان کر اس پر عمل بھی ہو۔

لقولہ تعالیٰ و اعتصمو بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا اور یقین ہو کہ جو شخص اس رسی کو مضبوط پکڑے گا وہ ضرور ایمان سے مرے گا اور حبل سے مراد باختلاف؛ دین اللہ و قرآن مجید و اتباع اہل سنت ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ مراد ہیں۔نحن حبل اللہ الذی اللہ قال الذی اللہ تعالیٰ واعتصموا بحبل اللہ (صواعق محرقہ)

اور ترمذی شریف میں بروایت حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ آپ نے حجتہ الوداع ناقہ پر بایں طور خطبہ فرمایا یایھا الناس یعنی اے لوگو! میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑنے والا ہوں کہ اگر تم اس کو پکڑو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی ا۔ یعنی کتاب اللہ اور میری عترت میرے اہل بیت ہیں اور مسلم و مشکوۃ میں بھی اسی مضمون کی حدیث وارد ہے اور خداوند کریم نے فرمایا ہے کہ تم لوگ باتفاق جماعت میں قائم رہو اور غیر راہوں کی طرف مت جاؤ۔ ولا تتبعو السبل فتفرق بکم عن سبیلہ اس سے معلوم ہوا کہ اجماعی طور سے جس نے اس رسی کو پکڑا وہی ایمان پر مرے گا۔ کیونکہ یہی سواد اعظم جماعت ہے چنانچہ اور حدیث شریف میں ہے۔

اتبعو السوائد الاعظم یعنی بڑی جماعت کی پیروی کرو کیونکہ لا یجتمع امتی علی الضلالتہ ۲۔ اسی کی تائید پر ہے اور قرآن مجید میں بھی صاف صاف اسی طرح ذکر ہے ناجی فرقہ وہ ہے جو اھدنا الصراط المسیقیم صراط الذین انعمت علیھم کے لوگوں کی

حاشیہ

ا۔ مئوطا امام مالک میں عترتی کی بجائے "سنۃ رسولہ" ہے یعنی اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔ دونوں میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ حضور ﷺ کی عترت وہی ہے جو آپ کی سنت پر چلے لہٰذا عترت (آپ کی سنت پر چلنے والوں) کا دامن پکڑنا آپ کی سنت کو پکڑنا ہوا فقط قادری

۲۔ یعنی میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی اس سے ثابت ہوا کہ اجماع علماء امت حجت شرعیہ ہے فقط قادری

اتباع کا خواہشمند ہے، وہ لوگ مقدس برگزیدہ ہیں اور ان کی پیروی کرنے سے نجات حاصل ہوتی ہے اور وہ لوگ یہ ہیں۔

من النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین اور انہی میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آجاتے ہیں اور ان کی اتباع کرنے کا نام ماانا علیہ واصحابی ہوا اور جو سبیل المومنین کی پیروی سے منحرف ہوا وہ یقیناً ناری ہوا کما قال اللہ تعالیٰ ومن یتبع غیر سبیل المومنین فنوله ما تولی و نصله جهنم وسائت مصبراً اور یہ بھی جان لینا چاہئے کہ کیا بہتر ۷۲ فرقے کس لئے ناری ہیں، کیا وہ خدا کو خدا نہیں مانتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیشوا نہیں جانتے اور قبلہ کعبہ کی طرف نماز نہیں پڑھتے سب کچھ کرتے ہیں لیکن خلاف ماانا علیہ واصحابی کے ہو کر طرح طرح راستے مطابق نفس و ہوا کے نکالتے ہیں اور تقلید شخصی ا۔ کو حرام و شرک و بدعت قرار دے رکھا ہے اور حالانکہ صحابہ کرام ایک دوسرے کی تقلید کرتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا کہ قرآن مجید میں ذکر آچکا ہے کہ فانکان له اخوة فلا امیته السدس یعنی میت کے کم از کم تین بہن بھائی ہوں تو ان کی ماں کو چھٹا حصہ ملنا چاہئے چونکہ اخوۃ جمع کا صیغہ ہے جو زبان عرب میں تین سے کم پر نہیں بولا جاسکتا اور آپ دو بہن بھائی پر بھی بطور رواج ماں کو چھٹا حصہ دلا دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا فیصلہ پہلے ہوچکا ہے میں ان کی پیروی کو نہ چھوڑوں گا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن عوام الناس کو اس طرح فرمایا کہ میں ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رائے کو کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ کیونکہ وہ ہم سے بہتر ہیں۔ ۲۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعبے کے خزانے کو بیت المال کی طرح تقسیم کر دینے کا خیال ظاہر کیا اور ایک صحابی نے کہا آپ کے دونوں رفیقوں نے یہ کام نہیں کیا ہے تو فرمایا کہ میں ان کی

حاشیہ

ا۔ یعنی آئمہ مجتہدین میں سے کسی ایک کی تقلید کرنا۔ فقط قادری

۲۔ رواہ الحاکم فی المستدرک ۴ : ۳۳۵ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ مجھ سے پہلے اس مسئلہ پر اجماع ہو چکا۔ اس سے اجماع صحابہ کا صحبت کا حجت ہونا ثابت ہوا۔ فقط قادری

پیروی کو نہ چھوڑوں گا۔ پس ان دلائل مختصر سے یہ معلوم ہوا کہ بدون تقلید شخص آئمہ دین مجتہدین کے کسی فرد کا چارہ نہیں اور اس لئے ہمارے بزرگان دین نے لکھ دیا ہے کہ جو شخص آئمہ اربعہ میں سے کسی ایک کا پیرو کار نہ ہوکر چلے وہ ناری اور اہل بدعت ہے۔ چنانچہ طحطاوی حاشیہ درمختار سے نقل کیا ہے من کان خارجًا من هذه المذاهب الاربعه فى هذا الزمان فهو من اهل البدعته والنار ا۔

اور صاحب مجالس الابرار نے صفحہ ۱۳۰ میں لکھا ہے کہ اہل بدعت گنہگار سے بد تر ہے کیونکہ گنہگار اپنے گناہ سے توبہ کرتا ہے اور شرمند ہوتا ہے اور مبتدع اپنی بدعت سے توبہ و استغفار نہیں کرتا بلکہ وہ اس کام کو اطاعت سمجھ کر ادا کرتا ہے لان المعاصى يعلم بكونه مرتكب المعاصى فير جى له التوبته والاستغفار وان صاحب البدعته يعتقد انه فى طاعته و عبادة ولا يتوب ولا يستغفر

اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے لکھا ہے کہ مبتدع کے ساتھ موانست و مجالست نہ کی جائے اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھی جائے اور گنہگار کے پیچھے نماز کا ادا کرنا مکروہ تحریمہ ہے چنانچہ حاشیہ طحطاوی میں لکھا ہے اماء الفاسق العالم فلا يقدم لان فى تقديمه تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعًا و مفاد هذا الكرامته" التحريمته

اور برادران اہل اسلام کو واضح ہو کہ ذرا انصاف سے عقائد فرقہ غیر مقلدین مسمی باہلحدیث و دیوبندی و نیچری و مرزائی وغیرہ کے ملاحظہ فرما کر خود انصاف اور وزن کرلیں۔ وھوھذا خدا پاک کا جھوٹ بولنا ممکن ہے اور اس کا عرش پر مکان کرنا' کرسی پر پاؤں رکھنا اور یا رسول اللہ کہنے سے منع کرنا اور ذکر میلاد مبارک

حاشیہ

ا۔ یعنی اس دور میں جو ان چار مذاہب حنفی' مالکی و شافعی و حنبلی میں سے کسی کا پیرو کار نہ ہو وہ اہل بدعت میں سے ہے اور دوزخی ہے ان چاروں کا ذکر ان کی شہرت کی وجہ سے کیا یہ مطلب نہیں کہ ان چاروں کے علاوہ کوئی قابل تقلید مجتہد ہی نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک ایسے شخص کو جس میں اجتہادی بصیرت حاصل نہیں کسی نہ کسی امام مجتہد کا پیرو کار ہونا چاہئے خواہ ان چاروں میں سے ہو یا ان کے علاوہ کوئی اور امام مجتہد ہو فقط قادری

کو جنم کنھیا سے مشابہت دینا اور گیارھویں و عرس بزرگان دین کو بدعت کہنا اور آپ کی ذات کا علم شیطان سے کم سمجھنا اور علم غی کب نبی علیہ والصلوۃ والسلام سے مطلقاً انکار کرنا اور آپ کے علم غیب کو تشبیہ مجنون و بہائم و جمیع حیوانات کے ساتھ کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم چھوٹے بڑے بھائی جیسی سمجھنا اور تمام انبیاء و اولیاء کرام کو خدا کے سامنے چمار سے ذلیل بیان کرنا اور آپ کے تصور کو گاؤ خر سے بد تر سمجھنا اور آئمہ اربعہ اور خاص کر امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کو ہر مسئلہ میں مخالف احادیث کے سمجھ کر مرجیہ اور رائی اور اپنے سے کم فہم اور لاعلم تصور کرنا اور تمام کتب متداولہ حنفیہ کو جلا دینا چاہئے کیونکہ ان کے پڑھنے سے انسان ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اور تمام مقلدین احناف بزرگان خدا کو رافضی پلید اور گدھے اور نالائق اور مشرک و بدعتی و منکر احادیث و مثل منافق و قبر پرست و جہنمی کہنا اور سلسلہ نبوت کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جاری سمجھنا اور تقلید شخصی کو شرک اور بدعت کہنا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلہ وقوع طلاق ثلثہ سے صاف انکار کرنا (رسالہ اہلحدیث ثناء اللہ) اور استمداد اولیا کرام سے صاف انکار کرنا۔ بعض معجزات سے انکار اور بعض کا قائل ہونا۔ اگر کسی صاحب کو شک ہو تو رسالہ اہلحدیث ثناء اللہ و معیار تقلید۔ و تقویت ا۔ الایمان و بوئے غسلین و شعار الحق و براہین قاطع ۲۔ و تحذیر الناس ۳۔ حفظ الایمان ۴۔ واشتہار فقیر اللہ درحق ثناء اللہ و تفسیر ثنائی و اصول زندگی و فتاوی رشیدیہ ۵۔ و ظفر المبین وغیرہ وغیرہ کا ملاحظہ کریں۔

عقائد مذہب شیعہ

خلافت حقہ اصحاب ثلاثہ سے صاف انکار اور ان پر لعن طعن کرنا و گالی سے یاد کرنا اور قرآن مجید

حاشیہ

ا۔ مصنف مولوی اسمٰعیل دہلوی امام اہلحدیثان و دیوبندی

۲۔ براہین قاطعہ مصنف خلیل احمد انبیٹھوی و مصدقہ جناب رشید احمد گنگوہی

۳۔ مصنفہ مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند

۴۔ مصنفہ جناب مولوی اشرف علی تھانوی صاحب ۵۔ مصنفہ گنگوہی صاحب

کو محرف سمجھنا لیس من کلام اللہ بل ھو محرف عن موضعه (کلینی) (تفسیر صافی، کلینی) اور آدم علیہ السلام پر اصول کفریہ ثابت کرنا اور حضور علیہ السلام اور انبیاء کو تبلیغ احکام میں قاصر سمجھنا (روضہ) اور صحابہ پر لعن طعن کرنے کو ثواب سمجھنا (مصائب النواصب) اور خلیفہ اول کو غاصب و خائن اور تمام صحابہ کو بجز چار پانچ کے مرتد سمجھنا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عصمت سے انکار کرنا (حق الیقین) اور بعض حضرت علی کرم اللہ وجہ کو خدا بھی کہتے ہیں اور انبیاء کو تقیہ ساز اور خداوند کریم کے لئے جسم بھی مقرر کر لیتے ہیں۔

نیچری عقائد[۱]

اور نیچری صاحب تو ضروریات دین کے صاف صاف منکر ہیں۔ دوزخ جنت بعث و نشر عذاب قبر خیر و شر من اللہ و معجزات کے منکر اور قرآن مجید ان کے ہاں قابل ترمیم ہے۔ وحی مجذوبانہ کلام تاثیر اسماء اور وجود آسمان کوئی چیز نہیں۔ (کمافی تفسیر سید احمد) اور ندوہ تمام کا مجموعہ ہے (نقل از معیار الحقائق)

عقائد قادیانی

انا انزلناہ قریبًا من القادیان قرآن میں ہونا اور مرزا صاحب کا زمین و آسمان نئے سرے سے بنانا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج جسمی سے انکار کرنا۔ اور قرآن مجید کو اپنے منہ کی باتیں کہنا۔ (اشتہار لیکھرام مارچ ۱۸۹۷ء) اور فرشتے کواکب کا نام تصور کرنا۔ فرشتوں کا نزول زمین پر نہ ہونا اور انبیاء کا کاذب سمجھنا (ازالہ صفحہ ۶۲۷) اور آپ کی وحی کو غلط کہنا۔ اور حضرت عیسیٰؑ کو یوسف نجار کا فرزند سمجھنا۔ اور مسجد اپنے والد کی بنی ہوئی کو مسجد حرام سمجھنا۔ اور معجزات کو مسمریزم کہنا اور اپنی کتاب براہین کو خدا کا کلام تصور کرنا۔ (ازالہ صفحہ ۳۳۳) اور اپنے آپ کو سچا نبی اور رسول سمجھنا۔ (دافع البلا صفحہ ۱۱) اور خداوند کریم کے لئے اولاد کا ثبوت کرنا انت منی بمنزلت ولدی وانت منی انا منک اور عیسیٰؑ کو اپنے سے حقیر سمجھنا وہ یہ ہے

حاشیہ

[۱] نیچری خدا تعالیٰ کے منکر۔ ان کو دہری بھی کہتے ہیں فقط قادری

ابن مریم کو چھوڑو　　　　اس سے بہتر غلام احمد ہے

علی ھذا القیاس مشتے نمونہ از خرواری لکھے گئے۔

سوال: اسقاط کے کیا معنی ہیں اور کس لئے کی جاتی ہے اور میت کو اس سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟ اور اس کا ثبوت کیا ہے

جواب: اسقاط بمعنی گرا دینا۔ چنانچہ کتب لغات' کتاب و جیز الصراط میں بایں الفاظ عبارت تحریر ہے کہ "اسقاط آں چیز است کہ رد کردہ شوداز ذمہ میت بایں قدر کہ میسر شود۔" [۱] اور اسقاط اس لئے کی جاتی ہے کہ انسان سے اکثر بوجہ نسیان احکام شرعیہ عمداً" یا سہواً" رہ جاتے ہیں مثلاً نماز' روزہ و کفارہ یمین و ظہار و حج و قتل وغیرہ پس وہ امور اس کے ولی کے ادا کرنے پر میت سے گر جاتے ہیں۔ اس لئے ولی کولازم ہے کہ جس طرح ہو ان کو ادا کرے جیسا کہ کتاب نسائی فی سنتہ الکبری اور عبدالرزاق فی کتاب الوصایا و نصرۃ الحق و شرح برزخ میں مذکور ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم لا یصلی احد عن احد ولا یصوم احد عن احد ولکن یطعم عنہ مکان کل یوم مدین من حنطتہ رواہ النسائی فی السنن الکبری ونصرۃ الحق یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نہ نماز پڑھے اور نہ روزہ رکھے کوئی کسی کی طرف سے مگر یہ طعام دے اس کے ہر دن کے عوض میں دو مد گندم

اور مشکوۃ شریف صفحہ ۱۷ باب القضاء میں بروایت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بایں الفاظ حدیث مذکور ہے عن الرفع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم قال ومن مات وعلیہ صیام شہر رمضان فلیطعم عنہ مکان کل یوم مسکین (رواہ الترمذی) وقال الصحیح انہ موقوف علی ابن عمر یعنی جس کے ذمہ نماز و روزہ اگر رہ

حاشیہ

۱۔ یعنی اسقاط یہ ہے کہ جس قدر میسر ہو میت کے ذمہ سے اللہ کا حق اسے لوٹا دیا جائے فقط قادری

جائے تو اس کا ولی ان کے بدلے مسکین کو کھانا کھلائے۔ اور از خود ان کو ادا نہ کرے۔ اور اس کی تائید پر یہ حدیث بھی مشکوۃ و موطا باب مذکور میں بایں الفاظ موجود ہے۔ ان ابن عمر کان یسال هل یصوم احدم عن احد او یصلی احد عن احد فنقول لا یصوم احد ولا یصلی احد عن احد (رواہ فی الموطا)

اور کتاب شرح برزخ میں بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مذکور ہے عن ابن عباس قال لا یصلی احد عن احد ولا یصوم احد عن احد ولکن یطعم عنہ [۱] اور اگر کوئی غیر مقلد اعتراض کرے کہ بخاری و مسلم میں روایت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ من مات و علیہ صوم صام عنہ ولیہ یعنی جس کے زمہ روزہ رہ جائے تو اس کے عوض میں ولی روزہ رکھے۔ پس ہم اس کو جواب چند وجہ پردیں گے۔ اول تو یہ حدیث منسوخ ہے چنانچہ کتاب وجیز الصراط میں لکھا ہے وما ورد من قولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم فصومی عن امک وقولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم من مات و علیہ صوم صام عنہ ولیہ فمنسوخ کذافی البر هان وغیرہ هکذا قال الطحطاوی وغیرہ اور دوسرا یہ ہے کہ اس میں نماز کا ذکر نہیں صرف روزے کا ذکر ہے جو کہ دوسرا بھی رکھ سکتا ہے اور علاوہ اس کے غیر مقلد غزنوی امرتسری صاحب نے ترجمہ مشکوۃ کے حاشیہ میں یوں لکھا ہے کہ ہر دو صورت جائز ہے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی لمعات شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں کہ نزدیک مذہب حنیفہ و جمہور علماء بقولے شافعی رضوان اللہ علیہم اجمعین بعوض ان کے طعام مسکینوں کو دیا جائے۔ وہو ہذا وذهب الجمهور الی انه لا یصوم عنه وبه قال ابو حنیفته و مالک و شافعی فی اصح قولیه عند اصحابه وقول اہل الحدیث بان المراد اطعام الولی عنه و تکفیره عنه فعندنا ان اوصی فیوخذ من ثلث و عند الشافعی اوصی اولم یوص

حاشیہ

[۱] کہ کوئی کسی کی طرف سے نہ نماز ادا کرے اور نہ کوئی کسی کی طرف سے روزہ رکھے لیکن اس کی طرف سے کھانا کھلائے (اسی کام نام اسقاط ہے) فقط قادری

و یخذ من کل ماله (نقل از حاشیہ مشکوۃ) اور قرآن مجید میں مطلقاً فدیہ ادا کرنے کا ذکر ہے لقوله تعالی وعلی الذین یطیقونه فدیته طعام مسکین یعنی اوپر ان لوگوں کے جو طاقت رکھتے ہیں کھانا ہے ایک مسکین کا۔

اور شرح وقایہ میں ہے کہ جو شخص رمضان مبارک میں بیمار ہو جائے اور پھر چند روز صحت پاکر مر جائے تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزوں کے قضاء کے بدلے مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ اور اس طرح مسافر کی طرف سے وان مات فی سفر مرض فان صح اوقام ثم مات فدی عنه ولیه بقدر مافات عنه اور یہ بھی لکھا ہے کہ ثلث مال سے نماز و روزوں کا فدیہ ادا کریں اور فدیہ نماز کا مثل روزوں کے ہے وتصح من ثلث و فدیته کل صلوة کصوم یوم وهو الصحیح

اور شرح الیاس میں یوں لکھا ہے و یعتبر فدیته کل صلٰوة فاتت کصوم یوم ای کفدیته صوم اور صاحب فتح القدیر نے لکھا ہے کہ اگر میت نے وصیت کی تو ولی کو لازم ہے کہ نصف ٹوپہ گندم سے اور دو ٹوپہ جو اور کھجوروں سے بدلے ہر نماز و روزہ کے ادا کرے۔ وہ عبارت یہ ہے من مات و علیه قضاء رمضان فاوصی به اطعم عنه ولیه لکل یوم مسکیناً نصف صاع من بر اوصاعاً من تمر او شعیر لانه عجز من الاد آء و کذلک اذا اوصی بالاطعام عن الصلٰوة

پس مسلمانوں کو لازم ہے کہ اپنے بھائی غریب مسلمان پر رحم کریں اور خاص کر اس وقت تو نہایت درجہ پر میت عاجز ہوا کرتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے میت کے ولی پر یہ حکم لگا دیا ہے کہ بعوض نماز' روزوں کے کھانا مسکینوں کو کھلائے تاکہ اس کے عذاب کی تخفیف ہو جائے۔ چنانچہ اس حدیث میں ہے عن ابن عمر قال لا یصلی احد عن احد" ولا یصوم احد عن احد ولکن ان کنت فاعلا" تصدقت عنه اواهدیت رواه عبدالرزاق فی کتاب الوصایا و نصرة الحق

اور صاحب درمختار جلد اول باب قضاء الفوایت و غایتہ الاوطار نے لکھا ہے ولو مات وعلیه صلوات فائتته و اوصی بالکفارة یعطی لکل صلٰوة نصف صاع من بر کا

لفطرة وکذا حکم الوتر والصوم وانما یعطی من ثلث ماله ولولم یترک مالا یستقرض وارثته نصف صاع مثلًا یدفعه لفقیر ثم یدفعه الفقیر للوارث ثم وثم حتی یتم فقط یعنی اگر ایک شخص مرا اور اس کے ذمہ نمازیں فوت شدہ ہیں اور وصیت کی کفارہ دینے کی تو دیا جائے ہر نماز کے لئے آدھا صاع گیہوں مانند صدقہ فطر کے اور ایسا ہی حکم ہے وتر اور روزہ کا یعنی ان میں سے ہر ایک کے عوض صدقہ فطر کی مانند دینا چاہئے اور یہ کفارہ میت کی تہائی مال سے دیا جائے۔ اگر میت نے کچھ مال نہ چھوڑا یا اتنا ہو کہ سب نمازوں کے کفارہ کو کافی نہ ہو تو میت کا وارث یہ تدبیر کرے کہ نصف صاع گیہوں قرض لے اور اس کو فقیر کے حوالے کرے پھر وہ فقیر ہبہ کرے اور وارث پھر فقیر کو دے اسی طرح بار بار کرے یہاں تک کہ کفارہ تمام ہو جائے۔ (درمختار) اگر کوئی غیر مقلد اس مقام میں اعتراض کرے کہ نماز قضا کے عوض صدقہ دینا کس حدیث میں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابو داؤد و ابن ماجہ میں روایت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بایں طور مذکور ہے کہ کہا حضرت جندب رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور علیہ السلام نے کہ جس نے جمعہ کو بے عذر چھوڑا وہ صدقہ دے ایک دینار اور جس کو جمعہ نہ ملا وہ نصف دینار صدقہ دے۔ اور ایک روایت میں ہے ادھا درم اوردو درم اور ایک مد اور نصف مد بھی آیا ہے اور دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا ہوتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک درم یا ایک صاع یا ایک مد گندم سے دیا جائے اور مد سیر کا ہوتا ہے اور صاع میں چار مد آتے ہیں وہوذا

عن سمرہ ابن جندب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم من ترک الجمعتہ من غیر عذر فلیتصدق بدینار فان لم یجد فنصف دینار (رواہ احمد و ابوداؤد ابن ماجہ و مشکوۃ باب الجمعہ صفحہ ۱۲۳) اور علاوہ اس کے دو مد گندم دینے کاذکر حدیث نمبر اول میں گزر چکا ہے اب غیر مقلد صاحب کی خدمت میں بڑے ادب سے عرض ہے کہ ذرا انصاف اور ایمان سے ایک سال نماز' روزوں کا حساب لگا کر بیان کریں کہ کتنا غلہ و نقد فدیہ فی سال کا دینا پڑتا ہے۔

محمد بدر

سوال: مریض کو پہلے مرنے کے یعنی عندالموت کیا کیا وصیت کرنی چاہئے اور اسقاط قبل از دفن کی جائے یا اس کے بعد؟

جواب : آدمی کو چاہئے کہ قبل از موت اپنے عزیزوں و ہمسایوں سے اور جن لوگوں سے اس پر حق ہیں ان سے بخشا لے اور جن کا ادا ہونا بسا مشکل ہو جیسا کہ حقوق اللہ تعالیٰ مثل نماز' روزہ و حج اور ان کے لئے ثلث مال سے وصیت کرے چنانچہ کتاب مجالس الابرار صفحہ ۳۲۸ میں مذکور ہے۔ وہوہذا

ویوصی بمالم یتکمن من ادائه فی الحال حتی لو کا علیه حق من حقوق اللّه تعالٰی کالصلوة والزکوة والصوم والحج وغیرها یجب علیه ان یوصی لهذه الحقوق بثلث ماله ان یحتج الیه وان لم یکن علیه حق من هذه الحقوق لا یجب علیه الوصیته بل ینبغی له ان ینظر الی حال الورثته فانهم ان کانو صغاراً فافضل له ترک الوصیته یعنی متوفی قبل از انتقال اقربا و ماں باپ و ہمسایہ وغیرہ سے معافی طلب کرے اور جن کا ادا کرنا مشکل ہو جیسا کہ حقوق اللہ تعالیٰ مثل نماز و روزہ و زکوٰۃ و حج وغیرہ تو ان کے ادا کرنے کے لئے وصیت کرے اور یہ واجب ہے کہ ثلث مال سے وصیت کرے۔ اگر اس کے زمہ کوئی حق اللہ تعالیٰ کا باقی نہیں رہا تو پھر وصیت کرنا واجب نہیں ا۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ اگر متوفی نے موافق حکم شریعت کے جس کام کی وصیت کی ہے اس کو ضرور ادا کریں۔ اگر اس نے وصیت نہیں کی تو ان کے لئے صدقہ دے کر ثواب بخشیں۔ چنانچہ نسائی میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ یا حضرت میری والدہ مرگئی ہے اور اس نے وصیت نہیں کی کیا اس کے لئے صدقہ کروں اس کو پہنچے گا۔ فرمایا حضور ﷺ نے ہاں بے شک پہنچے گا اور حدیث یہ ہے۔

عن ابن عباس ان سعداً سئل النبی صلی اللّه تعالٰی علیه و آله وسلم ان امی ماتت ولم توص ثافئا تصدق عنها قال نعم ایضًا ان رجلًا قال یا رسول اللّه امه توفیت افینفعها ان تصدقت عنها قال نعم ۲۔ اور صدقہ میت کے لئے بخشا اس صورت

حاشیہ

ا۔ بلکہ اس کو مناسب ہے کہ وارثوں کے حال کو دیکھے اگر وہ چھوٹے ہوں تو وصیت نہ کرنا افضل ہے

۲۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی ماں فوت ہوگئی اس نے عرض کی یا رسول اللہ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ

میں مستحب ہے اور علامہ کرمانی شارح بخاری اور کتاب شرح برزخ میں یوں لکھتے ہیں۔ کہ اگر کوئی تم میں سے مرجائے تو اس کے لئے ضرور صدقہ کرنا چاہئے کیونکہ وہ اس دن میں نہایت درجہ پر عاجز ا۔ ہوا کرتا ہے۔ وھوہذا

قال الحسن ما یتصدق به الرجل اخر یوم من الدنیا اول یوم من الاخرة ۲۔ اور اس کے آگے یوں لکھا ہے ای احق زمان تصدق فیه الرجال فی احواله اخر عمره ۳۔ اور حدیث شریف میں ہے فارحموا موتاکم یعنی تم اپنے مردوں پر رحم کرو۔ اور اسقاط قبل از دفن کرنی چاہئے۔ چنانچہ شرح الصدور و شرح برزخ صفحہ ۱۲۳ روایت ابی ابن کعب حدیث تحریر ہے کہ فرمایا حضور ﷺ نے کہ موت مقام خوف ہے پس صدقہ کرو پہلے دفن کرنے سے وہ حدیث یہ ہے۔

اخرج ابن ابی کعب رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه و آله وسلم قال الموت فرزع فتصدقوا له قبل الدفن فاقرؤا مایتسر من القران اجعلو اله ۴۔

حاشیہ

کروں کیا اس کو نفع دے گا فرمایا ہاں۔ فقط۔ قادری

ا۔ یعنی اے تمہارے صدقہ ثواب کی بہت ہی ضرورت ہوتی ہے۔

۲۔ یعنی انسان اپنی دنیا کے آخری دن میں جو صدقہ کرتا ہے وہ اس کی آخرت کے پہلے دن کا صدقہ ہے

۳۔ یعنی انسان اپنے احوال میں جو صدقے کرتا ہے ان میں آخر عمر میں صدقہ کرنا بڑی اہمیت رکھتا ہے خواہ وہ خود کرے یا اس کی طرف سے اس کا کوئی عزیز یا دوست کرے چنانچہ جاء الحق میں خزانۃ الروایات کے حوالہ سے منقول ہے کہ جس دن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے چچا شہید ہوئے حضور ﷺ نے ان کی طرف سے تیسرے ساتویں اور چالیسویں دن اور چھٹے ماہ اور سال بعد صدقہ دیا۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور میں لکھتے ہیں کہ میت کے بعد اس کی طرف سے (اسے ثواب پہنچانے کے لئے) سات روز تک مسلسل صدقہ کیاجائے پھر فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ میت کی روح جمعہ کی رات کو گھر آتی اور دیکھتی ہے کہ اس کے گھر والے اس کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں یا نہیں فقط۔ قادری

۴۔ یعنی دفن سے پہلے (اور بعد) جس قدر ہو سکے اس کے لئے صدقہ کریں اور قرآن پڑھیں اس کا

اور حدیث معلق واجب العمل ہے مانند حدیث متصل کے اور صاحب شرح برزخ وغیرہ نے لکھا ہے کہ پہلے یہ کام کرنا سنت ہے جیسا کہ حدیث مذکور کے تحت لکھا ہے افاد الحدیث ان التصدق لروح المیت قبل الدفن سنتہ ختم لہ القران لکان جائزاً یرجی فیہ نجات المیت ا۔ وکان السلف علی ذلک یعنی اصحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

اور اغر مزنی سے روایت ہے کہ فرمایا حضور علیہ السلام نے کہ صدقہ کا ثواب دفن کرنے سے پہلے کر دیا کرو اور وہ حدیث بایں الفاظ معلق ہے اخرج اغر المزنی ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم قال تصدقو لموتاکم قبل الدفن لعل اللہ تعالیٰ ینجیہ بذلک (نقل از شرح برزخ) اور کتاب طحاوی اور شرح الصدور میں بایں الفاظ حدیث مذکور ہے قال علیہ السلام تصدقو الموتاکم قبل الدفن لیکون ذلک فدیتہ من ایدی ملئکتہ العذاب یعنی فرمایا آپ نے مردوں کے لئے صدقہ کرو پہلے دفن کرنے سے پس ہوگا یہ فدیہ عذاب کے فرشتوں کے ہاتھوں سے نجات کا بدلہ۔ ۲۔

اور بخاری و کتاب بلوغ المرام میں ایں الفاظ حدیث وارد ہے کہ ایک عورت نے قوم جہنیہ سے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کی کہ میری ماں مرگئی ہے اور اس نے نذر مانی تھی کہ میں حج کروں گی۔ کیا میں اب اس کی طرف سے حج کروں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا بے شک اگر تیری ماں کے ذمہ کسی کا قرض رہ جاتا تو ادا کرتی یا نہ؟ اس نے کہا ہاں یارسول اللہ ضرور ادا کرتی۔ آپ نے فرمایا یہ تو خداوند کریم کا اس کے ذمہ قرضہ ہے اس کو تو ضرور ادا کر۔ پس اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ حقوق اللہ اگر میت کے ذمہ ہے تو ولی اس کو ضرور ادا کرے تاکہ میت عذاب الٰہی سے نجات پا جائے۔

حاشیہ

ثواب اسے بخشیں

۱۔ یعنی اس حدیث نے اس بات کا فائدہ دیا کہ دفن سے پہلے میت کی روح کے لئے صدقہ کرنا سنت ہے اگر قرآن کا ختم کیا جائے مستحب ہے اس میں میت کی نجات کی امید کی جاسکتی ہے۔ فقط قادری

۲۔ یعنی اس فدیہ کے بدلے میت عذاب کے فرشتوں سے نجاب پائے گی۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ اگر کسی کے ذمہ کچھ قرضہ رہ جاتا تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام اس کا جنازہ نہ پڑھتے تھے تاوقتیکہ اس کو ادا نہ کر لیتے۔ اور مشکوۃ باب النذر میں ہے کہ ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ یا حضرت میری ماں مر گئی ہے اور اس کے ذمہ نذر ہے اب میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ تو اس کو ادا کر۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر کسی نے نذر ادا نہ کی ہو تو کفارہ قسم کا ادا کرے۔ اگر کوئی غیر مقلد کہے کہ ہم صدقہ دینے سے منع نہیں کرتے بلکہ ہم تو اسقاط کو بدعت کہتے ہیں کیونکہ یہ کسی صحابی سے ثابت نہیں ہوئی۔ تو اس کو جواب ہم یہ دیں گے کہ اکثر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے احکام شرعیہ کے ادا کرنے میں سستی و تغافلی نہیں کی بلکہ جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی زبان مبارک سے کوئی حکم صادر ہوتا تو فوراً" بلا دریغ اسی وقت اس کو مان کر ادا کر لیتے اگر کسی صحابی سے کسی عذر کے سبب سے کوئی حکم رہ جاتا تو پھر اس کو ادا کرتے ورنہ اس کے عوض میں ان کے وارث فدیہ ادا کرتے۔ اگر کوئی حکم فی نفسہ کرنے کے قابل ہوتا تو اس کو از خود ادا کرتے۔ اگر میت کی ذمہ کوئی حکم مثل نماز و روزہ و حج و کفارہ یمین و ظہار و نذر کا نہ رہ جاتا تو پھر بھی میت کے لئے قرآن مجید و صدقہ کا ثواب پڑھ کر بخشتے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قربانی کیا کرتے او بی بی خاتون جنت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے روٹی پکا کر بخشتی۔ اور خود حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے فرزند ابراہیم کے لئے شیر وطعام و کلام کا ثواب پڑھ کر بخشا۔ الفاظ اس حدیث شریف کے آگے تحریر کئے جائیں گے اور علاوہ اس کے آثار صحابہ و احادیث صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ جس کے ذمے نماز، حج، زکوۃ و کفارہ نذر و کفارہ یمین کا رہ جاتا تو اپ ان کے ولیوں پر ان کے ادا کرنے کا حکم لگا دیتے اور وہ جو حکم قابل خود کرنے کا ہوتا تو اس کو خود ادا کرتے ورنہ ان کے عوض میں فدیہ دے دیتے کیونکہ قبل از دفن ایسا فدیہ ادا کرنے سے میت پر عذاب کی تخفیف ہو جاتی ہے اور اس لئے اس فدیہ کا نام اسقاط رکھا گیا ہے کہ بایں طور ادا کرنے سے وہ امور جو اس کے ذمے رہ جاتے ہیں وہ گر جاتے ہیں۔ اور زبان عرب میں اس کا نام اسقاط رکھا گیا ہے اور تمام کتب فقہ حنفیہ و شافعیہ میں لکھا ہے کہ قبل تقسیم ترکہ کے تجہیز و تکفین و قرضہ و فدیہ نماز و روزہ، و کفارہ یمین و نذر وغیرہ جو حقوق اللہ اس کے ذمہ رہ چکے ہیں ان کو بحساب و انصاف ثلث مال سے ادا کریں اور پھر باقی ماندہ ورثہ موافق شریعت کے آپس میں تقسیم کر لیں۔ فتدبر

سوال: اگر متوفی نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد ضرور اسقاط کریں اور وہ شخص مرگیا اور اس کا ورثہ کچھ نہ نکلا یا نکلا تو اس کے مال کے مالک یتیم ہیں تو اس وقت کس طرح کیاجائے اگر کچھ بھی نہیں نکلا توکس قدر قرضہ لے کر اسقاط کرنا جائز ہے اور اگر اس کا مال بہت نکلا اور اس کا وارث کوئی نہیں تو پھر کس طرح کیا جائے۔

جواب: اگر اس صورت میں متوفی کا مال کچھ نکلے یا نہ نکلے تو ہر دو صورت میں ولی پر اسقاط کرنا واجب ہے۔ اگر میت قرض دار ہو تو قریبی رشتہ دار اپنی طرف سے ادا کریں کیونکہ میت کے ذمے احکام شریعت مثل نماز و روزہ و ظہار کے رہ چکے ہیں اگر ورثہ نکلے تو ثلث مال سے ادا کریں چنانچہ اس عبارت سے ظاہر ہے قال فی الطحطاوی ینفذ الوصیته من الثلث بشرط ان لا یکون فی الترکته دین من دیون العباد حتی لو کان ینفذ ذلک من ثلث الباقی الا اذا لم یکن له وارث فجنذ ینفذ من جمیع ما بقی اگر کچھ مال کے مالک یتیم ہوں تو اس وقت بدون تقسیم ترکہ کے ان کے حق سے اسقاط نہ کیا جائے اور ان کے مال سے ایک درم نہ پکڑا جائے چنانچہ عالم گیری میں ہے۔

وان یتخذ طعامًا للفقراء کان حسنًا اذا کانت الورثته بالغین فان کان فی الورثته صغیر لم یتخذوا ذلک من الترکته کذافی التاتار خانیه وان اتخذ ولی المیت طعامًا للفقراء کان حسنا الا یکون فی الورثته صغیر فلا یتخذوا ذلک من الترکته اور اگر اس صورت میں ولی قرضہ لے کر اسقاط کرے تو بھی جائز ہے۔ چنانچہ در مختار میں ہے۔

سوال: اسقاط کس طرح کیا جائے اور اگر مال اندک [1] ہو تو پھر کیا حیلہ کیا جائے۔ اور حیلہ کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ اور مال اسقاط کس کا حق ہے؟

حاشیہ

[1] اندک، تھوڑا

جواب : اگر متوفی کے ذمہ روزے رمضان شریف و کفارہ یمیم و سجدہ سہو و تلاوت و واجبات میں سے کوئی حکم رہ جائے اور متوفی اس کے ادا کرنے کے لئے وصیت بھی کر جائے تو ثلث مال سے اسقاط کریں۔ اگر متوفی نے وصیت تفسیر امور متروکہ کی نہیں کی اور لوگوں کو بھی معلوم نہیں کہ اس کے ذمے کون کون سے حکم باقی ہیں۔ پس اگر وہ ان کو ادا کرنا چاہیں تو اس کی عمر شماری کا حساب کریں اگر مرد ہو تو اس کی عمر سے باراں سال حساب نکال دیں۔ اگر عورت ہو تو اس کی عمر سے نو سال۔ اور بدلہ فی روزہ نیم سیر گندم اور آدہ ثار نماز پنج وقتی اور دو ثار برائے نماز وتر پس بایں حساب باقی ماندہ سالوں کا اندازہ لگا کر مال اسقاط محتاجاں وغریباں کو بانٹ دیں۔ اگر علمائے دین غریب ہوں یا ان کے ساتھ بوقت معین کرنے کے وعدہ کیا گیا ہو۔ تو بھی اس صورت میں مال اسقاط انہی کا حق ہو جاتا ہے چنانچہ فتاوی اصول العماوی دو جینز الصراط میں ہے اذا عینوا الا ما مهم شيا من الاوقاف والصدقات والهدايا وغيرها لزهم اداءها اور فتاوی جواہر صفحہ ۲۳۶ میں لکھا ہے کہ معلم و متعلم کی خدمت اہل اسلام پر واجب ہے۔ من اشتغل يتعلم العلم واجب على المسلمين كفايته واذا كان العالم والمتعلم فی بلد ليس لى من البيت المال وظيفته يجب على اغنياء تلك البلدة نفقته و كسوته ۲۔

حاشیہ

۱۔ فتاوئی درمختار میں ہے کہ اگر کسی کا انتقال ہو گیا اور اس کی کچھ نمازیں رہ گئیں اور اس نے کفارہ کی وصیت کی تو ہر نماز کے بدلے آدھا صاع (دو سیر) گندم دی جائے گی روزہ کے فطرانہ کی طرح اور نماز وتر کا بھی اور روزہ کا بھی یہی حکم ہے علامہ شامی اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ گندم کی جگہ آٹا یا اس کا ستو بھی دے سکتے ہیں اور گندم کی جگہ چار سیر کھجور یا کشمش یا جو یا اس کی قیمت بھی دے سکتے ہیں بلکہ قیمت افضل ہے کہ اس سے ضرورتمند کی ضرورت جلدی پوری ہوتی ہے (فتاوی شامی ۔ ۸۳) فقط قادری

۲۔ یعنی جو شخص دین کا علم سیکھتا ہو مسلمانوں پر اس کے تمام اخرجات برداشت کرنا فرض ہے اور جب عالم دین کسی شہر میں ہوں جس میں ان کے لئے سرکاری بیت المال سے وظیفہ مقرر نہ ہو تو شہر کے امیروں پر فرض ہے ان علماء

اگر اس قدر ثلث مال نہ ہو اور کوئی چیز قیمتی مثل قرآن مجید یا مروارید لے کر محتاجان و غریبان کو برائے متوفی دے دیں۔ اگر ایسا نہ کریں تو اس طور پر حیلہ کریں کہ اپنی طرف سے اندک قرضہ لے کر مساکین کو دے دیں پھروہ مسکین اس کو دے دے اور اسطرح حساب پورا کریں۔ چنانچہ صاحب طحطاوی ۳۔ نے لکھا ہے۔ اگر میت کے ترکہ سے کچھ مال نہ نکلے تو ولی ضرور ان امور کو ادا کرے۔ وھوہذا

ولو لم یترک مالا یستقرض وارث نصف صاع من بر ویدفعه مالاً الی الفقیر للوارث تم مالا و ثم حتی یتم و ھکذا فی (در مختار باب قضاء الفوائت) اور قرآن مجید و حدیث صحیحہ سے حیلہ کرنا ثابت ہے وہ یہ ہے کہ ایوب علیہ السلام نے حالت بیماری میں غصہ میں آکر قسم کھائی تھی کہ میں اپنی بیوی کو سو لکڑی ماروں گا۔ تو جب ان کو صحت ہوئی اور متفکر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ حیلہ بتا دیا کہ تم اپنی عورت کو سو تیلہ جھاڑو مارو تو قسم تیرے ذمہ سے اتر جائے گی اور وہ آیت یہ ہے قال اللہ تعالیٰ وخذ بیدک فغثاس فاضرب به وه تحنثاور اس طرح حافظ محمد لکھوی صاحب غیر مقلد اپنی کتاب زینت الاسلام حصہ دوم صفحہ ۳۴ میں بایں الفاظ ابیات تحریر کرتے ہیں۔

ابیات

وارث اتے فرض جو فدیہ صوم صلوۃ تمامی
تریجا حصہ ترکیاں دیون مسکیناں انعامی

جے سارا فدیہ طاقت ناہیں حیلہ ایہ کیجوے
کل نمازاں روزے فدیہ کنک حساب گینوے

حاشیہ

دین و طلباء کی جملہ ضروریات برداشت کریں فقط قادری

۳۔ طحطاوی شرح مراقی الفلاح شرح نور الایضاح خودنور الایضاح میں بھی یہ مسئلہ اسقاط موجود ہے تفسیرات احمدیہ میں فدیہ صوم کے تحت بھی ہے اور فتاوی شامی میں بھی ہے۔ فقط قادری

فرکنگ ساری دی قیمت موجب کرنے جمع روپے
جے سٹھ روپیہ بنیا مثلا" چیز کوئی پھر لیوے
قیمت جس دی پنج روپے ملک فقیر کچوے
موڑ فقیر وارث نوں بخشے پھر اس نو بخشوے
جد باراں واری اینویں کرن سٹھ روپیہ تھیوے
ایہ حیلہ شرعی کچوے میت شاید اور بخشیوے

اور انواع مولوی عبداللہ مطبوعہ لاہوری صفحہ ۳۹ میں یوں لکھا ہے۔

ست ویہاں من اٹھ من ست وچوں سیر گھٹا
اے ورہے راتیں اسقاط میت شاہ جہانی آ

اور فتاوی جامع الفوائد صفحہ ٦٦ میں طریقہ اسقاط کا یوں تحریر ہے کہ اگر شخص بمیرد برائے فدیہ ہفت چیز جمع کنند۔ قدرے زرو نقرہ و مس و قرآن و پارچہ جامہ و غلہ و قند جمع نمودہ وارث او بگوید خداوند فلاں ترک فرض و واجب و سنت کرہ باشد ودریں حالت قضائے آن ممکن نیست و ہرچہ حرام مکروہ ہست۔ بجا آوردہ باشد۔ و از توبہ آں عاجز ست۔ اگرچہ عمر او چہل است و زیادہ ہمیں ہفت روز باز گرد۔ ایں ہفت چیز بمقابلہ تقصیرات ہفت روز مید ہم۔ شخص دیگر قبول کند۔ خدا تعالیٰ آں میت را در اول شب گوردر باغ بہشت کندو ہکذا فی جامع الرموز ا۔ اور قرآن مجید ایک دوسرے کو بار بار دینا اور لینا چنانچہ موجودہ زمانہ

حاشیہ

ا۔ ترجمہ عبارت فارسی فتاوی جامع الفوائد : اگر کسی شخص کا انتقال ہو جائے تو اس کے فدیہ کے لئے سات چیزیں جمع کریں (۱) کچھ سونا (۲) چاندی (۳) تانبہ (۴) قرآن (۵) کپڑے (٦) غلہ (۷) کھانڈ۔ یہ چیزیں لے کر میت کو دفن کرنے سے پہلے وارث یوں کہے اے اللہ فلاں شخص (میت کا نام لے کر) سے جو فرض واجب اور سنت چھوٹ گئی اب اس حالت میں توبہ کرنے اور انکو قضاء کرنے سے عاجز ہے اگرچہ اس کی عمر چالیس سال اور اس سے کچھ اوپر (جتنی عمر پائی اس کا ذکر کرے کہ وہ عمر) سات دنوں میں ہی محدود ہے جمعہ ہفتہ اتوار پیر منگل بدھ جمعرات۔ یہ سات چیزیں ان

میں اکثر ملا کیا کرتے ہیں۔ اس کو کوئی ثبوت نہیں۔ ہاں اگر صرف قرآن مجید محض للہ بروح میت بایں الفاظ دے دے کہ خداوند اس شخص سے کچھ احکام تیرے ادا ہوئے اور کچھ ادا نہیں ہوئے۔ اب یہ ادا کرنے سے عاجز ہے اور عوض ان کے یہ قرآن مجید اس درویش کو دیتا ہوں اور لینے والا کہے کہ میں نے قبول کیا۔

سوال : بسم اللہ شریف یا کلمہ شہادت یا کوئی اور اسم ذاتی یا صفاتی میت کی پیشانی پر لکھنا' خاک یا سیاہی سے جائز ہے یا نہیں؟

جواب : بسم اللہ شریف یا کلمہ شہادت و اسم ذاتی یا صفاتی خاک سے پیشانی یا کفنی پر لکھنا مستحب ہے جیسا کہ در المختار باب جنازہ جلد اول میں بایں الفاظ عبارت تحریر ہے۔ وکتب علی جبهته او عمامته او کفنه عهدنا مه یرجی ان یغفر للمیت ا۔ اور صاحب بزازیہ نے روایت کی ہے کہ فاروق

حاشیہ

سات دنوں کی اس کی کو تاہیوں کا میں فدیہ دے رہا ہوں یہ کہہ کر مستحق کو دے دے وہ کہے میں نے قبول کیا۔ اللہ تعالٰی پہلی رات ہی اس کی قبر کو بہشت کا باغ بنا دے گا۔ فقط قادری

ا۔ یعنی میت کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھاجائے امید کی جائے کہ اللہ تعالٰی میت کے لئے بخشش فرما دے۔ در مختار میں اس کے بعد لکھا ہے کہ بعض بزرگوں نے وصیت کی کہ اس کی پیشانی اور اس کے سینے پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی جائے تو لکھی گئی پھر انہیں خواب میں دیکھا گیا اور پوچھا گیا تو فرمایا کہ جب مجھے قبر میں رکھا گیا تو عذاب کے فرشتے آئے پس جب انہوں نے میری پیشانی پر بسم الرحمن الرحیم لکھی دیکھی تو بولے "تو نے اللہ کے عذاب سے امان پائی" علامہ شامی لکھتے ہیں کہ امام محقق ابن حجر مکی علیہ الرحمتہ کے فتاوی میں ہے کہ میت کے کفن پر عہد نامہ لکھنا جائز ہے اور یہ کہ اس کی اصل امام حکیم ترمذی علیہ الرحمتہ کی نوادر الاصول میں موجود ہے اور یہ کہ امام فقیہ ابن عجیل علیہ الرحمتہ یعنی امام علامہ احمد بن عجلن مکی ابو سلیمان متوفی ۷۸۸ھ پھر جو سلطان حجاز اور محدث تفیہ بھی تھے لوگوں کو میت کے کفن پر عہد نامہ لکھنے کا حکم دیتے تھے اور انہوں نے اس کے جواز کا فتوی جاری فرمایا اور فرمایا کہ صحابہ خلفاء راشدین زکوۃ کے اونٹوں پر للہ (اللہ کے لئے لکھتے تھے)

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑوں کی رانوں پر جو کہ طبیلے میں رہتے تھے اسم الٰہی لکھے جاتے تھے۔ روی انہ کان مکتوبًا علی افخاذ افراس الفاروق فی اصطبل الفاروق حبس فی سبیل اللہ

اور کثیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے کفن کی اطراف پر یہ کلمہ تحریر کیا جیسا کہ عبدالرزاق اپنی تصنیف میں کثیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتب فی اطراف اکفانہ یشھد کثیر ابن عباس ان لا الہ الا اللہ ھکذا فی نصب الریتہ اور علامہ شامی و بزازیہ و تاتار خانیہ و فتاوی عبدالحی جلد ۳ دو جیز الصراط وغیرہ احباب نے اس امر کو جائز لکھا ہے اور صاحب فتح القدیر نے سورہ یٰسین وغیرہ کو مکروہ لکھا ہے۔ اگر کوئی اسم لکھنا ہو تو خاک سے لکھنا چاہئے اور میت کو قبل از جنازہ قدمی دینا سنت ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال من حمل جنازۃ بجوانب الاربع فقد عفی اللہ عنہ ایضًا محمد بن حنیفہ حدثنا ابو حنیفہ ثنا منصور بن معتمر قال من السنتہ حمل الجنازۃ بجوانب السریر الاربع (رواہ ابن ماجہ نقل از ف جیز الصراط مقالہ ۶)

سوال: نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں اور میت کے پاؤں غسل دینے کے وقت کس طرف کرنے بہتر ہیں؟

جواب: جنازہ پڑھنے کے بعد نزدیک علمائے سلف دعا مانگنا جائز ہے چنانچہ حدیث صحیح میں مذکورہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا جنازہ پڑھا۔ اور سلام پھر کر یہ دعا اس میت کے لئے مانگی وہ حدیث یہ ہے۔ وصلی علیہ [1] وقال اللھم اغفرہ وارحمہ وادخلہ جنتک (رواہ البیہقی) وقال الحاکم ھذا الحدیث صحیح اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعتہ اللمعات جلد اول کتاب الجنازہ فصل ثانی میں فرماتے ہیں۔

حاشیہ

[1] آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اس کے لئے یوں دعا کی اے اللہ اس کو بخشدے اور اس پر رحم فرما اور اس کو اپنی جنت میں داخل فرما۔ بیہقی اور حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے فقط قادری

"احتمال ا۔ وارد کہ آں حضرت محمد ﷺ در جنازہ فاتحہ بعد از نماز یا پیش ازاں .قصد تبرک خواندہ باشند۔ چنانچہ الان متعارف است۔" اور اس طرح محدث فتح محمد برہانپوری اپنی کتاب مفتاح الصلوۃ میں بایں طور تحریر کیا ہے کہ چوں از نماز فارغ شوند مستحب است کہ امام یا صالح دیگر فاتحہ بقرتا مفلحون طرف سر جنازہ و آخر بقر یعنی آمن الرسول طرف پائین بخواند کہ در حدیث وارد ست در بعضی احادیث بعد از دفن واقعہ شدہ ہر دو وقت کہ میسر شود مجوز ست ۲۔ و نہر الفائق شرح کنز الافائق جلد اول باب الجنازح میں ہے۔

ویقول بعد صلوة الجنازة اللهم لا تحرمنا اجره ولا تفتنا بعده واغفرلنا وله ۳۔ اور ہدایہ جزو ثانی جلد اول باب الجنائز کے ابتداء میں بیہقی سے روایت ہے کہ جب اصحابی براء بن معرور رضی اللہ عنہ نے انتقال کیا تو حضور ﷺ نے خود ایسا کہا چنانچہ گزر چکا ہے کہ صاحب تنیہ و زاہدی نے اس بات کو مکروہ لکھا ہے تو یہ ہر دو صاحب معتزلہ ہیں لہذا ان کے اقوال پر کوئی اعتبار نہیں کیونکہ ان کا یہ قول مخالف حدیث صحیح و علماء سلف و خلف رحمتہ اللہ علیہم کے ہے۔ (نقل از کتاب شرح برزخ صفحہ ۱۱۲)

اور میت کے پاؤں قبلہ کی طرف بوقت نہلانے کے کرنے بہتر ہیں جیساکہ بوقت بے طاقتی نماز پڑھنے کے لئے کئے جاتے ہیں جیساکہ اس عبارت سے ظاہر ہے۔و حبب یومی ایماء مستلقیاً طولاً

حاشیہ

ا۔ احتمال ہے کہ حضور ﷺ نے جنازہ پر دعا و فاتحہ نماز کے بعد کی ہو یا پہلے برکت کے لئے جیساکہ ان باتوں کا ہمارے ہاں معمول ہے فقط قادری

۲۔ یعنی جب نماز سے فارغ ہوں تو امام مستحب کہ یا کوئی اور نیک آدمی جنازہ کے سرہانے سورۂ بقرہ کا شروع اور پاؤں کی طرف سورۂ بقرہ کا آخر یعنی آمن الرسول پڑھے کہ یہ حدیث میں آیا ہے اور بعض حدیثوں میں دفن کے بعد اس کے پڑھنے کا ذکر ہے تو دونوں ہی جائز و مستحب ہیں نماز جنازہ کے بعد بھی اور دفن کے بعد بھی جس کا بھی موقع ملے کرلیں

۳۔ یعنی جنازہ کی نماز کے بعد یوں دعا کرے اے اللہ تو ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ کر اور ہمیں اس کے بعد فتنہ میں نہ ڈال اور ہمارے اور اس کے لئے بخشش فرما۔ فقط قادری

علی قفاہ و رجلاہ نحو القبلتہ کما یوضع فی الصلوۃ بالایماء و علیہ المشائخ و اختار البعض من اصحابنا ان یوضع مستلقیا علی قفاء عرضا راسہ نحو القبلتہ کما یوضع فی القبر و علیہ المتاخرون (نقل از مجالس الابرار شرح برزخ ۱۲۰)

اور ایک روایت میں یوں مذکور ہے کہ جس طرح آسانی سے جگہ تخت کی ملتی ہو اس طرح پر تختہ کو رکھا جائے ہکذا فی ظہیریہ و فتاوی عالمگیری واللہ اعلم بالصواب

سوال : قبر پر میت کو تلقین اور دانوں پر فاتحہ خوانی یا قبر پر چراغ جلانا یا کوئی یوم مقرر کر کے ہفتہ تک روٹی دینی یا قبر پر جمع ہو کر قرآن مجید پڑھانا سب امور جائز ہیں یا بدعت؟

جواب : بے شک میت کی قبر پر تلقین کرنی اور فاتحہ خوانی اور جمع ہو کر قرآن شریف قبر پر پڑھنا جائز ہے۔ چنانچہ صاحب شامی و در مختار و مضمرات و غرائب و فتاوی جواہر نے لکھا ہے۔

قراۃ القران عند القبور مکروہ عندا لاحنیفتہ و عند محمد لا و علیہ الفتوی من المضمرات والاصح انہ لا یکرہ یعنی قرآن شریف کا پڑھنا قبر کے پاس امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے اور نزدیک امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے کوئی خوف نہیں اور امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے قول پر فتوی ہے اور صحیح ترین یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہے۔ نقل از فتاوی جواہر صفحہ ۴۳۳ اور آئمہ دین سلف و خلف اسی بات پر ہیں کہ قاریوں کا قبر پر بیٹھنا کوئی مکروہ نہیں۔

فتاوی جامع الفوائد صفحہ ۶۳ میں یوں لکھا ہے۔واذا دفن المیت ینبغی ان یجلسوا ساعتہ عندالقبر بعد الفرغ ویدعو المیت وقراۃ القران عند القبور لایکرہ ھکذا۔ فی عالمگیریہ ا۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری و فتح القدیر و تکمیل الایمان وامام زرقانی مالکی و شرح

حاشیہ

ا۔ یعنی جب میت کو دفن کر دیا جائے تو چاہئے کہ فراغت کے بعد گھنٹہ بھر قبر کے پاس بیٹھیں اور میت کے لئے دعا کرتے رہیں اور قبروں کے پاس قرآن پڑھنا (قران لے جاکر) مکروہ نہیں اسی طرح فتاوی عالمگیریہ میں ہے قادری

موطا میں اور اس بات پر تمام علماء احناف کا اتفاق ہے کہ قاریوں کا بٹھانا قرآن مجید پڑھنے کے لئے جائز بلا کراہت ہے اور فتاوی نجم الدین و کتاب مجالس الابرار وغیرہ کتب فقہ و احادی میں لکھا ہے کہ صاحب قبر کو ضروری تلقین کی جائے۔ وہوہذا

قوله علیه السلام لقنوا موتاکم شهادة ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله

۱۔ اورعلمائے دین اسلام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ تلقین بوقت سکرات الموت کی جائے اور بعض نے کہا کہ بوقت دفن کی جائے اور فتاوی جواہر صفحہ ۱۹ میں لکھا ہے کہ بعد دفن کے یہ تلقین کی جائے۔ وہو ہذا

التلقین بعد الدفن فعله بعض مشائخنا وھو معتاد فی بعض البلاد ۲۔ اور

مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب مجدد مائتہ حاضرہ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ بعد از دفن میت کے قبر پر ازان ضرور کہی جائے ۳۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر ازان کے الفاظ

حاشیہ

۱۔ یعنی اپنے مردوں کو اس بات کی گواہی دینے کی تلقین کرو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

۲۔ تلقین دفن کے بعد ہے اسے ہمارے مشائخ نے کیا اور ہمارے بعض شہروں میں اسی کی عادت ہے (عمل ہے)

۳۔ ازان ضرور کہی جائے اس سے مراد یہ ہے کہ جہاں اس کو نا جائز کہنے والے ہوں وہاں ان کے حق کے اظہار کی ضرورت ہے جیسا کہ معتبر بوے (دہ دردہ) حوض سے وضو کو جائز نہیں کہتے جبکہ اہل سنت کے نزدیک جائز ہے اور حق ہے لہذا جہاں اس کو ناجائز ٹھرانے والے معتقدلہ موجود ہوں وہاں جاری پانی کی بجائے بڑے حوض سے ہی وضو کرنا ضروری ہے تاکہ اس عمل سے اظہار حق ورد باطل ہو جائے اس سے معلوم ہوا کہ ایک جوئی ذاتہ جائز ہوتی ہے وہ منکرین بے دینوں کے رد کے لئے ضروری ہو جاتی ہے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں کہ دس جگہ ازان یدینا سنت ہے نماز پنجگانہ کے لئے غیر مولود بچہ کے کان میں۔ آگ لگنے کے وقت جنگ کے وقت۔ مسافر کے پیچھے تاکہ خیریت سے واپس آئے جنات کو ظاہر ہونے پر غصہ والے پر' راستہ بھول جانے پر اور مرگی کے دورہ والے پر اور میت کو قبر میں اتارتے وقت کہ اس کے دنیا میں آنے پر ازان کہی گئی تھی اسی طرح دنیا سے جاتے وقت بھی ازان کی برکت سے میت کو

با آواز بلند کہے تھے اور اس حدیث کو امام احمد طبرانی و بیہقی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے اور یہ کہ اگر کسی مصلحت کی وجہ سے کوئی روز معین فاتحہ خوانی کے لئے کیا جائے تو اس میں کوئی گناہ نہیں چنانچہ خود حضرت مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وعظ کے لیے کسی مصلحت کی وجہ سے جمعرات کا روز معین کرلیا تھا اور یہ حدیث مشکوۃ و بخاری و مسلم میں موجود ہے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے آخر میں جمعہ کے روز کو وعظ کے لئے مقرر کر رکھا تھا حالانکہ قرآن مجید میں وعظ کرنے کے لئے کسی روز اور وقت کی قید نہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے ترجمہ مشکوۃ میں لکھا ہے "مستحب است کہ صدقہ کردہ شور از میت بعد از دفن۔ و از عالم تا ہفت روز" ا۔ اور صاحب سراج المیر نے یوں لکھا ہے۔ و یستحب ان یتصدق ان المیت بعد موتہ سبعتہ ایام ۲۔ پس اس میں دوسرا اور چوتھا اور ساتواں سب داخل ہوئے۔ اور تفسیر در منثور میں تحت آیہ کریمہ عقبے الدار کے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ مقام احد میں شہدا کی قبروں پر سال بسال ضرور جایا کرتے تھے۔ وہو ہذا

کان یاتی احد علی راس کل عام و یسلم علی قبور الشہداء و یقول سلام علیکم ۳۔ اور کلمہ طیب کی گنتی دانوں اور تسبیحوں پر کرنے میں کوئی عیب نہیں۔ چنانچہ حضرت سید

حاشیہ

تلقین ہو جائے گی اور ازان کی آواز سے شیطان بھاگتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے تو قبر میں بھی شیطان میت کو گمراہ کرنے کے لئے آجاتا ہے تو قبر پر ازان سے بھاگ جائے گا اور یہ کہ ازان سے وحشت دور ہوتی ہے جیساکہ حضرت آدم زمین پر آئے تو انہیں وحشت بھی ہوتی تو جبریل نے آکر ازان دی جس سے ان کی وحشت دور ہوئی اور اس سے غم دور ہوتا ہے تو میت کا غم بھی دور ہوگا فقط قادری

ا۔ یعنی میت کے دنیا سے جانے کے بعد روز اول سے لے کر سات روز تک صدقہ دیا جائے تاکہ میت سے بلا و مصیبت دور ہو چنانچہ حدیث میں ہے کہ صدقہ بلا و مصیبت کو دفع کرتا ہے۔

۲۔ یعنی مستحب ہے کہ میت کی طرف سے اس کی موت کے بعد سات روز تک صدقہ دیا جائے

۳۔ اور یوں سلام فرماتے تمہارے اوپر سلام ہو

جلال الدین رحمتہ اللہ علیہ اپنے ملفوظات میں لکھتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں سو تسبیح ہزار دانے کی ایک صندوق میں پڑی ہوئی ہے اور وفات میت پر تیسرے روز یا اول روز یا جس وقت چاہتے ہیں جمع ہو کر ان کو پڑھ کر اس کا ثواب میت کو بخش دیتے ہیں۔ الدر المنظوم فی ترجمہ ملفوظات المخدوم صفحہ ۷۸۴۔ اور حضرت مجدد الف ثانی جلد ثانی میں یوں تحریر کرتے ہیں۔ "بیاراں و دوستان فرمائند کہ ہفتاد ہزار بار کلمہ طیب لا الہ الا اللہ بروحانیت یکے بخشند۔ و ہفتاد ہزار بار دیگر بروحانیت دیگرے و از دوستاں دعا فاتحہ مسئول ہست" ؎ اور اس کی تائید پر یہ حدیث صحیح وارد ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم من قال لا الہ الا اللہ مائتہ الف مرۃ وجعل ثوابہ للمیت غفر اللہ لذلک المیت وان کان موجبًا لعقوبتہ کما فی زاد الاخرۃ یعنی جو شخص ایک لاکھ مرتبہ کلمہ طیب کو پڑھ کر کسی میت کو اس کا ثواب بخشے گا تو اس کی برکت سے میت کو خداوند کریم بخش دے گا' اگرچہ میت مستحق عذاب ہو اور کلمہ شریف کا ذکر تمام ذکروں سے افضل ہے۔ اور جمع ہو کر ذکر کرنا بھی جائز ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ "جو شخص ہم کو مجلس میں یاد کرتا ہے میں اس کو اس سے بہتر مجلس میں یاد کرتا ہوں۔" ایک روایت صحیح میں یوں بھی مذکور ہے کہ "جس مجلس میں ذکر خداوند کریم ہو رہا ہو وہاں چپ ہو کر مت بیٹھو بلکہ تم بھی ذکر کرو۔" اور اگر کوئی کہے کہ قرآن مجید اور کلمات طیبات کی اجرت لینی تو حرام ہے تو یہ علماء درویش کیوں لیتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث صحیح میں ہے۔ کہ "صحابہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم کتاب اللہ پر مزدوری لیں فرمایا حضور ﷺ نے ہاں بے شک مزدوری لو کیونکہ قرآن مستحق تر ہے کہ تم اس پر اجر لو" اور یہ حدیث بخاری شریف و مشارق الانوار میں بایں الفاظ مذکور ہے۔

فقالوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ وسلم ئانا خذ علی کتاب اللہ

حاشیہ

؎ یاروں اور دوستوں سے کہیں کہ وہ ستر ہزار کلمہ طیب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر اس کا ثواب کسی ایک کی روح کو بخشیں پھر ستر ہزار بار پڑھ کر کسی دوسرے کی روحانیت کو بخشیں اور دوستوں سے فاتحہ و دعا کا سوال کیا جائے۔

اجراً فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم ان ئاحق ما اخذتم علیہ اجراً کتاب اللہ۱۔ اور قبروں پر چراغ جلانا بے فائدہ گناہ ہے۔ ہاں اگر رات کو وہاں جا کر بیٹھے ہوں یا ذکر و اذکار کرتے ہوں یا کوئی خوف ہو تو پھر ان صورتوں میں چراغ اور آگ جلانا جائز ہے چنانچہ تفسیر روح البیان تحت آیت کریمہ انما یعمر مساجد اللہ ۲۔ کے لکھا ہے۔ وکذا ایقاد القنادیل والشمع عند قبور الاولیاء فالمقصد فیها مقصد حسن و نذر الزیت والشمع لللاولیاء یوقد عند قبورهم تعظیماً و حجته فیهم جائز الابینعی المنهی عنه ۳۔ اور اس طرح علامہ محمد حسن سندھی میرپوری اپنی تصنیف مفاتح میں لکھتے ہیں۔

واسراج السراج علی قبور الاولیاء لا ستراح الناس مباح اور جہاں کہیں قبروں پر چراغ جلانے کی ممانعت کتب فقہ و احادیث میں وارد ہوئی ہے وہاں بے فائدہ قبروں پر چراغ جلانا مراد ہے۔ (ہکذا فی مجمع البحار و فتاوی سندیہ)

سوال: قبروں پر قبہ بنانا اور پھول چڑھانا اور بوسہ لینا اور قبر پر غلاف ڈالنا جائز ہے یا بدعت؟

جواب: نزدیک بعض علماء کے یہ سب افعال مکروہ ہیں۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ سب افعال مستحسن ہیں۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ شرح سفرالسعادت میں لکھتے ہیں کہ "انداختن غلاف بر قبر شریف وافرد ختن چراغ وغیرہ تکلیفات کہ بر مزار ہائے اولیاء اللہ جملہ از مستحسنات اند" اور بدعت کہنا امور کو جائز نہیں۔ کیونکہ ان امور میں ثبوت احادیث صحیحہ سے پاتا جاتا ہے چنانچہ سنن ابو داؤد میں قاسم بن محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے۔

حاشیہ

۱۔ یہ حدیث ان کے علاوہ حدیث کی دوسری کتابوں میں بھی ہے ملاحظہ ہو بیہقی شریف ج ۱ ص ۴۳ ج ۶ ص ۱۲۴ ج ۷ ص ۲۴۳ والکامل لابن عدی ۵۔۱۸۰۱۔ فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۹۸، ۱۹۹

۲۔ سورۃ توبہ آیت ۱۸

۳۔ تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۴۰۰

قال دخلت علی عائشه رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقلت یا اماہ اکشفی لی عن قبر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم و صاحبہ فکشف لی ثلثنہ قبور یعنی قاسم بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکابر تابعین اور فقہائے سعہ مدینہ طیبہ علی صاحبہ التحیہ والسلام سے ہیں۔ چنانچہ طبقات ا۔میں ہے کہ میں نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں عرض کی کہ کھولو ہمارے لئے ہمارے سردار سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی مزار اقدس کو اور آپ کے دونوں یاروں کی قبر منور کو پس حضرت ام المؤمنین نے تینوں قبروں کو کھولا' ان پر پردہ پڑا ہوا تھا' ان کو اٹھایا۔ اور طوالع الانوار کے حاشیہ پر یوں لکھا ہے۔ وتقبیل غیر المصحف کقبور الانبیاء ومن التبرک بهم فللعلماء فیہ کلام کرھہ بعضهم واستحسنه بعضهم حتی ان الشافعی اباحه مطلقاً ۲۔اور فتاوی سندی صفحہ ۱۳۷ میں لکھا ہے کہ علمائے اربعہ کا فتوی اس کی عدم کراہت پر ہے اور مرقات شرح مشکوۃ میں یوں مذکور ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال مر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم بقبور المدینته فا قبل علیهم بوجهه (رواہ الترمذی)وقال بعض العلماء لا باس بتقبیل قبر الوالدین اور امام بخاری جامع الصحیح اور امام نودی کے مناسک میں یوں لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس منبر پر بیٹھ کر وعظ فرمایا کرتے تھے اس جگہ پر ہاتھ لے کر منہ پر ملتے تھے اور حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن کو چوم کر چہرہ پر ملتے تھے۔

وان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه وضع یده علی مقعد النبی صلی اللہ

حاشیہ

ا۔ طبقات امام ابن سعد مہ ۲۳۰ھ

۲۔ یعنی قرآن کے علاوہ قبور انبیاء اور ان سے کو ہاتھ لگا کر برکت حاصل کرنے میں علماء کا اختلاف ہے بعض علماء اسے مکروہ ٹھہراتے ہیں اور بعض مستحب یہاں تک کہ امام شافعی علیہ الرحمتہ اسے مطلقاً جائز ٹھہراتے ہیں خواہ نبی کی قبر ہو یا ولی یا کسی عزیز کی اسے تعظیم و محبت سے بوسہ دینا اور ہاتھ لگا کر ان کے نزدیک جائز ہے (غالباً کراہت کا قول بھی کراہت تنزیہی پر محمول ہوگا کراہت تحریمی پر نہیں) قادری

تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم من المنبر ثم وضعھا علی وجھہ (نقل از فتاوی سندی) اور اسی کتاب میں لکھا ہے کہ نعلین مبارک حضور ﷺ کو چومنا بھی جائز ہے اور بزرگان دین کی قبروں پر گنبد بنانا برائے جلالیت ان کے اور قاریوں کے قرآن مجید پڑھنے کی خاطر اور عوام الناس کی زیارت کے لئے جائز بلا کراہت ہے۔ چنانچہ کتاب کشف النور و صاحب تفسیر روح البیان نے لکھا ہے۔

ان البدعتہ الحسنتہ لاموافقتہ لمقصود الشرع یسمی سنتہ و منہ بناء القباب علی قبور العلماء والاولیاء والصلحاء امر جائز اذاکان القصد بذالک التعظیم فی عین الناس حتی لا یحتقر واصاحب ھذا القبر ؎ اور صاحب ذوالفقار حیدری سندی اور علامہ ملا علی قاری حنفی شرح مشکوۃ اور مشکوۃ مصابیح تعلیقات بخاری سے یوں تحریر کیا ہے۔

توفی الحسن بن الحسن بن علی ضربت امرئتہ القبتہ علی قبرہ سنتہ یعنی وصال کیا حضرت امام حسن المثنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو آپ کی بیوی نے آپ کی قبر پر ایک سال تک خیمہ کھڑا کیا تھا۔

اور علامہ علی قاری مرقات شرح مشکوۃ میں بایں الفاظ بیان کیا ہے۔ الظاہر انہ لا جتماع الاحباب اللہ والقراۃ و حضور اصحاب الدعاء بالمغفرۃ والرحمتہ اور جو اپ نے قبروں پر مکان وغیرہ بنانے کی ممانعت فرمائی ہے وہاں بھی کراہت تنزیہی پر یا محمول ہے نہ اس کی حرمت پر اور وجہ اس کی یہ تھی کہ لوگ بوجہ تفاخر مال و دولت کو قبروں کی عمارت پر برباد کر دیتے تھے۔ چنانچہ آج کل یہودی و نصاریٰ کی قبروں پر عمارتیں بنی ہوئی ہیں جیسا کہ ابن الہمام نے اس مسئلہ کی تشریح تخصیص قبور کی شرح میں کر دی ہے۔

ھذا الحدیث محمول علی ماکانوایفعلونہ من نعلیتہ القبور بالبناء

حاشیہ

؎ یعنی بدعت حسنہ جو مقصود شرعی کے مطابق ہو تو سنت قرار دیا جاتا ہے اور بدعات حسنہ میں سے علماء اولیاء اور صالحین نیک لوگوں کی قبر پر گنبد۔

الحسن العالی کما فی حاشیتہ الترمذی و حاشیہ النسائی و مجمع البحار میں ہے پس بزرگان دین کی عظمت و رفعت شان اور برائے رعب اسلام ان کے پاس بیٹھ کر قرآن مجید پڑھنے والوں کی خاطر اور زیارت کرنے والوں کے آرام کے لئے قبور اولیائے کرام پر گنبد بنانا کوئی گناہ نہیں چنانچہ علمائے سلف و خلف کا اسی بات پر عمل لگاتار چلا آیا ہے اور بے شک بے فائدہ قبور پر قبہ بنانا جائز نہیں۔ مجمع البحار جلد ثانی میں لکھا ہے۔

وقد اباح السلف ان یبنی علی قبور المشائخ والعلماء والمشاهیر لیزورهم الناس و یستیر یحو بالجلوس فیه اور صاحب درمختار نے بھی اس کو اختیار کیا ہے ولا یرفع علیه بناء و قیل لاباس به وهو المختار اور ملا علی قاری صاحب نے بھی اسی طرح تحت حدیث ممانعت کے لکھا ہے اور قبر پر بطور پہچان جھنڈا کھڑا کرنا کوئی گناہ نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر خود ایک پتھر نشانہ کے طور پر کھڑا کر دیا۔ وہ حدیث یہ ہے۔

قال لما مات عثمان بن مظعون اخرج بجنازته فدفن امر النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه و آله وسلم رجلا ان یاتیه بحجر فلم یسطع حملها فقام الیها فو ضعها عند راسه وقال اعلم بها قبر اخی اور اس کے تحت میں ملا علی قاری نے یوں لکھا ہے یستحب ان یجعل علی قبر علامته یعرف بها لقوله علیه السلام قبر اخی اور ترمذی جو نسائی میں مذکور ہے کہ آپ نے نشان کے طور پر جھنڈا سفید رنگت کا رکھا تھا اور کبھی سیاہ رنگ کا بھی رکھتے عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالٰی عنه ان رایته رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه و آله وسلم کانت سوداء ولواه ابیض

قبروں پر پھول چڑھانا مستحب ہے چنانچہ علامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں تحریر کیا ہے وقد ورد فی الحدیث انه صلی اللّٰه تعالٰی علیه و آله وسلم شق جرید انصفین ووضع علی کل قبر نصفا وکانا قبریں یعذب وقال انی لا رجوا ان یخفف

عنهما مالم ییبسا لا نهما یسبحان مادام صاحبهما رطبین ا۔

فتاوی عالمگیری میں یوں مذکور ہے وضع الورد و الریاحین علی القبور حسن کذافی کتاب مطالب المومنین (فتاوی غرائب) اگر کوئی شخص اعتراض کرے کہ قبر پر پھول چڑھانے سے ان کو کیا فائدہ ہوتا ہے جب کہ وہ مرچکے ہیں تو اس کو جواب یہ ہے کہ ولی اللہ زندہ ہیں اس بات پر قرآن شریف خود شاہد ہے کیونکہ ان کا مرنا اور جینا برابر ہے کما قال اللہ تعالیٰ ام حسب الذین اجترحوا السئیات ان تجعلهم کالذین امنوا و عملو الصلحت سواء محیاهم و مماتهم ۲۔ ایضًا ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتًا بل احیاء عند ربهم

کتب تواریخ و کتب احادیث میں لکھا ہے کہ مابین زمین و آسمان کے سیر کرتے ہیں اور اپنے یاروں کو مدد دیتے ہیں اور جو یاروں کے دشمن ہوں ان کو تنبیہہ کرتے ہیں چنانچہ مولوی ثناء اللہ پانی پتی اپنی تفسیر مظہری اور رسالہ تذکرے الموتی میں بایں طور لکھتے ہیں ان اللہ تعالیٰ یعطی لا رواحهم قوة الاجسادفیذهبون من الارض والسماء بجنبته و ینصرون اولیائهم و یدمرون اعدائهم انشاء اللہ ۳۔

اور اس طرح مرقات شرح مشکوۃ میں لکھا ہے روح المؤ منین فانها تسیر فی ملکوت السماء والارض و تسرح فی الجنته حیث تشاء و تاوی الی قنادیل

حاشیہ

ا۔ یعنی جب تک یہ چھڑیاں جو دونوں قبروں پر رکھی گئی ہیں تر رہیں گی اللہ کی تسبیح پڑھتی رہیں گی اور تسبیح سے اللہ کی رحمت اترتی ہے۔

۲۔ یعنی کیا وہ لوگ جنہوں نے شرک و کفر جیسے بڑے گناہ کئے یہ سمجھ لیا کہ اللہ ان کو ان کی طرح کردے گا جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کا جینا اور مرنا برابر ہے۔ نیز ان کو جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں (قرآن کریم)

۳۔ تفسیر مظہری زیر آیت بالا مذکورہ

تحت العرش ولها تعلق بجسده ایضًا تعلقًا کلیًا بحیث یقرء القران فی قبرہ ویصلی وینام کنوم العروس ا۔ مسلم نے روایت انس اخراج کیا کہ فرمایا حضور ﷺ نے کہ رات معراج کو میں نے دیکھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہ اپنی قبر میں نماز گزار رہے تھے ور وہ حدیث یہ ہے مررت بقبر موسی فاذا ھو فیہ قائم یصلی

اور ابو داؤد بیہقی میں یوں مذکور ہے کہ فرمایا آپ ﷺ نے بروز جمعہ تم کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کی کہ مٹی میں کچھ نہیں رہ جاتا آپ ﷺ نے فرمایا ان اللہ تعالیٰ حرم اجساد الانبیاء علی الارض اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے جسم مٹی پر حرام کئے ہیں وہ ان کو نہیں کھاتی۔

اخرجہ بیہقی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں مذکور ہے قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان الانبیاء لا یترکون فی قبورھم بعد اربعین ولکنھم یصلون بین یدی اللہ حتی ینفخ فی الصور یعنی پیغمبر زندہ ہیں چالیس یوم کے بعد اپنی قبروں میں کملث کئے جاتے ہیں اور قیامت تک اللہ تعالیٰ کے سامنے نمازیں پڑھتے رہیں گے۔

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور ﷺ نے کہ من صلی علی قبری سمعتہ ومن صلی علی غائبا" بلغتہ یعنی جو شخص درود پڑھے نزدیک قبر میری کے میں خود سنتا ہوں اور جو شخص دور سے پڑھے تو وہ مجھ کو پہنچایا جاتا ہے۔ ۲۔

ایک روایت میں بایں طور مذکور ہے کہ کہا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ یا حضرت جو شخص آپ کو مخاطب ہو کر دور سے آپ پر درود پڑھے یا اپ کے بعد تو پھر کیا آپ سنتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں کہ عشق

حاشیہ

ا۔ یعنی مومن کی روح آسمان و زمین کے درمیان گھومتی پھرتی ہے جہاں چاہے سیر کرتی اور اس کا جسم سے مکمل تعلق ہوتا ہے حتی کہ وہ قرآن پڑھتا ہے اپنی قبر میں اور نماز پڑھتا ہے اور دولھن کی طرح خوش خوش آرام کرتا ہے

۲۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ حضور ﷺ دور والوں کا درد نہیں سنتے کیونکہ یہ حدیث ضعیف ہے اس کے راوی محمد بن مروان کوفی ضعیف راوی ہیں ملاحظہ ہو (میزان اور اعتدال امام ذہبی) قادری

والوں کا میں خود درود سنوں گا اور دوسروں کا فرشتہ موکل الصلوۃ پہنچادے گا۔ وہ حدیث دلائل الخیرات میں باین طور مذکور ہے قیل لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم ارایت صلوۃ المصلین علیک ممن غاب عنک ومن یاتی بیدک ما حالھما عندک فقال اسمع صلوۃ اھل محبتی واعرفھم و تعرض علی صلوۃ غیرھم عرضًا

کتاب شرح برزخ میں بایں طور مضمون حدیث شریف میں وارد ہے کہ بزرگان خدا ہفتہ وار اپنے رفیقوں کے اعمال نامے کا مطالعہ کرتے ہیں اگر ان کے اعمال نامے اچھے دیکھتے ہیں تو خوش ہو جاتے ہیں۔ ورنہ ان کے لئے دعا مانگتے ہیں اور اس طرح ہمارے سردار سیدنا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صبح و شام ہمارے اعمال نامے مطالعہ کرتے ہیں۔ مفصل ذکر اس کا آگے آتا ہے۔

سوال: نذر نیاز بزرگان دین کا ادا کرنا اور بوقت مصیبت ان کو وسیلہ پکڑنا اور لفظ یا رسول اللہ و یا علی یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاللہ پکارنا اور ان کو حاضر سمجھنا کیسا ہے؟

جواب: بے شک نذر کا پورا کرنا ایمان داروں کا کام ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے لقولہ تعالٰی یوفون بالنذر و یخافون یومًا کان شرہ مستطیرًا یعنی پورا کرتے ہیں نذر کو اور منت کو اور ڈرتے ہیں اس دن سے کہ اس کی برائی پھیل جانے والی ہے سب پر نقل از تفسیر مجددی اور یہ آیہ کریمہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بارے میں ہے کہ جب ان کے فرزند حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ بیمار ہوگئے تھے اور انہوں نے نذر مانی اور اس کو پورا کیا۔

حدیث صحیح میں ہے کہ ایک عورت نے نذر مانی تھی کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دف بجاؤں گی آپ نے اس کو اجازت دی اور اس نے دف بجائی اور حدیث مشکوۃ باب النذر فصل ثانی میں بایں الفاظ مذکور ہے۔ و عن بن عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان امرائتہ قالت یا رسول اللہ انی نذرت ان اضرب علی راسک بالدف قال اوفی بنذرک (رواہ ابوداؤد وزاور زین) قالت و نزرت ان اذبح بمکان کذا و کذا

ایک حدیث میں یوں مذکور ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے نذر مانی تھی

کہ جب حضور ﷺ فتح مکہ کریں گے تو میں دو رکعت نماز بیت المقدس میں ادا کروں گا تو حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ اس کو تو ادا کر۔

کتاب طوالع الانوار شرح در مختار سے صاحب فتاویٰ سندیہ نے یوں لکھا ہے کہ نذر ماننے والا اس طور پر نذر مانے کہ اے اللہ میں نے تیرے لئے نذر مانی ہے کہ اگر میرا فلانا عزیز غائب شدہ آجائے یا میری دلی حاجت پوری ہو جائے یا میرا بھائی صحت پائے تو میں فلاں بزرگ کے فقیروں کو کھانا کھلاؤں گا یا ان کی مسجد میں چٹائی ڈالوں گا یا تیل یا ان کے دربار کے فقیروں کو اس قدر روپیہ دوں گا کہ ان کو اس سے نفع ہو تو ایسی نذر کا ادا کرنا ضروری ہے۔

تفسیر احمدی میں لکھا ہے کہ جیسے ہمارے زمانہ میں لوگ نذر مانتے ہیں یہ حلال طیب ہے ان کا کھانا جائز ہے اور وہ یہ ہے ان البقرة المنذورة کما هو الرسم فی زماننا حلال طیب ا۔ اور رسالہ محمد حسین فی النذر میں بایں الفاظ لکھا ہے کہ اگر بنام خدا بسم اللہ اکبر ذبح کردہ باشند اگرچہ در دل نیت فاسد دارند ظاہر خوردنش حلال باشد ۲۔ اور بوقت مصیبت انبیاء و صلحا سے مدد مانگنے میں کوئی گناہ نہیں چنانچہ خود حضرت ابو البشر آدم علیہ الصلوۃ والسلام نے بوسیلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک سے بخشش طلب کی لما اقترف الخطیته قال یارب اسئلک بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم ان تغفر لی فقال اللہ تعالیٰ قد غفرت لک ان سئلتنی بحقه (رواہ مسلم) ۳۔

حدیث صحیح میں مذکور ہے کہ ایک شخص نابینا حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے عرض

حاشیہ

ا۔ زیر آیت وما اهل به لغیر اللہ کہ بزرگوں کو ایصال ثواب کرنے کے لئے جو جانور پالا جاتا ہے جائز اس کا کھانا وہ حلال و طیب ہے

۲۔ کہ جب جانور کو محض اللہ کے نام پر ذبح کیا خواہ نیت خراب ہو وہ جانور اللہ کے نام پر ذبح ہونے کی وجہ سے حلال ہوگا۔

۳۔ اس کو امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا اور شیخ الاسلام امام حافظ ابن تمیہ علیہ الرحمتہ نے مجموعہ فتاوی میں نقل کیا جلد اول ۱۱۵

کیا کہ حضرت میں نابینا ہوں مجھے کوئی دعا فرمایئے تاکہ آنکھوں میں روشنی ہو جائے تو آپ نے بایں الفاظ تعلیم دی اللھم انی اسئلک و اتوجه الیک بنبیک محمد نبی الرحمته یا محمد انی اتوجه بک الی ربی فی حاجتی لتقضی لی اللھم فشفعه یعنی الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ مہربان نبی ہیں۔ یا رسول اللہ میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حالت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت پوری ہو الٰہی ان کی شفاعت میرے حق میں قبول ہو ا۔ پس اس حدیث سے تینوں طرح کی استعانت بزبان حضور صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہوئی۔ یعنی اس طرح کہنا کہ یا خداوند بواسطہ فلاں نبی یا ولی کے میرا کام کر یا اس طرح کہنا کہ یا نبی میں تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہوں یا اس طرح کہنا کہ یا نبی یا ولی میری طرف دیکھو اور مدد کرو اور اس سے انکار کرنا محض جہالت ہے کیونکہ اکثر صحابہ روم و شام کی جنگوں میں بعض وقت تنگ آکر یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کر کے پکارتے تھے اور اس وقت فتح و نصرت اسم مبارک کی برکت سے پالیتے تھے۔ ۲۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پاؤں بے حس ہو گیا تھا تو کہا گیا کہ تم بہترین پیارے کو اس وقت یاد کیوں نہیں کرتے ہو۔ پس اس وقت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ کر پکارا تو اچھا ہو گیا۔ وہ یہ حدیث ہے ان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه خدرت رجله فقیل اذکر احب الناس الیک فصاح یا محمد فانتشرت (نقل از کتاب الاداب المفرد صفحہ ۱۹۳ تصنیف از بخاری)۔

حاشیہ

ا۔ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں صلوۃ الحاجہ کے نام سے روایت کیا اور امام طبرانی نے بھی۔ اس پوری بحث ہماری کتاب "البلیتہ فی الوسیتہ" میں ملاحظہ فرمایئے اور ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک کی کتاب وجود باری تعالیٰ اور توحید کا علمی و تحقیقی جائزہ میں بھی ملاحظہ فرمائیں۔

۲۔ جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب نداء یا محمد یارسول اللہ میں اس کی تفصیل دلائل کے ساتھ بیان کی ہے اس میں دیکھئے۔ قادری

امام طبرانی نے اپنے معجم میں بروایت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرح بیان کیا ہے کہ خلیفہ حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک شخص آیا کرتا تھا۔ لیکن آپ اس کی طرف توجہ نہ فرماتے تھے آخر الامر اس نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آگے یہ معاملہ بیان کیا اور حضرت ابن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو یہ وظیفہ فرمایا کہ وضو کر کے دو رکعت نماز نفل پڑھ کر اس کے بعد پڑھ کر اللھم انی اسئلک واتوجه الیک نبینا محمد صلی اللہ علیه وسلم بنی الرحمته یا محمد انی اتوجه بک الی ربی فیقضی حاجتی جب اس نے یہ دعا پڑھی تو حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی بھیج کر اس کو طلب کیا اور اس کو اپنے پاس بیٹھایا اور نہایت مہربانی سے پیش آئے اور فرمایا کہ جب تم کو کوئی حاجت ہوا کرے تو میرے پاس آ جایا کرو۔ اور وہ شخص اس جگہ سے آکر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جا کر ملا اور کہا کہ حضرت میں آپ کا نہایت مشکور ہوں کہ میری حاجت پوری ہوگئی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ وظیفہ ایک روز حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک اندھے کو فرمایا تھا۔ (نقل از مسلم و ترمذی و ابن ماجہ و حاکم و بیہقی و امام الائمہ ابن خزیمہ) اما ابو القاسم طبرانی و امام نسائی نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علامہ خیر الدین ملی استاد صاحب و مختار سے بایں الفاظ تحریر کرتے ہیں سئلت عمن یقول فی حال الشدائد یا رسول اللہ او یا علی او یا شیخ عبدالقادر مثلا ھل ھو حایز شرعا ام لا اجبت لھم الاستغاثته بالاولیاء ندائھم والتوسل بھم امر مشروع وشئی مرغوب لا ینکر الا مکابر او معاند وقد حرم برکته الاولیاء الکرام اھ اور اسی میں نقل از بہجۃ الاسرار حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تحریر کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے اگر کسی شخص کو کوئی مہم سخت پیش آجائے تو وہ پہلے دو رکعت نماز نفل پڑھے پھر گیارہ بار درود شریف پڑھے اور گیارہ قدم عراق شریف

حاشیہ

اھ یعنی مجھ سے سوال ہوا اس شخص کے بارے میں جو مشکلات میں یا رسول اللہ یا علی یا شیخ عبدالقادر کہتا ہے مثال کے طور پر تو کیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہ؟ میں نے جواب دیا کہ مدد کے لئے اولیاء اللہ کو پکارنا اور ان کا وسیلہ پکڑنا شرعاً جائز ہے اس کا منکر وہی ہوگا جو عناد رکھتا ہو یا ہٹ دھرمی کرتا ہو جو اولیاء کی برکتوں سے محروم ہو

کی طرف چلے اور اس وقت یاد کرنا نام میرا اور حاجت اپنی کو تو حاجت اس کی روا ہوگی۔ وھوہذا
من استغاث بی فی کربت کشفت عنه ومن نادی باسمی فی شدة فرحت عنه ومن توسل بی الی الله عزوجل فی حاجته قضیت له ومن صلی رکعتین یقراء فی کل رکعته فاتحته فا سورة اخلاص احمد عشر مرة ثم یصلی علی رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم بعد السلام ویسلم علیه ثم یخطو لی جهته العراق احدی عشر خطوة و یذکر فیها اسمی و یذکر حاجته فانها تقضے ا۔ اور مائی صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بایں طور فریاد تحریر ہے۔

الا یا رسول الله کنت رجائنا
و کنت بنا براً ولم تک جافیا۲۔

حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طور سے توسل کیا

یا رحمته للعالمین ادرک لزین العابدین
محبوس ایدی الظالمین لی الموکب والمزدحم

یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دیکھو میری طرف یعنی استعانت کرو جیسے کہ زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کہ میں ظالموں کے ہاتھ میں محبوس ہوں اور مائی زینب بنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس طور پر بوقت مصیبت استغاثہ کیا۔

یا جدی من تکلی وطول مصیبتی
لما اعانیه اقوم و اقعد

حاشیہ

ا۔ لجہ مجتہ الاسرار شریف امام شطنوفی کی تالیف ہے جس کی ہر بات پر بات سند کے ساتھ بیان کی گئی ہے ان کے اور سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے درمیان دو راستے ہیں اور یہ بڑی مشہور کتاب ہے۔ قادری

۲۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہماری امید ہیں آپ ہم پر مہربان ہیں ہم سے سختی کرنے والے نہ تھے۔

یعنی اے میرے داوے ایسی بیماری و بے کسی کے وقت کون ہے سوا تمہارے جو اعانت کرے ہماری۔
اور امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے اس طور اپنے قصیدہ میں استغاثہ کیا۔

یا اکرام الثقلین یا کنزالوری
خزنی بجودک وارضی برضاک
انا طامع بالجود منک ولم یکن
لابی حنیفته فی الانام سواکـ[1]

اور حضرت قطب الاقطاب محی الدین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طور حضور علیہ السلام سے استغاثہ کیا۔

یا رسول اللہ اسمع قالنا
یا حبیب اللہ انظر حالنا
اننی فی بحر غم مغرق
خذیدی سھل لنا اشکالنا
اعتصامی سوا جنابک لی
لیس یا سیدی الی الاحد

اور حضرت شیخ بہاؤ الدین نقشبندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدان عبدالقادر پیران پیر دستگیر سے توسل کیا ہے کہ

اے پیرو دستگیر دست مرابگیر

حاشیہ

[1] اے تمام مخلوق میں بہتر اے مخلوق کے خزانہ کرم میری دستگیری فرمائیں اپنی عنایت سے اور میں تمہاری رضا سے راضی ہوں میں آپ کے کرم کا امیدوار ہوں اور ابو حنیفہ کا آپ کے سوا کوئی نہیں ہے یہ عبارت اشعار سیدنا امام اعظم امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصیدہ شریف کے ہیں جسے قصیدہ النعمان کہا جاتا ہے۔

دستم چناں بیگر کہ گویند دستگیرا

اور حضرت بندہ نواز گیسو دراز نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے اس طرح استغاثہ کیا۔

غریبم نامرادم یا محی الدین جیلانی
زپا افتادہ ام دستم بیگرای غوث صمدانی

اور حضرت مولوان مولوی نورالدین جامی قدس سرہ نے بایں طور استغاثہ کیا۔

غوث اعظم مددے یاشہ جیلاں مددے
شاہ شاہاں مددے مرشد پاکاں مددے

(حاشیہ ۱) یااکرم موجودات یا خزانہ نعمت ہائے الہی جو کچھ اللہ نے آپ کو بخشا ہے مجھے بھی بخشے اور جیسا اللہ نے آپ کو راضی کیا مجھے بھی راضی کیجئے۔ میں دل سے آپ کی شفاعت خاصہ کا امیدوار ہوں۔

(حاشیہ ۲) یا رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم خدارا سنو احوال ہمارے کو۔ اے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم دیکھو حال ہمارے کو۔ تحقیق میں ڈوبا ہوا ہوں۔ دریائے غم میں۔ پکڑو ہاتھ میرا اور آسان کرو مشکلات میری کو۔

(حاشیہ ۳) میری دادے میرے سردار سوا تمہاری میرا کوئی معینو مددگار اللہ کے نزدیک دونوں جہان میں نہیں۔

کتاب شرح برزخ میں اس طرح حدیث وارد ہے روی انہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال اذا تحیر تم فی الامور فاستعینوا باھل القبور اور اس حدیث کو ملا علی قاری صاحب نے

حاشیہ ا

ا۔ اے پیرو دستگیر میرا ہاتھ ایسا پکڑیں کہ واقعی لوگ دستگیر کا نعرہ بلند کریں سبحان اللہ کیا شان ہے سیدنا غوث اعظم کی کہ ہر سلسلہ کے بڑے بزرگ اپ سے حاجت چاہتے ہیں سچ فرمایا اعلی حضرت نے یہ چشتی سہروردی نقشبندی سبھی تیری طرف آئل نہیں ہیں یا غوث

شرح عین العلم میں تحریر کیا ہے۔ ۱۔

علامہ امام مناوی کتاب التیسیر شرح جامع الصغیر بروایت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بحث حرف ہمزہ فصل الطاء میں حدیث یوں بیان کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ طلب کرو تم اپنی حاجتیں میری امت کے اصحاب رحمت سے یعنی اولیاء' بزرگان دین سے کیونکہ ان کے دل نرم ہیں خوف الٰہی سے اگر تم ان سے استمداد و اعانت چاہو گے رزق دیئے جاؤ گے یعنی تمہارے دلی مطالب حاصل ہوں گےاطلبوا الحوائج ای حاویجکم الی ذوی الرحمتہ من امتی ای الی الرقیقتہ قلوبھم السھلتہ عریکتھم فانکم ان فعلتم ذلک ترزقوا و تنحجو تصیبواحوائجکم و تظفروا بمطالبکم فان اللہ تعالٰی قال فی الحدیث القدسیی یہ حدیث شرح برزخ صفحہ ۲۴ میں مذکور ہے۔ اور کہا صاحب برزخ نے کہ یہ حدیث امام بیہقی کتاب سنن کبری اورطبرانی اور معجم اوسط میں ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور کتاب قلائد الجواہر و خیرات الحسان ابن حجر مکی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوۃ اور ملاجامی علیہ الرحمتہ نفخات الانس میں اور دیگر کتب معتبرہ میں لکھا ہے کہ انبیاء' اولیاء' شہداء زندہ ہیں اور ان سے استمداد و اعانت و استغاثہ کرنا جائز ہے اور تفسیر حسینی و رؤفی' مجددی و روح البیان وغیرہ میں لکھا ہے کہ اولیاء انبیاء' صلحاء قبروں میں حیات ہیں اور ان کے اجسام کو خاک نہیں کھاتی۔ نماز روزہ رکھتے ہیں' قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اور دنیا کے تمام امور انہی پر مفوض ہیں اور متوسلین کی حاجت ادا کرتے ہیں اورزائرین کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ ۲۔

تاریخ مدینہ جذب القلوب بروایت سعید بن مسیب تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ جب یزید کے سپہ سالار نے مدینہ طیبہ کو ویران کیا تو اس وقت تین یوم اذان مسجد نبوی میں نہیں ہوئی۔ لیکن

حاشیہ

۱۔ بعض روایات میں "من اھل القبور" بھی ہے یعنی جب تم پریشان ہو تو اہل قبور اولیاء و صالحین سے مدد مانگو وہ اللہ کے حکم سے تمہاری مدد کریں گے۔

۲۔ جیسا کہ آیت کریمہ فالمد برات امرا (سورۃ النازعات) کی تفسیر میں امام قاضی بیضاوی اوراس کے شارح امام شہاب الدین خفاجی عنایۃ القاضی و کفایۃ الراضی میں فرماتے ہیں۔ قادری

حضور ﷺ کی قبر مبارک سے پانچوں وقتوں کی اذان و اقامت کی آواز سنائی دیتی اور میں حضور ﷺ کے پیچھے تین روز تک تکبیر تحریم سے نماز پڑھتا رہا۔

تاریخ ابن عساکر میں منہال ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے جب حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک دمشق میں لایا گیا تو ایک شخص نے تلاوت قرآن میں یہ آیت با آواز بلند پڑھی ان اصحاب الکهف و الرقیم کاوا من ایتنا عجبًا تو سر مبارک سے فصیح آواز آئی اعجب من اصحاب الکهف قتلی و حملی ۲۔ یعنی میرا شہید ہونا اور اٹھایا جانا اصحاب کہف سے زیادہ عجیب ہے اور آیتہ کریمہ ولا تحسبن الذین قتلوا سے ہر دو قسم کے شہید مراد ہیں اگرچہ بظاہر شہید احد کے نازل ہوئی ہے کیونکہ مجاہد حقیقی انبیاء اصحاب تابعین و تبع تابعین اولیاء بزرگان دین ہیں اور ان کا مجاہدہ ہر ساعت اپنے نفس کے ساتھ رہتا ہے۔

مشکوۃ المصابیح جلد اول کتاب الایمان فصل ثانی بروایت فضلہ کہ فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فالمجاهد من جاهد نفسه فی طاعته الله ایک روایت میں اس طرح ہے کہ جب تم جہاد ظاہری سے فراغت پا چکو تو پھر اپنے نفسوں کے ساتھ جہاد کرو کیونکہ یہ جہاد اکبر ہے۔

علامہ سیوطی نے کتاب شرح الصدور میں فرمایا ولی اللہ زندہ رہتے ہیں مرتے نہیں۔ بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف نقل فرماتے ہیں اور وہ یہ ہے۔المراد من اهل الخلود اهل الایمان ولو لایته کما قیل ان اولیاء الله لا یموت اور شرح برزخ صفحہ ۲۹ پر روایت صفوان بن مسلم سے مروی ہے کہ فرمایا آپ ﷺ نے کہ اے اہل ایمان تم تو فنا کے لئے نہیں پیدا کئے گئے بلکہ تم خلود ابدی کے واسطے پیدا کے گئے ہو اور نقل کئے جاتے ہو ایک گھر سے دوسرے گھر۔ وہوہٰذا قال یا اهل الایمان انکم لم تخلقوا للفناء وانما خلقتم للابد والبقاء ولکنکم تنقلون من دار الی دار ۲۔ اور اس کے تحت میں لکھا ہے ان المومن بالموت لا یفنی حقیقته بل

حاشیہ

۱۔ نیز ملاحظہ ہو شرح (الصدور) امام سیوطی علیہ الرحمتہ۔

۲۔ کمافی شرح الصدور للسیوطی۔

هو حیی بالحیوۃ لابعیتہ ولہ مقام عنداللّٰہ احسن ماکان لہ فی الدنیا فلا یبعد منہ الشفاعتہ کماکانت لہ یعنی مومن کامل نہیں مرتا بلکہ وہ حیات ابدی سے زندہ ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کے قرب سے رستہ ملا ہے وہ اپنے غیروں کی شفاعت و استمداد کرے گا۔

ابن ابی دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میرے ساتھ ایک پرانے گورستان میں گئے اور ایک صاحب کا سر مبارک قبر سے نکلا ہوا دیکھا اور فرمایا کہ اس کو دفن کردو۔ اور فرمایا کہ ان کے وجود کو مٹی نہیں کھاتی۔ الابدان لیس یضرھا ھذا التراب شئا

صاحب الدرا سنیتہ ا۔ میں ہے نقل ترمذی بروایت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحابہ کو اس طرح توسل کا طریقہ تعلیم فرمایا کرتے تھے۔ اللھم انی اسئلک بحق السائلین علیک اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لی مسجد میں جاتے تھے تو اس طرح دعا مانگتے تھے۔بسم اللّٰہ امنت باللّٰہ و توکلت علی اللّٰہ ولا حول ولاقوۃ الا باللّٰہ الھم انی اسئلک بحق السائلین علیک و بحق مخرجی یہ حدیث ابن سنی نے باسناد صحیح حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کی ہے۔ ۲۔

امام مالک رحمتہ علیہ سے اس طرح مذکور ہے کہ ایک روز منصور نے حج کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کی زیارت سے مشرف ہو کر امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ میں اب کس طرف متوجہ ہو کر دعا مانگوں یعنی قبلہ کی طرف یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کی طرف تو امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کی طرف کیونکہ وہ آپ کے اور آپ کے داد آدم علیہ السلام تک وسیلہ ہیں۔ ۳۔

حاشیہ

ا۔ الدارالسنیتہ علامہ امام زینی و حلان مکی کی تصنیف ہے

۲۔ یعنی اے اللہ میں تیرے منگتوں (ولیوں) کے طفیل تجھ سے سوال کرتا ہوں یعنی ان کے اس حق کے وسیلہ کے جو تو نے اپنے ذمہ لیا ہے۔

۳۔ شفاء شریف۔

قرآن شریف میں وارد ہے۔ لقوله تعالیٰ ولو انهم اذظلمو انفسهم جاؤک فاستغفرو اللّٰه واستغفر لهم الرسول لوجد واللّٰه توابًا رحیما اور بخاری شریف میں بروایت انس بن مالک رحمتہ اللہ علیہ سے اسی طرح مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل و استدعا بارش کے لئے اس طرح کرتے کہ استسقاء کے لئے جب باہر تشریف لے جاتے تو اس طرح کہتے یا اللہ بوسیلہ اس چچا میرے نبی کے تو بارش کر۔ یہ ذکر مجالس الابرار میں ہے۔ اور صاحب مواہب اللدنیہ نے بھی اس طرح لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اے لوگو جب ہمارے سردار حضور علیہ الصلوۃ والسلام اسطرح کیا کرتے تھے تو ہم کیوں نہ کریں۔اللهم انا کنا نتوسل بنبینا محمد صلی اللّٰه علیه و آله وسلم فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا صلی اللّٰه علیه و آله وسلم فاسقنا

کتاب الجواہر المنظم مطبوعہ مصر صفحہ ۶۳ میں بروایت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ ایک شخص اعرابی بعد وفات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آپ کے مزار شریف پر یوں کہنے لگا کہ یا حبیب اللہ سنا میں نے کہ آپ کی دعا مستجاب ہوتی ہے اور جو آپ کے پاس آئے تو آپ اس کے لئے بخشش کی دعا مانگتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کا حکم دیا ہے اور میں نہایت درجہ کا بدکار ہوں لہٰذا میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو۔ تو اس وقت قبر سے آواز آئی کہ تجھ کو اللہ نے بخش دیا ہے۔وقد ظلمت نفسی ووجهتک ان یستغفرلی الی ربی فنودی من القبر الشریف انه قد غفرک ا۔ اور اسی کتاب میں طبرانی سے حدیث مذکور ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ انتقال کے بعد ہم کو سلام کا جواب دیں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں کیونکہ ہمارے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی۔ ۲۔

حاشیہ

ا۔ اسی آیت مذکورہ کے تحت امام نسفی نے یہ واقعہ اپنی تفسیر مدارک میں بیان فرمایا ہے۔

۲۔ یہ حدیث جلاء الانہام ۔۴۳ پر بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے درود کی آواز پہنچتی ہے اور وفات کے بعد بھی پہنچے گی کہ نبی کا جسم زندہ ہوتا ہے اسے مٹی نہیں کھاتی۔

امام محدث حافظ ابو بکر بن ابی دنیا ابو قلابہ سے بایں طور ذکر کرتے ہیں کہ میں ایک روز بصرہ سے شام کو جارہا تھا رات کو میں نے وضو کر کے دو رکعت نماز خندق میں اتر کر پڑھی۔ پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو رہا۔ اور صبح کو صاحب قبر نے سامنے ہو کر مجھے کہا کہ افسوس ہے کہ تو نے مجھے رات کو آرام کرنے نہیں دیا ا۔ اور حدیث صحیح میں ہے کہ نیک آدمی صاحب قبر کو برے ہمسایہ سے تکلیف ہوتی ہے اور تمام انبیاء اور اولیاء اللہ زندہ ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں سورۃ نحل میں ہے بقولہ تعالیٰ من عمل صالحا من ذکر اونثی وھو مومن فنجینه حیوۃ طیبته ولنجزینھم اجرھم باحسن ماکانوا یعملون یعنی جو اچھا عمل کرے مرد ہو یا عورت سے بشرطیکہ وہ ایماندار ہو ضرور ہم اس کو زندگی دیں گے پاک اور البتہ بدلہ دیں گے ہم ان کو ثواب ان کے ساتھ بہتر اس چیز کے عمل کرتے تھے۔

اور اگر کوئی غیر مقلد اعتراض کرے کہ قرآن میں صاف صاف حکم ہے کہ سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی مدد نہیں دے سکتا جیسا کہ مالکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر سے ثابت ہے اور حدیث میں ہے کہ جو چیز مانگو اللہ تعالیٰ سے مانگو وہ خود دے گا اگر غیر سے مانگو یا اس کے سوا کسی نبی ولی کو متصرف مانگو گے تو مشرک ہو جاؤ گے۔ اقول یہ محض فرقہ وہابیہ نجدیہ کے سراسر جہالت و نا سمجھی کی بات ہے کیونکہ ہم بھی کہتے ہیں کہ حقیقتہ" معاون و ناصر و ولی خدا کریم کی ذات ہے ہاں اگر کوئی مسلمان مستقل متصرف ان امور میں کسی غیر کو سمجھے تو بے شک و شبہ شرک سے خالی نہیں۔ ہاں اگر مطلق کسی کو ولی یا معاون یا ناصر سمجھے تو مشرک نہیں گا۔ کیونکہ ایسا شرک تو قرآن مجید سے کئی جگہ ثابت ہے۔

لقولہ تعالیٰ اغنھم اللہ رسولہ من فضلہ ما اتھم اللہ ورسولہ و لقولہ انعم اللہ علیه وانعمت علیه یعنی انعام کیا اللہ نے اس پر اور انعام کیا تو نے اے نبی کریم ولقولہ تعالیٰ یا ایھا النبی حسبک اللہ وسن اتبعک من المومنین ولقولہ تعالیٰ رسولہ والذین امنوا اللہ ہی مددگار تمہارا اور اس کا رسول ایمان والے اور احادیث میں دیکھو ما اعناہ اللہ ورسولہ (رواہ البخاری عن ابی ہریرۃ) یعنی بے شک اللہ ہی نبی کا مددگار اور جرائیل و نیک

حاشیہ

ا۔ یہ شرح الصدور میں موجود ہے

مسلمان اور حدیث صحیح میں ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے میں خزانہ دیا گیا ہوں اور تقسیم کرتا ہوں اور پہنچاتا ہوں ہر ایک کو حصہ اس کا جو لکھا گیا ہے اس کے لئے۔ اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں اللہ یعطی وانا قاسم وکان یوصل علی کل احد نسیبه الذی کتب له واله اعطی مفتاح الخزائن

شرح دلائل الخیرات میں صاحب معیاد نے اس طرح لکھا ہے کہ جو کچھ اسباب دنیا وغیرہ کاملتا ہے یہ سب حضور ﷺ کے ہاتھ مبارک سے ہم کو ملتا ہے اور انہی کے ہاتھ میں تمام خزانوں کی کنجیاں ہیں اور ترمذی و حاکم نے اس کو انس رضی اللہ عنہ سے اس طرح ذکر کیا ہے۔ الابدال فی امتی ثلثون بهم تقوم الارض و بهم تمطرون و بهم تنصرون رواه الطبرانی فی الکبیر میری امت میں تیں ابدال ہیں اور انہی کی برکت سے زمین قائم ہے اور انہی کی برکت سے مینہ برسائے جاتے ہیں اور انہی کی برکت سے تم مدد دیئے جاتے ہو اور انبیاء و اولیاء و صالحہ کو ہروقت و ہر لحظہ میں حاضر و ناظر نہ تصور کیا جائے کیونکہ ہروقت حاضر و ناظر ہونا خداوند کریم کی ذات کا خلاصہ ہے اور انبیاء و اولیاء حاضر بحکم خداوند کریم ہو سکتے ہیں کیونکہ ان کو بندش نہیں جہاں چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں۔ ؎۱

کما مراکتب فقہ مثلاً در مختار و نہر الفائق شرح کنز الدقائق و مراقی الفلاح شرح نور الایضاح و شامی و امام غزالی کتاب احیا العلوم وغیرہ میں اس طرح لکھا ہے کہ بوقت تشہد السلام علیکم ایھا النبی پڑھنے کے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات بابرکات کو حاضر سمجھا جائے اور کلمہ کو حکایت کے طور پر ہرگز نہ پڑھا جائے۔

وقل السلام علیه ایها النبی و رحمته الله و برکاته واحضر فی قلبک النبی ﷺ شخصه الکریم ادنی منه ایضا و یقصد بالفاظ تشهد معانها مرادة

حاشیہ

؎۱ اگر کوئی کسی بزرگ کو ہروقت اس طرح حاضر تصور کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے آگے زمین سمیٹ دی ہے اور وہ اللہ کی دی ہوئی قدرت سے ہروقت دیکھ سکتے ہیں یا سن سکتے ہیں یہ شرک نہیں ہے بلکہ "السلام علیکم ایھاالنبی" جو نماز میں کہتے ہیں حضور ﷺ کو حاضر ناظر جان کر ہی ہیں کہتے یا اور نمازیں پوری دنیا میں ہروقت پڑھی جاتی ہیں

لہ علی وجہ الانشاء کانہ یحی اللّٰہ تعالیٰ وسلم علی نبیہ و علی نفسہ و اولیائہ لا الاخبار عن ذلک و فی الشامیتہ لا یقصد الاخبار ولا حکایتہ بہ عما وقع فی المعراج منہ اور قرآن مجید میں صاف صاف حکم ہے کہ جو زبان سے لفظ صادر ہوں دل سے بھی ویسا ہی اعتقاد ہو تب مومن صادق ہوتا ہے۔ لقولہ تعالیٰ یقولون بالسنتھم مالیس فی قلوبھم

اور معیار میں ہے ان الرجل لا یکون مؤمنًا حتی یکون قلبہ مع لسانہ سواء یکون لسانہ مع قلبہ اولا اور ترمذی میں حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ میں ہر مسلمان کی قبر میں حاضر ہوتا ہوں اور میت کو فرشتے بٹھا کر اس سے پوچھتے ہیں کہ یہ شخص کون ہے اور اس کے حق میں تو کیا کہتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے کہ یہ بندہ اللہ کا بھیجا ہوا ہے اور کلمہ پڑھ کر سنا دیتا ہے۔ الفاظ حدیث یہ ہیں فیقولان ماکنت تقول فی ھذا الرجل فیقول ھو عبداللّٰہ ورسولہ واشھدان الا الہ اللّٰہ محمداً عبدہ و رسولہ

سوال: اگر کوئی شخص مرغی یا گائے یا کسی اور جانور کی اضافت طرف نبی یا ولی کے کرے چنانچہ بکرا پیر عبدالحکیم کا یا مرغی شاہ مدار صاحب کی۔ پھر اس جانور کو اللہ کے نام سے ذبح کر کے کھانا۔ یا گیارھویں پیر پیران کے نام کے دینا اور میلاد مبارک کرنا اور اس میں تعظیماً قیام کرنا اور طعام اور اشیاء کو روبرو رکھ کر اس پر سورت پڑھ کر فاتحہ دینا یہ تمام افعال جائز ہیں یا بدعت؟

جواب: یہ تمام افعال جائز ہیں اور مسئلہ حلت و حرمت ذبیحہ میں حال و قول نیت ذابح کو اعتبار ہے نہ مالک کا مثلاً اگر مجوسی یا مشرک نے نیت بتوں کی کسی مسلمان سے بکری ذبح کرائی اور مسلمان نے تکبیر کہہ کر ذبح کی تو اس کا گوشت کھانا بے شک جائز ہے اگرچہ مسلمان کے حق میں یہ بات نہایت مکروہ ہے۔ چنانچہ کتاب سبیل الاصفیائی حکم الذبح للاولیاء و فتاوی عالمگیری و تاتار خانیہ و جامع الفتاوی میں ہے۔

مسلم ذبح شاۃ المجوسی لبیت نارھم اوالکافر لالھتھم تؤکل لانہ سمی اللّٰہ تعالیٰ و یکرہ للمسلم اور المختار میں ہے۔ اعلم ان المراد علی قصد عند ابتداء

الذبح اور یہ بات ہر عاقل جانتا ہے کہ تمام افعال میں اصل نیت مقاصد سے اور اضافت بمعنی کبھی عبادت کی آتی ہی نہیں جیسے کہ فرقہ ظاہریہ غیر مقلد لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ جس شے میں غیرخدا کا نام آجائے اور اس پر اس کا نام مشہور ہو جائے تو وہ حرام ہے۔ (بریں عقل و دانش بباید گریست) حضرات ان اضافتوں سے حرام کیا بلکہ کراہت بھی نہیں آتی چنانچہ نماز ظہر کی' نماز جنازہ کی' نماز مسافر کی' نماز مقتدی کی' نماز بیمار کی' پیر کا روزہ' زکوٰۃ اونٹ کی' کعبہ کا حج' داود کا روزہ' والدین کی نماز' مہمان کی روٹی اور بکرا کہنے سے غیر مقلدین صاحب کو کیا زہر پڑ گیا۔ جواب دو

صاحب در مختار نے لکھا ہے ولو ذبح للضیف لایحرم لانه سنته الخلیل واکرام الضیف اکرام اللّٰه تعالیٰ اور حدیث پاک میں ہے من ذبح لضیفه ذبیحته کانت فداه من النار (رواہ الحاکم) یعنی جو مہمان کے لئے ذبح کرے وہ ذبیحہ اس کا فدیہ ہو جائے گا' آتش دوزخ سے۔ اور ردالمختار میں بزازیہ سے لکھا ہے کہ جو مطلقاً منت و نسبت وغیرہ کو موجب جانے اور وما اهل به لغیر اللّٰه میں تصور کرے تو اس کی جہالت و نادانی ہے۔

ومن ظن انه لا یحل لانه ذبح لاکرام ابن ادم فیکون وما اهل به لغیر اللّٰه تعالیٰ○ فقط هذا الفظ القران و الحدیث والعقل سبحان اللّٰه جب نفع دینے میں مخل نہ ہوئی تو فاتحہ و ایصال ثواب میں کا زہر مل گیا۔ اور وما اهل به لغیر اللّٰه کے معنی یہ ہیں کہ بوقت ذبح اگر غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو بے شک حرام ہے چنانچہ تفسیر حسینی میں لکھا ہے کہ وما اهل به لغیر اللّٰه و حرام کرد آنچہ آواز بردارند بآں اور وقت ذبح لغیر اللّٰه برائے غیر تعالیٰ بنام بتاں یا باسم پیغمبراں بکشند۔

صاحب تفسیر بیضاوی و تفسیر کشاف و مدارک و جامع البیان و تفسیر در منثور و صاحب تفسیر احمدی وغیرہ نے بھی یہی معنی لکھے ہیں ای رفع بالصوت عندالذبح للصنم ایضاً ان البقرة المنزورة للاولیاء کما هوالرسم فی زماننا حلال طیب لانه لم یذکر اسم غیر اللّٰه علیها وقت الذبح وانکالو ینذرونها له

صاحب معالم التنزیل نے اس طرح لکھا ہے کہ وما اھل به لغیر الله ای ماذبح للاصنام و الطواغیته اور صاحب روٗفی نے یہ بھی ظاہر کر دیا ہے کہ جو تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ اگر کسی بکری کو غیر کے نام سے مشہور کیا گیا ہو پھر اس کو اگر اسم اللہ سے ذبح کیا جائے تو وہ حرام ہوگی اس کا کھانا جائز نہیں کیونکہ غیر کی تاثیر اس میں آجاتی ہے۔ سو یہ عبادت کسی دشمن دین نے ملادی ہے۔ اگر کسی کو شک ہو تو تفسیر زالکبیر کو مطالعہ کرے اور میلاد مبارک فاتحہ خوانی نزدیک علمائے اہل سنت و جماعت کار خیر ہے۔ چنانچہ رسالہ تنویر فی مولد البشیر مؤلفہ علامہ جلال الدین سیوطی ابن عباس رحمتہ اللہ علیہما سے اس طور پر حدیث بیان کرتے ہیں۔

انه کان یحدث فی بیته وقائع ولاته صلی الله علیه وسلم بقوم فیستبشرون و یحمدون فاذا جاء النبی علیه الصلوة قال حلت شفاعتی یعنی ایک روز حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کی پیدائش کا حال واقعہ رو برو ایک کے آظہار کر رہے تھے اور وہ لوگ حاضرین مجلس نہایت خوش ہو کر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تعریف بیان کرتے تھے اسی حال میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام بھی تشریف لائے اور فرمایا حلال ہوئی شفاعت میری واسطے تمہارے۔ اور اسی کتاب ابی درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں مذکور ہے کہ بروز سوموار مع رسول اللہ ﷺ کے عامر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر گئے اور عامر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اولاد و حاضرین مجلس کو میلاد شریف کے بارے میں ترغیب دے رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسی مجلس میں رحمت خدا نازل ہوتی ہے اور فرشتے ایسی مجلس کرنے والوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگتے ہیں۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا میلاد مبارک کرنا اور اس میں خوشبو اور چراغ روشن کرنے اور حضور انور ﷺ کی تعظیم کی خاطر میلاد مبارک کے اختتام پر کھڑے ہو جانا جائز بلا کراہت ہے کیونکہ اجلاس قرآن مجید و احادیث شریف و میلاد مبارک میں خود حضور علیہ الصلوۃ والسلام حاضر ہوتے ہیں۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی نویں صدی کے مجدد شرح الصدرد میں بایں طور لکھتے ہیں۔

فقد اخبرنی الثقاة من اھل الصلاح انه شاھده صلی الله علیه وسلم مراراً فی رئاة المولود الشریف و عند ختم رمضان بعض الاحادیث اور شرح برزخ صفحہ ۲۹۹ ۱۰۶

بحوالہ ابلغ الکلام لکھا ہے کہ مجلس میلاد مبارک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک حاضر ہوتی ہے اس وقت قیام ضروری اور واجب ہے۔یحضرہ روحانیته صلی اللّٰہ علیه وسلم فعند ذلک یجب التعظیم والقیام اور ابو زید علیہ الرحمتہ کے مولود شریف میں مذکور ہے کہ

عند ذکر ولادته صلی اللّٰہ علیه وسلم قیام واجب لمانه تحضر روحانیته صلی اللّٰہ علیه وسلم اور ایسا ہی امام شعرانی کتاب الانوار القدسیہ میں لکھتے ہیں۔ مسئلہ مشکوۃ باب المعجزات میں لکھا ہے کہ غزوہ تبوک میں صحابہ کو بھوک شدید ہوئی تو کہا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ یا حضرت محمد ﷺ ہم لوگوں کا بچا ہو توشہ منگولیں۔ پھر ان پر دعا مانگیں تاکہ اس میں برکت ہو۔ فرمایا حضور انور ﷺ نے کہ اچھا۔ پھر دسترخوان چمڑے کا منگو کر اس پر بچا ہو توشہ لوگوں کا جو کہ صرف ایک ٹکڑا روٹی اور مٹھی چنا اور ایک مٹھی کھجوروں کی رکھ دی' پھر اس پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے دعا مانگی اور اس کھانے میں اس قدر برکت ہوگئی کہ تمام لشکر نے برتن اپنے اپنے پر کر لئے اور یہ حدیث شریف مسلم باب ایمان میں اور طریق پر بھی مروی ہے۔

کتاب شرح برزخ صفحہ ۱۰۱ میں لکھا ہے کہ جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے فرزند ابراہیم فوت ہوئے تو آپ کے پاس ابوذر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند کھجور خشک کے دانے اور دودھ جس میں جو کی روٹی بھیگی ہوئی تھی حضور انور ﷺ کی خدمت میں لا کر رکھ دی اور آپ نے اس پر سورۃ فاتحہ اور تین دفعہ قل پڑھ کر دونوں ہاتھ مبارک کو اٹھا کر دعا مانگی اور ابوذر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ اس کو مجلس میں تقسیم کر دے۔ وہ حدیث مبارک یہ ہے۔

وکان یوم الثالث من وفات ابراهیم ابن محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم جاء ابوذر عندالنبی بتمرة یالسبته ولبن فیه خبز من شعیر فوضعها عندالنبی فقراء رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فاتحه و سورة الاخلاص ثلاث مرات الی ان قال و رفع یدیه للدعاء و مسح بوجهه فامر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ابازران یقسمها بین الناس و ایضًا فیه قال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم وهبت ثواب هذه لا نبی ابراهیم

اور ایسا ہی فتوی ملا علی قاری و کتاب شرح برزخ صفحہ ۳۳۹ میں مذکور ہے از عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن ابی دنیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دیتے اور اس کا ثواب میت کو پہنچاتے اور امام نابلسی نے حدیقہ ندیہ میں لکھا ہے کہ رو برو کھانا میوہ یا اور کوئی شے ماکولہ کو رکھ کر فاتحہ دینا اور اس کے بعد تناول کرنا مستحب ہے کیونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اب تک مسلمانوں کا اس پر عمل چلا آتا ہے۔

کتاب در نظیم فی فضائل القرآن العظیم امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ و امام نووی رحمتہ اللہ علیہ اذکار میں اس طرح لکھتے ہیں۔ روینا عن کتاب السنی عن عبداللہ ان عمر و ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یقول علی الطعام اذا قرب الیہ اللھم بارک لنا فیما رزقتنا وقنا عذاب النار لا یضرہ ذلک اور کتاب مایتہ الفوائد میں بایں طور حدیث وارد ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قال عند اکل الطعام اللھم بارک لنا فیما رزقتنا وقنا عذاب النار لم یضرہ ذلک و بورک لہ فیہ الغرض رو برو طعام رکھ کر اس پر کوئی سورۃ پڑھنے کی ممانعت کسی حدیث سے نہیں پائی جاتی۔ اور گیارھویں پیران پیر کی کرنی جائز ہے چنانچہ کتاب ماثبت بالسنتہ صفحہ ۱۲۷ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے ھذا ھو الذی ادرکنا علیہ سیدنا الشیخ الامام العارف الکامل الشیخ عبدالوھاب القادری المتقی المکی فانہ قدس سرہ کان یحافظ فی یوم عرسہ ھذا التاریخ۔ وقد اشتھر فی دیارنا ھذا الیوم الحادی عشر وسو المتعارف عند مشائخنا من اھل الھند من اولادہ یعنی وہ تاریخ ہے جس پر ہم نے اپنے پیشوا، مقتدا، خدا شناس، شیخ کامل عبدالوہاب قادری پرہیز گار مکے والے کو پایا ہے۔ یہ بزرگ اسی تاریخ کو نگاہ رکھتے تھے یا تو اسی روایت کے اعتماد پر یا اس سبب کے کہ اپنے پیر شیخ کبیر علی متقی کو دیکھا ہو اور ہمارے ملک میں آج کل کے گیارھویں تاریخ مشہور ہو رہی ہے اور یہی متعارف نزدیک ہمارے مشائخوں ہند کے اور اولاد ان کی کے ہوئی اور یہ سنت بزرگان دین متاخرین سے ظاہر ہوئی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: اذان میں بوقت کلمہ اشھد ان محمد الرسول اللہ ناخنوں کو چوم کر آنکھوں پر رکھنا جائز ہے یا نہیں اور جنازہ کے ساتھ کلمہ شہادت، درود شریف وغیرہ ذکر خیر اور جنازہ کے آگے نعتیں پڑھتے جانا کیسا ہے؟

جواب: بے شک نزدیک اہل سنت والجماعت ناخنوں کا چومنا ایسے موقعہ میں سنت ہے۔ چنانچہ شرح برزخ بحوالہ فتاوی مضمرات و حاشیہ و ردالمختار و کتاب الاذکار المنتخب من احادیث سید الابرار بروایت دیلمی فی الفردوس حدیث مذکور ہے کہ جب ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موذن سے اشہدان محمد الرسول اللّٰہ سنا تو دونوں نر انگشت کو چوم کر آنکھوں پر ملا اور فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص میرے پیارے کی طرح کرے گا تو اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگی اور یہ حدیث حسن لغیرہ ہے اور محدثین کی نزدیک حدیث ضعیف بھی فضائل اعمال و ترتیب و ترغیب میں معتبر ہوا کرتی ہے اور وہ حدیث یہ ہے۔ ا۔

ذکر الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ لما سمع قول المؤذن اشہدان محمداً رسول اللّٰہ قال وانا اشہدان محمداً عبدہ ورسولہ رضیت باللّٰہ ربا و بالا سلام دینًا و بمحمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم نبیًا و قبل باطن الانملتین السلتین و مسح عینیہ فقال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من فعل مثل فعل خلیلی فقد حلت علیہ شفاعتی ۲۔

حاشیہ

ا۔ نیز کتب فقہ حنفیہ میں سے فتاوی قستانیہ یعنی جامع الرموز و طحطاوی شرح مراقی الفلاح و فتاوی باب الاذان میں اس عمل کو مستحب لکھا ہے۔ اور ملا علی قاری نے موضوعات میں اس حدیث کے مرفوع ہونے کو ثابت قرار دیا ہے۔ قادری

۲۔ فتاوی صوفیہ و کنز العباد کے حوالوں سے یہ روایت منقول ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اس کے حدیث صحیح نہیں ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے اس کی حدیث ضعیف ہے اور حدیث ضعیف کے مقابلہ میں کوئی حدیث قوی نہ ہو تو اس پر عمل کرنا مستحب ہے اس لئے فقہاء اس پر عمل کو

جنازہ کے ساتھ کلمہ شہادت و درود شریف وغیرہ کا اذکار جہر کرنا باتفاق حنفیہ، شافعیہ جائز بلا کراہت ہے چنانچہ فتاوی حیدریہ بحوالہ کتاب وسیلہ النجات صفحہ ۲۵۶ میں حدیث بروایت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بایں طور مذکور ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام جنازہ کے پیچھے چلتے ہوئے ہمیشہ ذکر کیا کرتے تھے۔ وہو ہذا

روی ابن ابی شیبتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما لم یکن یمسع من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یمشی خلف الجنازۃ الاقول لا الالہ الا اللہ اور جامع الصیغر من احادیث البشیر امام جلال الدین، علامہ دیلمی اپنی مسند میں بروایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام جنازہ کے ہمراہ کثرت سے کلمہ طیبہ کا حکم فرمایا کرتے تھے اکثر وافی الجنازۃ قول لا الہ الا اللہ اور طریقہ ندیہ شرح محمدیہ میں اور امام شعرانی عہود محمدیہ مطبع مصر میں لکھا ہے کہ جنازہ کے آگے اور پیچھے با آواز بلند ذکر کرنا جائز ہے اور اس سے میت و دیگر اموات کی تلقین ہوتی ہے اور غافلوں کے دل اس کی برکت سے روشن ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے دل سے غفلت دور ہوجاتی ہے اور اس سے انکار محض جہالت ہے لیکن بعض المشائخ جوزوا الذکر الجھری ورفع الصوت بالتعظیم بغیر تفیر بادخال حرف فی الجلالتہ قدام الجنازۃ و خلفھا تقلین المیت والا موات والا حیاء[۱]

قرآن مجید سورۃ رعد میں ہے کہ ذکر الٰہی سے مومنوں کے دل آرام پکڑتے ہیں قال اللہ تعالیٰ الذین امنوا و تطمئن قلوبھم بذکر اللہ اور امام خرائطی نے کتاب القبور میں لکھا ہے کہ تمام اصحاب انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی یہی عادت تھی کہ جنازہ کے ساتھ ساتھ سورۃ البقرہ پڑھا کرتے تھے۔قال سنتہ فی الانصار اذا حملو المیت ان یقراء وا مع سورۃ البقرۃ ویقول الفقیر فیہ دلیل علی سنیتہ الذکر عند حمل الجنازۃ لان الذکر من القران

حاشیہ

مستحب لکھتے ہیں فقط قادری

[۱] یعنی مشائخ نے جنازہ کے آگے اور پیچھے ذکر جہری کو یعنی آواز بلند ذکر کرنا جائز قرار دیا تعظیم کے ساتھ کہ اللہ کے نام میں کوئی تبدیلی نہ آئے یعنی لفظ اللہ غلط نہ نکلے۔

اور جو بعض علماء نے ذکر جہر کو جنازہ کے ساتھ مکروہ لکھا ہے وہ باعتبار زمانہ سلف کے ہے اور مکروہ سے مکروہ تنزیہ مراد ہے نہ تحریمہ اور نہ اس کے منع پر کوئی حدیث وارد ہے۔ ا۔

سوال: نماز میں انگشت شہادت کا اشارہ کرنا بوقت اشھدان الاالہ اللہ کیسا ہے؟

جواب: اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے۔ بعض نے جائز کہا ہے۔ بعض نے ناجائز اور جو حدیثیں اس کے جواز پر آئی ہیں ان میں نہایت درجہ کا اضطراب ہے اور جو امام رحمتہ اللہ علیہ سے روایت وارد ہوئی۔ کہ آپ ایسا کیا کرتے تھے اور ہم بھی ایسا کرتے ہیں اور امام صاحب کا یہی قول ہے سو یہ روایت بھی از قبیل نوادر ہے جو کہ نزدیک محققین احناف کے قابل عمل نہیں ہوا کرتی۔ اور حاشیہ برجندی و فتاویٰ غنابیہ و غیاثیہ و صلوٰۃ مسودی فتاویٰ نادر الجواہر و نفع المفتی و صاحب درالمختار وغیرہ نے لکھا ہے کہ اشارہ نہ کیا جائے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ولا یشیر بسبابتہ عند الشہادۃ و علیہ الفتوی۔

صاحب خزانۃ الروایات نے تاتارخانیہ سے لکھا ہے۔واما القول الصحیح عدم الجواز اور حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات ۳۱۲ جلد اول صفحہ ۴۴۸ پر عدم جواز رفع سبابہ کا فتویٰ تحریر فرمایا ہے۔ وہوہذا

احادیث نبوی علی مصدرہا الصلوۃ والسلام درباب جواز اشارت ،سبابہ بسیار واردشد اند و بعض از روایات فقہ حنفیہ نیز دریں باب امدہ صفحہ ۴۴۹ وغیرہ ظاہر مذہب است آنچہ امام محمد شیبانی گفتہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشیر وتصنع کما یصنع النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ثم قال ھذا قولی وقول ابی حنیفتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما از روایات نادرست نہ از روایت اصول و فی المحیط اختلاف المشائخ فیہ منہم من قال یشیر وقد قیل سنتہ و قیل مستحب والصحیح حرام ہر گا در روایات معتبرہ حرمت اشارت واقع شدہ باشد و

حاشیہ

ا۔ منع اس کام سے کیا جائے گا جسے شریعت نے ممنوع ٹھرایا ہو ورنہ اس منع نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ہر کام اور ہر بات فی ذات جائز و مباح ہے جو حسن نیت سے مستحب ہو جاتا ہے۔ فقط قادری

بر کراہت اشارت فتویٰ دادہ باشند بامقلد ازانمیرسد کہ بمقتضائے احادیث عمل نمودہ جرات براشارت نمائیم مرتکب ایں امراز حنفیہ یا علمائے مجتہدین راعلم احادیث معروفہ جواز اشارت اثبات نماید یا نگارد کہ ا۔ نہا بمقتضائے آرائے خود برخلاف احادیث حکم کردہ اند بردو شق فاسد است تجویز نکند آنرا مگر سفیہ یا معاند ظاہر اصول اصحاب ماعدم اشارت ہست پس عدم اشارت سنت علمائے ماتقدم شدہ۔ اے

سوال: کیا کوئی علم ایسا بھی ہے جس کی خبر حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے مفصل طور پر بیان نہیں فرمائی؟

جواب: بیشک حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ہر ایک علم مفصل بیان کر دیا ہے لیکن علم باطن کا اظہار مفصل نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا ۲ے ہے کہ اگر میں اس کو ظاہر کروں گا تو میرا گلا کاٹا جائے گا اور کتاب مرقات میں بروایت حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے عن الحسن قال العلم علمان فعلم بالقلب فذالک العلم النافع وعلم اللسان فذلک حجیتہ اللہ عزوجل علی ابن آدم (رواہ الدارمی) یعنی علم دو قسم پر ہے۔ ایک علم قلبی ہے' اس کا علم مکاشفہ بھی کہتے ہیں چنانچہ عین

حاشیہ

اے ہمارے خیال میں یہ رائے درست نہیں ہے یہ اشارہ بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے اس لئے ہمارے محققین احناف کا یہی مذہب ہے کہ یہ اشارہ سنت مستحب ہے فتاویٰ شامیہ میں ہے وھوہذا ما اعتمد المتاخرون بثبوتہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالا حادیث الصحیحہ وصحہ نقلہ عن آئمتنا الثلاثۃ (جلد ۱ صفحہ ۵۰۹) کہ اسی متاخرین احناف کا اعتماد ہے کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ فرماتے تھے اور ہمارے تینوں اماموں ابوحنیفہ و ابویوسف و محمد رحمتہ اللہ علیہ سے جو صحیح منقول ہے وہ یہی ہے کہ اشارہ مسنون و مستحب ہے یعنی سنت غیر مؤکدہ ہے قادری

۲ے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے بلکہ یہ حضرت ابوھریرہ کا فرمان ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے علم کے دو برتن محفوظ کرلئے ایک سے تمہیں بتاتا ہوں (اور وہ احکام شریعت ہیں) اور دوسرے برتن سے اگر بتاؤں تو میرا گلا کٹ دیا جائے گا (صحیح البخاری کتاب العلم)

انعم میں ہے قال علیہ السلام اذا دخل النور فی القلب انشرح ا۔ یعنی عبادت کرتے ہوئے جب دل انسان کا منور ہو جاتا ہے تو اس سے غیبی باتیں اور طرح طرح کے اسرار ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ قال علیہ السلام ان من العم ھیئتہ المکنون لا یعم الا اہل العرفتہ باللہ تعالیٰ یعنی فرمایا اپ نے کہ ایک علم جس کی ہیئت تو ہے لیکن اس کو بدون اہل اللہ کوئی پہچان نہیں سکتا۔

نقل از نور مکمل تفسیر سورۃ مزمل صفحہ ۳۲۸ ودارمی۔فقط

سوال: نماز تراویح کتنی رکعتیں ہیں؟

جواب: نماز تراویح نزدیک محققین مذہب حنفیہ کے بیس رکعتیں ہیں اور امام مالک، شافعی و امام احمد حنبل رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک بیس رکعت سے زائد ہیں۔ چھتیس، اتالیس و اکتالیس چنانچہ ترمذی میں ہے اختلف اھل العلم فی قیام رمضان فرای بعضھم ان یصلی احدی و اربعین رکعتہ مع الوتر وھو قول اھل المدینہ والعمل علی ھذا

اور روایت ہے حضرت علی و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ رمضان میں بیس رکعتیں ہیں اور یہی قول ہے سفیان ثوری و ابن مبارک رحمتہ اللہ علیہم کا اور کہا امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ھکذا ادرکت ببلدنا بمکتہ یصلون عشرین رکعتہ یعنی میں نے شہر مکہ والوں کو بیس رکعت تراویح پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور علامہ عینی شارح بخاری نے فرمایا کہ علماء نے بیس رکعت تراویح پڑھنے

حاشیہ

ا۔ انشرح کا معنی یہ نہیں کہ انسان غیبی باتیں اور طرح طرح کے اسرار ظاہر ہوں بلکہ شرح قلب یا شرح صدر کا معنی دل اور سینے کا منور ہونا ہے چنانچہ قرآن میں ہے (ترجمہ) جس کا سینہ اللہ نے کھول دیا وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے یعنی یقین و ہدایت پر حدیث میں شرح صدر اور نور پر ہونے کی علامت یہ بتائی گئی کہ وہ دنیا کی بجائے آخرت کی فکر زیادہ کرے موت کے آنے سے پہلے اس کیلئے تیاری کرے یعنی نیکیاں کرے اور برائیوں سے بچے اگر خدانخواستہ کوئی کوتاہی تو اس سے فوراً رجوع و توبہ کرے دین پر سختی استقامت سے چلے اسے مسلک حقہ سے کوئی چیز نہ ہٹا سکے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم و توقیر اور آپ کی فرمانبرداری کو سب باتوں پر ترجیح دے۔ قادری

پر اجماع قائم کیا ہے قالا ابن عبدالبر وھو قول الجمھور والعلما اور امام بیہقی نے بایں طور حدیث بیان کی ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان بغیر جماعتہ عشرین رکعتہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام رمضان میں بیس رکعت بغیر جماعت پڑھتے تھے اور امام سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مجموعہ میں لکھا ہے کہ بیس رکعت کا پڑھنا بہت بہتر ہے۔ وسنن البیہقی وغیرہ میں باسناد صحیح ہے عن السائب بن یزید الصحابی قال کان الناس یقومون علی عھد عمر بن الخطاب فی شھر رمضان بعشرین رکعتہ وفی عھد عثمان و علی مثلہ مجموعہ' امام سیوطی صفحہ ۴۲ میں یعنی خلافت اصحاب ثلثہ میں بیس رکعت تراویح لوگ پڑھتے تھے اور یہی سنت ہے خلفاء الراشدین کی جن کی اتباع کا حضور علی الصلوۃ والسلام نے بایں طور حکم فرمایا ہے۔

اتبعوا من بعدی ابا بکر و عمر اور جو شخص اتباع سنت خلفاء الراشدین کا منکر ہے وہ اصل حضور علیہ الصلوۃ السلام کے حکم کا منکر ہے اور وہ ناری ہے۔ [1] اور جو حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مسلم و بخاری میں بایں طور مروی ہے سئلت عن قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان فقالت ماکان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علیٰ احد عشر رکعتہ یعنی سائل نے مائی صاحبہ سے پوچھا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام رمضان میں کس قدر قیام کیا کرتے تھے؟ کہا مائی صاحبہ نے کہ رمضان ہو یا غیر ہو آپ کی ذات گیارہ رکعت ادا کرتی تھی۔ صاحبان ذرا غور سے دیکھو کہ اس حدیث میں کہیں تراویح کا نام ہے' ہرگز نہیں۔ تو مراد آٹھ رکعت نماز تہجد اور تین رکعت وتر ہیں۔ اور علاوہ اس کے صحاح ستہ میں اس حدیث کی مخالف کئی احادیث ہیں۔ چنانچہ مسلم و بخاری و مشکوۃ میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

صلٰوتہ ثلث عشر رکعتہ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ رکعت سے قیام کیا اور سات اور نو رکعت

حاشیہ

[1] یعنی ازراہ تعصب انکار کرے اور انکی سنت و طریقہ کو بلا دلیل کے نہ مانے۔ قادری

سے بھی آپ ﷺ قیام فرمایا کرتے تھے۔ اب غیر مقلدین فرمائیں کہ مائی صاحبہ کا کہنا ماکان یزید فی رمضان ولا فی وغیرہ کہاں تک بنا اس کی صحیح تراویح پر تصور کی جائے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اپنے رسالہ تراویح میں اس کی یوں تفسیر کرتے ہیں کہ ان روایات محمول برنماز تہجد است کہ در رمضان وغیرہ رمضان یکساں بود و روایت زیادت محمول بر نماز تراویح است کہ در عرف آنوقت .قیام رمضان مسمی بود۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ من قام رمضان الحدیث فقط۔

سوال: تصور کس کو کہتے ہیں اور کس لئے کیا جاتا ہے اور تصور شیخ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: تصور اس چیز کو کہتے ہیں جو ذہن میں پیدا ہو کر سامنے آتہ ہے اور اس کی پہچان سے دوسری چیز کا علم بھی حاصل ہو۔ اور تصور شیخ صوفیاء کرام اس لئے کرتے ہیں تاکہ طالب المولیٰ اس کے ذریعہ سے افعال قبیحہ و ذمیمہ اور شیطان کے مکروفریب سے ہر ساعت و ہر لحظہ بچتا رہے اور یہ بات بھی تجربہ سے معلوم ہو چکی ہے کہ جب کوئی شخص کسی کا تصور آنکھ میں جما لیتا ہے تو اس تصور بصری کے اثر سے اس چیز کا عامل ہو جاتا ہے اور قوت جاذبہ بھی بڑھ جاتی ہے جس کے ذریعہ سے رابطہ قلب و مطلوب کا مضبوط ہو جاتا ہے اور ان کے درمیان کشش و محبت مقناطیسی ایسی ظاہر ہوتی ہے کہ ایک دوسرے کی جان ہو جاتے ہیں اور اس کا ثبوت متواتر صافیائے کرام سے لگاتار چلا آتا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ مولوی عبدالحی جلد ۳ صفحہ ۳۲ بحوالہ کتاب قول جمیل تصنیف شاہ ولی اللہ اور کتاب شفاء العلیل مولوی احمد رضا خان صاحب مجدد مائتہ حاضرہ نے بایں طور نقل کی ہے۔

جب مرشد اس کے پاس ہو تو اس کی صورت کو اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان خیال کرتا ہے بطریق محبت و تعظیم کے تو اس کی خیالی صورت وہ فائدہ دے گی جو اس کی محبت فائدہ دیتی ہے۔ اور جو اشیاء و نشانات خداوند کریم نے درمیان آسمان و زمین کے ظاہر کئے ان میں تفکر و تدبر کرنا ہر ایک انسان کو ضروری ہے کیونکہ انہی تفکر و تدبر کرنے سے دل مطمئن ہو جاتا ہے۔ لہٰذا تصور شیخ میں بھی کوئی گناہ نہیں۔ اور ہمارے فاضلان قادری' سہروردی تو تصور اسم ذات کے قائل ہیں۔ اور اپنے پیشوا کے افعال و فضائل و سیر

اپنے دل میں نقش کرتے ہیں۔ اور یہ افعال اپنے وجود میں لا کر فنافی الشیخ کے مرتبہ کو طے کرتے ہوئے بذریعہ تصور اسم ذات فنافی اللہ ہو کر مراتب بقا باللہ پر پہنچتے ہیں۔ لقولہ تعالیٰ کل من علیھا فان و یبقی و ایضا" وھو معکم اینما کنتم[1]

سوال: سنتیں صبح کی بوقت اقامت نماز یا قبل از طلوع آفتاب پڑھنی جائز ہیں یا نہیں؟

جواب: بیشک جماعت سے علیحدہ ہو کر پڑھنا جائز ہے اور اگر کسی وجہ سے رہ جائیں تو طلوع کے بعد ادا کر لیں۔ چنانچہ طحاوی و نصرۃ المجتھدین صفحہ ۶۲ میں حدیث مذکور ہے دخلت فی صلٰوۃ الغداۃ مع ابن عمر و ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ والا مام یصلی فاما ابن عمر فدخل فی الصف واما ابن عباس فصلٰی رکعتین ثم دخل مع الامام فلما سلم الا مام قعد ابن عمر حتٰی طلعت الشمس فرکع رکعتین[2] وعن علی کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی رکعتین عند الاقامتہ یعنی کہا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذات بابرکات بوقت اقامت دو رکعت ادا کر لیا کرتے تھے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کی ذات میمونہ کے گھر میں دو رکعت نماز سنت بوقت امامت پڑھ لیا کرتے تھے۔ نقل از عینی شرح بخاری اور بروائت حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بایں طور حدیث ترمذی میں مذکور ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یصل رکعتی الفجر

حاشیہ

۱۔ ترجمہ۔ جو کچھ زمین پر ہے فنا ہو جائیگا اور اللہ تعالیٰ کی ذات باقی رہیگی۔ اور اللہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں ہو۔ قادری

۲۔ یعنی حضرت ابن عمرو ابن عباس کے ہمراہ مسجد میں داخل ہوا صبح کی نماز میں شریک ہونے کو اور امام نماز پڑھا رہے تھے تو ابن عمر سنت پڑھے بغیر جماعت میں شامل ہوگئے اور ابن عباس نے سنتیں پڑھیں پھر جماعت میں شامل ہوئے۔ گویا دونوں باتیں درست ہیں البتہ سنتیں پڑھنے کیلئے اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ کم از کم ایک رکعت فرض کی مل جائیگی ورنہ سنتیں بعد میں پڑھے۔ قادری

فیصلیها ما بعد ما تطلع الشمس یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ جس نے نہ پڑھی ہوں سنتیں فجر کی پس پڑھے ان کو بعد طلوع آفتاب کے اور بخاری و مسلم میں بروایت ابو سعیدی خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث مذکور ہے کہ بعد صبح قبل از طلوع آفتاب کوئی نماز نہیں پڑھی جائے لا صلوٰۃ بعد الصبح حتی تطلع الشمس اور جو غیر مقلد حدیث قبل از طلوع پیش کرتے ہیں۔ بالکل ضعیف ہے۔ نقل از ترمذی باقی حال جلد ۵ میں مذکور ہے۔

سوال: وتر تین رکعتیں ہیں یا ایک؟

جواب: تین رکعت وتر ہیں چنانچہ مستند حاکم و سنن نسائی و مؤطا امام محمد و آثار امام محمد میں بہت احادیث وارد ہیں علمنا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان الوتر مثل صلوٰۃ المغرب وھو وتر النہار یعنی کہا ابوالعالیہ نے کہ ہم کو تعلیم دی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز وتروں کی مثل نماز مغرب کے ہے اور کہا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلاث لا یسلم الا فی اخرھن یعنی آپ کی ذات تین وتر پڑھتے تھے اور نہیں سلام پھیرتے تھے مگر تیسری رکعت پر۔ اور کہا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الوتر ثلاث رکعات یعنی وتر تین رکعتیں ہیں۔ اور علاوہ اس کے بخاری و مسلم نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔

سوال: جمعہ فرض ہے شرائط سے یا بدون شرائط اور وہ شرائط قرآن مجید و احادیث صحیح سے ثابت ہے یا کہ صرف علمائے دین کے قیاس سے؟

جواب: بیشک فرض عین باشرائط ہے اور وہ باراں شرطیں ہیں۔ چھ اس کے وجوب کی اور چھ اس کے ادا کے لئے ہیں۔ چنانچہ کتب معتبرہ حنفیہ میں لکھا ہے حر صحیح وبالبلوغ مذکر ۔ مقیم و ذو عقل لشرط وجوبها ۔ مصر و سلطان و وقت وخطبته ۔ واذن کذا جمع لشرط ادائها یعنی اول آزاد ہونا غلام پر واجب نہیں۔ دوم تندرست ہونا بیمار پر واجب نہیں، سوم بالغ

ہونا نابالغ پر فرض نہیں، چہارم مرد ہونا، عورت پر جمعہ فرض نہیں، پنجم مقیم پر فرض ہے مسافر پر نہیں ۱۔ ششم عقلمند پر فرض ہے دیوانہ پر نہیں، اور باقی شرائط اس کی ادا کی ہیں۔ اگر یہ نہ ہوں تو اس دن کی ظہر اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہو گی بلکہ ظہر پڑھنی پڑے گی۔ وہ یہ ہیں مصر ہونا بستیوں میں جمعہ فرض نہیں، دوم سلطان یا نائب بدون اذن ان کے جمعہ پڑھنا جائز نہیں ۲۔ سوم وقت ظہر، چہارم خطبہ، پنجم اذن عام ۳۔ ششم جماعت اور یہ تمام شرائط قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ خداوند کریم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اے ایمان دارو! جب اذان ہو نماز کے لئے جمعہ کے دن تو دوڑو اللہ کی یاد کی طرف اور چھوڑو بیچنا۔ پس معلوم ہوا کہ اس آیت کا حکم مقید و خصوص منہ البعض ہے نہ کہ عام ہے۔ چنانچہ کتب تفاسیر کتب، اصول فقہ میں لکھا ہے۔

ولا شک ان اطلاق قولہ تعالیٰ فاسعوا مقید یخصوص المکان و مخصوص منہ کثیراً کالعبید والمسافرین اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم فاسعوا کا اطلاق خاص کسی مکان کے ساتھ مقید ہے اس سے اور بھی بہت خاص کئے گئے ہیں۔ اور صاحب فتح القدیر نے یہی لکھا ہے کہ جمعہ جنگلوں اور گاؤں میں بھی درست نہیں چنانچہ وارد قولہ تعالیٰ فاسعوا الی ذکر اللہ لیس علی اطلاقہ اتفاقاً بین الامتہ اذ لا یجوز اقامتہا فی البراری اجماعاً ولا فی کل قریتہ الا عند الشافعی اور دوسری بات یہ ہے کہ کلمہ ذکر اللہ سے مراد خطبہ ہے اور خطبہ کے لئے قاضی ہوا کرتا ہے جو کہ بادشاہ مسلمان کی طرف سے لوگوں کی صلاحیت کی بنا پر معین کیا جاتا ہے اور اس کو پوری طور اختیار حدود شرعیہ کے جاری کرنے کا بھی ہوتا ہے اور یہ بات کسی صاحب علم پر پوشیدہ نہیں اور علاوہ اس کے کلمہ وذروالبیع جس کے معنی بیچنا و خریدنا

حاشیہ

۱۔ البتہ اگر مریض یا مسافر یا عورت جمعہ کی نماز پڑھ لے تو اس کا جمعہ ہو جائیگا۔ قادری

۲۔ جہاں سلطان اسلام نہ ہو وہاں سب سے بڑے صحیح العقیدہ عالم کی اجازت ہی کافی ہے۔ قادری

۳۔ اذن عام کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ کا ایسی جگہ ہونا ضروری ہے جہاں آنے جانے کی پابندی نہ ہو تاکہ لوگ زیادہ تعداد میں شریک ہو سکیں۔ قادری

کو چھوڑنا ہے اس سے بھی مراد قصبہ اور شہر ہے جو آباد ہو۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں ہے حدیث نمبر اول جو کہ وجوب جمعہ پر دال ہے۔

عن جابر ان رسول اللہ علیہ وسلم قال من کان یومن باللہ والیوم الاخر فعلیہ الجمعتہ الا مریض او مسافر او امراۃ اوصبیی اومملوک (دار قطنی) یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے جمعہ پڑھنا ایماندار پر فرض ہے مگر مریض اور مسافر اور عورت اور لڑکے اور غلام پر فرض نہیں اور علاوہ اس کے جو ادا کی شرطیں ہیں ان پر یہ حدیثیں دلالت کرتی ہیں۔

حدیث روی ابن شیبتہ عن علی قال لا جمعتہ والا تشریق ولا صلوٰۃ فطر ولا اضحیٰ الا فی مصر جامع او مدینتہ عظیمتہ (ابن حزم فی المحلی و رواہ عبدالرزاق من حدیث عبدالرحمٰن السلمی) یعنی روایت کی ہے ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ نہ نماز جمعہ' نہ عید فطر اور نہ عید قربان جائز ہے مگر شہر میں جو جامع ہو یا شہر بڑا ہو۔ اور صحیح بیان کیا ہے اس کو ابن حزم نے اور عبدالرزاق نے بھی عبدالرحمٰن سے اسی طرح حدیث بیان کی ہے اور صاحب فتح الباری نے بھی اس حدیث کو باسناد صحیح لکھا ہے اور فتح الباری جلد دوم صفحہ ۳۱۶ میں بروایت حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں لکھا ہے۔

قال لیس علی اھل القری جمعتہ انما الجمعتہ علی اھل الامصار مثل المدائن کہا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ جمعہ شہر والوں پر فرض ہے بستی والوں پر فرض نہیں اور بخاری میں بروایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے کہ لوگ باری باری جمعہ پڑھنے کے لئے اپنے گھروں سے اور چھوٹے چھوٹے گاؤں سے آیا کرتے تھے کان الناس یتناولون الجمعتہ من منازلھم والعوالی (رواہ بخاری) اور کتاب بخاری میں من این توتی الجماعتہ بروایت حضرت بایں طور مروی ہے۔

قال اذا کنت فی قریتہ جامعتہ نودی بالصلوٰۃ من یوم الجمعتہ فحق علیک یعنی کہا عطاء نے کہ جب تو قریہ جامعہ میں ہو اور وہاں اذان دی جائے جمعہ کی نماز کے لئے تجھ پر

فرض ہوا جمعہ پڑھنا اگرچہ تو نے اذان سنی ہو یا نہ سنی ہو اور قریہ جامعہ حکم شہر کا رکھتا ہے۔

شرط دوم۔ آپ نے فرمایا ہے کہ الجمعته واجبته علی کل مسلم فی جماعته یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ ہر مسلمان پر فرض ہے جماعت میں مگر چار شخصوں پر فرض نہیں۔

شرط سوم۔ بخاری میں بروایت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ این طور وارد ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی الجمعته حین تمیل الشمس یعنی حضور علی الصلوۃ والسلام جمعہ پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا۔

شرط چہارم خطبہ۔ کہا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے خطبہ پڑھا تو اپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا اور لٹکے ہوئے تھے دونوں کنارے دستار مبارک کی پشت مبارک کی طرف۔ نقل کیا اس کو مسلم نے ابوداود نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے باین طور حدیث بیان کی۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخطب خطبتین کان یجلس اذا صعدالمنبر حتٰی یفرغ الموذن ثم یقوم فیخطب ثم یجلس ولا یتکلم ثم یقوم فیخطب (رواہ ابوداود) یعنی کہا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہ آپ دو خطبہ پڑھتے تھے جب منبر پر چڑھتے یہاں تک کہ موذن اذان سے فارغ ہو جاتا۔ پھر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے تھے۔

شرط ششم۔ جمعہ کے ادا کرنے کیلئے بادشاہ کا مسلمان ہو یا اس کا نائب قال ابن منذر مضت السنته بان الذی یقیم الجمعته السلطان اومن قام بھا امروہ واذالم یکن ذالک فصلوۃ الظھر صلٰوۃ الظھر اس حدیث کو صاحب نبراس نے شرح عینی سے نقل کیا ہے۔ یعنی کہا ابن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ یہ سنت قدیم سے جاری ہے کہ جمعہ کا قائم کرنا بادشاہ کا حق ہو اگر یہ بات نہ ہو تو لوگ اپنی ظہر کی نماز ادا کریں، جمعہ کی نماز نہ پڑھیں۔ اور بخاری میں مذکور ہے کہ جمعہ قائم کرنا حق بادشاہ مسلمان کا ہے۔ حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مطالعہ کریں جس میں یہ کلمہ تحریر ہے یقول کلکم راع۔

ابن ماجہ نے بایں طور حدیث بیان کی ہے من ترک الجمعته ولہ امام عادل او جابر فلا جمع اللہ شملہ یعنی فرمایا آپ نے جو شخص ترک کرے جمعہ باوجودیکہ واسطے اس کے بادشاہ ہو عادل

یا ظالم پس نہ دور کرے اللہ تعالیٰ پریشانی اس کی وقال حبیب ابن ثابت لایکون الجمعتہ الا بامیرو خطبتہ وھو قول اوزاعی و محمد بن مسلمتہ و یحیٰی بن عمر المالکی و عن مالک اذا تقدم رجل بغیر اذن الامام لم یجزھم یعنی فرمایا حضرت حبیب بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ جمعہ بدون خطبہ کے و حکم بادشاہ جائز نہیں ہوتا اور یہی قول امام اوزاعی و محمد بن مسلمہ و یحیٰی بن عمر مالکی کا ہے۔ اور کہا امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے کہ اگر کوئی شخص بدون اذن حاکم آگے ہو کر جمعہ پڑھا دے تو تمام لوگوں کی نماز جائز نہ ہو گی۔ اور صاحب البیان نے قول قدیمانہ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا نقل کیا ہے کہ جمعہ نہیں جائز ہوتا مگر پیچھے بادشاہ یا جس کے واسطے اذن دیا گیا ہو۔ اور کہا حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے کہ بادشاہ پر چار حق ہیں ان سے ایک جمعہ کا قائم کرنا ہے۔

کتاب بیہقی و جواہرا النقی جلد اول صفحہ ۲۲۸ میں لکھا ہے عن ام عبداللّٰہ الدوسیتہ قالت قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الجمعتہ واجبتہ علی اھل القریتہ فیھا امام لان القریتہ اذا کان فیھا نائب من جھتہ الامام و یقیم الحدود یکون حکمہ حکم الامصار (نقل از عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری) یعنی کہا ام عبداللہ دوسیہ نے کہ فرمایا حضور ﷺ نے کہ جمعہ واجب ہے اہل قریہ پر جس میں امام ہو یعنی بادشاہ۔ اور کہا عمدۃ القاری نے کہ جس گاؤں میں نائب بادشاہ اسلام نے مقرر کیا ہو اور وہاں حدود شرح بھی جاری ہو جائیں تو اس گاؤں کا حکم مثل شہر کے ہو جائے گا۔

صاحب مراقی الفلاح نے صفحہ ۹۹ میں لکھا ہے المصر کل موضع لہ امیر قاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود و ھذا فی ظاہر الروایتہ قال قاضی خان و علیہ الاعتماد یعنی مصروہ جگہ ہے کہ جہاں ہو قاضی یا امیر جو جاری کرے احکام اور قائم کرے حدود شرعیہ کو اور ایسی ظاہر روایت ہے اور کہا قاضی خان نے کہ اسی پر اعتماد ہے اور صاحب نبراس نے لکھا ہے کہ مسجد بڑی ہو یا بازار وغیرہ جو شرائط فقہا نے لکھے ہیں وہ سب لوازم شہر کے ہیں۔ ان شرائط کی چنداں ضرورت نہیں۔

سوال : بعض علمائے دین کہتے ہیں کہ جمعہ ولایت کفار میں پڑھنا جائز ہے اور یہ ملک ہندوستان دارالاسلام

ہے؟

جواب: بے شک ولایت کفار میں جمعہ پڑھنا بایں صورت جائز ہے کہ اگر ولایت مسلمانوں میں کفار نے غلبہ پالیا ہو اور مسلمان جمع ہو کر بادشاہ کافر کو درخواست دیں اور وہ ان کو اجازت دے دے اور کہ دے کہ بے شک تم لوگ اپنی شریعت کے احکام جاری کرنے کے لئے کوئی والی مقررہ کرلو اور وہ والی کوئی امام مقرر کر دے۔ اس صورت میں مسلمان جمع ہو کر جمعہ پڑھیں تو جائز ہوگا۔ چنانچہ صاحب ردالمختار باب القضاء میں اس عبارت کی شرح کرتے ہیں۔

بلاد علیها وُلاة کفار یحوز للمسلمین اقامته الجمعته و یصیر القاضی قاضیًا بتراض المسلمین یجب علیهم ان یلتمسوا والیًا مسلمًا" منهم یعنی وہ شہر جس میں حاکم کافر ہیں جائز ہے وہاں کے مسلمانوں کو قائم کرنا جمعہ کا اور ہو جائے گا قاضی ساتھ رضا مسلمانوں کے اور واجب ہے ان پر کہ ٹٹولیں حاکم مسلمان اپنا۔ پس اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب تک حاکم مسلمان نہ ہو جمعہ جائز نہیں ہوسکتا ہے اور بعض علمائے فرقہ غیر مقلدین کی بھی چالاکی ہے کہ جلدی سے یہ عبارت معراج الدرایہ و جامع الفصولین کی سنا کر عوام الناس کو دھوکہ میں ڈال دیتے ہیں اور کلمہ یلتمسو والیًا مسلمًا منهم کے معنی بھی نہیں کرتے۔ چنانچہ مولوی عبدالجبار غیر مقلد نے اپنے فتاوی میں یہ عبارت لکھ کر مسئلہ احتیاط الظہر کو اڑا دیا ہے اور اس ملک ہندوستان کو فی الحال نہ دارالسلام کہہ سکتے ہیں نہ دار الحرب چونکہ اس میں نہ پوری شرائط دارالسلام کے پائے جاتے ہیں نہ دارالحرب کی اور نہ ہی ہم مسلمانوں کو اس ملک میں قدرت تنفیذ احکام کی ہے لیکن اور ملک والوں کو طاقت تنفیذ احکام کی تو ہے اگرچہ کسی مصلحت کی وجہ سے نہیں کرتے۔ اور ہم لوگ تو مسائل حقہ بیان کرنے سے بھی مجبور ہیں تنفیذ احکام تو درکنار۔ اگر اس مسئلہ کی زیادہ تحقیق کرنی ہو تو فتاوی شاہ عبدالعزیز جلد اول کو مطالعہ کرو۔[۱]

حاشیہ

۱۔ علماء اہل سنت میں سے آنحضرت شاہ احمد رضا علیہ الرحمتہ اور علماء دیوبند میں جناب اشرف علی تھانوی کا فتوی

سوال: جمعہ کے بعد احتیاط الظہر کس کے لئے پڑھی جاتی ہے اور اس کا ثبوت کیا ہے اور جمعہ کے بعد کتنی رکعتیں پڑھی جائیں اور دو فرض تو ایک وقت میں جمع ہو ہی نہیں سکتے؟

جواب: احتیاط الظہر دفع شک کے لئے پڑھی جاتی ہے کیونکہ اس ملک ہندوستان میں جمعہ کے ادا کے شرائط جو قرآن مجید و احادیث صحیح سے ثابت ہو چکے ہیں کچھ اس ملک میں پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ بادشاہ مسلم یا اس کا نائب اور حدود شرعیہ کا جاری ہونا اور مصر ظاہر روایت میں اس شہر کو کہتے ہیں جس میں بادشاہ یا نائب بادشاہ حدود شرعیہ کے سعی کرے اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ متعدد جگہ ایک شہر میں جمعہ پڑھنا نزدیک اکثر علمائے دین کے ناجائز ہے۔ کیونکہ شہر مکہ و مدینہ میں ایک جگہ جمعہ پڑھا گیا ہے۔ [۱] اس لئے بعض علمائے دین نے کہا ہے کہ اگر کئی جگہ شہر میں جمعہ پڑھا جائے تو جنہوں نے پڑھ لیا ہو گا ان کا جمعہ ادا ہو جائے گا باقی تمام ظہر کی نماز ادا کریں۔ اگر سب ہر شک کریں کہ پہلے کونسی جگہ ہوا تو اس صورت میں تمام ظہر کی نماز دوبارہ ادا کریں۔ چنانچہ میزان شعرانی میں ہے۔

ومن ذلک قول الائمته لا یجوز تعدد الجمعته فی بلد یعنی اس مسئلہ میں چاروں اماموں کا قول ہے کہ کئی جگہ میں ایک شہر میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں مگر جب ایک جگہ جمعہ ہوتا ہو۔ اور فرمایا امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے کہ جنہوں نے پہلے پڑھا ہے ان کا ہوگا۔ اور احتیاط الظہر کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت حسن بن زیاد جو شاگرد حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ اور ہم پایہ صالحین کے ہیں اس سے صحابہ تابعین سے مروی ہے چنانچہ کتاب ردالمحتار و عینی شرح ہدایہ جلد نمبر۲ صفحہ ۱۰۶ میں لکھا ہے۔

لما ابتلی اهل المرو باقامته الجمعتین بها مع اختلاف العلماء فی جوازها امر وا باقامتها باداء الاربعته بعد الجمعته احتیاطا و اختلفو فی نیتها قیل ینوی الظهر یومه و قیل اخر ظهر علیه وهو الاحسن و قیل الاحوط ان

حاشیہ

ہے کہ ہندوستان دارالاسلام ہے اس پر دونوں کے فتاوے رسائل کی صورت میں موجود ہیں۔ قادری۔

[۱] لیکن اب تو مدینہ منورہ مکہ معظمہ کے شہروں میں کئی کئی جمعہ کی نمازیں ادا کی جاتی ہیں۔ قادری

یقول نویت اخر ظهر ادرکت وقته ولم اصله بعد وقال الحسن اختیاری ان یصلی الظهر بهذه النیته ثم یصلی اربعًا بنیته السنته یعنی جب مرو میں لوگ دو جگہ جمعہ پڑھنے میں مبتلا ہوئے حالانکہ اس مسئلہ میں علماء کا بہت اختلاف تھا تو حکم دیا گیا کہ تم لوگ جمعہ کو پڑھو۔ لیکن اس کے بعد چار رکعت ظہر احتیاطاً" ادا کر لیا کرو اور اس کی نیت میں بھی اختلاف ہوا بعض نے کہا کہ یوں کہے کہ میں نے آخر ظہر کی نیت جس کا میں نے وقت پالیا اور ابھی اس کو پڑھا نہیں اور امام حسن بن زیاد رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ بہت پسندیدہ امر ہے کہ ظہر اسی طور سے پڑھے' پھر چار رکعت سنت پڑھے۔ گویا یہ روایت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ سے ہے کیونکہ جو روایات ان کے شاگردوں سے حاصل ہوتی ہیں وہ سب امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہیں۔ دیکھو ردالمحتار صفحہ ۴۶ اور نور الشمعہ اور صاحب البحرالرائق و الدرالمختار ف فتح القدیر و میزان الشعرانی نے بوجہ مفقود ہونے شرائط کی دوبارہ احتیاطاً" ظہر کو پڑھنا واجب لکھا ہے۔

فتاوی خانیہ اور صاحب بحرالرائق نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابراہیم نخعی و ابراہیم بن مہاجر جو تابعین سے ہیں جب دیکھتے اپنے امیروں کو ظالم یا کوئی شرط مفقود تو جمعہ کے اول یا اس کے پیچھے بطور خفیہ ظہر ادا کرتے۔ ولذلک تاویلان و حکمی فی الظهریته والخانیته عن ابراهیم بن النخعی وابراهیم بن مهاجر انهما کانا یتکلفان وقت الخطبته فقیل لا ابراهیم نخعی فی ذلک فقال انی صلیت الظهر فی داری ثم رحت الی الجمعته تقیته ولذلک تاویلان احدهما ان الناس کانوا فی ذالک الزمان فریقین منهم لا یصلی جمعته لانه کان لا یری الجائر سلطانًا و سلطانهم یومئذ کان جائراً فانهم کانوا لا یصلون الجمعته من اجل ذلک وکان فریق منهم یترک الجمعته لان السلطان کان یوخر الجمعته عن وقتها فی ذلک الزمان فکانوا یاتون الظهر فی دارهم ثم یصلون مع الامام و یجعلونها سبحته ای نافلته

پس اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض اصحاب تابعین میں سے بھی سلطان جائر[1] ہونے کی وجہ سے جمعہ ترک کر دیا کرتے تھے۔ اور ظہر کو ادا کرتے تھے اور بعض ظہر کو خفیہ طور پر فرضاً ادا کر لیتے اور جمعہ کو نفلی طور پر پڑھتے۔ اور علاوہ اس کے کتب فقہ معتبرہ مثل فتح القدیر و شامی و عالمگیرو غرائب و ظہیریہ و قنیہ و عینی شرح ہدایہ و شرح سفرالسعادت و نہرالفائق و فتاوی رحمانیہ و جمع البحار وغیرہ میں لکھا ہے۔

ان وقع الشک فی المصر فلیصلو اربعًا فرض الوقت بعدالفراغ من صلوۃ الجمعتہ و اختلفو فی النیتہ والصحیح ان یقول صلی اللہ تعالیٰ اربع رکعات صلوۃ الظہر الذی ادرکت ولم اصلہ بعدیعنی جب شک پڑ جائے مصر تو لوگ چار رکعتیں پڑھیں فرضی وقت کی پیچھے نماز جمعہ کی اور اختلاف کیا انہوں نے نیت میں اور صحیح یہ ہے کہ نماز پڑھتا ہوں واسطے اللہ کے چار رکعت نماز ظہر جو پائی ہے میں نے اور نہیں پڑھا اس کو۔

علاوہ ان دلائل کو فقیر نے ۲۶۰ کتب فقہ معتبرہ میں دیکھا ہے ہر ایک صاحب نے اس کو جائز ہی کہا ہے اور رشید احمد گنگوہی نے بھی ۱۲۹۷ھ میں اس کے جواز پر فتوی دیا تھا جس کا جی چاہے آکر دیکھ لے وھوہذا۔

وہرگاہ دربعض شروط بوجہ ما اشتباہ پیدا آید اگر بنظر احتیاط چہار رکعت بگزارد رواست و دریں کے راکلام نسیت واللہ اعلم رشید احمد گنگوہی اور علاوہ اس کے جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایک وقت میں دو فرض پڑھنے جائز نہیں۔ سو یہ کہنا بھی صحیح نہیں کیونکہ حدیث شریف میں اس کی کہیں ممانعت ظاہراً نہیں پائی جاتی حدیث میں صرف یہ الفاظ ہیں۔

لا یصلی بعد صلوۃ مثلھایعنی نماز پڑھنے کے بعد ویسی ہیئت پر نماز نہ پڑھنی چاہئے اور حالانکہ اس کی تفسیر میں علمائے دین و صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا نہایت درجہ اختلاف ہے اور کہا صاحب عینی شرح کنزالدقائق نے کہ جس نے یہ تاویل کی ہے کہ اس سے تکرار جماعت مسجد محلہ مراد ہے۔ سو یہ بہت بہتر ہے اور صاحب ردالمختار نے لکھا ہے کہ اگر ہیئت اولی بدل جائے تو نماز جماعت بلاکراہت جائز ہوگی۔ اور اہل علم پر یہ بات بھی پوشیدہ نہیں کہ اصحاب کرام اگر تنہا نماز کو ادا کر لیتے تو پھر جماعت مل جاتی تو اسی

حاشیہ

[1] جائر یعنی ظالم۔

نماز کو دوبارہ امام کے ساتھ پڑھ لیتے اور اسی امر کی تعلیم بھی حضور ﷺ صحابہ کرام کو دیتے۔ علاوہ ازیں اگر صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نماز میں کسی طرح کا شک پڑ جاتا تو اس نماز کو دوبارہ ادا کر لیتے چنانچہ دارمی و نسائی و مشکوۃ میں بروایت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ دو صحابی سفر میں نکلے اور ان کو پانی نہ ملا دونوں نے تیمم کر کے نماز پڑھی۔ بعد نماز ادا کرنے کے ان کو اس وقت پانی ملا اور ایک نے وضو کر کے نماز کو دوبارہ پھیر لیا اور دوسرے نے ایسا نہ کیا اور دونوں حضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں یہ ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے دوبار نماز کو پڑھ لیا ہے دوہرا ثواب ملا اور دوسرے کی نماز بھی ہوگئی۔ لیکن یہ ثواب نہ ملا۔ اور جمعہ کے بعد آپ دو رکعت سنت پڑھا کرتے تھے اور کہا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ حضور پرنور ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ جمعہ کے بعد چار رکعت ادا کیا کرو اور ابن عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھ رکعات کا حکم دیا کرتے تھے۔ نقل از ترمذی اور علاوہ اس کے عینی شرح بخاری سے صاحب نور الشمعہ نے بایں طور حدیث نقل کر کے دس رکعت بعد نماز جمعہ کے ثابت کی ہیں۔ وفی سنن سعید بن مسعود عن ابی الرحمن السلمی قال علمنا ابن مسعود ان یصلی بعد الجمعتہ اربعًا فلما قدم علینا علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ علمنا ان یصلی ستًا یعنی سعد بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنن میں عبدالرحمان سلمی سے روایت ہے کہ ہم کو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سکھایا کہ جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھیں۔ پھر جب حضرت علی ابن طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے شہر میں تشریف لائے تو انہوں نے ہم کو سکھایا کہ ہم چھ رکعت پڑھیں۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ چھ چار پر زائد ہیں اور زائد مثبت پر ہوا کرتا ہے اور قاعدہ ہے کہ المثبت مقمد علی النافی یعنی مثبت نفی کرنے والے پر مقدم ہوا کرتا ہے۔ پس بعد جمعہ کے چھ رکعت کا پڑھنا مختار ہوا اور یہ چار رکعت احتیاطی ملا کر دس رکعت ہوئی چنانچہ کتب فقہ میں بھی ان کا ذکر ہے انہ یصلی بعد الجمعتہ عشر رکعات نقل از دارالمختار یعنی حاصل کلام یہ ہے کہ جمعہ کی بعد دس رکعت پڑھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ا۔

حاشیہ

ا۔ یہ فرض احتیاطی بجماعت نہیں ہوتے علیحدہ آخری ظہر کی نیت سے پڑھے جاتے ہیں یہ بھی صرف خواص کیلئے

سوال: بسم اللہ شریف سورۃ فاتحہ کے اول یا آخر با آواز بلند پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ہر دو جگہ آواز بلند سے بسم اللہ کا پڑھنا جائز نہیں ہے چنانچہ مسلم و برہان شرح مواہب الرحمن باب صفتہ الصلوۃ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے قال صلیت مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم و ابی بکر و عمر و عثمان فکانوا یستفتحون بالحمدللّٰہ رب العالمین لا یذکرون بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم فی اول قراۃ ولا فی اخرھا فرمایا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ نماز پڑھی میں نے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اصحاب ثلثہ کے پس وہ شروع کیا کرتے تھے الحمد سے اور نہ ذکر کرتے تھے اول اور آخر اس کے بسم اللہ شریف کو اور نہ ہی کبھی اُن سے سنا ہے۔

سوال: پڑھنا فاتحہ کا امام کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: فاتحہ کا پڑھنا امام کے پیچھے مقتدی کو نا جائز ہے کیونکہ اس میں خلاف قرآن مجید و آثار جمہور صحابہ کے لازم آتا ہے چنانچہ مدارک و حسینی صفحہ ۲۳۱ سورۃ اعراف رکوع آخر میں مذکور ہے واذقرء القران در اسباب نزول آوردہ کہ جوانے از نصار در عقب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میگذارد و ہرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرات میفرمو و میخواند آیت اذا قرئا القران چون قرآن خواندہ شود در نماز فاستمعو الہ بشنوید آنراء انصتوا خاموش باشید و با امام تلاوت مکید لعلکم ترحمون شاید کہ رحم کردہ شوید اور مدارک میں ہے ظاہرہ وجوب الاستماع والانصات وقت قراۃ القران فی الصلوۃ و جمھور الصحابتہ علی انہ فی استماع المؤتم

تفسیر عماد بن کثیر مین علی ابن طلحہ و ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح مذکور ہے قال علی ابن طلحتہ عن ابن عباس قولہ واذا قرء القرآن یعنی فی الصلوۃ المفروضتہ اور عبداللہ بن حمید اور

حاشیہ

یہ مسئلے عوام کو نہ بتائے جائیں اور نہ ہی انکو اسکی ضرورت ہے اس مسئلہ کی بنیاد تعدد جمعات ہے شامی لکھتے ہیں کہ زیادہ وزنی اور زیادہ قوی دلیل کی رو سے تعداد جمعات درست ہے اور مفتی بہ ہے۔ (فتاویٰ شامیہ جلد ۱ صفحہ ۱۴۵)

صاحب بیہقی اور امام سیوطی نے تفسیر در منثور میں ابی العالیہ سے بایں طور حدیث بیان کی ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا صلی باصحابہ فقرئا قراء اصحابہ فنزلت ہذا الایتہ فسکت القوم و قرئا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی روایت کی ابن حمید نے اور بیہقی نے ابو العالیہ سے کہ جب حضور ﷺ نماز پڑھتے صحابہ کے ساتھ قرات فرماتے تھے تو اصحاب بھی قرات کرتے تھے۔ پھر یہ آیت اتری اور اصحاب پڑھنے سے چپ ہو رہے اور پڑھتے رہے حضور ﷺ

مشکوۃ و موطا و ابن ماجہ و ابو قتادہ و ابو ھریرہ اور ابی موسی اشعری رضی اللہ عنہ نے بایں طور روایت کی ہے انما جعل الامام لیوتم بہ فاذا کبر فکبرو او اذا قرئا فانصبتوا یعنی کہا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ فرمایا حضور ﷺ نے کہ امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ تم اس کی پیروی کرو کہ جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو جب وہ پڑھے تم چپ ہو۔

کتب معتبرہ و حاشیہ مشکوۃ و موطا و امام محمد میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن عمرو زید بن ثابت و جابر بن عبداللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے سوال کیا گیا کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھ لیا جائے۔ انہوں نے فرمایا لا یقرئا خلف الامام فی شئی من الصلوۃ اور صاحب ہدایہ نے اس پر اجماع صحابہ ثابت کیا ہے۔

ابن ماجہ نے بروایت جابر رضی اللہ عنہ بایں طور حدیث بیان کی ہے من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراۃ یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے پڑھنا امام کا پڑھنا مقتدی کا ہے اور مقتدی کو قرات پڑھنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ اور موطا امام محمد میں ہے کہ جس شخص نے امام کو رکوع میں پالیا تو اس کی رکعت ہو جائے گی من صلی رکعتہ لم یقرئا فیھا بائم القران فلم یصل الا وراء الامام اور اگر مقتدی بھی قرات کرے تو دونوں قراتیں جمع ہو جائیں گی تو یہ امر غیر مشروع ہو جائے گا اور ہو ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اقرئابھا فی نفسک تو اس سے مراد تدبر و تفکر ہے۔ اس کے معانی کا دل میں کرنا۔ چنانچہ حاشیہ مشکوۃ میں تحریر ہے اور جو حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس کو فرقہ غیر مقلدین بحث میں پیش کرتا ہے وہ چند وجہ سے ضعیف اور قابل عمل نہیں۔ دیکھو فتح المبین۔

سوال: رفع یدین اور آمین بالجہر نماز میں جائز ہے یا نہیں؟

جواب: رفع یدین کرنا نزدیک امام صاحب کے صحیح نہیں اور جو احادیث رفع یدین قبل از رکوع اور بعد اس کے کرنے کے بارہ میں وارد ہیں وہ تمام منسوخ ہیں اور قابل عمل نہیں اور نہ صحیح ہیں۔ چنانچہ عقود الجواہر المنیفہ و فتح القدیر میں مذکور ہے کہ امام صاحب و امام اوزاعی کا مناظرہ اس بات میں مکہ مکرمہ کے بیچ ہوا تو امام صاحب غالب اور امام اوزاعی لاجواب ہوگئے۔ اور امام طحاوی نے سند صحیح کے ساتھ حدیث بیان کی ہے کہابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے۔ مگر اول تکبیر میں اور حالانکہ یہ وہی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو حضور علیہ السلام کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔ پھر ترک کر دیا۔ وہوہذا

حدثنا ابن ابی داود قال حدثنا نعیم بن حماد قال ثنا وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن الاسوع عن علقمہ عن عبداللہ عن النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم انہ کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود یعنی یہ تمام اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ اپ کی ذات پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے اور جو حدیثیں رفع یدین کرنے کے بارے میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بخاری و مسلم میں درج ہے وہ تمام منسوخ ہیں۔ چنانچہ عینی شرح بخاری میں لکھا ہے انہ کان بدء الاسلام ثم نسخ اور اس کے نسخ پر یہ دلیل ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو رفع یدین رکوع و قومہ میں کرتے ہوئے دیکھا اور فرمایا کہ ایسا مت کرو کیونکہ حضور نے یہ کام کیا پھر ترک کر دیا۔

دوسری دلیل تنسیخ کی یہ ہے جو کہ امام جعفر طحاوی نے سند صحیح کے ساتھ بیان کی ہے۔وہو ہذا

حدثنا ابو داود قال حدثنا احمد بن عبداللہ بن یونس قال اخبرنا ابوبکر بن عباس بن حصین بن مجاهد قال صلیت خلف ابن عمر فلم یکن یرفع یدیہ الافی التکبیرۃ الی ولی یعنی کہا حصین بن مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ نماز پڑی میں نے پیچھے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وہ بدون پہلی تکبیر کے رفع یدین نہیں کرتے تھے اور ابن شیبہ جو کہ بخاری و مسلم کے استاد ہیں اپنی مصنفہ میں بایں طور لکھا ہے۔

عن عبداللہ مسعود قال صلیت خلف النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم و ابی بکر و عمر فلم یکن یرفعوا یدیھم الا عند افتتاح الصلوۃ یعنی کہا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ نماز پڑھی میں نے پیچھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وہ رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے مگر پہلی تکبیر میں۔ اور اگر کسی نے زیادہ تحقیق کرنی ہو تو شرح سفر السعادت و فتح المبین و فتاوی صابریہ کا مطالعہ کریں۔ ا۔

جواب دربارہ امین بالجہر

امین بالجہر بھی کسی حدیث سے ثابت نہیں اور علاوہ اس کے وہ احادیث معلولہ و مرجوحہ ہیں۔ چنانچہ شرح سفر السعادت باب نماز میں مذکور ہے اور جس حدیث میں مدبھا صوتہ وارد ہے اس سے بھی آمین بالجہر ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس کے معنی شارحین نے یہ لکھے ہیں یعنی مد بالفہ و خفتہ میمہ یعنی الف کو کھینچ کر پڑھتے تھے ۲۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے امین البیت الحرام ۳۔ اور حدیث صحیح ابن مسعود و عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ یہ صاحب چار چیزوں میں اخفا کا حکم امام کے لئے دیا کرتے تھے۔ وھوہذا

اربع یخفیھن الامام التعوذ والثناء والتسمیتہ والتامین۔ کما نقلہ فی فتح القدیر و فتح المبین و فتاوی صابریہ اور قرآن مجید میں ہے کہ آہستہ دعا مانگنا چاہئے۔ اور یہی بہتر و انسب ہے ادعو ربکم تضرعا و خیفتہ اور احادیث صحیح بھی اسی بات پر شاہد ہیں چنانچہ مسند امام احمد و مسند ابوداود ترمذی و تہذیب و آثار و دار قطنی و معجم و طبرانی وغیرہ نے ۔سند صحیح

حاشیہ

ا۔ اس مسئلہ پر ہماری کتاب مسئلہ رفع یدین میں مکمل بحث اور تسلی بخش تحقیق ملاحظہ فرمائیں۔ مطبوعہ اشاعۃ القرآن لاہور قادری

۲۔ میم کی شد کے بغیر قادری

۳۔ مگر قرآن مجید کی آیت میں میم کی شد کے ساتھ ہے۔ قادری

یہ حدیث بیان کی ہے۔عن وائل بن حجر انه صلی مع النبی صلی اللہ علیهم و(ولا)
الضالین قال امین و اخفی بها صوته یعنی کہا بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ میں نے
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھے تو جب آپ ولا الضالین پر پہنچے تو آمین آہستہ کہی۔

سوال: سینہ پر ہاتھ باندھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مذہب حنفیہ میں سینہ پر ہاتھ باندھنا جائز نہیں چنانچہ کتاب آثار امام محمد و سنن ابوداود میں آثار صحابہ موجود ہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیر ناف ہاتھ باندھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ سنت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہےان علیا رضی اللہ تعالیٰ عنه قال العسنته وضع الکف علی الکف تحت السرة اور اصول حدیث میں لکھا ہے کہ جس جگہ السنته کذایا ان من السنته کذا کا کلمہ واقع ہو تو وہاں سنت رسول علیہ السلام مراد ہوا کرتی ہے۔ اور اگر کسی نے بہت دلائل اس بارے میں دیکھنے ہوں تو معانی الاثار و فتح المبین کا مطالعہ کرے۔

سوال: کنوئیں میں بلی یا چوہا گر مرجائے تو کس قدر پانی اس سے نکالا جائے اور فرقہ غیر مقلدین جو کہتا ہے کہ کنوئیں کا پانی بالکل پلید نہیں ہوسکتا اور اپنے دعوی میں حدیث بیر بضاعہ کی پیش کرتے ہیں کہ اس میں کپڑے حیض کے و مردار و گوشت کتوں کے ڈالے جاتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پانی پاک ہے اس کو کوئی چیز پلید نہیں کرتی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس کو پیا۔ نقل از ابوداود و ترمذی وغیرہ۔

جواب: معانی الاثار میں ہے کہ کہا حضرت شعبی نے حدثنا ابوبکر قال ثنا ابو عامر العقدی قال ثنا سفیان عن زکریا عن الشعبی فی الطیر و السنور ونحوهما یقع فی البیر قال ینزح منها اربعون یعنی پرندے اور بلی وغیرہ کے لئے کنویں سے چالیس ڈول سے کم پانی نہ نکالا جائے اور ایک روایت ابن سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں طور دار قطنی و طحاوی میں مذکور ہےحدثنا فهر بن سلیمان قال ثنا محمد بن سعید بن الاصبهانی قال ثنا حفص بن غیاث النخعی عن عبداللہ بن سیرة الهمدانی عن شعبی وعن ابی سعید خدری ان وقعت الدجاجته فی البیر فتموت فیها قال ینزح منها

سبعون دلواً یعنی مرغی اگر گر کر مرجائے تو ستر ڈول اس سے پانی نکالا جائے اور علاوہ اس کے محمد بن خزیمہ و حجاج و ابوعوانہ و مغیرہ بن شعبہ و ابراہیم وغیرہ صحابہ نے کہا کہ اگر کنوئیں میں چوہا گر کر مرجائے تو چالیس ڈول پانی اس سے نکالا جائے اور ایک روایت میں بیس اور دس بھی ہے۔ چنانچہ طحاوی و دار قطنی میں بروایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث منقول ہے۔

حدثنا عبداللہ ابن القوام عن سعید بن مخرمتہ عن ابن عباس ان زنجیا وقع فی زمزم فمات فانزل الیہ رجلا ثم قال انزعوا ما فیھا من الماء الخ ایضاً عن ابن عباس و ابن زبیر انھما افتیا بنزع البیر کلھا حین مات زنجی فی بیر زمزم اخرجہ الدار قطنی یعنی حضرت ابن عباس و ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک زنگی چاہ زمزم میں گر پڑا پس مرگیا پس اتارا طرف اس کے ایک شخص کو پھر فرمایا سارا پانی نکالو اس سے الخ پس جب فتویٰ دیا حضرت ابن عباس و ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو اس وقت کسی صحابی سے نہ انکار کیا۔ اور نہ ہی کسی نے لا ینجسہ شئی حدیث پیش کی باوجودیکہ کثرت جماعت صحابہ رضوان اللہ علیہم کی موجود تھی اور علاوہ اس کے نہ تو کسی تابعین و تبع تابعین و جمہور صحابہ سے اس کا انکار ثابت ہوا ہے۔

ابن مدینی استاذ امام بخاری صاحب نے کہا ہے فامر ابن عباس و ابن نبیر بنزع الماء کلہ بحضور الصحابتہ ولم ینکر منھم احدفیکون حدیث القلتین مخالفا للاجماع یعنی حدیث قلتین کی مخالف اجماع صحابہ کی اس لئے ہوئی کہ روبرو صحابہ کے ابن عباس و ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتویٰ دیا تھا پھر کسی صحابی نے انکار نہ کیا۔ لہٰذا یہ حدیث مخالف اجماع صحابہ کے ہوئی اور علاوہ ازیں اس حدیث میں اضطراب بھی ہے اور کہا ابن حزم نے لا حجتہ لھم فی حدیث القلتین لانہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لم یھدد مقدار القلتین یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقدار قلتین کی بیان نہیں کی اور بعض روایتوں میں دو قلہ، تین قلہ، چالیس قلہ اور کوئی چالیس غرب بھی روایت کرتا ہے۔ اڑھائی مشک قلتین کا اندازہ کسی حدیث صحیح کو چھوڑ بلکہ ضعیف سے بھی نہ ہوگا۔ اور حدیث الماء طھور لا ینجسہ شئی یعنی پانی کو کوئی شے ناپاک نہیں کرتی۔ اگر اس سے خاص بیر بضاعہ ہی مراد لیا جائے تو وہ ایک کنواں جاری نالہ پر تھا جس سے باغوں کو پانی دیا جاتا تھا۔ اگر اس سے عموم

مراد لیا جائے تو صحیحین کی حدیثوں سے منسوخ ہے جس میں پیشاب کی ممانعت اور ہاتھ ڈالنے کی بھی وارد ہے۔ وہو ہذا

لا یبولن احدکم فی الماء الدائم الذی لا یجری الخ ثم یتوضاء منہ او یشرب ا۔ اور ایک روایت میں لا یغتسل احدکم فی الماء الدائم وھو جنب یعنی کھڑے پانی میں نہ پیشاب کرنا چاہئے اور نہ اس سے وضو کرنا چاہئے اور اگر جنبی نے غسل کرنا ہو تو پانی اس سے لے کر الگ بیٹھ کر نہائے۔

ایضاًفلا یغمسن یدہ فی الاناء حتی یغسلھا ثلاثاً یعنی جو شخص تم سے بیدار ہوا پھر ہرگز نہ ڈالے ہاتھ اپنا برتن میں یہاں تک کہ دھولے اس کو تین بار۔ کیونکہ اس کو معلوم نہیں کہ رہا کہاں ہاتھ اس کا رات کو۔ اور بعض علمائے دین نے یہ بھی کہا ہے جب اس کنوئیں کی کیفیت صحابہ نے بیان کی تھی تو اس وقت بالکل صاف تھا اور بعض نے کہا ہے کہ یہ راوی کا کہنا کہ اس میں گوشت کتوں کا اور لتے حیض کے ڈالے جاتے تھے یہ بالکل خلاف عادت انسانی کے ہے کیونکہ مسلمان اور منافق اور کافر بھی اس بات کو ناپسند کرتا ہے پھر اصحاب کبار تابعین ایسا کام کب کرسکتے تھے اور بعض نے کہ ہے کہ وہ نشیب جگہ پر تھا اس میں خود پلیدی واقعہ ہو کر دوسری طرف سے خارج ہو جاتی تھی۔ غرض یہ کہ اس حدیث پر جمہور صحابہ نے عمل نہیں کیا اور حدیث میں ہے۔

ان المسلم لا ینجس ایضاً الارض لا تنجس یعنی آدمی مسلمان نجس نہیں ہوتا۔ اور زمین نجس نہیں ہوتی پس جو اس حدیث کے معنی ہیں وہی الماء طھور لا ینجسہ شیئی کے معنی ہوئے۔ باقی حال شرح طحاوی و فتح المبین میں دیکھو۔

بحث شیعہ

والسلام علی من اتبع لھدی امابعد خاکسار نظام الدین ملتانی قادری سہروردی مسلمان بھائیوں کی خدمت بابرکت میں گزارش کرتا ہے کہ شیعہ صاحبان کا دلی مقصود ہمیشہ سے یہی چلا آرہا ہے کہ وہ

حاشیہ

ا۔ تم میں سے کوئی رکے ہوئے پانی کہ جاری نہیں ہرگز پیشاب نہ کرے وہ وہاں سے وضو کرے گا اور پئے گا۔

اصحاب ثلاثہ کے فضائل حقہ اور ان کی خلافت راشدہ کے انکار میں ہزار ہا اوراق سیاہ کریں اور اپنے ا۔طیل پر طرح طرح کے ملمع چڑھا کر حق کی طرف جانے والوں لی سد راہ بنیں اور اپنی من گھڑت خلافت بلافصل پر جھوٹی خوشی کے نقارے بجائیں۔ مگر ان کو اب تک اتنا بھی معلوم نہیں کہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے ذرا اپنے مذہب کی کتابوں کی اوراق گردانی تو کرلی ہوتی پھر ان کو پتہ چل جاتا کہ راستی پر کون ہے اور کذب و افترا پر کون من گھڑت خلافت بلافصل پر اڑے رہنا اور اپنی کتابوں کو طاق میں رکھے رکھنا انصاف کا خون کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔ بعض ان کا گوشہ نشین بن کر دیواروں پر جابجا آہنی تختیاں لک ا۔ سے سیاہ کر کے ان پر سفید حروف سے خلافت بلا فصل کی خود ساختہ روایت کو کندہ کرتا پھرتا ہے اور کلمہ شریف میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نام نامی کو شامل کر کے لوگوں کو دھوکا دیتا ہے تاکہ دل کے کچے دام میں پھنس جائیں۔ اور ان کو اپنا ہم پیالہ و ہم نوالہ بنا کر اصحاب ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حق میں سب و شتم سے کام لیں اور اپنے سینوں کو جو اصحاب ثلاثہ کے ساتھ حسد اور بغض کی آگ سے جلے بھنے رہتے ہیں ٹھنڈے کریں اور خود تراش کر دہ روایت غدیر ۲۔ پر از سر تاپا زور دے کر اس کی صدقت کا گیت گائیں۔ اوراپنی من گھڑتوں پر اڑے بیٹھتے رہیں۔ یہ ہے ماہیت حضرات شیعان پاک کے مذہب کی۔ ہم یہاں پر شیعان کی

حاشیہ

ا۔ لک لام کے پیش کے ساتھ۔ وہ سیاہ سیال مادہ جو سڑکوں کے بناتے وقت پتھر ڈال کر اوپر ڈالتے ہیں۔ قادری

۲۔ فلما خرجوا من عنده عليه السلام فی مرضه و بقی عنده العباس الفضل ولی واهلبيته خاصته فقال له العباس يا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و آله وسلم ان یکن هذا الا مر فيننا مستقراً من بعدک فبشرنا وان کنت تعلم انا نغلب عليه وقاوص بنا فقال انتم المستضعفون من بعدی یعنی آپ کی مرض الموت میں تمام حاضرین پوچھنے کے لئے حاضر ہو کر باہر نکلے اور باقی حضرت عباس و فضل و علی واہل بیت رہے اور عباس بولے کہ امر خلافت بعد آپ کے ہم کو ملے تو آپ اس کی بشارت دیں اگر آپ جانتے ہیں کہ ہم عاجز رہیں گے تو پھر ہم کو وصیت فرمائیے تو اپ نے فرمایا کہ تم یہ جو بوجھ اٹھانے سے میرے بعد عاجز ہو۔ کیا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو واقعہ خم غدیر کا یاد نہ تھا کہ حضور ﷺ کے سامنے خلافت کے بارے میں سوال کیا' (از مصنف)

کتابوں سے مختصر طور پر اصحاب ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل اور خلافت حقہ کا ثبوت دیتے ہیں۔ وہو ہذا۔

کتاب نہج البلاغت مطبوعہ مصر الجزء الثانی صفحہ ۸ پر خط امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بنام حضرت امیر معاویہ بایں طور تحریر ہے۔

ومن کتاب لہ علیہ السلام الی معاویتہ انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر و عثمان و الٰی مابایعوھم علیہ فلم یکن للشاھد ان یختار ولا للغائب ان یرد وانما الشورے للمھاجرین والا نصار ا۔ فان اجتمعوا علی رجل سموہ امامًا کان ذلک للہ رضی فان خرج عن امرھم خارج بطعن اوبدعتہ ردوہ الی ماخرج منہ فان ابی قاتلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المومنین و ولاہ اللہ ماتولی ولعمری یامعاویتہ لئن نظرت بعقلک دون ھواک لتجدنی ابرء الناس من دم عثمان و لیعلمن انی کنت فی عزلتہ عنہ الا ان تجتی فینجن ما بدالک والسلام

بے شک میری اسی قوم نے بیت کی ہے جس نے ابا بکر الصدیق و عمرو عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کی تھی ۲۔ اب کسی شخص حاضر اور غائب کو اختیار نہیں کہ اس کی تردید کرے کیونکہ یہ کام اجماع مہاجرین و انصار کے حکم سے مضبوط ہو چکا ہے پس جس شخص کو انہوں نے مل کر خلیفہ نامزد کر دیا وہ اللہ کے ہاں پسند ہے۔ پس اگر نکلا کوئی شخص اس معاملہ سے طعن یا جدائی کر کے تو لائے اس کو جس امر سے بھاگا پس اگر انکار کیا اس نے تو مار ڈالا اس کو مومنوں کے راستے کی پیروی نہ کرنے کے جرم میں اور اللہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دے گا ۳۔

حاشیہ

ا۔ آپس کے مشورے سے خلیفہ کا انتخاب کرنا مہاجرین و انصار کا حق ہے۔

۲۔ اسی شرط پر جس پر ان سے کی تھی

۳۔ یعنی جائے جہنم میں۔

اور قسم ہے مجھے عمر بخشنے والے کی اے معاویہ اگر تو نظر غور سے دیکھے تو پائے گا مجھے بڑا بری تمام آدمیوں سے خون عثمان کے سے اور تو ضرور جانتا ہے کہ تھا میں اس وقت گوشہ میں اس سے اگر تو بدلہ لیتا ہے تو اس سے لے جس پر ثبوت پائے۔ والسلام فقط۔ ا۔

دوسرا خط امیر المومنین کا جو حضرت امیر معاویہ کے دو خطوں کے جواب میں لکھا تھا وھوہذا۔ اما ماذکرت منازل الخلفاء و فضائلهم فنقول نحن و جدنا افضلهم فی دین الله ابا بکر العتیق والصدیق ثم عمر الفاروق الذی لا یخاف فی الله لومته لائم ثم ذی النورین عثمان الذی یستحی منه الملئکته ولعمری ان مکانهم فی الاسلام تعظیم فرحمهم الله الخ (اصفہانی شرح نہج البلاغت جلد اول جزو ۱۴ مولوی سلطان شیعہ)

یعنی اے امیر معاویہ تو مجھے مراتب و فضائل خلفا کے یاد دلاتا ہے ہم نے دین کے جاری کرنے میں جملہ خلفا سے افضل حضرت ابابکر عتیق و صدیق کو پایا ہے پھر حضرت عمر میں جو جاری کرنے احکام دین میں کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے۔ پھر حضرت عثمان ذولنورین ہیں جن سے ملا ئکہ مقربین حیا کرتے تھے۔ ان پر اللہ تعالٰی کی رحمت ہو اور اچھے اجر ان کو ملیں آمین۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بارے میں یاد دلانا تیرا پس خدا کی قسم ہے اصل قاتلین تو دار عثمان میں ہی قتل کئے گئے تھے اور وہ دونوں قنبرہ و سودان ہیں۔ اور ماسوا ان کے محاضرین وغیرہ نے توبہ کرلی ہے اور تو میری بیعت سے انکار مت کر۔

تحفہ اشعریہ مطبع یوسفی مقصد اول صفحہ ۴۴۷ بروایت کشف الغمہ و نقل از مجمع الاحناف سنی مسئل الامام ابو جعفر علیہ السلام من حلیته السیف هل یجوز فقال نعم قال حلی ابابکر الصدیق سیفه فقال الراوی اتقول فکنا فوثب الامام علی مکانه فقال نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یکن له الصدیق فلا صدق الله قوله فی الدنیا والاخرة

حاشیہ

ا۔ نہج البلاغتہ ۷ ج ۳ مطبوعہ بروایت لبنان معہ حاشیہ شیخ محمد عبدہ۔

حضرت امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد یعنی امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا گیا۔ کہ آیا تلوار کو زیور سے آراستہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا اپ نے ہاں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تلوار کو آراستہ کیا تھا زیور سے پس کہا راوی نے آیا تم کہتے ہو ایسا یعنی کیا آپ بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ پس اچھل پڑے امام اپنی جگہ سے پس آپ نے تین دفعہ کہا۔ ہاں میں کہتا ہوں صدیق۔ پس جو کوئی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ کہے۔ اور نہ جانے۔ نہ سچا کرے اللہ اس کے قول کو دنیا و آخرت میں۔ یعنی ان کی صدیقیت کا منکر دو جہاں میں جھوٹا ہے اور جھوٹے کی سزا خدا کے نزدیک لعنت ہے۔

فیصلہ باغ فدک

کتب شیعہ میں لکھا ہے کہ مال انبیاء کا صدقہ کا حکم رکھتا ہے۔ چنانچہ کافی کلینی کتاب شیعہ الفصل و الجل باب صفت العلم بروایت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوراس کی شرح شافی میں ہے۔ ان الانبیاء لم یرثوا درهمًا ولا دینار و انما یرثوا من احادیثهم فمن اخذ بشئی منها فقد اخذ حظا یعنی از انبیاء ہرچہ باقی ماندہ اگرچہ ترکہ است دراں ترکہ حکم نیست اور کتب فریقین میں لکھا ہے کہ خاتون جنت نے خلیفہ اول کو بذریعہ قاصد طلب کر کے روبرو اپنی زوج و ابن عباس کے دربارۂ باغ فدک گفتگو کی اور خلیفہ اول نے ان کے جواب میں یہ حدیث بیان کی۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم لانرث ولا نورث ما ترکناہ صدقتہ اور حاضرین کو کہا کہ تم نے یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی سنی ہے یا نہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ بے شک ہم نے سنی ہے۔ تب خاتون جنت نے سکوت اختیار کیا۔ اور کتاب نہج الکرام میں شیخ ابن مظہر علی نے لکھا ہے کہ خاتون جنت کے وعظ پر خلیفہ اول نے باغ لکھ کر واپس کر دیا۔ وہوہذا

لما وعظت فاطمته ابا بکر فی فدک کتب لها کتابًا اور کتاب نہج البلاغت جلد اول جزو۴ میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ اول سے روایت کی۔ وہوہذا و غضب علی علیہ السلام فی بیعتہ ابی بکر وقال ما غضبت الا فی المشورة فی بیقتہ ابی

بکر وقال ما غضبت الا فی المشورة وانا لنری لنری ابا بکر احق لناس لھا ام لصاحب الغار وانا لنعرف له سنه ولقد امره رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه و آله وسلم بالصلوة بالناس وھو حیی۔ یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت میں اظہار ناراضگی فرمائی اور کہا یہ اس واسطے ہے کہ میں مشورہ میں نہیں بلایا گیا کہ حضرت ابو بکر سب لوگوں سے بڑھ کر اس کے حق دار ہیں۔ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ عمر میں بڑے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی زندگی مبارک مین ان کولوگوں کا امام نماز بنایا۔

اصحاب ثلاثہ کا باایمان ہو کر داخل خلد ہونا

وعداللّٰہ الذین امنوا منکم و عملو الصلحت یستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین ا۔ وعدہ کیا اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم سے اور کام کئے اچھے البتہ خلیفہ کرے گا ان کو بیچ زمین کے خلیفہ کیا تھا ان لوگوں کو کہ پہلے ان سے تھے اور البتہ ثابت کردے ۲۔ گا واسطے ان کے دین ان کا۔

اور علاوہ اس کے یہ طعن جو شیعہ کا ہے کہ اصحاب ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم منافق ہو کر فوت ہوئے اس کے جواب میں یہی ایک آیت کافی ہے۔ لئن لم ینته المنفقون والذین فی قلوبھم مرض والمرجفون فی المدینته لنغرینک بھم ثم لا یجاور ونک فیھا الا قلیلا ملعونین اینما ثقفوا اخذوا و قتلو تقتیلاً ۳۔ یعنی البتہ اگر باز رہیں گے منافق اپنی شرارت سے اور وہ لوگ جو بیچ دل ان کے بیماری ہے اور بد خبر اڑانے والے بیچ شہر مدینہ کے البتہ پیچھے لگادیں گے تجھ کو ان کے پھر نہ ہمسایہ رہیں گے تیرے بیچ اس کے مگر تھوڑے دنوں لعنت مارے جہاں

حاشیہ

ا۔ سورۂ نور آیت ۵۵

۲۔ یعنی ان کے لئے ان کے دین کو جمادے گا

۳۔ سورۂ احزاب آیت ۲۰-۲۱

پائے جائیں پکڑے جائیں اور قتل کیے جائیں خوب قتل کرنا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ایمان کامل اور باایمان فوت ہونے پر یہ قول ہے هما اما مان عادلان قاسطان کانا علی الحق و ماتا علی الحق رحمهما اللہ تعالٰی فی یوم القیامته (از کتاب احقاق الحق شیعہ) یعنی وہ دونوں امام عادل تھے۔ (ابو بکر صدیق و عمر فاروق) صاحب انصاف دونوں حق پر تھے۔ اور دونوں حق پر مرے اللہ تعالیٰ ان کو اپنی مہربانی سے رحمت کرے قیامت کے دن تک۔

سوال: حضور علیہ السلام کی اولاد کس قدر تھی کتب شیعہ سے جواب دو؟

جواب: تین بیٹے اور چار بیٹیاں' اصول کافی مطبوعہ' مطبع نو لکشور باب مولد النبی صلی اللہ تعالیٰ وآلہ وسلم صفحہ ۲۷۸ تصنیف امام محمد بن یعقوب کلینی میں بایں طور لکھتے ہیں۔ و تزوج خدیجته وهو ابن ربع و عشرین سنته فولدله منها قبل المبعث القاسم و رقیته و زینب و ام کلثوم و ولدله بعد المبعث الطیب و الطاہر و الفاطمته علیها السلام یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا۔ جب اپکی عمر مبارک قریباً ۲۵ سال کی تھی اور آپ کی اولاد پہلے نبوت کے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے قاسم و رقیہ و زینب و ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوئی اور بعد از نبوت حضرت طیب' طاہر و فاطمہ سلام اللہ علیہا پیدا ہوئیں۔ اور اسی طرح کتاب نخبتہ الاخبار صفحہ ۳۶ مطبع عین الفیوض اور کتاب حد تحقیق صفحہ ۸ میں بعینہ بایں طور لکھا ہے۔ شرف دامادی میں حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما شریک ہیں۔ کیونکہ ان کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے دو بیٹیاں دیں کہ وہ دونوں حضرت خدیجتہ الکبری کے پیٹ سے تھیں۔ نقل از اعتساف صفحہ ۱۵۹۔

غیر مقلدوں کے خیالات کی تردید

افسوس اس ملک ہندوستان میں غیر مقلدین فرقہ محدثہ نے اس قدر احناف کی مخالفت میں کتابیں طبع فرمائی ہیں کہ جن کے دیکھنے سے ہر ایک ایماندار ذی شعور کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور الامان کہنا پڑتا ہے۔ چنانچہ ان میں سے ایک آدھ رسالہ بطور نمونہ آپ دیکھ سکتے ہیں۔ (بوئے غسلین از قطرات عشرین اور دوسرا بوئے سرگین) ان میں آئمہ دین، مجتہدین، متقدمین، متاخرین اور سلف صالحین پر طعن و تشنع کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں رکھا اور اپنے زعم میں عالم و فاضل و اہل حدیث ہونے کا دعوی بھی کر دیا۔ خدا کی پناہ ایسے اہل حدیثوں سے اور جو کچھ کہ ان کی زبان سے نکلا۔ چند جملات ان کے بطور مشتے نمونہ از خروارے درج کئے جاتے ہیں تاکہ ناظرین کو یقین آجائے اور وہ یہ ہیں۔

☆ اول، فقہ کو جلا دینا چاہیے۔

☆ دوم، کتب اصول فقہ حنفیہ وغیرہ کو خندق کھود کر دفن کر دینا چاہئے۔

☆ سوم، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح متداولہ کتب کو جلانا چاہئے۔

☆ چہارم، کتب متداولہ [۱] من الناس کے پڑھنے سے ایمان بالکل خارج ہو جاتا ہے۔

☆ پنجم، حنفی لوگ صحابہ کرام کی اتنی عزت بھی نہیں کرتے کہ جس قدر اجمیر کے مجاوروں کی جاتی ہے۔

☆ ششم، امام صاحب کے نزدیک مشت زنی واجب اور سود لینا غلام سے مولا کو جائز اور سور کے بال پاک اور محرمات ابدیہ کے ساتھ نکاح کر کے وطی کرنے سے حد لازم نہیں آتی۔ اور ان کے نزدیک شراب حلال کتے کے چمڑے پر نماز پڑھنا جائز۔ امام صاحب لاعلم تھے۔ چند حدیثیں جانتے تھے اور امام صاحب مرجیہ

حاشیہ

[۱] یعنی رائج درس ہیں حنفیوں کے درسوں میں پڑھائی جاتی ہیں۔

تھے۔ علی ہذا القیاس۔ کسی بزرگ نے کیا سچ فرمایا ہے

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکاں کند ۱۔

بندہ نے بفضل تعالیٰ در جواب (بوئے غسلین از قطرات عشرین) کتاب (جرعہ غسلین در حلق مقلدین) تیار کی ہے۔ جو عنقریب انشاء اللہ چھپنے والی ہے اور اس جگہ صرف فرقہ محدثہ کی خدمت میں آداب سے عرض کرتا ہوں کہ تم جو کہتے ہو کہ تمام کتب فقہ کو جلا دینا چاہئے ان میں ضعیف اور بناوٹی باتیں ہیں اور بہت سے مسائل امام صاحب نے بر خلاف قرآن و حدیث بیان کئے ہیں اور امام صاحب بھی مرجیہ تھے' سو اس بارے میں عرض ہے کہ بالفرض آپ کی بے ثبات باتوں کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر فرمائیں کہ آسمانی کتاب کے علاوہ کون سی کتاب ہے کہ جس پر عمل کیا جائے۔ اگر کہو کہ سب صحاح ستہ صحیح ہیں کیونکہ اس پر اجماع مومنین کا ہو چکا ہے تو میں کہتا ہوں کہ یہ بات بھی من گھڑت ہے اور بے دلیل کیونکہ اول تو اجماع مسلمین سے آپ پہلے ہی دستبردار ہو چکے ہیں اور کوئی حدیث بھی ان کے صحیح ہونے پر شاہد نہیں ۲۔ اور نہ ہی ان پر اجماع مومنین کا ہوا ہے ۳۔ اور نہ ہی کتب صحاح ستہ ضعیف سے خالی ہیں۔

حاشیہ

۱۔ یہ شعر مولانا رومی کا ہے۔ رحمتہ اللہ تعالیٰ۔

۲۔ یعنی غیر مقلدین حضرات جو عمل بالحدیث کے دعوی دار ہیں اور کہتے ہیں کہ صحاح ستہ کے علاوہ کسی کتاب حدیث میں موجود حدیث کو ہم نہیں مانتے وہ اس پر کوئی حدیث بطور گواہ کے نہیں پیش کر سکتے کہ صحاح ستہ کے علاوہ کسی بھی کتاب کی حدیث کو نہ مانو۔ قادری

۱۔ مطلب یہ کہ ان کی ایک ایک حدیث کی صحیح و معتبر ہونے پر کوئی اجماع نہیں اور ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ ان میں ضعیف احادیث بھی ہیں جو فضائل میں مانی جاتی ہیں یا تعدد طرف سے قوی ہو کر احکام کے اثبات میں کام آتی ہیں۔

قادری

شرح نخبتہ الفکر مطبوعہ دہلی صفحہ ۲۹ میں لکھا ہے۔ ان الرجال الذین تکلم فیھم من ارجال مسلم اکثر عدداً من الرجال الذین تکلم فھم من رجال البخاری یعنی بخاری کے وہ رجال جس میں کلام کی گئی ہے وہ مسلم کے رجال سے زیادہ ہیں اور علامہ ملا علی قاری نے اس مقام پر یوں تشریح فرمائی ہے فان الذین تفرد البخاری بھم اربع مائتہ و خمستہ و ثلثون رجلا والمتکلم فیھم بالضعف نحو من ثمانین رجلا والذین افردبھم مسلم ست مائتہ و عشرون رجلا والمتکلم فیہ منھم مائتہ و ستون رجلا علی الضعف۔ کناذکرہ البخاری فی شرح الفیہ العراقی نقل از فتح المبین یعنی جن سے امام بخاری نے روایت کی ہے وہ چار سو پینتیس (۴۳۵) آدمی ہیں۔ جس میں قریباً اسی (۸۰) آدمی ضعیف ہیں۔ اور جن سے مسلم روایت کی ہے وہ چھ سو بیس (۶۲۰) آدمی ہیں جن میں سے ایک سو ساٹھ (۱۶۰) آدمی ضعیف ہیں۔ اور علاوہ ان کے ترمذی و نسائی و ابن ماجہ وغیرہ کتب احادیث کا تو ذکر ہی کیا صرف بخاری و مسلم شریف کا حال ملاحظہ فرمائیے۔ ان میں ایسی ایسی حدیثیں ہیں کہ جن کے ذکر کرنے سے انسان کو شرم آتی ہے۔ ؎۱

چنانچہ کہانی بندر کی اور بدون انزال صحبت کرنے ساتھ عورت کے غسل کا لازم نہ ہونا اور صحابہ کا متعہ کرنا اور اصحاب ثلاثہ کا باہمی جھگڑنا اور حضور ﷺ اور ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ناراض ہونا اور حضور ﷺ کا پانی نجس کا استعمال کرنا وغیرہ وغیرہ فرمائیے کیا یہ تمام باتیں بناوٹی نہیں ؎۲؟ یا

حاشیہ

؎۱ یعنی گران حدیثوں کی اگر کوئی تاویل و توجیہ معقول نہ کی جائے اور ان کے وہی ظاہری معنی لئے جائیں قطعاً درست نہ ہو اس لئے شارحین نے ان کی معقول و مناسب تاویلات و توجیہات کر کے ان کے صحیح مطلب و درست مفاہیم بہتا دریا ہیں یوں ہی فقہ حنفی کی کتابیں ہوں یا فقہ شافعی و غیرھما کی سب میں کہیں ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جو بظاہر درست معلوم نہیں ہوتی تو ان کی بھی تاویلات کر کے ان کے درست مفہوم نکالا گیا ہے لہٰذا اعتراض ختم ہو جاتا ہے۔

؎۲ یعنی اگر ان کی تاویلات نہ کی جائیں تو وہ درست قرار نہ پائیں گی۔ فتاوی

خلاف قرآن مجید نہیں؟ ا۔ اور ان کے سوا بخاری و مسلم شریف میں ایک بڑی جماعت فرقہ شیعہ و قدرہ و خارجیہ و مرجیہ کی بھی ہے جن سے انہوں نے روایت کی ہے۔ کیا اب معترضین کے خیال کے مطابق ان تمام صحاح ستہ کو جلا دینا چاہئے۔ یا خندق کھود کر دفن کر دینا چاہئے۔ کیا ان کی پڑھنے سے ایمان خارج ہوجاتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک ایسا تو کسی مسلمان کا حوصلہ نہیں پڑتا اور نہ کوئی مسلمان کتب فقہ کے بارہ میں ایسا خیال کر سکتا ہے۔

بناشد نکتہ گیری آدمیت

کہ کار سگ بود آہو گرفتن

اور اگر کہو کہ ان میں کوئی حدیث ضعیف وغیرہ نہیں بلکہ تمام صحیح اور قابل عمل ہیں تو پھر اگلی پچھلی باتیں سب کھل جائیں گی۔ پس ہمارا منہ نہ کھولو۔ لو صرف اس جگہ اظہار حق نہ بطور سوئے ظن چند راوی بخاری و مسلم کے نقل کر دیتا ہوں۔ اور ایک ایک حدیث بھی لکھ دیتا ہوں تاکہ کسی کو انکار کی گنجائش نہ رہے۔ نقل کفر کفر نباشد۔

بخاری شریف کے شیعہ راوی۔ اسمٰعیل بن ابان شیعہ ۲۔ دیکھو کتاب تہذیب التہذیب جزو اول۔ نمبر ۲ خالد بن مخلد ۳۔ انطوا کی شیعہ کتاب ایضاً جزو ثالث۔ نمبر ۳ سعید بن عثرو جزو رابعہ کتاب ایضاً۔ نمبر ۴ جریر بن عبدالحمید جزو ثانی کتاب ایضاً۔ نمبر ۵ سعید بن فیروز جزو رابعہ کتاب ایضاً۔

بخاری شریف کے قدریہ راوی۔ نمبر ۱ ثور بن یزید ثقہ تو ہے لیکن اس کے قدریہ ہونے میں کسی کو

حاشیہ

ا۔ جس قدر بھی ایسی حدیثیں ہیں جنھیں بہ ظاہر قابل اعتراض مواد ہے یا جو بہ ظاہر قرآن منافی ہوتی ہیں ان سب کے علماء نے جوابات دے دیے یعنی تو ان کی تاویل ہے یا وہ منسوخ ہیں۔ قادری

۲۔ اس کے شیعہ ہونے کا قول جو زجانی کا تابع جو خود ناصبی تھا لہٰذا اس کی طرح معتبر نہیں ہے نیز نام میں اشتباہ ہے (مقدمہ فتح الباری ۔۱۶ج ۴)

۳۔ یہ خالد بن مخلد القطوانی یہو شیعہ تھا مگر رافضی دشمن خلفاء ثلاثہ نہ تھا اور نہ ہی ان کی شان میں سو ادبی کرتا تھا یعنی متعث تھا نہ ہی اپنے خیالات یا مذہب کی کسی کو دعوت دیتا تھا ثقہ و معتبرا (مقدمہ)

شک نہیں۔ تہذیب التہذیب جزو ثانی۔ نمبر ۲ حسان بن عطیۃ المحاربی قدریہ تھا۔ زکریا بن اسحاق قدریہ تھا' کتاب ایضاً جزو ۳۔ نمبر ۳ حسن بن زکوان قدریہ تھا کتاب ایضاً جزو ثانی۔ نمبر ۴ سعید بن عبدالعزیز قدریہ کتاب ایضاً جزو ثالث۔ نمبر ۵ عبداللہ بن عمر قدریہ تھا کتاب ایضاً جزو ۵۔

بخاری شریف کی جہمیہ راوی۔ نمبر ۱ بشیر فسری جہمیہ تھا ۱۔ کتاب میزان الاعتدال صفحہ نمبر ۱۴۸۔ قطر بن خلیفہ تہذیب التہذیب جزو ۵۔ نمبر ۳ یحیٰ بن صالح ابو حاظی جہمی تھا کتاب ایضاً و علی بن الجو جہمی تھا۔ کتاب ایضاً۔

بخاری شریف کے راوی جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دشمن تھے۔ اسحاق بن سوید العددی' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دشمن تھے۔ اسحاق بن سوید العددی' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کیا کرتا تھا۔ کتاب ایضاً جزو ثانی۔ نمبر ۳ حصین بن الوطی کتاب ایضاً جزو ۲۔ نمبر ۴ قیس بن حازم کا بھی یہی حال تھا۔ کتاب ایضاً جزو ۸۔

بخاری شریف کے خارجی راوی نمبر ۱ عکرمتہ ۲۔ مولیٰ بن عباس خارجی تھا۔ تہذیب التہذیب جزو سابع۔ نمبر ۲ داؤد بن الحصین مدنی خارجیوں کا مذہب رکھتا تھا۔ کتاب ایضاً جزو ثالث۔

بخاری شریف کے مرجیہ راوی۔ نمبر ۱ شبابہ بن سوار الفزاری مرجیہ تھا تہذیب التہذیب جزو رابعہ۔ نمبر ۲ عبدالحمید بن عبدالرحمن الحمانی مرجیہ تھا۔ کتاب ایضاً جزو ۶۔ نمبر ۳ عثمان بن غیاث البصری مرجیہ تھا۔ کتاب ایضاً جلد جزو ۷۔ نمبر ۴ عمر بن ذرالہمدنی مرجیہ تھا۔ کتاب ایضاً جزو ۱۱۔ نمبر ۶ یونس بن ابی بکر مرجیہ تھا۔ کتاب ایضاً جزو ۱۱۔ نمبر ۷ ابراہی تعلمی مرجیہ تھا۔ و سالم بن عملان و قیس بن المسلم الجدلی و خالد بن یحیٰ

حاشیہ

۱۔ یہ صحیح نام بسر بن السری ان پر جہمی ہونے کا الزام غلط ہے امام ابن معین کہتے ہیں میں نے ان کو دیکھا کہ کعبہ معظم کے سامنے کھڑے ہو کر ان لوگوں کو بد دعائیں دے رہے تھے (مقدمہ ص ۱۱۹ ج ۲)

۲۔ عکرمہ پر خارجی ہونے کا الزام ثابت نہیں ہو سکا ان پر یہ الزام یہ تھا کہ یہ امراء کے ہدیے قبول کرتے تھے امام بن حجر فرماتے ہیں۔ یہ الزام ان لوگوں کی طرف سے تھا جو بلاوجہ شدت پسندی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور جمہور علماء کے نزدیک یہ ناجائز بات نہیں اور نہ ہی عیب ہے (مقدمہ ص ۱۳۹ ج ۲)

بن صفوان و بشیر بن محمد الحیبانی و ابراہیم بن طمان تقریب التہذیب جزو اول۔ ایوب دب عایذ الطائی کتاب الضعفاء۔ الصغیر البخاری صفحہ ۵ اور امام بخاری کے استاد سلیمان بن مہران اور ابراہیم نخعی بھی دونوں مرجیہ مذہب کے تھے۔ جن کے ذکر سے بخاری وغیرہ کتب حدیث بھری ہوئی ہیں۔ دیکھو بخاری باب ظلم دون ظلم

حدثنا بشر ن خالد قال حدثنا محمد عن شعبته عن سلیمان عن ابراہیم عن علقمته عن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لما نزلت الذین امنو لم یلبسوا ایمانھم

پس اس میں سلیمان بن مہران و ابراہیم نخعی دونوں کا ذکر موجود ہے۔ [1]

حدثنا احمد بن ابی جریح قال حدثنا شبابتہ باب صلوۃ علی نفسہاء حدثنا محمد بن ابی بکر قال حدثنا ابی یحییٰ الحمانی (بخاری حسن الصوت بالقراۃ) و حدثنا ابو نعیم قال حدثنا عمر بن ذر (بخاری باب اذا دعی الرجل فجاھل ایستاذن) حدثنا عبدان قال اخبرنی ابی عن شعبتہ عن عمر و بن مرۃ (بخاری علامہ الحب فی اللہ) و من محمد بن یوسف حدثنا ورقاء عن ابی نجیم (بخاری باب الشک شاۃ)

مسلم شریف کے ضعیف راوی نمبر ۱ احمد بن عبدالرحمن بن وہب کا حافظہ اخیر میں خراب ہو گیا تھا۔ تقریب صفحہ ۲۔ نمبر ۲ ابان بن تغلب یہ شیعہ ہونے کی وجہ سے کلام کیا گیا ہے۔ تقریب صفحہ ۱۱۔ نمبر ۳ ابراہیم بن مہاجرین جابر کا حافظہ خراب تھا تقریہ صفحہ ۱۶۔ نمبر ۴ ابراہیم بن یوسف ابن اسحاق نہایت وہمی تھا۔ تقیرب صفحہ ۱۷۔ اسحاق بن منصور السلولی۔ اس میں شعیہ ہونے کا کلام ہے۔ تقریب صفحہ ۲۱۔ اسمٰعیل

حاشیہ

[1] یاد رہے کہ اس قسم کے لوگوں پر جن پر غیرسنی المذہب ہونے کے الزامات تھے امام بخاری کا روایت کرنا اس حدیث صحت کے خلاف نہیں کیونکہ اکثر و بیشتر ایسے راویوں کے مدنی خارجیوں کی روایات امام صاحب بطور شاہد کے لاتے نہیں۔ بلکہ جمہور محدثین تو اس پر متفق ہیں کہ بخاری و مسلم کے تمام راوی عادل ہیں امام ابو الحسن مقدسی فرماتے ہیں کہ بخاری و مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں جس راوی روایات کی اس راوی نے ایک پل عبور کر لیا معنی اس پر جرح قبول نہ کی جائے گی۔ (مقدمہ ۱۱۱ ج ۲)

بن ریان الورق اس میں بھی شیعہ ہونے کا کلام ہے۔ تقریب صفحہ ۲۳۔ اسمٰعیل بن رافع کا حافظہ ضعیف تھا تقریب صفحہ ۲۴۔ اسمٰعیل بن ریاح مجہول تقریب صفحہ ۲۴۔ اسمٰعیل بن عبداللہ زبانی بیان کرنے سے خطا کیا کرتا تھا تقریب صفحہ ۲۵ اسمٰعیل بن ابی کرتبہ شیعہ اور وہمی تھا۔ تقریب صفحہ ۲۵۔ اشعث بن سور الکندی ضعیف تقریب صفحہ ۲۷ الغرض جب بخاری و مسلم کا یہ حال ہے تو پھر کس لیے ان کو پایہ اعتبار سے ساقط تصور نہ کیا جائے گا۔ جواب دو؟ ا۔ اور باقی حال کتب صحاح ستہ کا دوسری جلد میں واضح کر دیا جائے گا۔ جو عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہونے والی ہے اور اگر فی الحال معترضین کو مفصل حال دیکھنا منظور ہو تو کتاب الجرح علی البخاری الاقوال الصحیحہ اخبار اہل فقہ پرچہ ۶ ذ۔عقد ۲۷ ۱۳۲۷ھ صفحہ ۴ کو مطالعہ کریں۔

مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امر تسری کا اعتقاد

(منقول صفحہ ۲۷ کالم ۲۔ اخبار اہلحدیث امر تسر مورخہ ۹؍۱۶ ستمبر)

سوال ۲۵۱: ایک شخص نے اپنے جد کی زوجہ سے نکاح کیا اور عورت منکوحہ سے ہم بستر ہو کر مجامعت کیا۔ اور بعد چند روز کے اس منکوحہ کو حمل رہا۔ اسی حمل سے لڑکا پیدا ہوا اب علمائے شریعت اس بارہ میں کیا حکم صادر فرماتے ہیں؟ نکاح ہوا یا نہ۔ لڑکا کس کی جانب قرار دیا جائے گا اس کے شوہر پر نان نفقہ واجب ہوگا یا نہیں؟

جواب ۲۵۱: بحکم لا تنکحو مانکح اباء کم حقیقی والد کی منکوحہ والدہ سوتیلی والدہ سے نکاح کرنا تو منع ہے مگر جد (دادا) کی منکوحہ کی حرمت منصوص نہیں اس لئے نکاح مذکور صحیح ہوگا۔ بچہ بھی صحیح۔

حاشیہ

ا۔ حضرت مصنف علیہ الرحمتہ نے جو صحیحین کے راویوں پر جرح فرمائی ہے یہ غیر مقلدین پر الزامی جرح ہے جو کہتے ہیں کہ صحاح ستہ کے علاوہ ہم کسی کتاب کی حدیث کو نہیں مانتے حالانکہ ان کا یہ کہنا غلط ہے اصل تو یہ کہ حدیث صحیح ہو پھر جس قسم کا مسئلہ اس کے ثبوت کے لئے اس درجہ کی حدیث ہی کافی ہے لہٰذا فضائل میں ضعیف حدیثیں بھی حجت ہیں مصنف کا مقصد بخاری و مسلم یا صحائے ستہ پر طعن نہیں ہے بلکہ یہ غیر مقلدین کو الزام کا جواب دینا ہے۔

قادری

جلد دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال : قرآن مجید میں کتنے فیصلے اور کتنے احکام ہیں؟ اور امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے قرآن و حدیث شریف سے کتنے مسائل استنباط کئے ہیں؟

جواب : قرآن مجید میں صرف تیرہ فیصلے ہیں جو خداوند عالم نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے دریافت کرنے پر معلوم کرائے جیسے یسلونک عن المحیض وغیرہ اور قرآن مجید میں صرف پانچ سو احکام ہیں اور احادیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین ہزار مسائل ہیں۔ ۱۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند مسائل نکالے۔ اس طرح سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند مسائل اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند مسائل نکالے اور اجماع صحابہ و تابعین وغیرہ سے چند مسائل ثابت ہیں۔ یہ کل مسائل چار ہزار کے اندر ہیں غور کرو کہ امام اعظم ابو حنیفہ نے ان مسائل کے سوائے پانچ لاکھ مسائل قرآن اور حدیث اور اجماع اور اپنے قیاس سے استخراج کئے، جن کے تراسی ہزار قواعد کلیہ ہیں۔ ۲۔ ان تمام مسائل کو امام محمد نے ظاہر

حاشیہ

۱۔ قرآن مجید میں پانچ سو احکام اور حدیث میں تین ہزار یہ ظاہر کے لحاظ سے ہیں لیکن باطن کے لحاظ جو غور و فکر، تدبر اور استدلال سے حاصل ہوتے ہین ان کا تو کوئی شمار نہیں ہے کہتے ہیں "فکر ہر کس بقدر ہمت اوست" کہ ہر شخص کی سوچ اس کی قدرت و ہمت کے مطابق ہوتی ہے۔ جس قدر کسی کا علم و تقوی زیادہ ہوگا اسی قدر اسے قرآن و سنت سے زیادہ علم اور زیادہ احکام حاصل ہوں گے۔ قادری

۲۔ اصل میں یہ بھی صحابہ کرام اور جلیل القدر تابعین عظام کا فیض ہے اور ان کی صحبت کی برکت ہے جن سے امام صاحب نے علم حاصل کیا۔ باقی آئمہ اجتہاد بھی صحابہ و تابعین و اتباع تابعین ایسے ان کے اساتذہ کی برکلت ہیں۔ سب ایک ہی سمندر کی ندیاں ہیں جنہوں نے فروغ مشرق و مغرب کو علم سے سیراب کر ڈالا۔ قادری

الروایت میں جمع کیا اور یہی پانچ لاکھ مسائل ہدایہ وقایہ و کنزالدقائق وغیرہ کتب فقہ میں درج ہیں۔ (نقل از کتاب تصریح الاوثق صفحہ ۲۶۲)

سوال: قرآن مجید و حدیث شریف و فقہ میں کچھ تفاوت ہے یا نہیں؟

جواب: کتاب فتح المبین کے صفحہ ۲۰ میں لکھا ہے کہ ماخذ فقہ کا قرآن مجید و حدیث شریف ہے۔ پس فقہ اور حدیث میں فقط تغائر اسمی ہے مسمی ایک ہے یا فرق اجمال و تفصیل کا ہے حاصل دونوں کا ایک ہی ہے۔ کلیات اور جزئیات کا فرق ہے۔ مدعا ایک ہے غرض اس قسم کی مغائرت حقیقت مغایرت سے نہیں۔ علی ہذا القیاس۔ [۱]

فقہ شافعی و مالکی و حنبلی بھی ہرگز قرآن کے مخالف نہیں۔ بے شک حنفیہ کے نزدیک اس حدیث پر چلنا جائز نہیں جو موؤل [۲] اور منسوخ ہو گو وہ بخاری و مسلم میں کیوں نہ ہو۔

سوال: دین اسلام میں اصول کتنے ہیں؟ اور منکر اجماع امت و قیاس مجتہد کس گروہ میں شمار کیا جاتا ہے؟

جواب: دین اسلام میں چار اصول ہیں۔

(۱) قرآن مجید
(۲) حدیث شریف
(۳) اجماع امت
(۴) قیاس مجتہد

جیسا کہ توضیح وغیرہ کتب دنیہ میں مذکور ہے۔ الادلتہ الشرعیتہ علی اربعتہ ارکان الکتاب ثم السنتہ ثم الاجماع ثم القیاس یعنی اولہ شریعت چار ہیں۔ (۱) کتاب (۲) حدیث

حاشیہ

۱۔ یعنی ان میں ذاتی طور پر غیریت نہیں ہے۔ قادری

۲۔ موول جس کے ظاہری معنی مرادنہ نہ ہوں تو ظاہری معنوں کے اعتبار سے اس پر عمل کرنا درست نہیں ہوگا۔

(۳) اجماع (۴) قیاس اور اجماع و قیاس مجتہد کا ثبوت قرآن مجید و احادیث شریف سے ثابت ہے۔ چنانچہ اس آیت کریمہ میں ہے۔ ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدی و یتبعہ غیر سبیل المومنین ونوله ما تولی و نصله جهنم وسائت مصیراً (سورۃ النساء پارہ پنجم) یعنی اور جو مخالفت کرے رسول کی اس کے بعد کہ اس پر ہدایت کھل چکی اور چلے مسلمانوں کے راستہ کی سوا دوسرے راستہ پر تم ہم اس کو چلائیں گے اسی راستہ پر جس پر وہ چلا۔ اور اس کو دوزخ میں جھونک دیں گے اور وہ بری جگہ ہے۔

اور مشکوۃ جلد اول کتاب العلم فصل ثانی بروایت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا بایں الفاظ حدیث مذکور ہےقال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم العلم ثلثته ایته محکمته او سنته ائمته او فریضته عادلته (ترجمہ) یعنی فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ علم تین ہیں جن کو ماننا ہر مسلمان کو ضروری ہے۔ اول آیت مضبوط' دوم سنت یعنی حدیثیں' سوم فریضہ عادلہ یعنی اجماع امت و قیاس مجتہد اور اسی حدیث کے حاشیہ پر غیر مقلد صاحب مہداۃ صفحہ ٦٦ میں بایں طور لکھتے ہیں۔ اور وہ بعینہ عبارت یہ ہے کہ یعنی فریضہ عادلہ اشارہ ہے جو اجماع اور قیاس جو کتاب اور سنت سے نکلا ہو۔ فریضہ اس کو اس لئے کہا کہ اس پر عمل واجب ہے جیسے کتاب و سنت پر اور معنی عادل کے بھی یہی ہیں۔ اور اس حدیث کے حاصل معنی یہ ہوئے کہ اصول دین کے چار ہیں کتاب و سنت و اجماع جو ان کے سوا ہیں وہ زائد ہیں۔

انتھی اور کتاب ترمذی میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے ان اللہ لا یجمع امتی او قال امته محمد صلی اللہ علیه وسلم علی ضلالته یعنی فرمایا آپ نے میری امت نہ اکٹھی ہوگی گمراہی پر۔ اور امام بخاری کتاب الاعتصام بالسنۃ فضائل حرمین جلد ثانی میں بھی بایں طور حدیث بیان کرتے ہیں باب ما ذکر النبی صلی اللہ علیه و سلم رخص علی اتفاق اهل العلم وما اجمع علیه الحرمان مکته والمدینته یعنی زکر کیا نبی علیہ السلام نے اور ترغیب دی اہل علم پر کہ جس پر اجماع کیا حرمین مکہ اور مدینہ والوں نے اور اس کے حاشیہ پر علامہ کرمانی نے اس طرح لکھا ہے۔

وقل مالک اجماع اھل المدیننه حجته یعنی کہا امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے کہ اجماع اہل مدینہ والوں کادلیل شرعی ہے اور اس سے انکار کرنا محض جہالت ہے اور قیاس مجتہد کا ثبوت بھی قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے پایا جاتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی البصار یعنی بعد ذکر کرنے قصہ کفار کے فرمایا اللہ تعالیٰ نے پس عبرت حاصل کرو اے عقل والو اور اس کے تحت میں بڑے بڑے علمائے دین، مفسری مانند فخرالدین رازی تفسیر کبیر میں اور صاحب مدارک و معالم بایں طور تفسیر بیان کرتے ہیں۔

فاتعظوا بحالھم فلا تعتروا ولا تعتمدوا علی غیر اللہ سبحانه واستدل به علی ان القیاس حجته یعنی نصیحت پکڑو حال ان کے سے اگر تم بھی ایسا کرو گے تو تمہارا بھی یہی حال ہوگا اور نہ عذر کرو اور نہ بھروسا کرو اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی پر اور یہی دلیل ہے قیاس مجتہدین پر۔

سورۃ انبیا میں ارشاد ہے و داود و سلیمان اذ یحکمن فی الحرث اذنفشت فیه غنم القوم وکنالحکمھم شھدین ففھمنھا سلیمان وکلا اتینا حکمًا و علمًا اور یاد کرو تم داود اور سلیمان کو جب دونوں فیصلہ کرنے لگے ایک کھیت کے بارے میں جب شب کے وقت اس میں چر گئیں کچھ لوگوں کی بکریاں ان کا فیصلہ ہمارے رو برو تھا۔ اور ہم نے فیصلہ سمجھا دیا سلیمان کو اور ہر ایک کو عطا کیا تھا ہم نے حکم یعنی پیغمبری اور علم۔

یعنی حضرت داود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک قوم کی بکریاں رات کے وقت آکر ایک قوم کی کھیتی کو کھا گئیں اور یہ مقدمہ حضرت داود علیہ السلام کے پیش ہوا۔ آپ نے کھیتی والوں کو بکریاں دلوا دیں اور جب یہ امر حضرت سلیمان علیہ السلام پر واضح ہوا تو آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ کھیتی والے بکریوں کے دودھ سے اس وقت تک نفع اٹھائیں جب تک کہ کھیتی اپنی اصلی حالت پر نہ آجائے۔

اور حدیث کتب صحاح ستہ و معالم میں بایں طور مسطور ہے کہ دو عورتوں کے ہمراہ ان کے دو بیٹے تھے اتفاقاً ایک عورت کے لڑکے کو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا۔ بعد میں انہوں نے آپس میں سخت جھگڑا شروع کر دیا۔ آپس میں ایک دوسری کو کہتی تھیں کہ تیرے بیٹے کو بھیڑیا لے گیا ہے۔ تب حضرت داود علیہ السلام نے لڑکا دونوں میں سے بڑی لڑکی کو دلوا دیا۔ فیصلہ کے بعد جب ان ہر دو عورتوں کا گزر حضرت سلیمان علیہ

السلام سے ہوا تو آپ نے فرمایا کہ چھری لاؤ تاکہ میں تمہارے درمیان اس بچہ کو برابر دو حصہ میں تقسیم کر دوں۔ تب دوسری عورت پکار اٹھی کہ خدا آپ پر رحم کرے ایسا نہ کریں۔ یہ اصل میں لڑکا بڑی کا ہے۔ یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے لڑکا چھوٹی کو دلوا دیا۔

پس اے منکرین قیاس اب فرمایئے کہ یہ قیاس نہیں تو اور کیا ہے اور حدیثوں میں آیا ہے کہ اگر حاکم یا قاضی نے مقدمہ میں کوشش کی اور اچھا انجام پالیا تو اس کو دو اجر ملیں گے۔ اگر کوشش کی اور ٹھیک بات نہ نکلی تو اس کو صرف محنت کا ایک ثواب ملے گا۔ اور علامہ قصوری کتاب توضیح الدلائل صفحہ ۲۵ بحوالہ دارمی و نسائی کے لکھا ہے کہ عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کوئی مسئلہ پوچھتا تو اپ قرآن مجید سے جواب دیتے۔ اگر قرآن میں نہ پاتے تو حدیث شریف سے' اگر حدیث سے نہ پاتے تو اجماع سے' اگر اجماع سے بھی نہ پاتے تو اپنے اجتہاد سے فتویٰ دیا کرتے۔ اور خود مولوی محمد اسمٰعیل نے رسالہ اصول فقہ میں لکھا ہے ادلته الشريعته اربعته الكتاب والسنته والاجماع والقياس یعنی ادلہ شریعت چار ہیں۔ قرآن مجید و حدیث و اجماع و قیاس اور صاحب نبراس نے بحوالہ کتاب عقد الجید ا۔ لکھا ہے کہ جو شخص اجماع و قیاس کا منکر ہے وہ خارجی اور شیعہ ہے۔ وھوہذا

من لا يقبل شهادته من المبدعتين لا يصح تقليد القضاء وكذا تقليد من لا يقول بالاجماع كالخوارج او بالاخبار الاحاد كالقدريته او بالقياس كالشيعته جو شخص اہل بدعت سے ہے اس کی شہادت اور اس کو قاضی بنانا بھی درست نہیں اور اس طرح جو اجماع کا قائل نہیں اس کو بھی قاضی بنانا جائز نہیں۔ کیونکہ اجماع کا منکر مثل خارجیوں کے ہے اور جو اخبار احاد کا قائل نہیں وہ مانند شیعہ کے ہے۔

اور کتاب نبراس صفحہ ۴ بحوالہ کتاب مشکوۃ الانوار کے لکھا ہے کہ جو شخص ظاہر

حاشیہ

ا۔ عقد الجید حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمتہ کی کتاب ہے۔ اس میں اجتہاد و تقلید پر بحث کی گئی ہے۔ قادری

روایت اے پر عمل کرتا ہے وہ فرقہ باطلہ سے ہے اورفتح المبین صفحہ ۳۰ میں لکھا ہے کہ جو شخص قیاس مجتہد کا منکر ہے اس کو علمائے دین سے شمار نہ کیا جائے اور تہذیب الاسماء میں لکھا ہے کہ وہ گمراہ اور گمراہ کنندہ ہے۔ غرضکہ فرقہ اہل سنت و جماعت کو چاہئے کہ اس فرقہ ضالہ سے اجتناب کرے۔

سوال: رتبہ میں امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ بڑے تھے یا امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ اور غیر مقلدوں کا یہ کہنا کہ امام صاحب کو حدیث کا علم نہ تھا۔ صرف سترہ حدیثیں جانتے تھے صحیح یا غلط؟

جواب: امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کئی وجوہات سے امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ پر فضیلت رکھتے ہیں۔ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نہ تو تابعی تھے اور نہ تبع تابعین سے ہیں۔ کیونکہ ان کی پیدائش ۱۹۴ ہجری میں ہوئی اور امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ ۶۱ یا ۸۰ ہجری (علی اختلاف الاقوال) میں پیدا ہوئے جو زمانہ خیر القرون تھا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

خیز القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم یعنی آپ نے فرمایا کہ میرے دیکھنے والے اور تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ کے ملنے جلنے والے لوگ بہتر ہیں اورامام صاحب درجہ تابعی اور تبع تابعین ہونے کا رکھتے تھے۔ کیونکہ آپ کا انتقال سن ۱۵۰ھ میں ہوا سو امام بخاری کو یہ درجہ کہاں؟ دوسری وجہ یہ ہے کہ امام اعظم نے بیس صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ پایا۔ اور تابعی بھی اسی کو کہتے ہیں کہ جس نے بحالت اسلام کسی صحابی کاخواہ ایک لحظہ ہی زمانہ پایا ہو۔ خواہ اس سے حدیث سنی ہو یا نہ سنی ہو اور امام صاحب نے تو چھ صحابہ اور ایک صحابیہ سے حدیثیں سنیں اور بعض صحابہ امام صاحب کے شروع جوانی تک زندہ رہے اور آپ نے ان کی زیارت کی اور جو آپ کی جوانی تک زندہ رہے وہ تین ہیں۔

حاشیہ

اے یعنی اس کا ظاہری معنی مراد لینا جس کا ظاہر معنی عقائد اہل سنت کے خلاف ہو جبکہ عقیدہ اس سے بڑھ کر معتبر دلیل سے ثابت ہو اہل سنت ایسی روایت کی تاویل کرتے ہیں تاکہ وہ اپنے سے زیادہ معتبر روایت کے خلاف نہ جائے۔ فقط قادری

(۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی وفات سن ۹۳ھ میں ہوئی۔

(۲) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ جن کا انتقال سن ۹۱ھ میں ہوا۔

(۳) حضرت ابوالطفیل بن واثلہ جن کا انتقال سن ۱۰۰ھ میں ہوا۔

اور امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے زمانہ میں تو کوئی اصحابی زندہ نہ تھا۔ پس آپ کو کسی صحابی کی زیارت کہاں نصیب ہوتی۔ تیسری فضیلت کی یہ ہے کہ امام صاحب اس شہر کوفہ کے رہنے والے تھے جو دارالحدیث تھا اور جسمیں ڈیڑھ ہزار صحابہ جلیل القدر نے سکونت اختیار کی۔ اور جس میں ستر اصحاب اہل بدر میں سے داخل ہوئے اور یہ کوفہ وہ شہر ہے جس کے بارے میں امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا۔

رمع اللہ و سیف اللہ و کنز الایمان و جمحتہ العرب وراس الاسلام و وجوہ الناس ۱۔ اور امام بخاری اس شہر بخارا کے رہنے والے تھے جس میں کسی اصحابی کا قدم بھی نہیں پہنچا۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ امام صاحب نے پرورش و تعلیم امام جعفر صادق ابن امام باقر علیہ السلام کی گود اور مجلس سے حاصل کی۔ اور یہ رتبہ امام بخاری کو کہاں حاصل ہوا؟ اور امام صاحب کے چار ہزار شیوخ (استاذ) تھے جن سے آپ نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ ان کا اور ان کے شاگردوں کا مفصل ذکر انشاء اللہ تیسری جلد میں ہوگا۔ تعجب ہے کہ جو شخص سن ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور سن ۱۵۰ھ میں اس کا انتقال ہوا اور بڑے بڑے صحابہ عادل و ثقہ مثل حضرت اسود رضی اللہ تعالٰی عنہ اور علقمہ عطا و عکرمہ مجاہد مکحول و حسن بصری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہو۔ اور خاندان اہل بیت سے فیض ظاہری اور باطنی بھی حاصل کیا ہو۔ کیاایسے شخص کو صرف سترہ حدیثیں ملیں۔ اور ایک شخص جو ۲۰۰ھ ۲۔ میں ایک معمولی شہر بخارا میں پیدا ہوا اور جس نے کسی صحابی کو بھی نہ دیکھا ہو اور نہ ہی خاندان اہل بیت میں سے کسی کی صحبت سے کچھ

حاشیہ

۱۔ اللہ کا نیزہ اللہ کی تلوار ایمان کا خزانہ عرب کا اہم مقام اور لوگوں کی توجہ گاہ۔ قادری

۲۔ امام بخاری ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے گویا دو سو کے قریب ہوئے۔

فیض لیا۔ اور گھر میں بیٹھے بٹھائے چھ لاکھ حدیثیں جمع کرلیں۔ اس بات کو کون شخص صاحب عقل تسلیم کر سکتا ہے۔ ۳۔ اور اب ناظرین خود فیصلہ فرمالیں کہ کس کو وسائل و ذرائع و مواقع حدیثوں کے جمع کرنے کا امورات مذکورہ بالا میں زیادہ تر دستیاب ہوا۔ اہل انصاف خود نصاف فرمالیں کہ امام صاحب کو جن کے صرف حدیث کے چار ہزار استاد ہیں کس قدر بے شمار حدیثیں یاد ہوں گی۔

سوال : غیر مقلد کہتے ہیں کہ امام صاحب کا حافظہ بہت خراب تھا۔ نہ مجتہد' نہ امام' نہ عالم۔ صرف زاہد اور عابد تھے اور امام صاحب ثقہ نہیں ہیں بلکہ ضعیف ہیں۔ اور مذہب ان کا مرجیہ تھا چنانچہ کتاب الانصاف مصنفہ غیر مقلد عبدالکریم صفحہ ۲۴ میں مذکور ہے۔

جواب : متعصبین و دشمنان آئمہ دین مجتہدین کا یہ دستور ہے کہ حق بات کو چھپانا اور آگے پیچھے کی عبارت اڑا کر عوام الناس کو دھوکا دینا۔ اور نکتہ چینی بزرگان دین کی کرتے رہنا۔

بنا شد نکتہ گیری آدمیت
کہ کار سگ بود آہو گرفتن

دیکھو بڑے بڑے علمائے دین و محدثین نے امام صاحب کے مناقب تیار کئے۔ اور آپ سے روایات لے کر کتابیں بنائیں اور آپ کے فیض ظاہری و باطنی سے معمور ہوئے۔ اور امام صاحب کو مجتہد' محدث اور فقیہ زمان اور حافظہ میں حفاظ اور ثقاہت میں سب سے اعلیٰ' ان کے ہم عصر محدثین نے اپنی اپنی تصانیف میں لکھا ہے۔ وھوہذا

وقال علی بن المدینی ابو حنیفتہ ثقتہ روی عنہ الثوری و ابن المبارک و حماد بن زید و ھشیم و وکیع بن الجراح و عباد بن العوام و جعفر بن عون و ھو ثقتہ یعنی کہا علی بن مدینی نے کہ ابو حنیفہ ثقہ تھے۔ ان سے روایت کیا ہے سفیان ثوری' عبداللہ بن

حاشیہ

ا۔یہ الزامی جواب ہے ان کے لئے جو امام صاحب کا درجہ امام بخاری سے گھٹاتے ہیں ورنہ امام بخاری کی اس قوت حافظہ سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ قادری

مبارک و حماد بن زید و و کیع بن جراح و عباد بن عوام و جعفر بن عون رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ نے۔ خیرات الحسان صفحہ ۶۸ اور کتاب خیرات الحسان ابن حجر کی صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے۔

۱۰۹۔ قال شعبتہ کان ابو حنیفتہ حسن الفهم جید الحفظ یعنی کہا امام شعبہ محدث علامہ نے کہ خدا کی قسم کہ امام ابو حنیفہ فہم میں بہت اچھے اور حافظہ میں بہت جید ہیں اور صاحب نصر المجتہدین نے صفحہ ۱۸۸ میں بایں طور لکھا ہے۔قال و قیل لیحییٰ بن معین یا ابا بکر ابو حنیفتہ کان یصدق فی الحدیث قال نعم صدوق کہا موصلی نے سوال کیا ایک شخص نے یحییٰ بن معین سے کہ امام صاحب روایات میں سچے تھے یا نہیں۔ کہا ہاں وہ صدوق تھے۔ ۱۔

ابن حجر کی شافعی کتاب خیرات الحسان میں لکھتے ہیں۔مر انہ اخذ عن اربعتہ الاف شیخ من آئمتہ التابعین وغیرھم ومن ثم ذکرہ الذهبی وغیرہ فی طبقات الحفاظ من المحدثین یعنی یہ بات گذر چکی ہے کہ امام صاحب نے چار ہزار صحابہ تابعین وغیرہ سے حدیث اخذ کی ہے اس لئے امام ذہبی وغیرہ نے ان کو حفاظ حدیث کے طبقہ میں گنا ہے اور جو شخص قلت حدیث ان سے روایت ہونے کا بیان کرتا ہے وہ محض حسد کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ چند حدیثیں حاصل کرنے کے سبب سے اس قدر بے شمار مسائل استنباط نہیں کر سکتا۔ الخ

کتاب تقریب التہذیب صفحہ ۳۷۴ میں لکھا ہےالنعمان بن ثابت الکوفی ابو حنیفتہ الامام یقال اصلہ من فارس و یقال مولی ابن تیم فقیہ مشهور من السادستہ مات سنتہ مائتہ و خسمین علی الصحیح ۲۔اور امام شیخ محی الدین نووی شارح صحیح مسلم نے روضہ الطالبین میں بایں طور لکھا ہےاما الا جتهاد المطلق فقالوا اختتم بالائمتہ

حاشیہ

۱۔ صدوق بہت ہی سچے۔ قادری

۲۔ یعنی امام ابو حنیفہ کا نام نعمان بن ثابت کوفی ہے کہاجاتا ہے کہ اصل فارس (ایران) ہے اور کہا جاتا ہے کہ نبی کریم کے موالی میں سے ہیں مشہور فقیہ (مجتہد) ہیں درجہ سادس کے راوی اور قول صحیح کی بنا پر آپ کا وصال ۱۵۰ھ میں ہوا۔ قادری

الاربعته حتی او جبوا تقلید واحد من هولاء علی امته ونقل امام الحرمین الاجماع علیہ۔یعنی کہا علمائے دین نے کہ اجتہاد مطلق ختم ہو چکا ہے ساتھ آئمہ اربعہ کے یعنی امام اعظم و امام شافعی و امام مالک و امام احمد حنبل رضوان اللہ علیہ اجمعین کے۔ قیامت تک ان چار کے سوا مجتہد مطلق کوئی ہونے والا نہیں۔ پس واجب ہے کہ تقلید ان چار میں سے ایک کی کرے۔ اور امام حرمین شریفین نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ اورجو غیر مقلدین فرقہ ظاہریہ وہابیہ نے بحوالہ غنیتہ الطالبین و تاریخ بخاری لکھا ہے کہ امام صاحب مرجیہ مذہب تھے اس لئے بخاری نے ان سے روایت نہیں لی۔ افسوس معترض کے دل میں اتنا خیال بھی نہیں گزرا کہ میری اس چرپوزہ اور بے معنی بات کی کچھ اصل بھی ہے یا نہیں۔

شیوۂ جورو ستم سیکھو نہ ہرگز اے بتو
دیکھو دیکھو ہر کسی کا دل دکھانا منع ہے

اگر امام بخاری وغیرہ نے اس لئے حدیثیں امام صاحب سے نہیں لیں کہ وہ مرجیہ مذہب تھے تو یہ کہنا محض غلط ہے کیونکہ امام بخاری وغیرہ نے تمام مذاہب باطلہ کے لوگوں سے حدیثیں لی ہیں جن کا زکر جلد اول کے ضمیمہ میں گزر چکا ہے اور خود امام بخاری کے استاذ مرجیہ تھے جن کے نام معترضین کو مختصر طور پر بتلا دیتا ہوں تاکہ ناظرین کو یقین آجائے۔ ابراہیم تیمی مرجیہ تھا۔ کتاب بخاری باب ظلم دون ظلم عمرو بن مرہ مرجیہ تھا۔ کتاب بخاری باب علامات حسب اللہ عزوجل۔ زر ہمدانی مرجیہ تھا۔ کتاب بخاری باب المتیمم بما ینفع فیھا۔اور ترمذی اورنسائی و ابن ماجہ کا حال بھی عنقریب لکھا جائے گا۔ اور اگر امام صاحب کو دار قطنی و بخاری نے مرجیہ لکھ دیا تو آپ کے اور ان کے کہنے سے ان کی شان مبارک میں رائی کے دانہ کے برابر بھی کمی نہیں آسکتی کیونکہ یہی اعتراض' اتہام تو حضرت علی اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر بھی متعصبین نے لگا دیا تھا۔ دیکھو کتاب اقوال الصحیحہ صفحہ ۱۰۹ او میزان الاعتدال صفحہ ۹ جلد اول اور امام صاحب اس اتہام سے تو بالکل بری ہیں کیونکہ فقہ اکبر مترجمہ صفحہ ۹ میں لکھتے ہیں کہ ہم نہیں کہتے کہ مسلمان کو گناہ ضرر نہیں کرتا۔ اور نہ ہی ہم کہتے ہیں کہ وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔ اور نہ ہی ہم کہتے

ہیں کہ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اگرچہ بدکار ہو پھر گیا دنیا سے مسلمان اور نہ ہی ہم کہتے ہیں کہ نیکیاں ہماری خواہ مخواہ مقبول اور گناہ ہمارے معاف ہیں۔ قول المرجیہ۔ یعنی کہ مرجیہ لوگ کہتے ہیں۔ الخ

کتاب عقود الجواہر المنیفہ جزو اول صفحہ ۱۱ علامہ سید محمد مرتضیٰ لکھتے ہیں کہ یہ بات بالکل خلاف رائے اور بے اصل ہے۔ اگر امام صاحب مرجی یا رائی ا۔ ہوتے تو آپ کے اصحاب بے شک آپ کی رائے کے برخلاف ہوتے' حالانکہ تمام متفق ہیں۔ اور ایک دو شخص کی بات اتنی مخلوقات کے مقابلہ میں کب تسلیم ہوسکتی ہے۔ ولم یصدق فی دعواہ ختی ان الصلوۃ عندابیحنیفتہ خلف المرجیتہ لاتجوز یعنی اس کو اپنے دعوے میں سچا نہ تصور کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ امام صاحب کے نزدیک تو مرجیہ کے پیچھے نماز ہی جائز نہیں اور امت کا اجماع اس بات پر ہوچکا ہے کہ امام اعظم آئمہ اربعہ میں سے ہیں جن پر سب کا اتفاق ہو چکا ہے۔ پس یہ اتہام امام صاحب پر متعصبین کا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر امام بخاری و دار قطنی وغیرہ نے امام صاحب کو مرجیہ مذہب میں گنا ہے تو یہ کہنا ان کا چند وجہ سے قابل تسلیم نہیں۔ کیونکہ یہ لوگ ان کے ہم زمانہ اور ہم طبق نہیں ہیں کوئی تیسری صدی اور کوئی چوتھی صدی کا ہے اور یہ محض ان کی سنی سنائی باتیں ہیں جن کی کوئی اصل نہیں۔ چنانچہ کتاب الاقوال الصحیحہ صفحہ ۱۹۲ بحوالہ کتاب شرح مواقف و کتاب ملل و نحل میں لکھا ہے کہ یہ اتہام فرقہ خارجیہ و معتزلہ وغیرہ دشمنان نے امام صاحب پر لگا دیا ہے جیسے کہ غسان کوفی و ابن زہویہ و ابن قتیبہ و جابر جعفی و خطیب بغدادی ۲۔ اور حالانکہ جابر جعفی وغیرہ

حاشیہ

ا۔ رائی یعنی رائے والے اس طرح کو اپنی رائے کو حدیث پر فوقیت دیں امام صاحب ایسے نہ تھے ہاں ہو سکتا ہے کہ کوئی حدیث ان کو نہ پہنچی تو انہوں نے اپنی رائے کا اظہار کیا یعنی اجتہاد کیا مگر آپ نے قیامت تک آنیوالوں کے لئے بہترین نصیحت چھوڑ دی کہ "اذا صح الحدیث فھو مذہبی" کہا اگر تمہیں میری طرف منسوب ایک رائے یا قول ملے تو کسی حدیث و صحیح کے خلاف ہو تو میرا مذہب وہی حدیث ہوگا نہ کہ وہ قول جو اس کے خلاف ہے۔ قادری

۲۔ امام خطیب بغدادی علیہ الرحمہ نے امام صاحب کے متعصبین و حاسدین کے اقوال لکھنے کے علاوہ ان کے مداحین کے اقوال بھی پوری دیانتداری نقل فرمائے ہیں مخالفین کو وہ کیوں نظر نہیں آتے مثلاً امام ابو بکر بن عیاش

کاذب حالانکہ جابر جانی وغیرہ متعصب ہیں۔ چنانچہ کتاب حیوۃ الحیوان جلد اول صفحہ ۲۸۰ اور کتاب الاقول الصحیحہ صفحہ ۵۶ اور ابن حجر مکی نے کتاب خیرات الحسان صفحہ ٦٦ و ٦٧ میں لکھا ہے کہ یہ محض بے اصل اور افترا امام صاحب پر ہے۔ امام صاحب مرجی نہ تھے اور علاوہ اس کے جو معترض نے غنیتہ الطالبین کا حوالہ دیا ہے۔ پیر صاحب نے امام اعظم کوفی کو مرجیہ لکھا ہے کہ یہ کتاب حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی نہیں یہ کوئی اور عبد القادر ہے۔ چنانچہ مولوی عبد العزیز ملتانی نے کتاب کوثر النبی اور مولوی غلام قادر بھیروی نے کتاب نور ربانی کے اختتام پر لکھا ہے کہ یہ کتاب غنیتہ الطالبین جو مشہور ہے پیر صاحب کی نہیں اور بڑے بڑے بزرگان دین کی زبان سے سنا گیا ہے کہ یہ کتاب پیر محی الدین سید عبد القادر رحمتہ اللہ علیہ کی نہیں۔ ان کی کتاب واقعی فتوح الغیب ہے۔ مولوی عبد الحکیم فاضل سیالکوٹی اسی ترجمہ فارسی میں لکھتے ہیں کہ یہ عبارت کسی متبدع نے ملادی ہے اور میرا بھی یہی خیال ہے کہ یہ عبارت کسی متعصب دشمن مذہب حنفی نے اس میں درج کر دی ہے کیونکہ اسی کتاب غنیتہ الطالبین مترجم ترجمہ شیخ محی الدین مطبوعہ اسلامیہ صفحہ ۱۲۰ فصل والذی یومر بہ و ینکر علی ضربین میں لکھا ہے کہ نہیں جائز واسطے فقیہ اور واعظ کے کہ تردید اور انکار کرنا مسائل اختلافیہ مین جن کا آئمہ اربعہ نے اجتہاد سے اخذ کیا ہے۔ اور نہیں جائز واسطے شافعی اور حنبلی کے کہ تردید کرے مسائل امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی اور نہیں جائز کسی کو کہ اٹھائے دل کسی شخص کا مذہب شافعی اور حنبلی سے کیونکہ اٹھانا ان کا جماعت میں تفرقہ ڈالنا ہے۔ پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ پیر صاحب کے نزدیک بھی امام صاحب حق اور سچے مذہب والے تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ جو اتہام امام صاحب کے مذہب پر مرجیہ ہونے کا اس میں درج ہے کسی متعصب، ضدی، حسدی، وہابی، نجدی، کا بن بنا ہے۔ پیر صاحب کا خیال ہرگز نہیں تھا۔ ورنہ اس مذہب کی تردید کرتے۔ ا۔

حاشیہ

فرماتے ہیں "ابو حنیفہ افضل اہل زمانہ" یعنی ابو حنیفہ اپنے زمانہ کے فقہاء میں سب سے زیادہ درجہ رکھتے ہیں۔ اور حضرت قاسم بن معین جو سیدنا عبد اللہ بن مسعود کے پڑپوتے ہیں فرماتے ہیں کہ "مارایت مثل ھذا" میں نے ابو حنیفہ جیسا نہیں دیکھا تاریخ بغدادی ص۔ ۳۳۷ ج۔ ۱۳

ا۔ نبراس میں ہے کہ "غنیتہ الطالبین" کتاب ہے تو سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مگر اس میں عبارتیں

کتب تواریخ و تصوف میں لکھا ہے کہ پیر صاحب مذہب حنف کو اعلی جانتے تھے اور آخری عمر کے حصہ کو اسی مذہب پر پورا کیا اور علاوہ اس کے اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ عبارت پیر صاحب کی ہے۔ تو بھی اس سے امام صاحب کا مرجیہ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ وھوہذا

واما الحنیفته اصحاب ابی حنیفته النعمان بن ثابت یعنی اے حنفیہ وہ یار ابو حنیفہ بن ثابت کے ہیں۔ انہوں نے یہ زعم کیا کہ تحقیق ایمان و معرفت خدا کی اور اقرار کرنا ساتھ خدا اور اس کے رسول ﷺ کے اور ساتھ اس چیز کے جو آئی ہے خدا کے پاس سے اجمالی طور پر جیسے کہ ذکر کیا اس کو برہوتی نے کتاب شجرہ میں۔ پس اب ناظرین انصاف فرمائیں کہ اس میں کہاں لکھا ہے کہ امام صاحب مرجی تھے فقط اللہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم

سوال: کتاب بخاری میں کوئی حدیث ضعیف ہے یا نہیں اگر اس میں ضعیف ہیں تو پھر ان کو اصح کتاب بعد کتاب اللہ کے کس لئے کہا جاتا ہے۔ اور ترمذی و نسائی وابن ماجہ و ابو داود کا کیا حال ہے؟

جواب: کتاب بخاری و مسلم و ابن ماجہ و ترمذی و نسائی و ابو داود و مسند امام احمد حنبل کے بارہ میں علمائے دین، محدثین نے لکھا ہے کہ یہ کتابیں ضعیف سے خالی نہیں۔ مانند دیگر کتابوں کے ہیں اور یہ کتابیں جو صحاح ستہ کہلاتی ہیں مذہب امام شافعی کی تائید میں بہت اعلی اور صحیح ہیں کیونکہ ان کے مؤلف شافعی المذہب تھے۔ اور بخاری شریف کو اصح بوجہ تغلیب کے کہا گیا ہے۔ کیونکہ ان میں اکثر حدیثیں صحیح ہیں ۔ اور اس میں بہت کم ضعیف ہیں۔ چنانچہ نصرۃ المجتہدین و شرح نخبہ ملا علی قاری و ابن حجر مکی و تذکرہ محمد طاہر پٹنی اور الاجوبۃ الفاضلۃ عن الاسئلۃ العشرۃ الکاملۃ، مولانا مولوی عبدالحی وغیرہ میں دیکھو اگر کسی صاحب کو شک ہو تو جلد اول کتاب سلطان الفقہ کے ضمیمہ میں اصل عبارتیں اور صفحہ نوٹ دیکھ لے اور مرد میدان ہو کر صحاح ستہ کے صحیح ہونے پر دلائل بیان کرے۔ ا۔

سوال: بخاری شریف کی تمام احادیث موافق و مطابق قرآن مجید کے ہیں یا نہیں؟

حاشیہ

مخالفین اہل سنت کی ملاوٹ شدہ ہیں۔ قادری

ا۔ یعنی ان کی ہر حدیث کے صحیح ہونے پر دلائل قائم کرے۔ قادری

جواب: بخاری شریف کی بہت سی حدیثیں کتاب اللہ کے برخلاف ہیں۔ چنانچہ کتاب بخاری جلد دوم کتاب خصومات باب اذا ظلم المسلم یہودیامیں حدیث مذکور ہے۔عن ابی سعید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تخیر وابین الانبیاءیعنی کہا ابو سعید نے کہ فرمایا آپ نے کہ بعض پیغمبر کو بعض سے بہتر مت کہوتلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض یعنی دی اللہ نے فضیلت بعض کو بعض پر ولقد فضلنا بعض النبین علی بعض بے شک ہم نے بزرگی دی بعض پیغمبروں کو بعض پر پس ان ہر روایات کے بر خلاف حدیث مذکور ہے۔ اور یہ کوئی بھی فرد تسلیم نہیں کرتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلاف قرآن مجید حکم فرمایا ہوگا اس کے علاوہ اور بھی بہت احادیثیں اس میں مذکور ہیں جن کا ذکر تیسری جلد میں انشاء اللہ ہوگا۔ ا۔

سوال: کیا بخاری میں حدیثیں ایک دوسرے کی مخالفت میں بھی وارد ہیں یا نہیں؟

جواب: بے شک بخاری میں ایک دوسرے کے خلاف پر بھی بہت حدیثیں درج ہیں چنانچہ کتاب الصوم باب الحجامت میں لکھا ہے ویروی عن الحسن عن غیر واحد الخ مرفوعا افطر الحاجم والحجوم یعنی روایت کی جاتی ہے کہ حسن سے وہ کئی ایک سے مرفوع کر کے راوی ہیں کہ روزہ کھولا سنگی لگانے والے اور لگوانے والے نےعن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجم وهو محرم و احتجتم وهو صائم یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے سنگی لگوائی باوجود یکہ آپ روزہ دار تھے۔ یہ دونوں حدیثیں بالکل ایک دوسرے کی مخالف ہیں۔ پہلی حدیث سے تو یہ ثابت ہوا کہ خون نکالنے والے اور نکلوانے والے کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور دوسری سے ثابت ہوا کہ آپ نے حالت روزہ میں خون نکلوایا۔ پس پہلی حدیث کو صحیح ماناجائے تو دوسری غلط اور اگر دوسری کو صحیح تصور کیا جائے تو پہلی غلط۔ ۲۔

حاشیہ

ا۔ لہٰذا اس حدیث کی تاویل کی گئی ہے کہ اس کا مطلب ہے کہ کسی نبی کو کسی دوسرے نبی پر ایسی فضیلت نہ دو جس سے کسی کی شان میں کمی آجائے۔ یا یہ کہ حدیث منسوخ ہے جبکہ تاویل مذکور نہ کی جائے۔ قادری

۲۔ اگر پہلی حدیث کی تاویل نہ کی جائے تو یہ بات صحیح ہے لیکن اس کی کئی ایک تاویلیں کی گئی ہیں جن میں سے

سوال: بخاری کی کوئی حدیث ضعیف بھی ہے یا نہیں؟

جواب: بخاری میں بہت حدیثیں ضعیف ہیں لیکن ناضرین کے واسطے صرف ایک ہی حدیث لکھ دیتا ہوں۔ وہوہذا ویروی عن ابن عباس وجرھلو محمد بن جحش عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفخذ عورۃ وقال انس حسر النبی صلی اللعہ علیہ وسلم عن فخذہ کتاب بخاری سپارہ ۳ باب مایذکر فی الفخذ۔ یعنی روایت کی جاتی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور جرہدا اور محمد جحش روایت کرتے ہیں وہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے کہ ران ستر ہے کہ انس نے کہا کہ کپڑا اٹھایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ران اپنی سے۔ اس حدیث کو علمائے محدثین نے ضعیف لکھا ہے اور اس طرح مولوی عبدالجبار غزنوی صاحب نے اسی حدیث کے حاشیہ پر بایں طور لکھا ہے اور وہ عبارت بعینہ یہ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کو ترمذی موصولا لایا ہے مگر اس کی اسناد میں ابویحیٰی قتات تضعیف ہے اور جرمد کی روایت کو مالک موطا میں اور خود امام بخاری اپنی تاریخ میں بسبب اضطراب کے اس کو ضعیف لکھا ہے۔ واللہ علم بالصلواب۔

سوال: چار مذہب کس نے بنائے جبکہ دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ہے تو یہ کیوں ایک نہیں؟

جواب: ان چار مذہب کا ہونا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی پیشین گوئی سے ثابت ہے۔ چنانچہ کتاب بحر الاسرار صفحہ ۱۶۰ میں لکھا ہے۔ وہوہذا وقد ذکر الشعرانے فی المیزان سند الائمتہ الاربعتہ وقدم الامام فقال الامام ابوحنیفہ عن عطاء عن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن جبرائیل عن اللہ عز و جل ثم اعقبہ بالامام مالک فقال الامام مالک عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن جبرائیل عن اللہ عزوجل ثم اعقبہ بالامام الشافعی فقال الشافعی عن مالک

حاشیہ

ایک اجر کی کمی بھی ہے یعنی ان کا اجر کم ہوا جس کا مطلب یہ ہے کہ روزے دار کو اس سے احتراز بہتر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا عمل تعلیم جواز پر محمول ہے۔ قادری

الی اخر السند ثم اعقبه بالامام احمد بن حنبل عن الشافعی عن مالک الی اخر السند رضی اللہ تعالٰی عنہم یعنی تحقیق ذکر کیا شعرانی نے میزان مین سند چاروں اماموں کی اوع مقدم کیا ابو حنیفہ کو کہا امام ابو حنیفہ نے روایت ہے عطاء سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انہوں نے جبرائیل علیہ السلام سے اور انہوں نے اللہ عزوجل سے پھر پیچھے لایا اس کے امام مالک کو پس کہا امام مالک نے روایت ہے نافع سے انہوں نے بن عمر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے جبرائیل علیہ السلام سے انہوں نے اللہ عزوجل سے اور پھر اس کے پیچھے لے آیا امام شافعی کو پھر کہا شافی نے مالک سے یعنی روایت کی آخر سند تک پھر اس کے پیچھے لایا امام احمد حنبل کو روایت ہے شافعی سے انہوں نے مالک سے آخر سند تک راضی رہے اللہ تعالٰی ان سب سے۔

ایک روایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بایں طور مذکور ہے کہ فرمایا آپ نے ان ادم افتخر بی وانا افتخر برجل من امتی اسمہ نعمان و کنیتہ ابو حنیفہ ھو سراج امتی یعنی آدم علیہ السلام نے فخر کیا ساتھ میرے اور میں فخر کرتا ہوں ایک مرد سے اپنی امت میں سے نام جس کا نعمان اور کنیت جس کی ابو حنیفہ ہے اور وہ میری امت کا چراغ ہے۔ ا۔

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمام فخر کرتے مجھ سے اور ہم فخر کرتے ہیں ابو حنیفہ سے جو شخص اس کو دوست رکھے اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے اس کو دشمن رکھا اس نے مجھے دشمن رکھا۔ ہکذا فی مقدمتہ ابی اللیث۔ اور تقلید شخصی برائے دفع فساد اور باعث مصلحت دین معین ہے۔ چنانچہ کتاب عقد الجید ۳۶ مین شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے تحری کیا ہے۔ اعلم ان الخذ بھذہ المذاہب الاربعتہ مصلحتہ عظیمتہ و فی العراض عنہا کلہا مفسدۃ کبیرۃ

حاشیہ

ا۔ اسکی سند بیان نہیں کی گئی تاکہ دیکھا جاتا کہ یہ کس درجہ کی روایت ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ حنفی بزرگ امام ابو للیث سمرقندی کے مقدمہ کی روایت ہے جو راقم کی نظر سے نہیں گذرا اس لئے ان روایتوں کی سندوں کے بارے میں کچھ نہیں عرض کر سکتا۔ امام ابو اللیث سمرقندی کا اسم گرامی نصر بن محمد بن احمد بن ابراھیم سمرقندی ہے انکی وفات ۳۹۳ھ میں ہوئی۔ قادری

یعنی تقلید آئمہ اربعہ دین اسلام میں بہت بڑی مصلحت ہے اور اس کے چھوڑ دینے میں بہت خرابی ہے چنانچہ ہمارے زمانے میں مشاہدہ ہو رہا ہے کہ دیکھا دیکھی عوام الناس جن کو نہ علم عربی نہ فارسی نہ مشکلات فقہ سے کچھ آگاہی ہے بے دھڑک تقلید شخصی کو بدعت اور شرک کہنے لگے۔ اور اپنے آپ کو میاں مٹھو طوطا کہلوایا۔ باقی ذکر اس کا تیسری جلد میں مفصل بادلائل قاطعہ کیا جائے گا۔

سوال: محدث کس کو کہتے ہیں۔ اور جو ہمارے زمانہ میں فقہ غیر مقلدین صرف صحاح ستہ یا مشارق الانوار و مشکوۃ پڑھے ہوئے کو محدث کہہ دیتے ہیں یہ کیونکر ہے؟

جواب: محدث ا۔ وہ ہوتا ہے جس کے دل پر خداوند کریم کی طرف سے القا ہو اور الہام اور فرشتے اس سے کلام کریں۔ چنانچہ کتاب تفریح الاحباب صفحہ ۱۲۷ کے حاشیہ پر حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مسطور ہے وہ حدیث یہ ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد کان فیما قبلکم محدثون وان یکن فی امتی احد فکان عمر (رواہ البخاری) یعنی فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے نبیوں کی امت میں محدث ہوتے رہے ہیں۔ اگر میری امت میں محدث ہے تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور محدث ۲۔ ہونے کے لئے بہت حدود مقرر ہیں۔ چنانچہ نبراس میں لکھا ہے کہ جب کوئی طالب علم امام بخاری کے پاس حدیث سیکھنے کے لئے آتا تو فرماتے یا ابنی لا تدخل فی امر الابعدہ معرفتہ حدودہ والوقوف علی مقادیرہ یعنی اے میرے بیٹے میرے مت داخل ہو کسی امر میں مگر بعد پہچاننے حدود اور واقف ہونے اس کے اندازوں کے اور کہا اعلم ان الرجل لا یصیر محدثا کاملا فی حدیثہ الابعد ان یکتب اربعا مع اربع کا ربع مثل اربع فی اربع عند اربع باربع علی اربع لا ربع عن اربع لا ربع یعنی جن تو تحقیق آدمی نہیں محدث کامل ہوتا اپنی حدیث میں مگر بعد اس کے کہ لکھ چار کو ساتھ چار کے مشابہ چار کے مثل چار کے بیچ چار کے نزدیک چار

حاشیہ

ا۔ یہ محدث دال کی شد اور فتح کے ساتھ اسم مفعول ہے۔

۲۔ یہاں محدث دال کی شد اور کسرہ (زیر) کے ساتھ اسم فاعل ہے یعنی علم حدیث کا جاننے والا۔ قادری

کے ساتھ چار کے اوپر چار کے واسطے چار کے چار سے واسطے چار کے۔ اور یہ تمام رباعیات نہیں پورے ہوتے مگر بسبب چار کے ساتھ چار کے۔ پس جبکہ پوری ہوجائیں۔ واسطے اس کے تمام آسان ہوں گے اوپر اس کے۔ نقل از نبراس علامہ ابن ملاجیون صفحہ ٦٦ انشاء اللہ اس کا ذکر جلد چہارم میں کیا جائے گا۔ ۱۔

کتاب حط باب فصل ۴ میں لکھا ہے وام فی زماننا هذا فلا یولد فیه حافظ الحدیث ایضا بل المحدث الکامل بل الشیخ الفاضل بل عدم فیه الطالب الصادق المبتدی الراغب ہذا فی نبراس صفحہ ۴۳ یعنی ہمارے اس زمانہ میں کوئی محدث نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی حافظ حدیث بلکہ شیخ کامل اور طالب صادق اور متبدی راغب بھی معدوم ہے۔ ۲۔

صدیق حسن قنوجی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے فالحدیث فی هذا الزمان قراة الصبیان دون اصحاب الا یقان وهم فی غفلتهم یعمهون یعنی حدیث اس زمانے میں بچوں کے پڑھنے کے لئے ہے نہ واسطے اصحاب یقین کے اور وہ اپنی غفلت میں حیران ہیں۔ پس ان عبارات سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں محدث کامل چھوڑنا ناقص بھی نہیں رہا۔ لہٰذا صاحبان کو چاہئے کہ اس قدر پڑھے ہوئے کو محدث نہ کہیں۔ ورنہ مستوجب سزا کے ہوں گے چنانچہ احثو التراب فی وجوه المداحین یعنی فرمایا آپ نے کہ خاک ڈالوان کے مونہوں میں جو بیجا مدح کرتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: مناظرہ کرنا جائز ہے یا نہیں اور مناظر کو بوقت مناظرہ کے کیا کیا کام کرنا چاہئے؟

حاشیہ

۱۔ یہ امام بخاری کی ذاتی رائے ہے اور اپنے جیسے محدث کے لائق بات کر رہے ہیں نہ کہ علی الاطلاق ہر محدث کے لئے ایسا ہونا ضروری ہے۔

۲۔ یعنی اسلاف جیسے لوگ آج نہیں ہیں ورنہ اپنے زمانہ کے اعتبار سے محدث بھی ہیں فاضل بھی ہیں یہ الگ بات ہے کہ جوں جوں قیامت قریب آتی جا رہی ہے آہستہ آہستہ علم دین اٹھتا جا رہا ہے جیسا حدیث شریف میں اس کی پیش گوئی کی گئی ہے۔ قادری۔

جواب : بے شک مناظرہ کرنا بغرض حق و بہ نیت خیر جائز ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے فاتو بسورۃ من مثلہ وادعو اشھداء کم من دون اللہ ان کنتم صدقین یعنی جبکہ حضورﷺ نے مذاہب باطلہ کو اسلام کی دعوت کی تو ان میں سے اہل علم مذاہب باطلہ و عقائد فاسدہ نے کہا کہ ہم تمہاری دعوت کو نہیں مانتے۔ اور نہ ہی ہم تجھ کو صادق سمجھتے ہیں۔ تب کہا اللہ تعالیٰ نے کہ اے میرے حبیب کہو ان کو اگر تم کو شک اس چیز سے جو اتاری اللہ نے بندے اپنے پر پس لے آؤ اس کو مانند اس کے اور پکارو شاہدوں اپنوں کو سوائے اللہ کے اگر ہو تم سچے غرضیکہ تاریخ معینہ پر مناظرہ ہوا اور تمام عاجز ہوگئے۔ اور آئمہ سلف و خلف سے اس کا ثبوت کتب تواریخ میں موجود ہے اور مناظرہ کو بوقت مناظرہ مضبوط اور پختہ بات کہنی چاہئے اور بے معنی اور کلمہ مہملہ اور ہنسی اور مذاق اور فحش اور بے ہودہ بات سے اجتناب کرے اور فریق ثانی کی بات کو غور سے سنے اور اپنے وقت معینہ کا خیال رکھے۔ اور غضب و زبان درازی کو روک رکھے چنانچہ کتب مناظرہ میں لکھا ہے۔

و یجب علی المناظر ان یتحر زعما لا مدخل لہ فی المقصود ولئلا یخرج الکلام عن الضبط ولیلا یلزم البعد عن المطلوب یعنی واجب ہے مناظر کو کہ بچے اس سے جس کو دخل نہیں مقصود میں تاکہ نکل نہ جائے کلام ضبط سے اور نہ لازم آئے دوری مطلوب سے۔

سوال : غیر مقلد کہتے ہیں کہ ہم لوگ امام صاحب کے پیرو ہیں کیونکہ امام صاحب نے کہا کہ جب میرا قول حدیث صحیح کے برخلاف ہو تو اس کو چھوڑو اور حدیث صحیح کو مان لو تو ہم لوگ ایسا ہی کرتے ہیں کیا ایسا کرنے میں فی الواقع وہ امام صاحب کے پیرو ہیں؟

جواب : ان لوگوں کہنا کون صاحب عقل سلیم مان سکتا ہے۔

کی بناوٹ بہت سی باتوں میں
پھر کہیں چھپتی ہے بنائی بات

خدا تعالیٰ ان کے دھوکے سے مسلمانوں کو بچائے اور یہ ایک فرقہ اہل سنت و جماعت اس بات کا

واقف ہے کہ یہ لوگ ہروقت ہر مسئلہ میں امام صاحب پر اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ اور کتب فقہ حنفیہ کو گندگی اور گوبر سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور امام صاحب کو مرجیہ اور لاعلم اور کم عقل اور بے سمجھ اور ضدی اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں۔ دیکھو کتاب بوئے غسلین از عبدالجلیل سامروی اور بوئے سرگین غلام یٰسین دہلوی اور الانصاف از عبدالکریم وغیرہ اور جو بعض غیر مقلدین ہر دلعزیز وعظ میں عوام الناس کے سامنے مناقب اور تعریف امام صاحب کی کرتے ہیں یہ ان کی محض دھوکہ بازی ہے۔ ورنہ کسی مسئلہ میں تو امام صاحب کی پیروی کرتے اور یہ جو امام صاحب نے فرمایا ہے کہ اتر کوا قولی بخبر رسول اللہ اذا صح یعنی جبکہ میرے قول کو مخالف حدیث صحیحہ کے پاؤ تو اس وقت اس کو چھوڑ دو۔ معترض صاحب پہلے تو امام صاحب کا ایسا کوئی مسئلہ ہی نہیں جو کہ قرآن مجید اور حدیث شریف کے برخلاف ہو اور جس کے ثبوت پر فقیر نے قلم کو اٹھایا ہے۔ لیکن پھر بھی امام صاحب نے باوجود تحقیق مسائل شرعیہ و مختار صحابہ و تنقید رجال و تصحیح اسانید علے درجہ کمال اپنے شاگردوں کو یعنی امام محمد و ابو یوسف وغیرہ جن کو یہ طاقت و قوت اجتہاد و استنباط کی تھی کہ بلا۔ کسی غرض و طرف داری کے فرمایا اتر کوا قولی بخبر الرسول اذا صح نقل از فضل الموہبی صفحہ ۱۲ و فتح المبین صفحہ ۳۸۸ یعنی جبکہ قول میرے کو حدیث صحیح کے برخلاف پاؤ تو اس کو چھوڑ دو اور صاحب موہبی نے بحوالہ درالمختار و میزان الشعرانی کے لکھا ہے۔ ولا یخفی ان ذلک لمن کان اھلاً للنظر فی النصوص و معرفته محکمها من منسوخها فاذا نظر اھل۔ لمذہب فی دلیل و عمل به صح نسبته الی المذھب یعنی ظاہر ہے کہ یہ اشارہ امام کا اس شخص کے حق میں ہے جو نصوص شرع میں نظر اور ان کے محکم و منسوخ کو پہچاننے کی لیاقت رکھتا ہو۔ تو جب صاحب مذہب دلیل ہی میں نظر فرما کر اس پر عمل کرے تو اس وقت اس کی نسبت مذہب کی طرف صحیح ہے۔ اور بے شک جو شخص چار منازل جو کہ مجتہد فی المذہب کے لئے مقرر ہیں۔ ان کو طے کر جائے جیسا کہ امام محمد و امام ابو یوسف ہیں۔ تو ایسے شخص کو یہ منصب حاصل ہے نہ کہ صحاح ستہ و توضیح تلویح وغیرہ کتب عبور کنندہ کیلئے

چہ نسبت خاک رابا عالم پاک [1]

حاشیہ

[1] ہم نے اپنی کتاب "الاجتہاد فی الاسلام" (اسلام میں اجتہاد کی ضرورت و اہمیت) میں دلائل سے ثابت کیا ہے کہ

اور صاحب فتح المبین علامہ شعرانی نے لکھا ہے وھو محمول علی من اعطے قوۃ الاجتہاد یعنی یہ امر اس لئے ہے کہ جو شخص طاقت اجتہاد رکھتا ہو۔ صاحبان فرقہ وہابیہ کی فریبوں سے بچنا اور ان کے ظاہری معنوں پر مت چلنا۔ فقط۔

سوال: امام صاحب کے کئی مسائل میں صاحبین کے لئے مخالف ہوئے اور ہم مولویوں کو بھی ان اعتراض کرنے کا حق ہے یا نہیں؟

جواب: اوپر کی عبارت سے واضح ہو چکا ہے کہ وہ صاحب مجتہد فی المذہب تھے اور ان کو اجازت تھی۔ اور امام ابو یوسف صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے امام صاحب کے کسی مسئلے میں کبھی مخالفت نہیں کی۔ دیکھو الفضل الموہبی صفحہ ۱۳ بحوالہ کتاب تذکرۃ الحفاظ ما خالفتہ فی شئی قط فتدبرتہ الا رایت مذہب الذی ذھب الیہ انجے فی الاخرۃ و کنت ربما ملت الی الحدیث فکان ھو ابصر بالحدیث الصحیح منی یعنی کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے کسی مسئلہ میں امام صاحب کے خلاف کر کے غور کیا ہو مگر یہ کہ انہیں کے مذہب کو آخرت میں زیادہ سبب نجات کا پاتا اور بارہا ہوتا کہ میں حدیث کے طرف جھکتا پھر تحقیق کرتا تو امام صاحب مجھ سے زیادہ حدیث صحیح کی نگاہ رکھتے تھے۔

اگر صاحبین و امام صاحب کے درمیان کہیں اختلاف مسائل میں واقع ہوا ہے تو وہاں مسائل فروع میں ہے نہ اصول مذہب میں اور علامہ شیخ الاسلام نے بایں طور لکھا ہے کہ خبردار کہ کسی مجتہد کے

حاشیہ

اگر اصول فقہ و دیگر ضروری علوم کا کوئی ماہر ہو جائے تو وہ بھی اجتہاد کر سکتا ہے یعنی آج جو نئے نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں قرآن و سنت کی روشنی میں ان پر تحقیق کر کے اپنی رائے قائم کر سکتا ہے بشرطیکہ اس کا اجتہاد قرآن و سنت کے منصوص احکام اور اجماع علمائے امت کے خلاف نہ جائے ورنہ وہ اجتہاد نہ ہوا بلکہ گمراہی ہوگی نیز کوئی حنفی محقق کسی مسئلہ پر جس پر پہلے اجتہاد کیا گیا اور اس میں علماء و فقہاء کی مختلف رائے ہیں اپنی تحقیق پر مبنی رائے قائم کر سکتا ہے

قول پر انکار یا اس کو خطا کی طرف مت نسبت کرنا جب تک کہ تمام شریعت مطہر کی دلیلوں پر احاطہ نہ کر لو اور جب تک تمام لغات جن پر شریعت مشتمل ہے پہچان نہ لو' جب تک کہ ان کے معانی اور ان کے رستے جان نہ لو۔ پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کسی عالم فاضل اجل کو بھی یہ حق نہیں کہ ان بزرگوں پر اعتراض کرے یا ان کے مخالف ہو کر چلے۔ ا۔

سوال: بدون لیاقت و طاقت اجتہاد و استنباط یعنی فقہ کے علم حدیث پڑھنے سے کیا ہوتا ہے؟

جواب: امام سفین ابن عینیہ محدث جو کہ امام بخاری و مسلم و شافعی و احمد کے استاد ہیں فرماتے ہیں الحدیث مضلته الاللفقهاء (نقل از فضل موہبی صفحہ ۱۰) یعنی حدیث سخت گمراہ کرنے والی ہے۔ مگر مجتہدوں کو یعنی جس کو قوت اجتہاد کی ہے اس کو نہیں گمراہ کرتی۔

سوال: غیر مقلد کہتے ہیں کہ امام صاحب کو علم حدیث نہ تھا۔ صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں کیا ان کا یہ کہنا

حاشیہ

ا۔ یعنی بلا تحقیق ان کی کے رائے سے اختلاف نہ کرے۔ معلوم ہو کہ علم و تحقیق کا کام جس قدر آج کے دور میں آسان ہو گیا ہے اس قدر پہلے نہ تھا اگر کوئی صحیح طریقہ سے محنت کے ساتھ صرف و نحو و ادب عربی و اصول فقہ و عقائد پر دسترس حاصل کرے تو وہ صاحب تحقیق ہو سکتا ہے نیز اگر کوئی کسی بھی امام مسلمین کے قول پر عمل کرے تو اسے روکنا جائز نہیں یا اس کام یا عمل سے روکا جائے گا۔ جس کی ممانعت پر تمام آئمہ مسلمین کا اجماع و اتفاق ہو (حدیقہ ندیہ شریف ج ۲ ص۱۵۱) یعنی آئمہ کے باہمی اجتہادی اختلافات ہیں جنھیں ہر ایک کے بارہ میں خطا پر ہونے کا احتمال ہے لہٰذا مختلف فیہ مسائل پر عمل کرنے کی آزادی ہے جو کسی کے قول کو بہتر جانے اس پر عمل کرے چنانچہ فتاویٰ شامیہ میں ہے "وفی خزانه الروایات" العالم الذی معروف معنی النصوص والا خبار وهو من اہل الدرایته یجوز له ان یعمل علیه وان کان مخالفا لمذهبه (ج ا ص۴۷) یعنی جو عالم قرآن و سنت کی نصوص و عبادت کے معنی جانتا اور سمجھدار ہو اسے ان نصوص و عبارات پر عمل کرنا جائز ہے اگرچہ اس کا عمل اس کے امام کے مذہب کے خلاف جائے۔ اس کے بعد علامہ شامی لکھتے ہیں یہ عمومی طور پر ہے اور جہاں ضرورت ہو وہاں تو بطریق اولی دوسرے امام کے قول پر عمل کر سکتے ہیں۔ قادری

درست ہے یا غلط؟

جواب: یہ محض ان کا تعصب ہے۔ دیکھو کتاب خیرات الحسان میں ابن حجر مکی نے کیا لکھا ہے۔ ایک روز اعمش محدث نے امام صاحب سے چند سوال کئے۔ آپ نے ان کو ہر مسئلہ کا جواب بالصواب دیا۔ اور امام اعمش نے کہا کہ یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کئے؟ آپ نے کہا جو آپ نے حدیثیں سنی ہیں۔ پھر امام صاحب نے وہ حدیثیں سنا بھی دیں۔ پھر امام عمش نے کہا حسبک ماحد ثتک بہ فی مائتہ یوم تحدثنی بہ فی سعتہ واحدتہ ما علمت انک تعلم بھذہ الا حادیث یا معشر الفقھاء انتم اطباء و نحن الصیادلتہ وانت ایھا الرجل اخذت بکلا الطرفین الخ۔ یعنی بس کیجئے جو حدیثیں میں نے آپ کو سو دن میں سنائی تھیں وہ آپ ایک ساعت میں سنا دیتے ہیں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ حدیثوں پر عمل کرتے ہیں۔ اے فقہ والوں تم لوگ طبیب ہو اور ہم محدث لوگ عطار ہیں۔ یعنی دوائیں پاس ہیں لیکن اس کے استعمال کرنے کا طریقہ یاد نہیں۔ اور تم لوگ مجتہد اچھی طرح جانتے ہو۔ذلک فضل اللہ یو تیہ من یشاء سبحان اللہ جب کہ بڑے بڑے محدث مثلاً امام حجر عسقلانی، و امام موفق و امام کردری نے آپ کے مناقب میں کتابیں تیار فرمائیں تو ان متعصبین کی بات کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔

سوال: کوئی شخص صرف کتب صحاح ستہ و ترجمہ قرآن مجید اور قدرے علم معقول بھی جانتا ہو کیا ایسے شخص کو کسی مجتہدے کے فتوے پر عمل کرنا چاہئے۔ یا صرف قرآن مجید و احادیث کے ظاہری معنوں پر عمل اور فتوے دینا چاہئے؟

جواب: ایسے شخص کو ظاہر معنی قرآن مجید و حدیث شریف پر عمل کرنا اور فتوے دینا نہ چاہئے چنانچہ فاضل سندھی کتاب ذوالفقار صفحہ ۸۴ بحوالہ کتاب نصرۃ الحنیفہ علامہ ملا علی قاری میں لکھا ہے اما العمل بظواھر القران والا حادیث فلیس شان المحققین ولا برھان المدققین من اھل السنتہ وانما ھو طریق داود الظاہری و امثالہ من اھل البدعتہ یعنی قرآن مجید اور احادیث کے ظاہر معنی پر عمل کرنا شان محققین فقہاء کرام کے نہیں۔ کیونکہ یہ طریقہ داود ظاہری اور مانند

اس کے اور اہل بدعت کا تھا۔

غرضیکہ جب تک علم قرآن مجید اور حدیث شریف کی واقفیت پوری طور پر نہ کر لے اور علم معانی و لغات عرب ناسخ و منسوخ صحیح اور غیر صحیح اور طاقت اجتہاد پیدا نہ کر لے۔ اس کو قرآن مجید اور حدیث شریف کے ظاہری معنوں پر فتوے نہ دینا چاہئے اور نہ ہی ظاہر معنوں پر عمل کرنا چاہئے۔ چنانچہ کتاب عقد الجید صفحہ ۳۳ میں مذکور ہے وفی المسئلته قول اخر وھوانه اذ لم یجتمع الات الا جتهاد لا یجوزله حمل الحدیث بخلاف مذھبه لانه لا یدری انه منسوخ او ماؤل او محکم محمول علی ظاہره و مال الی ھذا القول ابن الحاجب فی مختصره و تابعوہ یعنی اس مسئلہ میں ایک اور قول ہے اور وہ یہ ہے کہ جب تک سامان اجتہاد کے نہ ہوں تو مذہب کے خلاف حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ یہ حدیث منسوخ ہے یا اس کی کوئی اور تاویل کی گئی ہے۔ یا یہ حدیث محکم اپنے ظاہر پر ہے۔ اور ابن حاجب مع اپنے تابعین کے اپنی کتاب مختصر میں اس قول کی طرف مائل ہے (نصرۃ المجتہدین) واللہ اعلم

سوال: کوئی شخص قرآن مجید و احادیث شریف پر کب فتوے دے سکتا ہے اور وعظ کر سکتا ہے؟

جواب: جب کہ تمام احکام قرآن مجید و احادیث شریف کے یاد رکھتا ہو جیسے احکام خاص و عام و مطلق و مقید و مجمل مبین اور ناسخ و منسوخ اور احادیث متواترہ و احاد و مرسل و منقطع و متصل وغیرہ کے خوب پہچان رکھتا ہو۔ اور صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے اقوال و افعال سے خوب ماہر ہو اور قیاس جلی و خفی و قیاس صحیح اور فاسد اور زبان عرب کا باعتبار لغات و اصطلاح کے خوب معنی جانتا ہو اور راویوں کا حال بھی اس کو معلوم ہو اور چار منازل بھی طے کر چکا ہو۔ اگر اس میں یہ تمام شرائط پائی جاتی ہوں تو بے شک قرآن مجید و حدیث شریف پر اس فتوے دینا جائز ہے [۱]۔ ورنہ اس قول مجتہد پر فتوے دینا اور عمل کرنا لازم ہوگا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے فاسئلو اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون یعنی پس اگر تم نہیں جانتے تو صاحب

حاشیہ:

۱۔ وہ مجتہد مطلق ہوگا۔ وہ آئمہ اربعہ سے بھی اختلاف کر سکتا ہے۔ قادری

ذکر سے پوچھو۔ ا؎

سوال: قرآن مجید و حدیث شریف سمجھنے کے لئے کس قدر علم ہونا چاہئے؟

جواب: علم صرف و نحو ولغت و معانی وغیرہ قواعد سے ضرور واقف اور ماہر ہونا چاہئے تاکہ دھوکہ نہ پڑ جائے۔ چنانچہ کتاب نبراس بحوالہ کتاب حط فصل و باب اول سے لکھا ہے لا بدان یتعلم العربیته لا نه متوقف علیها وهی علم اللغته والنحو والبیان و نحو ذلک یعنی ضروری ہے کہ سیکھے پہلے علم عربی اس لئے کہ علم قرآن مجید' حدیث شریف اس پر موقوف ہے اور وہ علم لغت و نحو و بیان وغیرہ ہے۔ فمن لم یعرف الکلام العربی بجهالته فهو بمعزل عن هذا العلم وهی کونه حقیقته و مجازا و کنایته و صریحا و عاما و خاصا و مطلقا و مقیدا و محذوفا و مضمراً و منطوقا و مفهومًا واقتضاء واشارة و عبارة و دلالته تنبیها وایماء و نحو ذلک مع کونه قادرا قواعد العربیته الذی بینهته النحاة بتفاصیله وعلی قواعد الاستعمال العرب وهو المعبر عنه بعلم اللغته یعنی جو شخص نہ جانے زبان عربی ساتھ اقسام اس کے کے وہ یک طرف ہے اس کے سمجھنے سے اور ہونا اس کلام کا حقیقت و مجاز و کنایہ و صریح و عام و خاص مطلق و مقید و محذوف و مضمرات و منطوق و مفہوم و اقتضاء و اشارات و عبارت و تنبیہ و ایماء اور مانند اس کے اور قادر ہو اوپر قاعدہ کے جو بیان کیا اس کو نحویو نے اوپر استعمال کرنے قاعدہ عرب کے جس سے تعبیر کرتے ہیں ساتھ علم لغت کے۔ پس جس کو اس قدر علم نہیں اس کو قرآن مجید کی تفسیر کرنا جائز نہیں۔

سوال: علم فقہ کا کیا ثبوت ہے؟ اس کو کس نے رواج دیا؟ قرآن مجید اور حدیث شریف سے جواب دو۔

جواب: علم فقہ کا ثبوت قرآن مجید و احادیث صحیحہ ہے وہوہذا۔ قوله تعالیٰ وماکان المومنون لینفروا کافته فلولا نفر من کل فرقته منهم لیتفقهوا فی

حاشیہ:

ا؎ اہل ذکر سے مراد مطلق اہل علم ہے ضروری نہیں کہ وہ مجتہد ہو۔ قادری

الدین ا۔یعنی مومنوں کو یہ بات جائز نہیں کہ وہ تمام غزا میں ۲۔ جائیں کیوں ہر فرقہ سے باہر نہیں گیا اور باقی یعنی لوگ فقاہت حاصل کریں۔ یعنی سمجھ دین میں حاصل کریں۔

لقولہ تعالیٰ ومن یوت الحکمتہ فقد اوتی خیرا کثیرا یعنی جس کو سمجھ دین کی ملی اس کو بہت بھلائی حاصل ہو گئی اور فقہ کے معنی سمجھنے اور جاننے کے ہیں اور اس کا پڑھنا ہر ایک مسلمان کو ضروری ہے اور اس کی فضیلت پر کتب حدیث مالا مال ہیں۔ چنانچہ بخاری و ترمذی و سنن دارمی وغیرہ میں یہ حدیث مذکور ہے۔من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین یعنی فرمایا آپ نے کہ جس کے ساتھ اللہ نیکی کرنا چاہتا ہے تو اس کو دین میں سمجھ اور شریعت کا بھید اس پر کھول دیتا ہے۔

مشکوۃ شریف میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد یعنی فرمایا آپ نے کہ ایک فقیہ ہزار عابد سے بڑھ کر شیطان پر سخت تر ہے۔ ترمذی اور ابوداود میں ہے کہ آپ نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قاضی بنا کر یمن کو بھیجا اور فرمایا کہ اگر کوئی مقدمہ تیرے پاس آئے گا تو اس کا کس طرح فیصلہ کرے گا۔ اس نے کہا کتاب اللہ سے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو اس سے نہ پائے تو پھر کیا کرے گا؟ اس نے کہا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر یہ بھی نہ پائے تو پھر کیا کرے گا۔ اس نے کہا اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ آپ نے اس کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور اس نے شکریہ ادا کیا۔

حدیث شریف میں ہے کہ آپ کی ذات ایک دو صحابہ کے گروہ پر گذری۔ تو فرمایا کہ یہ ایک گروہ دوسرے سے افضل ہے۔ ایک تو رغبت اور عاجزی کے ساتھ دعا مانگتا ہے۔ چاہے اللہ تعالیٰ ان کا مقصود دے یا نہ دے اور دوسرا گروہ فقہ سکھتا ہے۔ اور جاہلوں کو سکھاتا ہے لیکن یہ ان سے افضل و اکمل ۳۔

حاشیہ:

ا۔ التوبہ ۱۲۲

۲۔یعنی جہاد میں جائیں۔

۳۔ اس سے آگے ہے کہ آپ اسی پڑھنے پرھانے والے گروہ جا کر تشریف فرماہوئے اور فرمایا کہ مجھے معلم (پڑھانے والا) ہی بنا کر بھیجا گیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ علوم دین پڑھانے اور پڑھنے والوں کا مقام ذکر و اذکار کرنے

ہے اور مشکوۃ شریف میں ہے کہ فرمایا آپ نے آئیں گے آدمی تمہاری طرف اقطار زمین کے سے دین کی سمجھ لینے کے لئے پس جب آئیں تو تم ان کے ساتھ بھلائی کرو۔ اور ان کو قبول کرو۔ اور صاحب شامی نے لکھا ہے کہ فقہ کا کھیت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بویا۔ اور علقمہ قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو سینچا۔ اور ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نخعی نے اس کو کاٹا۔ اور حماد بن مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو مانڈا۔ یعنی بھوسہ سے اناج کو جدا کیا اور ابو حنیفہ نے اس کو پیسا اور ابو یوسف نے اس کو گوندھا۔ اور محمد بن حسن نے اس کی روٹیاں پکائیں۔ اور باقی اس کے کھانے والے ہیں۔ غرضیکہ امام اعظم نے اس کو کمال پر پہنچایا۔ اور بابوں پر کتابیں کیں اور امام مالک نے بھی انہی کی پیروی کتاب موطا میں کی۔ یہاں تک کہ ترقی ہوتی گئی۔ ہکذا فی کتاب الخنیفہ صفحہ ۱۵۔

سوال: مسائل مذہب حنیفہ کی کتنی قسم پر ہیں؟

جواب: تین قسم پر ہیں پہلی قسم ظاہر الراوی ہے جو کہ امام اعظم و صاحبین سے مروی ہوا اور ظاہر الروایتہ کی چھ کتابیں ہیں اور انہی کو اصول ستہ بھی کہا جاتا ہے۔ وہوہذا

(۱) مبسوط

(۲) جامع الصغیر

(۳) جامع الکبیر

(۴) زیادات

(۵) سیر صغیر

(۶) سیر کبیر

اور یہ کتابیں امام محمد کی تصنیف ہیں اور ان کتابوں کے سوا جو امام محمد و امام ابو یوسف و حسن بن زیاد کی تصنیف ہیں وہ نادر الروایت کہلاتی ہیں۔ جو کتابیں ان کے شاگردوں نے تصنیف فرمائی ہیں۔ ان کا نام

حاشیہ:

والوں سے اونچا ہے۔ قادری

واقعات رکھا گیا ہے اور بوقت تعارض فتوے ظاہر الروایۃ پر دیا جاتا ہے نہ نادر و واقعات پر اور مولانا مولوی حاجی نور بخش صاحب فاضل صوفی لاہور نے لکھا ہے کہ افسوس بجز کتاب جامع الصغیر کے یہ سب اب تک غیر مطبوع ہیں اور ان کا یکجا ملنا بھی دشوار ہے پس مفتی کو چاہئے کہ ان امور کو یاد رکھے۔

سوال: اگر کسی عورت کا خاوند عرصہ چھ سال سے گم ہوگیا ہو اور اگر وہ عورت کسی حنفی سے فتوے لے کر دوسری جگہ نکاح کرلے تو جائز ہے یا نہیں۔ اور عالم حنفی المذہب کو اس صورت میں جواز کا نکاح کا فتویٰ دینا جائز ہے یا نہیں۔ اگر عالم حنفی نے نکاح پڑھا دیا تو اس پر کچھ تعزیر ہے؟

جواب: عورت مذکورہ جس کا خاوند عرصہ چھ سال سے مفقود الخبر ہے۔ وہ نکاح دوسری جگہ بدون خبر پانے موت یا طلاق ثلاثہ اپنے خاوند کی سے نکاح نہیں کرسکتی۔ اور شارع علیہ السلام نے اس کی حلت کے دو سبب بیان کئے ہیں۔ ایک طلاق دوسرا موت۔ اور شک سے کبھی نکاح ٹوٹ نہیں سکتا اور اس کے نکاح منعقد ہونے پر یقین ہے اس لئے اس کا نکاح دوسری جگہ کرنا حرام ہے قال اللہ تعالیٰ والمحصنات من النساء یعنی منکوحہ عورتیں تم پر حرام ہیں یعنی ان سے نکاح کرنے کا قصد مت کرو اور اسی پر فتویٰ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تابعین و تبع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا ہے۔ وھوھذا

عن المغیرۃ شعبتہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم امرءۃ المفقود امراۃ حتی یأیہا البیان اخرجہ دار قطنی و تقویم صفحہ ۳۳ یعنی روایت ہے ابن شعبہ سے فرمایا آپ نے کہ عورت گم شدہ مرد کی زوجہ ہے یہاں تک کے ائے اس کے پاس کوئی واضح خبر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بایں طور مذکور ہے ان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی امراۃ المفقود مضی امرائتہ ابتلیت فلتصبر حتی یایہا موت او طلاق (اخرجہ عبدالرزاق) یعنی کہا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیچ حال گم شدہ مرد کے وہ عورت مبتلا ہے پس چاہئے کہ وہ صبر کرے یہاں تک کے آئے اس کے پاس خبر موت یا طلاق کی اور کتب فقہ معتبرہ میں لکھا ہے۔

روی نحوہ عن عثمان و علی قیل واجمع الصحباتہ علیہ ولم یعلم

مخالف فی عصرھم وعلیہ جماعتہ من التابعین (عبدالحی جلد اول صفحہ ۱۰۴) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بعد اختلاف کے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین اس بات پر متفق ہوئے کہ وہ عورت مفقود الخبر کی ہے یہاں تک کہ آئے اس کو خبر موت یا طلاق کی اور عالم حنفی المذہب کو فتوی اس امر میں امام مالک وغیرہ کے مذہب پر نہ دینا چاہئے ورنہ اس پر تعزیر ہوگی۔ چنانچہ ردالمختار شرح درالمختار جلد ۳ صفحہ ۱۹۲ میں مذکور ہے۔ ا۔ حنفی ارتحل الی مذہب الشافعی یعزر۔ ای اذا کان ارتحالًا لا لغرض محمود شرعًا کما فی التاتار خانیہ اور صفحہ ۱۹۱ میں ہے کہ اما الانتقال الی غیرہ من غیر دلیل بل لم یرغب الا من غرض الدنیا او شھوتھا فھو المذموم الاثم المستوجب التادیب والتعزیر لارتکابہ المنکر فی الدین واستخفافہ بدینہ و مذہبہ۔یعنی حنفی شافعی مذہب کی طرف پھر گیا تو تعزیر دی جائے جس وقت کہ اس کی غرض نیک نہ ہو۲۔چنانچہ تار تارخانیہ میں ہے کہ اگر وہ صاحب اجتہاد کا نہیں۔ اور غرض دنیا اور

حاشیہ:

ا۔ لیکن بہ وقت ضرورت دوسرے امام کے قول پر عمل جائز ہے چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں کہ اگر در پیش مسئلہ میں فقہ حنفی میں کوئی خبر نہ ملے تو امام مالک کے قول پر فتوی دیا جائے کیونکہ ان کا مذہب (فقہ مالکی) فقہ حنفی سے زیادہ قرب ہے (فتاوی شامیہ ج ۳ ۔ ۴۱۱ کتاب الطلاق) اسی طرح اگر مجبوری ہو کسی خاص مسئلہ میں اپنے امام کے قول پر عمل کرنا ممکن نہیں رہا تو دوسرے مجتہد کے قول کر سکتا ہے جبکہ عمل فقہاء متاء خرین مفقود الخر (الایۃ) شخص کی بیوی کے معاملہ میں امام مالک کے قول پر عمل کرتے ہیں اور اسے چار سال انتظار کرنے کا حکم دیتے ہیں جبکہ امام صاحب کا قول یہ ہے کہ عورت ایک سو بیس سال انتظار کرے (سراجی ۵۶) سارے آئمہ مجتہدین اللہ تعالیٰ کے مقبول و محبوب بندے ہیں اور سب کا راستہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جاتا ہے لہذا جس کی بات پر عمل کریں وہ جائز ہے لیکن گمراہوں کی بات پر عمل نہ کریں اور اہل سنت کے سوا باقی گمراہی کے راستہ پر ہیں۔ اس لئے ضرورت کے وقت دوسرے امام کے مذہب پر عمل کر سکتے ہیں(شامی ج ۴ ۔ ۲۹۴) ضروری نہیں کہ وہ آئمہ اربعہ میں سے ہو آئمہ و اہل سنت میں سے ہو یہی کافی ہے۔ قادری

۲۔ یعنی اگر کسی کی تحقیق میں یہ بات نہ آئی کہ جس امام کی وہ تقلید کر رہا ہے اس کے مقابلہ میں فلاں امام

شہوت پرستی کے لئے یہ کام کیا ہو تو اس پر تعزیر ہونی چاہئے۔ کیونکہ اس نے اپنے مذہب اور دین کو حقیر سمجھا اور بد کردار اور گنہگار ہوا۔

ردالمختار باب القضاء میں لکھا ہے کہ واما المقلد المحض فلا یقضی الا بما علیه العمل والفتوی فلیس الحکم الا بالتصحیح المفتی به فی مذهبه ا۔یعنی قاضی مقلد کو چاہئے کہ فتوے نہ دے۔ اور اسی طرح تفسیر احمدی میں ہے۔ اور کتاب نور الہدایہ صفحہ ۱۱ میں لکھا ہے لا خیر فی ان یکون حنفیا فی بعض المسائل و شافعیا فی بعض اخر نہیں بہتر کہ حنفی ہو بعض مسائل میں اور شافعی ہو بعض میں اور شرح عین العلم میں ہے کہ چاہئے شافعی ہو یا حنفی ہو اس کو اسی مذہب پر رہنا چاہئے۔ اور اگر عالم حنفی المذہب ہو کر ایک دو مسئلہ میں ایک دو وقت دوسری مذہب پر عمل کرے گا۔ تو ایسے عالم کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔ اور نہ ہی ایسا شخص مذہب معین، کا مقلد ہو سکتا ہے کیونکہ جب مقلد نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جس مذہب پر چاہا فتوی دے دیا اور عمل کر لیا تو اس میں تلفیق ہے ۲۔ اور وہ باطل ہے ایسا شخص مرتکب حرام کا ہوتا ہے کیونکہ موصل الی الحرام ہوا کرتا ہے لہذا ایسے عالم سے پرہیز کرنا چاہئے ۳۔ واللہ اعلم بالصواب

حاشیہ:

کا مذہب زیادہ قوی ہے تو اس نے اس فلاں امام کی تقلید شروع کر دی تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس کی نیت نیک ہے۔ قادری

ا۔ یعنی جب دوسروں کے بارے میں فیصلہ کرنا ہو تو اپنے فقہی مذہب کے مطابق فیصلہ دے یعنی ذاتی تحقیق پر خود عمل کر سکتا ہے اگرچہ امام اس کے امام کی رائے کے خلاف ہو مگر دوسروں کے بارے میں قول پر ہی فیصلہ دے۔

۲۔ تلفیق کا معنی ہے یہ ایک وقت دو مذہب اختیار کرنا تو یہ غلط بات ہے ہاں اگر وہ قرآن و سنت کے معنی جاننے والا اور سمجھدار عالم ہے تو وہ اپنی تحقیق پر عمل کر سکتا ہے خواہ اس کی تحقیق اتفاق سے کبھی کسی مجتہد کے مذہب سے مطابق ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں البتہ محض نفسانی خواہش یا بلاضرورت ایسا نہ کرے۔ قادری

۳۔ یعنی جو بلا تحقیق اور محض ذاتی خواہش اور بلا ضرورت ایسا کرے ورنہ ایک عالم محقق کے حق میں ایسا نہیں جیسا کہ مصنف کے لفظ "چاہا" سے واضح ہو رہا ہے کہ جو محض خواہش نفس سے ایسا کرے۔ قادری

سوال: موطا امام مالک بروایت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ جس عورت کا خاوند چار برس گم ہوجائے تو وہ عورت چار ماہ عدت گزار کر بے شک دوسری جگہ نکاح کر لے اور اسی پر فرقہ غیر مقلدین جیسا کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری و میاں عمر الدین وزیر آبادی وغیرہ نے فتویٰ دیا ہے۔ اور بعض ملا حنفی بھی اسی پر فتویٰ دیتے ہیں۔ چنانچہ مولوی نادر شاہ ہمبڑیالی و مولوی عبداللہ ٹونکی فاضل اجل و گنگوہی صاحب وغیرہ وغیرہ۔ یہ کیونکر ہے؟

جواب: بے شک یہ حدیث موطا امام مالک میں ہے۔ لیکن ہم لوگ حنفی چند وجہ سے اس کا جواب دیتے ہیں۔ اول تو یہ فیصلہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن مجید اور حدیث مرفوعہ اور فیصلہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ واصحابہ تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بر خلاف ہے ا۔اور جس کو خود فرقہ غیر مقلدین خاص کر مولوی ثناء اللہ امرتسری رسائل اہل حدیث صفحہ ۱۷ وقوع طلاق ثلاثہ سے انکار کرتے ہیں۔ وہ عبارت بعینہ یہ ہے "اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ حکم شرعی ہے۔ کچھ شک نہیں کہ یہ شرعی نہیں ایسا نہیں کہ یہ حکم شریعت کا مسئلہ قرار دیا جائے" سبحان اللہ جبکہ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلہ کو غیر معتبر بیان کرتے ہیں تو پھر ہم حنفی لوگ بدون افسوس کے ان کو کیا کہہ سکتے ہیں۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فتویٰ اس شخص کے بارے میں دیا تھا جس کو جن اٹھالے گئے تھے پھر اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا۔

چنانچہ کتاب عینی شرح کنز و فتاویٰ عبدالحی جلد ۳ و غایۃ الاوطار صفحہ ۵۵۴ و ہدایہ جلد ۲ میں مذکور ہے

ولان النکاح عرف ثبوتہ والغیبتہ لا توجب لافرقتہ والموت فی حیز الا

حاشیہ:

ا۔ یہ بات درست نہیں کیونکہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن و سنت کے خلاف فیصلہ نہیں دے سکتے خصوصاً صحابہ کرام کی موجودگی میں جبکہ اس فیصلہ کے خلاف کسی صحابی نے آواز اٹھائی لہٰذا ان کا فیصلہ اصحابہ کرام کا اجماع قرار پایا

حتمال فلا یزال النکاح بالشک و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ رجع الی قول علی رضی اللہ تعالٰی عنہ یعنی ثبوت نکاح معلوم است غائب شدن شوہر موجب فرقت نیست و موت آں محتمل است۔ پس نکاح آں زوال نخواہد شد۔ بسبب شک و جواب مالک انسیت کہ عمر رجوع نمودہ سبوئے قول علی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ ا۔ پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ زوجہ مفقود الخبر کا دوسری جگہ نکاح جائز نہیں، کیونکہ نکاح اس کا معروف ہو چکا ہے اور موت احتمال شک ہے۔ اور شک سے نکاح ٹوٹ نہیں سکتا۔ اور یہ بھی ہوا کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ساتھ رجوع کر لیا تھا۔ لہٰذا معترض کو فیصلہ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا پیش کرنا مفید نہیں۔

مولوی نادر شاہ سمبرٹیالی و مولوی عبدالرشید گنگوہی کو علمائے احناف نے فرقہ غیر مقلدین میں گنا ہے اور مولوی عبدالحی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ فتوی نہیں۔ بلکہ یہ کسی غیر مقلد متعصب نے ان کے فتاوی میں یہ

حاشیہ:

ا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اگر کس سے رجوع کیا ہوتا تو امام مالک اسیر فتوی نہ دیتے بلکہ علامہ عبدالباقی از قانی ۱۱۲۲ جو زرقانی شرح موطا میں فرماتے ہیں وروی نحوہ عن عثمان و علی قیل جمع الصحابتہ علیہ ولم یعلم مخالف فی عصرھم و علیہ جماعتہ التابعین شرح الزرقانی للموطا ج ۴ ۔ ۱۱۳ کہ حضرت عثمان و حضرت علی سے بھی اسی طرح کی چار سال کی روایت کی گئی ہے اور کہا گیا ہے اس پر صحابہ کا اجماع ہے اور صحابہ کے زمانہ میں اس فیصلہ عمر اور اس پر اجماع کرنے والے صحابہ رضوان اللہ علیہم کا کوئی مخالف معلوم نہیں ہوا اور تابعین کی ایک جماعت بھی اسی پر ہے۔ پھر امام ابو الولید سلیمان الباجی ۔ ۴۰۳ ھ دو اپنی کتاب "المنتقی" میں فرماتے ہیں ان ذلک اجماع الصحابتہ لانہ مروی و عن عمر و عثمان قال وروی مثلہ من التابعین ولم یعلم لھم فی عصر الصحابتہ مخالف فثبت انہ اجماع (المنتقی ج ۴ ۔ ۹۱) کہ چار سال کا فیصلہ اجماع صحابہ ہے کیونکہ یہ مروی ہے حضرت عمر عثمان سے امام باجی نے فرمایا کہ اسی طرح حضرت علی اور تابعین کی ایک جماعت سے مروی ہے اور زمانہ صحابہ میں اس سے کوئی ان کے اس فیصلہ سے اختلاف کرنے والے یا پتہ نہیں چلا تو ثابت ہوا کہ یہ اجماع ہے۔ اس لئے فقہاء احناف متاخرین نے امام مالک کے اس موقف پر بوقت ضرورت عمل کرنے کی اجازت دی ہے (ملاحظہ ہو فتاوی قہستانیہ ج ۲ ۔ ۳۹ و فتاوی شامیہ ج ۴ ۔ ۲۹۶)

عبارت ملادی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ کئی اور مسائل میں بھی ایسا ہی کیا ہے۔ دیکھو کتاب تعزیر المفتری۔ اور علمائے احناف کو چاہئے کہ فتاوی عبدالحی مرحوم پر سوچ کر فتوی دیا کریں اور مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی کا حال تو ناگفتہ بہ ہے بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ان اللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

سوال :غیر مقلد کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بحالت غضب اپنی منکوحہ موطوءَ کو ایک جلسہ میں یک بارگی تین طلاق دے دے تو ایک ہی واقعہ ہوگی۔ چنانچہ کتب صحاح ستہ وغیرہ میں ہے اور علمائے حنفی غلطی پر ہیں یہ کیونکر ہے؟

جواب :علمائے احناف سلف و خلف و آئمہ اربعہ وغیرہ کے نزدیک ایک دفعہ ایک جلسہ میں تین طلاق دینے سے تین ہی واقعہ ہو جاتی ہیں۔اس میں کسی اہل سنت و جماعت کو شک و اختلاف نہیں۔ صرف اختلاف تو اس امر میں ہے کہ یہ امر مشروع ہے یا نہیں۔ امام شافعی و ثوری و احمد بن حنبل اس کو مشروع کہتے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس کی اجازت دی ہے۔ اور امام مالک و ابو حنیفہ و اوازاعی و لیث وغیرہ اس طور پر طلاق دینا حرام اور ممنوع سمجھتے ہیں۔لقوله تعالیٰ الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان یعنی طلاق دو بارہ ہے پھریا تو بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے۔ (یعنی رجوع کر لینا) یا احسان کے ساتھ چھوڑ دینا ہے اور اگر کوئی اس مقام پر اعتراض کرے کہ جب یہ امر جائز نہیں تو نفاذ کیا معنی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی امر کا ممنوع ہونا اور چیز ہے اور نافذ ہونا دوسری چیز ہے۔ چنانچہ باپ کو اولاد میں کم و بیش جائیداد سے حصہ دینا ممنوع اور حرام ہے۔ اگر کسی نے ایسا کر بھی دیا تو یہ نافذ ضرور ہوگا۔ دیکھو تاریخ شبلی اور ایسا ہی اگر کسی نے بلاوجہ ایک دفعہ تین طلاق دے دی تو تین ہی دفعہ ہو جائیں گی۔ لیکن طلاق دینے والا گنہگار ہوگا۔ چنانچہ سورۃ طلاق مذکور ہے۔

ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسه یعنی جس نے حدود الٰہی سے تجاوز کیا یعنی (خلاف سنت کے تین طلاق دے دیا) پس بے شک اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ اور مشکوۃ شریف صفحہ ۲۷ پر حدیث بایں طور مذکور ہے عن مالک بلغه ان رجلا" قال لعبداللہ ابن عباس انی طلقت

امراتی مائته تطلیقته فما ذاتری علی فقال ابن عباس طلقت منک بثلثه وسبع وتسعون اتخذت بها ایات اللّٰہ ھزواً (رواہ فی المئوطا) یعنی ایک شخص نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ میں نے اپنی عورت کو ۱۰۰ سو طلاق دے دی ہے پس میرے لئے اب کیا حکم ہے۔ پس کہا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ تین طلاقیں سے تیری بیوی جدا ہوگئی۔ اور باقی ستانوے رہیں سو پکڑا تو نے ساتھ ان کے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو ٹھٹھا۔

عن محمود بن لبد قال اخبر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وعن رجل طلق امر اتہ ثلث تطلیقات جمیعًا فقام غضبان ثم قال ایلعب بکتاب اللّٰہ عزوجل وانا بین اظھر کم حتی قام رجل یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الاقتلہ (رواہ النسائی) یعنی کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو تین طلاقیں اکھٹی دے دی پس آپ غصہ میں کھڑے ہوگئے اور کہا کیا کھیلا جاتا ہے ساتھ کتاب اللہ کے اور باوجود یکہ میں تمہارے درمیان ہوں۔ یہاں تک کہ ظاہر ہوا ایک شخص اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اسے قتل نہ کردوں۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ ایک عورت رفاعہ قرظی کی طرف سے اور کہا کہ مجھ کو رفاعہ نے تین طلاق دے دی ہیں۔ اور بعد اس کے میں نے عبدالرحمٰن بن زبیر سے نکاح کیا ہے اور اس کو مانند سر کپڑے کے پایہ یعنی جماع کے قابل نہیں۔ پس فرمایا آپ نے کہ تو چاہتی ہے کہ میں رفاعہ کے پاس لوٹ جاؤں؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ تو نہیں جا سکتی یہاں تک کہ تو اس سے لذت نہ چکھے اور نہ وہ تیرے سے۔

وعن حبیب بن ثابت جاء رجل الی علی بن ابی طالب فقال انی طلقت امراتی الفاقال علی یحر مھا علیک ثلاث و سائرھن اقسمھن بین نسائک (رواہ الدار قطنی) یعنی ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں نے اپنی عورت کو ہزار طلاق دے دی ہیں۔ تو فرمایا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ تین طلاقوں نے تجھ پر عورت حرام کر دیا اور باقی کو اپنی عورتوں پر تقسیم کر دے۔

وعن عبدالرحمٰن بن ابی لیلی عن علی کرم اللّٰہ وجہ فیمن طلق ثلاثًا

الدخول قال لا تحل له حتی تنکح زوجاً غیرہ (رواہ البیہقی والجاث) یعنی ابن لیلیٰ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے اس شخص کے حق میں کہ جس نے اپنی زوجہ کو پہلے دخول کے تین طلاق دیں۔ فرمایا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ وہ پہلے پر حلال نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ دوسرے سے نکاح نہ کرے۔ و محمد قال اخبرنا ابو حنیفتہ عن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین عن عمرو بن دینار عن عطاء عن ابن عباس قال اتاہ رجل فقال انی طلقت امراتی ثلاثاً قال یذہب احدکم فیتلطخ بالنتن ثم یاتینا اذہب فقد عصیت ربک وقد حرمت علیک امراتک لا تحل لک حتی تنکح زوجاً غیرک وقال محمد و بہ ناخذ وہو قول ابی حنیفتہ وقول العامتہ لا اختلاف فیہ یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فتویٰ ہے کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو تین طلاق یک دفعہ دی اور پوچھا کہ میرے لئے کیا حکم ہے۔ کہا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ لوگ گندگی میں آلودہ ہو کر پھر مسئلہ پوچھتے ہو۔ پس چلا جا تیری بیوی تجھ سے جدا ہوگی۔ اور تو نے خدا کی نا فرمانی کی۔ اور وہ تجھ پر حلال نہ ہوگی۔ جب تک کہ دوسرا نکاح نہ کرے۔ اور کہا امام محمد نے ہم بھی اس کو لیتے ہیں۔ اور امام صاحب کا بھی یہی قول ہے اور اس میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔

عینی شرح بخاری جلد نمبر ۶ صفحہ ۵۳۷ میں لکھا ہے کہ یکبار تین طلاق دینے سے تین ہی واقعہ ہو جاتی ہیں اس میں کسی اہل سنت و جماعت کو اختلاف نہیں۔ لیکن اہل ہوا کو۔ و مذہب جماہیر العلماء من التابعین ومن بعدہم منہم الاوزاعی و النخعی و الثوری و ابو حنیفتہ واصحابہ و مالک واصحابہ و الشافعی و احمد و اصحابہ واسحاق و ابو ثوری و ابو عبیدۃ و اخرون کثیرون علی ان من طلق امراتہ ثلاثا وقعن لکنہ یا ثم وقالوا [1] من خلف فیہ فہو شاذ مخالف لاہل السنتہ وانما تعلق بہ

حاشیہ:

[1] یعنی یہ بات انہوں نے کی ہے جو اس بات کے قائل کہ اکٹھے تین طلاق دینے سے تین ہی ہوتی ہیں اور اس کے برعکس جو تین کو ایک قرار دیتے ہیں ان میں دو قسم کے علماء ہیں ایک تو اہل ظاہر یعنی فرقہ ظاہریہ والے جیسے امام

اہل البدع یعنی جمہور علمائے دین اہل سنت وقوع سہ طلاق فی کلمتہ واحدۃ کے قائل ہیں۔ لیکن مخالف اس کے شاذ ۲۔ لوگ ہیں جن کا تعلق اہل بدعت سے ہے اور مولوی عبدالجبار غیر مقلد غزنوی حاشیہ مہندی میں لکھتے ہیں کہ جمہور علمائے دین کے نزدیک یک بار طلاق دینے سے واقعہ ہو جاتی ہیں۔ اور غیر مقلد حدیث مسلم وغیرہ کی پیش کرتے ہیں اس کا چند وجہ پر جواب دیا جاسکتا ہے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ اخباری و تاریخی طور پر حال واقعہ ہے جس پر چند وجہ محدثین نے بیان کی ہیں۔ اور ان روایات کو ضعیف قرار دے کر بالکل رد کر دیا ہے۔ اگر اس کا کسی صاحب نے مفصل حال دیکھنا ہو

حاشیہ:

ابن حزم ظاہری (رحمتہ اللہ) ان کو بعض خیالات کی بنا پر اہل بدعت سے شمار کیا گیا ہے اور دوسرے اہل سنت میں سے بھی کچھ یہی رائے رکھتے ہیں جیسے حضرت طاؤس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی طاؤس بن کیسان یمانی جو عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن مسعود و عبداللہ عمرو ابوھریرہ و سیدہ عائشہ ام المومنین و زید بن ثابت و زید بن ارقم و سراقہ بن مالک و غیرھم ایسے جلیل القدر صحابہ کرام کے شاگرد ہیں جن کے بارے میں سیدنا ابن عباس فرماتے ہیں کہ طاؤس جنتی ہیں انہوں نے چالیس حج کئے اور مستجاب الدعوت تھے اور تابعین کے سرداروں میں سے تھے (تہذیب التہذیب ج۵ ۔۹) اور امام محمد بن اسحاق اور امام حجاج بن برطاۃ وامام نخعی و امام محمد بن مقاتل استاذ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ یہ سب یہی رائے رکھتے ہیں کہ ایک وقت کی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوگی اس لئے اس رائے والے محض اس رائے سے بدعتی کہنا بری بات ہے کیونکہ بعض اسلاف اہل سنت کا بھی یہی مذہب ہے چنانچہ امام بدرالدین عینی صحیح بخاری کی کتاب الطلاق میں امام بخاری کے قول "باب من اجاز طلاق الثلاث" کے تحت لکھتے ہیں "ان من سلف من لم یجوز وقوع الطلاق الثلث" (عمدۃ القاری ج ۲۰ ۔ ۲۳۳) کہ آئمہ سلف صالحین میں سے کہ وہ ہیں جو تین طلاقوں کو تین قرار نہیں دیتے اس کے بعد عینی علیہ الرحمتہ نے ان بزرگوں کے نام بتائے جو اوپر گزرے ہیں نیز ان آئمہ اہل سنت میں سے امام حافظ ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد امام ابن قیم جوزیہ رحمہما اللہ بھی ہیں جنھیں ملا علی قاری علیہ الرحمتہ نے اس امت کے اولیاء میں سے ایک شمار کیا ہے (مرقاۃ ج ۴ ۔ ۴۲۸) اگرچہ ان دونوں بزرگوں سے مسئلہ زیارت مسئلہ توسل میں خطا ہوئی (غفرھما اللہ)

۲۔ یعنی بہت تھوڑے

تو الابحاث کا مطالعہ کرے۔ اور میں کہتا ہوں کہ جب یہ امر قرآن مجید و احادیث صحیحہ و آثار صحابہ و آئمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بالکل خلاف واقعہ ہے تو پھر کس طور قابل تسلیم ہے۔ اور صاحبان کو لازم ہے کہ اس فرقہ ظاہریہ وہابیہ سے ہرگز کوئی مسئلہ دریافت نہ کریں۔ اور اپنے مذہب پر قائم رہیں۔

سوال: جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ تین طلاق یک دفعہ ایک جلسہ میں کہنے سے طلاق رجعی واقعہ ہوتی ہے ایسے شخص کو کس مذہب میں گنا جائے؟

جواب: ایسے شخص کو رافضی۱۔ اور متبدع گنا جائے چنانچہ ۲۔ غنیۃ الطالبین مترجم صفحہ ۲۵ مطبوعہ اسلامیہ لاہور میں مذکور ہے وکذلک الروافض والیهود لا ترے علی النساء عدة و کذلک الرافضته والیهود لا تری فی طلاق الثلث شیئاً یعنی اس طرح رافضی اور یہودی نہیں دیکھتے عورتوں پر کچھ عدت۔ اور اس طرح رافضی اور یہودی نہیں دیکھتے تین طلاق میں کچھ چیز یعنی تین طلاق یک دفعہ دینے سے حرام نہیں سمجھتے۔ ہکذا فی عینی شرح بخاری اور طحاوی میں ہے عن مالک بن الحارث قال جاء رجل الی ابن عباس فقال ان عمی طلق امراته ثلاثته فقال ان عمک عصے اللہ فاثم واطاع الشیطان فلم یجعل له مخرجًا فقلت کیف تری فی رجل یحلهاله فقال من یخادع اللہ یخادعه (رواہ الطحاوی) ۳۔ یعنی

حاشیہ:

۱۔ رافضیوں اور شیعوں کے نزدیک تو رجعی بھی نہیں ہوتی اس سے طلاق ہی نہیں ہوتی جب تک کہ طہر میں نہ آئے اور طہر میں دے تو تین ایک ہی شمار ہوگی (وسائل الشیعہ ج ۷ ۔ ۳۱۱)

۲۔ یہ عجیب بات کہ حضرت مصنف علیہ الرحمتہ اسی فتاوی میں پہلے فرماتے ہیں کہ غنیۃ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب نہیں لیکن یہاں اس کا حوالہ ارشاد فرما رہے ہیں شاید اس کی شہرت کی وجہ سے۔ قادری

۳۔ عن ابراهیم من مهر ذوق وہو ابراہیم بن مرزق ابن دینار الاموی وثقه المحدثون الا ان الدار قطنی قال انه کان یخطی فیقال له فلا یرجع (تہذیب التہذیب ج ۱ (۱۶۳)

مالک بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پوچھا کہ میرے چچا نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ آپ نے کہا کہ تیرے چچا نے نافرمانی اللہ کی اور گناہ کیا۔ اور شیطان کا حکم مانا۔ اب اس کے نکلنے کی اللہ نے کوئی تدبیر نہیں کی۔ اور ابن حارث نے کہا جو شخص اس عورت کو اس پر حلال کر دے اس کے حق میں آپ کی کیا رائے ہے۔ آپ نے فرمایا جو شخص اللہ کو فریب دے گا۔ اللہ اس کے فریب کی اس کو خوب سزا دے گا۔ ا۔ پس مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے شخص کے ساتھ موانست و مجالست نہ کریں۔ ۲۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: خلع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور خلع طلاق ہے یا فسخ اور اس کی عدت کیا ہے؟

جواب: بے شک خلع کرنا جائز ہے جبکہ عورت اور خاوند کے درمیان ایسی کوئی نزاع پیدا ہوگئی ہے کہ وہ بالکل مٹ نہیں سکتی۔ پس اس صورت میں عورت کو مباح ۳۔ ہے کہ خلع کرائے چنانچہ آیت کریمہ میں ہے۔ فان خفتم الا یقیما حدود الله فلا جناح علیهما فیما افتدت به یعنی اگر خوف کرو تم کہ نہ قائم رکھ سکیں گے اللہ کے حدوں کو تو نہیں گناہ ان دونوں پر اس چیز میں کہ بدلہ دیوے عورت ساتھ اس کے۔ اور خلع طلاق ہے، نہ فسخ اور اس کی عداوت بھی مانند عورت مطلقہ کے ہے۔

کتاب تقویم صفحہ ۲۸۷ و دار قطنی و ابن عدی و مسند امام اعظم و موطا امام مالک میں ہے۔ وھوہذا

حاشیہ:

ا۔ یعنی بلا کسی دلیل شرعی کے ورنہ تو بڑے بڑے علماء و فقہاء ہیں جن کے اسماء گرامی ابھی گزرے ا۔ے طلاق رجعی قرار رجوع کو حلال ٹھراتے ہیں۔ مگر ان کے پاس دلیل شرعی ہے۔ قادری

۲۔ ہمارے ملک پاکستان میں تین طلاقوں کو ایک قرار دینے والے چونکہ وہ لوگ جنہیں وہابی کہا جاتا ہے جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں اس لئے ان بچنے کا فرما رہے ہیں۔ یعنی اس لئے نہیں کہ وہ تین طلاقوں کو ایک ہی قرار دیتے ہیں بلکہ اس لئے کہ ھم اہل سنت کے عقائد کو شرک کہتے اور سمجھتے ہیں اس بناء پر ان سے دوستی یا الفت و محبت نہ کریں اور ان کے ہم پلہ اور ہم نوالہ نہ ہوں۔ قادری

۳۔ مباح کا معنی ہے جائز۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخلع تطلیقہ بائنتہ خرجہ الدار قطنی یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خلع کرنا طلاق بائنہ ہے۔ اور ہدایہ جلد نمبر۲ صفحہ ۴۴ا۔ا میں بایں طور حدیث مذکور ہے لقولہ علیہ السلام الخلع تطلیقتہ بائنہ لانہ یحتمل الطلاق۲۔ الخ وعن بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ قال عدۃ المختلعتہ عدۃ المطلقتہ (اخرجہ مالک فی الموطا) یعنی فرمایا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہ بے شک عدت خلع والی عورت کی مانند عدت طلاق والی کی ہے۔ پس ان دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ یہی فیصلہ آپ کے ذات اور صحابہ کرام و آئمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے۔ اور ان کے بر خلاف فتوی دینے والا گمراہ اور مبتدع ہے۔ فقط

سوال: نماز جنازہ فرض کفایہ ہونے کی کیا دلیل ہے اور غائب میت پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ اور کئی مرتبہ ایک میت پر مختلف گاؤں میں جنازہ ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز جنازہ کے فرض ہونے کی دلیل ہے وصل علیہم ان صلوتک سکن لھم یعنی اے نبی ان پر نماز پڑھو۔ کیونکہ نماز تمہاری ان کے واسطے آرام ہے اور فرض کفایہ پر دلیل شاہد ہے کہ آپ نے ایک مردے پر نماز نہ پڑھی۔ اور اصحابوں کو کہا کہ تم اپنے صاحب پر نماز پڑھو۔ پس اگر فرض ہوتی تو آپ ترک نہ کرتے۔ اور خود پڑھتے اور نزدیک علمائے محققین اہل سنت و جماعت کے غائب پر نماز جنازہ پڑھنی جائز نہیں۔ ۳۔ اور جو حدیث بخاری شریف طحاوی شریف میں مذکور ہے کہ آپ نے ایک نجاشی بادشاہ حبش کے رہنے والے پر نماز جنازہ جماعت پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ خاصہ آپ

حاشیہ:

ا۔ اور اس لئے کہ وہ طلاق کا احتمال رکھتا ہے (یعنی لفظ خلع) یہاں تک کہ یہ کنایات طلاق میں سے ہو گیا ہے اور طلاق بالکنایا بائنہ ہے لہذا خلع طلاق بائنہ ہوا۔ قادری

۲۔ ج ۲۔ ۳۸۳

۳۔ یعنی احناف کے نزدیک جائز نہیں شوافع کے نزدیک جائز ہے۔ قادری

کی ذات کا تھا اور خصوصیت محض اس کے لئے تھی چونکہ اس کا تخت ا۔ سامنے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رکھا گیا تھا۔

مولوی عبدالجبار غزنوی بخاری شریف پارہ پانچ صفحہ ۴۷ باب الصفوف علی الجنازۃ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حاشیہ پر بعینہ بایں طور لکھا ہے۔ اس حدیث سے جنازہ غائب پڑھنے کے جواز پر سند پکڑتے ہیں۔ لیکن حق یہ ہے کہ یہ حدیث ہر ایک صورت میں دلیل نہیں ہوسکتی اس وجہ سے کہ نجاشی پر حبش میں جنازہ نہیں ہوا تھا کیونکہ وہاں کوئی مسلمان نہ تھا۔ سو اگر کسی میت پر ایک شہر والے جنازہ پڑھ چکے ہیں۔ تو دوسرے شہر میں اس کا جنازہ پڑھنے پر کوئی دلیل اس حدیث میں نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اس صورت کا جنازہ اگر مسنون یا مستحب ہوتا تو سلف صالحین سے اس کی کوئی نظیر ضرور پائی جاتی باوجودیکہ ہزار ہا واقعہ ہر زمانہ میں ہوتے رہتے ہیں۔ اور سلف صالحین سے جو ہر طرح خیر پر حریص تھے اسکی کوئی نظیر نہیں پائی گئی اور جو معاویہ بن معاویہ مزنی و زید بن حارثہ و جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر آپ نے جنازہ پڑھا تھا جیسا کہ واقدی اور طبرانی نے بیان کیا ہے تو اس کا جواب شرح وقایہ مترجم جلد اول صفحہ ۱۵۸ میں لکھا ہے کہ یہ تمام روایت ضعیف ہیں قابل تسلیم نہیں ۲۔ اگر بالفرض یہ بات مان لی جائے تو آپ کے زمانے میں کئی آدمی غیر ملکوں میں جاکر مرے تو پھر آپ نے ان کے جنازہ کس لئے نہ پڑھا جواب دو اور میت پر دوبارہ جنازہ پڑھنا جائز نہیں جبکہ اس کا وارث ادا کرچکا ہو۔

چنانچہ شرح ہدایہ صفحہ ۱۶۱ میں ہے وان صلی الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ لان الفرض یتادی بالاول والنفل بھا غیر مشروع ولنارایناالناس ترکواعن

حاشیہ:

ا۔ جس پر اس کا جسد شریف رکھا تھا

۲۔ یہ روایات ضعیف ہونے کے باوجود تعدد طرق و اسناد کی وجہ سے قوی ہیں یہی وجہ ہے کہ فقہاء احناف نے اس کے تعدد طرق کا اعتراف کیا ہے اور اس سے خصوصیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوی کیا ہے۔ تعدد طرق یہ ہیں کہ امام واقدی و امام طبرانی اور امام ابن سعد رحمتہ اللہ علیہ سب نے اپنی اپنی سندوں میں ان حدیثوں کو روایت کیا۔(فتح القدیر ج ۲ (۱۱۷)

اخرهم الصلوٰة علی قبر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھوا الیوم کما وضع یعنی اگر ولی میت نماز جنازہ گزار دیگرے را نمے رسد کہ اعادہ آن نماید زیرا کہ .بست گزاردن ولی نماز جناہ فرض ادا میشود و بعد ازاں اگر کسے دیگر بار بگذار پس ایں نفل خواہد بود و نماز جنازہ بطریق نفل مشروع نیست۔ لہٰذا مردمان نماز جنازہ نمیگذار مذبر قبر پیغمبر ﷺ و حالانکہ جسد مبارک آنحضرت ﷺ موجود است در قبر الان کما کان۔ (یعنی اگر میت کا قریبی وارث نماز پڑھ دے تو دوسرے کو اس کی نماز جنازہ دوبارہ پڑھنے کا حق نہیں اور اگر دوسرا پڑھے گا تو کیا پڑھے گا فرض تو وارث سے ادا ہو گیا یہ دوسری نماز نفل ہو گی اور نماز جنازہ نفل نہیں ہوتا اس لئے لوگوں نے پیغمبر علیہ السلام کی قبروں پر نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ ورنہ حضور ﷺ تو اپنی قبر انور میں ویسے ہی صحیح و سالم ہیں جیسے پہلے دن تھے یہی مسلمانوں کا ایمان و یقین ہے)

اگر کوئی کہے کہ امام صاحب کا جنازہ چھ مرتبہ کے لئے پڑھا گیا جبکہ جائز نہ تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ چھ مرتبہ عوام الناس نے پڑھا تھا اور پھر جب ان کے فرزند حماد نے ادا کیا تو پھر کسی نے نہیں پڑھا۔ چنانچہ کتاب خیرات الحسان صفحہ ۶۴ میں مذکور ہے ومن صلی علیہ فقیل بلغوا خمسین الفا وقیل اکثر واعیدت الصلوٰۃ علیہ ست مرات اخرھا ابنہ حماد۔

سوال: نماز جنازہ عورت یا مرد کا کس جگہ کھڑے ہو کر امام ادا کرے؟

جواب: اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے لیکن صحیح تر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے وسط میں امام کو کھڑے ہونا چاہیئے۔ اور مرد کے سینہ کے برابر۔ چنانچہ طحاوی صفحہ ۲۸۷ باسناد صحیح حدیث ابراہیم سے مذکور ہے عن ابراھیم قال یقوم الرجل الذی یصلی علی الجنازۃ عند صدرھا یعنی مرد کے جنازہ میں سینہ کے برابر کھڑے ہونا چاہیئے۔ اور بخاری پارہ ۵ میں لکھا ہے کہ آپ نے ایک عورت کے جنازہ کی نماز پڑھی اور وسط میں کھڑے ہوئے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بایں طور مذکور ہے ان رسول اللّٰہ صلعم کان یقوم عند راس الرجل و عجیزۃ المراۃ یعنی آپ مرد کے سر کے قریب کھڑے ہوا کرتے اور عورت کے جنازہ میں وسط میں۔

ایک روایت صاحبین و امام اعظم سے بایں طور مذکور ہے عن محمد بن الحسن عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ قال یقوم من الرجل والمراۃ حذاء الصدر اور شرح ہدایہ جلد اول

صفحہ ۱۶۴ میں اس طرح لکھا ہے یقوم الذی یصلی علی الرجل والمرء ة بحذاء الصدر لانه موضع القلب وقیه نور الایمان فیکون القیام عنده اشارة فی الشفاعة لایمان وعن ابی حنیفة ان یقوم من الرجل بحذاء راسه و من المراة بحذاء وسطها یعنی زیر انچہ سینہ موضع دل است و دراں نور ایمان است و پس استادن . محاذی آن اشارت است بسوئے اینکہ شفاعت در حق میت بجہت ایمان ویست و از ابی حنیفہ مرویست کہ ایستادہ شود اما برجنازہ مرد . محاذی سراو برجنازہ زن . محاذی کمر وزیر آنچہ انس چنیں کرد و گفت کہ ایں سنت رسول خدا ﷺ است۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (یعنی چونکہ سینہ دل کی جگہ ہے اور دل میں ایمان کا نور ہے پس اس کے برابر کھڑا ہونے میں اشارہ ہے کہ اس کے لئے دعائے مغفرت اس کے ایمان کے سبب ہے اور ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ مرد کے جنازہ میں اس کے سر اور عورت کے جنازے میں اس کی کمر کے برابر کھڑا ہو اور اس لئے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ کی یہی سنت ہے۔

سوال: جنازہ کی نماز میں چار تکبیریں کہنی چاہئیں یا پانچ؟

جواب: نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہیں چنانچہ کتاب بخاری جلد اول میں حدیث مذکور ہے ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نعی النجاشی فی الیوم الذی مات فیه و خرج بهم الی المصلیٰ فصف بهم و کبر علیه اربع تکبیرات یعنی حضور ﷺ نے نجاشی کی موت کی خبر سنا دی جس دن وہ فوت ہوا۔ اور نکال لے گئے اصحابوں کو نماز جنازہ کی جگہ میں پھر صفیں بنوائیں اور کہیں اوپر اس کے چار تکبیریں۔ اور جو آپ سے مختلف جنازوں پر پانچ، چھ، سات، آٹھ تکبیریں کہنی ثابت ہیں وہ تمام حدیثیں منسوخ ہیں۔

شرح مسلم جلد اول صفحہ ۲۱۰ میں لکھا ہے ھذا الحدیث عند العلماء منسوخ دل الاجماع علی نسخه یعنی یہ حدیث نزدیک علمائے دین کے منسوخ ہے اور دلالت کرتا ہے اجماع امت اس کے نسخ پر اور عبدالبر وغیرہ نے اجماع ثابت کیا ہے کہ چار تکبیروں سے زائد نہ کہی جائیں اور صحیح تر بھی یہی ہے۔ اور صاحب نصرۃ المجتہدین نے صفحہ ۴۰ بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ سند صحیح سے بایں طور لکھا ہے آخر ما کبر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم علی اجنائز اربعاً و کبر عمر

علٰی ابو بکر اربعا" و کبر عبداللّٰہ بن عمر علٰی اربعا" و کبر الحسن علٰی علی اربعا" و کبر الحسین علی الحسن اربعا" و کبرت الملئکۃ علی ادم ربعا" یعنی آخر فعل آپ کا چار تکبیریں کہنا ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جنازہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جنازہ عمر رضی اللہ عنہ پر چار تکبیریں کہیں۔

فتح المبین صفحہ ۱۴۸ میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے جنازہ کی نماز پڑھی اور چار تکبیریں کہیں۔ اور حضرت علی اور زید بن ثابت اور عبداللہ بن اوفی اور براء بن عازب اور ابن عمر اور ابو ہریرہ اور عقبہ بن عامر وغیرہ صحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین نے چار تکبیریں کہیں۔ اور اس پر اتفاق کیا اور مسند ابی حنیفہ کے حاشیہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۲ میں لکھا ہے آئمہ اربعہ کا بھی چار تکبیریں کہنے پر اتفاق ہے۔ وہوہذا اعلم ان تکبیرات الجنازۃ باتفاق الائمۃ اربعۃ اربع واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: نماز میں رفع یدین و آمین بالجہر و فاتحہ خلف الامام و نماز جمعہ کے بعد احتیاط ظہر کا اور نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ان تمام سوالات کا جواب جلد اول میں گذر چکا ہے۔ ہاں اس جگہ صرف اتنا واضح کر دینا کافی ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنا آئمہ اربع میں سے کسی نے اس کا اختیار کیا ہے یا نہیں؟ سو امام ترمذی نے لکھا ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنا صحابہ تابعین و آئمہ اربعہ و کسی اہل علم سے ثابت نہیں ہوا۔ وہو ہذا العلمل علی ھذا عند اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم واتابعین و من بعدھم یرون ان یضع الرجل یمینہ علی شمالہ فی الصلٰوۃ ورای بعضھم ان یضعھما مافوق السرۃ ورای بعضھم ان یضعھما تحت السرۃ وکل ذلک واسع عندھم صفحہ ۳۴ یعنی عمل اس حدیث پر اہل علم، اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم و تابعین اور تبع تابعین وغیرہ کے نزدیک ہے کہتے ہیں کہ رکھے مرد اپنا ہاتھ داہنا بائیں ہاتھ پر نماز میں۔ کہا بعض نے ناف کے اوپر۔ کہا بعض نے نیچے ناف کے اور یہ ہر دو امران کے نزدیک جائز ہیں۔ اور صاحب ترمذی نے دو گروہ بیان کئے ہیں۔ لیکن سینے پر ہاتھ باندھنا تو کسی کا مذہب بیان نہیں کیا۔

شرح مسلم صفحہ ۷۳ میں امام نودی نے بایں طور لکھا ہے یجعلھما تحت صدرہ فوق السرۃ ھذا مذھبنا المشھور بہ قال الجمھور من علمائنا و قال ابو حنیفۃ و سفیان الثوری و اسحق بن راھویۃ وھو اجل سیوخ البخاری و ابواسحق الخ یعنی رکھے دونوں ہاتھوں کو سینے کے نیچے ناف کے اوپر اور یہ ہمارا مذہب مشہور ہے اور یہی جمہور ہمارے علماء سے کہتے ہیں اور کہا امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری اور اسحق بن راہو یہ بڑے استاذ امام بخاری میں سے ہیں اور ابو اسحاق ہمارے اصحاب سے یعنی شافعیہ سے کہ رکھے دونوں ہاتھ نیچے ناف کے غرضیکہ مردوں کو سینے پر ہاتھ باندھنے کسی صاحب مذہب و محدث کے نزدیک جائز نہیں اگر ایسا ہوتا تو ضرور صاحب مسلم و بخاری و ترمذی و امام نودی و شافعی بیان کرتے اور حدیث خزیمہ کو لاتے۔

جو بعض کتب فقہ میں لکھا ہے کہ شافعی مذہب میں سینہ پر ہاتھ باندھنا سنت ہے تو اس کا جواب علمائے دین نے بایں طور دیا ہے کہ یہ روایت غیر مشہور ہے جو قابل تسلیم نہیں ورنہ امام نودی وغیرہ محدث جو شافعی المذہب تھے کس لئے اس سے انکار کرتے اور حدیث خزیمہ کی تاویل کرتے اور تحت الصدر کا حکم لگاتے۔ (نقل از نصر المقلدین صفحہ ۵۰)

سوال: نماز جنازہ مسجدوں میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مسجدوں میں جنازہ کی نماز بدون کسی عذر شدید و خوف فتنہ کے پڑھنی جائز نہیں چنانچہ ابوداؤد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بایں طور حدیث بیان کی ہے۔ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من صلی علٰی میت فی المسجد فلاشی لہ یعنی فرمایا آپ نے جس نے نماز پڑھی میت پر مسجد میں نہیں اس کو کچھ ثواب وقال محمد لا یصلی علی جنازۃ فی المسجد یعنی نہ نماز پڑھی جائے میت پر مسجد میں اگر نماز جنازہ مسجد میں جائز ہوتی تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نجاشی کا جنازہ مسجد سے باہر لے جاکر کس لئے ادا کرتے۔

روی عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لما نعی النجاشی خرج یصلی علیہ فی المصلی و لو کان یحوز الصلوۃ فی المسجد لم یکن للخروج جکہ نجاشی کی موت کی خبر آپ نے دی اور اس پر نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو واسطے ادا کرنے نماز کے باہر گئے۔ اگر

جائز ہوتی تو نماز جنازہ مسجد میں، نہ نکلتے بلکہ مسجد میں ادا کر لیتے۔ اور شرح مسلم جلد اول صفحہ ۳۱۲ امام نودی نے لکھا ہے کہ اصحابہ مسجد میں جنازہ پڑھنے کو عیب سمجھتے تھے۔ وہو ہذا فبلغھن ان الناس عابوا ذلک قالو اوماکانت الجنائز یدخل بھا المسجد یعنی خبر پہنچی ازواج مطہرات کو کہ صحابہ نے عیب جانا اس کو اور کہا کہ نہیں جائز کہ جنازے داخل کئے جائیں مسجد میں۔ اور جو حدیثیں مسجد کے بیچ جنازہ کے جواز پر آئی ہیں وہ تمام منسوخ ہیں۔(یا عذر کی صورت میں مثلاً" بارش ہو رہی ہو یا باہر کوئی جگہ نہ ہو ایسی مجبوری کی صورت میں مسجد میں نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی مسجدوں میں پڑھتے ہیں وہ جواز کے قائل ہیں جیسے شوافع جائز سمجھتے ہیں جبکہ وہ اہل حرمین علماء اپنے آپ کو حملی کہتے ہیں ان کے مذہب میں مسجد میں نماز جنازہ بلا کراہت جائز ہے۔ دیکھئے الانصاف فقہ حملیہ جلد دوم صفحہ ۵۳۸) اگر شک ہو تو کتاب معانی الاثار صفحہ ۳۰۷ اور فتح المبین صفحہ ۱۱۲ میں مطالعہ کریں۔

سوال: حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے روضہ منورہ کی زیارت کے لئے سفر کرنا اور اس سے حاجت طلب کرنا اور آپ کی ذات کو غیب داں سمجھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بیشک بخاطر زیارت روضہ منورہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سفر کرنا قرآن مجید و احادیث صحیح و اجماع امت سے ثابت ہے۔ وھو ھذا ولوانھم اذظلموا انفسھم جاء وک فاستغفروا اللّٰہ واستغفر لھم الرسول لو جدواللّٰہ توابا" رحیما" یعنی اگر یہ لوگ جب ظلم کریں اپنی جانوں پر (اے محمد) آپ کے پاس حاضر ہو کر بخشش چاہیں اور آپ بھی ان کے لئے بخشش طلب کریں تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے اور رحم کرنیوالا پائیں گے۔ ایضا" لقولہ تعالیٰ من یخرج من بیتہ مھاجرا" الی اللّٰہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللّٰہ یعنی جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں اپنے گھر سے باہر ہجرت کو نکلا اور راستہ میں وہ فوت ہو گیا تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے زمہ ہو گا۔ پس ان ہر دو آیت سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے روضہ مبارک پر جانے میں بڑا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ آپ اور آپ کی ذات مہاجرین اور سائلین اور فاجرین کے لئے اللہ تعالیٰ سے طلب مغفرت کرتی ہے۔ اور آپ کی ذات کا طلب مغفرت کرنا صرف زمانہ حیات میں مقید نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے ہے۔

چنانچہ کتاب جو ہر منظم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعد وفات چند روز ایک شخص آپ کی قبر پر آ کر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں بد کردار گنہگار آپ کے در پر طلب بخشش کے لئے آیا ہوں۔ آپ میرے لئے خداوند کریم سے مغفرت طلب کریں کیونکہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ جو بد کردار آپ کے دربار میں ائے تو آپ اس کے لئے طلب مغفرت کرتے ہیں۔ تب قبر منور سے آواز ائی کہ اللہ تعالٰی نے تجھے بخش دیا ہے۔ (اسی طرح تفسیر مدارک میں ہے دیکھیئے تحت آیت مذکورہ قادری)

صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ آپ اہل بقیع اور شہداء احد پر تشریف لے جاتے۔ اور علامہ ابن حجر مکی کی کتاب الجوہر المنظم صفحہ ۱۰ میں لکھتے ہیں من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی (اس حدیث کو امام حافظ ابو احمد عبداللہ بن عدی الجرجانی ۳۶۵ھ علیہ رحمت نے اپنی سند کے ساتھ الکامل فی ضعفا الرجال میں روایت فرمایا۔ جلد ۷ ص ۲۴۸) یعنی فرمایا آپ نے جو شخص حج کرے کعبہ کا اور نہ زیارت کرے میری پس اس نے مجھے پر جفا کیا لقولہ علیہ السلام من زار قبری و جبت لہ شفاعتی (ملاحظہ ہو سنن دار قطنی جلد ۲ ص ۲۷۸) یعنی فرمایا آپ نے جو شخص زیارت کرے مزار میرے کی پس اس کے لئے شفاعت میری واجب ہے۔ وقولہ علیہ السلام من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی (سنن دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۲۷۸) یعنی جو شخص بعد وفات میری زیارت کرے گا وہ گویا میری حیات میں زیارت کرے گا۔ (نقل از کتاب کبرانی و جوہر منظم و بیہقی و الدر السنیہ) پس ان تمام احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ آپ کے روضہ منورہ پر جانا ضروری ہے۔ جو شخص بدون کسی عذر کے اپ کے روضہ مقدس پر نہ گیا اس نے حضور ﷺ کی ذات پر ظلم کیا۔ اور ظالموں کے لئے مطلق یہ فرمان خداوند کریم کا ظاہر ہے۔ لعنة اللّٰه علی الظلمین یعنی ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔ (ظلم اس طرح کہ حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ پاک کی حاضری کا بڑا اجر و ثواب و استحقاق شفاعت ہے اور حضور اکرم ﷺ اپنی امت کے حق میں حریص ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے اور آپ کہتے ہیں کہ آپ کے امتی آپ کی بارگاہ میں حاضری دے کر بڑا ثواب پائیں اور شفاعت خاصہ کے حق دار بن جائیں لیکن جو وہاں دیدہ دانستہ حاضر نہ ہوا وہ محروم ہوا اس کی محرومی حضور اکرم ﷺ کے قلب مبارک کو ناگوار ناپسند ہے جس سے آپ کو رنج ہوتا ہے اور آپ کو رنج پہنچانا گناہ و ظلم ہے۔)

یہ جو حدیث غیر مقلد پیش کرتے ہیں کہ فرمایا آپ ﷺ نے لاتشدوا الرحال الا الی ثلثۃ مساجد مسجد الحرام و مسجد ھذا والمسجد الاقصٰی تو اس کے یہ معنی مراد ہیں کہ خیال نماز اور تعظیم کی خاطر سفر کرنا سوا ان تینوں سجدوں کے نہ چاہیئے یعنی کعبہ، مسجد نبوی اور بیت المقدس کے کیونکہ ان کی طرف تعظیم و نماز کی خاطر ضرور سفر کیا جاتا ہے اس لئے محدثین نے لکھا ہے کہ اس میں عبادت کا لفظ مقدر کرنا لازمی ہے ورنہ تمام سفر ناجائز ٹھہریں گے۔ حالانکہ ان کا کوئی منکر نہیں۔ (منع یہ ہوں گے کہ عبادت کی نیت سے ان تین مسجدوں کے سوا کسی مسجد کی طرف نیت نہ کرو اس کا بہتر جواب یہ ہے کہ یہ استثناء متصل ہے اور استثنا میں متصل ہونا بھی استثنا کی اصل حقیقت ہے اور استثنا متصل میں مستثنیٰ منہ اور مستثنیٰ کا ایک جنس ہونا ضروری ہے اور یہاں مستثنیٰ مساجد اور ضروری ہے کہ مستثنیٰ منہ بھی مسجد ہی ہو اس طرح تقدیر عبارت یوں ہو گی الرحال الاالمسجد الی ثلاثۃ مساجد کہ کثرت ثواب کی نیت ان تین مسجدوں کے سوا کسی مسجد کی طرف سفر نہ کرو روئے زمین کی باقی مسجدیں ثواب میں برابر ہیں ہاں اس نیت سے کسی مسجد کی طرف سفر کرنا جائز ہے کہ اس میں بڑا عالم رہتا ہے اس کا وعظ سننے سے علم و روحانی فائدہ زیادہ ہو گا یہ سفر دراصل عالم کے لئے ہوا مسجد کے لئے نہیں۔)

دوسری حدیث جا ماعین اپنے دعویٰ باطلہ پر بیان کرتے ہیں کہ فرمایا آپ ﷺ نے لاتجعلوا قبری عبدا یعنی میری قبر کو عبد نہ بناؤ۔ تو اس کا جواب بایں طور محدثین نے دیا ہے کہ اول تو حدیث چند وجہ سے قابل تسلیم نہیں کیونکہ اس کے سلسلہ اسناد میں بہت اختلاف ہے۔ ایک روایت میں لا تخذوا قبری عیدا" وارد ہے اور ایک میں لا تجعلوا قبری وثنا" اب خدا کو معلوم کہ عید کا لفظ صحیح ہے یا وثنا کا۔ اور علاوہ اس کے یہ حدیث بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کے طرق میں عبداللہ بن نافع ہے جو کہ مجروح ہے اور دوسری طرق میں جعفروہ مجہول الحال ہے۔ دیکھو رسالہ مولوی علاء الدین صفحہ ۴۹۔ اور وسیلہ پکڑنا بوقت مصیبت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس کا جائز ہے۔

مشکوۃ باب الکرام ابی جوزاء سے بایں مضمون حدیث مذکور ہے کہا انہوں نے کہ قحط زدہ ہوئے اہل مدینہ قحط سخت میں۔ پس شکایت کی لوگوں نے پاس حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے۔ پس فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہ دیکو قبر پیغمبر کو۔ اور کرو قبر شریف سے چند سوراخ طرف آسمان کے تاکہ

نہ حائل رہے درمیان قبر اور آسمان کے چھت۔ پس لوگوں نے ایسا ہی کیا پس برسا پانی بہت یہاں تک کہ پیدا ہوئی گھاس اور فربہ ہوئے اونٹ یہاں تک کہ پھٹ گئے چربی سے۔ یعنی کہ خوب تیار ہو گئے۔ پس اس حدیث سے صاف صاف معلوم ہوا کہ زمانہ خیر القرون میں بھی لوگوں نے مزار اقدس ﷺ سے حاجت طلب کی اور پائی۔ اور اگر لوگ بزرگان دین کے مزاروں پر حاجات بوقت مصیبت جا کر مانگیں۔ اور فیض حاصل کریں تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔ اور ثبوت اس کا جلد اول میں مفصل گذر چکا ہے۔

انوار الانبیاء بحوالہ کتاب مواہب و مدخل ابن حاج مکی میں لکھا ہے قد قال علماء نا رحمهم الله تعالٰى الا فرق بين موته وحياته صلى الله عليه وسلم فى مشاهدة لا مة و معرفة باحوالهم ونياتهم وعزائمهم و خواطر هم و ذالک جلى عنده لا خفاء به یعنی کہا ہمارے علماء دین نے کہ نہیں فرق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موت و حیات کی حالت میں کچھ اور دیکھتے ہیں اپنی امت کو اور پہچانتے ہیں احوال اور نیات ان کی اور سب حال ان پ روشن ہیں کوئی ان پر پوشیدہ امر نہیں۔

اسی طرح ملا علی قاری شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں۔ لا فرق لهم فى الحالين ولذاقيل اولياء الله لا يموتون ولكن ينقلبون من دار الى دار اولیاء اللہ کی دونوں حالت حیات و ممات میں کچھ فرق نہیں اور ہر دو حال میں اپنے مریدوں کی مدد کرتے ہیں۔

سوال نمبر ۲ کا جواب: بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلق علم غیب و غیر استقلالی و بالعرضی تھا۔ اور اس سے انکار کرنا کتاب اللہ و احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار لازم آتا ہے۔ وهو هذا عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا" الا من ارتضى من رسول (سورۃ جن) یعنی وہ ہے جاننے والا غیب کا پس نہیں خبردار کرتا اوپر غیب اپنے کے کسی مگر جس کو کہ پسند کرتا ہے اپنے پیغمبروں میں سے۔

ولقوله تعالٰى وما كان الله ليطلعكم على الغيب ولكن الله يجتبى من رسله من يشاء (پارہ ۴ سورۃ ال عمران) یعنی نہیں اللہ خبردار کرتا تم کو اوپر غیب کے لیکن اللہ تعالٰی پسند کرتا ہے پیغمبروں اپنے سے جس کو چاہے۔ لقوله تعالٰى وما هو على الغيب بضنين

(سورۃ تکویر) یعنی وہ نہیں اوپر غیب کے بخیل یعنی وہ غیب کی خبر بتانے پر بخیلی نہیں کرتا۔

کتاب مواہب لدنیہ باب اخبار الغیوب روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بایں طور مذکور ہے۔ ان اللّٰہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ماھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ یعنی فرمایا آپ ﷺ نے کہ خداوند تعالیٰ نے تمام دنیا کو میرے سامنے کیا اور میں اس کو دیکھ رہا ہوں جو کہ کچھ اس میں ہے اور جو کچھ قیامت تک ہو گا۔ اور دنیا کے تمام اطراف و جوانب میرے سامنے اس طرح ہیں جیسے ہاتھ کی ہتھیلی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے میدان بدر میں کہا کہ فلاں صحابی کے فلاں بیٹے کی یہاں اور یہاں قبر ہو گی سو ویسا ہی ہوا۔ اور عینی شروع بخاری صفحہ ۶۸ جلد ۱۰ اور قسطلانی جلد نمبر۶ صفحہ ۱۸۵ میں مذکور ہے کہ آپ کے سامنے ایک صحابی نے قصیدہ پڑھا جس میں یہ شعر تھا اور آپ ﷺ سن کر خوش ہوئے اور دعا دی اور وہ شعر یہ ہے۔

واشھد ان اللّٰہ لا رب غیرہ
وانک مامون علی کل غائب

یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ سوا خدا کے کوئی معبود نہیں اور یہ بھی شہادت دیتا ہوں کہ آپ ﷺ کی ذات تو ہر غیب پر مامون ہے۔ پس ان تمام دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ آپ کی ذات کو علم غیب مطلق و بالعرض تھا۔ (بالعرض کا لفظ بذات کے مقابلے میں بولا جاتا ہے اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا اسے عطائی بھی کہتے ہیں قادری) اور اس سے انکار صریح کفر ہے اور جہاں کہیں نفی علم غیب حضور ﷺ کی وارد ہوئی ہے وہاں مراد علم غیب استقلالی و بالذات ہے جو خاصہ خداوند کریم کا ہے۔ نہ نفی علم غیب مطلق حضور ﷺ سے ان اللّٰہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

سوال: اپنے آپ کو مذہب محمدی کہلانا کیسا ہے؟

جواب: اپنے آپ کو محمدی مذہب سے مشہور کرنا محض جہالت اور بیوقوفی ہے۔ چنانچہ کتاب تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۷۵ رد سوال شیعہ میں لکھا ہے کہ امام (امام نبی کا نائب ہے اور نبی کا نائب صاحب شریعت نہ کہ صاحب مذہب) نائب نبی است و نائب نبی صاحب شریعت است نہ صاحب مذہب (کیونکہ مذہبی رائے کا نام

ہے یعنی ایک فقہ ہے جو بعض امتوں کے لئے شریعت کی سمجھ کے سلسلے میں کھولی جاتی ہے اور وہ اپنی عقل و فقہ سے چند قائدے بنا لیتے ہیں پھر ان قائدوں کی روشنی میں شریعت کے مسائل ان ماخذ یعنی قرآن و سنت سے نکالتے ہیں اس لئے ان کی سوچ میں صواب (حق) اور خطا (غلطی) کا احتمال ہوتا ہے اور جب شیعہ حضرات کے نزدیک امام خطا سے معصوم ہے اور نبی کا حکم رکھتا ہے اس کی رائے کو بھی مذہب کہنا معقول بات نہیں لہٰذا مذہب کو اللہ تعالیٰ جبرائیل اور دوسرے فرشتوں اور پیغمبروں کی طرف منسوب کرنا کمال بے عقلی ہے جیسا کہ لامذہب لوگ اپنے مذہب کو محمدی مشہور کرتے ہیں لہٰذا یہ بھی کمال بے عقلی ہے راقم حاشیہ نگار غلام سرور قادری عرض کرتا ہے کہ مذہب کی بجائے طریقہ محمدیہ یا ملت محمدیہ یا دین محمدیہ کہتے ہیں اور اپنے آپ کو بھی محمدی کہہ سکتے ہیں فقط قادری) زیرکہ مذہب نام رائے است کہ بعض امتیاں۔ رافہم شریعت کشادہ شود و .عقل کو دچند اعدہ قرار دہد کہ موافق آن قوعد استنباط مسائل شرعیہ از آں نماید لہٰذا متحمل صواب و خطا میباشد۔ و چوں امام معصوم از خطا است (برغم شیعہ) و حکم نبی دارد نسبت مذہب باون نمودن ہیچ معقول نیست۔ لہٰذا مذہب رابسوی خداوند جبرائیل و دیگر ملا ئکہ و انبیاء نسبت کردن کمال بے خبری است چنانچہ لامذہبان خود را .بمذہب محمدی مشہور میکنند۔ پس ا-لنہم کمال بیخروی شد۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: بوقت ملاقات مصافحہ اور بعد نماز عید وغیرہ کے معانقہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بیشک بوقت ملاقات مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرنا اور معانقہ بعد نماز عید وغیرہ کے بہ نیت اظہار محبت اوپر کپڑوں کے جائز بالاجماع ہے۔ اور بخاری میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کہا اونھوں نے علمنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم و کفی بین کفیہ التشهد یعنی حضور ﷺ نے میرا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں لیکر مجھے التحیات کی تعلیم فرمائی اور نیز امام بخاری نے اپنی تاریخ میں بایں طور حدیث بیان کی ہے حدثنی اصحابنا یحییٰ وغیرہ عن اسمعیل ابن ابراہیم قال رایت حماد بن زید و جاءہ ابن المبارک بمکة فصافحه بکلتا یدیه یعنی مجھ سے میرے اصحاب یحییٰ ابو جعفر بیکندری وغیرہ نے اسمٰعیل ابن ابراہیم سے حدیث بیان کی کہ انہوں نے کہا کہ میں نے زید بن حماد کو دیکھا۔ اور ابن مبارک ان کے پاس مکہ مکرمہ میں آئے تھے تو

انہوں نے ان سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔

کتاب فقہ معتبرہ میں ہے یجوز المصافحة والسنة فیھا ان یضع یدیه من غیر حائل من ثوب او غیرہ کذا فی خزانة الفتاوی اور قنیہ و شرح تنویر سے علامہ مجدد مائۃ حاضرہ (یعنی امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ و رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۴۰ھ) نے لکھا ہے کہ السنة فی المصافحة بکلتا یدیه اور شرح مشکوۃ فارسی محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے بایں طور لکھا ہے۔ مصافحہ سنت است نزد ملاقات و باید کہ ہر دو دست بود۔ (یعنی ملاقات کے وقت مصافحہ سنت ہے اور دونوں ہاتھوں سے ہونا چاہیئے) اور اسی طرح فتاوئ عالمگیری میں ہے۔ اور جن حدیثوں میں لکھا ہے کہ اصحاب ایک ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا کرتے تھے۔ وہ تمام حدیثیں ضعیف ہیں اور قابل عمل نہیں (بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ وہ حدیثیں ایک حادثے مصافحے کے جواز کی دلیل ہیں یعنی افضل و مستحب دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا ہے) اگر غیر مقلد کسی حدیث صحیح سے دکھادیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کو منع فرمایا یا ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کا حکم فرمایا۔ تو دس روپیہ انعام لیں۔ (حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں دس روپے آج کے دس ہزار کے برابر ہوں گے۔)

معانقہ کرنا بھی جائز ہے۔ چنانچہ کتاب خانیہ و مجمع الانہر میں لکھا ہے۔ ان کانت المعانقة من فوق قمیص او جبة جاز عند الکل الخ ان کان علیھما قمیص او جبة جاز بالاجماع اور صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ ان کان علیه قمیص او جبة جاز بالاجماع و هو الصحیح هکذا اور درمختار شرح نقایہ اور صاحب ابن ابی دنیا نے و دیلمی مسند الفردوس نے ابو جعفر سے حدیث بیان کی ہے قال سئلت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن المعانقة فقال تحیة الامم و صالح یعنی فرمایا آپ نے معانقہ تہنیت امتوں کی اور ان کی اچھی دوستی۔ بیشک پہلے معانقہ کرنے والا ابراہیم خلیل اللہ ہے۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ آپ خاتون جنت کے گھر میں تشریف لے گئے اور حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب کیا۔ اور اس وقت ان کو خاتون جنت نہلا رہی تھیں۔ اس لئے دیری ہوئی اور حسنین جب نہا چکے تو دوڑتے ہوئے آئے اور ان کے گلے میں ہار تھا اور آپ نے ان کو گلے سے لگا لیا اور وہ

آپ سے لپٹ گئے۔ اور ام المومنین سے مروی ہے قالت رایت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم التزم علیا و قبلہ یعنی کہا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہ دیکھا میں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو کہ آپ نے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو گلے سے لگالیا اور بوسہ دیا۔ اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حدیث بیان کی ہے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے وہ اپنے والد سے بایں طور حدیث بیان کرتے ہیں ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عانق عثمان بن عفان و قال قد عانقت اخی عثمان فمن کان لہ فلیعانقہ یعنی آپ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے معانقہ کیا اور فرمایا کہ میں نے اپنے بھائی سے معانقہ کیا اور جس کا کوئی بھائی ہو وہ بھی چاہے تو اپنے بھائی سے معانقہ کرے۔

سنن ابو داؤد میں ام المومنین سے بایں طور مروی ہے کانت اذا دخلت علیہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قام الیھا فاخذ بیدھا فقبلھا واجلسھا فی مجلسہ وکان اذا دخل علیھا قامت الیہ فاخذت بیدہ فقبلتہ و اجلستہ فی مجلسھا یعنی حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف قیام فرماتے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیتے۔ اور اپنی جگہ پر بٹھاتے اور جبکہ آپ ان کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قیام فرماتیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک پکڑ کر بوسہ دیتیں۔ اور حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔

سید احمد طحطاوی نے حاشیہ نورالایضاح میں لکھا ہے کنا تطلب المصافحۃ فھی سنۃ عقب الصلوۃ (یعنی ہر نماز کے بعد مصافحہ سنت و مستحب ہے۔) اور حاشیہ درمختار میں ہے تستحب المصافحۃ بل ھی سنۃ عقب الصلوۃ کلھا وعند کل لقی یعنی سنت ہے بعد ہر نماز کے مصافحہ کرنا اور بوقت ہر باری ملاقات کے اور اگر کسی صاحب نے مفصل حال دیکھنا ہو تو الجین (یہ امام اہلسنت اعلحضرت عظیم قطب الزماں و احمد رضا رضی اللہ عنہ کی کتاب ہے جس کا پورا نام صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین یہ تاریخی نام ہے جو ۱۳۰۶ھ کو لکھی گئی اس نام سے یہی تاریخ نکلتی ہے جب اعلحضرت کی ہر کتاب کا نام تاریخی ہے قادری) مصنفہ مجدد مائتہ حاضرہ کو مطالع کرے۔ فقط

سوال: ضاد کو ظ یا زیا ذ قرآن مجید میں جائز ہے یا نہیں اور ض کو مشابہ ظ کے پڑھے جانے سے نماز فاس

ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب: ضاد کو مشابہہ ظ یا ز یا ذ کے پڑھنا سخت حرام ہے و گناہ عظیم ہے کیونکہ ان کے تبدل ہونے سے معنوں میں بھی تغیر آ جاتا ہے۔ اور یہ صریح مفسد نماز ہے جیسے کہ عظیم و عذیم و ضالین و ظالین و مغضوب و مغظوب و مغذوب میں کس قدر معنوں میں تبدیلی ہو گئی ہے۔ اس لئے علامہ امام برہان الدین محمود نے محیط برہانی میں لکھا ہے کہ جو شخص قصداً ض کو ظ پڑھتا ہے کافر ہے۔ وھو ھذا سئل الامام الفضلی عمن یقراء الظار المعجمة مکان الضاد المجمة او علی عکس فقال لا تجوز اماته و ان تعمد یکفر اور قاضی خان میں لکھا ہے ان قرء غیر المغضوب بالظاء و بالدال تفسد صلوة یعنی جو غیر المغضوب کی جگہ مغظوب یا مغذوب پڑھے تو نماز فاسد ہو گئی اور ایسے شخص کی امامت بھی جائز نہیں اور فتاویٰ محمدی بحوالہ فتاویٰ حمادی میں لکھا ہے۔

اگر ظا سے پڑھے گا ضالین
وہ نماز اس کی ہے فاسد بالیقین
اور امات فاسد ہے اس کی تمام
یاد رکھ یہ مسئلہ اے ذی احترام

اور حدیث شریف میں ہے اقروا القرآن بلحون العرب واصواتها (رواہ البیہقی) یعنی فرمایا آپ نے کہ قران کو لہجہ عرب و آواز عرب سے پڑھو کیونکہ وہ بہت فصیح ہے بہ نسبت تمام عجمی کے۔ اور مولوی عبدالجبار غزنوی امرتسری غیر مقلد صاحب اپنے فتاوے صفحہ ۲۲ میں بایں طور لکھا ہے کہ ظالین اور ض کو مشابہ ظ کے پڑھنا شعار روافض ہے اور یہ تمام علمائے حرمین شریفین و قراء عرب و جمہور آئمہ دین کے خلاف ہے۔ اور میں اس کا بالکل قائل نہیں ہوں۔

سوال: جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں اکثر فرقہ غیر مقلدین و مرزائی اس کے قائل اور عامل ہیں اور اس پر حد پچیس بھی بیان کرتے ہیں یہ کیونکر ہے؟

جواب: اگر جرابیں مجلدین و منعلین اور چلنے پھرنے اور دوڑنے سے اپنی جگہ پر قائم رہیں اور نہ گریں تو بے شک ان پر مسح کرنا جائز ہے۔ ورنہ ناجائز۔ چنانچہ ہدایہ جلد اول صفحہ ۳۷ میں ہے ولا یجوز

المسح علی الجوربین عندا ابیحنیفة ان یکونا مجلدین او منعلین وقالا یجوز ان کانا ثخینین یشفان ولو کانا ثخینین یشفان ول کان الجرموق من کرباس لا یجوز المسح علیه اور جو حدیثیں جرابوں کے مسح کے جواز پر ترمذی و ابوداؤد میں آئی ہیں وہ نزدیک محدثین ضعیف ہیں' قابل عمل نہیں (بلکہ ان کی تاویل ہے وہ یہ کہ ان کی جرابیں اس قدر موٹی ہوتی تھیں کہ ان پر مسح ہو سکتا ہے نیز یاد رہے کہ اس کسی حدیث کی تاویل کر کے اس کا مفہوم بہتر بنا لینا بہتر ہے اس سے کہ اسے ناقابل عمل ٹھہرایا جائے) چنانچہ بیہقی نے لکھا ہے کہ کہا سفیان ثوری و عبدالرحمٰن بن مہدی و احمد بن حنبل و یحییٰ بن معین رحمتہ اللہ علیہم نے کہ حدیث مغیرہ جو ترمذی میں ہے وہ ضعیف ہے۔

اتفق الحفاظ علی تضعیفه ولا یقبل قول اترمذی انه حسن صحیح (امام ترمذی کا یہ فرمانا کہ حدیث حسن ہے صحیح ہے قبول جب ہم نے تاویل کر دی تو امام ترمذی کے قول کو غیر مقول قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں) اور جو حدیث ابوداؤد میں موسیٰ سے مروی ہے لیس بالمتصل ولا بالقوی علاوہ اس کے خود مولوی عبدالجبار غزنوی نے اپنے فتاویٰ صفحہ ۱۰۲ میں لکھا کہ جرابوں پر مسح بالکل جائز نہیں۔ اور نہ ہی اس بارے میں کوئی حدیث صحیح اس کے جواز پر وارد ہوئی۔ اور یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ وہ جراب جس پر مسح کیا گیا تھا وہ چمڑے کی تھی یا سوت کی یا اون کی' کیونکہ جراب کا اطلاق چمڑے کی جراب پر بھی آتا ہے۔ لہٰذا ان جرابوں پر مسح کرنا نہیں چاہیئے۔

استفتا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین ان مسائل میں جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں ان کا جواب سند صحیح سے دیا جائے۔

سوال اول: یہ قدم جو پتھر پر لگا ہوا اکثر گداگر لوگ گلی کوچوں میں لئے چلتے پھرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ قدم مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے آیا صحیح ہے؟

سوال دوم: نکاح کی اجرت نکاح خواں کو لینی جائز ہے یا نہیں۔ اور بکرہ اور ثیبہ کی اجرت میں فرق ہے یا نہیں اور کتنی اجرت لینی چاہیئے؟

سوال سوم: یہ عام لوگ جو زراعت پیشہ فی کھلیان (خلواڑہ) ٹوپہ غلہ ملا کو دیتے ہیں جس کا نام رسول والی ہے۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟

سوال چہارم: یہ جو غیر مقلد کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی عورت کو ایک جلسہ میں ہزار طلاق دیدے تو ایک ہی واقعہ ہوتی ہے۔ کیا یہ ٹھیک ہے؟

سوال پنجم: اگر کوئی شخص مشرف باسلام ہوا اور اس کے والدین کفر پر ہی مرے ہوں تو اس کو نماز میں ان کے لئے بخشش کی دعا مانگنی جائز ہے یا نہیں جیسے کہ نماز میں آتا ہے ربنا اغفرلی ولوالدی وغیرہ۔

جواب اول: کتب حدیث و تواریخ میں لکھا ہے کہ یہ قدم جو ہندوستان میں پتھر پر لگا ہوا ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ یہ صرف بعض مداحوں نے آنحضور ﷺ کی طرف منسوب کر دیا ہے چنانچہ کتاب قرۃ العیون جلد ۶ صفحہ ۳۶' شرح سرور المحزون شاہ ولی اللہ محدث صاحب دہلوی نے لکھا ہے زکر کثیر من المداح ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان اذا مشٰی علی الصخرۃ غاصت قدماہ فیہ ولا وجود لذلک فی کتب الاحادث وقد انکرہ (امام برہان الدین الناجی الد مشقی و قال انہ لم نقف لہ علی اصل و سند ولا اری من خرجہ فی شئی من کتب الحدیث الایوجد فی کتب الحدیث والتورایخ کیف یسوع ستہ الی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعنی ذکر کیا بہت مداحوں نے کہ جب چلتے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تو گھس جاتے تھے دونوں قدم ان کے پتھر میں اور حالانکہ نہیں وجود اس کا کتب حدیث میں اور انکار کیا اس کا امام برہان الدین ناجی دمشقی نے اور کہا انہوں نے نہیں پائی جاتی اصل اور سند اس کی اور نہ دیکھا کسی کو سلف معتبرین سے کہ اس کا کچھ اصل بیان کرتے اور کہا صاحب شافی نے کہ جس کا ثبوت کتب حدیث اور تواریخ میں نہ پایا گیا ہو پھر کب جائز ہو گا نسبت کرنا اس کا طرف آنحضور ﷺ کے۔ اور بال مبارک اور پارچہ جات وغیرہ اشیاء آنحضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ثبوت حدیث و تواریخ میں موجود ہے۔ اور ان کی زیارت کرنا غایت درجہ کا ثواب اور برکت ہے۔

چنانچہ قرۃ العیون جلد ۱ صفحہ ۵۸ لکھا ہے کہ داہنی طرف کے بال آپ نے سب ابو طلحہ ؓ کو دیئے اور بائیں طرف کے بالوں کو لوگوں میں تقسیم کرنے کا حکم فرمایا۔ اور اصحاب آپ کے بالوں کو اپنی جانوں

سے بھی زیادہ محبوب رکھتے تھے۔ اور یہ اس لئے کیا تاکہ یہ برکت لوگوں کے پاس باقی ہے اور یادگیری ہو۔

مرا از زلف تو موئے پسند است
فضولی میکم بوئے پسند است

جواب دوم: اجرت نکاح کی نکاح خوان کو لینی جائز ہے کیونکہ اس ملک اور زمانہ میں یہ دستور ہے کہ جب لوگ امام مسجد مقرر کرتے ہیں تو اس سے پہلے ہی یہ وعدہ کر لیتے ہیں کہ اس قریہ یا محلّہ میں جو کچھ آمدنی ہوگی وہ سب ملک تیرا ہوگا۔ جیسا کہ قربانی کی کھالیں اور ٹوپہ غلہ فی کھلیان (خلواڑہ) اور فی نکاح پانچ روپیہ دو روپیہ بانگ (بانگ کا معنی آسان ہے معنی یہ ہے کہ بچے کے کان میں اذان دینے کے لئے لوگ امام صاحب کو لے جاتے اور اذان کے بعد اس زمانے میں دو روپے ان کی خدمت میں ہدیہ کرتے تو ایسا کرنا اور لینا جائز ہے یہ نیک کام کا معاوضہ نہیں بلکہ یہ بزرگوں کے تکلیف فرمانے اور وقت دینے کا ہی ہدیہ ہے فقط قادری) وغیرہ جو ہوگا وہ سب تجھ کو ملے گا۔ تو اس صورت میں ضرور ان کو دینا واجب ہوگا۔ ورنہ سخت گنہگار ہونگے کیونکہ قرآن مجید و حدیث شریف میں ہے کہ ایماندار لوگ جو کسی سے وعدہ کرتے ہیں اس کو پورا کرتے ہیں۔ لیکن منافق پورا نہیں کرتے۔ والموفون بعهدهم اذاعاهدوا۔ (کہ وہ جو لوگ عہد کیا ہو پورا کرتے ہیں

اور حدیث شریف میں ہے لاایمان لمن لا امانة له ولا دين لمن لا عهد له (رواه البيهقی) یعنی جو امانت میں خیانت کرے یا وعدہ کو پورا نہ کرے وہ منافق اور بے دین ہے اور فتاوی الفصول العمادی میں ہے اذاعينو الامامهم شيئا من الاوقاف والصدقات والهدايا وغيرها لزمهم اداءها (یعنی لوگ اپنے امام صاحب اوقاف (وقف شدہ) صدقات اور ہدیہ جات میں سے کچھ مقرر کرلیں تو اس کی ادائیگی ان کو لازم ہے) اور علامہ ابن جیون نے اپنی کتاب وجیز صفحہ ۳۴ میں لکھا ہے اگر بظاہر نگفتہ اند وقت نصب مقرر بطریقہ رسم و عادت و رواج بلاد خود اور امام کروند پس دریں صورت ہم حصہ مرسومہ آں بلاد برایشان ادا کردن برای امام خود واجب است لان المعرف کالمشروط۔ (اگر بظاہر کچھ نہ کہا یونہی امام صاحب کو مقرر کر دیا یعنی ماہانہ یا سالانہ کچھ مقرر کئے بغیر امام کو مقرر کر دیا تو اس علاقے کے رسم و رواج کے مطابق ان کو ہدیہ پیش کرنا ضروری ہے کیونکہ معروف مشروط کی طرح ہے) اور

فتاوے نوادر صفحہ ۲۳۶ بحوالہ فتاویٰ و جامع میں لکھا ہے عن المشتغل بتعلم العلم وجب علی المسلمین کفایتہ۔

جواب سوم: رسول واہی معلوم ہوتا ہے کہ اصل لفظ رسول ارواحی ہے اور رسول واہی بھی درست ہے کیونکہ رسول لفظ عربی ہے اور واہی ہندی ہے جس کے معنی پہنچے ہوئے کھیت کے ہیں یعنی کھیتی انجام پر پہنچ گئی اور اس کا ثبوت یہی ہے کہ اصحاب انصار جو زمینداری کا کام کرتے تھے جب ان کی کھیتی پکنے لگتی تو ان سے عمدہ اور اعلیٰ میوہ اور غلہ چن کر مسجد نبوی کے کونے میں جا کر رکھ دیتے تاکہ مہاجرین محتاج و مفلس کھائیں اور دعا کریں اور ایک روز ایک زمیندار نے اس مال میں سو صاع کھجوریں ناقص لاکر ڈال دیں یہ فعل اس کا خداوند کریم کو ناپسند آیا اور فرمایا۔

یایھا الذین آمنو انفقوا من طیبت ما کسبتم و مما اخرجنا لکم من الارض ولا تیمموا الخبیث منہ یعنی اے ایماندار خرچ کرو راہ خدا میں اس چیز سے جو کمایا تم نے اور اس چیز سے جو نکالا ہم نے واسطے تمہارے زمین سے اور نہ قصد کرو بری چیز دینے کا اور اسی پارہ ربع اول میں ہے اذا اثمر واتوا حقہ یوم حصادہ یعنی ہر دو کھیت اور میووں سے جس وقت پھل لائے اگرچہ کچا ہو اور وہ حق ہے۔ یعنی صدقہ کرو جس دن کھیت کاٹو اور درخت گراؤ اور میوہ چنو یہ اہتمام صدقہ دینے اور دیر نہ کرنے کے لئے ہے۔ تفسیر حسینی وغیرہ۔ اور مولوی عبداللہ نے انواع جلد دوم صفحہ ٦٦ میں بحوالہ فتاویٰ عالمگیری لکھا ہے کہ ضرور جب غلہ مانڈا جائے اور بھوسہ و غلہ صاف ہو جائے تو اس خلواڑہ سے پہلے گنتی ٹوپہ کے صدقہ کیا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جواب چہارم: اس سوال کا جواب نہایت توضیح سے اسی کتاب کے صفحہ .... سے شروع ہوتا ہے مطالعہ فرمائیں۔

جواب پنجم: دعاء طلب مغفرت کسی مسلمان شخص کو اپنے والدین کے لئے جو بحالت کفر مرے ہیں نماز وغیرہ میں دعا نہیں مانگنی چاہیے۔ لقولہ تعالیٰ وما کان النبی والذین امنو ان یستغفر اللہ للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ یعنی نہیں لائق واسطے نبی کے اور جو لوگ ایمان لائے ہیں یہ کہ بخشش مانگیں مشرکوں کے واسطے اگرچہ وہ صاحب قرابت ہی کیوں نہ ہوں۔ اور ایسے شخص کو چاہیے کہ

اور دعائیں پڑھیں جیسا کہ بخاری وغیرہ میں الفاظ وارد ہیں اللھم انی اعوذبک من عذاب القبر واعوذبک من فتنہ المسیح الدجال۔

سوال : بعض لوگ نیچری خیال کے کہتے ہیں کہ قبر میں عذاب نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی میت کو زندہ کیا جاتا ہے یہ کیونکر ہے؟

جواب : عذاب قبر حق ہے اس کا ثبوت قرآن مجید و احادیث شریفہ و اجماع امت سے ثابت ہے اور اس سے انکار کرنا کفر و ضلالت ہے۔ سنعذبھم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم (پارہ ۱۱) یعنی قریب عذاب کریں گے ہم ان کو دوبارہ پھر پھیرے جائیں گے بڑے عذاب کی طرف۔

آیت دوم وحاق بال فرعون سوء العذاب النار یعرضون علیھا غدوا و عشیا" و یوم تقوم الساعتہ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب یعنی گھیر لیا فرعون والوں کو عذاب کی برائی نے وہ آگ کہ حاضر کئے جاتے ہیں اوپر اس کے صبح اور شام اور جب ہو گی قیامت کہا جائے گا داخل کرو فرعون والوں کو سخت عذاب میں۔ پس ان ہر دو آیت سے عذاب قبر اور عذاب قیامت ثابت ہوا۔

بخاری سے پارہ ۵ میں براء بن عذاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ جب بٹھلایا جاتا ہے مومن کو بیچ قبر کے پھر آتے ہیں آنے والے (ملا ئکہ) اور پھر گواہی دیتا ہے کہ نہیں کوئی لائق بندگی کے مگر اللہ اور پیغمبر اس کا رسول ہے فذلک قولہ یثبت اللّٰہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا و فی الاخرۃ پس قول اللہ تعالیٰ جس کے معنی یہ ہیں کہ ثابت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے ساتھ بات محکم کے بیچ زندگانی دنیا کے اور آخرت میں۔ اور کہا صحابہ نے یہ آیت نازل ہوئی ہے بیچ عذاب قبر کے۔

بخاری میں ہے کہ سوال کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے عذاب قبر سے۔ فرمایا آپ نے عذاب قبر حق ہے۔ اور سعید بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سمعت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھو یتعوذ من عذاب القبر یعنی سنا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ پناہ مانگتے ہیں عذاب قبر سے۔ اور کہا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فما رایت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد صلی صلوۃ الا تعوذ من عذاب القبر یعنی کہ نہیں دیکھا میں نے رسول خدا کو بعد اس کے کہ پڑی ہو کوئی نماز مگر پناہ مانگی آپ نے عذاب قبر سے۔

کتاب بخاری باب الجنائز میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان العبد اذا وضع فی قبرہ ویتولی عنہ اصحابہ انہ یسمع قرع نعالھم اتاہ ملکان فیقعد انہ فیقولان ما کنت تقول فی ھذا الرجل لمحمد یعنی فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندہ رکھا جاتا ہے قبر میں اور پیٹھ پھیرتے ہیں ساتھی اس کے، تحقیق وہ البتہ سنتا ہے آواز جوتیوں ان کی۔ اور آتے ہیں اس کے پاس دو فرشتے پس بٹھلاتے ہیں اس کو اور کہتے ہیں کیا کہتا تھا تو بیچ حق اس شخص کے پس کہتا ہے مومن میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ بندہ اللہ کا ہے اور پیغمبر اس کا ہے انہ یفتح لہ فی قبرہ یعنی اس کو جنت کی بشارت دی جاتی ہے اور قبر اس کے لئے فراخ کی جاتی ہے۔

فرمایا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ کافر سے بھی ایسا ہی سوال ہوتا ہے پس کہتا ہے لا ادری کنت اقول مایقول الناس فیقال لادریت ولا تلیت ویضرب بمطارق من حدید ضربۃ فیصیح صیحۃ پس کہتا ہے میں نہیں جانتا اور میں کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔ پس کہا جاتا ہے نہ سمجھا تو نے اور نہ پڑھا تو نے قرآن اور مارا جاتا ہے لوہے کی گرزوں سے یکبارگی مارا جانا۔ پس نہایت سخت چیختا چلاتا ہے اور سوائے جنوں اور آدمیوں کے سب آس پاس والے اس کی آواز سنتے ہیں۔ ان دلائل کے سوا ہزارہا دلائل اور بھی اس پر شاہد ہیں اور تمام کا اس باب پر اتفاق ہے اور عقل بھی اس سے مانع نہیں کہ خدا تعالیٰ اس کے تمام بدن یا اس کے کچھ حصہ میں روح ڈال دے اور اس کو دکھ یا سکھ پہنچائے اور اگر کہو کہ انسان قبر میں ایک ساعت بھی زندہ نہیں رہ سکتا کیونکہ وہاں ہوا بالکل بند ہوتی ہے تو میں کہتا ہوں کہ خدا قادر ہے جیسا چاہتا ہے کرتا ہے اور اس کے لئے کچھ مشکل نہیں۔ چنانچہ اصحاب کہف کا قصہ اس پر شاہد ہے۔ وھوھذا

ولبثوا فی کھفھم ثلث مائۃ سنین و از دا دوا تسعا یعنی رہے وہ بیچ غار اپنی کے تین سو برس اور زیادہ رہے نو برس اور وہ پس سوتے تھے اور کروٹیں بدلتے ہیں ہم ان کی داہنی طرف اور بائیں

طرف اور کتا ان کا پھیلا رہا ہے دونوں ہاتھ اپنے۔ پس ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ وہ کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں اور نہ ان کو وہاں کچھ ہوا پہنچتی ہے اور نہ ان کو کچھ خبر ہے چنانچہ اس آیت میں ہے۔
قال قائل منهم کم لبثتم قالوا لبثنا یوما" او بعض یوم کہا ایک کہنے والے نے ان میں سے کتنا رہے تم۔ کہا انہوں نے ہم ایک دن یا تھوڑا حصہ دن سے غرضیکہ خداوند کریم جس جگہ کسی بشر وغیرہ کو رکھنا چاہتا ہے اسی جگہ کے موافق اس کا مزاج کر دیتا ہے۔ علاوہ ازیں معترضین کو جنین کی حالت پر غور کرنا چاہیے کہ باوجودیکہ کئی پردوں میں رحم کے اندر جہاں اس کو کسی طرف سے بھی ہوا نہیں ملتی کس طرح زندہ رہتا' پرورش پاتا اور پیٹ کے اندر حرکت کرتا ہے۔ اس میں خدا قادر کی کس قدر قدرت و حکمت پائی جاتی ہے اس طرح خدا تعالیٰ قبر کے اندر بھی مردہ میں روح ڈال کر زندہ کر دیتا ہے۔

سوال: جو اشیاء خوردنی ہندو یا عیسائی کسی غیر مذہب کے ہاتھوں کی بنی ہوئی ہوں ان کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بے شک ہندو و عیسائی وغیرہ بدمذہب کی دستی اشیاء ماکولہ (اشیاء ماکولہ کھانے کے کام آنے والی چیزیں ہیں) بنی ہوئی سے مسلمانوں کو اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ یہ لوگ ناپاک و پلید پانی استعمال کرنے سے پرہیز نہیں کرتے اور ان سے عیدوں میں ہدیہ نہ لیا جائے چنانچہ خزایتہ الروایات و محیط و ذخیرہ میں مذکور ہے لا ینبغی للمومن ان یقبل ہدیة الکافر فی یوم عیدهم ولو قبل ولا یعطی ولا یرسل الیهم شئیا" (یعنی مومنوں کو نہیں چاہیئے کہ کافروں کی عید کے روز ان سے ہدیہ قبول کریں اور اگر قبول کرلیں تو اس کے بعد ان کو کچھ نہ دیں اور نہ کوئی چیز ان کو بھیجے۔)

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے فتاویٰ عزیزی صفحہ ۱۱۷ میں لکھا ہے کہ عیسائیوں کے ساتھ نہ کھانا مل کر کھایا جائے اور نہ ان کے برتنوں میں کھانا کھایا جائے کیونکہ یہ لوگ مشرک ہیں۔ اور شراب و خنزیر حرام اشیاء کو حلال تصور کرتے ہیں لیکن اگر کسی خاکروب کو کوئی مسلمان لاٹھی سے یا کھاری میں روٹی باندھ کر یا رکھ کر دے اور خاکروب اسی طرح اٹھا کر دوسرے مسلمان کو جادیوے تو اس میں کوئی قباحت نہیں آتی جیسا کہ فتاویٰ عبدالحی میں ہے۔

سوال: کفار کی نوکری کرنی جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کونسی نوکری جائز ہے؟

جواب: نوکری کفار ان در بعض امور جائز و در بعض ناجائز چنانچہ در فتاویٰ شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ جلد ۲ صفحہ ۱۱۱ مذکور است اگر نوکری ارتکاب معصیت کبیرہ متوقع باشد مانند محاربہ بامسلمین در پلٹن و مانند آں شراب و غوشت مردار و خنزیر و خدمتگاراں را ایں قسم روز گار ممنوع است و دیگر روزگار کہ دریاں ایں چنیں منہیات نباشند مانند نوشتن امور عدالت و منشی گری و مانند قافلہ رسانی و نگہبانی پولیس مانند آں ممنوع نیست۔ فقط (یعنی کافر کی نوکری کچھ صورتوں میں جائز اور کچھ میں ناجائز ہے اگر ان کی نوکری میں اس بات کا خوف ہو کہ وہ ان کو دوسرے مسلمانوں سے لڑنے کا حکم دیں گے یہ ماصیت و گناہ کبیرہ ہے اسی طرح خنزیر و مردار کا گوشت اور شراب سے متعلق کام کرنا پڑے گا تو ایسی نوکری نہ کرے ہاں اگر ایسے کام کی ہو جو منع نہیں۔ جیسے عدالت میں لکھنے کا کام' منشی گری' قافلہ پہنچانا' پولیس کی چوکیداری جائز ہے۔ قادری)

سوال: کتب فقہ کو تہمت لگانے والا اور منکر فقہ کون ہوتا ہے؟

جواب: کتب فقہ معتبرہ سے انکار کرنے والا محقق علماء کے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے۔ بالعکس شافعیہ و حنبلیہ وغیرہ کے۔ چنانچہ فتاویٰ عزیزی جلد اول صفحہ ۱۵ میں لکھا ہے کہ اگر منکر شود بجہت انکہ این کتاب از علم دینیہ است پس ایں خود کفر است۔ (یعنی فقہ کا انکار اس کے علوم دینیہ کی بنا پر کفر ہے) اور اس طرح فتاویٰ عبدالحی جلد اول صفحہ ۱۸ میں لکھا ہے لانہ اھان الدین ومن اھان الدین فقد کفر (کہ جس نے فقہ کو نہ مانا اس نے دین کی توہین کی اور جس نے دین کی توہین کی وہ کافر ہے) اور فتاویٰ بزازی میں ہے اذا القی الفتویٰ علی الارض اوقال عند رؤیہ الفتوی ردی اوقال ایں چہ شرح است یکفر لانہ رد حکم الشرع فقط۔ واللہ اعلم (یعنی کسی نے فتوے کو زمین پر پھینک دیا یا اسے دیکھ کر کہا فتویٰ بے کار ہے یا کہا یہ کیا شریعت ہے کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے شریعت کے حکم کو رد کر دیا۔ قادری)

سوال: جو عورت حیض سے پاک ہو اور غسل نہ کیا ہو اس سے وطی کرنی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بیشک اگر عورت ایام معینہ حیض سے پاک ہو جائے اور اس پر نماز کا وقت بھی گذر جائے تو پھر قبل از غسل اس سے وطی کرنا جائز ہے۔ لیکن بہتر ہے کہ غسل کے بعد وطی کرے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیرد

جامع الفوائد و شرح و قایہ و برجندی میں مذکور ہے۔ وحل وطی من قطع دمها لا كثر الحيض او النفاس قبل الغسل دون من قطع الاق منه الا اذا مضى وقت يسع الغسل والتحريمة انواع مولوی عبداللہ دفتر اول صفحہ ۱۵ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ . بمجرد پاک شدن وطی او حلال گردو و لیکن مستحب است کہ بعد از غسل وطی کند امازنے کہ پیش از عادت کود پاک شود وطی اوحلال بنود اگرچہ غسل کند تا دمیکہ ایام عادت اوتمام نگذرد۔ فقط واللہ اعلم۔

سوال: نماز کی ہر رکعت میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم شریف پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بے شک سورۃ فاتحہ کے قبل ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھنی چاہیئے ہکذا فی کتب الفقہ۔ (یعنی بسم اللہ کا پڑھنا مسنون و مستحب ہے (درمختار جلدا صفحہ ۷۳)

سوال: بڑا بھائی یا کوئی اور ولی نکاح بالغہ کا جبراً" کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: بے شک لڑکی عاقلہ بالغہ کا نکاح برصیغہ جبر نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ہدایہ و شرح وقایہ و قدوری میں ہے ولا يجوز لولى اجباراً" لبكر البالغة على النكاح یعنی نہیں جائز ولی کو جبر کرنا کنواری بالغہ کو نکاح پر (ہاں) اکراہ سے نکاح جائز ہے۔ والبکر البالغة لا یجبر عندنا نقل از شرح وقایہ چلپی صفحہ ۹۳۔

سوال: ورثہ جو کہ شرعی حساب سے لڑکیوں کو ملتا ہے اس ملک میں چونکہ رواج نہیں ہے پھر مومن ورثہ اپنا لڑکیوں کو دیتا ہے کیا اس ملک میں جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ضروری دینا چاہیئے کیونکہ رواج زمانہ بمقابلہ نص ربانی معتبر نہیں۔ بلکہ مردود و متروک ہوا کرتا ہے اور قرآن مجید میں ہے يوصيكم الله فى اولادكم للذكر مثل حظ الانيثين یعنی اللہ تمہیں وصیت کرتا ہے تمہاری اولاد کے حق میں مردوں کے لئے ہے مانند حصہ دو عورتوں کے اور ترکہ لڑکیوں کو بوجہ رفتار زمانہ کے نہ دینا سخت گناہ ہے اور منکر اس کا کافر ہے۔ ہکذا فی کتب الفقہ۔

سوال: بیع فاسد کون کونسی ناجائز ہے اور کونسی جائز ہے؟

جواب: ہر ایک اشیاء میں بیع فاسد ناجائز ہے۔ اور وہ مثل مردار و خون و شراب و خنزیر و حرو بیع ام ولد و مدبر مطلق و مکاتب اور اسباب عوض شراب وغیرہ کے ہے اور بیع باطل بھی جائز نہیں اور ان کی مثالیں بہت ہیں۔

سوال: اگر نفاس کی حد کے اندر خون بند ہو جائے تو نماز روزہ تلاوت وطی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بے شک اگر عورت نفاس سے ہمیشہ چالیس یوم کے اندر پاک ہو جاتی ہے اور خون پھر بالکل اس کو چالیس یوم کے اندر کبھی نہ آتا ہو۔ تو اس عورت سے وطی وغیرہ جائز ہے۔

بہی مدت حیض دی دہ چالی نفاس
تھوری مدت نہ کجہ جبھے رہی تھتے پاک

سوال: بیعت کسی بزرگ سے کرنی فرض ہے یا واجب یا سنت؟

جواب: بیعت بزرگان سنت ہے خواجہ کائنات علیہ السلام اور آل و اصحاب کرام و مشائخ عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے یہ محمول ہے۔ چنانچہ قران مجید و احادیث صحیح میں مذکور ہے۔ آیت شریف فاسلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون (علم قرآن و سنت والوں سے پوچھو اور پیر و مرشد کے لئے بھی قرآن و سنت کا عالم ہونا صحیح العقیدہ اور ظاہر شریعت پر عمل کرنے والا ہونا اور اس کے سلسلہ بیعت کا حضور ﷺ تک متصل ہونا اور مسلم و معتبر صاحب سلسلہ بزرگوں سے خلافت یافتہ ہونا ضروری ہے اس سلسلے میں راقم غلام سرور قادری کی کتاب "بیعت کی اہمیت و ضرورت" کا مطالعہ فرمائیں نہایت مفید ہے) آیت شریف واتبع سبيل من اناب الی یعنی جو شخص میری طرف رجوع ہوا اس کے رستہ کی پیروی کرو۔ اور فتاوئ عزیزی صفحہ نمبر ۱۴ میں لکھا ہے کہ یہ طریق سنت ہے اور قران مجید میں ہے لقد رضی اللہ عن المومنین اذیبایعونک۔

سوال: جس شخص کو مرض سلسل بول کی ہو وہ کپڑا کتنی مدت کے بعد دھوے اور اس کے وضو کی حد کتنی ہے؟

جواب: وضو کی مدت وقت نماز تک ہے۔ کپڑا بار بار دھونے اور بدلانے کی چنداں ضرورت نہیں تاوقتیکہ عذر دور نہ ہو۔ فقط

سوال: محبت کفار و شیعہ و نیچری و مرزائی وغیرہ سے کرنی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بے شک ان کے ساتھ موانست و مجالست و مواکلت کرنا حرام ہے۔ چنانچہ تفسیر عزیزی و غنیہ و صواعق محرقہ میں ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ان اللّٰہ تعالیٰ اختیار نے و

اختیارلی اصحابا" و انصارا" وسیاتی قوم یسبونهم فلا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواکلوهم ولاتناکحوهم ولا تصلوا علیهم باقی حال سلطان الفقہ حصہ اول و سیف النعمان میں دیکھیں۔

سوال: مونچھوں کا بڑھنا اور داڑھی کا منڈوانا اسلام میں کیسا ہے؟

جواب: بے شک داڑھی کا منڈوانا اور مونچھوں کا بڑہانا گناہ کبیرہ ہے۔ چنانچہ مشکوۃ باب الرجل و ترمذی میں ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے قال من لم یاخذ من شاربہ فلیس منا یعنی جو شخص لبوں یعنی اپنی مونچھوں کو نہیں لیتا نہیں کترتا وہ ہم سے نہیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ داڑھیوں کو بڑھاؤ۔ اور مونچھوں کو کتراؤ۔ یہ حدیث مسلم و بخاری میں ہے خالفوا المشرکین اوفر واللحی واحفوا الشوارب اور قرآن مجید میں ہے لاتاخذ بلحیتی یعنی حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنے بھائی کو کہا کہ میری داڑھی نہ پکڑ۔ اور کتاب شیعہ اطواق الحمایت میں لکھا ہے۔

ثم قبض علی الحیتہ وھی بیضاء وقال علیہ السلام من قطع اللحیة قبل القبض اسود وجھہ یوم القیامة ولم یقال محمد و بہ ناخنو ھو فعل ابی حنیفة (یعنی امام ابو حنیفہ نے کہا کہ مجھے خبردی ہشم نے ابن عمر سے کہ وہ اپنی داڑھی قبضہ میں لے کر قبضہ سے زائد کو کاٹ دیتے تھے امام محمد نے کہا ہم انہیں پر فتوئی دیتے ہیں اور یہی عمل ابو حنیفہ کا ہے) (نقل از آثار امام محمد صفحہ ۳۳۳)

روی الامام الطحاوی انہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قطع شعرے من لحیتہ لو من تحت لحیتہ لا یستجاب دعاء ولا تنزل علیہ الرحم ے ولا ینظر اللہ الیہ فطر رحمتہ و تسمیہ الملئکتہ ملعونا وھو عنداللہ بمنزل ے الیھود والنصاری یعنی فرمایا آپ ﷺ نے جو شخص کٹادے بال داڑھی اپنی نہیں قبول کی جاتی دعا اس کی اور نہیں اترتی اس پر رحمت اللہ کی اور نہ نظر کرے گا اللہ طرف اس کے رحمت کی نظر اور فرشتے اس کا نام ملعون رکھتے ہیں اور نزدیک اللہ تعالیٰ کے ہوتا ہے بمنزلہ یہود و نصاریٰ کے۔ اور شرح قنیہ میں ہے لن من حلق اوقصر الحیتہ لا تجوز امامتہ و فی صلوۃ نفسہ کراھة یعنی جس نے داڑھی منڈائی یا کترائی اس کی امامت جائز نہیں اور فی نفسہ نماز مکروہ ہے۔

سوال: گلے میں زنجیراور سونے کی انگوٹھی مرد کو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: دست چپ انگشت خنصر چاندی بقدر سہ (۳) ماشہ (بلکہ ساڑھے چار ماشہ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔) کی انگشتری اگر بادشاہ یا قاضی یا نمبردار یا متولی وغیرہ کو جسے مہر لگانے کی ضرورت ہو جائز ہے۔ سوائے ان کے اوروں کو اس سے ترک افضل ہے۔ اور سونے کی انگشتری مردوں کو بالاتفاق حرام ہے۔ وہر کسی راکہ حاجت مہر کردن باشد مثل متولی وغیرہ نیز حکم و قاضی در رد کذافی درالمختار اور مالابدمنہ میں ہے بادشاہ و قاضی انگشتری برائے مہرداشن سنت است و دیگر ا۔ ترک افضل است اور زنجیر سونے اور چاندی کی مردوں کے لئے حرام ہے۔ اور لڑکوں کو زیور پہنانا بھی ناجائز ہے۔

سوال: رشوت کسے کہتے ہیں؟

جواب: کسے (جو شخص آئے اور جائے درمیان رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے کے اور ان کی دلالی کرے اس کو عرب میں رائش اور رشوت لینا اور (کسی سخت مجبوری کے بغیر) رشوت دینا حرام اور اس کا مرتکب مستحق دوزخ ہے۔" ہاں اگر کسی آدمی کا حق اسے رشوت دیئے بغیر نہ ملتا ہو اور جسکا وہ حق بھی جائز ہو جو رشوت دیئے بغیر نہ ملتا ہو اسے رشوت دے کر اپنا حق لینا جائز ہے گناہ رشوت لینے والے کو ہو گا۔ قادری) کہ ے آید و میرو دمیان راشی مرتشی و زیادہ میکند برائے یکے و زیادہ میکند برائے دیگر آنرا بلغت عرب رائش میگویند و رشوت دادن و گرفتن ہر دو حرام است و مرتکب و مستحق حرام نار است۔ چنانچہ ترمذی و ابن ماجہ از عبداللہ بن عمرؓ روایت میکندر لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم الراشی والمرتشی یعنی لعنت کردہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم رشوت دہندہ و رشوت گیرندہ را۔ (یعنی رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے اور لینے والے پر لعنت فرمائی۔) اور مالا بدمنہ میں لکھا ہے۔ مگر آنکہ رشوت دادن برائے دفع ظلم جائز است۔ (یعنی ظالم کے ظلم سے بچنے کے لئے مظلوم رشوت دے تو وہ گنہگار نہ ہو گا) اور میرے خیال میں ہر گز دینا جائز نہیں۔ اور ڈراوا دیکر لینا بھی مسلمان کو حرام ہے اور رشوت یہ ہے کہ زید اور عمرو کے درمیان بکر کوئی امر خوف کا ڈال کر کچھ لے لیں یا ایک طرف سے کمی کرنا اور دوسری طرف ناحق زیادتی کرنا اور ان سے کچھ لے لینا رشوت ہے۔ جیسا کہ اکثر اوقات محکوم لوگوں سے سرکار آدمی کچھ لے کر چھوڑ دیا کرتے ہیں۔ کسی کا کام اگر محض برصیغہ اخوت

یا (یعنی اسلامی بھائی چارے کے طور پر کیا۔) اور اسے کچھ بطور ہدیہ خود بخود دیکر اپنی رضامندی سے روانہ
ر دیا تو یہ لے لینا جائز ہے یا اگر کسی نے کہا کہ تو میرے ساتھ فلاں جگہ چل اور میرا کام کر دے تو میں
ں قدر دوں گا یا اس نے کہا کہ تو اس قدر روپیہ دے تب میں کام کر دوں گا تو اس صورت میں اجرت
ئز ہے۔

وال: سود خور کی امداد و سود دلوانا اور گواہی سود والے کی اگر سچی ہو تو جائز ہے یا نہیں؟

واب: بے شک ازروی شرع شریف امداد سود خوار اور سود دلوانا اور گواہی سود خوار کی عدالت میں جا کر
نا حرام ہے۔ چنانچہ بخاری شریف پارہ ۵ میں ہے۔ الرائن و شاهده و کاتبة یعنی ہر تینوں پر خداوند
ریم کی لعنت ہے اور قرآن مجید میں ہے ولا تعاوتوا علی الاثم والعلوان یعنی برے کاموں پر
د نہ دو کیونکہ برے کاموں کی جو امدا دیتا ہے وہ انہیں میں ہی شمار ہوتا ہے۔ لقوله تعالٰی و من
تولی منکم فانه منهم (یعنی برے اور ناجائز کام کرنے والوں کی مدد کرے
وہ انہیں میں سے ہے۔) عن جابر لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه و آله
سلم اکل الربو و موکله و کاتبه و شاهدیه و قال هم سواء (رواہ مسلم) یعنی جابر رضی اللہ عنہ سے
روی ہے کہ لعنت کی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم نے سود کھانے والے کو اور سود کھلانے والے کو
ور کاغذ لکھنے والے کو اور اس کے گواہوں کو۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔ اللہ تعالٰی ایسے برے افعال سے
ہر مومن کو بچائے۔ آمین ثم آمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقل فتویٰ مولانا رضا احمد خان صاحب بریلوی

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عالم غیر مقلد جو کہ اس دارفانی سے عالم جاودانی کو رحلت کر جائے اور اس کی نماز جنازہ ایک غیر مقلد پڑھائے۔ اور اس غیر مقلد کے پیچھے ایک عالم حنفی المذہب نے غیر مقلد متوفی کے اعمال کو اور غیر مقلد کے اقتداء کو جائز سمجھ کر نماز جنازہ غیر مقلد امام کے پیچھے پڑھے۔ حالانکہ خود عالم حنفی المذہب قبل ازیں لوگوں کو عقائد غیر مقلدین سے منع کرتا ہو پس اس حالت میں جبکہ عالم حنفی المذہب نے غیر مقلد کی نماز جنازہ غیر مقلد امام کے پیچھے جائز تصور کر کے ادا کی ہو تو اس پر از روئے شرع محمد کیا تعزیر ہوتی ہے اور کیا بلاتوبہ و استغفار ایسے عالم حنفی کی اقتدا جائز۔ عقائد و عملیات عالم گیر متوفی و امام غیر مقلد ائمہ اربعہ مجتہدین کے مسائل استنباط و اجتہادیہ کو خلاف حدیث سمجھنا۔ اور اکثر ان کے برعکس فتویٰ دینا اور عمل کرنا مثلاً" (۱) نماز تراویح ۲۰ رکعت سے کم ہر گز کسی امام کے نزدیک نہیں۔ وہ آٹھ رکعت کا حکم دیتا اور عمل کرتا (۲) مسئلہ طلاق ثلاثہ جو کہ فی کلمہ واحدۃ و جلسۃ کے کہی گئی ہو اس طلاق ثلاثہ کو حکم رجعی طلاق کا دیگر بدون نکاح شوہر ثانی اس کے ساتھ نکاح کرا دیتا ہو اور تقلید شخصی سے بالکل انکار کرتا ہو۔ علاوہ ازیں آمین بالجہر کہنا۔ امام کے پیچھے الحمد پڑھنا ہاتھ سینہ پر باندھنا۔ سورہ فاتحہ وغیرہ میں ض کی جگہ ظ پڑھنا وغیرہ جائز سمجھنا۔ اور اسی پر مداومت کرنا۔ بینوا توجروا۔ خاکسار محمد ظہیر الدین خاں ثمن برج وزیر آباد۔

جواب: سائل نے جو فہرست گنی ہے وہ غیر مقلدین کے بعض فروعی مسائل باطلہ و اعمال فاسدہ کی ہے۔ ان کے عقائد اور ہیں جن میں بکثرت کفریات ہیں ان میں بعض کی تفصیل رسالہ الکوکب الشہابیہ میں ہے جس میں ستر ۷۰ وجہ سے ان پر اور ان کے پیشوا پر بحکم فقہاء کرام لزوم کفر ثابت کیا ہے۔ کسی جاہل صحبت نایافتہ کی نسبت احتمال ہوتا کہ وہ ان کے عقائد ملعونہ سے آگاہ نہیں۔ ظاہری صورت مسلمان دیکھ کر اقتداء کرلی اور نماز جنازہ پڑھ لی مگر جسے عالم ہونے کا دعویٰ ہو اور ان کے عقائد پر مطلع ہو اور لوگوں کو ان سے منع کرتا رہا ہو پھر انہیں اچھا جان کر ان کے جنازہ کی نماز پڑھے۔ اور ان کی اقتدا کرے تو ضرور اس کے عقیدہ میں فساد اور اس کے ایمان میں خلل آیا اور وہ بھی انہیں میں شمار ہے قال اللہ تعالیٰ و من

ولھم منکم فانہ منھم (یعنی جو گمراہوں سے دوستی کرے وہ انہیں میں سے ہے۔ قادری) اب اس
ں کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں اور اس پر توبہ و تجدید اسلام لازم ہے۔ اور اگر عورت رکھتا ہو تو بعد
تجدید اسلام تجدید نکاح کرے۔

واللّٰہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم و من ینقلب علی عقبیہ فلن
ر اللّٰہ شیئا" و من نکث فانما ینکث علی نفسہ و من یتول فان اللّٰہ
الغنی الحمید و من کفر فان اللّٰہ غنی عن العلمین نسئل اللّٰہ العفو
عافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم (مہر مدرسہ اہلسنّت والجماعت بریلی۔ مہر محمد
عیل ابو مطہر بریلوی۔ مہر محمد امجد علی الاعظمی رضوی بریلوی۔ مہر مصطفیٰ رضا خاں آل الرحمٰن ابوالبرکات
الدین جیلانی۔ مہر محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی۔ مہر عبدالمطفیٰ احمد رضا خاں حنفی قادری۔ الجواب
)

واقعی فرقہ وہابیہ بخدیہ کے پیچھے نماز عالم حنفی کی جائز نہیں ہوتی کیونکہ ان کی نوبت کفر تک پہنچ
احقر المسکین امام الدین کھر کھر حنفی سکندر جانپور جٹاں۔

ں فتویٰ مولوی اصغر علی صاحب روحی

اقوال و باللہ التوفیق فرقہ غیر مقلدین جو وہابیہ بخدیہ کے طریق پر چلتے ہیں بوجہ چند عقائد باطلہ کے
ت والجماعت سے خارج ہیں لہٰذا وہ لوگ طریق حضرات سلف یعنی صحابہ و تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ
عین کے برخلاف ہیں کیونکہ قرون ثلاثہ مشہود لھا بالخیر یہی لوگ ہیں (یہ اشارہ ہے اس حدیث کی طرف "
ر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ث الذین یلونھم" کہ سب سے بہتر زمانہ میرے (اور
ے صحابہ کا) زمانہ پھر جو ان کے بعد ائیں گے (یعنی تابعین) پھر جو ان کے بعد آئیں (یعنی تبع تابعین)
ی۔) پس فرقہ وہابیہ جن کے عقائد مشہور دور و نزدیک ہیں اہل السنہ کافرقہ نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ اہل
ت و ہواہیں اور مبتدع از روئے احادیث صحیحہ ہرگز قابل حرمت نہیں۔
واقعی غیر مقلدین قابل لمات مقلدین کے نہیں ہیں۔ مقلدین اہلسنّت والجماعت کو ان سے من کل
رہ احتراز لازمی ہے۔ ۱۲ غلام محمد ساکن جنڈیال ضلع کیمل پور۔

فرقہ وہابیہ کا اعتقاد ہے کہ انبیاء، اولیا خدا تعالیٰ کے نزدیک مثل چمار کے رتبہ رکھتے ہیں۔ نقل از تقویۃ الایمان مصنفہ مولوی اسماعیل پیشوائے این فرقہ اور اپنا نام موحد رکھا ہوا ہے۔ اور حنفیہ کرام کو لوگ مشرک کہتے ہیں کہ ظاہر ہے کہ جو مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہوتا ہے۔ (جیسا کہ حدیث شریف میں ہے "فقدباء بہ احدھما" کہ ان دو میں سے ایک تو کافر ہوا۔ یعنی جس نے کسی مسلمان کو کافر کہا اگر اس مسلمان میں کوئی کفریہ بات نہیں تو اسے کافر کہنے والا خود ہی کافر ہو گیا۔)

مولانا مولوی شیخ احمد کاشمیری رسالہ رجوم الشہابیہ فی رد الوہابیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

بلا سک این خیشاں کافران مطلق اند
کہ مہین انبیاء و مکفر اہل حق اند

پس جب ایسے اجل علماء کے ان کے کفر پر فتویٰ ہیں تو پھر ان کی نماز جنازہ اور ان کی اقتدا کس طرح جائز ہو سکتی ہے۔ الغرض غیر مقلدوں کی اقتدا ہر گز جائز نہیں۔ کتبہ محمد عالم امام مسجد گمٹی بازار لاہور۔

غیر مقلدین کے پیچھے نماز مقلدین کی چند وجوہات سے ناجائز ہے۔ محمد امین امام مسجد متصل برودکلاں لاہور فقط۔ از جانب مولوی معنوی ابراہیم چک گاگر علاقہ ملتان۔

سوال: حقہ پینا نزدیک علمائے دین شرع متین کے جائز ہے یا حرام؟

جواب: اس مسئلہ میں علمائے دین کا بہت اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک مکروہ اور بعض کے نزدیک حرام۔ لیکن فقیر کہتا ہے کہ بہر حال اس کو ترک کرنا اولیٰ ہے کیونکہ مکروہ پر دوام عمل کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ (جب حقہ کا ترک اولی ہوا تو اس کا استعمال مکروہ تنزہی ٹھہرا اور مکروہ تنزیہی جائز ہوتا ہے اور جائز ہمیشہ استعمال بھی جائز ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ حقہ کا ہمیشہ کا استعمال حرام و ناجائز ہے۔ درست نہیں ہے۔) اور کتاب در الثمین مولفہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ صفحہ ۹ میں لکھا ہوا ہے کہ ایک شخص نے صرف حقہ مہمانوں کے لئے اپنے گھر میں بنا رکھا تھا اور اس سبب سے وہ آپ کی زیارت سے محروم رہا۔ (یہ واقعہ خواب کا ہے اور شریعت کے احکام کا دارو مدار کتاب سنت پر ہے بزرگوں کے خوابوں پر نہیں۔ لہٰذا اس سے حقہ کا ناجائز ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ البتہ اس کا زیادہ استعمال اور پانی بدلے بغیر بار بار استعمال سے ناپسندیدہ بو پیدا ہو جاتی ہے جو حقہ پینے والے کے منہ سے اور ہاتھوں سے دوسرے تک پہنچتی ہے۔

ی بات نہیں ہے۔ مصنف اور دیگر حضرت جنہوں نے حقہ کی مذمت کی ہے ان کی مراد یہی حقہ ہے
ں کا بار بار پانی نہ بدلا جائے اور صفائی کا خیال نہ کیا حتی کہ اس سے بدبو آئے اور اگر صفائی کا خوب خیال
ما جائے ہر بار نیا پانی ڈالا جائے اور تمباکو میں کوئی خوشبو دار چیز بھی شامل کرنا ممکن ہو تو کرلی جائے ورنہ
ے ہی اسے صاف ستھرا رکھا جائے اس میں کوئی حرج نہیں اعلحضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خاں
ر ان کے صاحبزادے سیدی و مرشدی مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہما خوشبودار تمباکو والا حقہ استعمال فرماتے
ے جس کا دھواں بھی معطر ہوتا تھا اور انہیں خواب میں اور بیداری سرکار دو عالم ﷺ کی زیارتوں کا شرف
صل ہوا۔ قادری)

فرمایا کہ تم اپنے منہ کو مسواک سے صاف اور پاک رکھو اور مسجد میں تھوم و بعصل خام کھا کر
ت داخل ہو کیونکہ ان کے کھانے سے منہ سے بدبو آتی ہے اور فرشتوں کو ایذا پہنچتی ہے اور یہ حرام
ہے۔

فتویٰ جامع الفوائد صفحہ ۴۲ بحوالہ علام الرحمان فی نفی حل شرب الدخان لکھا ہے۔ شعر۔

ایہ حقہ بڑبڑ کرتا ہے یہ شیطوں کا خایہ ہے
ایہ لمبا کانا ایسا ہے جیسا شیطون ذکر چھپایا ہے
کتنے پیر پیغمبر گزرے کسی نہ دھواں کھایا ہے
ہن ملا قاضی پیون لگے ا۔انہاں بھی دین و نجلایا ہے

پس برادران اسلام و صوفیاء کرام کو چاہئے کہ اس سے اجتناب کریں اور راہ مستقیم پر چلیں اور باقی
مفصل ذکر انشاء اللہ جلد ۳ میں آئے گا۔

سوال: غیر مقلد کہتے ہیں کہ کتب صحاح ستہ میں یعنی بخاری و مسلم و ابن ماجہ و ترمذی و ابوداؤد میں کہیں
امام صاحب کا نام نہیں۔ اگر وہ محدث ہوتے تو ضرور ان کا نام اور ان سے روایت مسطور ہوتیں؟

جواب: کتاب الحنفاء صفحہ ۱۴۱ میں محدث جونپوری نے بایں طور اس کا جواب تحریر کیا ہے کہ فرقہ وہابیہ
بجدیہ کو ابتدا سے امام اعظم کوفی حامی سنت سے عداوت تھی۔ ممکن ہے کہ انہوں نے امام صاحب کا نام
تمام صحاح سے بوجہ عداوت نکال دیا ہو۔ کیونکہ اول یہ کتابیں قلمی تھیں اور ان میں امام صاحب موصوف کا

نام تھا۔ اور جو ہندوستان میں چھپی ہیں ان میں کہیں نام و نشان امام صاحب کا نظر نہیں آتا۔ چنانچہ کتاب ترمذی کے آخر کتاب العلل میں اس عبارت کو خاص اڑا دیا ہے۔ وھوہذا

حدثنا محمود بن غیلان ثنا ابو یحیی الحمالی قال سمعت اباحنیفۃ یقول مارایت اکذب جابر الجعفی ولا افضل من عطاء ابن ابی رباح یہ عبارت مصر کی چھپی ہوئی ترمذی میں موجود ہے اور اسی پر ناظرین کو قیاس کر لینا چاہئے اور علاوہ اس کے انہی کتابوں میں امام صاحب کے شاگردوں کے اسماء سے جب یہ کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ پھر امام صاحب لا علم اور ضعیف کہلائیں۔ سبحان اللہ یہ کونسی عقل اور ایمانداری کی بات ہے۔ دیکھو بخاری کی سندو میں عبدالرزاق، حفص بن غیاث، حفص بن عمر، حفص بن غیاث، عبدالرحمٰن بن مہدی، ابنو نعیم ابن ابی زائد، یونس ابن ابی مریم، عثمان بن ابی شیبہ، وکیع و ابن المبارک و علی بن المدینی۔ علی بن الجعد وغیرہ یہ سب امام صاحب کے شاگردوں میں سے ہیں۔ اور خود امام بخاری امام صاحب کے شاگردوں کے شاگرد ہیں اور کوئی محدث امام صاحب کے بعد نہیں گذرا جس نے امام صاحب موصوف سے کسی نہ کسی واسطہ سے علم حاصل نہ کیا ہو اور فقیر انشاء اللہ تعالیٰ تیسرے اور چوتھے جلد میں بطور شجرہ دکھا دے گا اور اس جگہ بھی صرف بخاری کے شاگرد ہونے کا نقشہ لکھ دیتا ہے۔ (نقل از کتاب الحنفاء صفحہ ۲۸) (امام ابو حنیفہ کے چار شاگرد ہیں ان میں سے ایک لیث ہیں جن کے شاگرد عبداللہ بن یوسف ہیں ان کے شاگر امام بخاری۔ دوسرے ابن مبارک ان کے شاگر عبدان ان کے امام بخاری تیسرے یحییٰ بن بکیر ان کے شاگرد امام بخاری اور چوتھے مکی بن ابراہیم ان کے شاگرد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔)

پس اگر امام صاحب ضعیف ہیں تو یہ سب کے ان کے نزدیک ضعیف ٹھہریں گے اور تمام صحاح ستہ قابل عمل نہ رہا۔

سوال: از جانب میاں حسن محمد صاحب ٹھیکدار ڈھویں کے۔ ابراہیم غیر مقلد کہتا ہے کہ مذہب حنفی میں کتے کی کھال پر نماز پڑھنی جائز ہے یہ کیونکر ہے؟

جواب: یہ محض ان کی دھوکہ بازی اور نا سمجھی ہے۔ کیونکہ اب تک کسی عالم حنفی نے نہ یہ فعل کیا ہے اور نہ ہی اس پر فتویٰ دیا ہے۔ اور علاوہ اس کے ابوالمکارم نے لکھا ہے کہ کتا نجس العین ہے اور صحیح یہ

کتا نجس العین نہیں کیونکہ اس کا شکار پکڑا ہوا کھانا جائز ہے۔ چنانچہ قاضی خاں میں ہے اور جو بعض
فقہ حنفیہ میں لکھا ہے کہ اگر چمڑہ کتے کا دباغت دیا گیا ہو تو اس میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ تو اس کا
چند وجہ پر دیا جاتا ہے۔ اول تو یہ روایت مرجوح اور ضعیف ہے جو کہ قابل عمل نہیں چنانچہ کتاب
المجتہدین صفحہ ۲۴۳ میں مذکور ہے۔

ماوقع فی بعض الروایات الضعیفة المرجوحة من جواز لبس جلود
اع فذلک انما هو ضرورة و دفع الحرج عمن لا یجد غیر ها وامامع و
د الثیاب فلم یقل بجواز لبسها احد ولم یذکر فی کتبنا الخ یعنی جو بعض
ت ضعیفہ مرجوحہ میں ہے کہ درندوں کا چمڑہ پہننا درست ہے پس وہ حکم بوقت ضرورت ہے اس شخص
ق میں جس کو اور کوئی چیز ستر چھپانے کے واسطے نہ ملے اور بوقت کپڑوں کے ملنے کے کسی حنفی نے
کے جواز کا حکم نہیں دیا۔ اور نہ کسی کتب حنفیہ میں اس کا ذکر ہے۔ اور بوقت اشد ضرورت تو مردار و
زیر بھی مباح ہے۔ خود قرآن مجید شاہد ہے ترمذی میں حدیث ہے کہ فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ
م نے ایما اهاب دبغ فقد طهر یعنی جس قسم کا چمڑہ دباغت دیا جائے گا وہ بے شک پاک ہو
ے۔ اب حضرات غیر مقلدین کو چاہیئے کہ آئندہ کسی ضعیف اور مرجوحہ روایت پر فقہ حنفیہ میں جو درج
اعتراض نہ کریں اور ذرا اپنے مذہب کی کتابوں کو بھی دیکھیں اور جواب دیں۔ وھوھذا

ایما اهاب دبغ فقد طهر۔ شعر الانسان والمیتة والخنزیر طاهر (کنزل
ائق صفحہ ۱۳) یعنی کہا وحید الزمان نے کہ دباغت سے آدمی کے بال و چمڑا مردار و سور کا بھی پاک ہو جاتا
۔ اور اسی صفحہ میں لکھا ہے کہ لعاب و پسینہ کتے کا بھی ایک قول میں پاک ہے۔ اور طریقہ محمدیہ کے
مہ میں لکھا ہے اگر پانی قلیل ہو تو نجاست پڑنے سے پلید نہیں ہوتا اور فتح المغیث صفحہ ۵۲ میں لکھا ہے
ر اگر بلی یا کتا یا سور کنوئیں میں گر کر مر جائیں یا ایک لوٹا یا پیالہ یا گھڑے میں اس قدر گوبر یا موت یا
راب یا کوئی نجس شے پڑ جائے جس سے اس کا رنگ اور بو اور مزہ نہ بدلنے پائے یا اس میں کتا یا سور منہ
لے تو وہ پانی پاک اور پاک کرنے والا ہے وضو نماز اس سے درست اور پینا اس کا جائز اور طریقہ محمدیہ صفحہ
ے صاحب فتح المبین نے صفحہ ۴۵۶ میں بایں طور لکھا ہے۔ وھوھذا بول پسر سیر خوار اور پیشاب اور گوبر

سور کا اور بولی کتے اور گدھے اور گھوڑے اور خچر اور بندر اور ریچھ اور بھیڑیئے اور بلی اور شیر وغیرہ حیوانات کا و براز و چربی و خون و منی و شراب یہ سب چیزیں پاک ہیں۔ نقل از فتح المغیث صفحہ ۵۔ پس اب حضرات غیر مقلدین اس پر عمل کریں اور اپنے بال بچوں اور بیبیوں کو بھی یہ تعلیم دیں اور ہم مذہب حنیفہ کو مہربانی فرما کر قرآن مجید و حدیث صحیح سے ان کا ثبوت دیں۔ فقط۔

سوال: کوئی ایسا وظیفہ بھی ہے جو ہر حاجت و ہر امر دینی و دنیاوی کے لئے کافی ہو اور ہر مصیبت کے لئے مشکل کشا ہو؟

جواب: بے شک ایسے بہت سے وظائف ہیں لیکن بندہ کے نزدیک وظیفہ یاشیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للّٰہ کا بہت اعلیٰ اور ہر ایک مصیبت و دفع بلیات کے لئے تیر بہدف ہے۔ اور بندہ نے کئی بار تجربہ کیا ہے اور اس کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے دو رکعت نماز نفل بہ نیت طلب حاجت پڑھے۔ اور ہر دو رکعت میں بعد فاتحہ سورۃ اخلاص پڑھے اور سلام کے بعد سر بسجود ہو کر یہ کلمات پڑھے یا شیخ الثقلین یا قطب الربانی یا غوث الصمدانی یا محبوب السبحانی یا محی الدین ابا محمد سید عبدالقادر جیلانی اغثنی و امددنی فی قضاء حاجتی ھذہ یا قاضی الحاجات پھر کھڑے ہو کر بغداد کی طرف گیارہ قدم چلے اور ساتھ ہر ایک قدم کے باآواز بلند یہ کلمات پڑھے یا شیخ الثلقین یا قطب الربانی یا غوث الصمدانی یا محبوب السبحانی ابا محمد السید عبدالقادر جیلانی اور بعد ازیں مراقبہ کرے اور مراقبہ میں اک سو ساٹھ بار کلمہ توحید پڑھے پھر سجدہ کرے اور سجدہ میں یہ کلمات تیس (۳۰) مرتبہ پڑھے۔ یا روح القدس و یا جنود اللّٰہ و عباداللّٰہ اغثنی و امددنی فی قضاء حاجتی ھذہ یا قاضی الحاجات آمین آمین اور ان کلمات کے پڑھنے سے پہلے خوشبودار دھونی دھکائے اور گیارہ مسکینوں کو حسب طاقت کھانا کھلائے یا صدقہ دے اور یہ کام بوقت شب۔ طہارت بدن و لباس و جگہ صاف اور گوشہ میں کرے اور اپنے پاس خوشبوئی بھی رکھے انشاء اللہ جس کام کے لئے اور جس نیت سے اس کو بطریقہ مذکورہ بالا پڑے گا وہ بفضل خدا پورا ہو گا اور قلب بھی منور ہو جائے گا۔ اور اس کی اجازت عزیزان و خریداراں فتاویٰ ہذا کے لئے ہے بے شک آزمائیں اور فقیر کو دعائیں دیں اور اس کے جواز کا ثبوت جلد اول میں مفصل گزر چکا ہے۔

کتاب تکملہ امام یافعی و بجتہ الاسرار و تفریح الخاطر صفحہ ۶۸ اور کتاب نور ربانی علامہ بھیروی صفحہ ۵۶ بحوالہ قصدیہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے بایں طور لکھا ہے۔ ابیات

و مریدے اذا دعانی بشرق
او بغرب او نازل بحر طام
اغثہ لوکان فوق ھواء
انا سیف القصاء لکل خصام
انا فی الحسر شافع لمریدی
عند ربی فلا یرد کلامی
انا شیخ و صالح و ولی
انا قطب و قدوۃ للانام
انا عبدالقادر طاب وقتی
جدی المصطفیٰ شفیع الانام
فعلیہ الصلوۃ فی کل وقت
وعلٰی الہ بطول الداوام

(ترجمہ) یعنی میرا مرید جب پکارے مجھ کو مشرق یا مغرب میں یا تلے دریا چڑے ہوئے کہ اس کی فریاد کو پہنچوں گا۔ اگرچہ ہو اوپر ہوا کے میں تلوار ہوں قضا کے واسطے ہر خصومت کے میں قیامت میں سفارش کرنے والا ہوں اپنے مرید کی اپنے رب کے پاس' سو میری کلام رد نہ کی جائیگی۔ میں شیخ السلام ہوں ور مقبول عنداللہ اور دوست خدا۔ میں قطب ہوں اور پیشوائے خلق ہوں۔ میں عبدالقادر ہوں۔ خوش ہوا وقت میرا۔ جد میرے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو شفاعت کرنے والے ہیں خلق کے پس ان پر صلوٰت ہو ہر وقت ہو۔ اور ان کی آل پر بھی ساتھ درازی دوام کے۔ فقط اللھم اغفرلی ولمن سعے۔

ان اعتراضات کا جواب (استفتاء) جو مرزائی اہلسنّت و الجماعت پر کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مسائل ذیل میں جو نمبروار درج کئے جاتے ہیں۔

۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسم عنصری سے آسمان پر اٹھائے گئے یا صرف روح؟

۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک زندہ ہیں یا نہیں۔ اگر زندہ ہیں تو کیا کھاتے ہیں کیونکہ انسانی زندگی کا مدار اس پر ہے؟

۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول آسمان سے کب ہو گا اور کس شریعت پر ان کا عمل ہو گا اور اپنے آپ کو نبی کہلائیں گے یا امتی؟

۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کس ذریعہ سے آسمان پر گئے ہوا یا بجلی یا کسی تخت پر سوار ہو کر چلے گئے؟

۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہاں دفن ہونگے اور کتنی مدت دنیا میں رہیں گے؟

۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و نزول آسمانی سے انکار کرنا کفر یا نہیں؟

۷) نبی اور رسول میں کیا فرق ہے؟ اور خلیفہ کے کیا معنی ہیں اور اس کے تعریف کیا ہے؟

۸) مجدد کے کیا معنی ہیں اور کس کو کہتے ہیں؟ اور مرزا غلام احمد قادیانی نے جو دعویٰ کیا کہ میں نبی اور رسول اور مجدد زمان اور کشن جی ہوں اب اس کو کیا مانا جائے مسلمان یا اس کے برعکس یا اس کے دعویٰ کے موافق؟

۹) مرزا صاحب کو کوئی شخص نبی یا رسول یا مجدد و کرشن جی مانے یا صرف اس کے افعال کو اچھا سمجھے تو ایسے شخص کا مذبوحہ یا ایسے شخص کے ساتھ کھانا پینا ناطہ لینا دینا از مذہب اہلسنّت والجماعت جائز ہے یا نہیں؟ قران مجید و احادیث سے بلا تاخیر تحریر فرمائیں۔

[جو]اب (۱): حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی ہوا ہے نہ کہ صرف روحانی کیونکہ قران شریف میں [رو]ح کا ذکر نہیں صرف قتل و صلیب کی تردید کی گئی ہے کہ وما قتلوہ و ما صلبوہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام [کو] نہ انہوں نے قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا۔ اس نص قرآنی سے رفع جسمانی ثابت ہے کیونکہ قتل اور [صل]یب کا فعل جسم پر وارد ہوتا ہے نہ کہ روح پر۔ پس جس چیز کو قتل اور صلیب سے بچایا اس کو اٹھایا اور

روح کو نہ کوئی قتل کر سکتا ہے اور نہ صلیب پر چڑھ سکتا ہے۔ اس سے ثابت کہ جسم کا رفع ہوا کیونکہ قتل اور صلیب سے جسم ہی بچایا گیا۔

(۲): جسم و روح مرکبی کی حالت کا نام عیسیٰ تھا۔ وما قتلوہ وما صلبوہ میں جو ضمیریں ہیں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو کہ روح و جسم کی مرکبی حالت کا نام ہے ان کی طرف راجع ہیں۔ جب عیسیٰ علیہ السلام کو مرکبی حالت میں بچایا گیا اور اور اس حالت میں اٹھایا گیا جس سے ثابت ہوا کہ رفع جسمانی ہوا۔ کیونکہ صرف روح نہ کھاتا ہے اور نہ ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتا ہے۔ پس جسم مع روح کا رفع بحالت زندگی ہوا۔ چنانچہ شیخ شہاب الدین المعروف ابن حجر تلخیص الحبیر مطبوعہ دہلی مطبع انصار جلد ۲ صفحہ ۳۱۹ ر ۳۲۰ پر لکھتے ہیں۔ واما رفع عیسیٰ فاتفق اصحاب الاخبار والتفسیر علی انہ رفع ببدنہ حیاً یعنی اس پر اتفاق ہے حدیثوں اور تفسیروں کا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی بدن کے ساتھ بحالت زندگی اٹھائے گئے۔

جواب (۲): حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں جیسا کہ اجماع سے ثابت ہے جیسا اٹھایا گیا۔ ان کے کھانے پینے اور بول و براز کا جواب یہ ہے کہ آسمانی کرہ ہر ایک زمین سے کئی حصے زیادہ ہے اور جدید علوم حکمت سے ثابت ہے کہ ہر ایک دنیاوی اشیاء آسمانی تاثیرات سے معرض ظہور میں آتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وفی السماء رزقکم یعنی تمہارا رزق یعنی روزی آسمان میں ہے۔

دوم حضرت آدم علیہ السلام کا ہبوط آسمان سے نصوص قرآنی سے ثابت ہے۔ پس جو کھانا پینا وغیرہ حضرت آدم علیہ السلام اور حوا کو ملتا تھا وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملتا ہے یہ کیونکر ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کھانا نہیں ملتا اور بھوکے رہتے ہیں۔ کوئی آسمان پر گیا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکایت سن کر آیا ہے تو بتائے یہ صرف علوم حکمت و فلسفہ سے ناواقفیت کا باعث ہے کہ ایسے ایسے اعتراض کئے جاتے ہیں۔ جب آسمان پر ہیولے یعنی مادہ اور عناصر موجود ہیں تو آسمانی مخلوق کو رزق کا ملنا کیا قیاس فاسد ہے جبکہ علوم جدیدہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ مریخ چاند و سورج وغیرہ اجرام فلکی میں نہریں اور جنگل ہیں اور آبادیاں ہیں تو یہ اعتراض بالکل غلط ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کھاتے کہاں سے ہوں گے۔

سوم جب نص قرآنی سے ثابت ہے کہ بنی اسرائیل کے واسطے خوانچہ بالکل تیار پکا پکایا آسمان سے نازل ہوتا تھا تو پھر ایسے اعتراض مضامین قرآنیہ سے ناواقفیت کا باعث ہے۔

جواب (۳): حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کی دس نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ حضرت عیسیٰ کا نزول دابتہ الارض کا نکلنا دجال کا خروج وغیرہ وغیرہ پس جب قیامت آنے کو ہوگی تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی ہو گا۔ معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کو دیکھا تو قیامت کے بارہ میں گفتگو ہوئی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پہلے بات حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ڈالی گئی انہوں نے فرمایا کہ مجھ کو خبر نہیں کہ قیامت کب ہو گی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بات ڈالی گئی تو انہوں نے بھی فرمایا کہ مجھ کو خبر نہیں۔ پھر بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ڈالی گئی انہوں نے فرمایا کہ قیامت کی تو مجھ کو بھی خبر نہیں مگر اللہ تعالیٰ کا میرے ساتھ وعدہ ہے کہ میں زمین پر جا کر دجال کو قتل کروں گا اس حدیث سے ثابت ہے قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو گا اور دجال بھی نکلے گا۔ پس ثابت ہوا کہ قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو گا اور اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

جواب (۴): حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی بذریعہ بدلیوں کے ہوا جیسا کہ انجیل اعمال باب آیت ۹ میں لکھا ہے یہ کہ ان کے دیکھتے ہوئے اوپر اٹھایا گیا۔ اور بدلی نے اسے ان کی نظروں سے چھپا لیا یہ بدلی کا لفظ ثابت کر رہا ہے کہ رفع جسمانی اور نہ روح کے واسطے بدلی کا ہونا بالکل فضول ہے۔ کیونکہ روح خود عالم علوی سے ہے اور تمام جہاں جانتا ہے کہ روح اٹھانے کے واسطے کبھی بدلی نہیں آتی۔ پس مسیح آسمان پر بدلی کے ذریعہ سے اٹھائے گئے ہے۔

جواب (۵): حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۴۵ برس زمین پر رہ کر فوت ہونگے جیسا کہ حدیث کے الفاظ ہیں فیدفن معی فی قبرے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام میرے مقبرے میں مدفون ہونگے چونکہ گنجائش ان مختصر جوابوں میں اس قدر نہیں کہ تمام حدیثیں لکھی جائیں۔ اگر کسی نے انکار کیا تو پھر پوری حدیثیں لکھی جائیں گی۔

جواب (۶): حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اشراط الساعۃ میں سے ایک شرط ہے یعنی قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے انہ لعلم لساعۃ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کی دس نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے یہ مسئلہ اصول کا ہے کہ اذافات الشرط فات

المشروط یعنی جب شرط فوت ہو تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے۔ جب نزول عیسیٰ علیہ السلام شرط ہے قیامت کی جب شرط یعنی نزول عیسیٰ سے انکار ہوا تو مشروط یعنی قیامت سے بھی انکار ہوا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ قیامت کا انکار کفر ہے پس ثابت ہوا کہ نزول عیسیٰ کا منکر منکر قیامت ہے اور قیامت کا منکر ہرگز مسلمان نہیں۔ نزول کے واسطے حیات شرط ہے کیونکہ طبعی مردے کبھی واپس نہیں آتے زندہ شخص دوبارہ واپس آسکتا ہے۔ جس سے ثابت ہے کہ حیات مسیح کا منکر نزول اصالتاً" کا منکر ہے اور کافر ہے۔

جواب (۷) : نبی اور رسول میں فرق ہے کہ نبی صاحب کتاب و شریعت نہیں ہوتا اور رسول صاحب شریعت ہوتا ہے۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب فصوص الحکم فصل ۱۲ میں لکھتے ہیں نبی وہ ہے جو خلق کے پاس ہدایت کے لئے اور اس کمال کا راستہ بتلانے کے لئے بھیجا گیا ہو جو حضرت علیمیہ میں ان کے اعیان ثابتہ کی استعداد کے مقتضاء پر ان کے لئے مقدر ہے۔ اور وہ نبی کبھی صاحب شریعت ہوتا ہے جیسے رسل علیہم السلام ہیں اور کبھی صاحب شریعت جدید نہیں ہوتا بلکہ پہلی شریعت میں اس کے حقائق کو ان کی استعداد کے موافق تعلیم کرتا ہے جیسے بنی اسرائیل کے انبیاء ہیں۔ شیخ اکبر کی عبارت سے صاف ظاہر ہے رسول صاحب شریعت جدید ہوتا ہے اور نبی صاحب شریعت جدید نہیں ہوتا۔ یعنی نبی صرف نبی ہوتا اور رسول نبی بھی ہوتا اور رسول بھی۔ خلیفہ تو صاحب حکومت ہوتا ہے اور حدود شریعت کا نگہبان ہوتا ہے وہ رسول و نبی نہیں ہوتا۔ بعد خاتم النبین کے صرف خلفاء ہونگے جو شریعت کی حفاظت کریں گے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل ادب سکھاتے جاتے تھے نبیوں سے جب ایک نبی فوت ہوتا تو دوسرا نبی مبعوث ہوتا مگر چونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے یعنی غیر تشریعی نبی جو شریعت سابقہ کی پیروی کرے اور خود بھی نبی کہلائے نہ ہوگا اس لئے میری امت کے امیر یا خلیفے یعنی بادشاہ حدود شریعت کی نگہبانی کریں گے اور چونکہ میں خاتم النبین ہوں اس واسطے نبی کوئی نہیں کہلائے گا۔ مشکوۃ شریف میں حدیث ہے مفصل دیکھنا ہو تو دیکھ لیں اور خلیفوں کی صفات وغیرہ کا بھی ذکر اس کتاب میں ہے۔ یہاں گنجائش نہیں کہ صفات خلیفہ لکھی جائیں مختصر یہ ہے کہ بزدل نہ ہو بہادر ہو تاکہ جنگ میں بھاگ نہ جائے اور اس قابل ہو کہ بیرونی دشمن اسلام کا مقابلہ کر سکے اور جنگ سے ہرگز نہ گھبرائے اور حدود شریعت کی نگہبانی کر سکے اور حدود جاری کرے تاکہ

ملک میں امن قائم رہے۔

جواب (۸) : مجدد کی تعریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ہی فرمادی ہے کہ من یجدد لھا دینھا یعنی مجدد ہر ایک صدی کے سر پر ہوا کرے گا جو دین اسلام کو تازہ کر دیا کرے گا۔ مرزا صاحب غلام احمد قادیانی ہرگز مجدد نہ تھے کیونکہ دین محمدی کو ہرگز تازہ نہیں کیا اور نہ کسی مردہ سنت نبوی کو زندہ کیا۔ بلکہ دین عیسوی کو زندہ کیا۔ اور عیسائیوں کے مسئلہ ابن اللہ کی تصدیق کی دیکھو الہام مرزا صاحب انت منی بمنزلۃ ولدی یعنی اے مرزا تو ہمارے ولد یعنی بیٹے کی جا بجا ہے۔ دیکھو صفحہ ۸۶ حقیقتہ الوحی۔ دوسری طرف مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ میں مثل عیسیٰ ہوں اور عیسیٰ بقول عیسائیوں کے خدا کا بیٹا ہے تو مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا ہونا اپنی الہام سے ثابت کر دیا۔ کیونکہ جب مثل عیسیٰ بمنزلتہ یعنی بجائے خدا کے بیٹے کے ہے تو اصل عیسیٰ ضرور اصل بیٹا خدا کا ثابت ہوا۔ کیونکہ جب مثیل مسیح (یعنی غلام قادیانی جو مثیل مسیح ہونے کا مدعی ہے۔) کو خدا کہتا ہے کہ تو میرے بیٹے کی جا بجا ہے تو ثابت ہو کہ اصل مسیح خدا کا اصلی بیٹا ہے۔ مجدد دین محمدی تو نص قرآن لم یلد ولم یولد کے برخلاف ہرگز یہ نہیں کہہ سکتا کہ خدا نے مجھ کو الہام کیا ہے کہ تو میرے بیٹے کی جا بجا ہے۔ پھر مرزا صاحب نے مجسم خدا جو کہ عیسائیوں کا مسئلہ تھا اس کو تازہ کیا ہے کہ آپ اپنی کتاب کتاب البریہ صفحہ ۷۹ پر لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔ جب مرزا صاحب خود خدا بن گئے۔ پھر مرزا صاحب نے تو یہ غضب کیا کہ خدا کے نطفہ سے حقیقی صلبی بیٹے بن بیٹھے۔ چنانچہ اپنی کتاب اربعین نمبر ۳ صفحہ ۳۴ پر لکھتے ہیں کہ مجھ کو الہام کیا کہ انت من ماء ناوھم من فشل یعنی اے مرزا تو ہمارے پانی (نطفہ) سے ہے اور وہ لوگ خشکی سے اس الہام میں تو مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور عیسائیوں کو بھی مات کر گئے اور خدا کے حقیقی بیٹے بن گئے۔ اب آپ خود فیصلہ کریں کہ مرزا صاحب دین محمدی کے مجدد ہیں یا دین عیسوی کے جن جن باطل مسائل کو ۱۳ سو برس سے اہل اسلام نے مٹایا تھا وہ مرزا صاحب نے اسلام میں داخل کئے اور پھر مجدد دین محمدی

کار شیطان میکند نامش ولی

گر ولی ایں است لعنت بر ولی

(مولانا روم کا شعر ہے کہ شیطانی کام کرے اور ولی کہلائے اگر یہ ولی ہے تو اس ولی پر لعنت)

اگر یہی مجدد کا نشان ہے تو بے شک ایسے مجدد کا نہ آنا امت محمدی کے واسطے بہتر ہے۔ پھر مرزا صاحب کا دعویٰ کرشن ہونے کا بھی ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ خدا نے مجھ کو الہام کیا ہے اوگوپال تیری مہماں گیتا میں لکھی گئی ہے۔ دیکھو لیکچر سیالکوٹ اگر مرزا صاحب کا یہ الہام سچ ہے تو پھر مرزا صاحب کھلے بندوں اسلام سے خرج ہیں کیونکہ کرشن جی کا اوتار مرزا صاحب تب ہی ہو سکتے ہیں جب ان کے مذہب کی پیروی کریں۔ اور کرشن جی کا مذہب یہی تھا جو آجکل آریہ صاحبان اہل ہنود کا ہے۔ یعنی قیامت سے انکار اور آواگون یعنی تناسخ کا اقرار اور قیامت کا انکار صریح کفر ہے۔ پس مرزا صاحب اس پر مقرر کردہ اصولوں سے کہ میں متابعت تامہ محمد ﷺ کا باعث محمد ہو گیا ہوں درستی اصول کی پابندی سے یعنی متابعت تامہ کرشن سے کرشن ہوئے۔ جب کرشن ہوئے تو تناسخ کے قائل ہوئے۔ اور کافر ثابت ہوئے۔ میں نیچے کرشن کا مذہب لکھتا ہوں۔ کرشن جی ارجن کو فرماتے ہیں سوچ لو ہم تم اور سب راجے مہاراجے کبھی تھے یا نہیں آئندہ ان کا کیا جنم ہو گا۔ ہم سب گذشتہ جنموں میں بھی پیدا ہوئے تھے اور اگلے جنموں میں پیدا ہوں گے۔ جس طرح انسانی زندگی میں لڑکپن جوانی اور بڑھاپا ہوا کرتا ہے اسی طرح انسان بھی مختلف قالب قبول کرتا ہے اور پھر اس قالب کو چھوڑ دیتا ہے۔ دیکھو گیتا مصنفہ کرشن جی مہاراج اشوک ۲۲ رادہائے رام۔ شیخ فیضی نے بھی گیتا کا ترجمہ کیا ہے وہ بھی سن لو۔

زکار نکو میرود بہشت
بقعر جہنم بردکار زشت
بقید تناسخ کند داورش
بانواع قالب دراں آردش
بہ تہائے معہود در میروند
بجسم سگ و خوک در میروند

صفحہ ۱۳۶ گیتا مترجمہ فیضی تقطیع خورد۔ اب صاف ہو گیا کہ کرشن جی قیامت کے منکر تھے جب مرزا صاحب قیامت کے منکر ہوئے تو کافر ہوئے۔ کیونکہ متابعت تامہ سے یہ درجہ پایا ہے اور متابعت تامہ

یہ ہے کہ پورا پورا پیرو ہو پس کرشن جی کی پیروی یہی ہے کہ قیامت سے انکار کیا جائے اور تناسخ مانا جائے وغیرہ وغیرہ۔

جواب (۹) : جب مرزا صاحب اصول اسلام کے پابند ہی نہیں رہے جس امر کے واسطے ایک لاکھ چوبیں ہزار پیغمبر آئے تو قیامت کی خبر دیتے آئے۔ اور تناسخ کی تردید کرتے آئے۔ پھر جب مرزا صاحب نے قیامت سے انکار کر دیا تو مسلمان کیسے؟ اب تو یہ معاملہ ہے۔ مصرع

جس جگہ تھا نور ایمان اب وہاں ہے آواگون

یعنی تناسخ اور مرزا صاحب کے مرید بھی اسی اعتقاد کے ہوں گے۔ کیونکہ پیر و مرید کا اعتقاد ایک ہی ہوتا ہے۔ پس اگر مرزا صاحب کا یہ الہام سچا ہے کہ میں کرشن ہوں تو پھر ہرگز مسلمان نہیں۔ اور مریدوں کو بھی ساتھ ہی لے ڈوبے ہیں۔ پس ان سے لین دین اور معاملات مسلمانوں والے نہیں ہو سکتے تاوقتیکہ توبہ نہ کریں۔ اور تجدید اسلام نہ کریں۔

المجیب

پیر بخش صاحب پوسٹ ماسٹر

الجواب صحیح

نظام الدین ملتانی

جلد سوئم

سلطان الفقہ

المعروف

فتاوےٰ نظامیہ

جلد سوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

سوال: وضو میں فرض، سنتیں اور مستحب کتنے ہیں؟

جواب: وضو میں چار فرض دس سنتیں اور چھ مستحب ہیں۔

س: وہ کون کون ہیں؟ **جواب:** وضو کے چار فرض یہ ہیں۔ اول منھ دھونا پیشانی کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک۔ اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک۔ دوم ہاتھوں کا دھونا کہنیوں تک۔ سوم سر کے چہارم حصہ کا مسح کرنا۔ چہارم پاؤں کا ٹخنوں تک دھونا۔ چنانچہ قرآن مجید پارہ ۶ سورت مائدہ میں مذکور ہے یایھا الذین آمنوا اذاقمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا بروسکم وارجلکم الی الکعبین یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اے ایماندارو جس وقت تم نماز کا ارادہ کرو۔ تم اپنے منھ کو دھولو۔ اور ہاتھوں کو کہنیوں تک اور سر کا مسح کرو۔ اور پاؤں کو ٹخنوں تک دھولو اور وضو کی سنتیں یہ ہیں کہ (۱) پہلے ہاتھوں کا دھونا پہنچوں تک (۲) بسم اللہ شریف کا پڑھنا (۳) کلی کرنا (۴) مسواک کرنا (۵) داڑھی کا خلال کرنا (۶) ناک میں پانی ڈالنا (۷) اور ہر عضو کو تین تین بار پانی سے تر کرنا (۸) کانوں کا مسح کرنا۔ اور مستحب یہ ہیں (۱) ترتیب سے وضو کرنا (۲) پے در پے ہر عضو کو پانی سے تر کرنا (۳) اور دائیں ہاتھ سے شروع کرنا اور گردن اور تمام سر کا مسح کرنا وغیرہ اور ان کا ثبوت تمام کتب صحاح ستہ وغیرہ میں موجود ہے۔ کہا ابی امامہ رضی اللہ عنہ نے توضاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فغسل وجیہ ثلثا ویدیہ ثلثا ومسح براسہ وقال الاذنان من الراس نقل از ترمذی ص ۱۵۔ یعنی کہا ابی امام رضی اللہ عنہ نے کہ وضو کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پس دھویا آپ نے منہ کو تین بار اور ہاتھوں کو تین بار۔ اور مسح کیا سر کا۔ اور فرمایا آپ نے دونوں کان بھی سر میں شامل ہیں۔ اور کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ قال اذاتوضات فخلل الاصابع یدیک

ورجلیک یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ جب تو وضو کرے تو ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلا کر۔ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے با۔لسطور روایت ہے۔ رایت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یتخلل لخیتہ یعنی کہا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے کہ میں نے دیکھا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنی ریش مبارک کا خلال کرتے ہوئے۔ نقل از ترمذی۔ نیز ابی حیہ سے ترمذی میں با۔لسطور حدیث مذکور ہے قال رایت علیا ان توضا فغسل کفیہ حتی انقاھما ثم مضمض ثلثا واستنشق ثلثا وغسل وجھہ ثلثا وزراعیہ ثلثا و مسح براسہ مرۃ ثم غسل قدمیہ الی الکعبین الخ یعنی ابوحیہ نے کہا۔ کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے دیکھا کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا حتی کہ انکو خوب پاک کیا۔ پھر تین دفعہ کلی کی اور تین دفعہ ناک میں پانی ڈالا۔ پھر تین دفعہ منہ کو دھویا۔ اور تین دفعہ بازوں کو کہنیوں تک تر کیا۔ اور ایک بار سر کا مسح کیا۔ پھر دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک دھویا۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے باین طور مزکور ہے عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ویل یلاعقاب و بطون الاقدام من النار یعنی ایک روز آپ نے مکہ سے مدینہ شریف کی طرف سفر فرمایا۔ تو کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم آگئے چلے آئے۔ اور ایک جگہ انتظار کرنے لگے۔ کہ اگر حصور علیہ الصلوۃ والسلام آجائیں تو مل کر نماز ادا کی جائے۔ یہاں تک کہ انتظار میں عصر کی نماز کا وقت فوت ہونے لگا۔ پس بوجہ نماز کے فوت ہو جانے کے خوف سے جلدی جلدی وضو کیا۔ اور اچھی طرح سے پاؤں کو نہ دھویا۔ کچھ تر ہوئے اور کچھ خشک رہے۔ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ آپ نے انکا یہ حال دیکھتے ہی فرمایا۔ ویل الاعقاب من النار یعنی ہلاکت ہے واسطے ایڑیوں کے آگ سے۔ اور ایسا ہی حدیث متواتر سے پاؤں کا دھونا ثابت ہے۔ اور اس سے کسی صحابی کو انکار نہیں۔ اگر شیعہ صاحبان کہیں کہ حضرت علی اور ابن عباس انس رضے اللہ عنہم اس سے برخلاف ہیں تو میں کہتا ہوں کہ ان کا رجوع کرنا بھی اس مسئلہ میں ثابت ہی جس کا ثبوت جلد دوم فتاویٰ نظامیہ میں کتب شیعہ سے دیا گیا۔ جس کو شک ہوا اس کا مطالعہ کرے۔ اور خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول لو کا ان اشق علٰی امتی لا مرتھم بالسواک عند کل صلوۃ ولا خرد

صلوة العشاء الی ثلث الیل یعنی فرمایا حضور ﷺ نے کہ اگر میں اپنی امت پر مشقت نہ جانتا تو ہر ایک نماز کے لئے ان کو مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ اور عشاء کی نماز کو تہائی رات تک موخر کرتا۔

اور ترمذی ص ۱۱ میں ہے کہ فرمایا آپ نے لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللّٰہ علیہ یعنی اس شخص کا وضو نہیں جس نے وضو میں اللہ تعالیٰ کا نام یاد نہیں کیا۔ یعنی اس کا وضو کامل نہیں ہوا۔

اور عبداللہ بن زید سے مذکور ہے کہ آپ نے دونوں ہاتھوں سے مسح کیا۔ اور دونوں ہاتھوں کو آگے لائے۔ اور پیچھے لے گئے۔ پھر لائے اس مقام پر جہاں سے وضو کیا۔ فقط قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا توضاء تم فابدء ابمیامنکم نقل از قویم ص۸ وابن خزیمہ یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب شروع کرو تم وضو کو تو دائیں سے کرو۔

اور کتاب معانی الاثار و دیلمی نے مسند الفردوس و تاریخ اصبہان و فتح المبین ص ۴۲۵ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث باین طور نقل کی ہے۔ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من توضا و مسح عنقه امن الغل یوم القیامة یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص وضو کرے۔ اور مسح کرے اپنی گردن کا وہ محفوظ رکھا جائیگا طوق گرد کے عذاب سے روز قیامت میں۔

اور بخاری و مسلم میں ہے اذا استیقظ احدکم من منامه فلا یغمسن یده فی الاناء حتی یغسلها ثلثا ترجمہ یعنی فرمایا اپ نے جب کوئی شخص تم میں سے نیند سے جاگے، تو برتن میں ہرگز ہاتھ نہ ڈالے جب تک دھو نہ لے تین بار۔

سوال: کیا وضو کی آیت مجمل ہے یا مفصل۔ چکڑالوی کہتے ہیں کہ ہر ایک آیت جو قران شریف میں ہے مفصل ہے۔ یہ کیونکر ہے؟

جواب: وضو کی آیت مجمل ہے مفصل نہیں۔ کیونکہ اس میں وضو کے لئے ہر عضو کو دو تین دفعہ دھونے کا ذکر نہیں۔ اور سر کے مسح کا بھی مفصل ذکر نہیں کہ تمام سر کا مسح کرنا فرض ہے یا بعض حصہ سر کا۔ اگر بروسکم کی (با) کو زائد تصور کیا جائے تو تمام سر کا مسح کرنا لازم آتا ہے۔ اور اگر اسے بعضیہ مانا جاوے۔ تو چوتھا حصہ سر کا مسح کرنا ثابت ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ آیت مجمل ہے۔ اور اسی طرح اکثر قرآن مجید میں آیات بینات مجمل ہیں مفصل نہیں۔ اور یہ کہنا فرقہ چکڑالوی کا محض فضول ہے۔

سوال: وضو کن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے۔ قرآن مجید اور حدیث سے ثبوت دو۔

جواب: وضو ان چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے۔ جو آگے یا پیچھے کی راہ سے نکلیں۔ خواہ وہ چیزیں معتاد ہوں یا غیر معتاد۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے او جآء احد منکم من الغائط یعنی وضو ٹوٹ جاتا ہے جبکہ آوے تم سے کوئی پاخانہ سے۔ اور فرمایا حضور اکرم ﷺ نے لا وضوء الا من صوت او ریح یعنی نہیں ٹوٹتا وضو مگر آواز سے یا بوبائی (ہوا) سے۔

سوال: اگر خون عضاء وضو سے یا ناک سے نکلکر اسی جگہ جم جائے یا جاری ہو جائے یا قے آ جائے۔ یا نیند آ جائے۔ ان سب صورتوں سے کیا وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

جواب: سوال میں جن جن چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے ان سب سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید اور احادیث شریف سے ثابت ہے۔ او دما مسفوحا۔ یعنی خون بہتا ہوا اور کتاب بیہقی و تقویم۔ صفحہ ۳ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت ہے عن ابی هریرة رضی الله عنه رفعه یعاد الوضوء من سبع البول والدم السائل والقی ومن وسعة تملا" الفم ونوم المضطجع وقهقهة الرجل فی الصلوة یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور اس کو پیغمبر ﷺ تک پہنچایا ہے) کہ دھرایا جاتا ہے وضو سات چیزوں سے۔ پیشاب اور بہتے لہو اور قے سے جو منہ بھر کر آئے' اور کروٹ کے بل لینے سے اور آدمی کے ہنسنے سے نماز میں۔ فقط اور مشکوۃ باب الوضو میں بایں طور حدیث مسطور ہے ان الوضوء علی من نام مضطجعا" یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تحقیق لازم ہے اس پر وضو جو سو جائے لیٹ کر۔

حدیث دار قطنی و مشکوۃ میں ہے الوضوء من کل دم سائل یعنی وضو لازم آتا ہے ہر خون بہنے والے سے۔

اور ابوداؤد میں ہے ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قآء وکان صآئما" فتوضاء یعنی کہا ابوداؤد نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کی۔ اور آپ روزہ دار بھی تھے۔ پس آپ نے وضو کیا۔

اور ایک حدیث مسند امام اعظم میں بایں مضمون درج ہے کہ ایک قوم نماز میں تھی۔ اور ایک

اندھا دیکھا کہ وہ گڑھے میں گر پڑا۔ اور قوم نے اس کو دیکھ کر قہقہ مارا۔ پس فرمایا آپ نے جو کھڑا ہوا تم سے قہقہ مار کر فلیعد الوضوء و الصلوۃ یعنی چاہیئے کہ دھراوے وضو اور نماز کو۔

سوال: وضو دار اگر ذکر کو ہاتھ لگائے۔ یا آگ کی پکی ہوئی چیز کھائے تو اس فعل کے کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

جواب: امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک ذکر یا فرج کے چھونے اور آگ کی پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ قال سئل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن مسن الرجل ذکرہ بعد ما یتوضاء قال وھل ھوا الا بضعۃ منہ نقل از ابوداؤد و ترمذی ونسائی و مشکوۃ۔ روایت ہے طاق بن علی سے کہ پوچھا کہ اگر کوئی شخص اپنے ذکر کو چھوئے تو پھر اس کے بعد وضو دوبارہ کرے۔ فرمایا آپ نے وہ ایک ٹکڑا اس کے گوشت کا ہے۔

اور ابن عباس سے مروی ہے ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اکل کتف شاۃ ثم صلی ولم یتوضاء متفق علیہ ترجمہ۔ بے سک رسول اللہ ﷺ نے گوشت شانہ بکری سے کھایا۔ پھر نماز پڑھی۔ اور وضو جدید نہ کیا۔ نقل از مشکوۃ۔

سوال: موزوں پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مسافر اور مقیم کے لئے کتنی مدت مقرر ہے۔ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے اس کا جواب حدیث صحیح سے دو' اجر ملے گا۔

جواب: موزوں پر مسح کرنا حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ جیسا کہ کتاب قویم صفحہ ۲۰ میں بانیطور مذکور ہے عن جریر انہ قال رایت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بال ثم توضاء ومسح علٰی خفیہ اخرجہ ابوداؤد یعنی جریر سے روایت ہے کہا اس نے کہ دیکھا میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہ آپ نے بول کیا۔ پھر وضو کیا۔ اور پھر اپنے موزوں پر مسح کیا۔

اور مدت مسح مسافر کے لئے تین دن اور تین رات۔ اور مقیقم کے لئے ایک دن اور ایک رات ہے۔ چنانچہ مسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ عن علی رضی اللّٰہ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم جعل للمقیم یوما ولیلۃ وللمسافر ثلثۃ ایام ولیالیھا۔ اخرجہ مسلم۔ یعنی حصرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک حضور ﷺ نے ٹھہرائی مدت مسح موزہ کی مقیم

کے واسطے ایک دن اور ایک رات اور مسافر کے واسطے تین دن اور تین رات۔ اخرجہ مسلم۔ پس اس سے انکار کرنا مبتدع اور گمراہوں کا کام ہے۔ اور جرابوں پر مسح کرنا ناجائز ہے۔ ہاں اگر اس پر چمڑا لگا ہوا ہو۔ تو کوئی خوف نہیں۔ اور اس کا مفصل ذکر سلطان الفقہ جلد دوم میں گذر چکا ہے۔ اور امام بخاری اور اس کے پیروؤں کے نزدیک مذکورہ بالا امور سے وضو نہیں ٹوٹتا نہایت تعجب ہے۔

سوال: نہانے میں کتنے فرض ہیں؟

جواب: نہانے میں تین فرض ہیں۔ منہ اور ناک میں پانی ڈالنا۔ اور تین بار تمام بدن کو خوب طور سے پاک صاف پانی سے ترک کرنا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ ان کنتم جنباً فاطهروا یعنی اگر ہو تم جنب میں تو خوب بدن کو پاک کرو۔ اور حدیث ابوداؤد میں ہے۔ تحت کل شعرة جنابة یعنی فرمایا آپ نے کہ نیچے ہر بال کے جنابت ہے۔ اور ترمذی میں ہے فاغسلوا الشعر وانقو البشر ق یعنی دھوؤ تم بال اور صاف کرو بدن کو اور دار قطنی و تقویم ص ۱۴ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بایں طور حدیث مذکر ہے۔ عن ابی هريرة رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم المضمضة والاستنشاق للجنب ثلثا فريضة یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی کرنا۔ اور ناک میں پانی ڈالنا واسطے جنب کے فرض ہے۔ اور کہا مائی میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں نے آپ کے نہانے کے لئے آڑ کیا اور آپ نہاتے تھے۔ مقام میں پھر دھوئے دونوں ہاتھ۔ پھر ڈالا دائیں ہاتھ سے بائیں پر۔ پھر دھویا چھپانیکا بدن جہاں مجامعت تھی۔ پھر ملا اپنا ہاتھ اوپر دیوار کے۔ پھر وضو کیا جیسے نماز کا وضو ہوتا ہے۔ سوائے دونوں پاؤں کے۔ پھر بہایا آپ نے اوپر اپنے پانی۔ پھر کنارہ کیا اور اپنے پاؤں کو دھویا۔ یہ آپ کا غسل جنابت سے تھا۔ اخرجہ الخمسہ اور ایک روایت میں ہے کہ يفيض المآء على جلده كله متفق عليه یعنی اپ تمام بدن اپنے پر پانی بہاتے فقط۔

سوال: سبب نہانے کے کیا ہیں۔ اور کتنے ہیں؟

جواب: نہانے کے سبب چار ہیں۔ احتلام۔ جماع۔ ختنان کے ملنے سے اور حیض و نفاس سے جبکہ عورت پاک ہو اس کو نہانا بھی فرض ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ ولا تقربو هن حتى يطهرن یعنی نہ قریب ہو تم ان سے یہاں تک کہ وہ خوب پاک نہ ہو لیں۔

بخاری و مسلم میں ام سلمہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے آپ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ فهل علی المراة من غسل اذا احتلمت قال نعم اذا رات المآء فغطت ام سلمة وجهها یعنی پس کیا عورت پر بھی غسل ہے جبکہ احتلام ہو۔ فرمایا ہاں جس وقت کہ وہ دیکھے پانی (یعنی آب منی) پس ڈھانپ لیا ام سلمہ ؓ نے منہ اپنا۔

اور ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اذا جلس احدکم بین شعبها الاربع ثم جهدها فقد وجب الغسل وان لم ینزل متفق علیه۔ یعنی جس وقت کہ بیٹھے کوئی تم میں سے عورت کی چار شاخوں میں۔ پھر کوشش کرے۔ (یعنی جماع کرے عورت سے) پس واجب ہوا غسل اگرچہ منی نہ نکلے۔ (اور اس پر اتفاق کیا گیا ہے۔)

اور مائی عائشہ رضی اللہ عنہا سے مشکوۃ و ترمذی و ابن ماجہ و تقویم ۱۸ میں بایں مضمون حدیث مسطور ہے۔ اذا التقی الختنان فقد وجب الغسل یعنی فرمایا حضور ﷺ نے جبکہ مل گئے دونوں ختنے یعنی تجاوز کیا محل اپنے سے پس واجب ہو گا غسل۔

اور ترمذی و مشکوۃ میں منقول ہے کہ کہا حضرت علی ؓ نے کہ آپ سے دوبارہ مذید سوال کیا گیا۔ کہ اس سے وضو ہے۔ تو فرمایا رسول اللہ ﷺ نے من المذی الوضوء و من المنی الغسل یعنی مذی کے نکلنے سے وضو لازم ہے اور منی کے نکلنے سے غسل ہے۔

سوال: عیدین۔ جمعہ اور عرفہ کے دن نہانا کیسا ہے؟

جواب: مذکورہ بالا ایام میں نہانا سنت ہے۔ چنانچہ تقویم ص ۱۸ میں بحوالہ ترمذی مذکور ہے۔ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یغسل یوم الفطر ویوم النحر ویوم عرفة۔ یعنی رسول اللہ ﷺ غسل کرتے تھے روز فطر اور یوم قربانی اور عرفہ میں۔

اور ایسا ہی حضرت ابن عمر ؓ پہلے عیدین کے غسل کرتے تھے۔ اور ابی سعید خدری ؓ سے بایں طور مذکور ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ غسل جمعہ کا واجب ہے ہر ایک مسلمان بالغ پر۔ اور وہ حدیث یہ ہے غسل الجمعة واجب علی کل محتلم اور ایک حدیث میں افضل بھی وارد ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: کنوئیں میں کتے۔ بلی۔ چوہے اور چڑیا وغیرہ کے گرنے سے پانی پاک رہتا ہے یا ناپاک؟ کیونکہ فرقہ غیر مقلدین مسمی باہل حدیث کہتے ہیں کہ مذکورہ بالاحیوانوں کے گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ یہ کس طرح ہے؟

جواب: مذکورہ بالا حیوانوں کے کنوئیں میں گر جانے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ اور اس کا مفصل ذکر سلطان الفقہ جلد اول میں گزر چکا ہے۔ جس کا جواب اب تک فرقہ غیر مقلدین کی طرف سے میسر نہیں ہو سکا۔

سوال: نماز میں کیا شرطیں ہیں اور ان کا ثبوت کیا ہے؟

جواب: نماز میں چھ شرطیں ہیں۔ جن کا ثبوت قرآن مجید اور احادیث شریف میں ہے اور وہ یہ ہیں۔ (۱) بدن کا پاک ہونا نجاست حقیقی و حکمی سے (۲) اور کپڑے کا پاک ہونا (۳) اور جائے نماز کا پاک ہونا۔ (۴) اور چھپانا ستر عورت کا (۵) اور قبلہ کی طرف منہ کرنا (۶) اور نماز کی نیت کرنا۔ اور ان کا ثبوت یہ ہے وثیابک فطھرہ۔ اپنے کپڑوں کو پاک و صاف کر۔ ان کنتم جنبا فاطھروا اگر تم جنبی ہو تو پاک کرو اپنے آپکو۔ خذوازینتکم عند کل مسجد یعنی لو تم زینت اپنی کو ہر نماز کے وقت۔ فولواوجوھکم شطرہ یعنی پھیرو تم اپنے مونہوں کو قبلہ کی طرف۔ لقولہ علیہ السلام انما الاعمال بالنیات یعنی حصول ثواب اعمال نیتوں پر منحصر ہے۔

سوال: نماز میں کتنی فرض ہیں؟ قرآن شریف اور حدیث شریف سے ثبوت دو؟

جواب: نماز میں سات فرض ہیں (۱) اللہ اکبر کہنا (۲) قیام کرنا (۳) مطلق قرات کا پڑھنا قران مجید سے (۴) رکوع کرنا (۵) سجدہ کرنا (۶) آخیر تشہد ادا کرنا (۷) اور نماز سے کسی کام کے واسطے بفعل خود باہر آنا۔ اور انکا ثبوت یہ ہے۔ وربک فکبرہ اپنی رب کی بڑائی بیان کر یعنی اللہ اکبر کہو۔ وقوموا اللّٰہ قانتین یعنی اللہ کی واسطے کھڑے ہو بخشوع و خضوع۔ فاءرواما تیسر من القر آن یعنی پڑھو تم جو تم کو میسر ہو سکے قرآن شریف سے۔ ارکعوا واسجدوا یعنی رکوع کرو اور سجدہ کرو اور ابو داؤد و دار قطنی و تقویم و نور الہدایہ وغیرہ میں باسطور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے۔ کہ جب سکھایا یا اس کو تشہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پس جب پڑھ چکا عبدہ ورسولہ پس فرمایا آپ نے کہ تمام کر چکا تو نماز اپنی

کو۔ اگر چاہے تو کھڑا ہو تو کھڑا ہو جا۔ اور اگر تو چاہے کہ بیٹھے تو بیٹھ جا۔

سوال: غیر مقلد کہتے ہیں کہ مذہب حنفی میں لکھا ہے کہ آمین بالجہر و رفع یدین کرنا مکروہ ہے۔ حالانکہ ان کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اگر ہے تو بیان کریں۔

جواب: یہ محض ان کی دھوکا بازی اور لاعملی ہے۔ کیونکہ کتب حدیث ان دلائل سے بھری ہوئی ہیں۔ اور علاوہ اس کے قرآن مجید بھی اسپر شاہد ہے۔ فرو

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم   چشمہ آفتاب راچہ گناہ

اور بطور مشتے نمونہ از خروارے بندہ چند حدیثیں اور آیات تحریر کر دیتا ہے۔ تاکہ ناظرین کو یقین آجائے۔

آیت نمبر۱: لقولہ تعالیٰ ادعوا ربکم تضرعاً و خفیۃ ○ انہ لا یحب المعتدین یعنی اپنے رب کو زاری اور آہستگی سے پکارو۔ بے شک اللہ حد سے گزرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

آیت نمبر۲: لقولہ تعالیٰ اذنادیٰ ربہ نداء خفیاً یعنی حضرت زکریا علیہ السلام نے جب اپنے رب کو آہستگی سے پکارا۔

آیت نمبر ۳: قد اجیبت دعوتکما۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ تمہاری دونوں کی دعا کو قبول کر لیا (جلالین)۔

آیت نمبر۴: واذا اسئلک عبادی عنی فانی قریب۔ یعنی جب سوال کریں بندے میرے مجھ سے پس میں ان کے پاس ہوں۔

آیت نمبر۵: واذکر ربک تضرعاً۔ یاد کر رب اپنے کو اپنے جی میں گڑگڑا کر۔ پس ان آیات سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے دعاء عاجزی و آہستگی سے مانگنی چاہیئے۔ چنانچہ تمام انبیاء علیہ م السلام نے اللہ تعالیٰ سے آہستگی اور گڑگڑا کر دعائیں مانگتے رہے۔ اور صاحب فتح المبین ۳۹۸ میں عطا سے نقل ہے کہ امین دعا ہے کما نقلہ البخاری قال عطآء امین دعآء یعنی کہا عطاء نے کہ امین دعا ہے۔ اور صاحب فتح القدیر نے لکھا ہے کہ فرمایا ابن مسعود نے اربع یخفهن الامام اتعوذ والثناء والتسمۃ والتامین یعنی چار چیزیں امام آہستہ کہے۔ اعوذ اور سبحانک اللھم اور بسم

اللّٰہ شریف اور آمین۔ اور تبیین الحقایق باب صفتہ الصلوۃ میں باسطور لکھا ہے۔ ولنا حدیث وائل انہ علیہ السلام قال امین وخفض بہا صوتہ رواہ احمد و ابو داؤد والدار قطنی وقال عمر ابن الخطاب یخفی الاما اربعا التعوذ والتسمیۃ وامین وربنا لک الحمد الخ ترجمہ۔ ہمارے پاس دلیل وائل ابن حجر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آمین کہی۔ اور اخفا کیا اس کو۔ بیان کیا اس حدیث کو امام احمد اور ابوداؤد اور دار قطنی نے۔ اور فرمایا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہ امام چار چیزوں کو اخفا کرے۔ اعوذ باللّٰہ اور بسم اللّٰہ شریف اور آمین اور ربنا لک الحمد۔ اور ایک بڑی جماعت صحابہ کا اسپر اتفاق ہے۔

حدیث نمبر۱: عن وائل بن حجر انہ صلی مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فلما بلغ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال امین واخفٰی بہا صوتہ یعنی وائل بن حجر سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے نماز پڑھی۔ تو آپ جب پہنچے والا الضالین پر تو آہستہ کہی آمین۔

حدیث نمبر۲: من علقمہ بن وائل عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرء غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقال آمین و خفض بہا صوتہ یعنی علقمہ بن وائل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ بے شک حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے جب غیر المغضوب علیہم والا الضالین کو پڑھا تو آمین کو آہستہ کیا۔ یہ ہر دو حدیثیں مسند امام احمد و مسند ابوداؤد و مسند ابو یعلی و ترمذی و تہذیب الاثار و دار قطنی و معجمہ طبرانی و معلی شرح موطا و متدرک و طبرانی سے صاحب فتح المبین نے ص ۳۹۵ میں باسناد صحیح لکھا ہے۔

حدیث ۳: شعبۃ عن سلمۃ بن کھیل عن علقمۃ عن وائل بن حجر قال صلیت خلف النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فلما قال ولا الضالین قال امین و حفض بہا صوتہ یعنی روایت ہے شعبہ رضی اللہ عنہ سے وہ روایت کرتے ہیں سلمہ بن کہیل سے۔ وہ روایت کرتے ہیں علقمہ سے۔ وہ روایت کرتے ہیں وائل بن حجر سے۔ پس فرمایا۔ کہ نماز پڑھی میں نے پیچھے نبی ﷺ کے۔ پس جب آپ نے والا الضالین کہا۔ تو کہا آمین آہستگی سے۔ نقل کیا اس حدیث کو ترمذی و ابوداؤد و دار قطنی وغیرہ نے۔

حدیث نمبر ۴: عن ابی ھریرۃ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال اذاء قال الامام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا امین از بخاری و مسلم و موطا امام مالک ترجمہ۔ یعنی جب امام والضالین کہے تو تم آمین کہو۔ یہ آپ نے نہیں فرمایا۔ کہ جب امام تمہارا آمین کہے تو بھی کہو۔ اگر اس طرح سے ہوتا تو ضرور ثبوت آمین بالجہر کا ہو جاتا۔

حدیث نمبر ۵: عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا فان الملئکۃ یقولون امین وان الامام یقول امین۔ نقل از نسائی۔ یعنی جب امام کہے ولا الضالین تو کہو تم امین۔ اس واسطے کہ فرشتے بھی آمین کہتے۔ ہیں۔ اور امام بھی کہتا ہے آمین الخ پس اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ اگر جہر آمین کہتا۔ تو آپ کی ذات یہ تعلیم کیوں فرماتی۔ کہ امام بھی کہتا ہے۔ اور علاوہ اس کے قولوا کے معنی پکار کرنے کے کہیں نہیں ثابت ہوئے۔ بلکہ کہو تم کے ثابت ہوتے ہیں۔ اگر غیر مقلدین کسی مسلمان حنفی کو شبہ میں ڈالیں کہ حدیث میں علقہ راوی ہے۔ سو اس نے اپنے باپ سے حدیث نہیں سنی۔ اس لئے حدیث مجروح ہوئی۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ امام ترمذی باب الحدود فی المراۃ میں سماع علقمہ کا باپ سے ثابت کیا ہے۔ وھو ھذا۔ عن علقمۃ ابن وائل بن حجر سمع من ابیہ وھو اکبر من عبدالجبار الخ یعنی علقمہ بن وائل بن حجر نے اپنے باپ سے حدیث سنی ہے۔ اور وہ بڑا ہے اپنے بھائی عبدالجبار بن وائل سے۔ اور عبدالجبار بن وائل نے اپنے باپ سے حدیث نہیں سنی۔ اور اسی طرح صحیح مسلم باب ملازمت جماعۃ المسلمین میں مذکور ہے اور صاحب تہذیب التہذیب نے علقمہ کا باپ سے حدیث سننا ثابت کیا ہے۔ ور جو صاحب تقریب نے لکھا ہے۔ کہ علقمہ کا سننا باپ سے ثابت نہیں۔ سو یہ کہنا ان کا محمول ہوگا ان کے عدم اطلاع پر یا کلام غیر کے نقل کرنے پر۔ اسواسطے کہ اثبات مقدم ہے نفی پر ورنہ کیوں حافظ صاحب خود اپنی کتاب تہذیب التہذیب میں علقمہ کا باپ سے حدیث سننا ثابت کرتے۔

اور اگر حدیث نمبر ۳ پر فرقہ وہابیہ یہ اعتراض کرے کہ شعبہ کے ثقہ ہونے میں کلام ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ صاحب تقریب و عینی شرح بخاری میں میں لکھا ہے۔ کہ یہ امام المحدثین میں سے ہے اور جو بعض روایت میں ہے مدبھا صوتہ وہ وہاں مدعارضی ہے جو کہ اول کلمہ یا آخر کلمہ واقع ہوا کرتا

ہے۔ اور مد مقابل حذف کے ہے نہ مقابل خفض کے اور بعض محدثین نے اس کے معنی اطال کے لکھے ہیں۔ یعنی اس کو کھینچ کر پڑھنا چاہیئے۔ نقل از فتح المبین۔ اور اس کا ذکر جلد اول سلطان الفقہ میں بھی گذر چکا ہے۔ اور فرقہ غیر مقلدین اس بارہ میں اکیس حدیثیں پیش کرتے ہیں۔ ان سے نہ تو اکثر فعل اپ کی ذات کا ثابت ہوتا ہے۔ اور نہ دائمی۔ اس کے علاوہ وہ حدیثیں ضعیف اور منسوخ ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ جلد چہارم میں وہ اکیس حدیثیں جو فرقہ غیر مقلدین اکثر اوقات عوام الناس اور کم علم لوگوں کو دکھا کر دھوکا میں ڈالتی ہیں تحریر کی جائیں گی۔ اور ہر ایک حدیث پر روشنی ڈالکر جرح قدح کی جائیگی۔ پھر نظرین باتمکین کو اچھی طرح واضح ہو جائیگا کہ یہ لوگ سراسر جھوٹے ہیں۔ ناحق امام اعظم رحمتہ اللیہ علیہ پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور اپنی زبان سے میاں مٹھو بنتے ہیں۔ شعر

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا کار طفلاں تمام خواہد شد

سوال نمبر دوم کا جواب: بے شک مذہب حنفی میں رفع یدین کرنا مکروہ ہے۔ اور مذہب حنفیہ کے دلائل مفصلہ ذیل ہیں۔

حدیث نمبر ۱: عن علقمة قال قال عبداللّٰہ بن مسعود الا اصلی بکم صلوة رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرة نقل از ترمذی۔ ترجمہ یعنی علقمہ سے روایت ہے کہ فرمایا عبداللہ بن مسعود نے کیا نہ پڑھاؤں میں تم کو نماز مانند نماز رسول اللہ ﷺ کی۔ پھر پڑھی نماز اور نہ اٹھائے دونوں ہاتھ مگر پہلی تکبیر میں۔ اور کہا صاحب ترمذی نے کہ یہ حدیث بہت صحیح ہے۔ اور اسی طرح کی حدیث براابن عاذب سے بھی آئی ہے۔ اور اس حدیث کو صحابہ تابعین نے پسند فرمایا۔

حدیث نمبر ۲: عن البراء بن عاذب ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلوة رفع یدیہ قریب من اذینہ ثم لا یعود نقل از ابوداؤد و فتح المبین۔ یعنی کہا ابن عاذب نے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز میں دونوں ہاتھ اٹھاتے قریب کانوں کے۔ پھر ساری نماز کہیں نہ اٹھاتے۔

حدیث نمبر ۳: حدثنا ابن ابی داؤد و قال ثنا نعیم بن حماد قال ثنا وکیع عن

سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمٰن بن الاسود عن علقمة عن عبداللّٰه عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم انه کان یرفع یدیه فی اول تکبیرة ثم لا یعود۔ ترجمہ۔ یعنی یہ تمام اصحاب رضی اللہ عنہم ایک دوسرے سے روایت بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھاتے تھے دونوں ہاتھوں کو پہلی تکبیر میں۔ پھر نہیں اٹھاتے تھے تمام نماز میں۔ یہ حدیث طحاوی میں ہے۔

حدیث نمبر۴: عن عبداللّٰه بن مسعود قال صلیت خلف النبی صلی اللّٰه علیه وسلم و ابی بکر و عمر فلم یرفعوا یدیهم الا عند افتتاح الصلوة فتح المبین ص ۴۰۲۔ روایت کیا اس کو اپنی تصنیف میں امام شیبہ نے جو کہ استاد ہیں بخاری اور مسلم کے۔ ترجمہ یعنی کہا عبداللہ بن مسعود نے کہ نماز پڑھی میں نے پیچھے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے سو انہوں نے رفع یدین نہیں کیا۔ مگر بوقت شروع کرنے نماز کے۔

حدیث نمبر۵: عن الاسود قال رایت عمر بن الخطاب رفع یدیه فی اول تکبیرة ثم لا یعود۔ نقل از طحاوی و بیہقی و فتح المبین صفحہ ۴۰۳۔ ترجمہ یعنی اسود سے روایت ہے کہ دیکھا میں نے حضرت عمر بن خطاب کو کہ وہ دون ہاتھ اٹھاتے اول تکبیر میں۔ پھر نہیں اٹھاتے تھے ساری نماز میں۔

حدیث نمبر۶: عن عاصم بن کلیب عن ابیه ان علیا کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوة ثم لا یعود۔ نقل از عینی و موطا امام محمد۔ ترجمہ۔ یعنی عاصم بن کلیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔ پھر ساری نماز میں نہیں اٹھاتے تھے۔

حدیث نمبر۷: عن ابن عباس رضی اللّٰه عنه ان العشرة المبشرة ما کانوا یرفعون ایدیهم الا فی افتتاح الصلوة۔ نقل از نہایہ و کفایہ۔ ترجمہ۔ مروی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ عشرہ مبشرہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ مگر پہلی تکبیر میں۔

حدیث نمبر۸: عن عبداللہ بن عباس قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا ترفع الایدی فی شئی الا فی سبع مواطن فی افتتاح الصلوے و فی العیدین وعند استلام الحجر وعلی الصفا وامرة وعند عرفات و عند جمع وعند رمی الجماد یعنی کہا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ اٹھائے جائیں ہاتھ

کسی جگہ نماز میں مگر سات جگہ۔ تکبیر اولی میں۔ اور نماز عیدین کی تکبیروں میں۔ اور بوقت بوسہ دینے حجر اسود کے۔ اور صفا و مروہ میں اور عرفات میں اور مزدلفہ میں اور منا میں بوقت کنکریاں مارنے شیطان کے۔ نقل کیا ہے اس کو امام بیہقی اور صاحب ہدایہ نے باختلاف الفاظ کے۔ اور صاحب کفایہ نے اسی کو ترجیح دی ہے کہ رفع یدین نماز میں نہ کیا جاوے۔

حدیث نمبر۹: عن جابر بن سمرے قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن رافعوا ایدینا فی اصلوے فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوے نقل از مسلم و ابوداؤد و نسائی و فتح المبین ۳۰۳ ترجمہ۔ جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ نکلے ہم پر رسول اللہ ﷺ ور آنحالیکہ ہم اٹھانے والے تھے اپنی ہاتھوں کو نماز میں۔ تو فرمایا آپ نے کہ کیا ہے مجھ کو کہ تم کو دیکھتا ہوں کہ تم اپنے ہاتھونکو اس طرح اٹھاتے ہو جسے سرکش گھوڑوں کی دمیں ہلتی ہیں۔ ہاتھوں کو نماز میں مت اٹھاؤ۔ اور کہا صاحب فتح المبین نے کہ اس حدیث کو محمول کرنا رفع یدین پر بوقت سلام کی تخصیص بلا مخصص ہے۔

حدیث نمبر۱۰: حدثنا ابوداؤد قال احمد بن عبداللہ ابن یونس قال اخبرنا ابو بکر ابن عباس بن حصین بن مجاھد قال صلیت خلف ابن عمر فلم یکن یرفع یدیہ الا فی تکبیرے الاولی من الصلوے نقل از طحاوی۔ ترجمہ فرمایا امام طحاوی نے کہ حدیث کی مجھ سے ابو داؤد نے کہا انہوں نے خبر دی مجھ کو احمد بن عبداللہ بن یونس نے۔ کہا انہوں نے خبر دی مجھ کو ابو بکر بن عباس بن حصین بن مجاہد نے۔ کہا انہوں نے کہ نماز پڑھی میں نے پیچھے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے سو انہوں نے رفع یدین نہ کیا۔ مگر پہلی تکبیر میں۔ اگر کسی صاحب نے زیادہ دلائل اس بارہ میں دیکھنے ہوں۔ تو فتح المبین کا مطالعہ کرے۔ فقط۔

سوال: غیر مقلد کہتے ہیں کہ رفع یدین کی حدیثوں کے راوی قوی ہیں۔ یہ کیونکر ہے؟

جواب: یہ محض ان کی دھوکا بازی ہے۔ کیونکہ اس بات کا فیصلہ مکہ معظمہ دارحناطین میں ہو چکا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام اوزاعی کا مناظرہ اس بارہ میں ہوا۔ سو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اوزاعی صاحب لاجواب ہو کر سکوت کر گئے۔ جس کا ذکر فتح القدیر۔ جواہر المسیفہ جلد اول صفحہ ۶۰ اور رسالہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ انصاف و کفایہ شرح ہدایہ میں مذکور ہیں۔ اور علاوہ اس کے جو روایات بخاری و مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مذکور ہیں۔ وہ تمام منسوخ و متروک ہیں۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس فعل کو خود چھوڑ دیا ہے۔

جیسا کہ حدیث نمبر ۱۰ میں گزر چکا ہے۔ اور صاحب فتح المبین بحوالہ نہایہ (یعنی شرح بخاری سے باین طور لکھا ہے۔ انہ کان فی بدا السلام ثم نسخ یعنی ابتداء اسلام میں رکوع وغیرہ میں رفع یدین تھا۔ پھر منسوخ ہو گیا۔

عن عبداللیہ بن الزبیر انہ رای رجلا" یصلی فی المسجد الحرام و یرفع یدیہ عند الرکوع وعند رفع الراس منہ فقال لا تفعل انہ شی قد ترکہ رسول اللّٰہ صص بعد ما فعلہ (ترجمہ) یعنی نہایہ میں مذکور ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے ایک آدمی کو مسجد حرام میں دیکھا کہ نماز میں بوقت رکوع اور قومہ رفع یدین کرتا تھا۔ پس منع کر دیا اس کو حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ یہ ایک موقع کا نعل حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا تھا پھر ترک کر دیا اس کو۔

امام زیلی فرماتے ہیں کہ حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے دس برس ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت کی ہے۔ ان کو اتنی مدت میں رفع یدین کرتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا۔ مگر پہلی تکبیر میں۔ اور نور الانوار صفحہ ۱۶۱ میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: غیر مقلد کہتے ہیں کہ خواہ نمازی جہری ہو خواہ سری ہو جب تک امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھی جائے نماز ہرگز نہیں ہوتی، کیونکہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔

جواب: امام کے پیچھے فاتحہ کا پڑھنا خواہ نماز جہری ہو یا سری ہرگز جائز نہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے واذا قرء القران فاستمعو الہ وانصتوا لعلکم ترحمون یعنی جس وقت قرآن مجید پڑھا جائے تو اس کو سنو اور چپ رہو تاکہ تم لوگوں پر رحم کیا جائے۔ اس آیت سے دو حکم ثابت ہوئے ایک سننا اور دوسرا چپ رہنا اور ہمارا عمل ہر دو حکم الٰہی پر ہے۔ کیونکہ ہم جہری نماز میں قرات امام کی کانوں سے سنتے ہیں۔ اور منہ سے چپ رہتے ہیں۔ اور نماز سری میں سننا غیر ممکن ہے۔ لہٰذا ہم چپ رہتے ہیں۔ چنانچہ صاحب فتح القدیر نے لکھا ہے ان المطلوب من ھذا الایتہ امر ان الا ستماع والانصات فیعمل بکل منھما والا ول یخص والثانی لایجری علی اطلاقہ فیجب السکوت عند القراۃ ملطقا

تفسیر حسینی و تفسیر عماد بن کثیر و تفسیر معالم التنزیل وغیرہ صاحب نے لکھا کہ مستند، معتبر و صحیح قول یہ ہے کہ یہ آیت قراۃ کے بارہ میں نازل ہوئی ہے قال علی بن طلحتہ عن ابن عباس قولہ واذا قرء القران یعنی فی الصلٰوۃ المفروضتہ یعنی یہ آیت نماز فریضہ میں نازل ہوئی و ذھب جماعتہ الی انھا فی القراۃ فی الصلٰوۃ اور اختلافات مخالفین کا بیان کر کے لکھ دیا کہ والاولی انھا فی القراءۃ فی الصلٰوۃ

اور مدراک میں ہے و جمھور الصحابتہ علی انہ استماع المؤتم یعنی بڑا گروہ صحابہ کا اس بات پر ہے کہ آیت نماز کے بارہ میں نازل ہوئی۔

حافظ جلال الدین سیوطی نے تفسیر در منثور میں لکھا ہے اخرج حمید والبیہقی فی القرأۃ عن ابی العالیتہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا صلی باصحابہ فقراء مرۃ اصحابہ فنزلت ھذہ الاینۃ فسکت القوم وقرءُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی روایت کی ہے عبداللہ بن حمید اور بیہقی نے باب قرأت میں ابوعالیہ سے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے اور قرأت فرماتے تو صحابہ بھی ساتھ ہی قرأت کرتے پس نازل ہوئی یہ آیت تو چپ ہو گئے لوگ اور قرأت کی نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے۔

اسی طرح تفسیر حسینی میں ہے کہ جس کی عبارت جلد اول سلطان الفقہ میں تحریر ہو چکی ہے اور بھی بہت حدیثیں اس بات پر شاہد ہیں کہ امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھی جائے کیونکہ یہ دونوں قرأتیں جمع ہو جائیں گی تو یہ امر غیر مشروع ہو گا۔

حدیث نمبر۱: عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقیرأۃ الامام لہ قرأۃ (رواہ ابن ماجہ و موطا امام محمد) یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے کہ پڑھنا امام کا پڑھنا مقتدی کا ہے۔

حدیث نمبر۲: عن ابی موسیٰ الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم اذا قرأة الامام فانصتوا یعنی روایت ہے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ جب امام پڑھے تو تم لوگ چپ رہو۔

حدیث نمبر ۳: عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم انما جعل الامام ليؤتم به فاذاكبر فكبروا واذاقرأ فانصتوا۔ (رواہ ابوداود و ترمذی و نسائی و مشکوۃ صفحہ ۷۳۷) یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مقرر کیا گیا ہے امام تاکہ پیروی کی جائے اس کی۔ پس جب وہ اللہ اکبر کہے تم بھی کہو اور جب وہ پڑھنا شروع کرے تو تم اس کی قرأت کو سنو اور چپ رہو۔

حدیث نمبر ۴: عن نافع ابن عمر انه كان لايقرءُ خلف الامام (رواہ ابن عدی) یعنی نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بیشک امام کے پیچھے کچھ نہ پڑھتے تھے۔

حدیث نمبر ۵: سئل عن عبدالله بن عمر و زيد ابن ثابت و جابر بن عبدالله قالوا لا يقرءُ خلف الامام فی شئی من الصلوة (نقل از طحاوی شرح معانی الاثار حاشیہ مشکوۃ صفحہ ۷۳) یعنی عبداللہ بن عمرو زید بن ثابت و جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سوال کیا گیا کہ پیچھے امام کے کچھ پڑھا جائے؟ کہا تینوں صحابوں نے کہ پیچھے امام کے نماز میں کچھ نہ پڑھا جائے۔

حدیث نمبر ۶: عن ابی هريرة ان رسول الله صلی اللعه عليه وسلم انصرف من صلوة جهر فيها بالقراءة فقال هل قرأ معی احد منكم انفا فقال رجل نعم ان يارسول الله صلی الله عليه وسم قال انی اقول مالی انازع فی القران قال فانتهی الناس عن القرأة (نقل از ترمذی و نسائی و ابوداود ابن ماجہ و مشکوۃ صفحہ ۷۳) یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ چکے نماز جس میں جہر قرأت پڑھی جاتی ہے پس فرمایا کیا پڑھا ہے کسی نے ساتھ میرے تم سے اب پس بولا ایک شخص ہاں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا آپ نے کہتا تھا میں کیا ہوا واسطے میرے کہ چھینا جاتا ہے مجھ سے قرآن۔ پس کہا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ باز رہے لوگ پڑھنے سے۔

حدیث نمبر۷: عن ابن عمر انه کان اذا سئل هل یقرا احد مع الامام قال اذا صلی احد کم مع الامام فحسبه قراۃ امام و کان بن عمر لا یقرا مع الامام یعنی کہا نافع نے کہ جب ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا جاتا کہ امام کے ساتھ پڑھنا جائز ہے یا نہیں تو فرماتے کہ امام کا پڑھنا مقتدی کو کافی ہوتا ہے اور خود ابن عمر رضی اللہ عنہ جب امام کے ساتھ ہوتے تو کچھ نہ پڑھتے۔

حدیث نمبر۸: ان سعداً قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فمه جمرة یعنی سعد کہتے تھے کہ جو پیچھے امام کے پڑھے اس کے منہ میں آگ کا انگارا ہو۔

حدیث نمبر۹: ان عمر بن الخطاب قال لیت فی فم الذی یقرا خلف الامام حجارة (از امام موطا امام محمد) یعنی تحقیق فرمایا عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے کاش بیچ منہ اس شخص کے جو پڑھتا ہے پیچھے امام کے کنکریاں ہوں۔

حدیث نمبر۱۰: اخبرنا مالک حدثنا وهب ابن کیسان انه سمع جابر بن عبداللہیقول من صلی رکعة لم یقرأ فیها بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام (نقل از موطا امام محمد صفحہ ۳۷) یعنی جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ تحقیق فرمایا آپ ﷺ نے جس شخص نے پڑھی ایک رکعت پس نہ پڑھا اس میں الحمد کو پس نماز نہ ہوئی مگر وہ رکعت ہو جائے پیچھے امام کے۔

حدیث نمبر۱۱: عن موسی بن سعد بن ذید بن ثابت یحدثه عن جده انه قال من قرأ خلف الامام فلا صلوة له (نقل از موطا امام موسیٰ بن سعد) موسی بن سعد اپنے دادا سے حدیث کرتے ہیں۔ تحقیق اس نے کہا کہ جو شخص پڑھے پیچھے امام کے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

حدیث نمبر۱۲: عن جابر بن عبداللہ عن النبی صلی اللہ علیه وسلم انه قال من صلی خلف الامام فان قرأة الامام له قرأة (رواہ محمد فی الموطا عن ابی حنیفہ و صحح سندہ فی الفتح ا۔ صفحہ ۱۳۶) قال العینی هو حدیث صحیح قابو حنفنه و موسیٰ بن

عایشه الکوفی من الثیقات الاثبات من رجال الصحیحین - و عبداللّٰه بن شداد من کبار شامیین (نقل از جامع الاثار صفحہ ۳۵) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

حاشیہ

۱۔ یعنی الفتح المبین۔ قادری

سے روایت ہے کہ بیشک فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص پیچھے امام کے ہو پس قرات امام کی اس کی قرات ہوتی ہے روایت کیا اس کو امام محمد نے اپنی موطا میں امام ابوحنیفہ سے ساتھ سند صحیح کے کہا علامہ عینی نے کہ یہ حدیث بہت صحیح ہے چونکہ اس کا راوی موسیٰ بن عائشہ کوفی ثقات میں سے ہے یہ حدیث صحیحین کی حدیثوں سے زیادہ صحیح ہے اور عبداللہ بن شداد کبائر شامیوں میں سے ہے اور کفایہ ۔ میں ہے کہ فرمایا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ الحمدللہ کا پڑھنا مقتدی کا خلاف دین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے۔

صاحب فتح المبین نے عینی سے نقل کیا ہے کہ فرمایا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ مٹی بھری جائے اس کے منہ میں جو امام کے پیچھے پڑھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہے کہ جو کوئی پڑھے پیچھے امام کے وہ سنت پر نہیں۔ ذکر کیا اس کو صاحب طحاوی نے اور کہا ابوبکر بن ابی شیبہ نے جو پڑھے پیچھے امام کے وہ فاسق ہے ۱۔ اور یہ وہ ابن ابی شیبہ ہے جو بخاری و مسلم کا استاذ ہے۔ (نقل از فتح المبین صفحہ ۲۱۴) فقط

اور علاوہ اس کے اسی کتاب میں لکھا ہے کہ اسی (۸۰) اصحاب فاتحہ خلف الامام سے سخت منع کرتے تھے ان میں سے چند صحابہ کے اسماء یہ ہیں جابر بن عبداللہ، ابی سعید خدری، ابوہریرہ، ابن عباس، انس بن مالک، عبداللہ بن مسعود، ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم (نقل از عینی و فتح المبین صفحہ ۲۰۷)

پس اس لئے صاحب ہدایہ نے اس پر اجماع صحابہ کا قائم کیا ہے اور جو حدیثیں غیر مقلدین جواز فاتحہ خلف الامام کی پیش کرتے ہیں وہ ضعیف اور ناقابل عمل ہیں کیونکہ اس میں خلاف قرآن مجید و آثار صحابہ و جمہور کی ہے۔

سوال: کیا غیر مقلد لوگ جو حدیثیں جواز فاتحہ خلف الامام یعنی امام کے پیچھے فاتحہ کے پڑھنے کے واسطے پیش کرتے ہیں ضعیف ہیں اور خلاف قرآن مجید ہیں یا نہیں؟ جواب نمبروار دو۔ وہ حدیثیں جو غیر مقلد

حاشیہ

۱۔ یعنی بلا دلیل ہاں اگر اس کے پاس دلیل شرعی ہے جس سے وہ مطمئن ہے تو وہ فاسق نہ ہو گا جبکہ اس کا عقیدہ اہلسنت و جماعت ہو جیسے شوافع و مالکیہ و حنابلہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ قادری

جواز فاتحہ خلف الامام کے بارے میں پیش کرتے ہیں مفصلہ ذیل ہیں۔

حدیث نمبر۱: لا صلوۃ الا بفاتحہ الکتاب

حدیث نمبر۲: لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحہ الکتاب

حدیث نمبر۳: من صلی صلوۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فھی خداج

حدیث نمبر۴: لا تفعلوا الا بأم القرآن فانہ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بھا

حدیث نمبر۵: الا ان تکون وراء الامام یعنی لوگوں نے کہا کہ ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اقرأ بھا فی نفسک

جواب: حدیث نمبر اول، دوم، سوم سے فاتحہ الامام ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ان کے معنی یہ ہیں کہ جب تک فاتحہ نہ پڑھی جائے نماز نہیں ہوتی سو یہ حکم صرف تنہا کے لئے ہے نہ خلف الامام کے وقت اور اس کے ہم سب لوگ حنفی المذہب قائل اور عامل ہیں۔ چنانچہ ابوداؤد وقال سفیان لمن یصلی وحدہ یعنی نہیں نماز ہوتی جو نہ پڑھے الحمد۔ پس زیادہ کیا سفیان نے جو اس حدیث کا راوی ہے کہ یہ حکم واسطے اس کے ہے جو اکیلا نماز پڑھے۔

کتاب جامع ترمذی مطبوعہ نو لکشور صفحہ ۱۲ میں صاف لکھا ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جب انسان اکیلا نماز پڑھے۔ وھوہذا اما احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی صلی اللہ علیہ

وسلم لاصلوة لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب اذکان وحدہ۔ واحتج بحدیث جابر بن عبداللہ حیث قال من صلی رکعۃ لم یقرا فیھا بأم القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام قال احمد فھذا رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاول قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب ان ھذا اذا کان وحدہ لیکن امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ معنی اس قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ لاصلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب یہ ہیں کہ جب انسان اکیلا نماز پڑھے اور استدلال ان کا حدیث جابر سے ہے۔ کہا انہوں نے کہ جو شخص کوئی رکعت سوا الحمد کے پڑھے تو نماز اس کی نہ ہوگی مگر جب امام کے پیچھے ہو۔ کہا امام احمد حنبل نے کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں آپ کی ذات کے پس انہوں نے مطلب اس حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لاصلوۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب یعنی پڑھنے والا جب اکیلا ہو بتایا ہاں اگر ہم دو منٹ کے واسطے ان کی بات کو تسلیم بھی کرلیں تو پھر بھی ان دلائل سے نفی ذات نہیں نکلتی بلکہ نفی کمال کی ہے۔ چنانچہ علامہ عینی وغیرہ نے لکھا ہے لاصلوۃ لجار المسجد الا فی المسجد ولا ایمان لمن لا امانۃ لہ یعنی نہیں نماز کامل ہوتی مسجد کے ہمسایہ کی مگر مسجد میں اور نہیں ایمان کامل اس شخص کا جس نے امانت میں خیانت کی۔ اور اگر اس کے ظاہری معنی لئے جائیں کی ہمسایہ مسجد کی نماز بالکل نہیں ہوتی۔ اور جو امانتدار نہیں وہ بے ایمان کافر ہے تو پھر یہ جمہور علماء کے برخلاف ہونگے۔ حالانکہ اس امر کا کوئی عالم بھی قائل نہیں۔

اور حدیث نمبر ۴ جس کے یہ معنی ہیں کہ نہ پڑھو کچھ مگر سورۃ فاتحہ کیونکہ اس کے سوا نماز نہیں ہوتی۔ سو اس حدیث کے صحیح ہونے میں بہت اختلاف ہے کیونکہ بعض نے اس کو صحیح لکھا ہے اور بعض نے ضعیف بھی کہا ہے۔ چنانچہ علامہ زیلعی نے لکھا ہے فاضعفہ احمد و جماعۃ یعنی اس حدیث کو امام احمد اور ایک جماعت نے ضعیف لکھا ہے اور امام یحیی بن معین فرماتے ہیں کہ جملہ استثنائیہ اس کا صحیح نہیں اور طریق اسناد اس کے میں محمد بن اسحاق بن یسار راوی ہے جو قابل سند بیان کرنے کے نہیں کیونکہ اس کے حق میں یحیی قطان جن کو تمام محدثین نے مانا ہے وہ محمد بن اسحاق کی نسبت لکھتے ہیں

اشہدان محمد بن اسحاق کذاب یعنی میں گواہی دیتا ہوں ہ محمد بن اسحاق بڑا جھوٹا آدمی ہے۔ اور امام مالک نے اس کو دجال لکھا ہے اور سلیمان بن دار قطنی نے اس سے دلیل پکڑنے کو منع کیا ہے۔ اور صاحب تقریب نے اس کو مدلس لکھا ہے غرضیکہ حدیث نزدیک محدثین اہل انصاف کے مضطرب ہے قابل عمل نہیں۔

اور حدیث نمبر ۵ جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اقرأ بہا فی نفسک یعنی اسے دل میں پڑھ سو اس کے معنے محدثین نے تدبر اور تفکر کے لئے ہیں۔ چنانچہ مشکوۃ شریف مطبوعہ مطبع گلزار محمدی صفحہ ے کے حاشیہ پر لکھا ہے المراد بہ ھو التذکر فی القلب لاالتلفظ باللسان اور علاوہ اس کے خود ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کے برخلاف روایت بیان کی ہے۔

سوال: مذہب چکڑالوی کی نماز کس طرح پر ہے اور اس کا ثبوت کیا ہے اور کیا نماز موافق حکم خداوند کریم کے رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے پڑھی یا صرف عبداللہ چکڑالوی کے گھر کی بنی ہوئی ہے؟

جواب: نماز چکڑالوی کی صلوۃ القرآن جو انہی کی بنی ہوئی ہے اس میں بایں طور مسطور ہے۔(تکبیر اولی) مایدعون من دونہ ھو الباطل وان اللہ ھو العلی الکبیر (پارہ ۲۱) سبحانک اللھم کی بجائے انی وجھت للذی فطر السموت والارض ان صلوتی ونسکی وغیرہ۔ اور رکوع کی تسبیح ہے سبحان ربنا ان کان وعد ربنا لمفعولا (پارہ ۱۵)

التحیات ان کا ہے ربنا لاتوخذنا ان نسینا او اخطئنا وغیرہ دعائیں مذکور ہیں۔ نماز کی نیت یوں ہے وقل رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا اور درود یہ ہے سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمدللہ رب العلمین اور سلام یہ مقرر کر رکھا ہے سلام علیکم کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ فانہ غفور رحیم

یہ نماز جو عبداللہ چکڑالوی نے اپنے زعم سے تیار کی ہے اس کا ثبوت قرآن مجید کی آیات بینات کے سیاق و سباق کلام سے ظاہر نہیں ہوتا اور نہ ہی کہیں خداوند کریم نے اپنے حبیب کو بایں طور فرمایا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو رکوع اور سجود اور التحیات اور بوقت تکبیر والے وغیرہ مقامات میں یہ آیات پڑھا کر اور اپنی امت کو بھی اسی طرح تعلیم نماز دیا کر۔ اگر کوئی چکڑالوی صاحب بایں الفاظ قرآن مجید مے دکھادے تو یک صد روپے انعام لے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب غیر مقلد امرتسری نے اپنے رسالہ دلیل الفرقان صفحہ ۶ میں نماز ایجاد شدہ کا مفصل جواب تحریر کر دیا ہے۔ لہٰذا فقیر کو دوبارہ جواب تحریر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں اور علاوہ اس کے مولوی صاحب مذکور نے یہ سوال بھی چکڑالویوں پر کیا ہے جس کا جواب اب تک ان کی طرف سے نہیں ملا۔ اور وہ سوال یہ ہے۔

اس ساری صلوۃ قرآنی پر ہمارا ایک ہی سوال ہے اور وہ اس کا جواب دیں۔ اور ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ تمام ملا قرآنی مل کر بھی چاہیں تو نہ دے سکیں گے اور ہم بھی انہی کی تائید میں ہمیشہ مضمون لکھا کریں گے۔ وہ سوال یہ ہے کہ یہ آیات جو آپ نے موقعہ بموقعہ کے لئے انتخاب کی ہیں سو یہ انتخاب آپ نے محض اپنی رائے سے اور اجتہاد سے کیا ہے یا قرآن مجید کی کسی آیت سے اگر اپنی رائے سے کیا ہے۔ تو کیا دوسری شخص کا بھی حق ہے کہ ان کے علاوہ اور آیات ان کی بجائے تجویز کرے۔ اسی طرح تیسرے کا' چوتھے کا' پھر پانچویں کا علی ہذا۔ دنیا بھر کے جہلاء کو جانے دو علما کا حق ہے کہ اپنی اپنی سمجھ کے موافق آیات انتخاب کر کے علیحدہ علیحدہ نماز تجویز کر سکتے ہیں۔ پھر کیا سب نمازوں کا نام صلوۃ القرآن ہی رکھیں گے۔ اور یہ دعوی کریں گے کہ قرآن نے سب احکام مفصل بیان کر دیئے ہیں۔ ایسے تو کسی کو ان کے سمجھنے میں شک نہیں ہو سکتا اور حدیث کی کوئی حاجت نہیں اور اگر یہ انتخاب کسی آیت قرآنی سے ہے تو وہ کونسی آیت ہے۔ فقط

نوٹ: انشاء اللہ تعالیٰ اقسام وحی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ذکر جلد چہارم میں مفصل تحریر کر دیا جائے گا۔

سوال: اہلسنّت و الجماعت کی نماز قرآن میں کس طرح پر ہے اس کا ثبوت دو؟

جواب: اس کا ذکر اسی جلد میں ہو چکا ہے اور مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری نے بھی اپنے رسالہ میں اسی طرح تحریر فرمایا ہے کبر (پارہ ۱۵) قوموللّه (پارہ ۳) ارکعوا (پارہ ۱) اسجلو (پارہ ۶) قیامًا وقعوداً (پارہ ۳) سبح باسم ربک العظیم (پارہ ۲۷) سبح باسم ربک الاعلی (پ ۳۰) فاقروا ماتیسر من القرآن (پارہ ۲۹)

پس یہ وہ نماز ہے جو خداوند کریم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی سکھائی اور آئمہ دین اس نماز کو پڑھتے چلے آئے ہیں۔ پس ہم کو بھی اس لئے اس طرح حکم ہوا لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (پارہ ۲۱) کہ تم ایماندار بھی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کرو کیونکہ وہ تمہارے لئے نیک نمونہ ہے۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

استفتاء

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک شخص مسمی کرم الٰہی ناگی غیر مقلد علاقہ سیالکوٹ ساکن موضع کوٹلی لوہاراں غربی نے ایک کتاب بطرز کامن بنائی ہے۔ اور کامن کرم الٰہی ناگی سے مشہور ہے اور اس میں لکھا ہوا ہے کہ میلاد کرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بدعت ہے۔ اور بوقت میلاد مبارک آپ کی روح مبارک نہیں آتی اور اسقاط کرنا اور وظیفہ یا شیخ عبدالقادر، یا علی مشکل کشا کہنا۔ اور عورتوں کو بیعت کرنا اور تقلید شخصی کرنا اور حنفیوں کو مشرک و کافر کہنا اور نقشبندی وغیرہ خاندانوں کو بدعتی اور مشرک کہنا۔ اور تصور پیر کا کرنا۔ غرضیکہ ان تمام افعال کو بدعت و حرام و شرک لکھ دیا ہے۔ اور پیر جماعت علی شاہ صاحب فاضل اجل و بزرگ اکمل کی سخت توہین کی ہے۔ شاید علمائے دین کی نظر سے یہ کتاب گزری ہو گی۔ کیا ایسی کتاب عورتوں کو پڑھنا اور پڑھانا جائز ہے یا حرام؟ اور اگر حرام ہے تو پھر ایسی

کتاب کو کس لئے گورنمنٹ میں درخواست دے کر بند نہیں کرایا جاتا۔ ہاں اگر اس طرح بند نہیں کرایا جاتا تو پھر اس کا جواب دیں تاکہ اس سے عوام الناس فائدہ حاصل کریں۔ اور کتاب مذکورہ سے کنارہ کریں۔ فقط

السائل

خاکسار سلطان احمد از کمال پور علاقہ لائل پور متصل سٹیشن سلاروالہ

جواب: بے شک یہ کتاب بندہ کی نظر سے گذری ہے۔ اس کتاب کا پڑھنا' پڑھانا عورتوں کو ناجائز اور حرام ہے کیونکہ اس میں توہین رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اور علمائے دین و صوفیا کرام کی لکھی ہوئی ہے اور جو آیات اس میں درج ہیں۔ وہ تمام کفار مکہ و بت پرستوں اور بتوں کی مذمت کے بارے میں نازل ہوئی تھیں۔ سو مؤلف کتاب نے ان کا مصداق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم و صحابہ کرام و اولیائے عظام کو قرار دیا ہے۔ وہوہذا

والذین تدعون من دونہ مایملکون من قطمیر ان تدعوھم لایسمعوا دعاکم ولو سمعوا ماستبجابوالکم یعنی اور جن کو تم پکارتے ہو اس کے سوا مالک نہیں ایک چھلکے کے۔ اگر تم ان کو پکارو نہیں سنتے ہیں تمہاری پکار اور اگر سنیں نہیں پہنچیں تمہارے کام پر۔ الخ

غرضیکہ مولف نے جو آیات اپنی کتاب میں درج کی ہیں۔ وہ سب کی سب بے موقعہ اور بے محل درج ہیں۔ اور خواہ مخواہ زور دے کر بزرگان اسلام کو ان کا مصداق بنایا ہے۔ اور مسلمانان حامئی دین کو بدعتی و مشرک لکھ مارا ہے۔ شعر

خدایا مفتری را رو سیاہ کن
زقہر قہروان خود تباہ کن

ان اعتراضوں کا جواب جلد اول سلطان الفقہ و عقول زندگی در جواب اصول زندگی میں مفصل دیا گیا ہے جس کو شک ہو دیکھ لے۔ اور بیعت کرنا عورتوں کا بایں طور جائز ہے کہ شیخ کپڑے کا دامن عورتوں کو

حجاب میں بٹھا کرا۔ ان کے ہاتھ میں پکڑائے اور شرک و بدعت و منہیات وغیرہ کے ترک کرنے پر تلقین کرے۔ اور گناہ صغیرہ و کبیرہ سے توبہ کرائے اور ان سے اس بات کا اقرار لے کہ آئندہ ان منہیات کا نہ کرنا ہوگا۔ اور احکام خدا اور رسول علیہ السلام پر عمل کرنا ہو گا۔ اور بیعت عورتوں کا ثبوت قرآن کریم پارہ ۲۸ میں باین طور مذکور ہے۔یاایھا النبی اذا جائک المؤمنات یبایعنک علی ان لاتشرکن باللہ الخ

اور حدیث شریف بھی اس پر شاہد ہے۔ چنانچہ طبرانی و بیہقی و ابوداود سے صاحب نور مکمل سورہ مزمل صفحہ ۲۳۷ میں ام عطیہ رضی اللہ تعالی عنہا نے ذکر کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو کہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کو کہ جمع کرو عورتوں اہل انصار کو ایک گھر میں۔ پس جب جمع ہوئیں سب عورتیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے دروازے کے باہر بیٹھ کر ان کی طرف کپڑے کا دامن کیا اور کہا پکڑو اس کو اور بیعت کرو اس بات پر کہ ہم شرک اور بدعت اور برے کام نہ کریں گی۔

ایک روایت حضرت مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے بخاری میں بایں طور مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم نے قولی بیعت عورتوں سے کی۔

حاشیہ

ا۔ جبکہ وہاں مردوں کا ہجوم ہو ہاں اگر غیر مردوں کا ہجوم نہ ہو تو اسقدر حجاب کافی ہے جس قدر شرعاً ضروری ہے یعنی چہرہ دو ہاتھ اور دو پاؤں کے سوا عورت کا سارا جسم موٹی چادر یا موٹے ڈوپٹے میں چھپا ہوا ہونا چاہیے حضرت مصنف علیہ الرحمتہ نے جو طریقہ بتایا وہ مستحب و افضل ہے اس سلسلہ میں ہماری کتاب "پردہ کی شرعی حیثیت" قابل مطالعہ ہے۔

ایک روایت بخاری میں بایں طور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ ایک باندی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر جس جگہ چاہا لے گئی۔عن انس قال کانت امۃ من اماء اھل

المدینۃ تاخذ بید رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم فتنطلق بہ حیث شائت (رواہ بخاری)

پس ان دلائل قاطع سے ثابت ہوا کہ عورتوں کو بیعت کرنا جائز ہے اور اس سے انکار کرنا گمراہوں کا کام ہے۔

علاوہ اس کے امید ہے کہ حضرت زبدۃ العلماء پیر جماعت علی شاہ صاحب کتاب "کامن کرم الٰہی ناگی" ار زلیخا عبدالستار اور "اصول زندگی" و "بوئے غسلین" کو زیر نظر فرما کر بہت جلدی کوئی تجویز فرمائیں گے کیونکہ یہ انہی کا فرض ہے۔

سوال: غیر مقلد کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص نماز فجر اور عصر اور مغرب پڑھ چکا ہو پھر جماعت مل جائے تو اس میں شریک ہو جانا اس کو جائز ہے یہ کیونکر ہے؟ اس کا جواب حدیث شریف سے دو۔

جواب: مذہب حنفی میں ان تینوں نمازوں میں بعد ادا کرنے نمازوں کے جماعت میں شریک ہونا جائز نہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مذکور ہے۔ صل الصبح ثم اقصر عن الصلوۃ حتی تطلع الشمس یعنی فرمایا حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے کہ صبح کی نماز پڑھو۔ بعد اس کے نہ نماز پڑھو یہاں تک کہ آفتاب طلوع کرے۔

سنن بیہقی سے صاحب نصر نے صفحہ ۲۷ میں حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے بایں طور حدیث نقل کی ہے۔ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم یصلی دبر کل صلوۃ الا الفجر و العصر یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم ہر نماز فرض کے بعد نفل پڑھتے تھے مگر بعد فجر اور عصر کے نہیں پڑھا کرتے تھے۔ [۱]

حاشیہ

[۱] ایک حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر کے بعد ہمیشہ

ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مسلم نے بایں الفاظ حدیث بیان کی ہے لا صلوۃ بعد الصبح حتی

تطلع الشمس ولا صلوۃ بعد العصر حتی تغرب الشمس یعنی نماز نفلوں کی جائز نہیں بعد نماز صبح کے جب تک سورج طلوع نہ کرے۔ اور نہ بعد عصر کے جب تک سورج غروب نہ ہو۔

بخاری میں ہے کہ کہا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ منع کیا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ان ہر دو وقتوں کے بعد نماز پڑھنے کو۔ واللہ علم بالصواب

سوال: غیر مقلد کہتے ہیں کہ امام صاحب کے مذہب میں اندھے کی امامت مکروہ ہے یہ کیونکر ہے؟

جواب: صاحب درمختار نے لکھا ہے کہ اندھے کی امامت اس وقت مکروہ تنزیہی ہے کہ اگر اس قوم میں اور کوئی ایسا عالم اور پرہیز گار مثل اس کے ہو۔ ورنہ اندھے کی امامت جائز بلا کراہت ہو گی۔

صاحب نصرۃ المجتہدین نے صفحہ ۱۲۹ میں بحرالرائق سے نقل کیا ہے قید کراھۃ امامۃ الاعمی فی المحیط وغیرہ بان لایکون افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولی یعنی مقید کیا ہے اندھے کی امامت کے مکروہ ہونے کو محیط وغیرہ میں ساتھ اس کے کہ نہ ہوئے اندھا بہتر اور لوگوں سے۔ اور اگر اندھا اور لوگوں سے علم سے زائد ہو پس اس کا امام ہونا بہتر ہے۔

حدیثوں میں جو آیا ہے کہ آپ نے ام مکتوم اور عتبان کو امامت مدینہ طیبہ کی سپرد کی۔ تو اس کی بھی یہی وجہ تھی کہ تمام اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین جو صحیح و سلامت تھے جنگوں میں آپ کے لیے اپنی جانوں کو نثار کرنے کے لئے چلے گئے تھے اور باقی مدینہ طیبہ کے رہنے والوں سے وہی بہتر اور علم میں زائد تھے۔ اس لئے آپ نے ان کو ہی خلیفہ مقرر فرمایا۔ ہکذا فی نہرفائق ونصرۃ وغیرہ۔ [1]

حاشیہ

دو رکعت نفل پڑھتے کبھی نہیں چھوڑتے تھے جبکہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد نفل نہیں پڑھتے تھے اسمیں تطبیق و توفیق کی صورت یہ ہے کہ حضرت علی کا مطلب یہ ہے کہ مسجد میں نہیں پڑھتے تھے اور حضرت عائشہ کا مطلب یہ ہے کہ گھر میں پڑھتے تھے۔ رضی اللہ عنہما۔ قادری

[1] خلیفہ کا معنی ہے قائم مقام۔

فتاوی جامع الفوائد صفحہ ۳۵ میں لکھا ہے امامتہ الاعمی جائز والبصیر افضل من ذلک یعنی اندھے کی امامت جائز ہے اور افضل اس سے بینا ہے۔اور جن لوگوں نے اندھے کی امامت کو مکروہ لکھا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ اکثر اندھے نجاست اور جہالت میں رہتے ہیں۔ اگر ایسے نہ ہوں تو ان کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے جیسا کہ کتب مبسوط میں مسطور ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال: جو شخص کہ عاق والدین اور استاد اور مرشد کا ہو۔ اس کی امامت جائز ہے یا نہیں اور عاق کن امور سے ہوتا ہے؟

جواب: ایسے شخص کے پیچھے نماز ناجائز ہے تاوقتیکہ وہ ان سے راضی نہ ہو جائیں اور وہ توبہ خالص نہ کرے۔ چنانچہ جامع الفرقات و جامع العجائب سے صاحب انتباہ نے بایں طور عبارت نقل کی ہے۔وروی ان السلف رضوان اللہ علیهم کانوا لا یصحبون مع من یجلس فی مجلس العاق ولا یصلون خلفهم مخافنة باقتد آئه قالوا ومن فعل ذالک فهو مع عاق یعنی متقدمین رحمہم اللہ تعالی ان لوگوں سے مل کر نہیں بیٹھتے تھے جو عاق کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے اور نا ہی ان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اس خوف کے مارے کہ اس کا اقتداء نہ ہو جائے یعنی ہم ان کے پیرو خیال نہ کئے جائیں پس فرمایا کرتے تھے جس نے ایسا کیا پس وہ بھی عاق ہے۔ اھ

فتاوی جامع الفوائد صفحہ ۳۵ میں لکھا ہے۔ ولا یجوز شهادة العاق وامامته وتسقط عدالته ولا یعتبر قوله ولا یعمل بفتوه لوکان مفتیًا یعنی ان العقوق من الکبائر المنصوصته المسقطه للعدالتة (نقل از تحفتہ الفقہاء و خانیہ) یعنی عاق کی گواہی اور امامت اور عدالت شرعا" منظور اور جائز نہیں اور نا ہی اس کا فتوی قابل عمل ہے۔

مختار الفتاوی میں بایں طور لکھا ہے وینبغی للمتعلم ان یعظم استاذه لان فی تعظیمه برکتة ومن لم یعظم استاذه فهو عاق لا تقبل صلوته ولا امامته یعزر

حاشیہ

ا۔ ماں باپ کے عاق و نافرمان کے ہمراہ بیٹھنے اور اس سے تعلق دوستانہ رکھے گناہ میں اس کے ساتھ ہے۔ قادری

ویشهد وعلیه الفتوی فی زماننا ا۔

فتاوی جامع الفوائد صفحہ ۴۲۵ میں لکھتا ہے کہ جو شخص عاق ۲۔ استاذ کا ہے اس کی مذبوحہ اور امامت اور عدالت نزدیک امام صاحب و امام یوسف و امام محمد رحمہم اللہ تعالی کے نزدیک جائز نہیں۔

صاحب عجائب الاخبار نے بایں الفاظ حدیث بیان کی ہے کہ حق استاد کا فرض ہے جو اس سے منکر ہو وہ کافر ہے۔ حق الاستاذ فرض من انکر من الفرض فقد کفر (از انتباہ صفحہ ۱۰)

فتاوی جواہر میں بدین مضمون عبارت درج ہے۔ نقل است ۳۔ از امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف و امام محمد اور فتاوی کامل میگوید کہ عاق آنرا گفتہ اند کہ استاد شاگرد را امر معروف نماید۔ چنانچہ نماز و روزہ و حج و زکوۃ وغیرآن اگر طاقت آن درارد و شاگرد ابا آرد و منحرف گردد۔ ویا از طریقہ شریعت گذشتہ بر راہ ضلالت و بدعت و خمر خوری و بنج و بوزہ نوشیدن استقامت کند۔ ویا بمنکوحہ و یا بمادر ویا بخواہر استاد بنظر شہوت بیند۔ ویادر مذمت و غیبت اشغال نماید آنگاہ عاق شود۔ و عقب او نماز درست نمی شود و شہادت اور در محکمہ عدالت جائز نہ بود۔ و بغیرا ۔ینہا بافعال دیگر عقوق نشود۔ الخ

حاشیہ

ا۔ یعنی طالب علم کو چاہیے کہ اپنے استاذ کی تعظیم کرے کیونکہ اسکی تعظیم میں برکت ہے اور جو اپنے استاذ کی تعظیم نہ کرے وہ سزا کا مستحق ہے اور دوسروں کی موجودگی میں سزا دیجائے تاکہ دوسروں کو بھی عبرت ہو اور ہمارے زمانہ میں اسی پر فتوی ہے۔

۲۔ عاق کا معنی ہے نافرمان

۳۔ امام اعظم ابوحنیفہ و امام ابو یوسف و امام محمد سے منقول ہے اور فتاوی کامل میں فرماتے ہیں کہ عاق اس کو کہتے ہیں جو استاذ شاگرد کو نیکی کا حکم دے جیسے نماز و روزہ و حج و زکوۃ اور اسی طرح کے نیک کاموں کا حکم دے جنکی شاگرد

طاقت رکھتا ہے مگر ان پر عمل چھوڑ کر گمراہی اور بدعت و غلط راستہ اختیار کر لیا اور نشہ کرنے لگ گیا یا استاذ کی منکوحہ یا ماں یا بہن وغیرہ کو بری نظر سے دیکھتا ہے یا گالی گلوچ اور چغلخوری غیبت کو اپنا مشغلہ بنا لیتا ہے وہ عاق قرار پاتا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں اور نہ ہی محکمہ عدالت میں اس کی گواہی لی جائے گی ان کے علاوہ کسی اور بات میں عاق نہیں ہوتا۔ قادری

اسی فتاوی میں لکھا ہے کہ ولا تقبل عبادته ان كان الاستاذ ممن تعلم منه حرفا" من القران او تعلم مسئلة من مسائل الفقه اوالحديث اوالنصيحة من الحسنات اوالذكر اولقن كلمة طيبة كذافي الشرعة اھ

پس طالبان حق کو لازم ہے کہ بزرگان دین کی تعظیم و تکریم بجالائیں۔ مثنوی

کیف مدانقل نقش اولیاست
گو دلیل نور خورشید خداست
بے ادب خوردانہ تنہا داشت بد

میں حدیث مذکور ہے۔ انّ عمر بن الخطاب كان يجهر بالقرءة فى الصلوة وانه كان يسمع قراة عمر بن الخطاب عنددار ابى جهم قال محمد الجهر بالقراة فيما يجهر فيه بالقرءة حسن مالم يجهد الرجل نفسه یعنی تحقیق حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایسے نماز میں قرءت کو پکار کر پڑھتے تھے کہ سنتے تھے وہ نزدیک دار ابی جہم کے۔ اور کہا امام محمد نے زور سے قرات نماز میں پڑھنی چاہیے جن نمازوں میں پکار کر پڑھنے کا حکم ہے مگر جب تک کہ پڑھنے والے کو تکلیف نہ ہو۔

صاحب جامع الفوائد نے صفحہ ۳۵ میں بایں طور تحریر کیا ہے۔ امام بلند بخواند کہ صف اول بشنود و سخت

حاشیہ

ا اس سے مراد یہ ہے کہ عورت آوارہ اور بے مقصد باہر پھرتی رہتی ہے اور معلوم نہیں کہ کہاں کہاں جاتی ہے

خاوند جان کر اسے نکلنے سے منع نہیں کرتا تو وہ بے غیرت و دیوث ہے ہاں اگر وہ منع کرتا ہے مگر وہ باز نہیں آتی اسے رکنا اس کے بس میں نہیں ہے تو وہ دیوث نہ ہو گا چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میری بیوی میں یہ عیب ہے کہ وہ کسی چھونے والے ہاتھ کو نہیں جھٹکتی آپ نے فرمایا تو اسے طلاق دیدو اس نے عرض کی کہ مجھے اس سے محبت ہے طلاق دینا میرے بس میں نہیں فرمایا تو پھر اسی طرح نباہ کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاں انسان کا اختیار نہ رہے وہاں وہ گنہگار نہ ہو گا۔

بلند نخواند۔ الخ ا۔

اگر کوئی شخص قرآن مجید میں خوش الحانی برائے حصول ثواب و کمالیت ترتیل بلا تکلیف اقتضاء طبیعت کے پڑھے اور رعایت اخفاء اور اظہار اور غنہ اور قلقلہ وغیرہ حروف بھی کرے تو یہ تغنی جائز بلکہ مسنون ہے۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وما اذن اللہ لشئی ما اذن لنبی حسن الصوت بالقران یجھر بہ یعنی نہیں سنتا اللہ تعالیٰ کسی چیز کو مثل نبی کی آواز کے کیونکہ وہ خوش آوازی سے پڑھتا ہے قرآن کو۔ ۲۔

ابن ماجہ و دارمی وغیرہ میں مروی ہے۔ عن البراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم زینو القران باصواتکم یعنی زینت دو قرآن کو اپنی آوازوں سے۔

ایک روایت میں اس طرح سے بھی آیا ہے سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حسنوا القران باصواتکم فان الصوت الحسن یزید القران حسنًا (رواہ الدارمی) یعنی براء بن عازب سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرماتے تھے اچھی طرح پڑھو قرآن کو ساتھ اپنی آوازوں کے اس واسطے کہ خوش آوازی زیادہ کرتی ہے قرآن کی خوبی کو۔

ایک روایت اس طرح بھی بخاری میں مذکور ہے قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لیس منا من لم یتغن بالقران یعنی کہا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوۃ

حاشیہ

۱۔ یعنی امام اس حد تک اونچی آواز سے پڑھے کہ صف اول سنے (جبکہ صف اول اتنا لمبی نہ ہو کہ اسے اس کے اول و آخر تک آواز پہنچانے کیلئے تکلیف اٹھانے پڑے اگر ایسی بات ہو تو معمولی آواز سے بلند قرءت کرے) اور سخت بلند آواز سے نہ کرے جس سے اسے تکلیف ہو۔ قادری

۲۔ اس حدیث میں اذن کا معنی ہے استمع یعنی سنا اور اس مراد اس کا لازم ہے یعنی خوش ہونا راضی ہونا اور اس کا ارادہ کرنا (عمدۃ القاری جلد ۲۵ صفحہ ۱۹۳) قادری

والسلام نے کہ نہیں وہ شخص ہمارے کامل طریقہ پر جو نہ خوش آوازی کرے ساتھ قرآن کے۔

اور ایک دن کا ذکر ہے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے۔ دیکھا کہ حضور علیہ الصلوۃ و السلام اس کی قرات سن رہے ہیں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر مجھ کو پتہ ہوتا تو میں ضرور قرات قرآن مجید کی خوش الحانی سے کرتا۔ پس ان دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ خوش الحانی و ترتیل و تحسین صوت سے قرآن شریف کا پڑھنا جائز ہے ۱۔ اور اس سے کسی سلف صالحین نے انکار نہیں کیا اور جو خوش الحانی اقتضای طبیعت سے صادر نہ ہو بلکہ اظہار اس کا بناوٹ اور مطابق قواعد الحان موسیقی ہو اور حرفوں اور شدوں اور مدوں میں کمی اور زیادتی پیدا ہو جائے تو ایسی خوش الحانی حرام و مکروہ نزدیک سلف صالحین کے ہے چنانچہ شرح سیر الکبیر میں اما سرخسی رحمتہ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے انہ کان صلی اللہ

بلکہ آتش درہمہ آفاق زد ۲۔

اور مشکوۃ شریف باب مساجد میں بایں مضمون حدیث مذکور ہے کہ ایک شخص ایک قوم کا امام تھا۔ اس نے قبلہ کی طرف تھوکا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے لوگوں کو کہا کہ اس کے پیچھے نماز مت پڑھو کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا دی ہے۔

فتاوی ذخیرہ میں لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ عاق کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ وہوہذا۔ ولا یجوز الاقتداء علی عاق الاستاذ بالاجماع واللہ علم بالصواب

سوال: بے غیرت اور دیوث کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

حاشیہ

۱۔ یعنی استاذ دینی کے نافرمان کی عبادت بھی قبول نہیں (اگرچہ فرض ساقط ہو جائیگا) اگر استاذ ایسا ہو جس سے قرآن کا ایک حرف پڑھایا اس سے دین کے مسائل سیکھے (خواہ کتاب کے ذریعے یا زبانی پڑھایا یا استفادہ کی نیت سے سنایا یا اصلاح لی) یا حدیث پڑھی یا نیکیوں کی نصیحت حاصل کی یا ذکر الٰہی سیکھایا یا کوئی اور اچھی بات سیکھی شرعۃ السلام میں اسی طرح ہے۔

۲۔ اللہ تعالٰی کا فرمان "کیف مد الظل" کہ اس نے سایہ کو کیسے لمبا کیا اولیاء کا نقش ہے کہہ دو نور کی دلیل اللہ کا سورج ہے بے ادب اکیلا ہی برا نہیں بلکہ کسی بے ادبی کی آگ تمام اطراف میں بھڑک اٹھتی ہے۔

جواب: جائز نہیں چنانچہ کتاب مختصر شافی و فتاوی جامع الفوائد صفحہ ۳۴ میں مذکور ہے۔ واذاخرجت المراۃ من بیت الزوج علی رضائہ ولا یمنعھا فھو دیوث لایجوز الصلوۃ خلفہ لانھا امرت بالقرار فی البیت یعنی جب کہ عورت گھر سے نکلے اور مرد منع نہ کرے تو وہ مرد دیوث ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ ۱۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال: قرات کتنی آواز بلند سے پڑھنی چاہیے اور قرات میں سریلی بنا بنا کر قرآن مجید پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بے شک اس قدر بلند پڑھنا جائز ہے کہ پڑھنے والے کو تکلیف محسوس نہ ہو۔ چنانچہ موطا امام محمد

علیہ وسلم یکرہ رفع الصوت عند قراۃ القران والوعظ الخ ۱۔

مشکوۃ شریف میں ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے کہ پڑھو قرآن مجید کو مطابق الحان ۱۔ عرب کے اور ان کی آواز کے۔ اور بچو تم طور اہل عشق اور اہل کتاب کے سے کیونکہ وہ بطور موسیقی کے پڑھتے ہیں۔ اور آئے گا وہ زمانہ قرآن پڑھیں گے اوپر طریقہ نوحہ اور راگ کے۔ پس حالیکہ ان کے حلقوں میں نہ تجاوز کرے گا قرآن یعنی ان کو کچھ فائدہ نہ ہو گا اور فتنہ میں رہیں گے۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال: امام اور موذن کو بعد اجتماع اہل محلہ کے نماز کے لئے کسی امیر کے واسطے انتظاری کرنا جائز ہے حرام ہے؟

جواب: انتظاری کرنا بعد اجتماع اہل محلہ کے نماز کے لئے کسی امیر کے واسطے انتظاری کرنا ناجائز ہے۔ ہاں

حاشیہ

ا۔ بلکہ مستحب اور زیادہ ثواب کا باعث ہے۔ قادری

ا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرات قرآن اور وعظ میں اس قدر اونچی آواز کرنے کو پسند نہیں فرماتے تھے جو تکلیف و بناوٹ اور گلا پھاڑنے کی حد تک ہو کیونکہ ایسی آواز سامعین کے کانوں کو بھی ناگوار ہوتی ہے۔

ا۔ یعنی ان کے لہجوں میں۔

اگر کوئی شخص شریر اور فسادی ہو تو دفع شرارت کے لئے فقہاء نے انتظاری کرنا جائز لکھا ہے۔ وھو ہذالا ینتظر الامام و الموذن لواحد بعینه بعد اجتماع اهل المحلة الا ان یکون شریراً وفی الوقت سعة فیعذر الخ لا ینتظر لرئیس المحلة لان فیه ریاء وایذاء (نقل از جامع الرموز و قنیہ و اشباہ شرح منیہ و فتاوی جامع الفوائد صفحہ ۳۵) ا۔

سوال: نماز تراویح میں اگر امام نابالغ ہو تو بالغ اس کی اقتداء کریں یا نہ؟

جواب: اس مسئلہ میں علمائے دین کا بہت اختلاف ہے لیکن صحیح تر یہ ہے کہ نابالغ کی اقتداء نہ کریں اور اسی پر فتوی ہے۔ (نقل الصلوۃ وخزانہ و فتاوی جامع الفوائد صفحہ ۳۴)

سوال: اگر کوئی شخص فرض عشاء کے پڑھ چکا ہو پھر نماز تراویح امام کے ساتھ پڑھے یا نہ؟

جواب: بے شک اس مسئلہ میں اختلاف ہے لیکن صحیح تر یہ ہے کہ جماعت تراویح و وتروں میں اس کو شریک ہو جانا صورت میں جائز ہے چنانچہ علامہ ابرہیم حلبی نے شرح منیہ میں لکھا ہے اذلم یصل الفرض مع الامام قیل لا یتبعه فی التراویح ولا فی الوتر مع الامام قیل لا یتبعه فی التراویح لا یتبعه فی الوتر والصیح انه یجوز ان یتبعه فی ذلک کله

(ہکذا فی فتاوی سعدیہ صفحہ ۷۶) اور فتاوی جامع الفوائد صفحہ ۵۹ میں لکھا ہے کہ اگر کسی مسلمان فرض امام صاحب کے ساتھ نہ پڑھے ہوں تو وتر امام کے ساتھ نہ پڑھے (ہکذا فی فتاوی عالمگیر) لیکن قول اول بالکل صحیح ہے واللہ اعلم بالصواب ا؎

حاشیہ

ا؎ اہل محلہ کے اکھٹے ہونے کے بعد امام اور مؤذن کسی خاص شخص کا انتظار نہ کریں مگر یہ کہ کوئی شرارتی انسان ہو تو اس کے شر سے بچنے کے لئے اس کا انتظار کریں جبکہ وقت نماز میں انتظار کی گنجائش ہو محلہ کے رئیس کا انتظام نہ کریں کیونکہ اس میں ریا اور دکھلاوا اور نماز کو انتظار کی تکلیف دینا ہے جو جائز نہیں قادری

ا؎ ویسے بھی کسی کو کسی نیک کام سے روکنا بھی درست نہیں ہے۔ قادری

سوال: کسی شخص نے نماز تراویح پڑھ لی ہو یا کچھ امام کے ساتھ پڑھی تو پھر وہ وتر امام کے ساتھ پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بیشک اس کو ہرصورت میں امام کے ساتھ وتر پڑھنے جائز ہیں۔ چنانچہ فتاوی قیہ و ابو المکارم فتاوی عالمگیر میں لکھا ہے وہو ہذا واذا صلی معه شيئًا من التراويح اولم يدرک شيئًا منها او صلی مع يصلی الوتر معهم هو الصحيح (نقل فتاوی سعدیہ صفحہ ۷۶)

سوال: دیوار یا صحن یا سقف مسجد پر تیمم جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس میں اختلاف ہے اور صحیح تر یہ ہے کہ نہ کیا جاے کیونکہ مسجد جائے ادب و وقف برائے نماز ہے۔ (ہکذا فی فتاوی سعدیہ صفحہ ۱۸)

سوال: تیمم کتنی ضرب ہیں حدیث سے جواب دو؟

جواب: دو ضربیں ہیں ایک ہاتھوں کے لئے اور ایک منہ کے لئے جیسا کہ دار قطنی و طبرانی میں حدیث مذکور ہے انه عليه الصلوة والسلام قال التيمم ضربتان ضربة للوجه و ضربة

للیدین الی المرفقین یعنی فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تیمم دو ضربیں ہیں ایک ضرب واسطے منہ کے اور ایک واسطے ہاتھوں کے کہنیوں تک۔ فقط

سوال: علمائے دیوبندیہ کے کیا عقائد ہیں۔ ان کی کتابوں کی بعینہ عبارت تحریر کریں تاکہ ناظرین کو یقین آجائے۔

جواب: ان کے اکثر عقائد تاریخ وہابیہ دیوبندیہ وکوکبہ شہابیہ وحسام الحرمین وغیرہ رسالوں میں درج ہیں اور ان کے ایمان وغیرہ پر علمائے دین مکہ مکرمہ کی مواہیر بھی لگی ہوئی ہیں۔ لیکن مختصر طور پر فقیر بھی ان عقائد کے باطلہ کو نمبروار انہی کی تصنیفات سے بعینہ عبارت درج کردیتا ہے۔ وھوہذا

عقیدہ نمبرا: شیطان کی یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے۔ (بعینہ براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ از مولوی رشید احمد گنگوہی)

عقیدہ نمبر۲: شیطان کی یہ وسعت علم نص سے ثابت مان کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وسعت علم ماننے والے کو یوں کہنا کہ تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ (بعینہ براہین قاطعہ صفحہ ۵۱)

عقیدہ نمبر۳: بعض علوم غیب مراد ہیں تو اس میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم تو زید عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ (بعینہ از کتاب حفظ الایمان صفحہ ۷ مصنف مولوی اشرف علی تھانوی)

عقیدہ نمبر۴: بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا (صفحہ ۳ تحذیر الناس نانوتوی)۔

عقیدہ نمبر۵: عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ سب میں آخری نبی ہیں۔ لیکن مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ (کتاب ایضاً صفحہ ۲۳)

عقیدہ نمبر۶: عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے حنبلی مذہب تھا ان کے مقتدی اچھے ہیں۔

علاوہ ان کے اور بہت سے عقائد ہیں مثلاً مجلس مبارک حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ جنم کھنیا کا سوانگ ہے۔ (براہین صفحہ ۱۴۸) وتر کی ایک رکعت کو قوت ہے۔ (براہین صفحہ ۴) جس کو ایک وقت کی نماز کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو اس سے حج ساقط ہے۔ (براہین صفحہ ۳۷ سطر ۱۹) دیسی کوا حلال ہے۔ خدا پاک کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔ (براہین ۲۰ مطبوعہ بلالی سنہ ۱۳۲۱ھ۔ ۱۴ رمضان المبارک کو چھپی ہے۔)

نوٹ: باقی عقائد فرقہ غیر مقلدین کی معہ جوابات انشاء اللہ جلد چہارم میں بیان ہوں گی۔

سوال: مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری اپنے رسالہ اہل حدیث میں لکھتا ہے کہ ہم عبدالوہاب نجدی کی پیرو نہیں بلکہ بعض افراد بھائی ہمارے اس کی بودو باش سے بھی ناواقف ہیں اور یہ محض ان کا جھوٹ اور دل آزاری کا سبب ہے یہ کیونکر بات ہے؟

جواب: بے شک یہ فرقہ وہابیہ غیر مقلدین محمد بن عبدالوہاب نجدی کا پیرو ہے کیونکہ ان کے عقائد اور ان کے عقائد مساوی ہیں بلکہ بہت سے عقائد ان سے بڑھ کر بنو کفر پہنچ چکے ہیں جن کا ذکر مفصل فقیر نے سیف النعمان علی اہل الطغیان میں نمبروار تحریر کر دیا ہے اور یہاں صرف بطور نمونہ ابن عبدالوہاب کے رسالہ کی عبارت نقل کی جاتی ہے تاکہ ناظرین خود اس پر قیاس کر لیں اور سمجھ لیں کہ کون لوگ ان کی پیرو ہیں۔ وھوھذا

فمن اعتقد انه اذا ذکر نبی فیطلع علیه صار مشرکا وھذا لا عتقاد شرک سواء کان مع نبی او ولی او ملک او جنی او صنم اووثن و سواء کان یعتقد حصوله بذاته او باعلام اللّٰه تعالی بای طریق کان یصیر مشرکا ومن اعتقد النبی اوغیره ولیه و شفعیه فھو وابو جھل فی الشرک سواء واما السابقون

فاللات والسوع والعزی واما اللاحقون محمد وعلی و عبدالقادر ولم یقل فی حاجته یاالله وقال یا محمد وان اعتقد عبداً غیر متصرف فی الکل صار مشرکا و کفاک قدوة فی ذلک شیخنا تقی الدین ابن تیمیه وقد ثبت ان السفر الی قبر محمد و مشاهده واثاره و قبر ولی وسائر الاوثان شرک اکبر (نقل از عجالہ صفحہ ۲۹) یعنی جو کوئی یہ اعتقاد کرے کہ نبی کا نام لینے سے نبی اس پر مطلع ہو جاتا ہے تو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ پھر خواہ یہ اعتقاد کسی نبی کے ساتھ ہو۔ پھر خواہ یہ اعتقاد کرے کہ اس کا علم اس نبی وغیرہ کو بذاتہ حاصل ہوتا ہے یا اللہ تعالی کے اعلام سے۔ا۔ الغرض جس طریقہ سے یہ اعتقاد ہو اس سے مشرک ہو جاتا ہے اور جو کوئی نبی وغیرہ کو اپنا ولی اور شفیع ہونا اعتقاد کرتا ہے تو وہ اور ابو جہل

حاشیہ

ا۔ اعلام۔ بتا دینا' خبر دینا۔

دونوں شرک میں برابر ہیں پہلے بت لات اور سواع اور عزی تھے لیکن پچھلے بت محمد اور علی اور عبدالقادر ہیں جو شخص اپنی حاجت کے وقت یا اللہ نہیں کہتا اور یا محمد کہتا ہے اگرچہ اس کو بندہ عاجز سب باتوں میں اعتقاد کرتا ہے تو بھی مشرک ہو جاتا ہے اور تجھ سے اس بات میں ہمارے شیخ تقی الدین ابن تیمیہ بس ہے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ محمد کی قبر اور مشاہدہ اور مساجد اور آثار کی طرف یا کسی دوسری نبی یا ولی کی طرف سفر کو جانا شرک اکبر ہے۔ فقط

پس ناظرین انصاف کی نظر سے دیکھیں کہ کیا اس فرقہ غیر مقلدین وہابیہ مسمی اہل حدیث کے عقائد نہیں کیا یہ باتیں تقویتہ الایمان و صراط مستقیم واصولی زندگی و مترجم قرآن مجید وحید الزمان و خود رسالہ اہل حدیث ثناء اللہ امرتسری میں تحریر نہیں۔ پھر کیا ہم لوگ ان کو عبدالوہاب نجدی کے متبع اور پیرو نہیں کہہ سکتے اور فقیر نے جو کچھ ان کی کتابوں میں بنظر غور و انصاف دیکھا ہے حلفاً کہتا ہے کہ یہ لوگ دائرہ اہل سنت والجماعت کیا بلکہ دائرہ اسلام سے خارج سمجھے جا سکتے ہیں اور اس جگہ ان کتابوں سے بطور نمونہ چند عبارتیں بعینہ نقل کی جاتی ہیں تاکہ ناظرین کو یقین آجائے۔ وھو ہذا

عقیدہ کفریہ نمبر۱: ان کو اپنا وکیل و سفارشی سمجھنا یہی انکا کفر و شرک تھا۔ سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو اللہ کا بندہ اور مخلوق ہی اس کو سمجھے سو ابو جہل اور وہ شرک میں برابر ہیں۔ خواہ یہ معاملہ انبیاء و اولیاء سے ہو۔ (تقویۃ الایمان صفحہ ۸ سطر ۳ سے ۱۰ تک مصنفہ مولوی اسمٰعیل شہید۔)

عقیدہ کفریہ نمبر۲: جس کا نام محمد علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان صفحہ ۴۲ سطر ۱۱۔)

عقیدہ کفریہ نمبر۳: خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ہے۔ (کتاب ایضاً صفحہ ۱۰)

عقیدہ کفریہ نمبر۴: اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہے۔ عرش اس کا مکان ہے دونوں قدم کرسی پر رکھے ہیں کرسی اس کے قدم رکھنے کی جگہ ہے۔(اور وحید الزمان نے اس پر یہ لفظ زیادہ کئے ہیں۔) کہ جب وہ کرسی پر قدم رکھتا ہے تو کرسی چر چر کرتی ہے۔علی العرش استوی مصنف صدیق حسن بھوپالی و ترجمہ قرآن وحید الزمان آیۃ الکرسی کے حاشیہ پر۔

عقیدہ کفریہ نمبر۵: پس ہر روز اعادہ ولادت تو مثل ہنود کے ہے کہ سانگ کھنیا کی ولادت، کا ہر سال کرتے ہیں۔ بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے۔ یہ مجلس پر اشرار محل معاصی اتباع ہو و کید شیطان ہے۔ (فتویٰ رشید احمد گنگوہی۔)

عقیدہ کفریہ نمبر۶: انبیاء اولیاء بھوت پری ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان)

عقیدہ کفریہ نمبر۷: ظلمٰت بعضھا فوق بعض زنا کے وسواس سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے۔ (بعینہ صراط مستقیم مطبوعہ مطبع احمدی لاہور صفحہ ۹۳ مصنفہ مولوی محمد اسمٰعیل شہید۔)

عقیدہ نمبر ۸: اہل حدیث ہی کا مذہب ہے کہ سوائے خدا کے علم غیب کسی مخلوق کو نہیں نہ ذاتی، نہ وہبی، نہ کسبی، رسالہ اہل حدیث صفحہ ۱۱ مصنفہ مولوی ثناء اللہ امرتسری الغرض ان کے اور فرق دیوبند وہابیہ کے اور بھی بہت سے کفریات ان کی کتابوں میں درج ہیں جن کی تردید میں رسالہ الکوکبتہ الشہابیہ و تاریخ وہابیہ و دیوبند فتح المبین وغیرہ بنی ہوئی ہیں اور فقیر بھی انشاء اللہ تعالیٰ ہر ایک جلد میں ان کے کفریات سے برادران اہل سنت والجماعت کا آگاہ کرتا رہے گا۔

اور اس جگہ علمائے دین کا فتویٰ جو ایسے لوگوں پر لگا ہوا ہے تحریر کیا جاتا ہے۔ وھوہذا

لا شک فی کفر من یعتقد ان علم النبی وعلم الشیطان سواء و کذابقیۃ المسائل الاربعۃ المحررۃ فی ھذا الاعلام سواء کانوا من اھل الدیوبند او غیرھم وانی انصح اخوانی المسلمین فی جمیع انحاء العالم ان یعتزلوا اصحاب ھذہ العقیدۃ الکفریۃ حفظنا اللہ من العقائد الزلفۃ ۔ امین ثم امین۔ (حررہ الفقیر احمد موسی المصری المنوفی امام مسجد جامع کلکتہ) یعنی اس شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں جو اعتقاد رکھتا ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اور شیطان کا علم دونوں برابر ہیں اور ایسا ہی حال ہے چاروں مسائل مذکورہ کے اعتقاد کرنے کا۔ ایسے اعتقاد کرنے والے خواہ دیوبندی ہوں یا کسی دوسرے مقام کے ہوں۔ میں تمام دنیا کے مسلمان بھائیوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ ان کفریہ اعتقاد والوں سے احتیاط کریں اور بچیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان گمراہ عقیدوں سے بچائے۔ آمین ثم آمین۔ (کتبہ الفقیر احمد موسی المصری المنوفی امام مسجد جامع کلکتہ)

سوال: غیر مقلد مولف الا عساف وغیرہ لکھتے ہیں کہ امام اعظم کوئی بہت حفاظ علم حدیث میں ضعیف تھے اور غیر مقلد عبدالکریم اپنی کتاب الانصاف صفحہ ۲۳ اور ۲۵ میں لکھتا ہے کہ امام اعظم و اسمٰعیل و حمادیہ سب کے سب مرجیہ اور لاعلم تھے۔ صرف سترہ حدیثیں جانتے تھے اور صاحب صحاح ستہ ان سے کئی کروڑ ہا درجہ ہر فن میں زیادہ تھے۔ اگر یہ محدث ہوتے تو ان کا صحاح ستہ میں کہیں ذکر ہوتا بلکہ ان کو امام بخاری و نسائی وخطیب بغدادی ضعیف اور مرجیہ اور فسادی لکھتے ہیں یہ بات کس طرح پر ہے۔ جواب دیں

جواب: ان لوگوں کے دلوں میں ابتداء سے یہ مرض تعصب چلا آیا ہے اور اس مرض ملعونہ کے علاج کرنے سے بقراط و جالینوس جیسے حکماء بھی عاجز ہو چکے ہیں۔ اصل بات یہ ہے۔

خدایا	مفتری	را روسیاه	کن
زقہر	قہر وان	خود تباه	کن

میرے صاحبان فقیر نے جلد دوم سلطان الفقہ میں ان تمام اعتراضات کا جواب مفصل تحریر کر دیا ہے اور یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ واقعی امام صاحب کا صحاح ستہ میں نام مبارک درج ہے لیکن متعصبین نے نکال دیا ہے اور یہاں صرف بطور نقشہ تحریر کیا جاتا ہے کہ جس قدر محدثین دنیا میں امام صاحب کے زمانہ سے لے کر اب تک گذرے ہیں سب کے سب بواسطہ یا بالواسطہ امام صاحب کے شاگرد ٹھہرتے ہیں اور اگر امام صاحب ضعیف ہیں تو پھر نزدیک قواعد و اصول محدثین کے سب کے سب ضعیف ہوں گے۔ وہ نقشہ یہ ہے یاد رکھو (قل از کتاب الحنفاء صفحہ ۲۴)۔

۱۔ مثلاً امام بخاری و مسلم زبیر بن بکار سے و نضر بن شمیل سے وہ ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں

۲۔ امام بخاری عبدان حافظ سے وہ عبداللہ بن مبارک سے وہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں

۳۔ امام ابوالقاسم طبرانی عبدان سے و عبداللہ بن مبارک سے وہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں

۴۔ امام ابوبکر ابن السنی و طبرانی امام نسائی احمد خراسنی وہ اور امام بخاری محمد بن مثنی بصری سے وہ معمر سے وہ ابو سلیم اللیث سے وہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں

۵۔ امام بخاری آدم بن ایاس سے وہ شعبہ سے وہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔

۶۔ امام بخاری و حافظ ذہلی حمیدی سے و سفیان بن عیینہ سے وہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں.

۷۔ حافظ نبدار ابوداؤد قیاسی سے وہ امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں۔

۸۔ امام حمیدی مکی امام طفیل عباس سے اور وہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں

اب حضرات غیر مقلدین کو چاہیے کہ وہ امام دار قطنی وغیرہ محدثین کی کتابوں کو چھوڑ دیں کیونکہ جب امام صاحب ضعیف فی الحدیث و اصحاب الرائے و بعض الناس محروم و محجوب آپ کے منہ سے کہلائیں تو پھر یہ کتابیں کس طرح صحیح مانی جائیں کیونکہ ان کتابوں کے مولف جبکہ سب کے سب

صاحب کے شاگردوں کے شاگرد و قدم بقدم ہو کر چلے آتے ہیں۔ پس جب امام صاحب ضعیف فی الحدیث ہیں تو یہ ضعف تمام محدثین میں پیدا ہو گیا۔ وہ خواہ بخاری و مسلم و نسائی و دار قطنی و بیہقی و ابن ابی شیبہ و طبرانی وغیرہ ہوں۔

ہٹ دھرم تہمت لگانا چھوڑ دے
راستی پر آ خدا کو مان کر

میرے پیارے ناظرین! اس فرقہ وہابیہ اہلحدیث سے بچیں۔ یہ وہ فرقہ ہے جس کی خبر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بایں طور فرمائی ہے لعن اخر هذه الامة اولها یعنی اس امت کے پیچھے لوگ پہلے لوگوں کو برا کہیں گے اور فرمایایکون فی اخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بمالم تسمعوا انتم وابائکم فایاکم وایاهم لایضلونکم ولا یفتنونکم (از مسلم) یعنی آخر زمانہ میں فریبی اور مکاری اور جھوٹے لوگ آئیں گے اور لائیں گے تمہارے پاس وہ باتیں کہ تم نے تمہارے باپ داد نے بھی نہ سنی ہوں گی۔ اور تم اپنے آپ کو ان سے بچاؤ۔ اور ان کو اپنے سے دور رکھو ایسا نہ ہو کہ کہیں وہ تم کو گمراہ کر دیں۔ اور فتنہ میں ڈالیں اور یہ ظاہر ہے کہ یہ لوگ آئمہ مجتہدین پر ہمیشہ لعن طعن کرتے رہتے ہیں۔ اور تمام فقہاء حنفیہ کو کافر اور مشرک اور بدعتی کہتے رہتے ہیں۔ دیکھو بوئے غسلین و ظفر المبین وغیرہ اور باقی نقشہ انشاء اللہ جلد چہارم میں لکھا جائے گا۔

سوال: حقہ نوشی مباح ہے یا حرام اور نزدیک حکماء کی اس میں نقصان ہے یا نہیں؟

جواب: اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے۔ بعض نے قطعی حرام لکھا ہے اور بعض نے مکروہ تحریمی اور اصل بات یہ ہے کہ اس کو چھوڑ دینا ہی بہتر ہے کیونکہ اس میں نہایت درجہ کا اختلاف ہے۔ چنانچہ اس کی حرمت پر صاحب الفتن نے بہت دلائل لکھے ہیں۔ وھذا الدخان حرام مطلقا" و علیه الفتوی ولا یجوز استعماله مطلقا" (نقل از واقعات الحسامی) یعنی دھواں حرام مطلق ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اس کا استعمال کرنا بھی مطلقاً ناجائز ہے۔ اھ

اور صاحب درمختار کتاب الاشربہ و صاحب غایۃ الاوطار صفحہ ۲۶۸ میں بایں طور لکھا ہے۔قال شیخنا النجم والتتن الذی حدث وکان حدوثه بدمشق فی سنة خمسة

حاشیہ

۱۔ تمباکو نوشی کے بارہ میں امام علامہ ابن عابدین شامی فتاوی شامیہ میں فرماتے ہیں کہ اس میں علماء کی مختلف آراء ہیں بعض حرام بعض مکروہ اور بعض جائز کہتے ہیں اور ہمارے سردار استاذ و مرشد امام عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ نے تمباکو نوشی کے حلال ہونے کے بارہ میں ایک رسالہ لکھا ہے اس کا نام ہے "الصلح بین الاخوان فی اباحۃ شراب الاخان" اس زبردست دلائل سے ان لوگوں کا رد فرمایا ہے جو اسے حرام کہتے ہیں یا مکروہ ٹھراتے ہیں اور آپ نے ثابت کیا ہے کہ تمباکو نوشی کے ناجائز ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے نہ اسمیں نشہ ہے اور نہ پینے والے کو مسرور کر دے اور نہ ہی اسمیں نقصان ہے (ہاں کسی بھی شئی کا زیادہ استعمال مضر ہو سکتا ہے) بلکہ تمباکو میں کچھ فائدے ہیں لہٰذا اس قاعدہ کے تحت داخل ہے کہ ہر شئی اپنی اصل کے اعتبار سے مباح اور جائز ہے جب تک کہ شریعت منع نہ کرے اور اسکی ممانعت ثابت نہیں ہے اگر تمباکو سے بعض طبیعتوں کو نقصان یا تکلیف ہوتی ہے تو ضروری نہیں کہ سب کو ہی ہو مثلاً شہد ان لوگوں کیلئے مضر اور نقصان دہ ہے جن کے مزاج پر صفراء کا غلبہ ہو حالانکہ شہد کا شفاء بخش ہونا نص قطعی سے ثابت ہے لہٰذا جو تمباکو کو حرام یا کروہ کہتا ہے وہ اللہ تعالی پر بہتان لگاتا ہے (فتاوی شامیہ جلد ۶ صفحہ ۴۵۹)

عشر بعد الف یدعی شاربه انه لا یسکر وان سلم له فانه مفترو هو حرام بحدیث احمد عن ام سلمة قالت نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن کل مسکر و مفتر قال ولیس من الکبائر تناوله المرة والمرتین ومع نهی ولی الامر عنه حرام قطعًا علی ان استعماله ربما اضر بالبدن نعم الاضرار علیه کبیرة کسائر الصغائر یعنی کہا ہمارے استاذ نجم شافع رحمتہ اللہ علیہ نے کہ تمباکو جو نئی پیدائش ہے اس کی پیدائش دمشق شام میں ایک ہزار پندرہ سال ہجری میں ہوئی۔ اس کے پینے والا یہ دعوی کرتا ہے کہ وہ نشہ نہیں لاتا۔ اگر اس کے عدم سکر کو مان لیا جائے تو البتہ وہ مفتر ہے یعنی اگر عقل کو زائل نہیں کرتا مگر حواس کو منکسر و ضعیف کرتا ہے اور جو چیز مفتر ہے وہ حرام ہے۔ بدلیل اس حدیث کو جو مسند احمد میں

حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسکر و مفتر یعنی نشہ لانے والی اور ست کرنے والی چیز سے۔ کہا شیخ مذکور نے کہ تمباکو کا ایک دو بار استعمال کرنا کبیرہ گناہ نہیں ہے اور باوجود منع کر دینے سلطان وقت کے وہ یقیناً حرام ہے۔ علاوہ اس کے اس کا استعمال اکثر بدن کو ضرر کرتا ہے۔ ہاں اس کو ہمیشہ استعمال کرنا کبیرہ گناہ ہے جیسے باقی صغائر کا دوام کبیرہ ہو جاتا ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بایں طور لکھا ہے کہ حقہ کشی کو تین امر لازم ہیں ایک بدبو کا آنا حقہ کش کے منہ سے۔ دوسرے ملابست آتش کی۔ تیسرے دھوواں نکلنا منہ سے کہ مشابہ اہل دوزخ ہے۔ ہرچند یہ کراہت تنزیہ ہی کا موجب ہے لیکن باجتماع امور ثلثہ کراہت تحریمی ثابت ہوتی ہے اور فتاوی عبدالحی جلد اول صفحہ ۸۰ اور جلد سوم صفحہ ۲۳۲ میں بھی حقہ کو مکروہ تحریمی لکھا ہے۔ اور حکماء نے بھی اس کو مضر لکھا ہے۔ اہ

فتاوی جامع الفوائد صفحہ ۴۱۸ میں بایں طور مسطور ہے قال افلاطون لولا الغبار والطین والدخان لعاش الناس دھرا طویلا وقال جالینوس اجتنبوا عن ثلاث الدخان

حاشیہ

اہ سب کیلئے نہیں ہاں بعض کیلئے ہو سکتا ہے اس سے اس کا حرام ہونا لازم نہیں آتا جیسا کہ امام عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمتہ کا فرمان گذرا۔ قادری

والطین الغبار وقال حکیم ابو علی سینا لولا الدخان والطین والغبار لعاش ابن ادم الف عام فثبت باجماع الحکماء انہ مفتر و مضر ولمضر حرام اہ پس بہر صورت فقیر کے نزدیک بھی اس سے پرہیز کرنا بہتر ہے۔

لقولہ علیہ السلام یقول الحلال بین والحرام بین و بین ذالک مشتبھات لایعلمھن کثیر من الناس فمن اتقی الشبھات یعنی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال ظاہر ہیں اور حرام بھی ظاہر ہیں اور ان کے درمیان شبہ والی چیزیں ہیں۔ اکثر لوگ ان کو نہیں جانتے پس جو بچ گیا مشتبہات سے پاک ہوا اس کا دین۔

حدیث شریف میں ہے کہ دع مایریبک الی مالا یریبک یعنی فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ چھوڑو اس چیز کو جو تم کو شک میں ڈالے اور عمل کرو اس چیز پر جس میں یقین ہو شک و شبہ نہ ہو ان اکرمکم عنداللہ اتقیکم یعنی اللہ کے نزدیک پرہیزگار آدمی بہتر ہے وان اللہ یحب المتقین

مراد ما نصیحت بود و گفتیم
حوالت با خدا کردیم و رفتیم

باقی ذکر اس کا جلد دوم میں گذر چکا ہے اگر کسی صاحب کو زیادہ دلائل دیکھنے کی ضرورت ہو تو فتاوی جامع الفوائد و رسالہ الفتن کو مطالعہ کرے۔

سوال: مرزا غلام احمد قادیانی کو اگر مجدد زمان مانا جائے تو بجا ہے یا نہیں؟

حاشیہ

۱۔ یعنی حکیم افلاطون نے فرمایا کہ اگر فضاء میں اڑتی ہوئی غبار اور مٹی اور دھواں نہ ہوتا تو لوگ بہت دیر تک زندہ رہتے اور حکیم جالینوس نے ۔ فرمایا کہ تین چیزوں سے بچو دھوئیں سے مٹی اور غبار سے اور حکیم ابو علی سینا نے فرمایا اگر دھواں غبار اور مٹی ہوتی تو انسان ایک ہزار سال تک زندہ رہتا پس حکماء کے اجماع و اتفاق سے ثابت ہوا کہ تمباکو کمزور کرنے اور نقصان پہنچانے والی چیز ہے اور نقصان پہنچانے والی چیز کا استعمال حرام ہے۔

جواب: مرزا صاحب مذکور ہرگز مجدد زمان نہیں مانے جا سکتے کیونکہ مجدد زمان کے لئے چند شرائط مقرر اور معین ہیں۔ چنانچہ کتاب مجالس الابرار مجلس ۸۳ میں بایں طور مسطور ہے کہ مجدد وہ ہو سکتا ہے جس کی لیاقت علمیت و بزرگی کی علمائے وقت تسلیم کرلیں نہ کہ وہ اپنی زبان سے میاں مٹھو طوطا کی طرح مجدد ہونے کا اپنے منہ سے دعوی کرے اور کہلائے اور مرزا صاحب میں یہ صفت کہاں؟ دیکھو اس کی عبارت عربی جو یہاں بطور مشتے نمونہ از خروارے ہے تحریر کر دی جاتی ہے جس پر ادنی لیاقت والے طالب علم بھی اعتراض کرتے ہیں اور ہنسی اڑاتے ہیں اور مرزا صاحب کی چند تصنیفات سے کتاب اعجاز المسیح کی چند

غلطیاں پیر مہر علی شاہ صاحب نے سیف چشتیائی اور صاحب فیصلہ آسمانی میں بایں طور نقل کر دی ہیں۔

دہوہذا وانی سمیته اعجاز المسیح وقد طبع فی مطبع ضیاء الاسلام فی سبعین یومًا من شهر الصیام وکان من الهجر سنته ۱۳۱۸ من شهر النصاری ۲۰ فروری سنته ۱۹۰۱ء مقام الطبع قادیان ضلع گورداسپور

اب ناظرین سترون کا بھی ہوتا ہے اور امید ہے کہ مرزائی صاحبان اس جگہ بھی کچھ تاویل کریں گے حالانکہ یہ تمام عبارت بے ربط اور خلاف محاورہ عرب کے ہے۔

غلطی دوم۔ ضلع گورداسپور کی بجائے غورداسفور ہونا چاہیے تھا۔

غلطی سوم۔ باہتمام الحکیم فضل الدین بعد التعریب فضل الدین۔

غلطی چہارم۔ صفحہ ۳ من کل نوح الجناح۔ نوع للجناح کیونکہ کل معرفہ پر احاطہ اجزاء کا افادہ دیتا ہے۔ وہ یہاں پر مقصود نہیں۔

غلطی پنجم۔ صفحہ ۳ کل امرہم علی التقوی۔ اس مقام پر کل امرلھم ہونا چاہیے تھا چونکہ کل مجموعی خلاف ہے۔

غلطی ششم۔ صفحہ ۴ فلا ایمان لہ او یضیع ایمانہ۔ دو دفعہ ایمان کے لفظ کا تکرار بیقاعدہ اور خلاف محاورہ عرب ہے۔

غرضیکہ مرزا صاحب نے کہیں تو مقامات حریری وغیرہ کتب سے عبارتیں چرائی ہیں اور کہیں لفظی اور کہیں معنوی تحریف قرآن مجید و احادیث شریف کی گئی ہے جس کو پیر صاحب موصوف نے اپنی تصنیف سیف چشتیائی میں صفحہ ۷ تا ۱۸ قلمبند کر دیا ہے اور انشاء اللہ تعالی فقیر بھی ہر ایک جلد میں چند اغلاط مرزا غلام احمد قادیانی کے لکھتا رہے گا۔

اور دوسری شرط مجدد کی یہ ہے کہ وہ اپنے ظاہر و باطن کو مطابق شریعت جناب محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے رکھتا ہے۔ اور اقوال و افعال اس کے ہرگز برخلاف شریعت کے نہیں ہوتے۔ اور مرزا صاحب میں یہ ہر دو صفت موجود نہ تھیں نہ تو مرزا صاحب نے باوجود استطاعت البالی و مرفہ الحالی حج کیا۔ اور

نا ہی پتلی روٹی گیہوں کی کھانے سے تین دن متواتر باز رہے۔ اور نا ہی فرش چمڑے اور کھجوروں کے پتوں سے بنایا۔ اور نا ہی مرزا صاحب نے کباب اور زردی اور پلاؤ کھانے سے منہ پھیرا۔ اور نہ ہی جھوٹے الہام بیان کرنے سے زبان کو روکا۔ اور نا ہی نبیوں کی توہین کرنے سے قلم کو بند کیا۔ اور نا ہی ۲۲ کروڑ مسلمانوں کی پارٹی پر کفر کا فتوی لگانے سے شرمایا۔ اور نا ہی قرآن مجید اور احادیث شریف اوراجماع امت کے اقوال کی تحریف معنوی کرنے سے قلم کو تھاما۔

تیسری شرط مجدد کی یہ ہے کہ جو بدعت اور بت پرستی اور برے کام لوگوں کے درمیان مروجہ اور قائم ہوچکے ہوں ان کو وہ اپنی ایمانی طاقت اور استقامت اور حوصلہ اور حلیمی سے دور کر دیتا ہے۔ مرزا صاحب نے تو بجائے ان باتوں کے بدعت اور بت پرستی کی بیخ قائم کی چنانچہ اپنی تصویریں بنوا کر ملکوں میں تقسیم کیں حالانکہ یہ بالکل برخلاف قرآن مجید و احادیث صحیحہ و اجماع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہے ا۔ اور علاوہ اس کے اپنے آپ کو خدا کہلانا اور آسمان و زمین کے پیدا کرنے پر اپنے آپ کو قادر سمجھنا جیسا کہ کتاب البریہ و حقیقۃ الوحی و دافع البلاء وغیرہ میں مذکور ہے۔ علاوہ اس کے خود مرزا صاحب کا دعوی کرشن جی کا بھی ہے جس کی تعلیم شرک و بدعت سے بھری ہوئی ہے۔ چنانچہ گیتا ترجمہ فیضی سے پوسٹ ماسٹر بخش

حاشیہ

ا۔ تصویر میں علماء کا اختلاف ہے اس کی حرمت پر کبھی اجماع نہیں ہوا بلکہ مصنف ابن ابی شیبہ میں صحیح سند ہے کے ساتھ ہے کہ حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی بیٹھک میں پردہ لٹکا ہوا تھا جس پر جنگلی اور دریائی جانوروں کی تصویریں تھیں البتہ مجسموں کے حرام ہونے پر اجماع ہے مگر بچوں کے کھلونے اور گڑیاں مستثنیٰ ہیں وہ جائز ہیں اگرچہ مجسمے ہیں۔ پوری بحث ہماری کتاب مسئلہ تصویر میں دیکھئے۔ قادری

صاحب نے بایں طور ابیات نقل کئے ہیں۔

ابیات

من از ہر سہ عالم جدا گشتہ ام
نبی گشتہ از خود خدا گشتہ ام

منم ہرچہ ہستم خدا از من است
فنا از من است و بقا از من است

باشجار پیپل بدانی مرا
برگہائے نارو بدانی مرا

اگر گوش داری چناں میشوی
خدا میشوی و خدا مے شوی

تناسخ

ہمہ شکل اعمال بگرفتہ اند
بہ تقلیب احوال دل گفتہ اند
گرفتار زندان آمد شداند
زبیدانشی خصم جان خود اند

اب ناظرین ذرا مرزا صاحب کے کلمات بھی بغور و ہوش دیکھئے اور سنئے اور انصاف فرمایئے۔ وھوہذا (ترجمہ) میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔ (من عنیہ کتاب البریہ مصنفہ مرزا صاحب صفحہ ۷۸ سطر ۴)

اللہ تعالی میرے وجود میں داخل ہو گیا اور میرا غضب اور حلم اور تلخی اور شیرینی اور حرکت اور سکون سب اسی کا ہوگیا اور اسی حالت میں میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب و تفریق نہ تھی۔

پھر میں نے منشاء حق کے موافق اس کی ترتیب و تفریق کی۔ پھر میں نے منشاء حق کے موافق اس کی ترتیب و تفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ اس کے خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا۔ اور کہا انا زینا السماء الدنیا بمصابیح پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے۔ پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہوگئی اور میری زبان پر جاری ہوا۔ اردت ان استخلف فخلقت ادم۔ انا خلقنا الانسان فی احسن تقویم (من عینہ کتاب البریہ صفحہ ۷۹ سطر ۱۳ سے ۹ تک۔)

اور آگے چل کر اسی کتاب کے صفحہ ۱۹۲ میں جہاں یہ مضمون چھڑا ہوا ہے کہ امام مہدی اور عیسی مسیح میں ہوں۔ اور وہ حضرت عیسی علیہ السلام مرچکے ہیں اور جو لوگ ان کا زندہ ہونا آسمان پر مانتے ہیں وہ جاہل اور احمق اور نادان ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث کو غور سے نہیں سمجھتے اور جب ان کو پوچھا جائے کہ اس کے آسمان سے اترنے اور جانے کا کیا ثبوت ہے تو پھر نہ کوئی آیت پیش کرسکتے ہیں اور نہ کوئی حدیث۔

پناہ بخدا۔ میرے صاحبان دیکھو! مرزا صاحب کا کس قدر جھوٹ بولنا ثابت ہے پیر مہر علی شاہ صاحب فاضل اجل لاہور میں خود بحث کرنے کے لئے مع بسیار علمائے دین کے تشریف لائے اور مرزا صاحب بھاگ گئے اور ایسا ہی پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری کے مقابلہ کرنے سے بھاگتے رہے۔ آخر الامر اس کے دعوی کی تردید میں کتاب سیف چشتیائی و شمس الہدایتہ تیار کیں۔ اس طرح ہزار ہا علمائے دین جواب بدلائل قاطعہ اب تک دے رہے ہیں اور خاص کر اب بھی رفیق پیر بخش صاحب پنشنر پوسٹ ماسٹر انجمن تائید الاسلام کی طرف سے مستقل طور پر رسالہ ماہواری نکلتا ہے جس کے جواب دینے میں مرزا صاحب اور آپ کے پیرو لا نسلم کا سبق پڑھ کا لاجواب ہوگئے اور انشاء اللہ ہوتے رہیں گے۔

گر نہ بیند بروز شب پرہ چشم
چشمہ آفتاب راچہ گناہ

اور اب فقیر بھی مرزا صاحب کے گدی نشینوں اور متعین کو نوٹس دیتا ہے کہ اگر مرزا صاحب اور آپ لوگ سچے ہیں تو بیس ہزار روپیہ جو مرزا صاحب نے کتاب البریہ صفحہ ۱۹۲ میں بطور انعام اس دعوی پر ارقام فرمایا ہے براہ مہربانی بصیغہ منی آرڈر روانہ فرمایا جائے ورنہ سرکاری طور پر درخواست کی جائے گی۔

وہوہذا

"اگر اسلام کے تمام فرقوں کی حدیث کی کتابیں تلاش کرو۔ تو صحیح تو کیا کوئی وضعی حدیث بھی ایسی نہ پاؤ گے جس میں یہ لکھا ہو کہ حضرت عیسی علیہ السلام جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے تھے اور پھر کسی زمانہ میں زمین کی طرف واپس آئیں گے۔ اگر کوئی ایسی حدیث پیش کرے تو ہم ایسے شخص کو بیس ہزار روپے تک تاوان دے سکتے ہیں۔ اور توبہ کرنا اور تمام اپنی کتابوں کو جلا دینا اس کے علاوہ ہو گا جس طرح چاہیں تسلی کر لیں" من عینہ۔

اور صفحہ ۱۹۳ میں یوں لکھا ہے کہ "جہاں کسی کا واپس آنا بیان کیا جاتا ہے عرب کے فصیح لوگ رجوع بولا کرتے ہیں نہ نزول۔ "من عینہ۔

اب ناظرین نے مرزا صاحب کی عبارت نزول کا لفظ وارد ہے وہ غیر فصیح ہے۔ یہ لفظ ذی عزت آدمی کی خاطر بھی بولا جاتا ہے اور یہ عام محاورہ ہے۔ نزول من السماء اور رجوع کا کلمہ کسی حدیث وضعی کتاب مذہب اسلامیہ میں بھی اس کا ثبوت نہیں۔ اور اگر کوئی شخص دیکھا دے تو اس کو بیس ہزار روپیہ علاوہ سزا اور تاوان کے دوں گا"۔

میرے صاحب ذرہ انصاف سے حدیثوں کو ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کیا ان میں رجوع اور نزول من السماء کا کلمہ ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو مرزائی صاحبان تحریر شدہ تاوان لے دیں۔ اگر وہ نہ دیں تو سمجھ لیں کہ یہ لوگ کذاب ہیں اور نا ہی مرزا صاحب صادق اور مجدد ہو سکتے ہیں۔ اور وہ دلائل یہ ہیں۔

حدیث نمبرا: قال الحسن قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للیھود ان عیسی لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ (نقل از تفسیر درمنثور و سیف صفحہ ۲۵) یعنی کہا حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے

مخاصمین اہل یہود کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک نہیں مرا۔ وہ تمہاری طرف واپس آنے والا ہے قیامت سے پہلے (اس حدیث میں رجوع کا لفظ موجود ہے اور حدیث صحیح ہے)۔

حدیث نمبر ۲: روی اسحٰق بن بشر و ابن عساکر عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعند ذلک ینزل اخی عیسی بن مریم من السماء (نقل از کنز العمال) یعنی کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نزدیک ہے کہ میرا بھائی عیسیٰ بن مریم آسمان سے نزول فرمائے گا۔ (اس حدیث میں کلمہ من السماء کا موجود ہے)۔

حدیث نمبر ۳: فانہ لم یمت الی الان بل رفعہ اللہ الی ھذا السماء روی ابن جریر و ابن حاتم عن ربیع قال ان النصاری اتوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ان قال الستم تعلمون ربنا حیی لا یموت وان عیسی یاتی علیہ الفناء (نقل از سیف ۱۳۴) یعنی کیا تم لوگوں کو علم نہیں رب ہمارا زندہ ہے۔ اس پر کبھی موت نہیں آئے گی اور عیسیٰ پر موت آئے گی۔

حدیث نمبر ۴: عن عبداللہ بن سلام قال یدفن عیسی بن مریم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صاحبیہ فیکون قبرہ رابعا" یعنی فرمایا کہ دفن ہو گا عیسیٰ بن مریم ساتھ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اور اس کی قبر چوتھی ہو گی۔

حدیث نمبر ۵: عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذا انزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم (رواہ البیہقی فی کتاب الاسماء والصفات فافہم) ناظرین کیا حدیث نمبر اول میں رجوع اور حدیث نمبر ۲ اور حدیث نمبر ۵ میں کلمہ من السماء کا واقعہ ہے یا نہیں؟

اب مہربانی فرما کر مرزائی صاحبان کو لازم ہے کہ ایفائے وعدہ کریں یا مرزا صاحب کے اتباع سے توبہ کریں اور علاوہ اس کے مرزا صاحب کے اور بھی کلمات ہیں۔ اصل کو غور سے دیکھیں اور انصاف کریں کہ کیا یہ مطابق قرآن مجید و احادیث شریف و اجماع مسلمین و آئمہ دین و مجتہدین و مجددین کے ہیں یا نہیں؟ وھوہذا انت منی بمنزلتہ اولادی انت منی وانا منک (نقل از کتاب دافع البلاء و معیار اہل الاصطفاء صفحہ ٦) انت منی بمنزلتہ الولدی (حقیقتہ الوحی صفحہ ٨٦) اور معنی ان کے یوں کئے جاتے ہیں کہ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ اولاد۔ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔

ناظرین کیا یہ مرزا صاحب کا کہنا سچ ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ صریح جھوٹ ہے اور خداوند کریم پر افتراء باندھا ہوا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف خود اس کی تردید کرتا ہے۔

(آیت اول) لم یلد ولم یولد یعنی نہیں جنا اس نے کسی کو اور نہ وہ جنا گیا۔

(آیت دوم) لم یتخذ ولدا" ولم یکن لہ شریک فی الملک اس نے کس کو ولد (بیٹا یا بیٹی) نہیں بنایا اور نہ بادشاہی میں اس کا کوئی شریک ہے۔

(آیت سوم) ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا" O الذین کذبوا علی ربھم الا لعنتہ اللہ علی الظلمین

(آیت چہارم) فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عنداللہ لیشتروا بہ ثمنا" قلیلا"

پس ان تمام مذکورہ بالا آیات بینات سے واضح ہوا کہ جو شخص اللہ پر افترا باندھے یعنی خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کرے یا خود خدا بنے۔ یا اپنے ہاتھ سے کوئی کتاب لکھ کر کہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے جو میری منہ سے نکلتا ہے۔ سو وہ ظالم اور لعنتی اور دوزخی ہے۔

اور دیکھو مرزا صاحب نے جو اشتہار بہ نسبت موت لیکھرام ۱۵ مارچ سنہ ۱۸۵۷ء صفحہ ۳ کالم ۲ سطر ۳۳، ۳۴ میں دیا تھا لکھا ہے۔ قرآن خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں اور اس کتاب کے صفحہ ۳۰۳ میں لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام یوسف نجار (یعنی یوسف ترکھان کا بیٹا) ہے۔ اور اسی کتاب کے صفحہ

۶۲۸، ۶۲۹ میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جھوٹے ہوتے ہیں۔ خدا کی پناہ ایسے مجددوں سے۔

میرے صاحبان! انصاف فرمائیے کہ جس آدمی کے یہ الفاظ ہوں کیا وہ آدمی بقانون شریعت صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان بھی رہ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، ہاں بقول شخصے "سو چوہے کھا کے بلی حج کو چلی"

الغرض مرزا صاحب کسی صورت میں مجدد نہیں ہو سکتے اور باقی ذکر جلد چہارم میں ملاحظہ کریں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بحث شیعہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں جو ذیل میں درج ہیں؟

(۱) آل کے معنی کیا ہیں؟ اور آیت تطہیر میں ازواج نبی علیہ الصلوۃ والسلام داخل ہیں یا خارج کیونکہ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی بی بیاں اس سے خارج ہیں۔ اور امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کو برے الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور ان کو امام نہیں مانتے۔

جواب: اہل بیت کے معنی گھر کے رہنے والے اور اس کا اطلاق چند معنوں کی طرف مضاف ہوا کرتا ہے۔ کبھی تو اہل قرابت کو اہل بیت بولتے ہیں یعنی وہ اقربا آپ ﷺ کی ذات کے جن کو مال زکوۃ لینا حرام ہے۔ جیسے آل بنی ہاشم، آل حضرت عباس، آل حضرت علی، آل حضرت جعفر رضوان اللہ تعالی عنہم اور کبھی اس کا اطلاق آل و عیال پر بھی ہوتا ہے یعنی آپ ﷺ کی ازواج مطہرات و اولاد اور بیت بھی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ بیت نسب، بیت سکنی، بیت ولادت۔ بیت نسب مثلاً عبدالمطلب اولاد بنی ہاشم کی جهت سے ہوئی اور بیت سکنی مثل ازواج مطہرات اور بیت ولادت مثلاً حضرت خاتون جنت و حسنین علیہم السلام۔

جواب سوال نمبر دوم: اہل بیت کو آیت تطہیر سے یعنی ازواج مطہرات نبی علیہ الصلوۃ و السلام کو خارج کرنا اور سمجھنا نہایت برا ہے۔ کیونکہ سیاق و سباق آیت شریف اسی بات پر شاہد ہے۔ چنانچہ تفسیر

معالم التنزیل جلد سوم میں آیت تطہیر کے ذیل میں لکھا ہے واراد باھل البیت نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانھن فی بیتہ وھو روایۃ سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھم یعنی خداوند کریم نے اپنے حبیب کی بیبیوں کا ارادہ کیا ہے کیونکہ اس کے گھر میں ہیں اور یہ راوی بہت معتمد ہے۔

وعن ام سلمۃ رضی اللہ تعالی عنھا قالت فی بیتی نزلت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت (الایۃ) قالت فارسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم الی فاطمۃ و علی والحسن والحسین فقال ھولاء اھل بیتی قالت فقلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما انا من اھل البیت قال نعم یعنی کہا مائی ام سلمہ زوجہ مخبر صادق ﷺ نے کہ آیت تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی۔ پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضوان اللہ علیہم کو طلب فرماکر فرمایا یہ میرے اہل بیت ہیں۔ اور بطور استفہام کے میں نے عرض کیا کہ میں اہل بیت سے ہوں؟ فرمایا آپ نے ہاں۔ (نقل از معالم۔ ویسا ہی تفسیر کشاف و مدارک و تفسیر کبیر میں ہے۔

صاحب تفسیر بیضاوی نے جلد دوم میں بایں طور لکھا ہے وتخصیص اھل الشیعۃ ان اھل البیت علی و فاطمۃ ابنا ھما و ھذا التخصص لایناسب ما قبل الایات وما بعدھا یعنی یہ تخصیص جو شیعہ لوگ کرتے ہیں کہ اہل بیت صرف چار حضرات ہیں علی و فاطمہ اور ان کے دو بیٹے نامناسب اور قواعد کی برخلاف ہے کیونکہ ما قبل اور مابعد آیت شریف کے ازواج مطہرات کا ذکر درمیان جملہ سے بیبیوں کا نکال دینا کونسا قاعدہ ہے؟

ترمذی شریف جلد دوم ابواب التفسیر میں حدیث عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے باسناد صحیح بایں معنی مذکور ہے کہ عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ کی ذات پر یہ آیت تطہیر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نازل ہوئی۔ پھر آپ نے ان چار شرفاء کو بلا کر چادر کے نیچے کیا اور ان کے لئے دعا مانگی۔ اور علاوہ اس کے خود قرآن مجید اس

بات پر شاہد ہے دیکھو سورۂ ھود میں رحمۃ اللّٰہ و برکاتہ علیکم واھل البیت انہ حمید و مجید ا۔ سبحان اللہ جب یہاں اہل بیت سے مراد حضرت خلیل کی بیوی سارہ ہے تو آپ کی بیبیوں کو کس قانون سے اہل بیت سے خارج سمجھا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ محض اہل شیعہ کا تعصب اور عناد ہے ورنہ کیوں آیت تطہیر سے نکالتے۔ کیا وقت نزول آیت ازواج موجود نہ تھیں یا آپ کے گھر میں نہ رہتی تھیں۔

جو حدیث زید بن ارقم سے صحیح مسلم وغیرہ کتب میں موجود ہے اس کے جواب علمائے دین و محققین نے کئی طرح سے دیئے ہیں۔ اور اول تو زید بن ارقم مجتہد نہیں۔ اور دوسرا نا ہی کوئی فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے اور تیسرا یہ صرف اپنی رائے بیان کی ہے۔ جو اکثر مفسر مجتہدین و صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بالکل برخلاف ہے اور صاحب تفسیر حسینی کے تحریر اخیر کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیے۔

پس ان تمام دلائل قاطعہ سے یہ ثابت ہوا کہ آیت تطہیر کا نزول دربار حق ازواج مطہرات خصوصاً ہے اور دوبارہ اولاد ہرچہار معصوم حضور علیہ الصلوۃ والسلام عموماً" اور نص جلی بھی اسی پر شاہد ہے اور باقی اس میں اگر کسی صاحب کو شک ہو تو مرد میدان ہو کر آئے اور بیان کرے یا دلائل تحریر کرے فقیر بھی انشاء اللہ تعالیٰ بہرحال جواب دینے پر تیار ہے۔

جواب سوال سوم: امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نہایت درجہ کے متقی اور صاحب ورع تھے۔ جن کے حق میں بڑے بڑے علمائے دین نے قصائد اور مناقب لکھے ہیں اور ان کے ذریعہ تمام بلاد روشن ہوئے چنانچہ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ و عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ سے چند ابیات بطور نمونہ یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

حاشیہ

ا۔ سورہ ھود آیت ۷۳

ابیات

لقد زان البلاد ومن علیھا
امام المسلمین ابو حنیفتہ

باحکام و آثار و فقہ
کایات الزبور علی الصحیفہ

امام صار فی الاسلام نورا"
امینا للرسول والخلیفتہ

فما فی المشرقین لہ نظیر
ولا فی المغربین و لا بکوفتہ

بان الناس فی فقہ عیال
علی فقہ الامام ابی حنیفتہ

فلعنۃ ربنا اعداد رمل
علی من رد قول ابی حنیفتہ

یعنی ایک روز کا ذکر ہے کہ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ اپنے شاگردوں میں بیٹھے تھے کہ امام صاحب کا ذکر آگیا۔ سو اصحاب نے امام صاحب کے مناقب پوچھے سو ان کی شان مبارک میں مذکورہ بالا ابیات بیان کئے اور ان کا ترجمہ ذیل میں تحریر کیا جاتا ہے۔

ترجمہ ابیات مذکورہ بالا: یعنی بیشک زینت دیدی شہروں کو اور جو اس پر ہین امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے۔ اور آیات و احادیث و فقہ و اسلام میں اور نائب اور امین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں اور ان کی برابری کا کوئی آدمی مشرقین اور مغربین میں نہیں ہے۔ اور علم فقہ میں لوگ ان کے اہل و عیال ہیں۔ پس ہمارے رب کی لعنت بتعداد ذرات ریت اس شخص پر ہو جو امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے قول کو رد کرے۔ اھ

شعر: بر بلنداں سخن بسوئے خود است
تف بسوئے فلک بروئے خود است

ناظرین یہ لوگ کچھ ایسے عقل کے اندھے ہیں کہ جان بوجھ کر خواہ مخواہ ہم لوگوں کو ستاتے ہیں اور اپنی کتابوں کو نہیں دیکھتے تاکہ ان کو خود پتہ لگ جائے اور معلوم ہو جائے کہ ان بزرگوں کی کیا شان تھی اور ہم کیا بک رہے ہیں۔ لو صاحب فقیر یہاں پر مختصر طور پر کچھ فضائل ان کی کتابوں سے ہی تحریر کر دیتا ہے۔ وہوہذا

شیعہ محاسن برقی صاحب نے امام جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ فرمایا امام موصوف نے امام حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے حق میں کہ کن مے بینم ترکہ تو زندہ خواہی کرد سنت جد مرا بعد متروک شدن آں و ہدایت خواہی کرد مردم راو خدا مددگار تو باو روی ابوالمحاسن الحسن ابن علی باسناد عن ابی البختری قال دخل ابو حنیفۃ علی ابی عبداللہ علیہ السلام فلم نظر الیہ الصادق قال

حاشیہ

ا۔ یعنی جو امام صاحب کے قول کو کسی دلیل کے بغیر محض تعصب اور عناد کی بناء پر رد کرے اور رہا دلیل کی بناء پر تو اس کا ہر صاحب اجتہاد و محقق کو حق ہے چنانچہ قرآن کریم میں ہے "اذا تنازعتم فی شیی فردوہ الی اللہ و الرسول" کہ اگر تمہارا کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹاؤ یعنی قرآن و سنت کی طرف اس میں سب امت کے لوگ آگئے صحابہ سے لیکر آخر امت تک سب کو یہی حکم ہے کہ قرآن و سنت کی طرف رجوع کریں البتہ اگر کوئی مسئلہ قرآن و سنت میں واضح نہ ملے تو پھر مجتہدین کے اجتہاد و رائے میں سے جس کا اجتہاد اور جس کی رائے تمہارے نزدیک زیادہ وزنی ہو اس پر عمل کرو یہ طریقہ عمل اہل علم و تحقیق کیلئے ہے۔ جیسا کہ ہم نے فتاوی شامی کی جلد اول صفحہ ۴۷ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جو عالم نصوص و اخبار کا معنی جانتا ہو اور اہل فہم بصیرت ہو وہ اپنی تحقیق پر عمل کر سکتا ہے اگرچہ اسکی تحقیق اس کے تقلیدی مذہب (جو امام کی طرف منسوب ہے) کے خلاف ہو۔

کان النظر الیک وانت تحی سنۃ جدی (نقل از شرح تجرید ابن مظہر و بدر الضحی۔) یعنی جبکہ

داخل ہوئے ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ، حضرت جعفر صادق علیہ السلام پر جب نگاہ کی امام نے طرف اس کی۔ فرمایا کہ میں تجھ کو ایسا دیکھتا ہوں کہ گویا تو میرے جد کی سنت کو زندہ کرے گا بعد مٹ جانے اس کے۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ بن موسیٰ رضی اللہ عنہ بادشاہ منصور کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے تو وہاں سے امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا بھی گذر ہوا۔ ابن موسیٰ نے امام صاحب کو دیکھ کر بادشاہ سے کہا ھذا عالم الدنیا الیوم اھ اور کتاب حقائق الحق بحث خامس مطلب شافی میں لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد ہیں۔ اور کتاب شیعہ الکرامتہ نہج الحق سے صاحب بدرالضحیٰ نے نقل کیا ہے کہ سند فتویٰ کی امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے امام محمد باقر و زید شہید و امام جعفر علیہ السلام سے حاصل کی۔

ایک روز کا ذکر ہے امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ خانہ کعبہ میں بیٹھے تھے اور لوگ ان کے چاروں طرف جمع تھے اور مسائل پوچھ رہے تھے۔ آپ ہر ایک کو جواب باصواب دے رہے تھے کہ اچانک آپ کے سر پر امام جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ کھڑے ہوئے اور امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے جب دیکھا تو کھڑے ہو کر کہا یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں آپ سے پہلے آپ کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو جاتا تاکہ نہ دیکھتا اللہ مجھ کو بیٹھا ہوا اور آپ کھڑے رہیں۔ اور کہا امام جعفر رضی اللہ عنہ نے کہ بیٹھو اے ابوحنیفہ لوگوں کو جواب دو کیونکہ میں نے دیکھا ہے اس شغل میں اپنے باپوں کو۔ (نقل از تکملہ اظہار الہدیٰ صفحہ ۲۴۹۔)

پس اب اہل شیعہ کو آب شرم میں ڈوب مرنا چاہیے اور آئندہ کسی بزرگ پر لعن طعن کرنے کے لئے زبان دراز نہیں ہونی چاہیے۔ باقی ذکر فضائل امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا انشاء اللہ جلد چہارم میں ہو گا۔

سوال: متعہ کرنا جائز ہے یا حرام؟ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ کتب فریقین میں اس کا ثبوت ہے اس کا جواب

حاشیہ

۱۔ یہ آج کی دنیا کا عالم ہے یعنی اس وقت یہ بہت بڑے عالم ہیں

کتب شیعہ سے دو۔

جواب: متعہ کرنا ہر دو کتب فریقین میں لکھا ہے کہ حرام ہے۔ یہ صرف ان کے مطالعہ کا قصور ہے اور دل میں فرقہ وہابیہ کی طرح رائی کے دانہ بھر انصاف نہیں۔ دیکھو کتاب معتبر شیعہ من لا یحضرہ الفقیہ (کتاب النکاح باب المتعہ) سے صاحب اظہار الہدیٰ نے صفحہ ۲۳۴ میں بایں طور حدیث نقل کی ہے عن ابی عبداللہ سئل فی الرجل یتزوج باکرۃ متعۃ قال الباکرۃ العیب الی اھلیھا یعنی باکرہ سے متعہ کرنا خاندان اس کے کو بٹہ لگاتا ہے۔ اور ایسا ہی کتاب شیعہ استبصار باب تحلیل المتعہ میں لکھا ہے کہ فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہ حرام کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت گھر کے گدھے و نکاح متعہ کو۔

کتاب شیعہ محاسن برقی میں بایں طور لکھا ہے قال لابن عباس انک رجل قاتیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن المتعۃ یعنی فرمایا امیرالمومنین رضی اللہ عنہ نے واسطے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے کہ تحقیق تو مرد عیاش بیشک حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے منع کر دیا ہے متعہ سے۔

قرآن مجید بھی اسی پر شاہد ہے والذین ھم لفرجھم حافظون الا علی ازواجھم اوما ملکت ایمانھم یعنی جو لوگ کہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنیوالے ہیں مگراہ اپنی بیبیوں یا وہ جو ملکیت میں ہے ان کی۔ اگر ان کے سوا کسی سے صحبت کریں تو وہ لوگ حد سے گزرنے والے ہیں۔

پس اب شیعان پاک کو چاہیے کہ اس آیت کو ناسخ فما استمتعتم کا تصور کریں اور یہ بھی سوچیں کہ متعہ حکم نکاح کس طرح رکھ سکتا ہے۔ اور حفاظت شرمگاہ اس میں کس طرح ہو سکتی ہے؛ ہرگز نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ زنا ہے نکاح نہیں۔ نکاح کی چند شرطیں ذیل میں درج ہیں جو متعہ میں ہرگز نہیں پائی جاتیں اور وہ یہ ہیں۔

اول: منکوحہ عورت سے جو اولاد ہوتی ہے وہ وارث ترکہ ہوتی ہے۔

دوم: منکوحہ مطلقہ کو تین حیض عدت گزارنی پڑتی ہے۔

سوم: منکوحہ پر لعان و اظہار و ایلا و طلاق واقعہ ہو سکتی ہے۔

چہارم: منکوحہ ایک مرد سے زیادہ شوہر نہیں رکھ سکتی۔

پنجم: منکوحہ پر زوج کے حقوق و حفاظت مال لازم ہوتی ہے اور اسی طرح مرد پر زوجہ کے حقوق ہوتے ہیں۔

غرضیکہ نکاح میں بہت شرائط قرآن اور حدیث سے ثابت ہیں اور متعہ و زنا میں رائی بھر فرق نہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ اس کا مفصل ذکر جلد چہارم میں تحریر کیا جائے گا۔ فقط

چند سوالات ایک احمدی کے معہ جوابات

ایک دن کا ذکر ہے کہ فقیر مورخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۱۹ء کو علاقہ لائل پور موضع میتر انوالی میں اپنے رفیقوں کے ملنے کی خاطر گیا اور رفیقوں میں سے ایک رفیق مسمی عبدالحکیم عطار نے مفصلہ ذیل اعتراضات تحریر شدہ فقیر کے پیش کر دیئے اور کہا کہ یہ تمام اعتراض ایک مرزائی نے بندہ کی طرف تحریر کئے ہیں اور کہتا ہے کہ ان اعتراضوں کا جواب اب تک کسی حنفی یا شیعہ یا اہلحدیث نے نہیں دیا اور نا ہی دے سکتے ہیں۔ لہٰذا عرض ہے کہ آپ مہربانی فرما کر ان کے اعتراضوں کے جواب تحریر فرمائیں اور امید قوی ہے کہ آپ ان کے اعتراضوں کے جواب باصواب دندان شکن دے سکتے ہیں۔ کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے علم ظاہری اور باطنی بذریعہ سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ عطا بے حساب کیا ہوا ہے اور وہ اعتراض تحریر شدہ یہ ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چند سوالت بخدمت علمائے حنفیہ و اہلحدیث و اہل تشیع و مشائخ صوفیائی

سوال ۱: اللہ تعالیٰ نے مسیح کی پیدائش کی خبر اس کی والدہ کو دی اور محمد ﷺ کی پیدائش کی بشارت ان کی والدہ کو نہیں دی۔ پس افضل کون ہوا؟

سوال ۲: مسیح کی والدہ کی نسبت فرمایا کہ وہ صدیقہ ہے مگر محمد ﷺ کی والدہ کو صدیقہ نہیں فرمایا۔ پس افضل کون ہوا؟

سوال ۳: مسیح کی ولادت خرق عادت سے ہوئی اور محمد ﷺ کی پیدائش خرق عادت سے نہیں ہوئی۔ پس افضل کون ہوا؟

سوال ۴: مسیح کا جسم عنصری سے آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہے مگر محمد ﷺ کا اٹھایا جانا ثابت نہیں۔ پس افضل کون ہوا؟

سوال ۵: مسیح کا بغیر خوردونوش آسمان پر رہنا اور محمد ﷺ کا ایسا نہ ہونا پس افضل کون ہوا؟

سوال ۶: مسیح نے مردے زندہ کئے اور محمد ﷺ نے کوئی مردہ زندہ نہیں کیا۔ پس افضل کون ہوا؟

سوال ۷: مسیح نے اندھوں کو بینا بنایا اور محمد ﷺ نے کوئی اندھا بینا نہیں بنایا۔ پس افضل کون ہوا؟

سوال ۸: مسیح لوگوں کو بتایا کرتے تھے کہ تم فلاں چیز کھاتے ہو اور اس قدر گھر میں جمع رکھتے ہو۔ مگر محمد ﷺ نے ایسا نہیں بتایا۔ پس افضل کون ہوا؟

سوال ۹: محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا واستغفر لذنبک اور فرمایا وجدک ضالا فھدی اور مسیح کو فرمایا وجیھا فی الدنیا والاخرۃ پس افضل کون ہوا؟

سوال ۱۰: مسیح اب تک زندہ ہے اور محمد ﷺ فوت ہو گئے۔ پس افضل کون ہوا؟

سوال ۱۱: مسیح کے مرنے کا ذکر قرآن شریف میں نہیں اور محمد ﷺ مرے۔ پس افضل کون ہوا؟

سوال ۱۲: مسیح لوگوں کو ہدایت کے لئے دوبارہ اتریں گے۔ محمد ﷺ نہیں آئیں گے۔ پس افضل کون ہوا؟

سوال ۱۳: مسیح دجال کے لئے اترے گا اور دجال کو پامال کرے گا۔ اور صلیب توڑے گا اور محمد ﷺ نہ دجال کے لئے آئیں گے۔ نہ دجال کو پامال کریں گے نہ صلیب کو توڑیں گے پس افضل کون ہوا؟ ثبوت قرآن مجید سے دیا جائے۔

بقلم الہ داد احمدی

(نوٹ): تمام اعتراضوں کے جواب تحریر کرنے کے واسطے تو اب اس جلد میں گنجائش نہیں رہی صرف تھوڑا سا بیان سوال نمبر اول و دوم کے بارہ میں تحریر کیا جاتا ہے جو مفصلہ ذیل ہے۔ اور باقی سوالوں کے جواب انشاء اللہ تعالیٰ جلد چہارم پنجم میں حسب استعداد فقیر تحریر ہوں گے۔

جواب: سوال نمبر اول و دوم میں لکھا ہے کہ رسول ﷺ کی والدہ کو آپ کی پیدائش کی بشارت نہیں دی گئی اور نا ہی ان کی والدہ کو صدیقہ کہا گیا ہے۔ اور مسیح کی والدہ کو بشارت بھی دی گئی اور صدیقہ بھی کہا گیا ہے لہذا کون شان میں افضل ہے؟

افسوس اب تک معترض کو معلوم نہیں ہوا کہ حضور ﷺ کی شان مبارک باتفاق جمیع مسلمین تمام انبیاء علیہم السلام پر کئی وجوہات سے زیادہ ہے اور فقیر انشاء اللہ تعالیٰ جلد چہارم میں نقشہ بنا کر دکھائے گا اور یہ جو معترض کے دل میں خیال گذرا ہے کہ جس کی والدہ کو پیشگی بشارت دی گئی اس کی شان زیادہ ہے اس کی نسبت انصاف فرمائے کہ جس شخص کی نسبت بشارت روز میثاق سے لے کر آدم علیہ السلام تک اور آدم علیہ السلام سے لے کر کے بعد دیگرے انبیاء علیہم السلام مانند حضرت ابراہیم و اسمٰعیل و

حضرت موسیٰ علیہ السلام علیہم کی زبان فیض ترجمان سے ظاہر ہوئی اس کی شان زیادہ ہو گی یا جس کی بشارت صرف ایک عورت کو دی جائے۔ یعنی ایک شخص کی نسبت ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کو بشارت دی گئی ہوں اور دوسرے شخص کی نسبت صرف ایک عورت عفیفہ کو بشارت ملی ہو۔ اب بتلایئے کس کی عزت و منزلت عنداللہ زیادہ ہو گی اور ان دلائل قاطعہ کے ثبوت میں دو تین آیات بھی تحریر کی جاتی ہیں تاکہ ناظرین کو یقین آجائے۔ وہوہذا

واذاخذاللہ میثاق النبین لما اتیتکم من کتاب و حکمۃ ثم جائکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ یعنی جس وقت عہد لیا خداوند کریم نے پیغمبروں سے کہ جو کچھ دوں میں تم کو کتاب اور حکمت سے۔ پھر جب آئے تمہارے پاس سچا کرنے والا اس چیز کا جو پاس تمہارے ہے۔ ضرور اس کے ساتھ ایمان لائیں اور ضرور مدد دینا۔ الخ۔ تب تمام ارواح انبیاء نے اس پر اقرار کر لیا۔ اور اس کی تائید پر یہ آیت ہے۔ومن نوح و ابراھیم و موسیٰ و عیسیٰ ابن مریم و اخذنا منھم میثاقا" غلیظا ۔ یعنی جب ہم نے نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے پکا اقرار لیا۔ اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آیا تو انہوں نے بھی خود اپنی قوم کو بشارت دی اور کہا واذ قال عیسی ابن مریم یا نبی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراتہ و مبشرا" برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اور ایسا ہی اناجیل میں ہے۔ چنانچہ استشناء کی کتاب موسیٰ جلد ۵ صفحہ ۱۵ سے ۱۸ تک مذکور ہے۔

غرضیکہ عرب کے تمام مذاہب کے مردوں اور عورتوں کو پہلے سے ہی آپ کی تشریف آوری کی خبر کتابوں سے ظاہر ہو چکی تھی۔ یہاں تک کہ بوقت مصیبت حضور ﷺ کی ذات کا وسیلہ پکڑتے تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ خاندان اسمٰعیل سے پشت بہ پشت نبی آخرالزمان نسب ہاشمی سے ہوگا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے وتقلبک فی الساجدین یعنی اے میرے حبیب تو نمازیوں میں پھرتا چلا آیا ہے۔ پس اس آیت شریف سے معلوم ہوا کہ آپ کا خاندان آدم سے لے کر جہاں ہیں آپ نے ٹھکانا کیا ہے وہ سب کے سب صادقین و موحدین ہوئے۔ اور مائی مریم پر جب مخالفین نے الزام زنا وغیرہ لگایا۔ تو خداوند کریم نے ان کی بریت بیان کی اور کہا کہ تم لوگ جھوٹے ہو وہ عفیفہ اور صادقہ ہے۔ اور مائی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہا پر تو کسی فرد نے کسی قسم کا الزام نہیں لگایا۔ تو پھر خداوند کریم کو کیا ضرورت تھی کہ خواہ مخواہ ایک بے ضرورت قصہ بیان کرتا اور بشارتیں دیتا۔ باقی بیان انشاء اللہ جلد چہارم و پنجم وغیرہما میں کیا جائے گا۔ فقط
والسلام علی من اتبع الھدی

خطبتہ الجمعتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لمن قدر خیراً وخبالاً
والشکر لمن صور حسناً و جمالاً
فرد صمد عن صفتہ الخلق برئی
رب ازلیی خلق الخلق کمالاً
لا شبہ ولا مثل ولا کفو لمولیٰ
لا ولد ولا والد لا عم وخالاً
لا ضد ولا ند ولا حد لربی
الان کما کان ولم یلق زاوالاً
لا مثل لمن صور مثلاً ونظیراً
من قال سوی ذلک قد قال محالاً
لا قبل ولا بعد ولا وقت زماناً
لا مانع لا حاجب للہ تعالاً
الاول والاخرو الظاھر حقاً
والباطن مولای ولا قیل وقالا

اشهدا باللّٰه هوالواحد حقاً
اشهدا بالاحمد للّٰه تعالاً

فاصلی علی افضل رسل و نبی
فی کل صباح و مساء و زوالاً

یاقوم لنا التوبۃ لیلاً ونہاراً
والطاعۃ للّٰہ تقدس و تعالاً

ان شئت من الخوف اماناً وسلاماً
لاتہو بما حرمہ اللّٰہ تعالاً

ان شئت من النار نجاتاً وفلاحاً
فاعبدہ یقیناً بغدو و اصالاً

طوبٰی لمصل بصفاء و بصدق
قد یحصلہ القرب من اللّٰہ تعالاً

طوبٰی لمصل بخضوع وخشوع
من خشع فقد نال من اللّٰہ منالاً

ھیہات لمن ضیع عمراً بہواء
فسقاً و فجوراً و فساداً و خیالاً

ھیہات لمن یرغب عن ذکر الہ
قد یجمع للنفس عذاباً و وبالاً

یارب فبارک لمصلین جمیعاً
علماً وبیاناً وجمالاً وکمالاً

کہو صل علیٰ سیدنا احمد مرسل
پہنچے شب معراج کو جو عرش سے بالا

ہوتا نہ اگر وہ نہیں ہوتا کوئی موجود
نور اسکے سے پیدا ہوئے سب ادنیٰ و اعلیٰ

بعد اس کے ابوبکر پہ رحمت خدا کی
تھا جان سے اور مال سے جو عاشق والا

بعد اس کے عمر پر کہ وہ تھا شمع فروزاں
گھر دین کا آنے سے ہوا جس سے اجالا

عثمان میپر بعد اس کے کہ تھا جامع قرآں
جو علم و حیا جود کا تھا لولوئے لا لا

بعد اس کے علی پر کہ وہ تھا حیدر کرار
خیبر کو کیا فتح بیک آن لے بھالا

اور خیر النسا فاطمہ زہرا پہ ہو رحمت
جس گوہر عفت کو پیغمبر نے تھا پالا

بعد ان کے حسن اور حسین آل نبی پر
صلواۃ خداوند تواتر و توالا

عمین شریفین جو تھے حمزہ و عباس
رحم اللہ علیم رضی اللہ تعالا

بارک اللہ لنا ولکم فی القران العظیم ونفعنا وایاکم بالایت والذکر الحکیم انہ تعالیٰ جواد کریم ملک قدیم برروف رحیم۔

جلسہ کندو باز ایستادہ خطبہ ثانی بخواند

دوسرا خطبہ

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعنہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذباللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یہدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ نشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ و نشھد ان سیدنا و مولانا محمد اعبدہ و رسولہ و صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلی الہ واصحابہ واحبابہ وبارک وسلم۔ اللھم اغفر لجمیع المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات الاحیاء منھم والا موات برحمتک یا ارحم الراحمین۔ اللھم انصر من نصر دین سیدنا محمد واجعلنا منھم واخذل من اعرض عن دین سیدنا محمد ولا تجعلنا منھم۔ عباد اللّٰہ رحمکم اللّٰہ ان اللّٰہ یأمر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربٰی وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم یذکرون واذکر واللّٰہ یذکرکم ادعوہ یستجب لکم ولذکر اللّٰہ تعالٰی اعلی واولی واعز واجل واتم واھم و اعظم واکبر

838

سلطان الفقہ

المعروف

فتاوی نظامیہ

جلد چہارم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال:۔ وتر کی کتنی رکعتیں ہیں اور اس میں کتنے سلام ہیں؟

جواب:۔ وتروں کی نماز میں تین رکعت ہیں اور تیسری رکعت تشہد کے بعد سلام ہے۔ چنانچہ حاکم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث بیان کی ہے۔ اور یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر ہے۔ وہو ھذا قالت کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم یوتر بثلث لا یسلم الا فی آخرھن (نقل از فتح القدیر باب الوتر) یعنی فرمایا مائی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہ آپ ﷺ تین رکعت وتر کی نماز پڑھا کرتے تھے اور نہ سلام پھیرا کرتے تھے مگر ان کے آخر میں

ابوداؤد و ترمذی و طحاوی و ابن ماجہ و فتح القدیر باب الوتر میں بایں طور حدیث صحیح مذکور ہے کہ آپ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلی اور دوسری میں قل یا ایھا الکفرون اور تیسری رکعت میں قل ھو اللّٰہ احد معوذ اور تیسری رکعت پر سلام پھیرتے تھے۔

موطا میں عطاء بن یسار سے خبر حدیث بایں طور مذکور ہے قال ابن عباس الوتر کصلوۃ المغرب یعنی کہا عطاء نے کہ کہا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ نماز وتروں کی مثل نماز مغرب کے ہے اور اجماع مسلمانوں کا بھی اسی بات پر ہے کہ وتروں کی نماز تین رکعت ہے۔ وہ ہذا حدثنا حفص حدثنا عمرو عن الحسن قال اجتمع المسلمون علی ان الوتر ثلث لا یسلم الا فی اخرھن یعنی حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اجماع مسلمانوں کا اس بات پر ہے کہ نماز وتروں کی تین رکعتیں ہیں۔ اور نہ سلام پھیرا جائے مگر آخر رکعت میں (نقل از فتح المبین ص ۱۳۲ وطحاوی و فتح القدیر)

کہا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے الوتر ثلث کثلث المغرب یعنی وتر تین رکعت ہے مثل نماز مغرب کے (نقل از فتح المبین صفحہ ۱۳۴) باقی ذکر اس کا جلد اول میں سے مطالعہ کریں۔ فقط؟

سوال:۔ نماز فجر میں دعا قنوت پڑھنا کیسا ہے؟

جواب:۔ برائے دفع کسی حادثہ و محاربہ کے مستحب ہے ورنہ اس کے پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں اور آپ ﷺ کی ذات بابرکات نے بھی صرف ایک ماہ تک برائے دفعہ شرارت مخالفین یہ دعا پڑھی اور بددعا کی۔

وہو ہذا عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہا قال لم یقنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم فی الفجر قط الا شہراً" واحداً" لانہ حارب حیاً" من المشرکین قنت یدعو علیہم (نقل از فتح القدیر باب الوتر) آپ ﷺ کی ذات نے نہیں دعا قنوت کو پڑھا کبھی نماز فجر میں مگر ایک ماہ تک اس واسطے کہ آپ محارب ایک قبیلہ مشرکین کے ساتھ تھے دعا قنوت کو پڑھا اور بددعا کی ان پر۔

سوال:۔ نماز قصر یعنی چار رکعتوں کی بجائے دو رکعتوں کا پڑھنا کتنے میلوں پر حکم ہے جواب احادیث صحیح سے دو۔

جواب:۔ سفر کی تعداد میں اختلاف ہے لیکن امام صاحب کا صحیح تر مذہب یہ ہے کہ تین یوم کی مسافت گھر سے ہو تو نماز کو قصر کرے چنانچہ حدیث موطا امام محمد و معانی الاثار میں ہے اخبر مالک حدیثنا نافع انہ کان یسافر مع ابن عمر البرید فلا یقصر الصلوۃ قال محمد اذا خرج المسافر اتم الصلوۃ الا ان یرید مسیرۃ ثلثۃ ایام کوامل بسیر الابل و مشی الاقدام فاذا اراد ذلک قصر الصلوۃ حین یخرج من مصرہ و یجعل البیوت خلاف ظہرہ وھو قول ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ روایت ہے نافع سے کہ وہ سفر کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک برید تک تو نماز کو قصر نہیں کرتے تھے۔ برید ایک پڑاؤ کو بولتے ہیں جو کہ ۱۲ میل سے زائد نہ ہو۔ اور کہا امام محمد نے کہ جب مسافر گھر سے نکلے تو قصر نہ کرے مگر جب کہ تین دن کے سفر کا ارادہ رکھتا ہو اور اتنی مسافت کہ اونٹ لادا ہوا ہو اور اس کے ساتھ آدمی آرام سے چل کر تین یوم میں پہنچ جائے جس کی مسافت کا اندازہ ۳۶ میل کا ہوتا ہے اور قصر کرے جب کہ نکلے گھر سے اور پیٹھ دے اس کو اور یہی قول ہے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اور نافع سے روایت ہے۔

ان عبداللہ بن عمر کان اذا اخرج الی خیبر قصر الصلوۃ یعنی جب نکلتے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خیبر سے جو ۹۶ میل ہے تو نماز قصر کرتے اور ایک حدیث میں اس طرح ہے کہ فرمایا آپ ﷺ نے کہ مقیم مسح کرے موزوں پر ایک دن اور ایک رات اور مسافر تین دن اور تین رات اور یہی حدیث مذہب حنیفہ کی حجت ہے اور اگر کسی شخص نے سفر میں پندرہ دن کسی جگہ قیام کرنا ہو تو نماز قصر

نہ کرے بلکہ پوری پڑھے اور اگر اس سے کم رہنا ہو تو قصر کر کے پڑھے یعنی دو رکعتیں فرض پڑھے چنانچہ کتاب الاثار امام محمد میں اور صاحب طحاوی نے ذکر کیا ہے وہو ہذا۔

ثناء ابو حنیفة ثنا موسی بن سلم عن مجاهد عن عبدالله ابن عمر قال اذا کنت مسافراً فنیت نفسک علی اقامة خمسة عشر یوماً فاتم الصلوة وان کنت لا تدری متی تظعن فاقصرها یعنی جب آئے تو کسی شہر میں اطمینان سے اور تو مسافر ہو اور نیت کرے تو پندرہ دن اور رات رہنے کی تو پورا کر نماز کو اگر نہیں جانتا تو کہ کب جائے گا تو قصر کر اس کو اذا قدمت بلدة وانت مسافر فاکمل الصلوة بها وان کنت لا تدری خمسة عشر یوماً والیلة فاکمل الصلوة بها وان کنت لا تدری متی تظعن فاقصرها اور علاوہ اس کے کہا امام ابی شیبہ نے کہ اگر کوئی نہ جانے کہ کب یہاں سے روانہ ہو گا وہ نماز میں قصر ہی کرے اگرچہ گزر جائے اس پر ایک سال اور جب مسافر مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھے تو چار رکعت ہی پڑھے لیکن نیت چار کی نہ کرے۔

موطا امام محمد ہے۔ اخبرنا مالک اخبرنا نافع عن ابن عمر انه اذا کان یعلی مع الامام بمنا یصلی اربعاً و اذا صلی نفسه صلی رکعتین قال محمد و بهذانا خذ اذا کان الا امام مقیماً والرجل مسافراً و هو قول ابی حنیفة رحمة الله تعالٰی علیه یعنی روایت ہے نافع سے کہ ابن عمر چار رکعتیں پڑھتے تھے امام کے ساتھ اور جب تنہا ہوتے تو قصر کرتے نماز کو۔ اور کہا امام محمد نے اسی پر ہے عمل ہمارا جب امام مقیم ہو اور مقتدی مسافر ہو اور ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ اور نماز کے قصر کرنے پر قرآن مجید بھی شاہد ہے چنانچہ پ ۵ رکوع ۱۲ میں ہے قولہ عزوجل جلیس علیکن جناح ان تقصرو امن الصلوة یعنی سفر میں اگر تم بعض نمازوں میں قصر کر لو گے تو تم پر کچھ مواخذہ نہیں یعنی تم کو اس بات سے مواخذہ نہیں کیا جائے گا اور واضح ہو کہ من الصلوة میں من بعضیہ ہے جیسا کہ من ازواجکم ولیسوا سواء من اهل الکتاب امة قائمة میں ہے اور نماز ظہر و عصر و عشاء میں قصر کرنا جائز ہے نہ شام و فجر میں چنانچہ احادیث سے یہ بات ثابت ہے اور علاوہ اس کے موطا محمد میں بایں طور حضرت ابن عباس سے حدیث مذکور

ہے۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم لا تقصروا الصلوۃ فی اقل من اربعة برد من مکة الی عسفان اخرجه مالک (نقل از کتاب قویم صفحہ ۱۳۳) یعنی کہا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کم کرو نماز چار برد سے کم سفر مکہ سے عسفان تک (بریدہ ۱۲ میل کا ہوتا) (تو 4x12=48 ہوئے یعنی 48 میل کی مسافت ہو تو قصر کرنا ہو گی فقط۔ قادری)

سوال:۔ وقت ظہر کس کس وقت تک باقی رہتا ہے اور قصر ظہر کی نماز کس وقت پڑھنی بہتر ہے؟

جواب:۔ نماز ظہر کا وقت آفتاب کے ڈھل جانے سے شروع ہوتا ہے اور دو مثل تک رہتا ہے اور یہی مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور امام صاحب کے دلائل یہ ہیں لقولہ تعالٰی واقم الصلوے لدلوک الشمس (اے لزوالھا)

صاحب ہدایہ جلد اول میں بایں طور لکھتا ہے وقت الظهر اذا زلت الشمس لامامة جبرائیل علیه السلام فی الیوم الاول حین ذلک الشمس واخر وقتها عند ابی حنیفة اذا صار ظل کل شئی مثلیه سو فئی الزول وقالا اذا صار الظل مثله وهو روایة عن ابی حنیفة وفئی الزوال وهو الفئی الذی یکون للاشیاء وقت الزوال۔ یعنی ابتدا وقت ظہر ڈھل جانے آفتاب سے ہے کیونکہ جبرائیل علیہ السلام نے اول روز آپ کی ذات کو وقت مذکور میں نماز پڑھائی تھی اور آخر وقت اس کا سایہ ہر چیز سے دو چند سوا اصلی سایہ جو جانے تک رہتا ہے اور امام محمد و یوسف کے نزدیک ہر چیز کے سایہ سوا سایہ اصلی برابر ہونے تک آخر وقت نماز ظہر کا رہتا ہے اور دلیل امام صاحب کی یہ ہے۔

عن ابی ذر قال اذن موزن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم الظهر فقال ابر داوقال انتظر انتظر وقال شدة الحر من فیح جهنم فاذاشتد الهر فابر دوا عن الصلوة حتی راینا فئی التلول (نقل از بخاری۔ ۷۷ کتاب مواقیت الصلوۃ) یعنی ابی ذر رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ کہا کہ اذان دینے دے اور فرمایا انتظار کر انتظار کر اور فرمایا سخت گرمی جوش ہے آگ جہنم سے پس جب سخت ہو گرمی تو ٹھنڈے وقت میں پڑھو نماز کو اور تاخیر کی آپ نے یہاں تک کہ دیکھ لیا

ہم نے سایہ ٹیلوں کا۔ الخ

اسی کتاب میں بروایت ابوھریرہ بایں طور مذکور ہے۔ انہ قال اذا اشتد الحر فابردوا بالصلوۃ یعنی فرمایا آپ نے جس وقت سخت گرمی ہو تو ٹھنڈا کر کے پڑھو نماز کو اور نیز بخاری پارہ ۳ باب ابرد بالظہر میں ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے بایں الفاظ حدیث مذکور ہے۔

قال کنا مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم فی سفر فاراد الموذن ان یوذن للظھر فقال النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم ابرد ثم ارادان یوذن فقال لہ ابرد حتی راینا فئی التلول فقال النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم ان شدۃ الحر من فیح جھنم فاذا اشتد الحر فابردوا بالصلوۃ یعنی کہا ہے راوی نے کہ تھے ہم ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سفر میں پس چاہا موذن نے کہ اذان دے ظہر کی تو فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھنڈے وقت میں دے۔ پھر چاہا موذن نے کہ اذان دے تو فرمایا ٹھنڈے وقت میں دے۔ یہاں تک کہ دیکھ لیا ہم نے سایہ ٹیلوں کا پھر فرمایا نبی علیہ السلام نے بے شک سخت گرمی کی جوش جہنم سے ہے۔ پس جب سخت ہو گرمی تو ٹھنڈا کر کے پڑھو نماز کو۔

پس ان دلائل قاطع سے یہ بات ثابت ہوئی کہ نماز ظہر کا آخر وقت دو مثل تک رہتا ہے کیونکہ موذن نے اپنے عادت معروضہ پر اول وقت میں اذان دینا شروع کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بار بار روکا یہاں تک کہ ٹیلوں کے سایہ نظر آنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اجازت دی اور فرمایا کہ آئندہ اس بات کو یاد رکھنا کہ گرمی میں نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا کہ نماز میں اچھی طرح دل لگ جائے اور خضوع و خشوع سے نماز ادا ہو جائے اور حدیث مسلم اس پر شاہد ہے۔ وہو ہذا

عن عبداللّٰہ بن عمر ان النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم قال وقت الظھر اذا زالت الشمس وکان ظل الرجل کطولہ مالم یحضر العصر و وقت عصر مالم تصفر الشمس و وقت صلوۃ المغرب مالم تغب الشفق و وقت صلوۃ العشاء الی نصف اللیل الاوسط و وقت صلوۃ الصبح من طلوع الفجر مالم تطلع الشمس (اخرجہ مسلم و قویم صفحہ ۴۲) یعنی کہا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہ فرمایا

رسول اللہ ﷺ نے وقت ظہر کا جب ڈھلے آفتاب اور ہو جائے سایہ مرد کا اس کی لمبائی کے برابر یہاں تک کہ نہ آئے وقت عصر کا اور نہیں جاتا وقت عصر کا جب تک کہ نہ زرد ہو آفتاب اور وقت نماز مغرب کا جب تک کہ نہ غائب ہو زردی پچھم کی اور وقت نماز عشاء کا پوری آدھی رات تک اور وقت نماز صبح کا طلوع فجر سے جب تک نہ طلوع کرے آفتاب اور نماز فجر کو پوری سفیدی میں پڑھنا افضل ہے۔ چنانچہ موطاء امام محمد صفحہ اول و قویم صفحہ ۴۹ میں حدیث بایں طور مذکور ہے۔

عن رافع بن خدیج ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ و آلہ واصحابہ وسلم قال اسفر و فجر فانہ اعظم للاجر اخرجہ اصحاب السنن یعنی رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک فرمایا ہے پیغمبر خدا ﷺ نے خوب سفیدی میں پڑھو نماز فجر پس اس کا پڑھنا سفیدی میں بڑا ثواب رکھتا ہے۔ الخ

پس ان تمام احادیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ نماز فجر کو اسفیر (یعنی خوب سفیدی ہونا) میں پڑھنا اور نماز ظہر عصر کو اول وقت مین ادا کرنا افضل ہے۔ ہاں اگر موسم گرما میں گرمی کی شدت ہو تو اس وقت دوسری مثل میں نماز کو ادا کرنا بہتر ہے۔ چنانچہ حدیثوں سے صاف صاف ثابت ہو چکا ہے اور علاوہ اس کے اختلاف سے بھی بچاؤ ہو گا اور قرآن مجید میں ہے فاستبقوالخیرات لقولہ تعالٰی ان الصلوۃ کانت علی المومنین کتاباً موقوتاً" یعنی بے شک نماز مومنوں پر فرض ہے مقررہ اوقات میں۔ فقط

سوال:۔ پانچ نمازیں ہیں اور پانچ اوقات ان کا ثبوت قرآن مجید سے دو کیونکہ فرقہ چکڑالوی اس بات کا منکر ہے۔

جواب:۔ بے شک قرآن مجید میں ان میں ہر دو مسئلوں کا ذکر بہت جگہ پر ہے لیکن اس جگہ دو آیتیں حوالہ کے طور پر تحریر کر دی جاتی ہیں وھما ھذان حافظوا علی الصلوت والصلوۃ الوسطی یعنی نگہبانی کرو نمازوں کی اور نماز درمیانی کی پس اس ایت سے ثابت ہوا کہ نمازیں پانچ میں کیونکہ چار عدد کا وسط ثابت نہیں ہو سکتا۔ اگر پانچ عدد ہوں گے تو پھر پانچوں عدد چار کا وسط ہو جائے گا۔ چنانچہ دوسری آیت اس کی صاف تفسیر کر رہی ہے۔ وہو ہذا قولہ تعالٰی فسبحن اللّٰہ حین تصبحون ولہ

الحمد فی السموت والارض و عشیاً و حین تظھرون (الروم ۱۸) یعنی پس پاکی و تقدس کرو اپنے رب کی جس وقت تم لوگوں کو شام ہو اور جس وقت تم کو صبح ہو کیونکہ آسمان اور زمین میں وہی اللہ ہے تعریف کے لائق اور اپنے رب کو یاد کرو جبکہ ہو تم کو عشاء اور جب کہ تم کو وقت ظہر ہو پس ان ہر دو آیات سے صاف صاف ثابت ہوا کہ نمازیں بھی پانچ ہیں یعنی وقت نماز صبح و نماز ظہر نماز عصر و نماز شام و عشاء۔ اور ایسا ہی عبداللہ چکڑالوی نے اپنے رسالہ صلوۃ القرآن صفحہ ۱۹ میں لکھا ہے اور وہ عبارت اس کی یہ ہے؟ فجر دو فرض ظہر چار فرض عصر چار فرض مغرب تین فرض عشاء چار فرض جمعہ دو فرض عیدین دو فرض تہجد دو نفل۔ مفصل ذکر انشاء اللہ تعالیٰ کسی اور جلد میں ہو گا۔

سوال:۔ اذان نماز کب سے شروع ہوئی اور کس طرح ہوئی اور اس کا ثبوت کیا ہے جواب دو؟

جواب:۔ اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعض نے کہا ہے کہ مکہ مکرمہ میں شروع ہوئی اور بعض نے کہا ہے کہ مدینہ طیبہ میں اور صحیح تر یہ ہے جب آپ کی ذات بابرکت مکہ سے مع صحابہ کرام ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے اور دن بدن اسلام میں ترقی ہونے لگی۔ تو صحابہ نے بطور مشورہ آپ کی ذات سے کہا کہ اب اس امر میں نہایت تکلیف ہے کہ لوگوں کو ہر نماز کے لئے خانہ بخانہ کوچہ بکوچہ آوازیں دیں اور بلائیں اور ایک وقت معین پر ہر ایک کے لئے اسطرح پر دشوار ہے۔ اور کوئی چیز ایسی جس کو سن کر سب لوگ جمع ہو جائیں اور نمازیں اکٹھے ہو کر ادا کر لیں تو ہر ایک نے اپنی اپنی رائے بیان کی۔ کسی نے کہا کہ بلند مکان پر آگ جلائی جائے اور اس کو لوگ دیکھتے ہی دوڑ کر آ جائیں اور بعض نے کہا کہ ناقوس بجایا جائے اور بعض نے کہ سینگ غرضیکہ یہ آراء الھی صحابہ میں پاس نہ ہوئیں کیونکہ ان چیزوں میں مشابہت غیر مذاہب مثل یہود و نصاریٰ کے پائی جاتی ہے لیکن آپ ﷺ نے حکم ناقوس بجانے کا کر دیا اور ایک روایت میں یوں بھی وارد ہے کہ آپ ﷺ نے ناقوس کو بھی منع کیا ہے لیکن روایت ابوداؤد کی اس پر شاہد ہے کہ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ تم ناقوس بنا لو تو حضرت عبداللہ بن زید غم ناک ہو کر چلے آئے اور خواب میں انکو کلمات اذان سکھائے گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس کی تصدیق اور تائید کی اور فرمایا آپ ﷺ نے کہ شکر ہے اللہ تعالیٰ کا کہ میرے صحابہ کو سرحق الہام ہوتے ہیں اور وہ حدیث یہ ہے۔

عن عبداللّٰہ بن زید بن عبدربہ قال لما امر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ

علیه وسلم بالناقوس یعمل یضرب به للناس لجمع الصلوة طاف بی وانا
نائم رجل یحمل ناقوسا فی یده فقلت یا عبداللّٰه اتبیع الناقوس قال وما
تصنع به فقلت ندعوا به الی الصلوة قال افلا ادلک علی ماهو خیر من زلک
فقلت له بلی فقال تقول اللّٰه اکبر اللّٰه اکبر اللّٰه اکبر اللّٰه اکبر۔ اشهدان لا اله الا
اللّٰه۔ اشهدان لا اله الا اللّٰه۔ اشهدان محمد رسول اللّٰه۔ اشهدان محمد رسول اللّٰه۔
حی علی الصلوة۔ حی علی الصلوة حی علی الفلاح۔ حی علی الفلاح۔ اللّٰه
اکبر اللّٰه اکبر۔ لا اله الا اللّٰه ○ ثم استاخر عنی غیر بعید ثم قال تقول اذا قمت
الصلوة اللّٰه اکبر اللّٰه اکبر۔ اشهدان لا اله الا اللّٰه۔ اشهدان لا اله الا اللّٰه۔ اشهدان
محمد رسول اللّٰه۔ حی علی الصلوة حی علی الصلوة۔ حی علی الفلاح۔
حی علی الفلاح۔ قد قامت الصلوة قد قامت الصلوة اللّٰه اکبر اللّٰه اکبر لا اله الا
اللّٰه۔ فلها اصبحت اتیت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آله وسلم فاخبرته بما
رایت فقال انها لرویا حق انشاء اللّٰه فقم مع بلال فالق علیه مارایت فلیوذن
اندی به فانه الذی صوتا منک فاقمت مع بلال فجعلت القبه علیه وهو یوذن به
قال فسمع ذالک عمر ابن الخطاب هو فی بیته فخرج یجر رداء یقول واللّٰه
بعثک بالحق یا رسول اللّٰه لقد رایت مثل الذی اری فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه
علیه و آله وسلم فللّٰه الحمد (رواه ابو داوٗد کتاب تفرح الاحباب صفحہ ۲۰۱ و قویم صفحہ ۵۴)

(ترجمہ): عبداللہ بن زید عبد ربہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ناقوس بنائے جانے کا
حکم فرمایا کہ نماز میں جمع ہونے کے لئے لوگ اسے بجائیں تو مجھے ایک شخص خواب میں دکھائی دیا کہ وہ
اپنے ہاتھ میں ناقوس اٹھائے ہوئے ہے میں نے اس سے کہا اے خدا کے بندے کیا یہ ناقوس بکتا ہے؟ اس
نے کہا اس سے تو کیا کرے گا میں نے کہا اس سے لوگوں کو نماز کے لئے بلائیں گے۔ اس نے کہا کہ میں
اس سے بہتر چیز بتاؤں تجھ کو۔ میں نے کہا ہاں' اس نے کہا چار مرتبہ اللّٰہ اکبر کہے پھر دو مرتبہ
اشهدان لا اله الا اللّٰه اور دو دفعہ اشهدان محمد رسول اللّٰه اور دو دفعہ حی علی

الصلاۃ اس طرح دو دفعہ حی الفلاح کہہ کر دو دفعہ قد قامت الصلوۃ کہے اور پھر اللّٰہ اکبر دو کہے اور لا الہ الا اللّٰہ

پس جب میں نے صبح کی تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر اس خواب کو جو میں نے دیکھا تھا بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک یہ خواب حق ہے اگر اللہ نے چاہا تو بلال کے ساتھ کھڑا ہو کر جو کچھ دیکھا ہے اسے سکھلا اور بتا تاکہ بلال رضی اللہ عنہ ان کلموں کے ساتھ اذان دے کیونکہ بلال تجھ سے آواز میں زیادہ ہے۔ پس میں نے بلال کے ساتھ کھڑے ہو کر انہی لفظوں کو بتانا شروع کیا۔ بلال ان لفظوں سے اذان دیتے تھے۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ گھر میں سے یہ آواز سن کر اپنی چادر سنبھالتے ہوئے باہر آئے اور کہنے لگے اے رسول خدا ﷺ اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے جیسا کہ عبداللہ نے خواب میں دیکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شکر ہے کہ میرے اصحاب پر حق الہام ہوتے ہیں۔

بخاری شریف میں اس طرح ہے کان المسلمون ہین قدمو المدینۃ یجتمعون فیجتمعون للصلوۃ لیس ینادی لھا فتکالموا یوما فی ذلک یعنی جب آئے مسلمان مدینہ منورہ میں پس وقت ٹھرائے نماز کا۔ پس نہ اذان دی جاتی تھی واسطے اس کے۔ پس انہوں نے کلام کیا ایک دن اس میں۔ پس کہا بعض نے بنا لیا جائے ناقوس مثل ناقوس نصاری کے اور کہا بعض نے بوق پس کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہیں مقرر کرتے تم آدمی کو جو پکارتے ساتھ نماز کے پس فرمایا آپ ﷺ کی ذات بابرکات نے اے بلال کھڑا ہو اذان دے ساتھ نماز کے اور اذان کا ثبوت قرآن مجید میں ہے چنانچہ سورۃ جمع میں اذانودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ آیتہ دوم لقولہ تعالیٰ واذا نادیتم الی اصلوۃ اتخذوھا ھزواولعبا" ذالک بانھم یعنی جب پکارتے ہو تو طرف نماز کی پکڑتے ہیں اس کو ٹھٹھا اور کھیل اس سبب سے کہ وہ ایک قوم ہے نہیں سمجھتی۔ پس ان تمام دلائل قاطع سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ اقامت میں بھی ہر ایک کلمہ کو اذان کی طرح تکرار کرے نہ کہ جیسا بعض فرقہ وہابیہ کا دستور العمل ہے۔ ہکذا فی البخاری باب اذان۔

سوال:۔ غیر مقلد کہتے ہیں کہ یہ تقلید حرام و بدعت ہے جو حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی وغیرہ میں ہے کیونکہ یہ چوتھی صدی کی بنی ہوئی ہے کیا یہ بات سچ ہے؟ انصاف سے جواب دو۔

السائل فضل الٰہی مستری وزیر آباد محلہ لکر منڈی ۲۰ نومبر ۱۹۱۹ء

جواب:۔ تلقید دو قسم پر ہے (ا) تقلید مثل کفار و رسوم آباؤ اجداد کی اور یہ تقلید بالکل حرام اور مردود اور شرک اور کفر ہے۔ اور اس تقلید کی حرمت پر خود قرآن مجید شاہد ہے لقولہ تعالٰی هذا ما وجدنا عليه آبٰنا کیونکہ وہ بغیر اس بات کے اور کوئی دلیل نہیں رکھتے۔ اور اسی تقلید کو خود مولانا روم صاحب نے بھی بایں الفاظ رد کیا ہے۔

بشنو این قصہ بے تہدید را
تابدانی آفت تقلید را

آن مقلد صد دلیل و صد بیان
برزبان آرد ندارد ہیچ جان

یکسے تقلید است آن ایمان او
روئے ایمان راندیدہ جان او

بس خطر باشد مقلد را عظیم
از رہے رہزن زشیطان رحیم۱؎

خلق را تقلید او کردہ بباد
ہفت صد لعنت برین تقلید باد۲؎

اور دوم تقلید انبیاء و اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم و آئمہ دین شرع متین کی ہے اور یہ تقلید جس میں ہم بحث کرتے ہیں جائز بلکہ فرض ہے اور اس پر دلائل شاہد ہیں لقولہ تعالیٰ اتبع ملة ابراھیم حنیفا" یعنی ابراہیم علیہ السلام کے دین کی پیروی کر۔ (آیت دوم) لقولہ تعالیٰ اتبع من اناب الی یعنی

حاشیہ

۱؎ سنو یہ قصہ و بے تہدید (آسان) کہ تاکہ تمہیں تقلید کی آفت (خرابی) پتہ چلے وہ (اندھا) مقلد سو دلیل میں جان نہیں ہوتی بس اندھی تقلید ہی اس کا ایمان ہے اس کے ایمان نے جان کا منہ نہیں دیکھا مقلد کے لئے شیطان مردود ڈاکو سے بڑا خطرہ ہے۔

۲؎ اس کی (اندھی) تقلید نے خلق کو برباد کر ڈالا ایسی تقلید سات سو بار لعنت ہو واضح ہو کہ اس تقلید سے اندھی تقلید مراد ہے جو عقیدے میں بلا تحقیق اختیار کی جاتی ہے جیسے گمراہ لوگوں نے اہل سنت کے دلائل حقہ کو جان کر اور پڑھ کر اپنے بڑوں کی تقلید کی ہوئی ہے اور خلق کو گمراہ و برباد کیا ہوا ہے۔

اس شخص کی پیروی اور اتباع کر جو میری طرف جھکا ہوا ہے۔ (آیت سوم) لقولہ تعالٰی اھدنا الصراط المسقیم صراط الزین انعمت علیھم یعنی اے رب ہمارے ہم کو راستہ سیدھا پر چلا جو انبیاء اور صالحین اور شہداء و آئمہ دین کا ہے۔ یعنی جس راستہ پر وہ چلے ہیں۔ (آیت چہارام) لقولہ تعالٰی فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون یعنی پس پوچھ لو تم صاحب ذکر سے اگر تم لوگ ناواقف ہو۔ (آیت پنجم) لقولہ تعالٰی اطیعوا اللّٰہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم یعنی اللہ اور اس کے (رسول ﷺ) کی اطاعت کرو اور اس کی پیروی کرو جو تم میں سے صاحب امر ہو۔

پس ان تمام ایات بینات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ تقلید یعنی اتباع ہر ایک فرد کو لازم ہے کہ انبیاء و شہداء و آئمہ دین شرع متین کی کرے اور اس میں کوئی قباحت نہیں۔ اور اگر فرقہ وہابیہ یہ کہے کہ ہم لوگ تو اس تقلید کو جائز کہتے ہیں۔ صرف تقلید آئمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی کرنے کو حرام اور بدعت سمجھتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ بتائیے کہ آئمہ اربعہ دین حق پر تھے یا نہیں؟ اگر تھے تو پھر ہم لوگ ان میں سے ایک امام کی تقلید کر لیں تو کیا ہم دین سے خارج ہو جائیں گے جواب دو؟ کیا یہ حکم خداوند کریم کا نہیں اتبع سبیل من اناب الی یعنی اتباع کر اس شخص کی جو میری طرف جھکا ہوا ہو۔ کیا ایت کریمہ سے تقلید شخصی ثابت نہیں ہوتی۔ لو ہم دو تین حدیثیں بھی یہاں با مضمون درج کر دیتے ہیں۔ وہو ہذا

عن ابن مسعود ضض قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اقتدو بالذین من بعدی ابو بکر و عمر یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ پیروی کرو بعد میرے ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہ کی اور حدیث دوم فعلیکم بسنتی و سنتۃ الخلافاء الرشدیند الھدین حدیث سوم قولہ علیہ السلام اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم یعنی فرمایا آپ ﷺ کی ذات برکات نے کہ میرے اصحاب مانند ستاروں کے ہیں جو ان میں سے کسی ایک کا اتباع کرے گا وہی ہدایت پر ہو گا اور وہی اس کو جنت میں لے جائے گا۔

پس اب غیر مقلد صاحب فرمایئے کیا اب تقلید شخصی ثابت ہوئی ہے یا نہیں۔ کیا امام صاحب زمانہ صحابہ میں سے تھے یا نہیں؟ کیا دوسرے امام خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین

یلونھم ثم الزین یلونھم کے مصداق ہیں یا نہیں جواب دو۔ پس ہم مقلد لوگ تو آئمہ اربع سے ایک کی تقلید کو فرض سمجھتے ہیں کیونکہ ائمہ اربع دین حق پر تھے صرف فرق ان کا فروعی مسائل میں تھا نہ اصول دین میں اور آئمہ دین کی تقلید تو بڑے بڑے علمائے دین شرع متین نے کی ہے۔ چنانچہ امام بخاری و مسلم و صاحب و نسائی و عبداللہ بن مبارک و صاحب فتح القدیر و شامی و صاھب ہدایہ و صاحب قدوری و قاضی و عالمگیر و حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی و امام غزالی رضوان اللہ علیہم اجمعین غرضیکہ تمام آئمہ و مفتیان و شرع متین سب کے سب اپنے آپ کو مقلد ہی کہلاتے چلے آئے ہیں۔

صاحب نبراس صفحہ ۸ بحوالہ ہطہ فی ذکر الصاح ستہ باب ۳ فصل ۵ مطبوعہ مطبع نظامی سے بایں طور لکھا ہے۔ وطریقة هذا کله مذهب حنفی و شرعة حقة اور صحاب نبراس صفحہ ۸ فتح المبین صفحہ ۳۸۱ میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب انصاف سے اس طرح امام بخاری کے بارہ میں لکھا ہے۔ ومن هذا القبيل محمد بن اسمعيل البخاری فانه معدود فی طبقات الشافعية الى ان قال و استدرک شیخنا العلامة علی ادخال البخاری فی الشافعة یذکره فی طبقاتهم و کلام النووی الذی ذکر ناه شاہدله یعنی اسی قبیلہ سے ہیں محمد بن اسمعیل بخاری، پس تحقیق وہ شمار کئے گئے ہیں طبقات شافعیہ سے اور جن علماء نے ان کو ذکر کیا ہے طبقات شافعیہ میں ان میں ایک تاج الدین سبکی ہیں اور کہا اس سبکی نے کہ تحقیق اس نے فقہ سیکھی حمید اور حمید سے شافعی سے اور دلیل پکڑی ہمارے شیخ علامہ نے اوپر داخل کرنے بخاری کے علمائے شافعیہ میں ساتھ ذکر اس بخاری کے طبقات شافعیہ میں ساتھ ذکر اس بخاری کے طبقات شافعہ میں اور کلام نودی کا جس کو ذکر کیا ہم نے اس کا شاہد ہے۔

قسطلانی شرح بخاری صفحہ ۲۸ و ۳۱ مطبوعہ مطبع نو لکشور میں اس طرح لکھا ہے۔ قال الشيخ تاج الدين سبکی ذکره یعنی شیخ تاج الدین سبکی نے زکر کیا اس کو بخاری کو ابو عاصم نے بیچ طبقات ہمارے اصحاب شافعیہ کے اور باقی آئمہ محدثین کے مقلد ہونے کے۔ ولائل مفصل طور پر انشاء اللہ تعالیٰ جلد پنجم میں مذکور ہونگے اور علاوہ اس کے جن لوگوں نے اس تقلید کو برا کہا ہے ان کو علمائے دین شرع متین نے فرقہ اہل ہوا اور مبتدع گنا ہے۔ چنانچہ صاحب طحطاوی نے لکھا ہے۔ وہو ہذا

وهذا الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم فی المذهب الاربة وهم الحنفيون والمالكيون والشافعيون الحنبليون و من كان خارجاً" من هذا المذاب الاربة فی ذلک الزمان فهو من اهل البدعة والنار یعنی یہ گروہ نجات حاصل کرنے والا ہے، آج کے دن جمع ہے چار مذہب میں وہ لوگ حنفی، شافعی، مالکی و حنبلی ہیں اور جو ان چار مذاہب سے آج کے دن خارج ہوا وہ بدعتی و دوزخی ہے۔(یعنی عقیدہ صحیح والے یہی لوگ ہیں جو حنفی و شافعی و مالکی اور حنبلی کہلاتے ہیں اور ان کے علاوہ جو لوگ ہیں ان کے عقائد صحیح نہیں ہیں اس بنا پر وہ اہل بدعت ہیں اہل بدعت کہتے غیر اہلسنّت کو ہیں۔ لیکن یہ محاورہ "چور مچائے شور" آج دیوبندی اور غیر مقلد (اہلحدیث کہلانے والے) اہلسنت کو ہی اہل بدعت کہے جا رہے ہیں۔ آج ہمارے پاکستان اور اسی طرح ہندوستان اور بنگلہ دیش میں اہلسنّت وہی ہیں جو حضرت مجدد الف ثانی حضرت شاہ ولی اللہ شاہ عبدالعزیز و شاہ رفیع الدین محدثین دہلی اور شاہ احمد رضا محدث بریلوی علیہم الرحمتہ کے ہم مسلک و ہم عقیدہ ہیں۔ قادری

عقید الجید صفحہ (۳۱-۳۲) میں لکھا ہے کہ آئمہ اربعہ کی تقلید سے انکار کرنا گویا کہ بڑی جماعت سے خارج ہونا ہے اور فرمایا حضور ﷺ نے اتبعوالسواد الاعظم فانه من شذشذ فی النار (رواہ ابن ماجہ) پس اس حدیث شریف سے ثابت ہوا جس نے بڑی جماعت سے منہ پھیرا وہ جہنم کا ایندھن ہوا کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا لا یجعمع امتی علی الضلالة یعنی فرمایا آپ نے کہ میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہ ہو گی اور جو اس جماعت کثیر سے ایک بالشت بھر خارج ہوا تو وہ شیطان کے پھندے میں پھنس کر جہنم میں جا پڑا۔ (یعنی عقیدہ کے اعتبار سے جو ان سے الگ ہوا باقی رہا فقہی و فروعی احکام و مسائل ہیں آپس کا اختلاف یا آئمہ اربعہ سے کسی صاحب تحقیق و صاحب فہم و بصیرت محقق فاضل کا اختلاف تو وہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان "اختلاف امتی رحمتہ" کے زمرہ میں آتا ہے اور باعث رحمت قرار پاتا ہے کیونکہ اس میں حضور ﷺ کی امت کے لئے عمل کا میدان وسیع ہوتا ہے ہاں صاحب تحقیق کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی تحقیق کو اجمع امت مسلمہ کے دائرہ میں ہی رکھے ورنہ مخالف اجماع ہو کر گمراہ ہو جائیگا۔ قادری

اب صاحبان انصاف فرمائیے کہ جماعت آئمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم کثیر ہے یا فرقہ غیر مقلدین وہابیہ نجدیہ کی جماعت کثیر ہے اور تقلید شخصی اور غیر شخصی ہر دو انبیاء کے زمانہ سے لے کر اب تک چلی آتی ہے اور آخر تک چلی جائے گی اگرچہ دشمنان دین اس بات کو برا مانتے ہیں اور تقلید آئمہ اربع کی دوسری صدی کے بعد شروع ہوئی ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کتاب انصاف صفحہ ۵۹ پر لکھتے ہیں و بعد المائتین و ظهر فيهم مذاهب المجتهدين باعيانهم و قل من كان لا يعتمد على مذهب مجتهد بعينه وكان هذا هو الواجب فى ذلك الزمان یعنی اور بعد دو صدیوں کے لوگوں میں معین مجتہدوں کا مذہب اختیار کرنا ظاہر ہوا اور اس وقت اس سے کم آدمی تھے کہ مجتہد معین پر اعتماد نہ رکھتے ہوں اور اس وقت میں پابندی مذہب معین کی وجہ تھی۔

عقد الجید مترجم صفحہ ۳۳ میں لکھا ہے ولما اندرست المذاهب الحقة الا هذه الربعة ان اتباعها السواد الاعظم الخروج عنها خروج عن السواد الاعظم یعنی جب سچے مذہب والے ان چار مذہب کے سو نیست و نابود ہو گئے تو ان کی پیروی کرنی پڑے انبوہ کی پیروی کرنی ہے اور ان سے باہر نکلنا بڑے جتھے سے باہر ہونا ہے۔ اس لئے امام بخاری و ابن تیمہ و ابن القیم و شوکانی و امام نووی و خطائی و سیوطی و ذہبی و قسطلانی و علامہ عینی و ملا علی قاری و شاہ رفیع الدین و شاہ عبدالحق محدث دہلوی و شاہ عبدالعزیز وغیرہ علمائے دین رحمتہ اللہ علیہم یکے بعد دیگرے جس قدر دنیا میں گزرے ہیں کسی نے تقلید سے قدم باہر نہیں رکھا۔ باوجودیکہ یہ لوگ اپنی بزرگی و علم میں کمالیت رکھتے تھے۔ پس جبکہ ایسے ایسے علمائے دین مقلد ہو کر دین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر جان نثار ہوئے تو ان بچاروں کے کہنے سے کون صاحب تسلیم کر سکتا ہے اور اگر کوئی غیر مقلد کہے کہ یہ لوگ غیر مقلد تھے تو دکھائیں تو کس معتبر کتاب میں لکھا ہے ہم اس کے جواب دینے کو تیار ہیں اور باقی جلد اول و دوم و سوم میں ملاحظہ کریں۔ فقط

سوال:۔ بیع سلم کی کتنی شرائط ہیں اور یہ جائز ہے یا نہیں اور رہن میں مرتہن کو نفع اٹھانا کیسا ہے؟

جواب:۔ بے شک بیع سلم جائز ہے اور اس پر قرآن مجید و احادیث و کتب فقہ شاہد ہے قوله تعالىٰ اذا تداينتم بدين الىٰ اجل مسمى اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے حلال بیع سلم ایک معین مدت تک ذکر کیا اس کو صاحب نور الہدایہ اور شیخین نے اور اس کی

شرطیں یہ ہیں۔

(۱) بیان کرنا مسلم فیہ کا مثلاً ''گیہوں ہے یا جو

(۲) بیان اس کی نوعیت کا

(۳) بیان اس کی صفات کا یعنی عمدہ ہے یا ناقص

(۴) بیان مقدار پیمانہ معتبرہ سے

(۵) ذکر مدت ادائیگی

(۶) بیان مقام جہاں ادا کی جائے

(۷) بیان مقدار راس المال

اگر یہ شرائط نہ پائی جائیں تو بیع سلم ناجائز ہے۔ (نقل از قدوری و ہدایہ شروح و قایہ) وغیرہ۔

مسئلہ رہن کی نفع اٹھانے میں علماء کو اختلاف ہے خواہ راہن اجازت دے یا نہ دے ہر دو صورت میں محققین کے نزدیک ناجائز ہے۔ اور یہی اصح اور اسی پر حدیث بیہقی شاہد ہے اور کتاب غایتہ الاوطار شرح الدر المختار جلد ۴ صفحہ ۳۰۸ پر بھی اسی طرح مذکور ہے لا یحل للمرتہن ذلک ولو بالاذن لانہ ربوا اور مضمرات میں ہے کہ اور اگر بکری گروی رکھے اور مرتہن کو راہن نے کہا کہا بکری کا بچہ کھاؤ اور دودھ پیو پس اس طرح مرتہن پر کوئی تاوان نہیں۔ اور اس طرح صاحب باغ نے مرتہن کو اجازت اس کے پھلوں کے کھانے کی دی اور صاحب مضمرات نے تہذیب سے نقل کر کے کہا کہ مرتہن کو نفع ناجائز ہے اگرچہ اسے اجازت دے اور محمد بن اسلم سے فقول ہے کہ مرتین کو باوجود اجازت نفع نا جائز ہے ور اس کو بیاج سمجھا اور مصنف نے اسے مکروہ تحریمی کہا اس سے اجتناب ضروری ہے۔ باقی مفصل ذکر جلد پنجم میں ہے۔ فقط

اعتراض سوال:۔ اعتراض از جانب میاں عمر الدین وزیر آبادی و عبدالجلیل سامری مصنف بوئے غسلین امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں محرمات یعنی بہن اور بیٹی سے نکاح کرنے سے حد کا لازم نہ ہونا اگرچہ اس کو علم ہو۔

اعتراض جواب:۔ دروغ آدمی راکند بے وقار:۔ افسوس ہے کہ معترض صاحب نے بہتان صریح و طوفان

فتبع آئمہ مجتہدین خصوصا" فقہائے کرام احناف پر بلا سوچے سمجھے باندھا اور دروازہ فتنہ فساد پر درازی دغا بازی و جعلسازی و افترا پردازی کا کھول دیا اور شب و روز اپنی عادت سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بنانے کی کرلی اور بمقتضائے ہمچون من دیگرے نیست اپنے آپ کو فاضل اجل سمجھ کر اہلحدیث ہونے کا نقارہ بجایا۔

ماہل حدیثم دگرانرا نشناسیم

خدا کی پناہ ایسے اہل حدیثوں سے۔ شعر

خدایا مفتری را رو سیاہ کن

زقہر قہروان خود تباہ کن

معترض صاحب کو لازم تھا کہ بزرگان دین پر نکتہ چینی بے سوچے سمجھے نہ کرتے۔ شعر

بنا شد نکتہ گیری آدمیت

کہ کار سگ بود آہو گرفتن

دوسری بات معترض کو یہ لازم تھی کہ اگر مطیع ابن عبدالوہاب نجدی و ابن تیمیہ و برادر مولوی محی الدین صاحب نو مسلم بنارسی و مصنف بوئے غسلین ہو کر حسد و عداوت و تعصب کا گلے میں ہار اور دل میں نقش جمانا بیج بونا تھا اور اپنے مذہبِ جدیدہ باطلہ کو ظاہر کرنا اور مذہب آئمہ اربعہ خصوصا" مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا باطل کرنا منظور تھا تو ذرا عبارت اصلی کتب فقیہ حنفیہ مع صفحہ تحریر کرنی چاہیے تھی تاکہ ناظرین کو اطمینان ہو جاتا اور لیاقت و استعداد علوم عربیہ یعنی قرآن مجید و احادیث شریف اور فقہ دانی کا راز اچھی طرح واضح ہو جاتا اور انصاف اس بات کا مقتضی تھا کہ تحقیق حق مدار اصول موضوعہ طبقات سبعہ مراتب مجتہدین فقہائے کرام احناف پر ٹھہراتے اور جو علامات بزرگان دین نے فتویٰ دینے کی مقرر کی ہیں تحریر کرتے ہیں اور روایات اور جو امر مختلف فیہ تھا ہر ایک پر واضح ہو جاتا لیکن معترض صاحب نے ان امور کو تو ترک کر دیا جلدی سے بے دھڑک امام صاحب کے مذہب پر اعتراض کر دیا۔

گفتہ گفتہ من شدم بسیار گو

اور معترض کو اتنا بھی خیال نہیں آیا کہ اگر عوام الناس میری من گھڑت بات سن کر لاعلمی کے

باعث تسلیم کریں گے اور بزرگان دین پر لعن و طعن شروع کر دیں گے تو میرا ٹھکانا کہاں ہو گا اور علاوہ ازیں یہ بات بھی صادق ہو جائے گی الصدق ینجی والکذب یھلک اور بقول

سنبھل کے رکھنا قدم دشت خار میں مجنوں

کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

معترض صاحب نے شائد تصنیف بنارسی یعنی الجرح علی ابی حنیفہ کی تردید کا مطالعہ نہیں کیا جس میں ہمارے مکرم مسمی مولانا مولوی حاجی نور بخش صاحب ایم اے حنفی نقشبندی توکلی ممبر انجمن نعمانیہ لاہور و مولانا مولی حافظ احمد علی صاحب عالم باعمل و فاضل بے بدل بٹالوی نے ان بیہودہ سوالات کے دندان شکن جواب باصواب لفظ بلفظ دے دیئے ہیں۔ شعر

گرنہ بیند بروز شپرہ چشم

چشمہ آفتاب راچہ گناہ

معترض صاحب! ذرا بنگاہ غور دیکھئے اور پردہ تعصب کو گوش ہوش سے دور کر کے سنئے کہ کس قدر علماء احناف کے قلم سے حدر فشانی و علم معانی فراست ظاہر ہو رہی ہے۔ شعر

عالموں کے دماغ کو پہنچو

بے علم اتنا تیرا دماغ نہیں

دعویٰ تو فاضلیت کا ہے لیکن معلوم اتنا بھی نہیں کہ حد شرع کس کو کہتے ہیں اور تعزیر کس لئے ہوتی ہے اور مخالف ہونا اور خلاف کرنا کس کو بولتے ہیں۔ شعر

جھوٹ کہنے سے تو باز آؤ خدا کے واسطے

چپ رہو اب منہ نہ کھولو تم خدا کے واسطے

معترض کتب فقہ حنفیہ میں تو صاف صاف لکھا ہے کہ محرمات یعنی ماں، بہن، دادی، پھوپی، خالہ رضاعی بہن، بھتیجی، پوتی، دہتی، بھانجی، اور ساس سے نکاح کرنا حرام ہے اگر کوئی محرمات ابدیہ کو حلال جان کر نکاح کرے تو اس کو قتل کر دینا چاہیے کیونکہ وہ شخص شریعت محمد رسول اللہ ﷺ کا منکر ہے ھکذا فی فتح القدری و عالمگیری و قاضی خان و شرح و قایہ و ہدایہ و کنز وغیرہ۔ (باب المحرمات) اور آپ کی عبارت تحریر،

سدّہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص جس کو علم ہو کہ یہ میری ماں یا بہن ہے اور مسائل مہرمات سے ناواقف ہے کہ یہ حلال ہیں یا حرام اور شبہ فی العقد میں آ کر اس نے نکاح کر لیا تو کیا معترض صاحب اگر امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے اس پر تعزیر کا حکم لگا دیا تو اس میں کس حدیث کی مخالفت امام صاحب نے کی جبکہ تعزیر بالقتل بھی وارد ہے اور اس عبارت سے یہ کیسے ثابت ہوتا ہے کہ محرمات کے ساتھ نکاح کرنا نزدیک امام صاحب کے جائز ہے بلکہ یہ تو ایک مسئلہ کی صورت پر مبنی ہے نہ یہ کہ محرمات سے نکاح کرنادرست ہے بلکہ کسی شخص جاہل بیوقوف نے اپنی محرمات سے بواسطہ بے علمی کے شبہ بالعقد کر لیا تو اس پر تعزیر ہونی چاہئے ہو کہ قاضی و حاکم وقت کی رائے پر موتوف ہو گی۔ کواہ حاکم و قاضی اس کو سیاستاً قتل کرادیں یا کوئی اور سزا مقرر کر دیں چنانچہ حدیث شریف میں مذکور ہے۔

ادرؤ الحدود بالشبهات کیونکہ یہ شبہ بالعقد ہے اور شبہات سے شرعاً حد ساقط ہو جاتی ہے۔ اور شبہ تین قسم پر ہوا کرتا ہے۔ شبہ فی المحل و شبہ بالفعل و شبہ بالعقد۔ پس یہ مسئلہ تو عین امام صاحب کا عین مطابق حدیث کے ہے جیسا کہ ابن ماجہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ ادفعوا الحدود عن عباد اللّٰہ ما وجدتم له مدفعاً" اور ترمذی و بیہقی و حاکم نے یوں بیان کیا ہے ادرء الحدود من المسلمين ما استطعتم معترض صاحب حدیث شریف سے تو صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ شبہات میں حد کو ساقط کر دینا چاہیے اگر کوئی شخص محارم سے بدون نکاح کے صحبت کر لے تو باتفاق اس پر حد لازم ہو گی۔ ہکذا فی کتب الفقہ اور امام صاحب اور صاحبین میں نزاع صرف محارم فی العقد میں ہے' نہ حلت و حرمت میں اور جو معترض صاحب نے حدیث بنا بر تردید مذہب امام صاحب کے تحریر کی ہے کہ ایک شخص نے اپنی باپ کی بی بی سے نکاح کیا اور اس کے لئے آپ نے حکم دیا کہ گردن اس کی مار دی جائے اور مال اس کا لے لیا جائے۔ جناب من اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شخص احکام شریعت سے انکار کرتا تھا۔ اسلئے اس پر حکم مرتد ہونے کا لگا دیا گیا تھا کیونکہ مال چھین لینا اور گردن مارنا تو لوازمات کفریہ سے ہے نہ حد میں جیسا کہ اس حدیث کی شرح لمعات باب المحرمات میں مذکور ہے۔

كان الرجل اعتقد حله وانكر حكم الشريعة فكان مرتدا فلذلك امر بقتله واخذ ماله اور جو آپ نے قتل کا حکم دیا تھا وہ صرف تعزیراً" و سیاستاً" تھا جیسا کہ لواطت

حیوانات و شراب خواری تابار چہارم اور دزدی یعنی چوری تابار پنجم میں ہے حالانکہ بالاتفاق قتل ان امور میں حد شمار نہیں کیا جاتا۔ اور ان میں صرف تعزیراً" و سیاستاً" قتل کا حکم تصور کیا جائے اور زنا کی صرف دو حدیں ہیں اگر محص ہو تو سنگسار کرنا یہاں تک کہ مر جائے اور اگر غیر محصن ہو تو حد اس کی صرف سو درہ ہے۔ اور علاوہ ازیں تعزیر قتل سے بھی ہو جاتی ہے۔ ہکذا فی درالمختار اور فرق صرف حد و تعزیر میں یہ ہے۔

ان الحد مقدر والتعزیر مفوض الی راۃ الامام وان الحدیدر بالشبهات والتعزیر یجب مع الشبهات پس معلوم ہوا کہ حد شبہ سے ساقط ہو جاتی ہے اور تعزیر شبہہ سے واجب ہے۔ جیسا کہ امام حنیفہ اور ابن عدی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ادرء الحدود بالشبهات معترض صاحب ذرا غور سے دیکھئے کہ کس قدر امام صاحب کی مذہب کی تائید میں احادیث پکار پکار بیان کر رہی ہیں۔ اور آپ نے تو موافقت کا نام مخالفت رکھ دیا ہے حالانکہ اس میں کوئی مخالفت نہیں پائی جاتی کیونکہ شبہ عقد میں حد ساقط ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ مشکوے باب الولی میں حدیث بطلان نکاح پر خود حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حد کو ساقط کر دیا اور تعزیراً" حکم مہر کا مرد کے ذمہ لگا دیا۔ وہو ہذا

ایما امراۃ نکحت بغیر اذن ولیها فنکاحها باطل باطل باطل فلها المهر بما استحل من فرجها پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کوئی عورت سے بدون اذن ولی کے نکاح کر کے وطی کر لے تو اس پر حد نہ کی جائے گی۔ اگرچہ نکاح باطل اور نادرست ہوا اور قرآن مجید و فرمقان حمید نکاح محرمات کے لئے میں اس مسئلہ کے بارے میں ذکر حکم رجم یا سو درہ مارنے کو ہو چکا ہو تو بیان فرما دیں کہ ہم امام صاحب کے قول کو چھوڑنے پر تیار ہو جائیں گے۔ اور بخدا وعدہ خلافی ہرگز ہرگز نہ کریں گے۔ لیکن جب ان کا قول ہر طرح موافق ہو تو پھر ہم کسی طرح آپ کی طرح بے وجہ مخالفت حق کر سکتے ہیں؟

نوٹ:۔ کسی صاحب کو اس کے علاوہ کوئی اور اس معاملہ میں اعتراض ہو تو ہم اس کو جواب باصواب انشاء اللہ کسی دوسری جلد میں لکھیں گے۔ فقط والسلام علی من اتبع الہدی

اعتراض نمبر ۲:۔ از جانب میاں عمر الدین غیر مقلد وزیر آبادی بعد تشہد قصداً" و اراداتاً" گوز مارے تو نماز

کا صحیح اور تمام ہونا۔ اور اگر بے قصد گوز مارے تو نماز کا نہ ہونا بروایت ابی سعید کے برخلاف ہے؟

جواب ۲:۔ معترض صاحب حق تو یہ ہے کہ پہلے قاعدہ اصول حنفیہ کا کسی اصولی حنفی سے معلوم کرتے اور سیکھتے تو یہ اعتراض نہ کرتے اور چاہئے تھا کہ صفحہ و اصلی عبارت کتب فقہ حنفیہ تحریر کرتے تاکہ ناظرین کو اس کے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہ ہوتا۔

جھوٹے موتی کی طرف کب دیکھتے ہیں جوہری

بے صداقت آبرو اے بد گہر ملتی ہیں

الغرض معترض صاحب ایئے اور اصلی عبارت کو دیکھئے جو کہ شرح و قایہ وغیرہ میں باب الحدیث مذکور ہے۔ ولو حدث عمدا" بعد التسد او عمل ما ینافی الصلوۃ تمت یعنی اگر کسی نے بعد تشہد پڑھنے کی عمدا" حدث کیا یا کوئی اور عمل منافی نماز کیا تو نماز اس کی تمام ہو جائے گی۔ یعنی اس نماز کا اعادہ کرنا امام صاحب کے نزدیک ضروری نہیں کیونکہ حدث منافی نماز نہیں۔ اور خروج از نماز .صنعہ فرض ہے اور لفظ سلام سے باہر آنا واجب ہے اور واجب کی ترک سے نماز ناقص ہوتی ہے نہ کہ فاسد اور اس کا اعادہ کرنا واجب ہے نہ کہ فرض جیسا کہ اس عبارت سے صاف صاف ظاہر ہے۔

الحدث توضاء واتم شز خلافاللشافعی ولو بعد تشهد خلافا لهما فانه اذا قعد قدر التشهد تمت صلوة وعند ابی حنیفة لا یتم لان الخروج بصنعه فرض عنده الاستیناق افضل یعنی صاحبین کے نزدیک بعد تشہد کے نماز ہو جاتی ہے اور امام صاحب کے نزدیک خروج .صنعہ بھی فرض ہے۔ اس لئے نماز کو بعد وضو تمام کرنا چاہئے۔ معترض صاحب نے امام صاحب کے مذہب کو باطل کرنے کے لئے بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے لیکن آخر الامر کچھ نہ بنا۔ شعر

یہ مذہب وہ نہیں کہ جسے تو بگاڑ سکے

کس وہم میں ہے اتنی تیری مجال نہیں

الغرض امام صاحب کا مذہب تو عین موافق قرآن کریم و حدیث شریف کے ہے چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب سکھایا آپ نے ان کو تشہد پس جب پہنچا عبدہ و رسولہ تک تو فرمایا آپ نے کہ تو نے ادا کر لیا اپنی نماز کو اگر تو چاہے تو کھڑا ہو۔ تو کھڑا ہو۔ اگر تو چاہے کہ بیٹھے تو بیٹھ۔ پس اس حدیث

سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عبدہ و رسولہ تک نماز ہے اور بفعل مصلی نماز سے باہر آنا فرض ہے اور اس کی تائید میں یہ حدیث بھی وارد ہے۔

عن علقمة عن ابن مسعود قال له النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم حین علمه التشهد اذا قلت هذا او فعلت هذا فقد تمت صلوتک (اخرجہ ابوداؤد) یعنی علقمہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا ان سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے جبکہ سکھایا ان کو تشہد کہ کہا تو نے عبدہ و رسولہ یا کیا اس کو بے شک تمام ہوئی نماز تیری روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

و عن عمر رفعه اذا قضی الامام الصلوة وقعد فاحدث قبل ان یتکلم فقد تمت صلوته و من کان خلفه ممن ائتم اتموا الصلوة (اخرجہ ابوداؤد و الترمذی) یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور پہنچایا پیغمبر تک یعنی پڑھ چکا امام نماز اور بیٹھا اور پھر حدث کیا پہلے اس کے کہ بولا ہو۔ پس بے سک تمام ہوئی نماز اس کی اور جو ہو پیچھے اس کے ان لوگوں نے تمام پایا نماز کو۔

بایں الفاظ سنن ابوداؤد نے جامع الترمذی و سنن و بیہقی و دار قطنی میں حدیث مذکور ہے۔ اذا قعد الامام فی اخر صلوة ثم حدث قبل ان یتشهد فقد تمت صلوته یعنی جب بیٹھے امام آخر نماز میں اور حدث کرے قبل التحیات پڑھنے کے تو نماز اس کی تمام ہو جائے گی کیونکہ گوز مارنا منافی نماز نہیں۔ بخلاف مذہب شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بدلیل تحلیها تسلیمها اور یہ عبارت کتب فقہ حنفیہ سے معلوم نہیں ہوتی کہ نمازی نماز میں گوز مارا کرے اور نماز کو مخول اور لغو اور ذلیل سمجھا کرے ہم لوگ تو ایسے ناشائستہ فعل کے مرتکب کو زندیق و ملحد و بدکردار کافر جانتے ہیں۔ بلکہ مسجد میں گوز مارنے کو بھی ناجائز سمجھتے ہیں اور یہ مسئلہ تو مبنی ایک بات پر تھا کہ اگر کسی شخص نالائق سے یہ فعل ناشائستہ بعد ازادائے فرائض دارکان کے ہو جائے تو نماز اس کی تمام ہو جائے گی کما مرفافہم۔ شعر

شیوہ جو روستم سیکھو نہ ہرگز اے بتو
دیکھو دیکھو ہر کسی کا دل دکھانا منع ہے

اعتراض نمبر۳:۔ میاں عمرالدین غیر مقلد وزیر آبادی شاگرد محمد اسمٰعیل دلاوری۔ جو شخص طلوع الشمس سے پہلے ایک رکعت صبح کی پہلے ایک رکعت صبح کی پڑھ چکے پھر سورج نکل آئے تو نماز کا نہ ہونا۔

جواب:۔ شعر

مثل رقیب جھوٹے کے ہم آشنا نہیں

جو راست راست بات ہو کہدیں ہزار میں

معترض صاحب جو آپ نے حدیث بیان کی ہے اس کے معنی امام نووی نے شرح مسلم میں اس طرح ذکر کئے ہیں۔ اذا ادرک من لا یجب علیه الصلوة رکعة من وقتها لزمة تلک الصلوة و زلک فی الصبی یبلغ و لمجنون والمغمی علیه یفیقان والحائض والنفساء تطهران والکافر یسلم و من ادرک من هولاء رکعة قبل خروج الوقت لزمة تلک الصلوة یعنی اگر نابالغ بالغ ہو جائے اور مدہوش ہوش میں آجائے اور عورت حیض و نفاس سے پاک ہو جائے اور کافر مسلمان ہو جائے در آں حالیکہ وقت نماز سے اس قدر پائیں کہ ایک رکعت پڑھ سکیں تو ان پر نماز کا اعادہ کرنا لازم ہو جائے گا اور علاوہ اس کے یہ معنی ہیں اذا ادرک المسبوق مع الامام رکعة کان مدر کالفضیلة الجماعة بلاخلاف۔(یعنی جس نے بعد میں آکر امام کے ساتھ ایک رکعت پائی تو اس نے جماعت کی فضیلت پالی۔) (مسلم جلد اول صفحہ ۲۳) اور علاوہ اس کے اس حدیث کو امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے منسوخ بھی کہا ہے۔ جیسا کہ درالمختار جلد اول میں مذکور ہے ان امام الطحاوی قال ان الحدیث منسوخ بالنصوص الناهیة وادعی ان العصر یبطل ایضا کالفجر اور اگر معترض اعتراض کرے کہ بوقت طلوع آفتاب نماز کو پڑھ لیا جائے تو میں کہوں گا کہ یہ حدیث مخالف حدیث مسلم کے ہو جائے گی۔ وقت صلوة الصبح من طلوع الفجر مالم تطلع الشمس فاذا طلعت الشمس فامسک من الصلوة فانها تطلع بین قرنی الشیطن (یعنی صبح کی نماز کا تعلق طلوع فجر سے ہے جب تک کہ سورج طلوع نہ کرے تو جب سورج طلوع کر لے تو نماز سے رک جاؤ کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع کرتا ہے۔) پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقت نماز صبح کا طلوع آفتاب تک رہتا ہے اور طلوع آفتاب کے مابین نماز کو نہ پڑھنا چاہیے کیونکہ آفتاب طلوع کرتا ہے مابین دو قرن شیطان کے۔

حدیث مسلم عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین وقت میں نماز پڑھنے سے

تحت منع فرمایا ہے۔ یعنی بوقت طلوع آفتاب و بوقت زوال و بوقت غروب آفتاب یہاں تک کہ غروب ہو جائے۔ پس ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ تین وقتوں میں نماز کا پڑھنا جائز نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کہو کہ یہ حدیث منسوخ نہیں تو میں کہتا ہوں اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے تو تعارض سے خالی نہیں ہو گی کیونکہ بعض حدیثوں میں پڑھ لینے کا حکم آیا ہے اور بعض میں ممانعت کا حکم ملتا ہے پس بوقت تعارض دونوں حدیثوں پر عمل کرنا محال ہو گا۔ تو اس وقت جس حدیث کو قیاس ترجیح دے گا اس پر عمل کیا جائے گا۔

چنانچہ لمعات التنقیح میں مذکور ہے۔ وحکم تعارض الحدیثین الرجوع الی القیاس والقیاس رجح حکم هذا الحدیث فی صلوة العصر و حکم نهی فی صلوة الفجر کما ذکرنا اگر معترض یہ اعتراض کرے کہ حدیث شریف سے تین وقت میں نماز پڑھنے کی جب ممانعت پائی جاتی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ صبح کی ایک رکعت ادا کرنے کے بعد سورج نکلنے پر پڑھے تو اس کی نماز نزدیک ایک امام صاحب کے نہیں ہو سکتی اور عصر کی نماز اسی صورت پر ہو جاتی ہے جواب اس کا یہ ہے کہ بنا ناقص کی کامل پر نہیں ہو سکتی اور بنا ناقص کی ناقص پر ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وقت نماز عصر کا مائل بغروب ہونے سے سورج کے مکروہ تحریمہ ہوتا ہے اور وقت صبح کا طلوع ہونے تک کامل رہ جاتا ہے پس اس لئے وہ نماز صبح کا سورج نکلنے پر عدم جواز کا حکم دیا گیا اور عصر کی نماز آغاز بوقت تحریمہ بعد ادائے غروب آفتاب کے مع کراہت تحریمی کے حکم نماز جواز کا دیا گیا ہے۔ فافہم

اعتراض نمبر ۴:۔ از جانب میاں عمر الدین غیر مقلد وزیر آبادی شاگرد محمد اسمٰعیل دلاوری۔ امام صاحب کا مذہب ہے اگر عورت دعویٰ کرے کہ فلاں مرد نے میرے ساتھ نکاح کیا ہوا ہے اور گواہ قائم کر دے اور قاضی فیصلہ کر دے کہ یہ اس کی عورت ہے تو اس کو جائز ہے اس عورت کے ساتھ صحبت کر لے۔ اگرچہ حقیقت میں نکاح نہیں کیا ہوا۔ بقلم خود عمر الدین وزیر آباد مسجد برنیوالی مورخہ ۶ دسمبر ۱۹۱۶ء۔

جواب:۔ معترض صاحب! معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کسی استاد فقیہ سے علم فقہ کا کوئی سبق نہیں پڑھا اور نہ کسی اہل اللہ کی مجلس اختیار کی ہے اور محض سنی سنائی باتوں کو دل میں جمالیا ہے اور اعتراض مذہب حنفیہ پر بے دھڑک کر دیا ہے۔ شعر

اگر ہوتا زمانے میں حصول علم بے محنت

تو بس ساری کتابوں کو اک جاہل دھو کے پی جاتا

سبحان اللہ معترض کی عبارت آرائی اور معنی فہمی و استعداد علمی کا اچھی طرح حال کھل گیا۔ شعر

گر خدا خواہد کہ پردہ کس کرد

میلش اندر طعنی پاکان کند

اور اس جگہ بھی معترض صاحب نے اصلی عبارت کو ترک کر دیا اور عبارت اول و آخر سے دور کر دی اور اپنے خیال کے موافق معنی کر لئے اور ناظرین خود اصلی عبارت کو دیکھ کر انصاف فرما سکتے ہیں۔ وہو ہذا

وان شهد شهدان على امراة بالنكاح بقدار مهر مثلها ثم رجعا فلاضمان عليها وكذلك ان شهد باقل من مهر مثلها یعنی جب کوئی شخص کسی عورت پر دعویٰ کرے کہ میں نے اس سے مہر مثل یا مہر مثل سے کم پر نکاح کیا اور گواہ اس امر کی شہادت دے دیں اور ان کی شہادت کے موافق فیصلہ کیا جائے پھر وہ دونوں شہادت سے رجوع کریں اور ان کے رجوع کرنے سے نکاح فسخ نہ کیا جائے گا اور ان دونوں پر کوئی ضمان نہ ہو گی۔ الخ

معترض صاحب سے پہلے بھی اعتراض امام بخاری صاحب نے بلفظ بعض الناس کہہ کر امام صاحب پر کیا تھا اور اس کا جواب فی دفع الوسواس سے لے کر زیر زمین سکوت کا سبق ملا کہ سے پڑھ خواب استراحت میں سو گئے۔ اگر شک ہو تو صحیح بخاری کتاب الحیل باب فی النکاح میں مطالعہ کریں۔ اور بعض الناس فی دفع الوسواس صفحہ ۱۲ کو غور سے دیکھ کر راہ راست پر آ جائیں اور بخاری کے بخار سے نجات پائیں۔ معترض صاحب آپ کو معلوم ہو گا کہ نزدیک علمائے احناف عقود و فسوخ میں حکم قاضی کا ظاہرا" و باطنا" نافذ ہوا کرتا ہے جس کی دلیل امام طحاوی معانی الآثار جلد دوم کتاب القضا در حق نہی عجلال اور بیوی اس کی کے فیصلہ کر دیا تھا اور چناں اس عبارت کے تحریر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس مسئلہ کو مولوی نور بخش صاحب نے اپنی تصنیف الاقوال الصحیح میں بصیغہ بسیط ذکر کر دیا ہے لیکن بطور مشتی نمونہ از خروارے اس جگہ بھی چند الفاظ درج کئے دیتا ہوں۔

هذ المسئلة مبنية علی شئی اخروھو ان قضاء القاضے بالعقود الفسوخ کالنکاح والطلاق والعتاق بشهادة الزور ینفذ ظاهرا" اوباطنا" عند الامام واحتج فی ذلک کما قال شمس الائمة فی المبسوط بماروی ان رجلا" ادعی علی امراة نکاحا" بین یدی علی رضی اللّٰه تعالٰی عنه و اقام شاہدین فقضی علی بالنکاح بینهما فقالت المراة ان لم یکن بدیا امیر المومنین فزوجنی منه فانه لا نکاح بنینا فقال علی رضی اللّٰه تعالٰی عنه شاهداک زوجاک طلبت منه۔ الخ یعنی یہ مسئلہ ایک قاعدہ پر مبنی ہے اور وہ یہ ہے کہ قاضی کا حکم عقود و فوخ میں مچل نکاح و طلاق و اعتاق کے جھوٹی شہادت سے امام صاحب کے نزدیک ظاہر و باطن مں نافذ ہو جاتا ہے جیساکہ شمس الائمہ نے مبسوط میں فرمایا ہے اور اسی روایت سے حجت پکڑی ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک عورت سے نکاح کا دعویٰ کیا اور دو شاہد قائم کئے پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے درمیان نکاح کے ثبوت کا حکم دیا ہے۔ اس پر اس عورت نے عرض کیا یا امیر المومنین اگر کوئی اور چارہ نہ ہو تو اس سے میرا نکاح کر دیں کیونکہ ہمارے درمیان نکاح نہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرے دو گواہوں نے تیرا نکاح کر دیا۔ پس عورت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ اسے زنا سے بچائیں بایں طور کہ ان دونوں میں عقد نکاح کر دیں مگر آپ نے وہ درخواست منظور نہ فرمائی۔ (ورواہ الامام الدار قطنی فی سنہ۔ قادری)

پاس اس صورت میں اگر کوئی شخص کسی عورت پر نکاح کا دعویٰ کرے۔ یا عورت نکاہ بائیں طلاق کا جھوٹا دعویٰ کر دے اور دو گواہ پیش قاضی قائم کر دے اور قاضی نکاح و طلاق کا حکم کر دے تو یہ حکم اس کا ظاہر و باطن اور دونوں کے حق میں بعد ثبوت گواہان نافذ ہو گا اور اسی طرح ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ اگر معترض نے زیادہ تفصیل اس مسئلہ کی دیکھنی ہو تو الاقوا الصحیح فی جواب الجرح علی ابی حنیفہ صفحہ ۲۶۹ و رسالہ بعض الناس فی دفع والسواس کا مطالعہ کرے؟

نوٹ:۔ اگر میاں عمر الدین اس کے بعد کوئی اعتراض کرے گا تو انشاء اللہ ہم اس کا جواب باصواب دوسری جلدوں میں دیں گے اور اسے اور اس کے ہم مذہبوں کو ذرا اپنی کتابوں کو بھی ٹٹولنا چاہئے کہ ان میں کیا کچھ

تحریر ہے۔

آیئے معترضین ذرا گوش ہوش اپنے مذہب کی کتابوں سے بھی کچھ سن لیجئے اور پھر انصاف سے جواب دیجئے۔ وہو ہذا۔

صحیح ہو چکا ہے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے فتویٰ دیا کہ اگر لڑکی گود میں نہ ہو تو اس سے نکاح کرنا درست ہے۔ بعینہ عبارت نقل از فیض الباری شرح صحیح بخاری سپارہ ۲۱ صفحہ ۱۵ سطر ۱۶۔ فرمائیے کہ کیا اس بات کو عقل بھی تسلیم کرتی ہے کہ اگر عورت منکوحہ موطوء مر جائے تو اس کے بعد اس کی لڑکی پچھلے خاوند کی جنی ہوئی ہے نکاح کرنا درست اور صحیح ہو سکتا ہے۔ ہر گز نہیں اور رسالہ تحفۃ المومنین مطبوعہ نو لکشور لکھنؤ صفحہ ۱۷ سے مولانا مولوی احمد رضا خان مجدد مائۃ حاضرہ بریلوی صاحب نے بایں طور فتویٰ غیر مقلدین مثل مولوی نذیر حسین صاحب آنجہانی و قربان علی بانسوی و حیدر علی و عبدالحی و قنوجی وغیرہ ہم کو اپنے رسالہ النیر الشہابی علی تدلیس الوہابی صفحہ ۳۵ میں تحریر فرما ہے۔ وہو ہذا۔

پھوپھی کے ساتھ نکاح درست ہے۔ جامع الشواہد میں ایک دوسرے غیر مقلد کا فتویٰ منقول ہے کہ سوتیلی خالہ سے نکاح حلال ہے۔ خود جناب نذیر حسین صاحب صاحب دہلوی نے ایک وقت میں فتویٰ دیا تھا کہ دودھ کے چچا کو بھتیجی روا ہے۔ کلکتہ سندر یا پٹی سے ۱۳۱۷ء میں سوال آیا تھا کہ ایک غیر مقلد نے اپنے ایک عالم کے فتویٰ کی رو سے اپنے سگے بھانجے کی بیٹی سے نکاح کر لیا اور واقعی۔ شعر

گر ہمیں مفتیاں وایں فتویٰ
اخت و مادر حلال خواہد شد؟

اب فرض کیجئے کہ انہی فتووں پر عمل کر کے ایک غیر مقلدہ عورت وہابی نجلت نے صبح کے وقت اپنے سگے بھتیجے یا یا سوتیلے بھانجے یا دودھ کے چچا یا باپ کے ماموں صاحب سے نکاح کیا اور وہ حضرت بھی اسی کی طرح غیر مقلد وہابی تھے جنہوں نے اسے حلال و شیر مادر سمجھ لیا۔ یا جانے دیجئے یہ فتوے نئے ہیں تو غیر مقلدوں کے پرانے پیشوا داؤد ظاہری کے نزدیک جورو کی بیٹی حلال ہے جب کہ اپنی گود میں نہ پلی ہو۔ یوں غیر مقلدہ نے اپنے سوتیلے باپ غیر مقلد سے نکاح کر لیا پھر دن چڑھے ایک دوسرے غیر مقلد صاحب تشریف لائے اور اس نوجوان آفت جان سے فرمایا یہ نکاح باجماع آئمہ اربعہ باطل محض ہوا تو ہنوز بے شوہر

ہے اب مجھ سے نکاح کر لے۔ غیر مقلدہ بولی کہ ہمارے مذہب کے تو مطابق ہوا ہے اس پر وہابی مولوی نے بکمال شفقت فرمایا کہ بیٹی ایک مذہب پر جمنا نہیں چاہیے اس میں شریعت پر عمل ناقص رہتا ہے بلکہ وقتاً فوقتاً ہر مذہب پر عمل ہو کہ ساری شریعت پر عمل حاصل ہو۔ غیر مقلدہ بولی کہ اچھا مگر نکاح کو تو گواہ درکار ہیں وہ اس وقت کہاں۔ کہا اے نادان لڑکی مذہب امام مالک میں گواہوں کی حاجت نہیں میں اور تو اس پر عمل کر کے نکاح کر لیں پھر بعد کو اعلان کر دیں گے چنانچہ یہ دوسرا نکاح ہو گیا۔ دوپہر کو تیسرے غیر مقلد تشریف لائے کہ لڑکی تو اب بھی بے نکاح آئمہ ثلاثہ کے نزدیک اور خود حدیث کے حکم سے بے گواہوں کو لے کر ایا ہوں مجھ سے نکاح کر لے اس نے کہا اس وقت میرا ولی موجود نہیں وہابی مولوی صاحب نے فرمایا بیٹی تو نہیں جانتی کہ حنفی مذہب میں جوان عورتوں کو ولی کی حاجت نہیں ہم اس وقت مذہب حنفی کا اتباع کرتے ہیں اس پارسا کو تو ساری شریعت پر عمل کرنا پڑا لہذا یہ تیسرا نکاح کر لیا۔ تیسرپہر کو چوتھے غیر مقلد صاحب آدھمکے کہ بیتی تو اب بھی بے سوہر حدیث فرماتی ہے کہ بے ولی کے نکاح نہیں ہوتا اور یہی مذہب امام شافعی وغیرہ بہت آئمہ کا ہے۔ میں تیرے ولی کو لیتا ایا ہوں کہ اب شرعی نکاح مجھ سے ہو جائے۔ اس نے کہا کہ تم میری کفو نہیں نسب میں بہت کھشکر ہے کہا تیرا ولی راضی ہے تو بھی راضی ہو جا تو پھر غیر کفو سے نکاح اکثر آئمہ کا نزدیک جائز ہے۔ اسے تو پوری شریعت پر چلنا پڑا۔ غرضیکہ چوتھا نکاح ان سے کیا۔ نچوڑ کے وقت دو گھڑی دن رہے۔ پانچویں غیر مقلد صاحب بڑی نزاکت سے چمکے کہ بیٹی تو اب بھی کنواری ہے' ہمارے بڑے گورو ابن عبدالوہاب نجدی و ابن القیم و ابن تیمہ صاحبان سب حنبلی تھے حنبلی مذہب میں غیر کفو سے نکاح صحیح نہیں۔ اگرچہ عورت و ولی دونوں راضی ہوں۔ یہ چوتھا تیرا کفو نہ تھا اب مجھ سے نکاح کر غیر مقلدہ سجدہ شکر میں گری کہ خدا نے چار ہی پہر میں پانچوں ہی مذہبوں کی پیروی دے کر ساری شریعت پر عمل کرایا یہ کہہ کر پانچویں بار اس سے نکاح کر لیا۔ آپ وہابی صاحب فرمائیں کہ وہ وہابیہ ایک کی جورو ہے یا پانچوں کی۔ اگر ایک کی ہے تو باقیوں کو اس ایک ہی مذہب کی پابندی پر کس آیت یا صحیح حدیث نے مجبور کیا ہے۔ وہ کیوں نہیں مذاہب مختلفہ پر عمل کر کے اسے دوسرے کے لئے غیر محصنہ اور ہر ایک اپنی جورو نہیں سمجھ سکتے اور وہ بیچاری وہابیت کی ماری کیوں پوری شریعت پر عمل سے روکی جا رہی ہے اور اگر ہاں ہاں اجازت ہے کہ لامذہبی کی بدولت پانچوں صاحب اپنی اپنی جورو جانیں اور وہ

پارسا نازنین پوری شریعت پر عمل کرنے کو ہر شوہر کی باری میں ظاہری مالکی، حنفی، شافعی، حنبلی پانچوں مذہب پر عمل کرتی کراتی رہے۔ تو ہم تو کیا عرض کریں مگر اپنے تیجے ہم مذہب کی بنائی ہوئی کتھا کا وہ مستزاد یاد کر لیجئے کہ شعر

در و پدی رانی مہابھوانی ارجن کی ناری
پانچوں پنڈتن کو بھوگیں اپنی اپنی باری

کہو یہ کونسا دھرم ہے؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم بعینہ فقط

اب مہربانی فرما کر میاں عمر الدین غیر مقلد وزیر آبادی و مولوی ثناء اللہ امرتسری و مولوی الجلیل و علم الدین ساکن ونی و فرقہ غیرہ مقلدین کے علماء ان مسئلوں کا جواب باصواب ۔سند صحیح دیں ورنہ تقلید شخصی پر عمل کریں اور علاوہ ان کے ایک غیر مقلد کے فتوے کی نقل میرے پاس موجود ہے جس میں لکھا ہوا ہے کہ دو بہنوں سے ایک وقت نکاح درست ہے۔

سوال:۔ از جانب مولوی محمد ابراہیم وغیرہ حافظ آباد' مولوی ثناء اللہ امرتسری وغیرہ کہتے ہیں کہ بالکل ہمارے مذہب اہلحدیث کی کسی کتاب میں یہ نہیں لکھا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی بڑے بھائی جیسی تعظیم کرنی چاہیے اور ان کو بڑا بھائی جاننا چاہیے یہ محض حنفیوں کا افتراء ہے اور متعصب ہے جناب اس لئے گزارش ہے کہ آپ مہربانی کر کے اس کا جواب تحریر کریں تاکہ تسلی ہو؟

جواب:۔ بے شک ان کی کتاب تقویۃ الایمان صفحہ ۴۰ میں مولوی اسمٰعیل نے بایں طور حدیث اکرموا اخاکم کے ذیل میں لکھ مارا ہے اور یہ ان کے مطالعہ نہ کرنے کا قصور ہے یا خود جان بوجھ کر اپنے خیال فاسد کو چھپاتے ہیں لیکن ہم کب چھپنے دیتے ہیں۔ وہو ہذا

"یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس بڑے بھائی کی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے بندگی اس کو چاہیے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء امام و امام زادہ' پیر شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی۔ مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھی ہوئے ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم کیا ہے ہم ان کے چھوٹے بھائی ہیں سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہیے۔ الخ من عنیہ۔

اب ناظرین ذرا انصاف فرمائیں کیا رسول اللہ ﷺ و دیگر انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کو بڑے بھائی جیسا سمجھنا چاہئے اور ایک برے بھائی جیسی ہی تعظیم کرنی چاہئے خدا کی پناہ ایسے اہل حدیثوں سے (علماء دیوبند بھی اس کتاب اور اس مصنف سے عقیدت رکھتے ہیں لہٰذا ان کا بھی یہی عقیدہ ہے جو اہلحدیث کہلانیوالوں کا۔ قادری) اور علاوہ اس کے ابن عبدالوہاب نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مزار اقدس اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مزار وغیرہ کو ایسا سمجھنا چاہئے جیسے بت لات و عزیٰ کفاروں کے تھے اور عبارت عربی بعینہ جلد سوم میں مع ترجمہ تحریر ہو چکی ہے جس صاحب کا جی چاہئے دیکھ لے اور ان کے اعتقاد اور ایمان کو سمجھ کر ان کی موانست سے اجتناب کرے۔

بحث شیعہ

سوال:۔ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ اصحاب ثلاثہ نے حضرت مولی مشکل کشا سے خلافت جبراً چھین لی تھی اور نیز خاتون جنت سے باغ فدک کو بھی غصب کر لیا اور حضرت رسول اللہ ﷺ کے بعد اہل بیت کے ساتھ منافقانہ برتاؤ رکھا۔ (نعوذ باللہ منہم) کیا یہ باتیں سچ ہیں؟ قرآن مجید اور معتبر کتب شیعہ سے جواب دو۔ الراقم الہ بخش ازمتے ہٹی علاقہ ملتان؟

جواب:۔ یہ محض ان لوگوں کی بناوٹی باتیں ہیں اور بالکل بے حقیقت جو کچھ دل میں آیا فوراً بے سوچے سمجھے بزرگوں کے حق میں کہہ دیا۔ شعر

ان بزرگوں کو برا کہنے سے کیا پھل پائیں گے
دیکھ لیں گے آج اس کی کیا سزا کل پائیں گے

اصل بات یہ ہے کہ خلافت حقہ اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کو بحکم خداوند لایزال و کمیٹی صحابہ مہاجرین و انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ملے اور بایمان و عدل و انصاف و شریعت محمد رسول اللہ ﷺ پر پورا پورا عمل کیا اور صراط مستقیم پر ہر ایک نے یکے بعد دیگرے شربت شہادت پی کر روضتہ الجنت میں دائیں و بائیں جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے مقام فرمایا اور یہ مسئلہ قرآن مجید کتب فریقین سے بالکل ظاہر اور واضح ہے اور اس کا ذکر جلد اول میں بھی کتب شیعہ سے تحریر کر دیا گیا اور اس مقام پر بھی چند آیات بینات و معتبر کتب شیعہ سے فقیر عبارتیں بطور سند تحریر کر دیتا ہے تاکہ ناظرین کو یہ یقین آجائے کہ ان کی

کیا شان ہے اور اس مسئلہ کا فیصلہ خداوند کریم نے کس طرح کیا ہے اور متعترضین بھی ضد و عناد کی پٹی چشم دل سے کھول کر بنظر غور دیکھ کر انصاف فرمائیں کہ یہ آیات بینات کن لوگوں کے حق میں نازل ہوئیں۔ وہوہذا

قال اللّٰہ تعالیٰ وما عنداللّٰہ خیر وابقی للذین امنوا وعلٰی ربھم یتوکلوں والذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش واذا ماغضبوھم یغفرون والذین استجابوا لربھم واقامو الصلوۃ وامر ھم شوری بینھم و مما رزقنھم ینفقون (سورۃ شوریٰ پ ۲۵) یعنی اور جو کچھ نزدیک اللہ کے ہے بہتر ہے اور بہت باقی رہنے والا واسطے ان لوگوں کے کہ ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں اور وہ لوگ جو بچتے ہیں بڑے گناہوں سے اور بے حیائیوں سے اور جس وقت کہ غصے ہوتے ہیں بخش دیتے ہیں اور وہ لوگ کہ قبول کیا انہوں نے واسطے رب اپنے کے اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور کام ان کا مشورت سے ہے درمیان ان کے اور اس چیز سے کہ دی ہے ہم نے ان کو خرچ کرتے ہیں۔

قولہ تعالیٰ والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ورضوا عنہ واعلھم جنت تجری من تحتھا الانھار خلدین فیھا ابدا ذلک الفوز العظیم (سورۂ توبہ پ ۱۱) یعنی آگے بڑھ جانے والے ایمان لانے سے پہلے ہجرت کرنے والوں سے اور مدد دینے والوں سے اور وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں ان کے ساتھ نیکی کے راضی ہوا اللہ ان سے اور راضی ہوئے وہ اس سے اور تیار کئے واسطے ان کے باغات بہشت کہ چلتی ہیں نیچے ان کے نہریں ہمیشہ رہنے والے ہیں بیچ ان کے یہ مراد پانا ہے بڑا۔

قولہ تعالیٰ وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللّٰہ (پارہ چہارم) یعنی اور مشورہ کر ان سے بیچ کام کے پس جب تو قصد کرے پس بھروسہ کر اوپر اللہ کے۔

وقولہ تعالیٰ وعداللّٰہ الذین امنوا منکم وعملوالصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم (سورۃ نور) یعنی وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم سے اور کام کئے اچھے البتہ خلیفہ

کرے گا ان کو بیچ زمین کے جیسا خلیفہ کیا تھا ان لوگوں کو جو پہلے ان سے تھے اور البتہ ثابت کر دے گا واسطے ان کے دین ان کا۔

وقولہ تعالیٰ ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلتہ و کفی باللّٰہ شھیدا محمد رسول اللّٰہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا" سجدا" یبتغون فضلا" من اللّٰہ و رضوانا سیماھم فی وجوھم من اثر السجود ذلک مثلھم فی التورتہ و مثلھم فی الانجیل (سورہ فتح پ ۲۶) یعنی وہ اللہ جس نے بھیجا پیغمبر اپنا ساتھ ہدایت کے اور دین حق کے تاکہ غالب کرے اس کو اوپر تمام دینوں کے اور کافی ہے اللہ گواہی دینے والا محمد ﷺ رسول ہے اللہ کا اور جو لوگ کے ساتھ اس کے ہیں سخت ہیں اوپر کفار کے رحم دل ہیں درمیان اپنے دیکھتا ہے تو ان کو رکوع کرنے والے اور سجدہ کرنے والے چاہتے ہیں فضل خدا کا اور رضامندی اس کی اور ان کے چہروں پر سجدوں کے نشان ہیں یہ صفت ان کے بیچ تورات کے ہے اور صفت ان کی بیچ انجیل ہے۔

وقولہ تعالیٰ و من یطع اللّٰہ و رسولہ فاؤلئک مع الذین انعم اللّٰہ علیھم من النبین والصدیقین والشھداء والصلحیں حسن اولئک رفیقا (پارہ ۵) یعنی جو کوئی فرمانبرداری کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی پس یہ لوگ ساتھ ان لوگوں کے ہیں کہ نعمت کی اللہ نے اوپر ان کے پیغمبروں سے اور صدیقوں سے اور شہیدوں سے اور صالحین سے اور اچھے ہیں یہ لوگ رفیق۔

ان آیات بینات سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ حکومت و خلافت کی بنا شوریٰ یعنی شورہ اجماع اصحاب مہاجرین و انصار مسلمین پر منحصر تھی سو یہ بات کسی فرد اہل علم پر مخفی نہیں کہ تمام اصحاب مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کے اتفاق سے اصحاب ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یکے بعد دیگرے خلیفہ ہوئے اور فضیلت اصحاب مہاجرین و انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بایں طور پر ظاہر ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ان کے افعال حسنہ صادر ہونے پر راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے خوش ہو کر جنت میں جا بسے اور جو شخص اجماع صحابہ سے منکر ہوا اس کا مقام دوزخ ہوا اور ان آیات کی تفسیر حضرت مولانا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے خط میں بھی اسی طرح بیان فرمائی

ہے۔

معتبر کتاب شیعہ اخبار ماتم جلد اول مطبوعہ حسینہ رامپوری صفحہ ۲۶۰ میں ہے۔ فلما خرجوا من عنده علیه السلام فی مرضه و بقی عنده العباس و الفضل وعلی واهل بیته خاصته فقال له العباس یا رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه و آله وسلم ان یکن هذا الامر فینا مستقر من بعد فبشرنا وان کنت تعلم ان نغلب علیه فاوص بنا فقال انتم المستضفون من بعدی ترجمہ صفحہ ۔۔۔۔۔۔۔ پر دیکھو۔

علاوہ اس کے یہ طعن جو شیعہ کا ہے کہ اصحاب ثلاثہ منافق ہو کر مرے نعوذ باللہ یہ خیال ان کا بالکل باطل ہے اور فاسد ہے کیونکہ قران مجید سورۂ احزاب میں اللہ تعالٰی نے صاف صاف فیصلہ کر دیا ہے اور فرما دیا ہے کہ اے حبیب ﷺ تیرے شہر میں ہم کوئی منافق نہ رہنے دیں گے اور نہ ہی کوئی تیرا ہمسایہ منافق ہو گا اور یہ بھی فرما دیا کہ اگر کوئی شخص برخلاف شریعت یعنی حکم تیرے کے کام کرے گا تو ہم اس کو تیرے شہر سے جلدی نکال دیں گے اور ملعون بنا کر قتل کرا دیں گے۔ سبحان اللہ اصحاب ثلاثہ تو آپ کے اعلان نبوت و حیات مبارک سے لے کر اب تک آپ کے روضہ طیبہ اور شہر میں دائیں بائیں رونق افروز ہیں اور وہ آیت یہ ہے۔

لئن لم ینته المنافقون والذین فی قلوبهم مرض والمرجفون فی المدینة لنغرینک بهم ثم لا یجاورونک فیها الا قلیلا ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا" یعنی البتہ اگر نہ باز رہیں گے منافق اپنی شرارت سے اور وہ لوگ جو بیچ دل ان کے بیماری ہے اور بد خبر اڑانے والے بیچ شہر یعنی مدینہ کے پیچھے لگا دیں گے تجھ کو ان کے پھر نہ ہمسایہ رہیں گے بیچ اس کے مگر تھوڑے دن لعنت مارے جہاں پائے جائیں پکڑے جائیں اور قتل کئے جائیں خوب قتل کرنا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا وہ خط جو کہ بنام امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لکھا گیا تھا وہ یہ ہے۔ ومن کتاب له علیه السلام الی معاویة۔ انه بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر و عثمان علی مابیعوهم علیه فلم یکن لشاهدان یختار ولا للغائب ان یردانما

الشوری للمهاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل و سموه اماما" کان ذلک للہ رضی فان خرج من امرهم خارج نبطعن او بدعته ردوه الی ماخرج منه فان ابی قتلوه علی اتباعه غیر سبیل المومنین ولا اللّٰہ ماتولی ولعمری یا معاویه لان انظرت بعقلک دون هواک لتجدنی ابرء الناس من دم عثمان ولتعلمن انی کنت فی عزلة عند الا ان تتجنی فتجن مابدالک والسلام (کتاب نہج البلاغہ صفحہ ۱۹۸ مطبوعہ ایران و مصری) (نہج البلاغۃ جلد ۳ صفحہ ۷ طبع بیروت لبنان مع شرح شیخ محمد عبدہ۔ قادری)

(ترجمہ) بے شک اس قوم نے مجھ سے بیعت کی ہے جس نے ابوبکر و عمر و عثمان کی بیعت کی تھی اسی امر خلافت پر کی ہے اب نہیں کسی شخص حاضر اور غائب کو یہ اختیار کہ اس امر کو رد کرے اور علیحدہ کوئی رستہ اختیار کرے کیونکہ یہ کام اجماع مہاجرین و انصار سے محکم ہو چکا ہے پس جس شخص کو انہوں نے اجتماع یعنی کمیٹی سے نامزد کر دیا ہو وہ اللہ کے ہاں پسند ہے پس اگر نکلا کوئی شخص اس معاملہ سے طعن یا جدائی کر کے پھیر لاؤ اس کو طرف اس کی جس سے وہ بھاگا ہے پس اگر انکار کیا اس نے تو مار ڈالو اور نہ پیروی کرنے راستے مومنوں کے پھر پہنچا دے گا اللہ اس کو پسندیدہ بات پر اور قسم مجھے عمر بخشنے والے میرے کی اور معاویہ رضی اللہ عنہ اگر تو نظر غور سے خیال کرے تو پائے گا تو بڑا بری تمام آدمیوں سے خون عثمان رضی اللہ عنہ کے سے اور ضرور جانتا کہ تھا کہ میں اس وقت گوشہ میں اس سے اگر تو بدلہ لیتا ہے تو اس سے لے جس پر ثبوت پائے۔

دوسرا خط حضرت امیر المومنین کا یہ ہے کہ بنام امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس کے جواب میں لکھا ہے واما ماذکرت منازل اکفاء و فضائلهم فنقول نحن و جدنا افضلهم فی دین اللّٰہ ابابکر العتیق والصدیق ثم عمر فاروق الذی لا یخاف فی اللّٰہ لومة لائم ثم ذی النورین عثمان الذی یستحی منه الملئکة ولعمری ان مکانهم فی السلام لعظیم فرحمهم اللّٰہ وجزاهم احسن ماعملوا

(ترجمہ) یعنی اے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو مجھ کو خلفاء کے فضائل یاد دلاتا ہے ہم نے ان کو یعنی مراتب سب

خلفاء سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کے دین میں افضل پایا۔ پھر فاروق رضی اللہ عنہ کو کہ جاری کرنے احکام دین میں کسی ملامت کنندہ سے نہیں ڈرتے تھے۔ مجھے اپنی عمر کی قسم ہے کہ اسلام میں خلفاء مذکورہ کا بڑا مرتبہ ہے اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمت ہو اور اچھے اجر ان کو ملیں اور قاتل عثمان رضی اللہ عنہ کے قبر اور سودان ہیں جو اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں ہی قتل کئے گئے یعنی محاصرہ میں اور وہ مصریوں میں سے تھے اور باقی محاصرین وغیرہ نے توبہ کرلی اور تو میرے ہاتھ پر بیعت کرلے۔

نہج البلاغہ اور کتاب احقاق الحق امام جعفر علیہ السلام سے شیخین کی بایں طور تعریف ہے هما امامان عادلان قسطان کانا علی الحق وماتا علی الحق رحمها اللّٰہ تعالٰی فی یوم القیمة

(ترجمہ) وہ دونوں امام عادل تھے یعنی ابو بکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہ صاحب انصاف تھے اور دونوں حق پر تھے اور دونوں حق پر مرے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی مہربانی سے رحمت کرے قیامت کے دن تک۔

کتاب معتبر شیعہ تحفہ الاثریعہ مطبوعہ یوسفی مقصد اول صفحہ ۴۳۷ بروایت کشف الغمہ میں ہے سئل الامام ابو جعفر علیہ السلام عن حلیة السیف هل یجوز فقال نعم قد حلی ابو بکر الصدیق سیفه فقال الرواة اتقول هکذا فثب الامام عن مکانه فقال نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یقل له الصدیق فلا صدق اللّٰه قوله فی الدنیا والاخرة

(ترجمہ) کسی نے امام جعفر محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ تلوار کے قبضہ پر چاندی سونے سے نقش و نگار کرنا جائز ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں درست ہے۔ بے شک ابو بکر صدیق نے اپنی تلوار پر چاندی کا زیور لگایا تھا راوی نے کہا کیا وہ صدیق تھے جو آپ کہتے ہو پس آپ غصہ میں آکر مکان سے اچھلے اور فرمایا ہاں صدیق، ہاں صدیق، ہاں صدیق۔ پس جو ان کو صدیق نہ جانے اللہ تعالیٰ اس کے قول کو دنیا و آخرت میں سچا نہ جانے۔

اور جواب دربارۂ باغ فدک جو کہ موضع خیبر کے نزدیک تین منزل مدینہ طیبہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا تھا اور آپ اس کو مال فئی کے طور پر سال بسال بوجہ مال غیر منقولہ ہونے کے یاقربا و مساکین مہاجرین و

انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں نے تقسیم کر دیا کرتے تھے اور آپ کی ذات بابرکات کو دو وجہ سے مال حاصل ہوا کرتا تھا یا تو مال غنیمت جو کہ جنگ و جدل و بسبیل قہر و غلبہ سے یا مال فئی جو صلح و بغیر فوج کشی کے۔ پس اگر یہ باغ فدک مال غنیمت میں تصور کریں یا مال فئی میں تو ہر دو صورت میں حضور ﷺ کے اقربا ہی اس کے حقدار نہ ہوں گے بلکہ جملہ اصحاب مہاجرین و انصار و یتیم و مسکین بھی قیامت تک حقدار رہیں گے چنانچہ قرآن مجید ان ہر دو صورت میں مال کی تقسیم اور مستحقین کے لئے مفصل بیان کرتا ہے۔ وھوہذا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ واعلموا انما غنمتم من شئی فان للّٰہ خمسه وللرسول ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمسکین وابن السبیل ان کنتم امنتم باللّٰہ (پارہ ۱۰) یعنی اور جو کچھ پھیر لایا اللہ اوپر رسول اپنے کے ان میں اور نہیں دوڑائے تم نے اوپر اس کے گھوڑے نہ اونٹ لیکن اللہ مسلط کرتا ہے رسولون اپنے کو اوپر اس کے جس کے چاہتا ہے۔ الخ۔ جو کچھ پھیر لایا اللہ اوپر رسول اپنے کے اور بستیوں والوں سے پس واسطے خدا اور واسطے رسول کے اور واسطے قرابت والے اور یتیموں کے اور مسکینوں کے اور مسافروں کے اور اس کے آ۔گے یوں فرما دیا ہے۔

للفقر آء المهاجرین الذین اخرجوا من دیارهم واموالهم یبتغون فضلاً من اللّٰہ ورضوانا و ینصرون اللّٰہ و رسوله اولئک هم الصادقون یعنی یہ مال واسطے فقیروں، وطن چھوڑنے والوں کے ہے جو نکالے گئے اپنے گھروں سے اور مال اپنے سے چاہتے ہیں فضل خدا کے سے اور رضامندی اور مدد دیتے ہیں خدا کو اور اس کے رسول کو یہ لوگ وہی ہیں سچے۔

علاوہ اس کے خود کتب شیعہ معتبرہ سے ثابت ہے کہ مال گروہ انبیاء کا صدقہ کا حکم رکھتا ہے اور خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے باغ فدک دے دیا تھا اور خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت امیر المومنین خلیفہ پر راضی ہو گئی تھیں۔ چنانچہ کافی کلینی کتاب شیعہ العقل والجہل باب صفت العلم بروایت امام جعفر صادق اور اس کی شرح شافی میں ہے۔

ان الانبیاء لم یرثوا درهما ولا دینار وانما یرثوا من احادیثهم فمن اخذ بشئی منها فقد اخذ حظاوافرا از انبیاء ہرچہ باقی ماندہ اگرچہ ترک است دران حکم ترکہ نیست۔

اور کتاب فریقین میں یہ بات بھی ظاہر ہے کہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خلیفہ اول کی طرف ایک قاصد بھیجا اور اپنے دروازے پر بلا کر باغ فدک کے بارے میں گفتگو روبرو اپنے خاوند اور ابن عباس کے خلفیہ اول سے کی اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث ان کے جواب میں بیان کی۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم لا نرث ولا نورث ما تر کناہ صدقۃ اور حاضرین کو کہا کہ تم نے یہ حدیث حضور ﷺ سے کبھی سنی ہے یا نہیں کہا مولا علی رضی اللہ عنہ نے کہ بے شک ہم نے سنی ہے تب خاتون جنت نے سکوت اختیار کیا۔ آخر الامر خلیفہ اول نے یہ باغ فدک خاتون جنت کو لکھ دیا۔ دیکھو کتاب شیعہ معتبرہ نہج الکرامت شیخ ابن مطہر علی لما وعظت فاطمة ابابکر فی فدک کتب لھا کتابا" یعنی جبکہ خاتون جنت نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو وعظ فدک کے معاملہ میں کیا تو صدیق اکبر نے لکھ کے باغ فدک ان کو واپس کر دیا۔

کتاب نہج البلاغۃ جلد اول جزو ۲ میں لکھا ہے کہ بڑی خوشی سے مولا علی رضی اللہ عنہ نے بعد انتقال خاتون جنت کے بیعت صدیق اکبر کی اور اتنی مدت ناراض اس لئے رہے کہ مہاجرین و انصار نے وقت مقرر کرنے خلیفہ اول کے مشورہ ان سے نہیں لیا تھا اور وہ عبارت یہ ہے۔ معتبر شرح نہج البلاغ جلد اول جزو ۲ وغضب علی علیہ السلام فی بیعت ابی بکر رضی اللّٰہ عنہ وقال ما غضبت الا فی المشورۃ وانا لنری ابا بکر احق الناس بھا انہ لصاحب الغار وانا لنعرف لہ سنہ ولقد امرہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم بالصلوۃ فی الناس وھو حی یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رنجیدگی ابو بکر کی بیعت میں ظاہر فرمائی اور کہا کہ میں صرف مشورہ میں نہ بلائے جانے کی وجہ سے ناراض ہوں اور البتہ ہم ابو بکر کو بس لوگوں سے دربارہ خلافت زیادہ حقدار سمجھتے ہیں بوجہ صاحب ہونے غار کے اور بسبب بڑی عمر کا ہونے کے اور بے شک حضور ﷺ نے اپنی عین حیات میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کو لوگوں میں نماز کے پڑھنے کا ارشاد فرمایا تھا۔

کتاب شرح نہج البلاعہ میں مولوی سلطان محمود نے جزو دوم میں نیز بایں طور لکھا ہے وروی انہ کانت وجوہ الناس الی علی علیہ السلام فلما ماتت فاطمة علیھا السلام انصرفت وجوہ الناس عنہ وخرج من بیتہ فبایع ابا بکر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ

وکانت مدة بقائها بعد ابیها علیه السلام سنة اشهر مروی ہے کہ آدمیوں کے خیالات بوجہ تعجب کے علی علیہ السلام کی طرف درباری بیعت کر ہو گئے تھے۔ پس جب مائی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا لوگوں کے وہ خیال رفع ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے خانہ سے نکل کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تشریف لا کر پھر بڑی خوشی سے بیعت کر لی اور خاتون جنت رضی اللہ عنہا اپنے باپ کے بعد چھ ماہ زندہ رہ کر فوت ہو گئیں۔

مزیدار مناظرہ شیعہ باسنی سنہ ۱۹۱۷ء

فضائل خلفاء الراشدین میں گفتگو شروع ہوئی تو پہلے شیعہ صاحب نے کہا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت مولی مشکل کشاء کے بارہ میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسد اللّٰہ الغالب رفیق حنفی نے کہا کہ میں تو نہیں جانتا لیکن اسد اللہ المغلوب کو تو جانتا ہوں۔ شیعہ صاحب سن کر متعجب ہو گئے اور کہا مولوی صاحب یہ کیا بات آپ نے کہی۔ رفیق حنفی نے جواب دیا کہ جناب دیکھو اور سنو بقول آپ کے خلیفہ اول نے خلافت مولی علی رضی اللہ عنہ سے چھین لی وہاں بھی مغلوب ہی رہے اور جب خلیفہ اول کا انتقال ہوا تو پھر بقول آپ کے خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے چھین لی' وہاں بھی ان کی مغلوبیت ظاہر ہوئی۔ پھر ان کے انتقال کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ سوم نے بھی بقول آپ کے خلافت چھین لی' وہاں بھی مغلوب ہی رہے۔ پھر بعد ان کے جب آپ خلیفہ ہوئے تو پھر آپ سے بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بقول آپ کے ملک چھین لیا اور پھر اس کے بعد بقول آپ کے اس کے بیٹے یزید عنید نے بھی مولا مشکل کشا رضی اللہ عنہ کے فرزندوں سے ملک وغیرہ چھین کر ان کو بھی شہید کر ڈالا۔ جن کا اب تک آپ شیعہ صاحبان سال بسال تعزیہ نکالتے ہیں۔ کیا پھر بھی اسد اللّٰہ الغالب ہیں۔ کیا جو ہر بات اور ہر امر میں غالب ہوتا ہے پھر بھی وہ کبھی اپنا حق تلف اور غضب ہونے دیتا ہے اور تقیہ کر سکتا ہے۔ ہر گز نہیں۔

شیعہ صاحب لاجواب ہو کر خاموش ہو گئے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد رفیق حنفی نے کہا کہ بے شک حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے حق میں حضور علیہ الصلوٰے والسلام نے یہ حدیث فرمائی۔ لیکن ان کا معنی اور مطلب اور ہے اور اگر شیعہ صاحبان کہیں کہ یہ بات غلط ہے ایسا معاملہ نہیں ہوا۔ تو پھر ہم کہتے ہیں کہ اصحاب ثلاثہ پر اعتراض کیا اور کس لئے شب و روز خلافت کے بارہ میں جھگڑا کرتے رہتے ہو اور طرح طرح کے طعن و تشنیع بزرگان خدا پر کرتے ہو؟

سوال:۔ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ بوقت انتقال رسول اللہ ﷺ نے قلم دوات طلب کی اور منشاء یہ تھا خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تحریر کر دی جائے لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس سے انکار کیا اور حکم آپ کی ذات کا نہ مانا۔ اور عاصی ہوا (نعوذ باللہ من ذالک) اب مہربانی کر کے اس کو جواب کتب شیعہ سے تحریر فرمایا جائے؟

جواب:۔ یہ محض ان لوگوں کی غلطی اور غلط فہمی کی بات ہے اور اپنی کتابوں کو مطالعہ نہ کرنے کا سبب

ہے۔ دیکھو انہی کی کتاب معتبر اخبار ماتم مطبوعہ حسینی رامپوری میں مجلس اول صفحہ ۶۰ پر بایں طور مذکور ہے۔

فلما خرجوا عن عنده علیه السلام فی مرضه و بقی عنه العباس و الفضل و علی اهلی ے خاص ے فقال له العباس یا رسول الله صلی الله علیه و سلم ان یکن هذا الامر فینا مستقرا" من بعدک فبشرنا وان کنت تعلم انا نغلب علیه فاوص بنا فقال انتم المستضعفون من بعدی اس کا ترجمہ صاحب مجمع نے اس طرح پر لکھا ہے کہ رسول خدا ﷺ کی مرض الموت میں جب سب حاضرین بعد پوچھنے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے گھر سے نکلے اور باقی رہے عباس و فضل و علی علیہم السلام تو عباس بولے کہ اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اگر امر خلافت بعد آپ ہم کو ملے تو آپ اس کی بشارت دیں۔ اور اگر جانتے ہیں کہ ہم باز رہیں گے اس سے تو ہمیں وصیت کر دیں جواب دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ عاجز ہو اٹھاتے بوجھ امارت سے بعد میرے۔

تفسیر مجمع البیان جلد دوم آیت سورۃ تحریمہ کی ذیل لکھا ہے۔ وہوہذا واذا سر النبی الی بعض زواجہ ○ روی عن النبی انه یوما لعائش ے جامع ماری ے القبطی ے فو تفت حفص ے رضی اللہ تعالیٰ عنہا علی ذلک فقال لھا رسول الله لا تعلمی عائش ے بذلک و حرم ماری ے علی نفسه ولما حرم ماری ے اخبر حفص ے انه یملک من بعده ابو بکر و عمر یعنی حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے عاشہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دن اپنی لونڈی ماریہ قبطیہ سے خلوت کی اور مائی حفصہ اس پر واقف ہو گئی اور فرمایا آپ نے اے حفصہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس بات کی خبر نہ کرنا اور جھٹ حرام کر دیا اپنے پر ماریہ قبطیہ کو اور خبر دی حفصہ نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو راز مذکورہ کی اور پوشیدہ کیا آنحضرت ﷺ سے اور خبر کر دی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس بات کے ساتھ اس آیت کے واذا سر النبی اور جب حرام کیا آپ ﷺ نے ماریہ کو تو خبر دی کہ بعد میرے ابو بکر و عمر و عثمان میرے خلیفہ ہونگے۔

ایسا ہی تفسیر عمدۃ البیان معتبرہ شیعہ مطبوعہ مطبع یوسفی جلد نمبر ۲ صفحہ ۵۸۲ میں صاحب مجمع نے بایں طور عبارت نقل ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر حرام کیا اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس راز کے پوشیدہ رکھنے کی بہت تاکید کی اور فرمایا ایک راز میرا اور ہے تیرے روبرو اس

کو بھی بیان کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ میرے پیچھے ابو بکر اور عمر باپ تیرا مالک اس امت کے ہوں گے اور بادشاہت کریں گے اور اس کے بعد حضرت عثمان غنی حکومت کرے گا۔ حفصہ یہ بات سن کر بہت خوش ہوئی اور دونوں راز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جا کر کہہ دیئے اور خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی واذ سر النبی الی بعض ازواجہ (الایۃ) پس ان ہر دو روایت شیعہ سے صاف صاف ثابت ہوا کہ خلافت بلا فصل حق اصحاب ثلثہ کے ہو چکی تھی اور یہ بھی ثابت ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ و فضل رضی اللہ عنہ عباس رضی اللہ عنہ نے خود اس بارہ میں سوال کیا تو آپ نے صاف صاف زبان فیض ترجمان سے فرمایا کہ تم یہ بوجھ نہیں اٹھا سکتے تم ضعیف اور ناتواں ہو پھر شیعہ صاحبان نے یہ کہاں سے نکال لیا ہے کہ آپ کی ذات کا منشا حق خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لکھ دینے کا تھا۔ ذرا وہ کوئی دلیل صحیح تو پیش کریں۔ اور علاوہ اس کے کتاب اہل سنت و والجماعت ترمذی شریف جلد دوم میں بایں طور لکھا ہے۔

قال قال رسول اللّٰہ علیہ وسلم الخلافۃ فی امتی ثلاثون سنۃ ثم یکون ملکاثم یقول سفینۃ امسک خلافتہ ابی بکر ثم خلافۃ عمر ثم خلافۃ عثمان ثم خلافۃ علی (رضی اللّٰہ تعالٰی عنھم اجمعین) یعنی میری امت سلسلہ خلافت موافق سنت میری کے تین برس تک رہے گا بعد اس کے بادشاہ بہت آئیں گے۔ پھر سفینہ واسطے سمجھانے کے کہتا کہ۔ اس بات کو یاد رکھ کہ خلافت ابو بکر کی' پھر عمر کی' پھر عثمان کی' پھر حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی' پس بنا پر اس حدیث شریف کے ان کے خلافت بایں طور پر ثابت ہوئی اور نقشہ مدت خلافت مفصلہ ذیل ہے۔

(نقشہ خلافت خلفاء الراشدین بمع مدت خلافت)

خلافت ابو بکر صدیق	خلافت عمر	خلافت عثمان	خلافت علی
۲ برس چار ماہ	۱۰ برس چھ ماہ	۱۲ برس چند یوم کم	۴ برس ۹ ماہ یا ۵ ماہ

اور جو شیعہ صاحبان نے یہ کہا ہے کہ آپ کا منشاء خلافت مولا علی رضی اللہ عنہ کو لکھ دینے کا تھا سو یہ بات ان کی ان دلائل قاطع سے قطع ہو گئی کیونکہ جب آپ پہلے یہ حکم بحالت صحت تندرستی ترتیب حق خلفاء راشدین فرما چکے تھے تو پھر یہ لکھنے کی کیا ضرورت تھی اور اصل اور سچ یہ بات یہ ہے کہ باعث طلب کاغذ قلم دوات کوئی آدمی نہیں جانتا کہ آپ کی ذات برکات کا مافی الضمیر کیا لکھنے کا تھا۔ یہ محض مذہب فریقین کی اپنی اپنی رائیں ہیں کیونکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا فیصلہ پہلے ہی فرما چکے تھے جیسا کہ کتب شیعہ سے ثابت ہو چکا ہے اور ایسا ہی کتب اہل سنت و الجماعت میں مذکور ہے۔ (بلکہ کتب اہل سنت میں صحیح السند حدیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارہ خلافت نامہ لکھنا چاہتے تھے (ملاحظہ ہو صحیح مسلم) لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نیاز مندانہ مشورہ سے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب ہی کافی ہے ہم حضور کو حال میں کچھ تکلیف دینا گوارا نہیں کرتے آپ نے پھر لکھنے کا ارادہ ترک فرما دیا اور اس لئے ترک فرمایا کہ آپ کو یقین تھا کہ آپ جیسا چاہتے ہیں آپ کے بعد اللہ ویسا ہی کرے گا۔ قادری۔) چنانچہ کتاب مناقب العشرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات امرت دینیہ سے سوال کی گئی تو آپ نے فرمایا تومرو ابا بکر تجدوہ امینا" زاھدا" فی الدنیا راغبا" فی الاخرۃ وان تومروا عمر تجدوہ قویا" امینا" لا یخاف فی اللّٰہ لومۃ لائم یعنی اگر تم ابوبکر کو امردین میں بناؤ گے تو اس کو پاؤ گے تم امانت دار اور پرہیز گار دنیا میں اور قیامت میں راغب اور اگر بناؤ گے عمر فاروق کو امیر تو پاؤ گے اس کو قوی امین نہ ڈرے گا کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے احکام کے جاری کرنے میں اور علاوہ اس کے یہ بھی فرما دیا ھذان السمع والبصر یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ یہ دونوں بمنزلہ چشم و گوش کے ہیں۔ (نقل از تفسیر حسن عسکری) اور علاوہ اس کے یہ جو شیعہ صاحبان کا خیال ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سامان لکھنے کا نہ آنے دیا بلکہ اور کو بھی منع کر دیا اور آپ نے ضرور لکھنا تھا کیونکہ آیت وما ینطق عن الھوی اس پر شاہد ہے۔ سو اس کا جواب فقیر چند وجہ پر تحریر کر دیتا ہے اول یہ کہ واقعہ

بروز پنج (پنج شنبہ جمعرات اور دو شنبہ پیر کا روز) شنبہ ہوا اور آپ ﷺ کا وصال بروز دو شنبہ ہوا۔ تو پھر آپ ﷺ کی ذات بابرکات نے چار پانچ روز میں باوجودیکہ نمازیں بھی مسجد میں آکر ادا کیں تو پھر آخر لکھنا ضروری تھا کیوں نہ لکھایا کیوں نہ اس وقت آپ نے اقربا کو فرما دیا کہ تم سامان لکھنے کا لاؤ بلکہ بجائے اس کے اہل بیت کے سوال پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا یہ کام نہیں تم اس سے عاجز ہو۔ مکرر اور دوسری بات یہ ہے کہ اس وقت آپ کی ذات مبارک کو شدت مرض میں نہایت تکلیف ہو رہی تھی اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کے نہایت عاشق تھے اور اگر آپ کو کسی وجہ سے کوئی تکلیف ہوا کرتی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ برداشت نہ کر سکتے تھے۔

چنانچہ کتاب زبدۃ المصائب مطبوعہ نو لکشور مجلس ۶ صفحہ ۹۱ میں مذکور ہے کہ ایک دن ایک اعرابی نے آنحضرت ﷺ کے حق میں کچھ کلمات ناشائستہ کہے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کو گرفتار کرنے کے لئے غصہ میں کھڑے ہو گئے۔ وہوہذا۔ فوثب له عمر ابن الخطاب ليبطش به فقال له النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اجلس یا ابا الحفص یعنی عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ اس کے گرفتار کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے تو آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اے ابو حفص۔ اور ایسا ہی واقعہ ہوا کہ آپ کو اس روز بیماری کی وجہ سے سخت تکلیف ہو رہی تھی۔ اور لوگ طرح طرح کے خیال اور آواز ظاہر کر رہے تھے اس لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا اے لوگوں تم شور مت کرو چونکہ آپ کی ذات کو سخت تکلیف ہو رہی ہے اور تمہارے پاس قرآن مجید موجود ہے اور اس میں کوئی ایسا مسئلہ نہیں جو ظاہر نہ ہو چکا ہو۔ لا رطب ولا یابس الا فی کتب مبین اور ما فرطنا فی الکتب من شی (علی ہذا القیاس) بھی شاہد ہے کہ غرضیکہ قرآن مجید میں ہر طرح کے مسائل "عبادت "اشارۃ" و کنایۃ" و دلالۃ واقتضاء" و صراحۃ" موجود ہیں۔ اور قرآن مجید ہر طرح سے مکمل ہو چکا ہے۔ اور فرمایا قد غلب علیہ الوجع و عندکم القرآن حسبکم کتاب اللّٰہ یعنی آپ کی ذات پر بیماری کا غلبہ سخت ہے اور تمہارے پاس قرآن مجید ہے۔ کافی وافی ہے تم کو قرآن۔

اب شیعہ صاحبان ذرا سوچیں اور انصاف کریں اور اس کا جواب دیں اور دوسرا جو شیعہ صاحبان نے آیت پیش کی ہے کہ آپ نے بحکم وحی قلم دوات طلب کی تھی یہ بالکل غلط کیونکہ اگر یہ حکم ایسا ہی

ہوتا تو آپ ضرور لکھتے کیونکہ یہ نبی کا کام نہیں کہ تبلیغ احکام سے رکیں یا چھپائیں اور پورا نہ کریں۔

چنانچہ کتاب شیعہ امرۃ البصائر جلد دوم مطبوعہ نو لکشور صفحہ ۳۸ میں لکھا ہے جناب سید المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پیغمبر کو جائز نہیں ہے کہ جس کے ساتھ اسے بھیجا گیا ہے چھپائے۔ گو خوف قتل کا کیوں نہ ہو کیونکہ اس سے یقین حاصل ہے ساتھ اس بات کے حق تعالیٰ نے اسے پیغمبری پر اپنی مبعوث فرمایا اور وہ اس کو بچانے والا ہے قتل سے اس وقت تک کہ رسالت ادا کی جائے اور دعوت سنائی جائے ورنہ تو غرض بعثت ناقص ہو جائے گی۔

پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ آپ نے بحکم وحی یہ حکم صحابہ کو نہیں فرمایا تھا۔ ورنہ کیوں اتنی مدت میں تحریر نہ کرتے اور تیسرا جواب یہ ہے کہ بقول شیعہ عمر فاروق نے نافرمانی کی اور دائرہ اسلام سے خارج ہوا تو پھر حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ نے اپنی دختر ام کلثوم کا کیوں نکاح عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کر دیا جواب دیا جائے۔

سوال:۔ شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کے چالیس سیپارے تھے۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس سے دس سپارے نکال کر جلا دیئے جن میں فضائل اہل بیت و مسئلہ خلافت حق علی علیہ السلام مذکور تھا اور اس کو بے ترتیب جمع کیا، کیا یہ سچ ہے؟

جواب:۔ یہ محض اہل تشیع کا تعصب ہے اور بے ثبات خیال ہے۔ شعر

نیش عقرب نہ از پئے کین است
مقتضائے طبیعتش این است

اور اب ہم اس مقام پر مختصراً" قرآن مجید اور کتب معتبرہ شیعہ سے بانصاف تحریر کر دیتے ہیں۔ وہو ہذا اعتقادنا فی القرآن القرآن الذی انزل اللّٰہ تعالیٰ نبیہ هو مابین الدفتین وهو مافی ایدی الناس لیس باکثر من ذلک و مبلغ سورہ عند الناس مائة و اربعة وعشر سورة وعندنا والضحیٰ و الم نشرح واحدة ولئلاف والم ترکیف سورة واحدة و من نسب الینا انا یقول انه اکثر من ذلک فهو کاذب یعنی کہا شیخ صدوق ابو جعفر محمد ابن علی بابویہ نے جو اس فرقہ کا بڑا عالم ہے یعنی اعتقاد ہمارا قرآن میں یہ ہے بے شک

قرآن جس کو خداوند کریم نے اپنے پیغمبر پر نازل کیا ہے جو دو گتوں میں موجود ہے جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے زیادہ اس سے نہیں اور لوگوں کے نزدیک سورتیں اس کی ایک سو چودہ ہیں اور ہمارے نزدیک سورت والضحیٰ و الم نشرح ایک سورے ہے اور لئلاف ولم ترکیف ایک سورۃ ہے اور جو کوئی اس بات کو نسبت کرتا ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ قرآن اس سے زیادہ تھا وہ جھوٹا آدمی ہے۔

ایسا ہے صاحب بدر الضحیٰ صفحہ ۴۶ میں کتاب مجمع البیان سے تحریر فرماتا ہے اور علاوہ اس کے خود حافظ لوح محفوظ کا اس کی حفاظت کے واسطے وعدہ ہے۔ وہو ہذا انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون یعنی بے شک ہم نے اتارا اس قرآن مجید کو اور بے شک ہمیں اس کے نگہبان ہے۔ ویقولہ تعالیٰ وانہ لکتاب عزیز لا۔لئاتیہ الباطم من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید اور اس کا ترجمہ معتبر شیعہ ملا فتح اللہ کا شانی نے خلاصۃ المنہج میں بایں طور لکھا ہے۔ بدرستیکہ قران ہر ائینہ کتاب است ارجمند و گرامی و گویند قرآن بجہت آں عزیز است کہ کلام رب العزت است و نامہ دوستان عزیزی باشد یا عزیز است زیرا کہ ہیچ کس قادر نیست کہ مثل آن بیارد وہاباعتبار آنکہ محفوظ است از تغیر و تبدل و تحریف یا باں اعتبار کہ براتم صفات و احکام است ویا اینکہ واجب است کہ او نواہی آنرا عزیز دانند و ازاں تجاوز کند۔ پس ان دلائل قاطع کتب شیعہ معتبرہ سے ثابت ہوا کہ یہ قرآن مجید وہی ہے جو آپ کی ذات پر نازل ہوا تھا اور اس میں رائی برابر بھی کسی نے کمی بیشی نہیں کی اور جو اس بات کا قائل ہے کہ قرآن مجید میں تحریف اور کمی بیشی ہو چکی ہے وہ کاذب اور مفتری ہے اور ان کی نمازیں اور جو اس قرآن کو پڑھ کر مردوں کو بخشتے ہیں وہ بھی عبث ہے کیونکہ ان کے نزدیک جب یہ قرآن مجید وہ نہیں اور تحریف شدہ ہے تو پھر ان کے افعال کس طرح پر قبول ہوں گے۔ افسوس ایسے لوگوں پر۔ اور شیعہ صاحبان کو لازم ہے کہ وہ قرآن مجید ہم کو دکھلائیں جو کہ حضرت مولا مشکل کشاء رضی اللہ عنہ نے جمع کر کے آپ کو دے دیا ہے تاکہ ہم اہلسنّت کو بھی اس کو یاد کرلیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں اور اس کی قدر منزلت کریں۔ اور اس پر عمل کریں ہاں اگر کوئی گالی گلوچ والا مجموعہ آپ کے پاس ہو تو پھر ہمیں اس کی ضرورت نہیں بلکہ اس سے پناہ بخدا ہے۔

علاوہ اس کے یہ بہتان عظیم جو شیعہ صاحبان نے حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر لگا دیا ہے کہ فضائل امیر

المومنین و اہل بیت کے بارہ میں جو اس قرآن مجید میں آئتیں تھیں وہ نکال دی ہیں' یہ بات بھی بالکل غلط ہے کیونکہ یہ کتاب لا ریب فیہ جس کی حفاظت کا وعدہ خود خداوند کریم نے فرما دیا ہے اور علاوہ اس کے آیت مباہلہ و آیات بینات جو شان مولا مشکل کشاء رضی اللہ عنہ و اہل بیت و خلافت کے بارہ میں نازل ہوئی تھیں موجود ہیں چنانچہ کتب تفاسیر فریقین سے بخوبی واضح ہیں اور جو شیعہ صاحب نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کو جلا دیا تھا۔ اور بے ادبی کی معاذ اللہ یہ بات بھی بالکل غلط ہے کیونکہ کسی معتبر مفسر شیعہ و اہلسنّت نے نہیں لکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآنوں کو جلوا دیا تھا۔ بلکہ یہ لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے دعا قنوت وغیرہ دعائیں جو آپ کی زبان فیض ترجمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھیں اور بعض عبارتیں عربی بطور تفسیر بنا کر قرآن میں تصور کر لیں اور ان کو قرآن مجید سمجھ بیٹھے تو پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بمشورہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ و دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین قرآن مجید کو بڑی کوشش سے جمع کیا اور ماسوا قرآن مجید کے ان عبارتوں کو محو کر دیا (اور محو کرنے اور مٹا دینے کے بعد ان چیزوں کو جلا دیا جن پر سے وہ مواد مٹایا گیا تھا تاکہ کوئی انہیں اٹھا کر ان سے کوئی بچا کچا پڑھ کر اسے قرآن نہ سمجھ بیٹھے۔ (فتح الباری شرح البخاری) قادری) اور خاص قرآن مجید صحیح الترتیب کو لکھوا کر ملکوں میں تقسیم کرایا اور اس قرآن مجید کو حضرت اپنی خلافت میں تلاوت فرماتے رہے اور اپنی اولاد کو بھی قرآن پڑھایا۔

پس بقول شیعہ اگر یہ قرآن مجید بے ترتیب' مشکوک اور تحریف شدہ ہوتا تو ضروری ہے آپ اس بارہ میں کچھ فرماتے اور اپنے فرزند کو اس کی تعلیم نہ دیتے اور نہ ہی مجتہد مفسر شیعہ صاحبان اس کی تفسیریں لکھتے اور ناہی اس پر عمل کرنے کا حکم دیتے اور علاوہ اس کے صاحب بدر الضحیٰ نے صفحہ ۱۹۰ میں کتاب شیعہ مجمع البیان طبری سے عبارت عربی نقل کی ہے جس کا ترجمہ یہ ایں یہ ہے کہ ذکر کیا علی بن الحسن المولوی نے کہ قرآن تھا حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت جمع اور ترتیب کے ساتھ اس طور پر جیسا کہ اب موجود ہے اور وہ دلیل لایا اس بات پر اس طرح سے کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت قرآن پڑھا جاتا تھا۔ تمام و کمال اور ایک جماعت صحابہ کی اس کے حفظ کرنے پر معین تھی اور حضرت کے ساتھ پڑھا جاتا تھا اور ایک جماعت صحابہ نے مثل ابن مسعود' ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ نے ختم کئے بہت ختم روبرو حضرت کے اور اولیٰ تامل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب باتیں دلالت کرتی ہیں کہ قرآن مرتب تھا پرگندہ

نہ تھا اور ذکر کیا اس نے کہ جس امامیہ اور حشویہ نے کچھ اس قرآن موجود میں اختلاف کیا اس کا اعتبار نہیں اس واسطے کہ وہ خلاف ان لوگوں کا ہے جنھوں نے اخبار ضعیفہ نقل کئے ہیں اور ان کو صحیح سمجھا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ یقینی کہ چھوڑ کر ان کا قول معتبر نہ ہو گا اور جو شیعہ صاحبان نے یہ کہا ہے کہ حضرت عثمان نے قرآن کو جلا اور بے ادبی کی معاذ اللہ ہم کہتے ہیں کہ نہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے قرآنوں کو جلا اور نہ بے ادبی کی بلکہ ماسوا قرآن کے جلایا اور اس میں کسی قسم کی بے ادبی نہیں پائی جا سکتی۔ اگر بفرض محال یہ بے ادبی ہے تو کتب شیعہ سے بکثرت ایسی بے ادبیاں آئمہ دین سے مذکور ہے۔ چنانچہ صاحب بدر الضحیٰ صفحہ ۱۸۹ معتبر کتاب شیعہ کلینی سے بایں طور ذکر آتا ہے۔ وہو ہذا

انہ قرا ولا تکونوا کالتی نقضت غزلها من بعد قوة انکاثا تتخذون ایمانکم و خلابیتکم ان یکونوا ائمة هے ازکی من ائمتکم فقلت جعلتا فداک ائمة قال اے واللّٰہ قلت انما یقرا اربی قال وما اربی ورمٰی بیده وطرحه اهانة یعنی زید بن جہم ہلالی نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے اور مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ جب اس ایت میں حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے امتہ کی جگہ آئمتہ پڑھا تو زید مذکور نے عرض کی کہ اے حضرت کیا یہاں آئمتہ ہے فرمایا ہاں۔ زید کہتا ہے کہ پھر میں نے عرض کی کہ لوگ تو اربی پڑھتے ہیں اور آپ نے از کی پڑھا فرمایا اربی کیا چیز ہے پھر قرآن کو اہانت سے ہاتھ میں لے کر زمین پر پٹک دیا۔ پس واضح ہوا کہ شیعہ صاحبان نے تو اپنے مطلب کے مطابق تکونوا کی جگہ یکونو اور امتہ کی جگہ آئمة اور اربی کی جگہ ازکی بنا لیا۔ اور پڑھ لیا حالانکہ قرآن مجید میں اس طرح نہیں ہے۔

علاوہ اس کے کتاب استبصار شیعہ میں بایں طور مذکور ہے کہ مرد و عورت ناپاک قرآن مجید کی تلاوت کریں تو جائز ہے۔ وہو ہذا لا باس ان یتلوا الحائض الجنب القرآن اور کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں لکھا ہے کہ بقدر آیت الکرسی پاخانہ میں قرآن پڑھنا درست ہے۔ نقل از کتاب بدر الضحیٰ صفحہ ۱۸۷۔ پس شیعہ صاحبان کی لازم ہے کہ اس قرآن مجید کو سچا سمجھیں اور اس کی بے ادبی نہ کریں اور ان باتوں کا جواب دیں اور خداوند کریم کے غضب سے ڈر کر توبہ اور دائرہ اسلام سے خارج نہ ہویں۔ فافہم فقط

سوال:۔ مذہب شیعہ کا بانی کون شخص تھا کتب شیعہ سے جواب دو؟

جواب:۔ اس مذہب شیعہ کا بانی و مقتداء عبداللہ بن سبا یہودی یمنی صنعانی ہے اور جب ملک مصر و شام و روم فتح اسلام ہو اور ان کے اہل و عیال وغیرہ کو صحاب کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین مدینہ طیبہ میں گرفتار کر کے لے ائے تو پھر بعد ان کے یہ بھی مغلوب الحال ہو کر بطور تقیہ ایمان لایا اور صحابہ کی تلوار سے اپنی جان کو بچایا لیکن تعلیم عقائد باطلہ و فاسدہ کی دیتا رہا۔ چنانچہ کتاب تاریخ طبری مترجم جلد اول باب اول و کتاب نہج البلاغتہ دربات شکایت شرارت و شقاوت خط جناب امیر المومنین و در کتاب اطواق الحمایت تالیف ابن حمزہ زید شیعہ و کتاب نہج المقال فی تحقیق الرجال مجتہد شیعہ المذہب سے صاحب بدر الضحیٰ صفحہ ۱۵۳ نے بایں طور نقل کیا ہے۔

فانظر و الی عبارة الکشی ذکر بعض اجل العلم ان عبداللّٰہ بن سبا کان یھودیا فاسلم و والی علیاً" وکان یقول وھو علی یھودیة فی یوشع وصی موسیٰ بالگلو فقال فی السلام بعد وفات رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم فی علی مثل ذلک فکان اول من شھر بالقول بغرض امامة علی علیہ السلام واظھر البراء ة من اعادئہ و کاشف مخالفیہ وکفرھم فمن ھھنا قال من خالف الشیعة اصل التشیع والرفض ماخوذ من الیھودیة (رجال الکشی صفحہ ۱۰۱ مصنفہ ابو عمرو محمد بن عمر الکشی شیعہ کے چوتھی صدی کے علماء میں سے ہیں۔)

(ترجمہ) پس دیکھو تم اس کی عبارت کی طرف کسی نے ذکر کیا بعض علماء معتبر شیعہ سے کہ تحقیق عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ پس اسلام لایا ور دوستی اختیار کی علی رضی اللہ عنہ کی اور کہتا تھا۔ (یعنی آپ کو دوست حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بتاتا تھا) اور حال یہ ہے کہ وہ اوپر دین یہودیت کے تھا۔ (یعنی جس طرح سے کہ زمانہ یہودیت میں غلو کے ساتھ حضرت یوشع نبی کو وصی حضرت موسیٰ کا جانتا تھا۔ ویسا ہی حالت اسلام میں بعد وفات حضرت رسول اللہ ﷺ کی بہ نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مثل اس کے اعتقاد رکھتا تھا۔ پس تھا پہلا شخص کہ مشہور کیا ساتھ قول کے بسبب فرض کے امامت بلا فصل علی علیہ السلام اور ظاہر کی بیزاری ان کے دشمنوں سے ظاہر کیا ان کے مخالف (یعنی سوا چر یا چھ صحابہ کے معاذ اللہ جملہ اصحاب رسالتماب ﷺ) کافر و منافق تھے۔

پس اس وقت سے کہا اس شخص نے کہ مخالف ہے شیعوں کے کہ اصل مذہب شیعہ و ملت رفض کی ماخوذ ہے طریقہ یہودیت سے اور کتاب شیعہ نہج البلاغۃ و کتاب اطواق الحمایتہ آخر بحث امامت میں سوید بن غفلہ سے بایں طور مذکور ہے۔

انہ قال مررت بقوم ینقصون ابابکر و عمر فاخبرت علیا" و قلت لولا انھم یرون انک تضمر ما اعلنوا ما خبروا علی ذلک عبداللّٰہ بن سبا ھو کان من الاول من اظھر ذالک فقال علی اعوذ باللّٰہ رحمہما اللّٰہ ثم نھض واخذ بیدی وادخلنی المسجد فصعد المبر ثم قبض علی لحیتہ وھی بیضاء فجعلت دموعہ یتجاوز علی لحتیہ و جعل ینظر الی النباء حتی اجتمع الناس ثم خطب فقال ما بال قوم یذکرون اخوی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم و وزیریہ و صاحبیہ و سیدی قریش و ابوی المسلمین وانا بری مما یذکرون و علیہ اعقب صحبا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالجد والوفاء والجد فی امر اللّٰہ یامران فینھیان ویقصیان ویعافیان لا یری رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کرایھمارا یا ولا یحب کجھما حبالمایری عن مصممھما فی امر اللّٰہ سیرھما رای رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وامرہ فی حیاتہ و بعد موتہ فقبضا علی ذلک رحمھا فو الذی خلق الحبۃ و برا النسمتہ لا یحبھما الا مؤمن فاضل ولا یبغضھما الاشقی مارق و جھماقربۃ وبغضھما مروق اور اس کا ترجمہ صاحب تکملہ بدر الضحٰی نے بایں طور لکھا ہے۔ روایت ہے سوید بن غفلہ سے کہا گذرا میں تحقیق اس قوم پر کہ حقارت کرتی تھی ابو بکرو عمرؓ کی۔ پس خبر دی میں نے علیؓ کو اور کہا میں نے اگر نہ وہ ہے کہ یہ لوگ گمان رکھتے ہیں کہ تو چھپاتا ہے جو کچھ ظاہر کرتے ہیں البتہ جرات نہ کرتے اوپر اس کے ان سب کا سرغنہ عبداللہ بن سبا ہے اور وہ پہلا اس شخص کا ہے کہ ظاہر کیا اس بات کو پس کہا علیؓ نے پناہ مانگتا ہوں میں ساتھ خدا کے رحمت کرے خدا ان دونوں پر کھڑے ہو گئے اور پکڑا ہاتھ میرا اور داخل کیا مجھ کو مسجد میں پس چڑھے منبر پر پھر پکڑی اپنی داڑھی مٹھی میں اور وہ

سفید تھی۔ پس شروع ہوئے آنسو بہنے ان کے داڑھی پر اور نگاہ کی طرف مکانا مسجد کی یہاں تک کہ جمع ہوئے آدمی پھر خطبہ پڑھا پس کہا کیا حال ہے اس قوم کا کہ ذکر کرتے ہیں رسول خدا ﷺ کے دو ساتھیوں کا اور ان کے دو وزیران کا اور دو رفیق ان کے کا اور دو سردار قریش کا اور دو باپوں مسلمانوں کا میں بیزار ہوں اس چیز سے کہ ذکر کرتے ہیں اور اس ذکر پر میں ان کو عذاب کرونگا وہ دونوں اصحاب تھے رسول خدا ﷺ کے ساتھ کوشس اور وفاداری اور سعی کے حکم رانی کرتے تھے اور جھگڑتے تھے اور فیصلے خصومات کے کرتے تھے اور سزا دیتے تھے، نہیں دیکھتے تھے رسول خدا ﷺ مثل رائے ان کی رائے کسی کی، اور دوست نہ رکھتے تھے مثل دوستی ان کی کے کسی کو بسبب اس کے دیکھتے تھے ان کو کار خدا میں مستعد۔ پس وفات پائی حالانکہ دونوں سے راضی تھے اور تمام مسلمان رضی تھے۔ پس فرق نہ کیا دونوں نے اپنے کام میں اور دستور میں، مصلحت رسول خدا ﷺ سے اور ان کے کام سے یعنی جمع افعال حضرت شیخین کے مطابق افعال رسول اللہ ﷺ کے تھے۔ حالت حیات ﷺ میں بھی اور بعد وفات بھی۔ پس دونوں نے وفات پائی اسی حالت پر رحمت بھیجے دونوں پر خدا۔ پس قسم اس ذات کی کہ جس نے کردانہ کو پیدا کیا کہ دوست ان کا نہیں مگر مومن بلند درجہ۔ اور دشمن ان کا نہیں مگر بے نصیب خارج دین سے۔

اسی کتاب میں روایت دوم یہ ہے لعن اللّٰہ من اضمر بھا الا الحسن الجمیل وسیری ذلک انشاء اللّٰہ تعالٰی ثم ارسل الی ابن سبا فسیرہ الی المدائن وقال لا تساکنی فی بلدۃ ابدا" یعنی لعنت کرے خدا اس شخص کو جو اپنے جی میں رکھے ان دونوں کے حق میں سوائے نیکی اور خوبی کے اور عنقریب تو دیکھے گا یہ انشاء اللہ تعالیٰ پھر بھیجا ابن سبا کی طرف کسی کو پس نکال دیا اس کو مدائن کی طرف اور کہا نہ ٹھہر تو میرے ساتھ ہمیشہ شہر میں۔ فقط

پس ان دلائل قاطعہ شیعہ سے یہ ثابت ہوا کہ ان تمام تبرائیوں شیعوں کا استاد و بانی مذہب عبداللہ بن سبا تھا۔ اور علاوہ ان کے یہ باتیں ثابت ہوئیں کہ حضرت امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عادل اور صادق اور صاحب جنت اور برادر رسول خدا ﷺ اور آپ کی ذات کا ہمیشہ ان پر راضی ہونا اور ان کے لئے دعائے رحمت طلب کرنا اور ان کے دشمنوں کو سزا دینا اور ان سے بیزار ہونا اور ان کے ساتھ دشمنی رکھنے والے کو ناپاک کافر اور بے دین سمجھنا اور ان پر تبرا بولنے

والے پر لعنت خدا کہنا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ کی داڑھی مبارک اس قدر دراز تھی کہ بخوبی طور پر اس بخوبی طور پر اس پر ہاتھ پھیر سکتے تھے اور افسوس ان شیعوں پر کہ داڑھی کو صاف چٹ کرا کر مونچھوں کو تاؤ دیتے ہیں اور اپنے آپ کو پھر محب علی و اہل بیت تصور کرتے ہیں اور اپنے مذہب پاک کو چھپاتے ہیں۔ شعر۔

نزدیک شد کہ عشق نہاں بر بلا شود
چشم نیاز و ناز بہم آشنا شود

ان اللّٰہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

سوال:۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھنے والے کون لوگ تھے؟

جواب:۔ شیعہ لوگ تھے چنانچہ کتاب سعادت الکونین صفحہ ۸۴ پر بایں طور مذکور ہے بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ للحسین بن علی من شیعۃ وشیعۃ ابیہ علی امر المومنین سلام علیک اما بعد○ (اللہ کے نام سے شروع نہایت مہربان رحم والا امام حسین بن علی کے نام اس کے اور اس کے باپ امیر المومنین علی کے شیعوں کی طرف سے عرض ہے کہ اے شہزادہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم) فان الناس ینظرونک ولا رای الھم فی غیرک فالعجل العجل یا ابن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم ان تجمعنا علی الحق و توید الاسلام یعنی ہم متفق ہو کر سچے دل سے عرض کرتے ہیں کہ یہاں بہت سے لوگ آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں اور اس خیال کے سوا ہمارا کوئی خیال اور

وہم نہیں۔ پس آپ یا ابن رسول اللہ ﷺ جلد تشریف
لائیں اور ہمیں حق پر جمع کریں اور اسلام کی مدد کریں۔

صاحب بدر الضحیٰ صفحہ ۱۶۲ نہج البلاغہ کتاب شیعہ سے بایں طور لکھا ہے کہ نہج البلاغت میں چند خطبے ہیں ان سے ثابت ہے کہ حضرت شیعان خاص نے جناب امیر سے ہمیشہ بے وفائی کی یہاں تک کہ صبح بیعت کرتے اور شام کو توڑ دیتے۔ اور جلاء العیون میں ہے کہ شیعان پاک نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو ایسا زخمی کیا کہ آنجناب مظلوم و معصوم مدت دراز تک مدائن میں علاج کراتے رہے اور ایسی حرکات سے حضرت امام کو ان کی بے وفائی پر کمال درجہ کی آگاہی تھی اور باقی مفصل ذکر شہادت وغیرہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ جلدوں میں بیان ہو گا۔

سوال: شیعہ کہتے ہیں کہ زینب ورقیہ وکلثوم رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین رسول اللہ ﷺ کی اولاد سے نہ تھیں کیا یہ سچ ہے؟

جواب: بے شک آپ کی ذات بابرکات کی یہ چار بیٹیاں پشت مبارک اور مائی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بطن مبارک سے ہوئیں جس کا مفصل ذکر بحوالہ کتب شیعہ وعبارت اصلی عربی معہ ترجمہ جلد اول میں تحریر ہو چکی ہے اور علاوہ اس کے کتاب تہذیب ابو جعفر طوسی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بایں مضمون روایت کرتے ہیں اللھم صلی علی رقیہ بنت نبیک اللھم صلی علی ام کلثوم بنت نبیک یعنی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنی دعا میں یوں کہا کرتے تھے کہ اے خداوند عالم رحم کر رقیہ اور ام کلثوم پر جو کہ تیرے نبی کی لڑکیاں ہیں۔ اور صاحب تکملہ صفہ ۲۱۴ بحوالہ کیلنی وشرح

سوال: شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ عمر نے اہل بیت کے دروازہ پر لکڑیاں جمع کرا کر آگ لگا دی ابوبکر نے خانہ خاتون جنت کے جلا دینے کا ارادہ کیا۔ اور مولا مشکل کشاء کے گلے میں رسی ڈالی اور خاتون جنت کے سر پر عمر نے تازیانہ مارا جس کے صدمہ پر شکم خاتون جنت سے حضرت محسن ساقط ہوئے۔ حق الیقین جلد ۳ طعن میں بھی یہ باتیں تحریر ہیں کیا یہ باتیں سچ ہیں؟

جواب: یہ تمام باتیں ازروئے عقل نقل غلط اور بالکل بے اصل ہیں اور ان کا ثبوت کسی معتبر متاخرین شیعہ کی کتابوں سے نہیں پایا گیا۔ پس یہ محض متاخرین شیعہ متعصبین کی گھر کی بنی بنائی باتیں ہیں جو جی میں آیا لکھ مارا۔ دیکھو معتبر شیعہ صاحب نہج البلاغہ میں کس طرح تحریر کرتے ہیں۔ وہو ھذا قال امیر المومنین انی واللّٰہ لو لقینھم واحداوھم ملاء الارض کلھا ما بالیت ولا

استوحشت مافی من ضلالتهم التی هم فیها ونهدی الذی انا علیه لعلی بصیرۃ من نفسی ویقین من ربی وانی الی لقاء اللّٰہ وحسن الثواب لمنتظر راج اور صاحب بدر الفحی نے صفحہ ۱۷۲ میں اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ امیر المومنین نے فرمایا تحقیق مجھ کو قسم ہے خدا کی اگر ملاقات کروں میں لوگوں کی تنہا اور وہ لوگ تمام روئے زمین پر ہوں کچھ پرواہ نہ کروں میں اور دہشت نہ کھاؤں میں اور میں تحقیق گمراہی سے ان لوگوں کی کہ ہیں اس میں اور وہ ہدایت کہ میں اس پر ہوں باخبر اپنی جان سے اور یقین رکھتا ہوں میں اپنے پروردگار سے ملنے کا اور اس کے ثواب کا منتظر اور امیدوار ہوں۔

پس اس روایت سے صاف صاف معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جبکہ تمام جہانوں کے آدمیوں پر غالب اور بے خوف تھے تو پھر یہ باتیں کیونکر صرف اصحاب ثلاثہ ان کے ساتھ کر سکتے تھے باوجودیکہ اس وقت تمام اصحاب مہاجرین وانصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہ بھی موجود تھے اور اس وقت ان کی ایسی شوکت تھی کہ اگر کوہ قاف کی طرف نظر کرتے تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتا اور اہل بیت لشکر ابن جعفر اگر غضب کی نظر فرماتے جبل بھی ہیبت آتش خاک ہو جاتا۔ اور کتب تاریخ سے یہ بات بھی ثابت ہے کے حضرت محسن خاتون جنت کے شکم مبارک سے زندہ پیدا ہوئے اور چند یوم زندہ رہ کر فوت ہوئے اور علاوہ اس بات کے پھر کیوں حضرت علی رضی اللہ عنہ اصحاب ثلاثہ کی اپنے خطابات میں تعریفیں کرتے اور ان کے دشمنوں اور گالی گلوچ دینے والوں کو سزائیں دیتے۔ اور اگر ہم بفرض محال چند لمحہ کے واسطے اس کو تسلیم بھی کر لیں تو پھر کیوں حضرت مقداد وحضرت سلمان فارسی وعمار یاسر ابوذر غفاری وغیرہ محبان رضوان اللہ علیہم وشیعان پاک نے مدد مولا مشکل کشاء وحضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو دی۔ مہربانی فرما کر ذرا انصاری کی نظر سے کسی متقدمین کی کتاب معتبر شیعہ سے ہی ان ناگفتہ باتوں کا جواب دیں تاکہ پھر ہم ان جواب دینے پر تیار ہو جائیں۔

سوال: حضرت مولی مشکل کشاء رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کتنی قسم کے گروہ شیعہ پیدا ہوئے؟

جواب: صاحب تکملہ صفحہ ۱۴۹ وغیرہ تواریخ میں لکھا ہے کہ چار قسم کے گروہ شیعہ حضرت موصوف کی خلافت میں ظاہر ہوئے شیعہ مخلصین یعنی اولی جو کہ شیعہ اہل سنت والجماعت ہیں اور وہ تمام صحابہ وازواج مطہرات وکرامات بزرگان دین کو برحق مانتے ہیں اور ان کا ادب اور اپنے ظاہر وباطن کو ان کا تابعدار اور

فرمانبردار بتاتے ہیں۔ دوم فرقہ تفضیلیہ ہے یہ تمام اصحابہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیتا ہے۔ سوم فرقہ سبائیہ تمام اصحابہ کو ظالم وغاصب ومنافق جانتا ہے۔ چہارم فرقہ شیعہ غلات یہ شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو الوہیت کا قائل ہے۔ اور باقی ان کی شاخیں ہیں۔

سوال: کوئی خطبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دربارہ فضیلت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کتب شیعہ تحریر کریں۔ خدا سے اجر ملے گا۔

جواب: میرے صاحبان کتاب نہج البلاغت (نہج البلاغۃ مع شرح الشیخ محمد عبدہ ج ۱۸٬۲) میں دو خطبے اس مضمون کے لکھے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارادہ جہاد کا طرف روم کے کیا اور حضرت مولا مشکل رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں مشورہ لیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ خطبہ بڑی نرم دلی سے بیان کیا۔

وہوہذاقد شاورہ عمر بن لاخطاب فی الخروج الی غزوالروم بنفسه وقد تکفل اللّٰہ لاهل هذا الدین باعزاز الحوزة(الحوز مایحوزالمالک ویتولی حفظه واعزاحوزة الدین حمایتها من تغلب اعدائه قادری)وستر العورة والذی رصر هم وهم قلیل لا ینصرون ومنعهم وهم قلیل یمنعون حی لا یموت متی تسر الی هذاالعدو بنفسک فتلقهم فتنکب لا تکن للمسلمین کانفه (کانفه عاصمة یلجاؤن الیابا من کنفه اذا صانه ستره قادری)دون اقصی بلادهم ولیل بعدک مرجع یر جعون الیه فابعث الیهم رجلا مجربا(وفی نسخة محربا ای ماهر الحب) واحضر (احضزه من حضزه اذا دفعه وساقه سوقا سوقا شدیدا۔ واهل البلاء اهل المهار کافی الحرب مع لاصدق فی القصد واصجرئتفی الاقدام والبلاء هوالا جارة فی العمل واحسانه قادری)معه اهل البلائد والنصیحة فان اظهر اللّٰہ فذاک ماتهب وان تکن الاخری کنت ردا(ردا الردئا الملجاء والمثابة المرجع۔ قادری) للناس ومثابة للمسلمین یعنی مشورہ کیا حضرت امیر سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بنفس نفیس کوچ فرمانے واسطے جہاد کے طرف غزوہ ملک روم کے۔ حضرت وزارت دستگاہ نے بنظر مصلحت یہ جواب باصواب دیا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ کفیل ہوا ہے واسطے

متبعان اس دین پاک کے اور غالب اور قوی کرنے اہل اسلام کے اطراف کے اور ان کی مستورات کی عزت اور نگہبانی کا۔ اور جس خدا نے ان کی مدد کی اس حال میں کہ وہ کم تھے دشمن مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اور ان کو دشمنوں سے روکا اس حال میں وہ کم تھے ان کے آگے نہیں ٹھر سکتے تھے وہ زندہ ہر گز فنا نہ ہو گا۔ اگر آپ بذات خود اس دشمن کی طرف جاؤ گے اور مقابل ہو گے تو تکلیف ہو گی اور بڑی دشواریاں پیش آئیں گی۔ بایں ہم مسلمانوں کا کوئی نگہبان وپناہ نہ ہو گا۔ ان کے دور شہروں اور تمہارے بعد ان کے کوئی باز گشت نہ ہو گی کہ جس طرف وہ رجوع کریں۔ پس بھیجئے اہل روم کی جانب ایک مرد آزمودہ کار اور روانہ کیجئے کہ اس کے ہمراہ جنگ دیدہ خیر خواہ لوگوں کے۔ اگر اس کو خدا تعلیٰ نے کفار پر غالب کیا تو یہ عین تمہاری مراد ہے۔ اور اگر معاملہ برعکس ہوا تو تم آدمیوں کے مددگار اور مسلمانوں کے باز گشت رہ گے۔

پس اس خطبے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نہایت درجہ کی شفقت اور محبت در حق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پائی جاتی ہے جس کا اندازہ خود صاحب انصاف کر سکتا ہے۔ اور خطبہ دوم حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مضمون بایں طور مسطور ہے کہ جب خلیفہ ثانی نے مشورہ لیا حضرت مولا مشکل کشاء رضی اللہ عنہ سے درباہ جنگ اہل فارس کے تو فرمایا امیر المومنین نے کہ اے بھائی تو اگر وہاں چلا جائے گا تو اہل عرب آپ کی طرف ٹوٹ پڑیں گے اور وہاں سخت خونریزیاں آدمیوں کی ہوں گی اور یہ ملک عرب وایران ہو جائے گا اور لوگ اہل عجم آپ کو جملہ عرب سے بہادر پیشوا سمجھ کر آپ پر حملہ کریں گے اور یہ بات اہل عرب کی مستورات ویتیموں ومسکینوں کے لئے اور ہمارے لئے سخت دشوار ہو گی اور اس دین حق کا حافظ خود اللہ تعالیٰ ہے اور اس نے خود وعدہ مسلمانوں سے بایں طور کیا ہے وعداللہ الذین امنو امنکم وعملو الصحت لیستخفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم یعنی اس کا وعدہ ہے کہ ہم تم مسلمانوں سے خلیفہ زمیں کریں گے جیسے کہ پہلے خلیفہ ہوئے' غرضیکہ آپ کو یہاں رہنا اور دین اسلام اہل عرب کو سکھانا نہایت بہتربات ہے اور یہ دین ہر گوشہ زمین طلوع آفتاب پر آپ کی تعلیم سے روشن ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ اے بھائی تو مجھ سے جدا نہ ہو۔ نقل از تکملہ اظہاری الہدی صفحہ ۶۵ انشاء اللہ تعلیٰ اس خطبہ کی اصلی عبارت عربی کی آئندہ جلد میں مع ترجمہ تحریر کی جائے گی۔

سوال: شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ خاتون جنت سے ابوبکر نے باغ فداک جبراً غصب کر لیا اور پھر خاتون جنت

نے تادم زیست ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کوئی بات نہ کی اور ناراض رہیں اور آپ کی ذات کا فرمان ہے کہ جس نے میری بیٹی فاطمہ کو ناراض کیا اس نے مجھ کو ناراض کیا کیونکہ وہ میرے جگر کا گوشت ہے۔ پس آپ کی ذات جس پر ناراض ہو وہ ناری ہوا۔ اب اس کا جواب دو؟

ھ جواب:۔ یہ بات شیعہ صاحبان کی بالکل غلط ہے کیونکہ انہی کی کتابوں میں لکھا ہے کہ خاتون جنت نے جب باغ فدک طلب کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بایں مضمون حدیث بیان کی کہ پیغمبروں کا مال حکم صدقہ کا رکھتا ہے اور ہمارے مال کا وارث کوئی نہیں ہوتا اور اس کی حضرت علی و حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی تائید وتصدیق کی تو مائی صاحبہ نے سکوت اختیار کیا لیکن پھر بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بڑی نرم دلی سے بایں طور سمجھایا اور عرض کی کہ آپ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھا کرتا تھا کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بایں طور تقسیم فرماتے تھے کہ اہل بیت کو ان کا قوت (قوت قاف کے پیش اور واوَ کی جزم سے یعنی روزی اور خرچہ اور کھانے پینے کا۔ قادری)دے دیتے تھے اور باقی مساکین وغیرہ پر تقسیم کر دیتے اور میں بھی ایسا ہی کیا کروں گا۔ تو مائی صاحبہ اس بات پر وعدہ لے کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راضی ہو گئیں چنانچہ کتاب شیعہ مجاج السا لکین سے مولانا مولوی رشید احمد صاحب نے ہدائیہ الشیعہ صفحہ ۲۸ پر بایں طور لکھا ہے۔

ان ابابکر لمارای فاطمة انقبضت عنه واهجرت ولم تتکلم بعد ذلک فی امر فدک کبر ذلک عنده فار ادا استر ضائها فقال لها صدقت یابنت رسول اللّٰه صص فیما ادعیت ولکنی رایت رسول اللّٰه صص فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل بعد ان لوتی منها قوتکم والصالحین بها فقالت افعل کما کان ابی رسول اللّٰه صص یفعل فیها فقال ذلک للّٰه علی ان افعل فیها ماکان یفعل ابوک فقالت واللّٰه متفعلن فقال واللّٰه لا فعلن ذلک فقالت اللهم اشهد فرضیت بذلک واخذت العهد علیه فکان ابوبکر یعطیهم قوتهم ویقسم الباقی فیعطی الفقراء والمسمین وابن السنیل اور اس کا ترجمہ صاحب مجمع نے یوں کیا ہے یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا منقبض ہو گئیں ان سے اور ترک کر دیا اور نہ کلام کیا اس وقت کے بع امر فدک میں تو بھاری گزری ابوبکر رضی اللہ عنہ پر یہ بات ارادہ کیا راضی کرنے کا

فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پس آئے ابوبکر رضی اللہ عنہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رضی اللہ عنہ کے پاس اور کہا سچ آپ نے فرمایا ہے اے دختر رسول پاک ﷺ اپنے دعوی میں مگر میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا ہے کہ اس کو تقسیم فرماتے تھے یعنی تمہاری قوت(قوت قاف کے پیش اور داؤ کی جزم سے یعنی روزی اور خرچہ کھانے پینے کا) کے بعد فقراء ومساکین اور مسافروں کو دیتے تھے اور قوت کار گزار(ضروری اخراجات) ان کی نکالتے تھے پس حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نا فرمایا کہ آپ بھی ایسا ہی کیا کریں جیسا میرے باپ کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کے لئے اللہ شاہد ہے کیا میں اس میں وہی عمل کروں جو آپ کے باپ رسول خدا ﷺ کرتے تھے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ واللہ یونہی کیا کریں پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ یونہی کروں گا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا الہٰی تو گواہ رہ اس بات کا پس راضی ہوگئیں اس پر فاطمہ رضی اللہ عنہا رضی اللہ عنہ اور اس بات کا عہد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لے لیا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کا قوت دے کر باقی ماندہ کو فقراومساکین وابن السبیل پر صرف فرماتے تھے۔ الخ

پس اس عبارت سے صاف صاف معلوم ہوا کہ مائی صاحبہ نے جو اپنے اجتہاد سے فدک وغیرہ مال جو وارث ہونے پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے طلب کیا تھا ار بوجہ نہ ملنے ورثت کے ناراض ہوئیں اور بعد تحقیق کرنے کے راضی ہوگئیں۔ اور اپنے اجتہاد کو خطا جان کر حکم شارع کی طرف رجوع کر لیا۔ اور خلیفہ اول کے ساتھ تادم زیست خوشی سے گفتگو کرتے رہے چنانچہ بیہقی وماثبت یا بالسنۃ میں شعی سے مروی ہے۔ان ابابکر دعا فاطمة فقال لها علی هذا ابوبکر یستاذن علیک قالت اتحب ان اذن له قال نعم فاذنت له فدخل علیها وهذا حدیث صحیح یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا رضی اللہ عنہ کو حالت بیماری میں پوچھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابوبکر صدیق اندر آنے کے لئے اذان طلب کرتے ہیں حضرت سیدہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کی خواہش ہے کہ ابوبکر صاحب کو اندر آنے کی اجازت دوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہاں ہاں۔ پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اندر آئے پس دختر رسول خدا ﷺ نے بڑی خوشی سے باتیں کیں۔الخ

صاحب مجمع نے اغضبها کے یہ معنی کئے ہیں کہ حضرت سیدہ کو کوئی شخص محض ہوائے نفسانی کی غرض سے اگر وارض کرے رو وعید کے محل میں داخل ہو گا نہ یہ کہ رسول ﷺ کی پیروی کرنے اور

حکام شرعی جاری کرنے میں جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا ﷞ غضبناک ہو جائیں تو یہ بھی وعید میں داخل ہو جائے۔ معاذاللہ اگر ایسا ہو تو لازم آئے گا کہ نعوذباللہ من ذالک حضرت علی ﷜ بھی وعید میں داخل ہو جائیں کیونکہ حضرت علی ﷜ اور جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان بھی کئی بار غیظ وغضب کے معاملے پیش آئے تھے منجملہ ان کے ایک وہ ہے جو حضرت نے ابوجہل بن ہشام کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہا۔ جس کے سبب سے حدیث مشہور ہے غضب وارد ہے چنانچہ ترمزی جلد ثانی میں ہے ان یطلق ابن ابی طالب ابنتی وینکح ابنة فانها بضعة منی یعنی مطلب اس حدیث صحیح کا یہ ہے کہ جب آپ کی ذت کو یہ خبر پہنچی کہ علی نے بنت ابوجہل سے نکاح کا قصد کیا ہے تو آپ ﷺ نے منبر پر آکر جوش سے فرمایا کہ اے لوگو! علی ابن ابی طالب میری بیٹی سیدے النساء پر دختر ابوجہل کو نکاح کرنا چاہتا ہے تو میں اس کو اذن ہرگز نہ دوں گا اس وقت تک یا تو علی ابن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دے دے اور دختر ابوجہل سے نکاح کرلے کیونکہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پارہ گوشت میرے جسم سے ہے تہمت دی مجھ کو جس نے تہمت دی اس کو اور ایذا دیا مجھے جس نے ایذا دی اس کو۔

کتاب روضۃ الشہداء باب پنجم میں بھی بایں طور مذکور ہے کہ روزے رسول اللہ ﷺ بخانہ فطمہ آمد علی آنجاندید از فاطمہ رضی اللہ عنہا پرسید کہ پسر عم تو کجا است گفت یا رسول اللہ ﷺ میاں من ووے چیزے واقع شد ختم کردہ بیروں رفت ونزد من قیلولہ نفرمود گفت یا رسول کے وافرمود کہ بین کہ وے در کجا است آنکس آمد وگفت یا رسول اللہ ﷺ وے در مسجد در خواب است۔ رسول اللہ انجارفت وے راوویدخفتہ و رائے اور از دوش افتادہ ودوش مبارکش خاک آلودہ شد رسول ﷺ آن خاک رابدست مبارک خود ازدوش اودور میکردو میگفت قم یا اباتراب قم یا اباتراب الخ ایک دن رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور حضر علی کو وہاں نہ دیکھا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا میرا چچا کا بیٹا کہا ہے انہوں نے عرض کی کہ میرے اور ان کے درمیان کچھ جھگڑا ہوا ہے اور وہ ناراض ہو کر باہر چلے گئے اور دوپہر کا آرام میرے پاس نہیں کیا رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو پتہ کرنے بھیجا تو اس نے آکر عرض کی کہ علی مسجد میں لیٹے ہوئے ہیں حضور ﷺ وہاں تشریف لے گئے تو انہیں وہاں سویا پایا ان کے کندھے سے چادر نیچے گری پڑی تھی اور بدن مبارک کو مٹی لگی ہوئی تھی حضور ﷺ ان کے بدن سے

مٹی جھاڑتے جاتے اور فرماتے جاتے کہ اے ابو تراب (مٹی والے) اٹھو اے ابو تراب اٹھو۔

کتاب ہدایت الرشید مطبوعہ مطبع قدوسی دہلوی صفحہ ۸۶۵ میں لکھا ہے کہ ایک کنیز حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے بھیجی تھی اور جناب سیدہ رضی اللہ عنہا نے جناب امیر کا سر مبارک اس کی کنار میں دیکھ کر کس قدر غیظ وغضب فرمایا کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ کی قسموں کو کہ کوئی امر واقع نہیں ہوا سچا نہ جانا اور حضرت کے پاس جا کر شکایت فرمائی۔ الخ

کتاب شیعہ قرآن اسعدین ترجمہ ابحاراہ نوار علامہ مجلسی کے صفحہ ۷۹ و ۸۰ بھی بعینہ اسی طرح مفصل مسطور ہے۔ اگر کسی صاحب کو شک ہو۔ تو فقیر کے پس آ کر خود دیکھ لے اور علاوہ ان بات باتوں کے شیعہ صاحبان کا خیال ہے کہ وورث سلیمان وداود ویرثنی من ال یعقوب یعنی جب کہ ان تمام نبیوں نے ورثہ اپنے بزرگوں سے پایا۔ تو آنحضور ﷺ کی اولاد کو کیوں محروم رکھا گیا ہے؟ میرے صاحبان اس ورثہ سے ورثہ مراد علم ودرجہ نبوت علمائے دین ومفسرین نے مراد لیا۔ چنانچہ معتب کتاب اصول کافی مطبوعہ مطبع نول کشور نو لکشور کتاب العلم وباب صفتہ العلم سے صاحب مجمع نے بایں طور لکھا ہے۔ ان العلماء ورثۃ الانبیاء وذلک ان الانبیاء لم یورثوا درھما ولا دینارا وانما ورثوا احیثھم من اخذ بشیئی منھا فقد اخذ حظا وافرا یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے باسناد صحیح مروی ہے کہ علماء وارث انبیاء کے ہیں اور یہ اس لئے ہے کہ انبیاء نے کسی کو درہم ودینار کا وارث نہ کیا اور جزیں نیست کہ وارث کیا ہے انہوں نے احادیث کا اپنی حد۔ثوں سے پس جس نے لیا کچھ اس سے البتہ لیا اس نے بہت حصہ کامل۔ الخ۔ پس عبارت سے صاف صاف ظاہر ہوا کہ انبیاء کا ورثہ بدون (سوائے) علم دین کے اور کچھ نہیں ہوتا۔

بحث مذہب نصاری

سوال: بعض عیسائی لوگ مسیح کو خدا کا اقنوم ثانی اور اس کا بیٹا مانتے ہیں اور مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ تمہارے نبی کی کہیں آسمانی کتابوں میں صفت نہیں پائی جاتی مہربانی فرما کر اس بات کا بھی جواب آسمانی کتابوں سے ہی تحریر فرمادیں۔ السائل علی محمد

جواب: یہ محض ان لوگوں کی غلط روی اور ناسمجھی کی بات ہے۔ دیکھو کتاب (تورات جلد دوم خروج باب

۲۰ آیت ا) ہمارے مکرم نصر الدین ڈاکٹر صاحب نے یوں لکھا ہے۔ آیت پہلا حکم میرے حضور تیرے لئے دوسرا خداوند نہ ہوئے۔ دوم موسیٰ کی کتاب بنام (استثناء۵'۷) یہ ہے میرے آگے تیرا کوئی دوسرا خدا نہ ہوئے۔ (آیت سوم) اشتا کی کتاب ۴'۶۔ سن اے اسرائیل خداوند ہمارا خدا اکیلا خداوند ہے اور کتاب زبور ۷۶'۸۱ دیکھو۔ میرے لوگو سنو کہ میں تجھ پر گواہی دوں گا۔ اے اسرائیل سن اگر تو میری سنے گا تو تیرے درمیان کوئی دوسرا معبود نہ ہوئے۔ تو کسی اجنبی معبود کو سجدہ نہ کرنا خداوند تیرا خدا میں ہی ہوں۔ اور مرقس کی انجیل ۱۳'۲۹ کو دیکھو کہ یسوعؑ نے ایک سائل کے جواب میں کیا کہا۔ آیت یہ ہے سب حکموں میں اول حکم یہ ہے کہ اے اسرائیل سن وہ خداوند جو ہمارا خدا ہے ایک ہی خداوند ہے تو خداوند کو جو تیرا خدا ہے اپنے سارے دل سے اور اسے اپنی ساری جان سے اور اپنی ساری عقل سے اور اپنے سارے زور سے پیار کر اول حکم یہی ہے۔ اور متی کی انجیل ۳۶' سے ۳۷ میں یوں لکھا ہے آیت استاد شرع میں بڑا حکم کون ہے؟ یسوع نے اس سے کہا خداوند کو جو تیرا خدا ہے اپنے سارے دل سے اور اپنی ساری جان سے اور اپنی ساری سمجھ سے پیار کر پہلا اور بڑا حکم یہی ہے۔ اور لوقا کی انجیل ۱۲ میں بایں طور آیت تحریر ہے ان دونوں میں ایسا ہوا کہ پہاڑ پر دعا مانگنے کو گیا اور خدا سے دعا مانگنے میں رات بتائی۔ اور عبرانیوں کے خط ۷'۵ مسیح نے رو رو اور آنسو بہا بہا کے اس سے جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا دعائیں اور منتیں کیں۔ اور مسیح کی آخری دعا یہ ہے۔ اے خدا تیری مرضی ہو تو یہ پیالہ یعنی موت کا پیالہ مجھ سے دور کر سکتا ہے۔ اور رسولوں کے اعمال کی کتاب ۲۲۔۲ بایں طور لکھا ہے یسوع ناصری ایک مرد تھا جس کا خدا کی طرف سے ہونا تجھ پر ثابت ہوا۔ اور مرقس ۴'۶ میں لکھا ہے ایک خدا جو سب کا باپ کہ سب کے اوپر کے درمیان اور تم سب میں ہے۔

پس ان تمام آیات سے یہ ثابت ہوا کہ خداوند کریم ایک واحد لاشریک ہے اور اس کا کوئی ہمسر نہیں اور نہ وہ کسی کا محتاج ہے اور نہ اس کا کوئی حقیقت میں فرزند ہے اور نہ وہ کسی سے مدد طلب کرتا ہے، نہ کھاتا ہے، نہ پیتا ہے، اور اس کے لئے موت نہیں وہ ہمیشہ حی القیوم ہے۔ وہ جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے اور ہر ایک چیز پر وہ غالب ہے، اس کو کسی کا خوف نہیں اور اس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا۔ برعکس حضرت مسیح علیہ السلام کے کیونکہ وہ ایک بشر تھا جو مائی مریم علیہ السلام کے شکم مبارک سے بلا باپ

پیدا ہوا اور پہاڑوں پر جا جا کر روتا اور دعائیں مانگتا اور موت سے ڈرتا اور ہماری طرح کھاتا پیتا اور لوگوں کو تعلیم توحید کی دیتا اور وہ اللہ کی طرف سے نبوت کا تاج لے کر ظاہر ہوا اور وہ سچا نبی تھا اور اگر عیسائی صاحبان ان آیات میں کچھ تاویل کریں تو لو ہم ایک اور آیت مفصل تحریر کر دیتے ہیں تاکہ ناظرین کو یقین آجائے متی کی انجیل ۴، ۱سے ۹ تک ملاحظہ فرمائیں۔وہوہذا

یسوع روح کے وسیلے بیابان میں لایا گیا تاکہ شیطان اس سے آزمائے اور جب دن اور چالیس رات روزہ رکھ چکا اخیر کو بھوکا ہوا تب آزمائش کرنے والے نے اس کے پاس آکر کہا کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو کہہ یہ پتھر روٹی بن جائے اس نے جواب میں کہا کہ آدمی صرف روٹی سے نہیں بلکہ ہر بات سے جو خدا کے منہ سے نکلتی ہے جیتا ہے۔ تب شیطان کو اس مقدس شہر میں اپنے ساتھ لے گیا اور ہیکل کے کنگورے پر کھڑا کر کے اس سے کہا کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو اپنے تئیں نیچے گراوے کیونکہ لکھا ہے کہ وہ تیرے لئے اپنے فرشتوں کو حکم کرے گا اور وہ تجھ کو ہاتھوں ہاتھ اٹھالیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ تیرے پاؤں کو پتھر سے ٹھیس لگے۔ یسوع نے اسے کہا یہ بھی لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو مت آزما پھر شیطان اس کو ایک اونچے پہاڑ پر لے گیا اور دنیا کی ساری بادشاہتیں اور ان کی ساری شان وشوکتیں اسے دیکھائیں اور اسے کہا کہ اگر مجھ کو سجدہ کرے تو یہ سب کچھ تجھے دوں گا۔ یسوع نے اسے کہا اے شیطان دور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تو خدا کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ نہ کرنا۔

پس ناظرین ذرا انصاف فرمائیں کہ کون شخص بیابانوں میں آزمایا گیا اور کون شخص شیطان کا کہا مان کر اس کے ساتھ شہر مقدس وپہاڑوں پر پھرتا رہا؟ کیا یہ خدا کے بیٹے کا کام ہے کہ شیطان کے ساتھ ہمراہ ہو کر بیاباں وپہاڑوں پر سیر کرنا ہرگز نہیں۔ پس معلوم ہو کہ وہ ایک اللہ تعالیٰ کا بندہ تھا جو کہ آزمائش کے لیے بیابان میں بھیجا گیا تھا اور اگر عیسائی صاحبان کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت ہے تو جواب دیں؟اور جو عیسائی صاحبان نے یہ کہا ہے کہ تمہارے پیغمبر جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا ان کتابوں میں کہیں نام ونشان نہیں تو میں یہ کہتا ہوں کہ یہ ان کا کہنا بھی غلط ہے۔ دیکھو استثنا موسیٰ کی کتاب توریت جلد ۱۸۵، ۱۵سے ۱۸تک میرے مکرم ڈاکٹر نصیر الدین صاحب نے اپنے رسالہ لاجواب میں دندان شکن جواب اس بات کا دیدیا ہے اور فقیر بھی اس مقام پر چند سطور بحوالہ تحریر کر دیتا ہے۔وہو ہذا ویظن کل

شخص انني صلبت لكن هذا الا هانته والا ستهزاء تبقيان الى ان يجئى محمد رسول الله صص فاذا جاء فى الدنيا ينبه كل من هو على هذا الغلط وترفع برنباس هذه الشبهنة من قلاب الناس یعنی نقل کیا ہے کہ صاحب توضیح نے انجیل برنباس قرآن سیل پادری مطبوعہ سن ۱۸۵۰ء مقدمہ سے ترجمہ گمان کرے گا ہر شخص کہ میں سولی دیا گیا ہوں یہ اہانت اور مسخراپن باقی رہے گا یہاں تک کہ آئے گا محمد رسول اللہ ﷺ جب آئے گا دنیا میں خبردار کرے گا اس کو جو کوئی غلطی پر ہو گا اور اٹھا دے گا یہ شبہ لوگوں کے دلوں سے۔

یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۶ مطبوعہ ۱۶۷۱ء میں بایں طور مذکور ہے ان اطلب من الا ب فیعطیکم فاز قلیط محمد ﷺ میں مانگوں گا اپنے باپ سے پس دے گا تم کو فار قلیط محمد ﷺ اور کتاب استثنا کی کتاب یعنی کتاب موسیٰ جلد ۵ صفحہ مذکورہ پر بایں طور مسطور ہے خداوند تیرا خداوند تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائی سے تیری مانند ایک نبی آیا کرے گا اور اس کی طرف کان دھرلو گے۔ میں ان کے لئے ان بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنے کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اب عیسائی صاحبان اس آیت شریفہ پر ذرا غور فرمائیں کہ یہ جو فرمایا ہے کہ تیرے مانند یعنی موسیٰ کی مانند اب وہ کون شخص موسیٰ کی مانند ہو۔ حضرت مسیح ہے یا کہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی بعد چالیس سال کے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی اور بچے تھے اور آپ کے بھی اہل و عیال تھے اور موسیٰ علیہ السلام نے بھی پاسبانی کی اور آپ نے بھی کی اور موسیٰ علیہ السلام کو نبوت اور بادشاہی ملی اور آپ کی ذات بابرکات کو بھی نبوت اور بادشاہی ملی اور موسیٰ علیہ السلام کے والدین تھے اور آپ کی ذات کے بھی والدین تھے اور علاوہ اس کے یہ جو فرمایا کہ تیرے بھائیوں میں سے تو اس وقت نبی اسمٰیل کے بھائی کون تھے بنی اسرائیل علیہ السلام تھے یا کوئی اور جواب دو؟ غرضیکہ اس آیت شریفہ سے تمام مشابہت جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے من کل الوجوہ پائی جاتی ہے نہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی کیونکہ نہ تو حضرت عیسی علیہ السلام کو بادشاہی ملی اور نہ اولاد نہ بیوی اور نہ کوئی معین چالیس سال کے بعد نبوت ملی اور نہ بھیڑوں کی پاسبانی کی اور نہ ہی ان کا کوئی باپ تھا۔ اگر ہے تو ذرا عیسائی صاحبان ان کا باپ ہی تو دکھائیں اور موسیٰ کی مانند ہونا مسیح علیہ السلام کا من کل الوجوہ ثابت کریں۔ اگر نہ کر سکیں تو ان کے

عقائد باطلہ سے توبہ کریں اور سچے دل سے محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی کریں اور تمام نبیوں کو برحق مانیں۔ فقط والسلام علی من اتبع الھدی

بحث فرقہ مرزائی

سوال: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے پر اجماع امت کا ہے یا نہیں۔

جواب: بے شک حضرت عیسی علیہ السلام زندہ ہیں چنانچہ قرآن مجید واحادیث صحیحہ واجماع مفسرین اس پر شاہد ہے۔ وہو ہذا وماقتلوہ وما صلبوہ یعنی نہ تو حضرت عیسی علیہ السلام قتل کیے گئے اور نہ سولی دیئے گئے ہیں بل رفعہ اللّٰہ الیہ یقینا بلکہ اس میں یقین ہے کہ اللہ تعلٰی نے ان نکو اپنی طرف زندہ ہی اٹھا لیا ہے۔ پس اس آیت شریف سے اظہر من الشمس ثابت ہوا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو زندہ ہی اٹھا لیا گیا ہے کیونکہ فعل قتل اور صلیب کا جسم عنصری پر ہوا کرتا ہے نہ روح پر۔ پس جس کو قتل اور صلیب سے بچایا گیا ہے اس کو اٹھایا گیا ہے۔

صاحب فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۳۴۴ اور علامہ سیوطی کتاب الاعلام میں لکھتے ہیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام آسماں سے نزول فرما کر ہمارے نبی علیہ الصلوے والسلام کے شریعت کے مطابق عمل کریں گے اور اسی پر اجماع امت کا ہے انہ یحکم بشرع نبینا وورد ت بہ الاحدیث وانعقد علیہ الاجماع وقد تواترت الاحادیث بنزول وعیسی جسما

فتح البیان اور تفسیر بیضاوی ۲ '۸۴ میں لکھا ہے روی ان عیسی ینزل من السماء یخرج الدجال فیھلاکہ اور تفسیر معالم میں نیز بایں طور وارد ہے بل رفع اللّٰہ عیسی الی السماء اور نیز تفسیر زاہدی ورق ۶۴ صفحہ ۲ پر رفع اللّٰہ عیسی حیا الی السماء اور ایسا ہی تفسیر حسینی وتفسیر اکسیر اعظم ۲ '۴۰ و تفسیر غرائیب القرآن ۶ '۱۹ وتفسیر رؤفی و تفسیر قادری وخلاصتہ التفاسیر ۲ '۷۴ و تفسیر جلالین وغیرہ میں اور ان کے علاوہ تمام علمائے دین وفقہائے کرام حنفیہ و شافیہ و حنبلیہ و مالکیہ کا بھی اس بات پر اتفاق ہے اور تمام نے یہی لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور ایسا ہی تمام محدثین نے لکھا ہے۔

چنانچہ امام بخاری و مسلم ونسائی و طبرنی وغیرہ اور ایسا ہی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ

اسلام نے فتوحات کلیہ جلد۲ باب ۷۳ میں بایں طور لکھا ہےان عیسی ابن مریم نبی ورسولہ اللہ لا خلاف انہ ینزل فی اخر الزمان حکمامقسطا عدلایعنی بے شک عیسیٰ ابن مریم نبی و رسول ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ آخر زمان میں عدل وانصاف آکر کریں گے۔ اور باقی بزرگان خدا کا بھی اسی پر اتفاق ہے جیسا کہ امام شعرانی وحضرات پیر محی الدین وعلامہ ابوطاہر وامام قرطبی وعلامہ نووی وشیخ احمد بن احمد حنبلی وعلامہ تفتازانی شرح عقاید نسفی و حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کتاب کشف المجوب و خواجہ معین الدین اجمیری کتاب انیس الارواح وعلامہ قاضی عیاض صحیح مسلم و شاہ رفیع الدین کتاب علامات قیامت اور مولانا خرم علی جونپوری تحتہ الاخبار ترجمہ مسارق الانواء میں بایں طور مذکور ہے۔

امام مہدی کے وقت میں حضرت عیسیٰ آسمان سے اتریں گے اور نصرانی دین کو مٹائیں گے اور ایسا ہی مشکوۃ باب نزول عیسیٰ کے حاشیہ پر ہے اور کتاب عون الوودو شرح ابوداوٗد ۴ '۱۰۳ میں بھی اس طرح مذکورہ ہے تواترت الاخبار عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی نزول عیسی من السماء بحسد عنصری الی الارضی عند قرب الساعتہ وان دیسی حی فی السماء ینزل فی اخر الزمان اور صاحب در منثور ۲ '۲۴۳ میں بایں طور لکھا ہےاخرج ابن ابی شیبة واحمد والطبرانی والحاکم عن عثمان قال قال رسول اللہ صص ینزل عیسی عند صلوۃ الفجر اور ایسا ہی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات دفتر سوم صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے کہ حضرت عیسی از آسمان نزول خواہد فرماد و متابعت شریعت خاتم الرسل خواہد نمود۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تاویل الاحاعیث مترجم رموز قصص الانبیاء صفحہ ۶۰ طبع احمدی میں لکھا ہے واجمعو اعلی قتل عیسی ومکروامکر اللہ خیر الماکرین فجعل فیہ مسبھة برفعہ الی السماءاور ایسا ہی انجیل برنباس باب۲۱۱ آیت پر یوں حرف تحریر کئے ہیں اور جب حضرت مسیح دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گااور حاشیہ در حاشیہ صفحہ ۳۱۲ نمبر ۱۲۳ لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ تو انجیل کو ناقص کی ناقص چھوڑ کر آسمانوں پر جابیٹھے اور نیز تقویتہ الایمان میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے صفحہ ۱۲۹ میں لکھا ہے اور ایسا ہی غنیتہ الطالبین میں ہے والتاسع رفع اللہ عزوجل عیسیٰی ابن مریم الی السماءغرضیکہ

تمام کتب احادیث واصول فقہ و کتب تفاسیر والتواریخ حضرت عیسی علیہ السلام کے زندہ ہونے اور دوبارہ ان کے آنے پر پکار پکار کی آوازیں دے رہی ہیں اور اگر کسی صاحب کو شک ہو تو جلد سوم سلطان الفقہ کا مطالعہ کرے۔ اگر کوئی اعتراض ہو تو مطلع کرے۔فقط

سوال: رفع کے کیا معنی ہیں؟

جواب: رفع کے معنی از روئے علم لغت اونچا کرنے اور اٹھانے کے ہیں چنانچہ قرآن مجید و احادیث شریف وکتب فقہ بھی انہی معنوں پر شاہد ہیں' دیکھو سورے یوسف ورفع ابویہ علی العرش اونچا بٹھایا اپنے والدین کو تخت پر اور سورے بقرہ ورفعنا فوقکم الطور اونچا کیا ہم نے تم پر پہاڑ اور حدیث من رفع حجفا عن الطریق کتبت لہ حسنۃ جو شخص واسطے رفع تکلیف آدمیوں کے راستہ سے پتھر اٹھائے تو اس کے لئے نیکی لکھی جاتی ہے اور دوسری حدیث میں اسی طرح ہے من رفع یدیہ فی الرکوع فلا صلوۃ لہ یعنی جو رکوع میں ہاتھ اٹھائے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ از کتب فقہ میں اس طرح لکھا ہے واذا اراد الدخول فی الصلوۃ کبر رفع یدیہ حذاء اذنیہ یعنی جب ارادہ کرے داخل ہونے نماز میں تو اللہ اکبر کہے اور دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے۔ اور علاوہ ان دلائل کے خود مرزا صاحب اپنی کتاب براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۹ و سطر ۴ میں بھی تحریر کرتے ہیں رفعت فجعلت مبارکا یعنی اونچا کرنا اور اٹھانا ہے۔ فقط

سوال: مرزائی لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام کا کسی حدیث صحیح سے زندہ ہونا ثابت نہیں ہوتا اور خود امام بخاری کا یہی مذہب ہے کیا ان کی یہ بات سچی ہے جواب دیں اجر ملے گا؟

جواب: یہ محض ان لوگوں کی کم فہمی وکم علمی کا سبب ہے۔ دیکھو مشکوۃ شریف جلد دوم باب نزول حضرت عیسٰی علیہ السلام عن ابی ھریرۃ قال رسول اللّٰہ صص والذی نرسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما وعدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضنع الجزیۃ ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیرا من الدینا وما فیھا ثم یقول ابوھریرۃ وان شئتم وان من اھل الکتاب الا لیؤمن بہ قبل موتہ (از بخاری و مسلم) یعنی کہا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

نے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوۃ السلام نے قسم ہے اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ضرور اتریں گے عیسیٰ بیٹے مریم کے آسمان سے بیچ تمہارے در آحالانکہ وہ صاحب عدل وانصاف ہوں گے۔ پس توڑ دیں گے سولی نصرانیوں کی اور قتل کر دیں گے خنزیروں کو اور رکھ دیں گے جزیہ(یعنی جزیہ جو اسلامی ریاست میں غیر مسلم باشندوں یعنی آدمیوں پر ٹیکس ہوتا ہے اس کے ختم ہونے کااعلان کریں گے اور فرمائیں گے کہ اب یا مسلمان ہو جاء ورنہ قتل کئے جاؤ گے تو سب مسلمان ہو جائیں گے یوں ہر گھر میں اسلام داخل ہو جائیگا روئے زمین پر کوئی کافر نہ ہو گا جیسا کہ حدیث شریف میں لکھا ہے)اور ان کے زمانے میں بہت مال ہو گا۔ یہاں تک کہ کوئی قبول نہ کرے گا اس کو یہاں تک کہ ہو جائیگا ایک سجدہ بہتر دنیا سے اور ہر چیز سے کہ دنیا میں ہے اور پھر سمجھانے کی خاطر کہا حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ اگر تم کو شک ہو اس امر میں تو پڑھو اس آیت شریف کو اگر چاہو کہ نہیں ہے کوئی اہل کتاب میں سے مگر کہ ایمان لائے گا عیسی پر پہلے مرنے ان کے ۔الخ

مسلم وبخاری کی نیز ایک روایت میں بایں طور مذکور ہے قال کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم واما مکم منکم یعنی فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے لوگو!کیا ہو گا حال تمہارا جس وقت کہ اترے گا عیسی مریم کا بیٹا درمیان تمہارے اور ہو گا تم سے امام تمہارا یعنی قریب ہے کہ امام مہدی علیہ السلم کے وقت میں حضرت عیسی علیہ السلام نزول فرمائیں گے اور نصرانی دین کو مٹا دیں گے اور محمدی دین پر عمل کریں گے۔

حضرت عبدالل ــہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نیز بایں طور پر مذکورہ ہے۔ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم ینزل عیسٰی بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ ویمکث خمسا وار بعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسٰی ابن مریم من قبر واحد بین ابی ابکر وعمر یعنی فرمایا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اتریں گے عیسی بیٹے مریم کے زمین کی طرف پس پھر نکاح کریں گے اور پیدا کی جائے گی اولاد ان کے لئے اور ٹھہریں گے زمین میں پینتالیس برس پھر مریں گے پھر دفن کئے جائیں گے بیچ مقبرے میرے کے پس اٹھوں گا میں اور عیسی بن مریم ایک مقبرہ سے درمیان میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہ کے۔

حدیث مسلم و مشکوۃ باب العلامات میں نیز حضرت خدیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قبل قیامت کے دس نشانیاں ظاہر ہوں گی وہ یہ ہیں الدخان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغربها و نزول عیسٰی بن مریم ویاجوج و ماجوج و شدة خسوف خسف بالمشرق وخسف بالرب وخسف بجزیفة العرب واخر نار تخرج من عندتسوق الناس الی المحشر وفی روایة فی العاشرة وریح تلقی یعنی فرمایا دھواں نکلنا اور الدجال دابرہ الارض کا ظاہر ہونا اور آفتاب کا نکلنا مغرب کی طرف سے اور اترنا عیسی بن مریم کا اور ظاہر ہونا یا جوج وماجوج کا اور تین خسنوں کا ایک خسف مشرق سے اور ایک مغرب سے اور ایک خسف عرب میں اور واقعہ ہو گی ایک آگ یمن کی طرف سے ہانکے گی لوگوں کو طرف محشر کے اور ایک آگ نکلے گی کنارے عدن سے ہانکے گی لوگوں کو طرف محشر کے اور ایک روایت میں ذکر آیا ہے۔ الخ۔

پس ان تمام دلائل قاطع (دلائل کا قاطع۔ کاٹنے ولی یعنی شک و شبہ کو کاٹ دینے ولی یعنی یقینی دلائل) سے ثابت ہو کہ حضرت عیسی علیہ السلام بن مریم اب تک زندہ آسمانوں پر ہیں اور غریب زمانہ امام مہدی علیہ السلام کے نزول فرمائیں گے اور ان کے زمانہ میں نہایت درجہ کا عدل و انصاف ہو گا اور مال سے لوگ نہایت درجہ پر غنی ہونگے اور بت پرست اور بدعت و رسومات کا نام و نشان بھی دنیا پر نہ رہے گا اور امام مہدی علیہ السلام اس وقت امام ہونگے اور نصرانیوں کی علمداری نہ رہے گی بلکہ ان کی صلیب اور بے غیرتی اور سود خوری کی بیخ کنی کی جائے گی اور حضرت عیسی علیہ السلام نکاح کریں گے اور ان سے اولاد بھی ہو گی اور ۴۵ سال دنیا میں تبلیغ فرمائیں گے۔ پس مدینہ طیبہ میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے مقبرہ شریف میں دفن ہونگے۔ پس جائے انصاف ہے کہ مرزا صاحب میں یہ باتیں کہاں پائی جاتی ہیں۔

سوال: مرزائی کہتے ہیں کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام خاتم نبی نہ تھے نبوت کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ اور خاتم النبین قرآن میں وارد ہے اس کے معنی مہر کے ہیں یعنی جو ان کے پیچھے آئیں گے اور آپ کی تصدیق کریں گے کیا ان کی یہ بات سچ ہے؟ جواب: یہ معنی ان کے بالکل غلط اور خلاف احادیث صحیحہ و آئمہ مفسرین ہیں اور اصل میں ختم معنی بند اور تمام کرنے کے ہیں چنانچہ ختم اللّٰه علی قلوبهم اور حدیث بخاری و مسلم و مشکوۃ جلد چہارم فضائل سید المرسلین میں نیز اسی معنی پر وارد

ہے قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم مثلی و مثل الانبیاء کمثل قصر احسن بنیانه ترک منه موضع النبة فکنت انا سددت موضع اللبنة ختم بی النبیون وختم الرسل وفی روایة فانا للبنة وانا خاتم النبیین متفق علیه (مشکوۃ شریف صفحہ ۵۱۱) یعنی کہا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے مثل میری اور مثل انبیاء کے جیسے ایک محل ہے کہ اچھی بنائی گئی دیوار اس کے گرد کی چھوڑی گئی اس محل سے ایک اینٹ کی جگہ پھر گرد پھرنے لگے اس کے دیکھنے والے اور حالانکہ تعجب کرتے تھے اس دیوار کی خوبی سے مگر ایک اینٹ کی جگہ سو میں ہی ہوں جس سے وہ خالی جگہ پر ہو گئی۔ میرے ذریع رسولوں کا سلسلہ اختتام پذیر ہوا۔

ایک روایت میں ہے پس میں ہوں مثال اس اینٹ کی اور میں ہوں ختم کرنے والا سب نبیوں کا۔ اور ترمذی میں ہے لو کان بعدی نبی لکان عمر ابن الخطاب اگر بعد میرے کوئی نبی ہوتا تو ضرور عمر ہوتا اور ترمذی و ابوداود مشکوۃ میں بایں معنی شاہد ہے وانه سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلهم یزعم انه نبی اللّٰہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی (میری امت میں تیں (بہت سے) جھوٹے ہوں گے جو سب کے سب اس کا دعویٰ کریں گے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں حالانکہ میں ہوں آخری نبی میرے بعد کوئی معبوث نہ ہو گا۔) بخاری و مسلم شریف میں ہے کہ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے انت منی بمنزله ہارون و من موسٰی الا لا نبی بعی یعنی اے علی رضی اللہ عنہ تو مجھ کو بمنزلہ ہارون کے موسیٰ کی ہے مگر فرق یہ ہے کہ کوئی نبی نہیں میرے بعد۔ پس ان تمام دلائل قاطع سے یہ ثابت ہوا کہ بعد نبی علیہ الصلوۃ کے کوئی نبی اللہ نہیں آئے گا۔ اگر زئیں گے تو کاذب اور مفتری تیں یا اس سے زیادہ جو کہ جھوٹا دعویٰ کریں گے اور علاوہ اس کے خود مرزا صاحب اپنی کتاب حمامة البشری ۲۱ و ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۶۱ میں ختم کے معنی اختتام اور بند ہونے کے لکھتے ہیں۔ وھوہذا

قرآن کریم بعد خاتم النبین کے کسی اور رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو کیونکہ رسول کو علم دین بواسطہ جرائیل ملتا ہے اور باب نزول جرائیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول آئے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔

ہست اوخیر الرسل خیر الانام

برنبوت رابرو شد اختتام

واللّٰہ یھری من یشاء الیٰ صراط مستقیم ومن یتولی فان اللّٰہ ھو الغنی الحمید ومن کفر فان اللّٰہ غنی عن العالمین نسئل اللّٰہ العفوو العافیۃ لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم

چندا بیات بطور تقریظ از مرزا اظہور الدین خان صاحب محلہ لکڑی منڈی وزیر آباد گوجرانوالہ۔

رہیں خوش مولوی صاحب نظام الدین ملتانی
جنھوں نے کر دیا تصنیف ہے تحفہ یہ لاثانی
مخالف کرتے ہیں احناف پر جن اعتراضوں کو
جوب ان کا دیا ہے آپ نے اس میں بہ آسانی
لکھا بین جواب ہر ایک کا ہے ساتھ خوبی کے
و لیکن قاطع سے اور بہ برکت فقہ نعمانی
نکھرا حق و باطل ہوا ہے اس میں اب سارا
چمک اٹھیں گے حق والے زفضل رب یزدانی
مضامین اس کے ہیں بر جستے اور مشحون نصاحت سے
کریں گے اہل حق اس کی دل و جان سے قدردانی
نقارہ اب بجے گا دین حق کا ساری دنیا میں
پڑے اب سر کی کھائیں گے جو ہیں گمراہ و ہزیانی
فدا ہیں ہم کروڑوں بار ملتانی کی ہمت پر
چلائی ہے مخالف پر جنھوں نے تیغ برہانی
ظہور الدین دعا مانگو اب حق میں مولوی جی کے

رہے ہے مہر و ماہ کی جب تلک دنیا میں رخشانی
خدا رکھے سلامت ان کو اپنے فضل و رحمت سے
ببرکت سرور حق صص اور ببرکت پیر جیلانی

سلطان الفقہ

المعروف

فتاوی نظامیہ

جلد پنجم

استفتا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ رسول اللہ ﷺ کا نور اللہ تعالیٰ سے ہے یا نہیں اور حدیث اول ما خلق اللّٰہ نوری اور حدیث دوم لولاک صحیح ہے یا ضعیف۔ کیونکہ غیر مقلد وہابی لوگ ان دونوں حدیثوں کو بناوٹی کہتے ہیں۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب

بیشک یہ دونوں حدیثیں کتب احادیث میں باسناد صحیح مسطور ہیں۔ کیونکہ یہ محض فرقہ ظہریہ باطلہ کی جہالت و کم علمی کا سبب ہے۔ دیکو کتاب مواہب لدنیہ امام احمد قسطلانی و سنن الہمزیہ فی شرح خیر البریہ و عبدالرزاق نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بایں طور باسناد صحیح حدیث بیان کی کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا من اول شئی خلقه اللّٰہ تعالیٰ قبل الاشیاء قال یا جابر ان اللّٰہ تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور بیک من نورہ یعنی کہا جابر رضی اللہ عنہ نے کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے خبر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے اول کس چیز کو پیدا کیا۔ فرمایا حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے سب اشیاء سے اول اپنے نور سے تیرے نبی کا نور۔ نقل از شرح مولود علامہ برزنجی صفحہ ۱ اور صاحب تجلی الیقین صفحہ ۳۳ بحوالہ مواہب لدینہ بایں طور حدیث نقل فرمائی۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا۔ کہ رب العلمین میری کنیت ابی محمد ﷺ کس کیلئے ہوئی حکم ہوا۔ کہ اپنا سر اٹھا اور دیکھ اور آدم علیہ السلام نے سر اٹھایا۔ اور دیکھا سراپردہ عرش پر نور محمد ﷺ کا نظر آیا ور عرض کی کہ یا رب العلمین یہ نور کیسا ہے۔ حکم ہوا ھذا نور نبی من ذریتک اسمه وی السماء احمد وفی الارض محمد لو لاہ ما خلقتک ولا خلقت السمآء والارض یعنی یہ نور ایک نبی کا ہے جو تیری اولاد سے ہے۔ اس کا نام آسمان میں احمد اور زمین میں محمد ﷺ ہے۔ اگر وہ نہ ہوتا تو میں تجھ کو نہ بناتا نہ آسمان اور نہ زمین کو پیدا کرتا۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۵ میں مجدد مائتہ حاضرہ حضرت احمد رضا خان صاحب نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو فرمایا محمد انت نور نوری و سر سری وکنوز حدایتی و خزائن معرفتی جعلت فدائک ملکی من العرش الی ماتحت الارضین کلهم یطلبون رضائی ونا اطلب رضائک یا محمد یعنی اے محمد تو میرے نور کا نور ہے اور میرے

راز اور میرے کان اور میری معرفت کا خزانہ میں نے تجھ پر عرش فلک سے لیکر تحت الثری تک سب کچھ قربان کر دیا۔ اور عالم میں ہر کوئی میری رضامندی چاہتا ہے اور میں تیری رضامندی چاہتا ہوں۔

امام قسطلانی و مواہب لدنیہ نے لکھا ہے کہ امام عبدالرزاق نے اپنے مسند میں حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو صحیح اسناد کے بایں طور نقل کیا ہے کہ کہا جابر رضی اللہ عنہ نے کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میری جان اور میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے خبر دیجئے کہ سب چیز سے اول کونسی چیز ہے جس کو خداوند کریم نے پیدا کیا؟ فرمایا آپ ﷺ نے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے بنایا پھر وہ نور قدرت الٰہی سے پھرنے لگا جس جگہ اللہ تعالیٰ نے چاہا اور اس وقت نہ قلم تھی' نہ تختی' نہ باغ' نہ کوئی فرشتہ' نہ آسمان' نہ زمین' نہ سورج' نہ چاند' نہ کوئی جن' نہ انسان غرضیکہ کوئی شے نہ تھی پھر خداوند کریم نے چاہا کہ خلق کو پیدا کروں تو پھر اس نے نور کے چار حصے کر دیئے۔ پہلے حصے سے قلم کو بنایا' دوسرے حصے سے تختی کو' تیسرے سے عرش کو' پھر چوتھے کو چار حصے کر دیا۔ پہلے سے حاملین عرش' دوسرے سے کرسی' تیسرے سے باقی فرشتے' پھر چوتھے کے چار حصے کیے۔ پہلے سے آسمان بنائے' دوسرے سے زمین' تیسرے سے باغ اور آگ اور پھر چوتھے حصے کو چار حصے کیئے۔ پہلے سے ایمانداری کی نظریں۔ دوسرے سے ان کے دلوں کا نور اور تیسرے سے ان کی زبانوں کا نور جس کے سبب سے لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پر یقین رکھ کر ورد کرتے ہیں اور قول سعدی علیہ الرحمتہ کا بھی اس پر شاہد ہے۔

کلیمے که چراغ فلک طور اوست
همه نور ها پرتو نور اوست

کتاب ترمذی و مشکوۃ باب اسماء النبی میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے نیز بایں طور حدیث مذکورہ ہے کہا جابر رضی اللہ عنہ نے رایت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی لیلۃ اضحیان فجعلت انظر الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم والی القمر وعلیہ خلتہ حمر آء فاذاھو احسن عندی من القمر (رواہ الترمذی والدار قطنی) یعنی دیکھا میں نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو چاندنی رات میں کبھی میں رسول اللہ ﷺ کی طرف اور چاند کی طرف دیکھنے لگا اور اور آپ پر خلہ احمر تھا۔ پس نگاہ آپ میرے نزدیک چاند کی روشنی سے زیادہ خوبصورت تھے۔

علاوہ ان دلائل کے خود قرآن مجید بھی شاہد ہے۔ وہو ہذا قال اللّٰہ تعالٰی قد جائکم من اللّٰہ نور وکتاب مبین یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے آیا پاس تمہارے اللہ کی طرف سے نور و کتاب روشن اور اس کی تائید پر یہ آیت مسطور ہے اللّٰہ نور السموت والارض مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباہ فی الزجاجۃ نور علی نور یہدی اللّٰہ لنورہ من یشاء یعنی اور نور آسمانوں کا اور زمینوں کا ہے صفت اس نور کی منسوب طرف اس کے ہے مانند طاق کے ہے بیچ اس کے چراغ ہے روشن و چراغ روشن شیشے قندیل کے ہے روشنی اوپر روشنی کے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس کو یہ نور بخش دیتا ہے

صاحبؒ تفسیر روفی نے اس کے تحت یوں بیان کیا ہے کہ نور حبیب ﷺ کے ساتھ خلعت خلیل نور علی نور۔ پدر نو پسر ہے نور مشہور یہ ہی راف سمجھ نور علی نور۔ بیت

سب اشیاء نور سے اس کے ہیں پیدا
کہاں ہوئے وہ عالم سے ہویدا
بن اس کے درک ہو کب درک اشیاء
نہیں اس درک میں ہر درک کی جا

کرے ادراک سے کیا منہ ہے اور وہ ہے درک سے ادراک کے پاک اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو سراج منیر سے بھی یاد فرمایا ہے۔ وہو ہذا انا ارسلناک شاھدا" و مبشرا" و نذیرا" و داعیا" الی اللّٰہ باذنہ و سراجا" منیرا" یعنی بے شک بھیجا ہم نے گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور اس کے حکم سے ڈرانے والا اور چراغ روشن۔

دارمی صفحہ ۲۳ میں مذکور ہے کہ کس شخص نے حضرت براء ؓ سے پوچھا کہ آپ ﷺ کی ذات کا چہرہ تلوار کی طرح تھا؟ کہا نہیں چاند کی طرح چمکتا تھا۔ اور ایک روایت میں یوں بھی مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنے بیٹے کو کہا اگر تو دیکھتا رسول اللہ ﷺ کو تو دیکھتا سورج نکلا ہوا۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف بابرکت سرور المحزون ترجمہ قرۃ العیون میں لکھا ہے کہ جب آپ کی ذات پیدا ہوئی تو خوشی میں آکر آپ کے دادا عبدالمطلب نے یہ شعر آپ کی صفت نوری میں کہے۔

وانت لما ولدت اشرقت الارض

واضائت بنورک الافق

ونحن فی ذلک الضیاء وفی النور

وسبیل الرشاد تخترق

اور جب تو پیدا ہوا زمین روشن ہو گئی اور تیرے نور سے افق چمک گئے اور ہم اس روشنی اور نور میں ہدایت کے رستہ چلتے۔ اور بحث قضیہ مرضیہ کے جواب میں عاشق منطقی نے کیا خوب کہا ہے۔

مثالے راکہ در شرطیہ گفتہ

بگو بامنطقی کاں ہست مردود

رخ و زلف یارم را نظر کن

کن شمس طالع است دلیل موجود

اور کسی صاحب نے خوب کہا ہے

زنور مصطفٰے ہر سو کہ بینی

تجلی گاہ یزداں است امشب

اور حدیث اول ماخلق اللّٰہ نوری کو حضرت مولانا شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مدارج النبوت میں بڑے زور شور سے بیان فرمایا ہے۔(حاشیہ: بلکہ فرمایا حدیث صحیح ہے (مدارج ج ۲)) اگر کوئی وہابی چکڑالوی اور نیچری در پردہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شان و عظمت اور ان دلائل قاطع کا منکر ہے تو بے شک وہ ملحد ہے۔

پہلے تمام شے کے خدا کے ظہور سے

پیدا نبی کا نور کیا اپنے نور سے

سوال نمبر دو کا جواب: حدیث لولاک کا مطلب و معنی مطابق احادیث صحیحہ کہ ہیں اور اصول محدثین کے نزدیک جو حدیث وضعی یا ضعیف ہو اور اس کے معنی اور مضمون حدیث صحیح سے ملتا ہو تو اس کو حکم حدیث صحیح کا لگا دیتے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ حدیث کئی طرح سے کتب احادیث میں آئی ہے۔وھوہذا

لما اقترف ادم الخطبة قال رب اسئلک بحق محمد اغفرلی قل وکیف عرفت محمدا قال لانک راسی فایت علی قوائم العرش مکتوبا لاالہ الا اللّٰہ محمد

رسول اللّٰہ فعلمت انک لم تضف الی اسمک الا احب الخق الیک قال صدقت یا آدم انہ لاحب الخلق الی ماذا سالتنی بحقہ فقد غفرت لک ولو لا محمد ما غفرت وما خلقتک (حاشیہ: مستدرک امام حاکم۔ج۔۱، ص۔۳۱۳۔ قادری) ذکر کیا ہے اس حدیث کو امام بیہقی و طبرانی وا ابن عساکر نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے (ترجمہ) جبکہ آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ یا رب العلمین صدقہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میری مغفرت فرما تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ تو نے میرے حبیب کو کس طرح سے پہچانا؟ آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ جب تو نے مجھے اپنی قدرت کے ہاتھ سے بنایا اور میرے وجود میں روح ڈالی تو میں نے سر اٹھایا اور دیکھا کہ عرش کے پاؤں پر لاالہ اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا میں نے جانا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام ملایا ہے جو تجھے تمام مخلوقات میں سے زیادہ پیارا ہے۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے آدم تو نے سچ کہا ہو مجھے تمام جہان سے زیادہ پیارا ہے۔ اب تو اس کا وسیلہ لایا ہے میں نے تیری اس کی خاطر مغفرت کی۔ اگر وہ نہ ہوتا تیری مغفرت نہ کرتا اور نہ ہی تجھے پیدا کرتا۔

طبرانی و بیہقی کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں رای فی کل موضع من الجنۃ مکتوبا" لا الہ اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ فعلمت انہ اکرم خلقک اور حاکم نے بافادہ تصحیح عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو اسطرح پر ذکر کیا۔ وہوہذا

یا عیسٰی امن بمحمد و مر من ادرکہ من استک ان یو منو ابہ فلو لا ماخلقت ادم ولا الجنۃ الا النار یعنی وحی کی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کہ ایمان لا میرے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور جو تیری امت سے اس کا زمانہ پائیں ان کو بھی یہ حکم کر دے کہ اس پر ایمان لائیں اگر میرے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو نہ پیدا کرتا آدم علیہ السلام کو اور نہ جنت و دوزخ کو اور ایسے ہی صاحب و یلمی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا کہ فرمایا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اتانی جبرائیل فقال ان اللّٰہ تعالٰی یقول لالوک ماخلقت الجنۃ ولولاک ماخلقت النار یعنی جبرائیل میرے پاس آیا اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم نہ ہوتے تو میں جنت اور دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔ نقل از تجلی الیقین صفحہ ۲۷ مولفہ حضرت مولانا مجدد صاحب مائتہ حاضرہ۔

مقصد ذات اوست دیگر جملگی طفیل

منظور رور اوست دیگر جملگی ظلام

اور صاحب تفسیر رؤفی مجددی ابتدا سے تفسیر کو اسی مضمون سے شروع کرتے ہیں۔

محمد شمع ایوان نبوت	محمد مشعل بزم فتوحات
محمد آفتاب مشرق نور	محمد ماہتاب مطلع سور
محمد مظہر سرالیلی	محمد کان نور لاتناہی
محمد باعث تخلیق عالم	محمد مغز حوا و آدم
محمد رحمۃ العلمین ہیں	بروز دین شفیع المزنبین
نہ ہوتے وہ تو کل عالم نہ ہوتا	کبھی تخم ظہور اللہ نہ ہوتا

غرضیکہ اللہ تعالیٰ اس نور کو ان لوگوں کے کہنے سے اور پھوک مارنے سے کبھی نہیں مٹائے گا۔ اگرچہ یہ لوگ شب و روز صاحب نور کی شان مبارک و تعظیم کو بڑے بھائی جیسے یا اس کے غیب اور علم کو پاگلوں اور دیوانوں بہائم جیسے جانیں یا اپنی قلم سے اس کی بے ادبی میں ہزارہا اوراق سیاہ کر ماریں تو پھر بھی قسم باللہ شان محمد میں رائی بھر خداوند کریم کمی نہیں کرے گا چنانچہ قرآن مجید اس بات کا شاہد ہے۔

قال اللّٰہ تعالٰی یریدون لیطفوا نور اللّٰہ بافواھھم ویابی اللّٰہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون ھوالذی ارسل رسولہ المشرکون یعنی ارادہ کرتے ہیں مخالف لوگ یہ کہ بجھادیں منہ اپنے سے نور اللہ کا اور نہیں قبول رکھتا اللہ مگر یہ کہ پورا کرے نور اپنے کو ساتھ حق کے تاکہ غالب کرے اس کو اوپر دین سب کے اگرچہ ناخوش رکھیں اس امر کو مشرک لوگ اور ناظرین کو معلوم ہو گا کہ یہ فرقہ وہابیہ و چکڑالویہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کیسے بے ادبانہ گستاخانہ الفاظ اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ دیکھنے سے انسان ایماندار کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور الامان الامان بے ساختہ زبان سے شروع ہو جاتا ہے اگر کسی صاحب کو شک ہو تو جلد اول و سوم و چہارم سلطان الفقہ میں مطالعہ کرے اور ان کی مجالست و موافقت سے بچے اور وہ حدیث جس میں فضائل اور اوصاف ستودہ رسول ﷺ کے حق ہوں اس کو بسر چشم بلا حیل و حجت تسلیم کر لیا جائے اگرچہ وہ حدیث کسی اسناد میں ضعیف بھی کیوں نہ ہو۔

طفیل سرور عالم ہوا سارا جہاں پیدا
زمین و آسمان پیدا مکین ولا مکاں پیدا
نہ ہوتا اگر فروغ نور پاک رحمت عالم
نہ ہوتی خلقت آدم نہ گلزار جاں پیدا
شہ لولاک کے باعث حبیب پاک کے باعث
جناب حق تعالیٰ نے کیا کون و مکاں پیدا

سوال: اسماء الٰہی و اسمائے رسول اللہ ﷺ کی مساوات قرآن مجید سے ثابت ہے یا نہیں اگر ہے تو ثابت کرو اور باقی گیاراں سوال مرزائی کی الجواب ہیں ان کا جواب دو

جواب: بے شک مساوات خداوند کریم و اسمائے حبیب رسول خدا ﷺ کی اکثر ناموں میں قرآن مجید سے پائی جاتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنا نام حمید رکھا یعنی صفت کیا ہوا اور حبیب کیا ہوا اور حبیب کا نام محمد رسول اللہ ﷺ رکھ دیا۔ یعنی بہت صفت کیا ہوا اگر اپنا نام رؤف رحیم رکھا یا حق مبین رکھا تو اپنے حبیب کو بایں طور کہ دیا قل جائکم الحق وقل انی انا اللّٰہ نذیر مبین اور اگر اللہ تعالیٰ نے اپنا نام نور رکھا تو اپنے حبیب کو بھی نور سے خطاب کیا۔ وہوہذا قد جائکم من اللّٰہ نور و کتاب المبین و سراجا" منیرا" اور اگر اپنا نام شہید رکھا تو اپنے پیارے کو بھی اس معنی سے یاد فرمایا انا ارسلناک شاھد ویکون الرسول علیکم شہیدا اور اگر اپنا نام کریم رکھا تو اپنے حبیب کو بھی اسی نام سے یاد فرمایا انہ لقول رسول کریم اور اگر اپنا نام عظیم رکھا تو اپنے حبیب کا نام بھی انک لعلی خلق عظیم سے مشہور کر دیا ور اگر اپنا نام فتاح فرمایا تو اپنے پیارے نبی کو بھی تمام لوگوں میں اسی نام سے مستفید و مستفیض کر دیا تستفحون فقد جاء کم الفتح اور اگر اپنا نام مشکور رکھا تو اپنے نبی ﷺ کا کان عبدا شکورا" سے زیور پہنایا اور اگر اللہ تعالیٰ نے اپنا نام علیم وعلام و عالم الغیب رکھا تو اپنے حبیب کو بھی علمک مالم تکن تعلم سے شاد فرمایا۔ اور اگر اپنا نام اول و آخر رکھا تو اپنے پیار کو بھی و اذاخذنا من النبین میثاقھم و خاتم النبین کے عہدہ سے سرفراز کیا اور اگر اپنا نام قوی و ذی القوۃ المتین فرمایا تو رسول اللہ ﷺ کو بھی ذی قوۃ عند ذی العرش المکین

کا تاج عطا فرمایا۔ اور اگر اپنا نام صادق رکھا تو اپنے حبیب کو بھی صادق و مصدق فرمایا۔ اگر اپنا نام ولی و مولی رکھا تو اپنے حبیب کو بھی انما ولیکم اللّٰہ رسولہ و النبی اولی بالمومنین فرمایا۔ اگر اپنے آپ کو عفو سے یاد کرایا تو اپنے پیارے کو بھی حکم فرمایا خذا العفو فاعف عنہم اور اگر اپنا نام ہادی رکھا تو اپنے حبیب ﷺ کو بھی انک متھری الی صراط مستقیم فرمایا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے اپنا نام مومن و مہین سے یاد کیا تو اپنے حبیب کو بھی مطاع امین ویؤمن باللّٰہ وللمؤمین فرمایا۔ اور اگر اپنا نام قدوس فرمایا تو اپنے حبیب کو بھی یزکیکم و یخرجھم من الظلمت الی النور کے صیغہ سے شاد فرمایا۔ اور اگر اپنا نام عزیز فرمایا تو اپنے حبیب ﷺ کو بھی للہ العزۃ ولرسولہ سے سرفراز فرمایا۔ اور اگر اپنے آپ کو بصیر فرمایا تو اپنے حبیب کو بھی وسیری اللّٰہ عملکم ورسولہ سے خورسند کیا اور اگر اپنا نام غنی اور ذالفضل فرمایا تو اپنے حبیب کو بھی اس میں شریک (حاشیہ: یعنی اس اسم مبارک کے ساتھ متصف ہونے میں شریک یا دوسرے لفظوں اس نام و صفی سے حضور ﷺ کو موصوف کیا ورنہ در حقیقت اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات افعال و اسماء میں وحدہ لا شریک ہے اگر مصنف یہاں لفظ شریک استعمال نہ فرماتے تو بہتر تھا اگرچہ ان کی مراد یہی ہے جو راقم نے عرض کی کیونکہ مصنف صحیح العقیدہ اہل سنت ہیں ان کے اس قول کا یہی مطلب لیا جائے گا۔ قادری) فرمایا وما نقموا الاان اغناھم اللّٰہ ورسولہ من فضلہ اور علاوہ ان اسماء کے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو یٰسین و طٰہٰ و مدثر و مزمل و رحمتہ للعالمین و اسمہ احمد سے پکارا اور اس کے بعد اس کی عمر کی قسم فرمائی لعمرک انھم لفی سکرتھم یعمھون سے تیری زندگی کی قسم ہے وہ قوم لوط کی اپنی مستی میں سرگرداں ہیں اور فرمایا لا اقسم بھذا البلد اور میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی یعنی مکہ مکرمہ کی کہ تو اس میں جلوہ فرما ہے۔

پس اب ناظرین انصاف فرمائیں کہ جس شخص کی عمر اور جس کے شہر کی قسم خود اللہ تعالیٰ اٹھائے اور اپنے اسماء کے ساتھ اس کے اسماء حسنی کی تعریف فرمائے تو پھر ہم لوگوں کی زبانوں کو کیا جرات ہے اور ہمارے قلموں کو کیا طاقت ہے کہ اس کی صفت اور تعریف بیان کرے اور لکھیں گے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

پس اب فرقہ مرزائی و فرقہ نجدیہ و وہابیہ و چکڑالویہ جو کہ رسول اللہ ﷺ کی شان مبارک کی کسر

شان بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا علم پاگلوں اور مجنوں لوگوں جیسا تھا۔

اور کسی چیز کے مختار نہ تھے اور اللہ تعالیٰ کی شان کے سامنے چمار سے ذلیل تر تھے۔ اور بڑے بھائی جیسی شان رکھتے تھے اور ان کا خیال نماز میں گدھے اور زنا کنجری اور بیل سے بد تر ہے۔ اور ان کو اپنی موت کی خبر بھی نہ تھی۔ اور وہ ایک چپڑاسی کی طرح ہے پس اپنے پروانے دے کر چلے گئےنعوذ باللّٰہ ذلک ومن الشطن الرجیم

اب ناظرین ذرا غور سے ملاحظہ کریں کہ رسول اللہ ﷺ کے برابر کسی نبی کا شان بھی تسلیم کیا جا سکتا ہے ہر گز باقی مرزائی کے سوالوں کا جواب میرے مکرم پوسٹ ماسٹر بخش لاہوری پنشر نے دے دیئے ہیں اس لئے بندہ نے اس کے دو سوالوں کو جواب دیکھ کر قلم بند کرلیا اور مرزائی کے سوالات مع جوابات اخیر جلد میں ملاحظہ کریں۔

سوال: ہمارے سردار جناب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو علم کس قدر تھا اور آپ کو علم غیب کا بھی تھا یا نہیں کیونکہ فرقہ وہابیہ 'دیوبندیہ 'اور فرقہ نجدیہ اس سے سخت منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کی ذات کو ہر گز علم غیب نہ تھا اور دوسرا آپ ﷺ کی ذت کا علم شیطان سے کم ہے کیونکہ آپ ﷺ کا علم نص سے ثابت نہیں اور مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اپنے رسالہ اہل حدیث میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی ذات کو نہ علم غیب ذاتی اور نہ وہبی اور نہ ہی کسبی تھا۔ اور میاں عبدالعزیز پسر روشن دین مصنف محمدی شمع چراغ محمدی نے اپنی کتاب اصول زندگی صفحہ ۲۹ تا ۳۰ میں لکھا ہے کہ اگر آپ کی ذات کو علم غیب ہوتا تو اپنے دندان مبارک شہید نہ کراتے اور کیوں عبداللہ بن مکتوم کے بارہ میں عتاب پاتے اور کیوں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متہم ہونے پر ۳۰ دن تک غمناک رہتے اور کیوں فرماتے کہ مجھے کل کی خبر نہیں کہ کیا ہو گا اور کب مرنا ہے اور کب قیامت ہو گی اس کا مفصل جواب باسند بیان کرو؟

جواب: علم رسول ﷺ کو ماکان ومایکون جمیع اشیاء کا اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا چنانچہ قرآن مجید و احادیث صحیحہ اس پر شاہد ہیں وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللّٰہ علیک عظیما یعنی میرے حبیب میں نے وہ علم آپ کو عطا کیا کہ جس کو آپ کو کچھ خبر نہ تھی اور یہی تیرے رب کا آپ پر بڑا فضل ہے۔ اس آیت کے تحت ملا کاشفی تفسیر حسینی میں لکھتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ

تعالیٰ نے مجھے وہ علم عطا کیا کہ کوئی شے مافی السموات و مافی الارض کی مجھ پر پوشیدہ نہ رہی

طبرانی نے بایں طور حدیث نقل کی ہے ان اللّٰہ قد رفع لی دنیا وانا انظر الیھا والی ما ھو کائن الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی ھذہ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کو میرے سامنے اٹھا دیا ور میں اس میں دیکھتا ہوں جو کچھ ہے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اور تمام اطراف و جوانب اس کے میرے سامنے ایسے ہیں جیسے میرے ہاتھ کی یہ ہتھیلی

صاحب ترمذی نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بایں طور حدیث فرمائی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رایت ربی عزوجل وضع کفه بین کفی فوجدت بردانا مله یعنی میں نے عزوجل کو اس حال میں دیکھا کہ اس نے اپنے قدرت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا۔ پس اس کے پوروں کی ٹھنڈک میری دونوں چھاتیوں کے درمیان محسوس ہوئی اور مجھ پر ہر شے روشن ہو گئی۔

بخاری شریف کی روایت میں علمت وعرفت ما فی السموت والارض وارد ہے۔

امام بخاری نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بایں طور حدیث بیان کی ہے قام فینا النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم مقاما" فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخلا اھل الجنۃ منازلھم واھل النار مازلم یعنی ہمارے درمیان ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کھڑی ہوئی اور فرمایا کہ ابتدا سے جس قدر مخلوقات پیدا کی ہوئی ہے سب کی خبر مجھ کو ہے یہاں تک کہ مقامات اہل جنت و اہل النار کے ہیں۔

صحیحین میں صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے قام فینا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مقاما ماترک شیئا یکون فی مقامه ذلک الی قیام الساعۃ الا حدث یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں ایک مقام پر کھڑے ہو کر جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا سب بیان کر دیا تھا کوئی چیز نہ چھوڑی۔ اور امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک دن فرمایا کہ جس قدر میرے ساتھ لوگ ایمان لائیں گے اور جو نہ لائیں گے سب کی خبر مجھ کو ہے اور منافق لوگ مثل فرقہ نجدیہ کے استہزاء کے طور کہنے لگے کہ آپ ہمارے ساتھ اور ہماری طرح ہو کر اور خبریں غیب کی بھی بتانے لگے ہیں۔ تب حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی بات سن کر کھڑے ہو گئے اور حمد و ثناء کی اور فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہوا کہ

میرے علم پر طعن زنی کرتے ہیں اور فرمایا لا تسئلوا عن شی فیما بینکم و بین الساعۃ الا انبئتکم بہ یعنی نہ سوال کرو تم مجھ سے کسی شے کا درمیان تمہارے اور درمیان قیامت کے ہے مگر میں تم کو اس کی خبر دوں گا اور آیت دوم وما کان اللّٰہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللّٰہ یجتبی من رسلہ من یشاء (پارہ چار) یعنی نہیں ہے اللہ تعالیٰ یہ کہ خبر کرے تم کو اوپر غیب کے مگر اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جس کو چاہتا ہے۔ اور آیت سوم بھی اس کی تائید پر شاہد ہے۔ عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول (سورہ جن) یعنی وہی ہے جاننے والا ہے غیب کا۔ پس نہیں خبردار کرتا اوپر غیب اپنے کے کسی کو مگر جس کو پسند کرتا ہے۔ پیغمبروں سے اور ایک آیت کے شان نزول میں یہ ذکر ہے کہ جو شخص آپ کی ذات بابرکات کے علم غیب پر ہنسے یا استہزا کرے وہ کافر اور منافق ہے۔ وہ آیت یہ ہے؟

ولئن سالتہم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قل اباللّٰہ وایاتہ و رسولہ کنتم تستھزون لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم (سورۃ توبہ) یعنی اور اگر تم ان سے پوچھو تو بے شک ضرور کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل کرتے جاتے تھے اے رسول آپ ان کو کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے۔ بس بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر یعنی مرتد ہو چکے۔

اس آیت کی تفسیر حضرت ابن ابی شیبہ وابن جریر ابن منذر ابن ابی حاتم و امام مجاہد عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بایں طور تفسیر در منثور جلد سوم صفحہ ۲۵۴ و تفسیر ابن جریر مطبوعہ مصر جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۵ میں مسطور ہے قال رجل عن المنافقین یحدثنا محمد ان ناقۃ فلان لوادی کذا کذا فما یدریہ بالغیب اور اس کا ترجمہ قاضی فضل احمد صاحب نے اپنی تقریروں میں یوں کیا ہے کہ کسی شخص کی اونٹنی گم ہو گئی اور اس کی تلاش تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹنی فلاں شخص کی فلاں جنگل میں فلاں جگہ پر ہے اس پر ایک منافق بولا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ اور فلاں جنگل میں ہے اور وہ غیب کی بات کیا جانے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت شریف نازل فرمائی کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹھٹھا کرتے ہیں منافق لوگو بہانے مت بناؤ۔ تم مسلمان کہلا کر اس لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی بات کیا جانے

کے کہنے سے کافر ہو گے

کتاب عینی شرح جلد ۸ صفحہ ۱۸او قسطلانی جلد ۶ صفحہ ۱۸۵ میں لکھا ہے کہ ایک صحابی نے آپ علیہ السلام کے سامنے یہ قصیدہ بنا کر پڑھا حضور علیہ الصلوۃ والسلام اسے سن کر نہایت خوش ہوئے اور دعا فرمائی اور وہ قصیدہ یہ ہے

اشھدان اللّٰہ لا رب غیرہ وانک مامون علی کل غائب

یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ خداوند کریم اکیلا رب ہے نہیں رب سوا اس کے اور میں اس بات کی بھی شہادت دیتا ہوں کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ تمام نبیوں پر مامون ہیں۔ پس ان تمام دلائل قاطع سے معلوم ہوا کہ آپ کی ذات بابرکات کو علم جمیع اشیاء ماکان و مایکون وعلم غیب غیب اضافی بھی تھا۔ اس سے انکار کرنا قرآن مجید اور احادیث صحیح کا انکار کرنا ہے جن کے انکار کرنے سے کفر لازم آتا ہے۔

ابو نعیم دلائل میں حضرت ام الفضل عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ ام الفضل رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضور اکرم ﷺ سے جبکہ میں حاملہ تھی اور آپ کے ساتھ گزری تھی اور کہا مررت بالنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال انک حامل بغلام فاذا ولدتہ فاتنی (ترجمہ) پس آپ ﷺ نے فرمایا تیرے حمل میں لڑکا ہے پس جب وہ پیدا ہو تو میرے پاس لائیو۔ اور آگے فرماتے ہیں فلما ولدتہ اتیتہ فاذن فی اذنہ الیمنی واقام فی الیسری پس میں نے جب کہ اس کو جنا تو پھر میں اس کو آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں لائی آپ نے اس کے داہنے کان میں اذان کہی اور بائیں میں اقامت اور میدان بدر میں آپ کی ذات نے تمام صحابہ کو جمع فرما کر فرمایا کہ یہاں فلاں شخص قتل ہو گا اور زمین پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اس جگہ فلاں فلاں شخص کی قبر ہو گی سو ایسا ہی ہوا وما تجاوز احدھم عن موضع ید رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اور آپ نے ام المومنین کو فرمایا کہ تیری موت شرقی زمین مقام زفاف میں ہو گی اور نعمان بن بشیر اور حضرت علی اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی تمام کیفیت موت کی پہلے ہی بیان فرمادی۔

پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ آپ کی ذات پاک کو علم مافی الارحام وبای ارضی

تموت کا بھی پورا پورا تھا چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی خصائص کبریٰ میں اور شیخ سیدل العزیز دباغ ابریز میں تحریر فرماتے ہیں ذهب بعضهم الى انه صلى اللّٰه عليه وسلم اوتى علم الخمس ایضاً و علم وقت الساعة و الروح لا يخففى عليه صلى اللّٰه عليه و آله وسلم شئى من الخمسة المذكورة فى الاية الشريفةیعنی آپ کی ذات پر علوم خمسہ جو آیہ شریف میں مذکور ہیں پوشیدہ نہیں اور تفسیر خازن تحت آیت قلط لا اقول لكم عندى خزائن الغيب ولو كنت اعلم الغيب کے لکھا ہے کہ آپ کی ذات کو علم غیب اضافی کی خبر نہ تھی کیونکہ خاصہ علم غیب اللہ تعالیٰ ہی ہے اور جو فرقہ وہابیہ نے بے ادبانہ الفاظ سے آپ کے علم غیب کی نفی پر دلائل پیش کئے ہیں اس کا جواب بھی یہی ہے اور آپ کی ذات کی ابتداء میں ایک حالت تھی اور آپ نے رضاوقضا ربانی کا سبق یاد کیا ہوا تھا اس پر پوری تعمیل کی۔ فافہم واللہ اعلم بالصواب

سوال: فرقہ وہابیہ و نجدیہ کہتے ہیں کہ حنفی لوگ بڑے مشرک ہیں کیونکہ یہ لوگ خداوند کریم کی ذات کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو بھی شریک بنا لیتے ہیں اور ہر ایک صفت خداوند کریم کے مساوات کرتے ہیں حالانکہ وہ ایک ہماری طرح بشر تھا اور کسی چیز کا مختار نہ تھا دیکھو مظہر البدعت و تقویۃ الایمان کیا ان کی یہ بات حق ہے۔

جواب: یہ اس فرقہ کی نا سمجھی ہے اور جہالت اور تعصب کی بات ہے ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کو ہرگز خدا نہیں مانتے اور نہ ہی ہم اس کو ہمسر اور ثانی خدا سمجھتے ہیں اور مساوات تو تب آتی ہے کہ اگر ہم علم آپ ﷺ کی ذات کا خداوند کریم جیسے مانتے ہم تو اس میں اس طرح پر فرق کرتے ہیں۔ خداوند کریم کا علم ذاتی محمد رسول اللہ ﷺ کا علم عطائی خدا کا علم قدیم حضور کا علم حادث خدا کا علم ممتنع التغیر حضور ﷺ کا علم ممکنہ التغیر، خدا کا علم تفصیلی ہر فرد کو محیط ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اجمالی (حاشیہ: یعنی بعض میں اجمالی اور مجموعی طور پر تفصیلی ہے اور محدود ہے کہ عرش سے فرش مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب کے درمیان قیامت تک ان چھ حدود میں محدود ہے جبکہ علم الٰہی لا محدود لا متناہی۔ اس کی مزید بحث ہماری تفسیر سورۃ ملک میں ملاحظہ فرمائیں۔ قادری) ہاں اصل بات یہ ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے عشق میں بذریعہ پیشوایان و راہ نمایان کے تجلیات و انوار محمدی قلب پر پاتے ہیں اور محو ہو کر اس پیارے حبیب

ﷺ کے گیت گاتے ہیں اور مداحیں پڑھتے ہیں اور درد کی اس طرح پر صدائیں کرتے ہیں۔

نسیما جانب کوش گذر کن

بگو آن نازنین شمشاد مارا

بہ تشریف قدوم خود زمانے

مشرف کن خراب آبد مارا

کہ بے پابوس تو اسباب شادی

نشائد خاطر اشاد مارا

اور فقیر کو یہ بات تجربہ و مشاہدہ اور اس فرقہ ظاہر پرست کے بیچ چند سال رہنے سے معلوم ہو چکی ہے کہ بوجہ نا پکڑنے مرشد کامل کے اس ذوق و نعمت عظمیٰ سے محروم و محجوب رہ جاتی ہیں اور ہم محبان خدا رسول پر فتویٰ کفر و نفاق کے بوجہ حسد و عداوت کے لگانے لگ جاتے ہیں۔

ایک در عشقم ملامت میکنی معذور دار

گر ترا انصاف باشد عذرم آری از کرم

اور ذرا فرقہ ظاہریہ اس آیت کریمہ کی طرف جو مشت نمونہ خروار تحریر کی جاتی ہے ملاحظہ کریں وما نقموا الاان اغناھم اللّٰہ ورسولہ من فضلہ اور بتلائیں کہ دولت مند بنانا اور فضل کرنا کس کا کام ہوتا ہے۔

محققین نے شرک کے معنی یہ کئے ہیں کہ الوہیت باری میں کسی کو شریک قرار دیا جائے جیسے کہ مجوسی عقیدہ ہے یا کسی کو مستحق عبادت قرار دیاجائے جیسے کہ بت پرستوں کو قرار دیتے ہیں۔ پس اس عبارت سے واضح ہو کہ شرک کا مدار صرف گنتی و تعداد اللہ پر ہوا کرتا ہے کیونکہ توحید صرف وحدانیت پر محدود و منحصر ہے اور علاوہ اس کے یہ کہنا کہ وہ ہمارے جیسے بشر تھے۔ نعوذ باللہ ہر گز نہیں۔

چہ نسبت خاک رابا عالم پاک

حدیث لست کا حد کم یعنی فرمایا آپ نے کہ میں تم سے کسی ایک کی طرح نہیں ہوں اور فرمایا ایکم مثلی تم میں سے کون مجھ سا ہے اور فرمایاانی بیت عند ربی یعنی میں اپنے خداوند کریم کے

پاس رات کاٹتا ہوں۔ اور فرمایا یطعمنی یسقنی یعنی مجھے پروردگار کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ اور فرمایا آپ علیہ السلام نے"لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب"یعنی واسطے میرے اللہ کے ساتھ ایک وقت ہے کہ نہیں گنجائش کرتا اس میں فرشتہ مقرب۔ (اس سے آگے ہے "ولا نبی مرسل" اور نبی رسول۔ قادری) (نقل از بحرالاسرار صفحہ ۶۱ و مشکوۃ)اور علاوہ ان دلائل کے قرآن مجید میں کہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو مازاغ البصر اور کہیں فانک باعیننا یعنی میری آنکھوں میں ہے۔ اور کہیں قاب قوسین و ادنٰی کا قرب فرمایا اور یہ باتیں ہم لوگوں کے لئے کہاں فافھم فلا تعجل

سوال: نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو بوقت درود شریف یا تشہد پڑھنے کے حاضر ناظر سمجھنا جائز ہے یا نہیں اور آپ کی ذات ان اوقات میں حاضر ہوتے ہیں یا نہیں مولوی محمد مستقیم غیر مقلد ساکن بھترانوالی علاقہ فیصل آباد وغیرہ فرقہ نجدیہ بھی اس کو شرک و کفر سمجھتا ہے یہ کیونکر ہے؟

جواب: ہر وقت اور ہر لحاظ خداوند کریم کی ذات کو حاضر ناظر (حاشیہ: بعض علماء نے "حاضر و ناضر" کے لغوی معنوی کی محدودیت کی وجہ سے ان الفاظ کے اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنے سے منع کیا ہے دیکھئے " تسکین الخواطر فی مسئلہ الحاضر والناظر" مسئولہ سیدی و مولائی و استاذ سید احمد السعید الا کاظمی علیہ الرحمتہ۔ قادری) سمجھنا چاہیے لیکن ان اوقات مخصوصہ میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو مطلع ہونے کا اعتقاد رکھنا جائز ہے۔اس میں کوئی قباحت نہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں بایں طور مذکور ہے ویکون الرسول علیکم شھید اور تین جگہ انا ارسلناک شھدااور دوسری جگہ وجئنا علی ھولاء شھیدااور ہو گا رسول اوپر تمہارے قیامت میں گواہ۔

پس ان آیات بینات سے واضح ہوا کہ رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں پر گواہ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے کو شاہد بنایا اور شاہد کے واسطے مشاہدہ ہونا ضروری ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ہمارے نبی علیہ الصلوۃ ہر ایک افعال و اقوال امت مرحومہ کے مشاہدہ کر رہے ہیں جیسے کہ خود طبرانی نے حدیث بیان کی ہے کہ جب آیت سوم نازل ہوئی تو حضور علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ یا رب العلمین تو نے خود مجھے حکم دیا ہے کہ جو شخص بلا دیکھے اور مشاہدہ کے گواہی دے تو اس کی گواہی مردود نامقبول عندالشرع ہو

گی۔ اور ادھر تو نے مجھے تمام لوگوں کی شاہدی کا حکم دیا ہے اور بلا دیکھے شہادت میری کیونکر قبول ہو گی اور کس طرح گواہی دے سکوں گا۔ فاوحی اللّٰہ تعالٰی الیہ ایھا السید نحن نسری بک الینا شاھدا ملکون الا علی پس اس پر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے سردار ہم آپ کو اپنی طرف بلائیں گے تاکہ تمام ملکوت اعلیٰ کا مشاہدہ کرا دیں اور اس کی تائید پر حدیث دلائل الخیرات بایں طور مسطور ہے۔

قیل ارائیت صلوۃ المصلین علیک ممن غاب عنک و من یاتی بعدک ما حالھما عندک فقال اسمع صلوۃ اھل مجتی و اعرفھم و تعرض علی صلوۃ غیرھم عرضا" یعنی حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ جو لوگ آپ کو مخاطب کر کے آپ پر درود شریف پڑھیں یا بعد آپ کے تو ان کا درود پڑھنا آپ کو کس طرح معلوم ہو گا تو آپ نے فرمایا میں اپنی محبت و عشق والوں کا خود حاضر ہو کر سنوں گا اور دوسروں کا فرشتہ موکل پہنچایا کرے گا۔ ابوداؤد احمد بیہقی و مشکوۃ میں نیز ابوھیریرہ رضی اللہ عنہ سے اس امر پر حدیث شاہد ہے مامن احد یسلم علی الا ردالله علی روحی حتی ردء م یعنی فرمایا آپ ﷺ نے کوئی شخص نہیں کہ درود بھیجے مجھ پر مگر اللہ تعالیٰ پھیرتا ہے مجھے روح میرے کو یہاں تک میں درود پڑھنے والے پر سلام کا جواب دیتا ہوں اور تحفہ احمدیہ میں وعین العلم وملا علی قاری مرقات میں بھی اس طرح معنے کئے ہیں اور نجوم الشہابیہ صفحہ ۶۹ میں اس طور معنی تحریر کئے ہیں۔ ابیات

این چنیں تصریح در مرقات کردہ کہ جواب
ان خطاب میکند نے غائبانہ آن جناب
کرد در شرح شفاء آن فاضل قاری بیان
ظاہر اطلاق شامل ہر مکاں ہر زماں
یعنی آن سرور بگفتہ ہر کہ میگوئد سلام
رد کنم بروے نکروہ قید از ماں و مقام
یعنی یہ کہ در زمانے در عجم یا در عرب

میکند تسلیم گوئد من جواب اور الب

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث طبرانی و اثمین میں و اذکار امام نووی و حصن الحصین میں بالفاظ بایں مسطور ہے فقل یا عباداللّٰه اعینونی یا عباداللّٰه اعیونونی و قد جرب ذلک یعنی فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کسی شخص کی کوئی چیز گم ہو جائے تو سہ بار الفاظ ۔ کہے "یا عباداللّٰه المینونی" اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اور یہ مجرب ہے اور ملا علی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہاں مراد آپ کی ذات مع ابدال کے وہ فرشتے ہیں جو حاضر ہو کر اس کی چیز گم ہو گئی ہوئی کو پیش کر دیتے ہیں۔ چنانچہ تحفہ احمدیہ میں ہے۔ بیت

حضرت قاری محقق اندراں حرز ثمین

از عباداللہ مراد رحمتہ للعالمین

اور میرے مخدومی قبلہ عالم مفسر تفسیر سورۃ مزمل نور مکمل صفحہ ۱۱ میں لکھتے ہیں۔

تاں جو دیاں جواب سلام اس سرور نے فرمایا

تے روح میرا اس پاس آوئے جس ہوگ سلام پہنچایا

تے روح نبی سرور دا آوے حاضر پاس جنہاندے

رحمت رب دی نازل ہووے ہر دم اوپر تنہا ندے

اور کتاب انوار الانتباہ صفحہ ۱۱ بحوالہ ابن الحاج مکی مدخل و امام قسطلانی مواہب لدنیہ میں لکھا ہے قد قال علماینا رحمهم اللّٰه تعالٰی لا فرق بین موته و حیاته صلی اللّٰه علیه وسلم فی مشاهدة لا مته و معرفته باحوالهم و نیاتهم و عزائمهم و خواطر هم و ذلک جلی عنده لا خفاء یعنی بے شک ہمارے علمائے دین رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت حیات دنیوی اور اس وقت کی حالت کچھ فرق نہیں ہے اور وہ اپنی امت کو دیکھتے ہیں اور پہچانتے ہیں احوال ان کے اور نیتیں ان کی اور ان کی دلوں کے خطرات اور ارادے ان کے اور آپ کی ذات پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں سب روشن ہیں۔

کتاب شرح برزخ صفحہ ۱۲۰ وغیرہ کتب صحاح میں لکھا ہے کہ فرشتے ہمراہ حضور علیہ السلام کے مومنین کی قبر

میں تشریف لاتے ہیں اور مومنین پہچانتا ہے کہ یہ ہمارے سردار ﷺ ہیں اور فرشتے کہتے ہیں ھذا الرجل محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم یہ فرشتوں کا مقولہ ہے ھذا اسم اشارہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام مشار یہ الیہ اور بقاعدہ نحوی اگر مشار الیہ موجود نہ ہو تو اشارہ مشار الیہ کی طرف کرنا لغو اور بے فائدہ ہوتا ہے اگر کوی وہابی اعتراض کرے کہ آپ کی ذات کا حاضر ہونا ہر جگہ غیر ممکن ہے تو میں کہتا ہوں کہ عزرائیل علیہ السلام ایک فرشتہ ہے جو کہ مشرق تا مغرب و شمال تا جنوب تک ایک آن میں جائیں قبض کر لیتا ہے۔ تو پیغمبر علیہ السلام جن کے وجود سے ہژدہ ہزار رہا ایسے وجود پیدا ہوں اور عزرائیل کے رتبہ سے بھی کئی کروڑ درجہ زیادہ رکھتے ہوں تو پھر ان کا ہر جگہ حاضر ہونا غیر ممکن کس طرح مانا جا سکتا ہے۔ کتاب مراقی الفلاح و معراج الدرایہ و کتاب شامی و نہر الفائق شرح کنز الدقائق میں لکھا ہے کہ بوقت السلام علیکم ایھا النبی پڑھنے کے آپ کو دل میں حاضر سمجھے اور اس کلمہ کو حکایت و اخبار کے طور نہ پڑھے۔وہو ہذالا بدان یقصد فی الفاظ التشھد معناھا التی وضعت لہ کانہ یحی ویسلم علی نبیہ وعلی نفسہ وعلیہ اولیاء اللّٰہ تعالٰی اے انہ یقصد الانشاء بھذا الالفاظ لاالاخبار اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب احیاء العلوم فصل ما ینبغی ان یحضر فی القلب میں نیز بایں طور لکھتے ہیں واحضر فی قلبک النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم و شخصہ الکریم و قل السلام علیک ایھا النبی (حاشیہ: ترجمہ عبارت امام غزالی اور حاضر کرو تم اپنے دل میں نبی ﷺ کی ذات کریم کو یعنی تم اپنے دل میں حضور ﷺ کو حاضر موجود یقین کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کرو۔ قادری) اور علامہ شامی کی یہ عبارت ہے لاالحکایۃ عماوقع فی المعراج یعنی نمازی نہ ارادہ کرے کہ میں خبر دیتا ہوں یا حکایت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں اپنے حبیب کو فرمایا تھا السلام علیک ایھا النبی۔

اور صاحب میعار صفحہ ۲۹ میں لکھا ہے جو شخص اس طرح پڑھے گا اس کی نماز نہ ہو گی اس کو اعادہ کرنا پڑے گا اور کتاب انہار الانور مجدد مائتہ حاضرہ صفحہ ۲۴ بحوالہ فتاویٰ عالمگیر و اختیار شرح در مختار سے لکھتے ہیں یتوجہ الی قبرہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم یقف کما یقف فی الصلوۃ و یمثل صورتہ الکریمۃ یعنی حضور اکرم ﷺ کے روضہ مقدس کی طرف متوجہ ہو کر کھڑا ہو جیسے کہ

نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور آپ کی ذات کا تصور باندھے اور امام ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ یوں لکھتے ہیں۔
واجب علی کل مؤمن متی ذکرہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم او ذکر عندان یخضع ویخشع ویتوقر ویسکن منہ حرکتہ او یاخذ فی ھیبتہ واجلالہ الخ یعنی ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جب آپ کی ذت اقدس کی یاد کرے اور اس کے سامنے ذکر آئے تو خصوع و خشوع بجا لائے اور باوقار ہو جائے اور اعضاء کو حرکت دینے سے باز رکھے اور اپنے اوپر ہیبت و تعظیم کی حالت لائے اور ادب کرے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ادب سکھایا اور قصیدہ و ہمزیہ میں شاہ ولی اللہ بایں طور لکھتے ہیں۔

ینادی صارعا بخضوع قلب و ذل وبھتال والتجاء
رسول اللہ یاخیر البرایا نوالک ابتغی یوم القضاء

یعنی جبکہ آپ ﷺ سے حضوری حاجت طلب کرنی ہو تو تضرع و خضوع و تذلیل و زاری قلب سے سب کچھ بجالائے پس ان تمام دلائل قاطع سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی ذات کو حاضر ناظر سمجھنا کفر و شرک نہیں اور آپ کی ذات ہر جگہ حاضر و ناظر ہو سکتی ہے اور ان کو کوئی قید نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حاشیہ

ا۔ یعنی پابندی یا رکاوٹ نہیں یہ آپ کا معجزہ ہے اور معجزے جیسے آپ سے آپ کی حیات ظاہرہ میں ظاہر ہوتے تھے۔ بعد میں بھی ظاہر ہوئے اور ہو رہے ہیں مگر یقین والے ہی انہیں دیکھتے ہیں۔ قادری

سوال: وہابی و مرزائی و شیعہ و چکڑالوی کا وعظ سننا جائز ہے یا نہیں قرآن مجید و احادیث شریف و آثار صحابہ سے جواب دو؟

جواب: بیشک فرقہ وہابیہ و شیعہ و چکڑالوی و نیچری وغیرہ مذاہب باطلہ کا وعظ سننا اور ان کو مسند اہل اللہ پر بٹھانا نزدیک مذہب حقہ یعنی اہلسنت و جماعت کے جائز نہیں اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ہدایت کرنا اسی شخص کا کام ہوتا ہے جو خود راہ ہدایت پر ہو اور حدیث ورثتہ الانبیاء کا مصداق ہو۔ نہ وہ شخص کہ گڑھے گمراہی و ضلالت میں مستغرق ہو کہ سرگرداں و پریشان حال رہتا ہو اور قرآن مجید و احادیث شریف و آثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہو چکا ہے کہ ظالموں اور فاسقوں اور اہل بدعت و اہل ہوا کے ساتھ مجالست و موانست و مواکلت و مشاربت کرنا منع ہے۔ وہوہذا

لاتقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین اور اس کی تفسیر تفسیر احمدی میں اس طرح مزکور ہے ان القوم الظالمین ھم المبتدع والفاسق والکافر والقعود مع کلھم ممنوع یعنی ظالم لوگ بدمذہب و فاسق و کافران سب کے ساتھ بیٹھنا منع ہے [۱] اور دوسری جگہ یوں ارشاد ہوتا ہے ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار اور ظالم لوگوں کی طرف میل

حاشیہ

[۱] اگر کسی کی اصلاح کی توقع ہو تو اس کی اصلاح کی نیت سے اس کے ساتھ بیٹھنا جائز بلکہ ثواب ہے اگر کوشش سے وہ اصلاح قبول کرلے تو بہت بڑا ثواب ہے حدیث میں ہے "اصلاح نفس واحدۃ خیر من الدنیا ومافیھا" کہ ایک شخص کی اصلاح دنیا و مافیہا سے بہتر ہے یعنی اس کا ثواب دنیا و مافیہا کے برابر ہونا راہ خدا میں خرچ کرنے سے زیادہ ثواب ہے نیز اس نیت ۲ سے گمراہوں میں جاکر بیٹھنا کہ ان کے منصوبوں اور سازشوں کا پتہ چلے تاکہ ان کے دفاع کا پہلے ہی بندوبست کرلیا جائے ثواب کا کام ہے نیز اس نیت ۳ سے بھی ان میں بیٹھنا ثواب ہے کہ اس کے بیٹھنے سے وہ کوئی خفیہ منصوبہ نہ بنا پائیں۔ ہاں اگر ان تین وجوہات میں کوئی بھی وجہ نہیں تو ان میں نہ بیٹھے" ہاں اگر ان سے کوئی دنیاوی مطلب حاصل کرنا ہے تو ضرورت کی حد تک ان میں بیٹھ سکتے ہیں ہاں اگر اس دوران وہ حق کے خلاف باتیں کریں تو اٹھ جائیں اور اس وقت تک ان میں نہ بیٹھیں جب تک وہ حق کے خلاف بات کرنے سے باز نہ آئیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے "حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ" (سورۃ النساء آیت ۱۴۰)

مت کرو کہ تم کو ان کے سبب سے دوزخ کی آگ چھوئے۔

اور علاوہ اس کے قرآن کا یہ بھی حکم ہے کہ اگر تمہارے پاس فاسق خبریں لے کر آئیں تو ان پر اعتماد نہ کرنا تاوقتیکہ اس کو اچھی طرح سے جانچ نہ لو۔ وھوہذا

یایھا الذین آمنوا ان جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا یعنی اے ایماندارو اگر تمہارے پاس فاسق خبر لائے تو اس کو تحقیق کرو۔ یعنی فاسق کے کہنے پر اعتماد نہ کرو تاوقتیکہ اس کی پڑتال نہ کر لو فتفرقوا و تفصحوا نقل از خازن و کبیر اور طبرانی و غنیتہ الطالبین صفحہ ۱۷۹ میں معاذ بن جبل و حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بایں طور منقول ہے وانہ یجیئی فی اخر الزمان قوم ینقصونهم لا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواكلوهم ولا تناكحوهم ولا تصلوا عليهم ولا تصلوا معهم یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آخری زمانہ میں ایک قوم آئیگی جو صحابہ کی شان میں کمی کرے گی وہ قوم ہوا و خواہش پرست اور گمراہ ہوگی پس فرقہ ہوائیہ متبدع کے ساتھ نہ بیٹھو اور نہ ان کے ساتھ پیو اور نہ ان کے ساتھ کھاؤ اور نہ ان کے ساتھ رشتہ بندی کرو اور نہ اس کے ساتھ نماز پڑھو اور نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھو۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب تم بدمذہب کو دیکھو تو اس سے ترش روئی کے ساتھ دیکھو اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مذکور ہے کہ فرمایا آپ نے رب عابد جاهل و عالم فاجر فاحذروهم یعنی بہت عابد جاہل ہو جائیں گے اور بہت عالم تباہ کار اور تم جاہل عابدوں اور تباہ کار عالموں سے بچو [1] اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص قابل کسی امر کے نہ ہو تو اس کو اس پر مقرر نہ کیا جائے اور کسی شخص نے ایسا کر بھی دیا تو اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی خیانت کی۔

حاشیہ

[1] یعنی ایسے عالم جو علانیہ احکام شریعت کی مخالفت کریں گے جیسا کہ آج بعض نام نہاد عالم عورت کی حکمرانی کی تائید کرتے ہوئے محترمہ بے نظیر بھٹو کی وزارت عظمیٰ کو گوارا کئے ہوئے ہیں حالانکہ قرآن و حدیث و اجماع امت کی رو سے عورت کی حکمرانی ناجائز اور اس کی حمایت غلط بات ہے۔ قادری

ایک روایت میں نیز اس طرح مسطور ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس ایک شخص نے آکر کہا کہ یا حضرت فلاں شخص نے آپ کو سلام کہا ہے تو فرمایا آپ نے تجھے معلوم ہے کہ اس نے کوئی بدمذہبی کا طریق ایجاد کیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس کو میرا سلام نہ کہنا اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مذہب کو سلام کہنا گویا کہ اس کو دوست بنانا ہے۔ وہوہذا

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ جائہ رجل فقال ان فلانًا یقرئا علیک السلام فقال بلغی انہ قد احدث فانکان قد احدث فلا تقراء علیہ السلام واما منا امام احمد بن حنبل قال من سلم علی صاحب بدعۃ فقد حبہ اہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک بدمذہب نے امام ابن سیرین رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ابوبکر ہم آپ کے پیش ایک حدیث بیان کرنا چاہتے ہیں فرمایا نہیں۔ اور انہوں نے کہا کہ ایک آیت قرآن مجید کی تو فرمایا تم چلے جاؤ یا خود میں چلا جاؤں گا اور آخر امروہ چلے گئے اور بعد ان کے کسی نے کہا کہ یا حضرت اگر وہ کوئی آیت قرآن مجید کی آپ کی آگے پڑھتے تو کیا حرج تھا۔ فرمایا کہ میں ڈرا کہ وہ آیت پڑھ کر کچھ معنی میں تعریف کرتے اور میرے جی میں جگہ کرتے۔ اور حضرت حسن بصری و محمد بن سیرین نے کہا کہ بدمذہبوں کے ساتھ نہ بیٹھو اور سلف صالحین کا یہ طریق تھا کہ جب کسی بدمذہب کو دیکھتے تو اس راستہ سے کنارہ کشی کر جاتے تھے کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بدمذہبوں کے ساتھ نہ بیٹھو کہ بلا کھجلی کی طرح اڑ کر لگتی ہے۔

مام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کتاب احیاء العلوم باب منکرات مساجد میں تحریر کرتے ہیں۔ الواعظ المبتدع یجب منعہ ولا یجوز حضور مجلسہ الا علی قصد اظہار الرد علیہ

حاشیہ

اگر بدمذہب سے کوئی جانی یا مالی یا غیرت و آبرو وغیرہ کا خطرہ ہو تو اپنی جان یا مال یا غیرت و آبرو وغیرہ بچانے کے لئے اس کو سلام کر سکتے ہیں حتیٰ کہ اپنے آپ کو اس کے متوقع خطرہ سے بچانے کے لئے اس کے پیچھے نماز پڑھنی پڑے تو پڑھ لے بعد میں لوٹا لے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے "الا ان تتقوا منھم تقاۃ" (سورۃ آل عمران آیت ۲۸)

و جماعت وہ فرقہ ہے جو آئمہ اربعہ سے کسی ایک کا پیرو ہو کر چلے اور اسی فرقہ کو فرقہ ناجی کہا جاتا ہے۔ چنانچہ صاحب طحطاوی نے کتاب الذبائح میں ذکر کیا ہے۔ وھوہذا الطائفتہ الناجیتہ قد اجتمعت الیوم فی مذاھب الاربعۃ وھم الحنفیون والمالیکون الشافعیون والحنبلیون ومن کان خارجًا من ھذا المذاہب الاربعۃ فی ذلک الزمان فھو من اھل البدعۃ و النار یعنی نجات پانے والا گروہ آج کے دن جمع ہے یہ چار مذہب حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی ہیں جو ہر چہار مذہب سے خارج ہے وہ بدمذہب جہنمی ہے۔ [۱] اور مجموعی طور ان ہر چار مذہب کو اہلسنّت و الجماعت کہا گیا ہے کیونکہ بہت عقائد اصولیہ کے یہ ایک ہی ہیں اور بحیثیت اختلاف مسائل فروعیہ میں ان کو الگ الگ گنا گیا ہے ورنہ دراصل یہ چاروں ناجی ہیں اور اس کی تائید پر خود قرآن مجید شاہد ہے۔ وھوہذا

ولولا فضل اللّٰہ علیکم ورحمتہ لاتبعتم الشیطٰن الا قلیلا فرمایا اللہ نے یعنی اے امت مرحومہ اگر تم پر اللہ کا فضل نہ ہوتا تو تم سب شیطان کے تابع ہو جاتے مگر تھوڑے۔ پس اس آیت شریف سے ثابت ہوا کہ جو بڑی جماعت مسلمانوں کی ہے ان پر ہی اللہ کریم کا فضل اور رحمت ہوئی اور وہی اپنے آپ کو ناجی فرقہ کہلانے کا حق رکھتی ہے۔ نیز حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر شاہد ہے کہ اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ پیروی کرو تم بڑی جماعت کی پس جو بڑی جماعت سے نکلا وہ جہنم میں ڈالا گیا۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ لا تجمع امتی علی الضلالۃ یعنی میری امت گمراہی پر جمع نہ ہو گی۔ پس ان تمام دلائل قاطعہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جماعت کثیر مسلمانوں کی حق پر ہو گی اور وہی خلود جنت کا حق رکھتی ہے۔ پس اب ذرا فرقہ وہابیہ و چکڑالویہ و مرزائیہ و شیعہ انصاف فرمائیں کہ گروہ

حاشیہ

[۱] یعنی جو عقائد میں ان چار آئمہ اور ان کے متبعین محققین کا ہم نوا نہ ہو وہ جہنمی ہے ہاں اگر عقائد میں ان سے متفق ہو مگر فقہی مسائل میں ان سے اختلاف کرے بر بنائے دلیل بلاشبہ وہ اہل سنت و اہل حق میں سے ہے کیونکہ فقہاء و علماء کا فقہی مسائل میں اختلاف امت کے لئے رحمت ہے۔ قادری

مسلمانوں سے کونسا گروہ کثیر ہے غور کریں اور جواب دیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر تمام گروہ بھی جمع کریں تو پھر بھی اہلسنّت و الجماعت کا مقابلہ نہ کر سکیں گے اور نہ آئیں گے۔

سوال: فرقہ وہابیہ کہتا ہے کہ اہل قبور ہماری آوازیں نہیں سن سکتے اور اپنے دعویٰ پر یہ دلائل پیش کرتا ہے انک لا تسمع الموتٰی وما انت بسمع من فی القبور یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اے میرے حبیب مردے نہیں سن سکتے۔ اور مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اسی طرح فرماتی ہیں۔ اور صاحب فتح القدیر وغیرہ کتب معتبرہ حنفیہ باب الیمین میں اسی طرح لکھتے ہیں۔ پس جبکہ یہ بات ثابت ہوئی تو پھر صاحب قبور کیا امداد دیں گے؟

جواب: یہ محض ان لوگوں کی نا سمجھی ہے۔ قرآن مجید و احادیث شریف میں تو یہ کہیں نہیں ثابت ہوتا کہ اہل قبور نہیں سن سکتے اور نہ ان ہر دو آیتوں کے یہ معنی ہیں۔ جو اس فرقہ ضالہ نے کئے ہیں اور نہ ان سے سمجھا جا سکتا ہے کہ فی الحقیقت اہل قبور نہیں سن سکتے۔ دیکھو تفسیر حسینی و روفی جلد دوم سورۃ فاطر۔ وہوہذا

ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسع من فی قلبور ان انت الا نذیر یعنی تحقیق اللہ سنا دیتا ہے اور سمجھا دیتا ہے جیسا چاہتا ہے ساتھ توفیق اور ہدایت کے اور نہیں تو سنانے والا ان شخصوں کو جو بیچ قبروں کے ہیں یعنی کفاروں کو نہیں تو مگر ڈرانے والا تجھ پر یہی ہے کہ پیغام پہنچائے اور ڈرائے کہ ماعلی الرسول الا البلٰغ اور آیت دوم سورۃ روم کے معنی اس طرح پر ہیں انک لا تسمع الموتٰی ولا تسمع الصم الدعاء اذاولوا مدبرین پس تحقیق تو نہیں سنا سکتا مردوں کو اور نہیں سنا سکتا بہروں کو پکار جس وقت کے پھر جاتے ہیں پیٹھ موڑ کر۔ سمجھ لیجئے کہ قید پھر جانے کی اور پیٹھ پھرنے کے واسطے تاکید کے ہے کہ بہرہ جو روبرو جو اگرچہ کلام نہ سنے لیکن حرکات لب و دہاں سے کچھ سمجھ جاتا ہے اور جب پیٹھ پھیرے تو کچھ بھی نہیں سن سکتا۔ وما انت بھادی العمی عن ضلالتھم ان تسمع الا من یؤمن بآیتنا فھم مسلمون یعنی نہیں تو راہ دکھانے والا چشم کوروں کو گمراہی ان کی سے یعنی تجھے قدرت نہیں کہ توفیق ایمان کی دے مشرکوں کو نہیں سناتا تو پند اور نصیحت قرآن کی مگر اس شخص کو کہ ایمان لاتا ہے ساتھ کتاب ہماری کے۔

ناظرین ذرا انصاف فرمائیں کیا ان ہر دو آئتیں پیش کردہ سے یہ کہیں ثابت ہو سکتا ہے کہ اہل قبور ولی اللہ اور عام مومنین ہماری زندوں کی آوازیں نہیں سن سکتے۔ ہر گز نہیں بلکہ ان کا مطلب یہ ہوا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ اے حبیب یہ لوگ کفار مردے ہیں تو ان کو نہیں سنا سکتا۔ نہ تیرے وعظ کو غور و تفکر سے سن سکتے ہیں اور نہ ہی تو ان کو ہدایت پر لا سکتا ہے۔ صرف کام تیرا میرے احکام پہنچا دینا اور ڈرا دینا۔ اور تو گھبرا مت کیونکہ سمجھانا اور ہدایت پر لانا ان کو یہ حقیقت میں میرا کام ہے۔ جیسا کہ ان ہر دو آیتوں کی تفسیر سے ظاہر ہے۔

لقولہ تعالیٰ لا تہدی من احببت وما رمیت اذ رمیت ولکن اللّٰہ رمٰی یعنی حقیقت میں کسی کو ہدایت پر لانا یا مارنا خداوند کریم کا کام ہے اسی طرح توفیق حقیقی سماعت کی بخشنا بھی اسی کا کام ہے اور علاوہ اس کے یہاں نفی اسماع کی ہے نہ سماع کی اور نفی اسماع کی مستلزم نفی سماع کو نہیں ہوا کرتی جیسا کہ خود ظاہر ہے انک لا تسمع الموتٰی ولکن اللّٰہ یسمع من یشاء انت بسمع من فی القبور الایۃ ومارمیت اذرمیت ولکن اللّٰہ رمٰی و لاتسمع الصم الدعاء الا من یومن بآیٰتنا فھم مسلمون پس ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ نفی اسماع وغیرہ امور کی مجازاً مخاطب کو کی گئی ہے نہ حقیقتہً۔

یہ بھی قرآن کریم سے ظاہر ہوا ہے کہ کفار لوگ ظاہر دیکھتے ہیں اور سنتے ہیں اور حقیقت میں ان امور سے بعید ہیں۔ چنانچہ سورہ اعراف پارہ ۹ میں ہے ولقد ذرانا لجھنم کثیراً من الجن والانس لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اذان لا یسمعون بھا اولئک، کالانعام بل ھم اضل اولئک ھم الغافلون مطلب یہ ہے کہ ہم نے دوزخ کے لئے بہت آدمی اور جن پیدا کئے ہیں۔ ان کے دل تو ہیں لیکن حقیقت میں بات کو نہیں سمجھتے اور ان کی آنکھیں تو ہیں لیکن ان سے حق کو نہیں دیکھتے اور ان کے کان ہیں لیکن ان سے حق نہیں سنتے یہ لوگ مانند چارپائیوں کے ہیں بلکہ ان سے بدتر گمراہی میں اور غفلت میں بھی۔ اور پارہ دوم میں ان کی مثال فرما کر کہہ دیا ہے۔ صم بکم عمی فھم لا تعقلون اور پارہ اول میں اس کا سبب بھی بیان کر دیا ہے۔ وھوہذا ختم اللّٰہ علٰی قلوبھم و علٰی سمعھم و علٰی ابصارھم غشاوۃ یعنی اللہ تعالیٰ نے

بسبب اصرار و سرکشی و غفلت و ایذا دینے ان کے فرمایا کہ مہر لگا دی اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔ اور جو میرے حبیب کو ایذا دیتے ہیں اور اس کی سزا ولھم عذاب عظیم ہے۔ سچ ہے شعر

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اور صاحب تحفہ احمدیہ صفحہ ۳۴۳ میں ذیل کی ان ہر دو آیت کا یوں مطلب لکھتے ہیں۔

کافراں راخواند موتے در کتاب رب الجلیل
دان منافق را مریض القلب وذی رای علیل
مومناں راخواند حی قیوم ذوالمنن
بل ھم احیاء بخوان آیہ لاتحسبن
نشنوی مردگاں کافراں را اے رسول
آن سماع منتفع بہ سمع فہم است قبول
گوش کن از بہراں توضیح و تحقیق مقام
گفتہ در شرح منازل ابن قیم ایں کلام

اور علاوہ اس کے سماع بھی تین قسم پر ہوتا ہے۔ سماع ادراک، سماع فہم، سمع وہم یہاں سے نفی سمع فہم کی ہے اور اعتراض نمبر ۳ کہ ام المومنین سماع موتی سے بالکل منکر ہیں سو اس کا جواب یہ ہے کہ شیخ عبدالحق، شرح مشکوۃ و امام قسطلانی مواہب لدنیہ و شرح بخاری میں لکھا ہے کہ ام المومنین نے رجوع کر لیا تھا۔

کتاب شرح برزخ صفحہ ۲۲۲ میں حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بایں طور حدیث مذکور ہے عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامن مسلم یزور قبراخیہ و یجلس علیہ الا استأنس بہ ورد علیہ السلام حتی یقوم یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حدیث بیان کی ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوۃ

والسلام نے نہیں کوئی شخص جو اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرے اور اس کی قبر کے نزدیک بیٹھے مگر وہ مردہ خوشحال ہوتا ہے اور انس کرتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے اور اسی کتاب و صفحہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بایں طور مسطور ہے کہ کہا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی مسلمان کی قبر کی زیارت کے لئے جاتا ہے اور سلام کرتا ہے تو وہ صاحب قبر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور زندہ کے لئے دعاء خیر کرتا ہے۔ اور ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے۔ المیت یوذیه فی قبرہ مایوذیه فی بیتة فرمایا مائی صاحبہ نے کہ جس بات سے میت کو گھر میں ایذا ہوتی ہے قبر میں بھی اس سے اذیت پاتا ہے اور ترمذی میں تحریر ہے کہ خود مائی صاحبہ نے اپنے بھائی کی قبر پر جا کر باتیں کیں۔

حاکم طبرانی نے حضرت حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ کہا حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ مجھے ایک قبر پر بیٹھا دیکھا تو فرمایا صاحب القبر انزل من القبر لا توذی صاحب القبر ولا یوذیک یعنی صاحب قبر والے قبر سے اتر صاحب قبر کو ایذا نہ دے اور وہ تجھے ایذا نہ دے۔ اور مجدد صاحب ماتہ حاضرہ نے اپنی تصنیف میں لکھا ہے کہ ابو قلابہ بصری فرماتے ہیں کہ میں ملک شام سے بصرہ کو جاتا تھا رات کو خندق میں اترا اور وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑی پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا' جب جاگا تو صاحب قبر کو دیکھا مجھ سے گلہ کرتا تھا اور کہتا تھا لقد اذیتنی منذ اللیلة یعنی اے شخص تو نے مجھے رات بھر ایذا دی۔

مسند امام احمد رحمتہ اللہ میں حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بایں طور حدیث مذکور ہے عن عائشته قالت کنت ادخل بیتی الذی فیه رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وانی واضع ثوبی و اقول انما هو زوجی و ابی فلما دفن عمر معهم فواللہ ما دخلت الا وانا مشدودة علی ثیابی حیاء من عمر یعنی کہا کہ میں اپنے حجرہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں ہیں میں اس میں کھلی پھرا کرتی بایں خیال کہ ہرچند یہ مجھے ننگے سر دیکھتے ہیں پھر کچھ ہرج نہیں کیونکہ حضرت تو میرے شوہر ہیں اور ابوبکر تو میرے باپ ہیں۔ جب حضرت عمر وہاں دفن ہوئے تو پھر میں کبھی ایسی کھلی نہیں رہتی ہوں کیونکہ عمر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ میرے غیر محرم ہیں مجھے ان سے شرم آتی ہے۔ ہکذا فی رحمتہ الرضوان صفحہ ۹

ایک روایت میں یوں بھی وارد ہے کہ جب تم قبرستان میں جاؤ تو کہو السلام علیکم یا اہل القبور پس ان تمام دلائل قاطعہ سے صاف صاف معلوم ہوا کہ مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھی یہی مذہب تھا کہ مردے سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں اور پہچان لیتے ہیں۔ اور سلام کا جواب دیتے ہیں اور انہیں کو زندوں کی طرف سے ایذا بھی پہنچتی ہے۔ فقط

تیسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ واقعی مذہب امام صاحب کا صحیح یہی ہے کہ مردے سنتے ہیں اور اگر ان کا مذہب یہ نہ ہوتا تو ضرور کوئی شاگرد اس کا بیان کر دیتا اور کسی نہ کسی کتاب معتبرہ میں اس کا ذکر ہوتا۔ اور جو بعض کتب فقہ معتبرہ باب الیمین میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ میں فلاں شخص سے بات چیت نہ کروں گا اور پھر اس کے مرنے کے بعد اس کی قبر یا اس کی میت سے بات چیت کی تو حضرت صاحب نہ ہو گا کیونکہ وہ نہیں سن سکتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے یہاں عرف کو اختیار فرمایا ہے نہ حقیقت کو چنانچہ تحفہ احمدیہ صفحہ ۳۸ میں ہے۔

آن تکلم بافریق مردگان در عرف عام
شمردند آنرا سماع از مردہ از زندہ کلام
لا جرم حانث نگردد صاحب سو گند ازاں
چونکہ بے حرف آمدہ مبنائے ایمان ایجواں
پس منافی باسماع کہ حقیقی ہست نیست
زانکہ نفی آں حقیقی لازم ایں نفی نیست
گر خورد سوگند نخورم لحم را من بعد ازاں
لحم ہائے خورد او حانث نمی گرد ازاں
باوجود آنکہ گفتا خالق انس و پری
سمک مائی را دراں تنزیل خود لحم طری

غرضیکہ جہاں کہیں کسی کتب فقہ معتبرہ میں نفی سماع موتیٰ کی آئی ہے وہاں عرف ہی مراد ہو گی نہ

حقیقت اور شریعت عرف کو اکثر جگہ پکڑتی ہے۔ اس کا ثبوت قرآن مجید و احادیث شریف سے ظاہر ہے جس کا مفصل ذکر انشاء اللہ تعالیٰ جلد ششم میں آئے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال: بزرگان خدا کے آگے سجدہ تعظیمی کرنا یا ان کے آگے جھکنا یا ان کے پاؤں کو بوسہ دینا جائز ہے یا حرام کیونکہ بناوٹی اہلحدیث کہتے ہیں کہ یہ سب امور شرک اور کفر ہیں' مؤلفہ اصول زندگی نے لکھا ہے۔ مفصل جواب دیں؟

جواب: سجدہ عبودیت [1] کا اللہ تعالیٰ کے لئے ہے غیروں کے لئے ہرگز جائز نہیں اور سجدہ تعظیمی و تکریمی میں علمائے دین کا نہایت درجہ کا اختلاف ہے' بعض نے جائز کہا ہے اور بعض نے ناجائز کہا ہے اور صاحب محیط و فتاویٰ جواہر قلمی صفحہ ۲۳۷ میں بایں طور لکھا ہے۔

السجود للسلطان ان کان بقصد التعظیم والتحیۃ دون العبادۃ لایکون کفر الان الملئکہ امروا بالسجود لادم علیہ السلام وامر اخوۃ یوسف علیہ السلام بالسجود پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ سجدہ تعظیمی و تکریمی کے کرنے سے انسان کافر نہیں ہو سکتا ورنہ فرشتوں اور اخوان یوسف علیہ السلام کو خداوند کریم سجدہ کا حکم نہ دیتا کیونکہ یہ شان خداوند لایزال کی نہیں کہ ان کو شرک کی تعلیم دے۔ علاوہ اس کے قرآن کریم و احادیث صحیح سے سجدہ تعظیمی کی نفی اشرف المخلوقات کی خاطر کہیں بھی نہیں دیکھی گئی۔ اگر ہے تو وہاں مراد اباحت ہے نہ حرمت اور تفسیر رؤفی ذیل اس آیت کریمہ اذقلنا للملئکتہ اسجدوالادم فسجدوا الا ابلیس کے لکھا ہے اور یاد کر اے حبیب یہ بھی کہ جب کہا ہم نے واسطے فرشتوں کے یکبار سجدہ کرو تم آدم علیہ السلام کو تعظیم کا پس کیا تمام ملائکہ نے مگر ابلیس نے انکار کیا۔

صاحب بیضاوی نے اس سجدہ کے یہ معنی کئے ہیں۔ واما المعنی اللغوی ھو التواضع اور

حاشیہ

[1] سجدۂ عبودیت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی اپنے آپ کو بندہ و مخلوق سمجھ کر اللہ تعالیٰ کو اپنا خالق و مستحق عبادت و بندگی جان کر سجدہ کرے۔

صحیح تر یہ معنی ہیں کہ فرشتوں نے سرزمین پر بر صیغہ تواضع رکھا تھا اور وہی سجدہ ہوا۔ لہذا اپنے سر کو اپنے بڑے بزرگوں کی خاطر جھکا دینا جائز ہوا۔ چنانچہ ان دلائل سے ظاہر ہوتا ہے بقولہ تعالیٰ واخفض جناحک للمؤمنین اور واخفض جناح الذل یعنی جھکا لیجئے اپنے پروں کو مومنوں کے لئے اور الذل کے معنی تذلل و تواضع و فروتنی کے ہیں۔ صحیح ترمذی میں ہے کہ آپ نے یہودیوں کے گروہ کو چند باتوں کی نصیحت فرمائی تو انہوں نے آپ کے پاؤں اور ہاتھوں کو بوسہ دیا اور آپ کی نبوت پر تصدیق کی فقبلا یدیہ ورجلیہ و قال نشہد انک نبی اور تنبیہ الغافلین میں ہے کہ ایک اعرابی نے اذن مانگا کہ آپ ﷺ کے پاؤں اور سر مبارک کو بوسہ دوں تو آپ نے اس کو اجازت فرمائی۔

وھوھذا قال اعرابی ائذن لی یارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اقبل راسک ورجلیک فاذن لہ فقبل رائسہ و رجلیہ اور تواضع بھی کئی قسم پر ہوتی ہے تواضع واسطے نبی کے، تواضع واسطے مومنوں کے، تواضع واسطے والدین کے اور بڑوں کے، غرضیکہ جیسا کہ کسی صاحب کا مرتبہ ہو ویسے ہی اس کی تواضع کرنی چاہئے۔ چنانچہ حدیث میں ہے انزل الناس منازلھم [۱] اور بخاری شریف میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے عبادہ بن اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعظیم کے لئے سر کو جھکا لیا اور دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارا اور کہا کاش کے اگر دیکھا ہوتا اس کو پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام نے تو البتہ دوست رکھتے اس کو اور یہ حدیث شفا قاضی عیاض میں بایں الفاظ مسطور ہے۔

وروی ان ابن عمر محمد بن اسامتہ بن زید فقیل لہ ھو محمد بن اسامہ رای فطاطا ابن عمر رئاسہ و نقر بیدیہ الارض وقال لوراہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاحبہ

صاحب فتویٰ جواہر نے لکھا ہے انہ لو قبل وجہ سلطان عادل او عالم او زاہد اعزاز اللدین فلا باس بہ [۲]۔

حاشیہ

۱۔ یعنی لوگوں کے ساتھ ان کے درجہ و شان کے مطابق برتاؤ کرو۔

۲۔ یعنی اگر عادل بادشاہ یا دین کی عزت کے لئے عالم دین یا صالح انسان کا منہ چوما تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

پس ان تمام دلائل قاطع سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ بغرض ثواب و محبت پیدا کرنے کے تواضع فروتی اس قدر تک کرنی بھی مسنون ٹھہری نہ شرک' نہ بدعت اور اگر شرک فروشوں کے پاس ان دلائل قاطع کے قطعے کرنے کے لئے ہتھیار ہے تو دیکھائیں اور فقیر انشاء اللہ تعالیٰ ان کے ہتھیاروں کو بے دہار کر دے گا۔

جھک جاتا تواضع سے چومئے دست و پا
خدمتیں بزرگوں کی یوں کی جائے تو جاتا جا

سوال: غلام نبی و عبدالنبی و غلام محی الدین و پیر بخش و پیراں دتا یہ نام رکھنے جائز ہیں یا نہیں' فرقہ غیر مقلدین ان اسماء کو شرک و کفر سمجھتا ہے؟

جواب: بیشک ان اسماء کے رکھنے میں کوئی شرک و کفر نہیں کیونکہ دار و مدار عملوں کی نیت پر ہوتی ہے اور نیت والدین کی متبرکاً" ہوتی ہے' نہ نیت کفر و شرک۔ یہ نیت نہیں ہوتی کہ لڑکا مجھے محمد و پیر نے بخشا ہے خدا نے نہیں بخشا معاذ اللہ ایسا تو کئی نادان آدمی نہیں کہہ سکتا اور علاوہ اس کے یہ نام اکثر ملکوں کے رواج پر رکھے جاتے ہیں چنانچہ عبدالمطلب' عبدالشمس' عبدالحارث' عبدالمناف' عبدالدینار حنظل عمر' عثمان جحمی وغیرہ حدیثوں میں مذکور ہیں اور آپ کی ذات یعنی نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ان اسماء کو اپنی حیات میں بالکل تبدیل نہیں کیا۔ دیکھو مشکوۃ بخاری اور بلحاظ قاعدہ نحو کے بھی یہ نام رکھنے میں کوئی شرک نہیں آتا کیونکہ جب امر و اسم مل جائیں تو معنی اسم فاعل و مفعول و اسم ظرف و اسم آلہ و مصدر وہاں کئے جاتے ہیں چنانچہ جلد ساز' جلد بنانے والا' خطا بخش' گناہ بخشنے والا' پیر کے بخشنے والا' پس پیر کے بخشے والا اور نبی کے بخشے والا خدا تعالیٰ ہوا اور علاوہ ازیں مجازاً ابن مریم کو بزبان ھندی جبریل بخش بھی کہا گیا ہے لا ھب لک غلاما ذکیا شاہد ہے یعنی جبرائیل نے کہا میں تجھے لڑکا بخشتا ہوں اور ایسا ہی نام جیونا چنانچہ اسمہ یحییٰ یعنی نام اس کا جیونا ہو گا اور علاوہ اس کے ناموں کا اثر مولود پر ہرگز نہیں ہو سکتا کہ مولود نبی بخش یا عبدالنبی یا پیر بخش کہنے سے کافر ہو جائے۔ چنانچہ کسی شخص کا نام عبدالجبار یا عبداللہ یا عبدالمنان یا عبدالجلیل ہو اور اس کے افعال شرک و کفر و بدعت کے ہوں تو اس کے وجود پر ان ناموں کا کیا اثر پڑے گا

اور مواہب و نسیم الریاض میں لکھا ہے کہ جن ناموں میں محمد ﷺ کا نام مبارک ہو گا ان ناموں کی خاطر اللہ تعالیٰ ان اسماء والوں کو بخش دے گا۔ [۱]

کتاب سیوف البارقہ علیٰ رؤس الفاسرہ مئولفہ علامہ محمد عبداللہ خراسانی صاحب نے لکھا ہے کہ عبدالمصطفیٰ، غلام محی الدین، غلام حسین وغیرہ نام رکھنے تبرکاً" و تیمناً" ثواب ہے اور ایسے ناموں کی تعظیم کی جائے۔ ہکذا فی فتاویٰ ذوالفقار حیدریہ سندیہ صفحہ ۱۷۲۔ غرضیکہ ایسے نام رکھنے جائز ہیں اور ایسے نام والے مسلمانوں کو اس وجہ سے کافر اور مشرک کہنا خود کافر ہونا ہے جیسا کہ حدیث شریف سے ظاہر ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہے اور اس میں وہ کفر کی بات نہ ہو تو کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔

سوال: فجر کی سنتیں اگر کسی وجہ سے فوت ہو جائیں تو ان کو سورج نکلنے سے پہلے پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اقامت ہوتے سنتیں پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: سورج نکلنے سے پہلے سنتیں فوت شدہ کا پڑھنا کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کسی صحابی کو حکم صراحۃً دیا ہے کہ تم طلوع آفتاب سے پہلے سنتیں فوت شدہ پڑھ لیا کرو۔ بلکہ آپ ﷺ نے سورج نکلنے سے پہلے سنتیں فوت شدہ کے ادا کرنے کو سخت منع کیا ہے چنانچہ اس پر حدیثیں صحیح اور آثار صحابہ شاہد ہیں۔ وہوہذا

حدیث اول بخاری و مسلم و ابن ماجہ و ابو داؤد و ترمذی شریف و دار قطنی میں بایں طور مذکور ہے۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ بعد الصبح حتی تطلع الشمس ولا صلوٰۃ بعد العصر حتی تغرب الشمس (رواہ ابو داؤد رحمۃ اللہ) یعنی فرمایا آپ نے کہ سورج نکلنے سے پہلے کوئی نماز درست نہیں اور نہ بعد عصر کے یہاں تک کہ غروب ہو شمس۔

حاشیہ

[۱] چنانچہ صحیح ترمذی کے باب الاسماء کی شرح العرف الشذی میں ہے کہ جس نے اپنے بیٹے کا نام محمد رکھا میں اس کی خاص شفاعت کروں گا (ص ۴۷۶) قادری

حدیث نمبر۲۔ صحیح ترمذی و دارالقطنی باسناد صحیح ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں طور حدیث مسطور ہے۔ عن ابی هريرة قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلهما بعد ماتطلع الشمس یعنی فرمایا ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ جس شخص نہ پڑھی ہوں سنتیں فجر کی پس چاہئے کہ ادا کرے ان کو بعد نکلنے سورج کے۔ اور کہا حاکم نے مستدرک میں یہ حدیث باسناد صحیحا" مرفوع ہے۔

حدیث نمبر۳۔ انه بلغه ان عبداللّٰه بن عمر فاتتة رکعتا الفجر فقضاهما بعدان طلعت الشمس (رواہ موطا امام مالک)۔ امام مالک کو اس بات کی خبر پہنچی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دو رکعت سنتیں فجر کی فوت ہوئیں تو ان کو انہوں نے ادا کیا بعد سورج نکلنے کے۔

حدیث نمبر۴۔ عن ابی مجلزم قال دخلت المسجد مع ابن عمر و ابن عباس والامام و یصلی فاما ابن عمر فدخل فی الصف واما ابن عباس فصلی رکعتین ثم دخل مع الامام فلما سلم الامام قعد ابن عمر مکانه حتی طلعت الشمس فقام فرکع رکعتین (ہذا نقل از معانی آلاثار) یعنی کہا مجلزم نے کہ داخل ہوا میں ساتھ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسجد میں درحالیکہ امام نماز پڑھ رہا تھا۔ پس عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صف اول میں امام کے ساتھ نماز میں شریک ہو گئے لیکن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو رکعت پڑھ کر شریک نماز جماعت میں ہوئے پس جبکہ امام نے سلام پھیرا تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اسی مقام پر بیٹھے رہے اور سورج نکلنے کے بعد دو رکعت سنتیں فوت شدہ کو ادا کیا۔

پس اس حدیث سے دو تین باتیں ثابت ہوئیں ایک تو جماعت قائم ہونے پر سنتوں کا پڑھنا دوسرا سنتیں فوت شدہ کو بعد از طلوع آفتاب پڑھنے کا حکم ظاہر ہونا۔ تیسری یہ بات کہ ہر دو فعل جماعت کثیر صحابہ کے سامنے ہوئے تو کسی نے ان ہر دو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ روکا۔

حدیث نمبر۵۔ ابن ابی شیبته عن ابن عمر انه صلی رکعتی الفجر بعد اضحیٰ یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے دو رکعت فجر پڑھی بعد سورج نکلنے کے۔ اور فرقہ غیر مقلدین جو حدیث قیس و ابن عروانی پیش کرتے ہیں۔ ان کو صاحب ترمذی و ابو داؤد و امام نووی ضعیف و منقطع وغیرہ

الفاظ سے بیان کرتے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ قیس ایک واقعہ اپنا ایک وقت کا بیان کرتا ہے جس سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا اور آپ کا چپ کر رہنا ایک مصلحت کے لئے تھا اور وہ یہ تھی کہ جب پھر جماعت کثیر جمع ہوگی تو اس کا فیصلہ دیا جائے گا سو آپ نے موقعہ پاکر باآواز بلند کہ دیا کہ سنتیں فجر کی جس کی فوت ہو جائیں تو وہ سورج نکلنے سے پہلے ہرگز نہ پڑھے چنانچہ بخاری و مسلم و ترمذی کی حدیث سے ظاہر ہو چکا ہے۔

عندالمحدثین یہ بات مسلم الثبوت ہے کہ جب حدیث قولی اور فعلی جمع ہو جائیں تو قولی کو ترجیح ہوتی ہے اور اسی پر عمل کیا جاتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ آپ کی ذات اور صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کے پہلے پڑھنے کی یہاں تک کیوں کوشش کرتے کہ اقامت ہونے پر بھی ان کو ادا کر لیتے۔ اگر سورج نکلنے سے پہلے ان کا پڑھنا جائز تھا جواب دو اور وہ حدیثیں یہ ہیں۔

عن ابی اسحاق عن الحارث عن علی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی رکعتی الفجر عندالاقامۃ (نقل از مسند امام احمد) یعنی کہا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ وقت اقامت کے دو رکعت پڑھتے تھے۔ اور ایسا ہی سنن ابن ماجہ میں ہے کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الرکعتین عندالاقامت اگر کسی صاحب کو اس سے زیادہ تحقیق اس مسئلہ کی کرنی منظور ہو تو معانی آلاثار وستہ ضروریہ محدث فیض پور کو مطالعہ کرے۔ [۱]

حاشیہ

[۱] مصنف امام ابن ابی شیبہ میں ایک تو قیس بن عمر کی حدیث ہے کہ انہوں نے فجر کی سنتیں فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پہلے پڑھیں اور حضور ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی دوسری حضرت عطا سے مروی ہے کہ ایک شخص نے فجر کے فرضوں کے بعد فوراً" فجر کی دو سنتیں پڑھیں حضور ﷺ نے اسے منع نہ فرمایا تیسری یہ کہ حضرت عطا نے بھی ایسا کیا چوتھا امام لیث امام شعبی سے راوی ہے انہوں نے فرمایا کہ فجر کی دو سنتیں رہ جائیں تو فرض پڑھ کر انہیں پڑھ لے ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ طلوع آفتاب سے پہلے بھی پڑھ سکتے ہیں مگر بعد میں پڑھنا افضل ہے تو پہلے پڑھنے کی ممانعت کراہت تنزیہی پر محمول ہوگی نہ کہ تحریمی پر۔ فقط قادری

سوال: مرتد شخص ورثہ مسلمان بھائی کا یا والدین کا ورثہ پا سکتا ہے یا نہیں اگر وہ توبہ کرے تو پھر کیا حکم ہے؟

جواب: مرتد شخص کو ہرگز ورثہ مسلمان بھائی والدین کا نہیں مل سکتا چنانچہ کتب ذیل میں درج ہے المرتد لا یرث من مسلم ولا من مرتد مثلہ ہٰکذا فی المحیط و فتاویٰ عالمگیر جلد ۲ صفحہ ۴۵۸ اور خزانتہ المفتین میں ہے المرتد لا یرث من احد لا من المسلم ولا من الذمی ولا من مرتد مثلہ اور درمختار صفحہ ۲۸۳ میں ہے موانعہ الرق والقتل و اختلاف الدینین اسلامًا و کفرًا یعنی وارث کے مانع غلام ہونا اور مورث کو قتل کرنا اور دونوں میں کفر و اسلام کا اختلاف ہونا۔

فتاویٰ جامع الفوائد میں ہے ومن انکر شرائع الاسلام فقد ابطل قولہ لا الٰہ الا اللہ (ہٰکذا فی فتاویٰ غرائب) اگر مرتد ان کی زندگانی میں توبہ کر لے تو توبہ اس کی صحیح مذہب اہلسنّت و الجماعت میں قبول ہو گی۔ پھر اس کو ورثہ مل سکتا ہے چنانچہ تنویر الابصار مطبع ہاشمی صفحہ ۳۱۹ میں مذکور ہے۔ کل مسلم مرتد فتوبتہ مقبولتہ الا الکافر بسب نبی او الشخین اواحد ھما اور ایسا ہی فتاویٰ خیریہ مطبوعہ مصر جلد اول ۹۴-۹۵ اور البصائر صفحہ ۱۸۶ میں لکھا ہے کل کافر تاب فتوبتہ مقبولتہ فی الدنیا والاخرۃ یعنی ہر ایک مرتد کی توبہ قبول ہو جاتی ہے لیکن جو شخص شیخین یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی اھ[1] اور ایسا ہی درمختار صفحہ ۳۲۰ میں ہے اور فتاویٰ غراب میں ہے یؤمر بالتوبتہ والرجوع عن ذلک وتجدید النکاح۔

پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ مرتد شخص اپنے مسلمان بھائی کا ورثہ نہیں پا سکتا ہاں اگر توبہ تجدید اسلام و تجدید نکاح ان کی زندگانی میں کرے تو پھر اس کو ورثہ پہنچ سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حاشیہ

[1] احناف اور جمہور ائمہ کا یہی مذہب ہے کہ ہر مرتد کی توبہ قبول ہے اس پر ہماری کتاب "توبہ مرتد" کا مطالعہ فرمائیں۔ قادری

سوال: وہابی و نیچری و مرزائی وغیرہ مذہب باطلہ اپنے بھائی اہلسنّت و الجماعت یا والدین کی مال متروکہ سے وارث ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: اگر ان کی نوبت کفر تک پہنچ چکی ہو پھر یہ لوگ بیشک اپنے بھائی والدین مسلمان اہلسنّت و الجماعت کے مال و متروکہ کے وارث نہیں ہو سکتے چنانچہ درمختار صفحہ ۶۶۸ و فتاویٰ عالمگیری جلد ۶ صفحہ ۳۲ اے مولانا مولوی بریلوی مجدد مائتہ حاضرہ نے اپنے رسالہ رد روافض میں لکھا ہے صاحب الھوی ان کان یکفر فھو بمنزلۃ المرتد یعنی اگر بدمذہب عقیدہ کفر کا رکھتا ہے تو وہ منزل مرتد کے ہے اور ایسا ہی ملتقی الاسجر و فتاویٰ ہندیہ و فتاویٰ ظھریہ وغیرہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں اگر کسی عورت بیوہ ذات چنڈر زمیندار نے بلا اجازت ولیوں کے اپنا نکاح کسی دھوبی سے کر لیا اور وہ دھوبی خوف کی وجہ سے کہیں چلا گیا ہو اور وہ زمیندارنی زمینداروں کی ہاتھ آ گئی ہو اور وہ زمیندار ولی اس کے نکاح کو فسخ کرانا چاہتے ہیں کیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں جواب دیں؟

جواب: یہ نکاح ہر گز جائز نہیں کیونکہ زمیندار قوم اعلیٰ ہے اور دھوبی قوم خفیف خسیس اور دھوبی زمیندار عورت کی کفو نہیں اور شریعت نے کفو کا بہت لحاظ رکھا ہے کیونکہ زمینداری کی عزت میں اس میں نہایت بٹا لگتا ہے لہٰذا یہ نکاح بوجہ ناراض ہونے ولیوں کے فسخ ہو سکتا ہے ہاں اگر ولی اقرب اس نکاح کو جائز رکھے تو نکاح مذکور صحیح رہے گا۔ چنانچہ فقہ معتبرہ میں مذکور ہے۔ نفذ نکاح حرۃ مکلفہ بلا ولی عندابی حنیفۃ و ابی یوسف فی ظاہر الروایتہ و قال محمد ینعقد موقوفاً سواء کان الزوج کفوا اولاء (نقل از چلپی)

فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۹۳ میں لکھا ہے روی عن ابی حنیفتہ وابی یوسف لا یجوز فی غیر الکفو اور فتاویٰ حمادیہ و خزانتہ المفتین و فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ وروی الحسن عن ابی حنیفۃ عدم جوازہ و علیہ الفتوی اور وقایتہ الروایات میں ہے لاینعقد ای یجوز النکاح ان کان کفوا ولا یجوزا صلا ان لم یکن کفوا

هوالمختار للفتوی

اور برجندی جلد دوم صفحہ ۹ میں لکھا ہے الاعتراض ھھنا ای اذازوجت المرءۃ نفسھا عن کفو فللولی اعتراض ای یفسخ النکاح وذلک بان یرفع الامر الی القاضی یفسخ بینھما اور ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۲۵ میں لکھا ہے واذازوجت المراۃ نفسھا من غیر کفو فللاولیاء ان یفرقوا بینھما دفعاً لضرر العار عن انفسھم اور صاحب ہدایہ نے لکھا ہے الکفاءۃ فی النکاح معتبرۃ اور درمختار میں ہے ونعتبر الکفاءۃ للزوم النکاح خلاف لمالک اور فتاویٰ حمادیہ میں ہے انہ لعیتبر الکفاءۃ فی الحرفۃ وھو المختار اور نور الہدایہ جلد ۲ صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے عورت فراش ہے مرد کی اور عمدہ فراش مرد خسیس کو لائق نہیں۔ پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ اس نکاح کو فسخ کر دینا چاہئے۔ واللہ اعلم بالصواب ا۔

سوال: اگر کسی عورت باکرہ یا ثیبہ اعلیٰ خاندان کی نے کسی عالم نیک بخت کے ساتھ بلا اجازت ولی نکاح کر لیا اور عالم کا بدوں شغل علم دین کے اور کوئی کام نہیں لیا اس صورت میں یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں اور فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: بیشک یہ نکاح صحیح اور درست ہے اور یہ نکاح فسخ نہیں ہو سکتا کیونکہ علم کو فضیلت ہر ایک نسب پر اظہر من الشمس ہے۔ چنانچہ قرآن مجید و احادیث شریف و کتب فقہ میں ہے لان شرف العلم فوق شرف النسب (کذا فی درمختار و برجندی و خزانۃ المفتین و نادر الجواہر و مختار الفتاویٰ و محیط اور خزانہ میں الکفاءۃ انما ھی فی حق النساء خاصتہً حتی ان الزوج الشریف اذا

حاشیہ

بلکہ صحیح یہ ہے کہ اگر کوئی عورت ایسی جگہ بلا رضائے ولی نکاح کرے جہاں ولی کے لئے ذلت و طعنہ کا سبب ہو یعنی جس سے نکاح کیا وہ اس کے ولی کے خاندان سے کم احترام و عزت رکھتا ہے تو سرے سے نکاح ہی نہ ہو گا۔ اس لئے دوسری جگہ نکاح کرنے کے لئے اس سے طلاق لینے کی ضرورت نہ ہو گی۔ اور عالم دین علم کی وجہ سے سب سے زیادہ عزت والا ہے حتی کہ وہ بادشاہ کی بھی کفو ہے (کتب فقہ ملاحظہ فرما سکتے ہیں) قادری

تزوج بالا رذل من النساء لیس للاولیاء اعتراض فان لم یکن کفوا اور اس کی شرافت پر آیت شاہد ہے اؤا العلم درجات

سوال: سیدہ صحیح النسب کے ساتھ عالم یا امی شخص زمیندار نے نکاح کر لیا تو یہ نکاح صحیح ہو گا یا نہیں اور ان سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مولوی کولو تار ڑانوالہ اور ثناء اللہ امرتسری اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔ السائل امام شاہ از کولو تار ڑاں۔ ا؎

حاشیہ

ا؎ مصنف علیہ الرحمتہ کی تحقیق کہ عالم دین سیدہ کی کفو نہیں لہٰذا اگر کسی سیدہ لڑکی نے ولی کی اجازت کے بغیر کسی صحیح العقیدہ عالم دین سے نکاح کر لیا تو نکاح نہ ہو گا صحیح نہیں ہے اسلام میں جو شرف و عظمت علم کا حاصل ہے وہ نسب یا خاندان کو حاصل نہیں۔ ہے صحیح یہ ہے کہ صحیح العقیدہ عالم دین کا نکاح سیدہ کے ساتھ اس کی مرضی سے جائز ہے، اگرچہ سیدہ کا ولی راضی نہ ہو کیونکہ علم کا مرتبہ نسب و خاندان سے اوپر ہے علم کے ساتھ نہ عبادت نفلیہ کا درجہ ہے نہ کسی اور چیز کا اس سلسلہ میں حضرت آدم علیہ السلام کا مسجود ملا ئکہ ہونا یعنی فرشتوں کا ان کو سجدہ کرنا قرآنی ثبوت ہے جبکہ فرشتے نوری مخلوق اور حضرت آدم بشر پھر فرشتے آدم علیہ السلام سے ہزار ہا سال پہلے سے عبادت و ریاضت کرتے چلے آ رہے ہیں علامہ شامی فتاوی شامیہ میں فرماتے ہیں فالعالم العجمی یکون کفوا للجاھل العربی والعلوینة لاناشرف العلم فوق شرف النسب قریشی جاھل تقدم علی عالم انه یحرم علیه اذ کتب العلماء طافحته بتقدم العالم علی القرشی ولم یفرق سبحانه و تعالی بین القرشی وغیره فی قوله "هل یستوی الذین یعلمون والذین لا تعلمون" (الزھر ۹) کان شرف العلم اقوی من شرف النسب الاینة و کیفه یصح لاحد ان یقول ان مثل ابی حنیفتة او الحسن البصری ثغیر هماممن بعربی (وقرشی) انه لایکون کفوا نسبت قرشی جاھل او نسبت عربی بوال علی عقبیه" (ردالمختار علی الدرالمختار المعروف فتاوی شامی ج ۳ ص ۹۲۔۹۳) یعنی غیر عربی عالم، جاہل عربی اور سیدہ کی کفو ہے کیونکہ علم کا درجہ و نسبت و خاندان کے درجہ سے اونچا ہے ایک غیر عالم قریشی سید کے لئے حرام ہے کہ وہ ایک عالم دین سے آگے ہو کیونکہ عطاء کی کتابیں اس بات سے

جواب: نکاح سیدہ سے عامی شخص صاحب خاندان یا عالم فاضل ہو نزدیک محققین اہل سنت والجماعت کے صحیح مذہب میں ہرگز جائز نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کے برابر کوئی خاندان نہیں چنانچہ ترمذی میں ہے کہ فرمایا آپ ﷺ نے انا خیر ھم نفسًا و خیر ھم بیتًا میں تمام آدمیوں سے بہتر ہوں اور میرا خاندان تمام خاندانوں سے اعلیٰ ہے اور میرے خاندان کو اللہ تعالیٰ نے تمام خاندانوں سے چن لیا ہے۔

غایتہ الاوطار میں لکھا ہے کہ عجمی کفو عربیہ کی نہیں ہو سکتا۔ ہوہٰذا فقریش اکفاء لبعض العجمی لایکون کفو لعربیه ولو کان العجمی عالمًا اوسلطانًا وھوالاصح اور درمختار میں ہے وتعتبر الکفاءة للزوم النکاح یعنی معتبر ہے کفائت واسطے لزوم نکاح کے۔ اور ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۳۵ میں ہے الکفاة فی النکاح معتبرة قال علیه السلام الا لا یزوج النساء الا الاولیاء ولا یزوجن الا من الاکفاء یعنی کفائ معتبر ہے نکاح میں۔ جیسا کہ فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے نہ نکاح کریں عورتوں کا مگر ولی اور نہ نکاح کی جائیں مگر ان مردوں سے جو کفو ہیں۔ یہ حدیث دار قطنی و بیہقی کی ہے اور یہی ہدایہ میں ہے الکفاءة تعتبر فی النسب لانه یقع به التفاخر فقریش بعضهم اکفاء لبعض والعرب اکفاء بعض لبعض والاصل فیه قوله علیه السلام فقریش اکفاء لبعض بطن "بطن و العرب بعضهم اکفاء لبعض قبیلته" بقبیلته

درالمختار میں ہے المراد بالعجم من لم ینسب باحدی قبائل العرب ویسمون

حاشیہ

بھری ہوئی ہیں کہ ایک غیر سید عالم دین غیر عالم سید سے افضل ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا "کیا عالم اور غیر عالم برابر ہیں؟" میں سید اور غیر سید کا کوئی فرق نہیں کیا بہرصورت علم کا درجہ نسب اور خاندان کے درجہ سے زیادہ قوت رکھتا ہے، اس آیت کی دلالت کی وجہ سے اور کسی کے لئے یہ کہنا کیسے صحیح ہو گا کہ امام ابو حنیفہ اور امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے بزرگ جو عربی و قریشی نہیں وہ ایک غیر عالم عربی و سید کی بیٹی کے لئے کفو نہ ہوں یا ایسے عربی و سید کی بیٹی کے لئے کفو نہ ہوں جو بیچارہ پیشاب کرنے کے آداب سے بھی واقف نہیں ہے لہٰذا حضرت مولانا نظام الدین ملتانی علیہ الرحمتہ کی رائے اس مسئلہ میں درست نہیں ہے فقط قادری

المولی (ہکذافی فتاویٰ عبدالحی جلد ۲ صفحہ ۱۵۸) اور برجندی میں ہے ان فی العجم لا یعتبر النسب لانہم ضیعوا انسابھم (ہکذافی چلپی) اور صاحب برجندی نے جلد ۲ صفحہ ۱۲ میں خود بایں طور بعض مجوزین کا قول نقل کر کے یہ فیصلہ کر دیا ہے۔ وہوہذا

ان الفقیہ کفو للعلوی ان شرف الحسب فوق شرف النسب ھکذا ذکر فی المحیط وقال فی المضمرات الاصح انه لایکون زوجالھا کالسلطان والعالم اور فتاویٰ ابراہیم شاہی و فتاویٰ نادرالجواہر قلمی صفحہ ۲۲ میں لکھا ہے مجھول النسب لایکون کفو لمعروف النسب الصحیح عند ابی حنیفتہ یعنی مجہول نسب ولا معروف نسب والے کے واسطے کفو نہیں ہوتا۔ امام صاحب کے نزدیک یہی صحیح ہے۔

پس اس عبارت سے صاف صاف معلوم ہوا کہ سید علویہ کے ساتھ نکاح کسی عالم و سلطان وغیرہ کا ہرگز جائز نہیں ہو سکتا کیونکہ نہ تو ہم ان کے کفو ہیں اور نہ ہی ہم لوگ اہل عرب ہیں اور نہ ہی ہمارے انساب صحیح اور درست ہیں اور نہ ہمارا شجرۂ نسب ان سے کہیں مل سکتا ہے پس جبکہ ہماری نسبتیں بھی ضائع ہو چکی ہیں تو پھر نکاح ان سے ہونا کس طرح جائز ہو سکتا ہے اور جو بعض لوگ بلا دھڑک کہہ دیتے ہیں کہ سیدہ کے ساتھ نکاح جائز ہے کیونکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور حضور ﷺ نے آپس میں رشتہ داری کی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ تمام قریشی قبیلہ واحد اہل عرب اور صحیح النسب اور دور و نزدیک میں برادری اور اہل تقویٰ اور ایک دوسرے کے جان نثار تھے لہٰذا ان کے نکاح ایسے میں جائز ہوئے اور ہم لوگوں میں یہ امور کہاں۔ اور مولوی ثناء اللہ وغیرہ کس درخت کی مولی ہیں۔

چہ نسبت خاک رابا عالم پاک

سوال: اگر لڑکی عاقلہ بالغہ بکریا ثیبہ اپنی کفو میں بلا اجازت ولی کے نکاح پڑھائے تو جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: بیشک یہ نکاح صحیح اور درست ہے کیونکہ لڑکی عاقلہ بالغہ بنسبت ولی کے بہت حقدار ہے اپنے نفس کی نکاح کرنے اپنی کفو میں چنانچہ حدیث مسلم و ابو داؤد و ترمذی و نسائی و موطا امام مالک میں

بایں طور مسطور ہے الا اے یم احق بنفسھا من ولیھا یعنی بیوہ بہت حقدار ہے اپنے ولی سے اپنے نفس پر نکاح کرنے میں اور قرآن مجید بھی اس پر شاہد ہے لاتعضلوھن ان ینکحن ازواجھن لن کو منع نہ کرو نکاح کرنے اور ازواج اپنے سے اور ایسے ہی کتب فقہ مثل ہدایہ وغیرہ میں ہے اور جو غیر مقلدین حدیثیں عدم جواز کی اس امر میں پیش کرتے ہیں وہ سب کی سب ضعیف و منسوخ ہیں۔ دیکھو نورالہدایہ و شرح غواشی اصول الشاشی فقط

سوال: عدت میں نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں اگر کسی نے عدت میں نکاح کر دیا تو اس نکاح خواں اور گواہوں پر کیا تعزیز ہونی چاہیے؟

جواب: عدت میں نکاح کرنا حرام ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے ولا تعزموا عقدة النکاح حتٰی یبلغ الکتاب اجله یعنی عدت میں نکاح کرنے کا قصد مت کرو یہاں تک کہ اس کی میعاد پوری نہ ہو اور کتب فقہ میں ہے لایجوز نکاح منکوحته الغیرو معتدة الغیر عندالکل اور فتاویٰ حمادیہ میں ہے ولا یجوز النکاح علی النکاح ولا فی عدة الغیر ومن نکح منکوحته الغیر اوفی عدة الغیر یجب علی الشھود و صاحب النکاح التشھیر اے التعزیر یعنی نہیں جائز ہے نکاح پر نکاح کرنا اور عدت میں نکاح کرنا ایسا کریں گے تو ان پر تعزیز واجب ہو گی اور اس مسئلہ پر ہر ایک کا اتفاق ہے پس نکاح خواں و حاضرین مجلس و گواہاں کو توبہ کرنی چاہئے اور حسب الطاقت مسکینوں کو کھانا کھلانا چاہئے۔ لان الصدقه تطفی غضب الرب فقط واللہ علم بالصواب

سوال: مدت حاملہ اور بیوہ اور مطلقہ کی کتنی ہے قرآن مجید سے جواب دو؟

جواب: عدت عورت حاملہ کی وضع حمل ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے واولات الاحمال اجلھن

حاشیہ

اے الایم بروزن قیم ہمزہ کی فتح اور یاء مشددہ مکسور اس کی جمع الایایا کی وہ عورت جو خاوند کے بغیر ہو گئی ہو۔ یا وہ مرد جو عورت کے بغیر ہو گیا ہو۔ (لسان العرب ۱۲ ص ۳۹)

لن یضعن حملہن یعنی جو عورتیں حاملہ ہیں تو ان کی عدت یہ ہے کہ وضع حمل کریں اور عدت بیوہ کی چار مہینے دس یوم ہے۔ چنانچہ اس آیت شریفہ سے ثابت ہے یتربصن بانفسھن اربعتہ اشھر و عشراً یعنی خاوند جن کے تم سے مرجاتے ہیں اور چھوڑ جاتے ہیں بیویاں روک رکھیں وہ بیویاں اپنے نفسوں کو چار مہینوں دس دن تک اور عورت مطلقہ جس کو حیض آتا ہو اس کی عدت تین حیض ہیں لقولتہ تعالٰی والمطلات یتربصن بانفسھن ثلثتۃ قروء یعنی مطلقہ روک رکھیں اپنے نفسوں کو تین حیضوں تک اور حدیث میں ہے الرجل احق بامرئاتہ حتٰی تغتسل من الحیضتۃ الثالثتۃ (نقل از موطا امام محمد) اور جن عورتوں کو حیض نہیں آتا بوجہ کم سن یا بڑی عمر ہونے کے اور بشرطیکہ مطلقہ ہوں تو ان کی عدت تین ماہ تک ہے۔

سوال: حاملہ بالزنا کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ نکاح صحیح اور درست ہو گا چاہے جس کا اس کو حمل ہو اس سے نکاح کرے چاہے اس کے غیر سے ہر دو صورت نکاح صحیح ہوگا۔ چنانچہ ردالمختار و برجندی و شرح وقایہ و درمختار میں مذکور ہے وصح نکاح حبلٰی من الزنا عندھما وقال ابو یوسف لایصح والفتوی علی قولھما یعنی نکاح حاملہ زنا سے امام صاحب و امام محمد کے نزدیک صحیح اور درست ہے اور انہیں کے قول پر فتویٰ ہے اور امام ابی یوسف کے نزدیک صحیح نہیں لیکن ان کا قول قابل عمل نہیں لونکحھا الزانی حل لہ و طیھا اتفاقا نقل از درالمختار و فتاویٰ عبدالحی جلد اول صفحہ ۳۰۴ اور برجندی جلد ۲ صفحہ ۷ میں لکھا ہے یہ نکاح اجماعاً صحیح ہے لیکن وطی کرنی اس سے غیر زانی کو جائز نہیں تاوقتیکہ وضع حمل نہ ہو لے۔ لا توطئا الحبلی من الزنا بعد نکھابھا حتٰی تضع حملھا لو کان ھوالزانی یجوزالہ الوطی پس اس عبارت سے ثابت ہوا کہ نکاح زانی اور غیر زانی کو حبلے بالزنا سے صحیح اور وطی غیر زانی کو جائز نہیں تاوقتیکہ اس کا وضع حمل نہ ہو۔

سوال: ایک شخص موضع بہرمٹ علاقہ میرپور میں ہے اس نے ایک عورت کے ساتھ ناجائز طریق نشست برخاست رکھے چند عرصے کے بعد اس شخص کے باپ نے ہمراہ عورت مذکورہ بالا کے نکاح کرلیا اب

اس عورت کے ہمراہ دونوں باپ بیٹا مجامعت کرتے ہیں اور عورت کا بھی یہی بیان ہے اب وہ عورت ان دونوں میں کس پر حلال ہو گی؟

جواب: عورت مذکور باپ بیٹے دونوں پر حرام ہو گی اب اس کو کوئی نہیں رکھ سکتا چنانچہ بحرالرائق سے مولوی عبدالحی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے اراد بحرمته المصاهرة الحرمات الاربع حرمته المرئاة علی اصول الزانی و فروعه نسباو رضاعًا و حرمة اصولها و فروعها علی الزانی نسبا ورضاعًا کما فی وطی الحلال (صفحہ ۲۲۷ جلد ۱) مطلب یہ ہے کہ جس عورت سے اس نے زنا کیا ہے وہ عورت زانی کے اصل و فرع پر حرام ہے اور مرد زانی پر اصل و فرع حرام ہے یعنی نہ تو اس عورت کے ساتھ زانی کا باپ و دادا وغیرہ نکاح کر سکتا ہے اور نہ ہی زانی کے بیٹے اور پوتے وغیرہ اس سے نکاح کر سکتے ہیں اور نہ زانی مرد اس زانیہ کی ماں بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے اس مسئلہ کی صورت ایسی ہے جیسی رضاعی و نسبی و حلت وطی سے فروع و اصول کی حرمت ثابت ہوتی ہے اور آثار امام محمد صفحہ ۸۷ میں لکھا ہے کہ مطلق نظر سے حرمت مصاہرت کی ثابت نہیں ہوتی مگر شہوت کے دیکھنے سے الا ان ینظر الی الفرج بشهوة حرمت علی ابیه و ابنه و حرمت علیه امها و ابنتها و هو قول ابی حنیفة۔

سوال: ایک شخص نے اپنی متوفی والدہ سے زنا کیا ہے اب وہ عورت اس کے باپ پر کسی صورت حلال ہو سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: یہ عورت کسی صورت میں اس کے باپ پر حلال نہیں ہو سکتی اور نہ اس کو کوئی اور شخص نکاح میں لا سکتا ہے تاوقتیکہ خاوند اس کو طلاق نہ دے۔ چنانچہ فتویٰ عالمگیری و امینیہ و خزانتہ المتقین سے صاحب فتاویٰ جامع الفوائد نے لکھا ہے بتحریم المصاهرة لا یرتفع النکاح حتی لا یحل لها التزوج بزوج اخر وان مضی علیها سنون الا بعد المتارکته ولو وطی لا یکون زنا فلا یجب علیه الحد ہکذا فی فصول عمادی و فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۸۸۔۸۹۔ پس ایسی عورت سے جدا رہنا چاہیے باقی مفصل ذکر اس جلد نہم و دہم میں مطالعہ کرو۔

سوال: اگر کسی شخص نے اپنی ساس سے زنا کیا یا بوسہ لیا تو اس صورت میں وہ اپنی زوجہ کو اپنے خانہ میں آباد کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: ساس سے زنا کرنے پر عورت اس کی اس پر حرام ہو گی۔ اے اب ہرگز وہ اس کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتا۔ چنانچہ امام محمد صفحہ ۷۸ میں مسطور ہے محمد قال اخبرنا ابو حنیفتہ عن حماد عن ابراهیم قال اذا قبل الرجل ام امرئاته اولمسها من شهوة حرمت علیه امرئاته قال محمد و به ناخذ و هو قول ابی حنیفتہ یعنی جبکہ کسی شخص نے زوجہ کی والدہ کا بوسہ لیا یا ہاتھ شہوت سے لگایا تو اس کی زوجہ اس پر حرام ہو جائے گی۔ کہا امام محمد نے ہم نے اس کو لیا ہے اور یہی قول امام صاحب کا اور درالمختار میں ہے قبل ام امرئاته حرمت علیه امرئاته مالم یظهر عدم الشهوة و فی المس لا تحرم مالم تعلم الشهوة اور اسی میں ہے لافرق بین المس و النظر بشهوة بین عمد و نسیان و خطا واکراه انتهی (نقل از فتاویٰ عبدالحی جلد اول صفحہ ۲۲۸) واللہ اعلم بالصواب

سوال: عورت بیوہ یا کنواری عاقلہ بالغہ کا جبراً نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: کنواری اور بیوہ کا نکاح جبراً نہیں ہو سکتا ہے۔ چنانچہ فقہ معتبرہ میں مسطور ہے ولا یجوز للولی اجبار البکر البالغة علی النکاح خلافاً للشافعی (نقل از ہدایہ جلد ۲ و برجندی جلد ۲ صفحہ ۸ چلپی) یعنی ولی کو جائز نہیں کہ لڑکی عاقلہ بالغہ بکرہ پر دوبارہ نکاح کے اجبار کرنا اگر بجبرو اکراہ ترویج کند عقد جائز بناشد۔ واللہ علم باالصواب

سوال: اگر لڑکی نابالغہ کا نکاح باپ یا دادا نے کر دیا اور جبکہ وہ بالغہ ہو گئی ہو اور اس نے اس نکاح کو ناپسند کیا اور ایک شخص کے ساتھ مل کر مقدمہ کر دیا اور کہہ دیا کہ میرا کوئی نکاح نہیں ہوا اور اگر ہوا ہے تو پھر

حاشیہ

اے یہ مسئلہ پہلے بھی وضاحت و دلائل سے لکھ چکے ہیں کہ یہ مذہب حنفیہ اور حنبلیہ کا ہے جبکہ شافعیہ' مالکیہ و

بھی میں اس کو پسند نہیں رکھتی اور گواہاں اور نکاح خواں نے بھی گواہی دے دی ہے لیکن لڑکی کو سرکاری عدالت کی جانب سے اجازت مل گئی تو جہاں چاہے نکاح کر لے اب یہ نکاح ثانی جائز ہوا یا نہیں؟

جواب: نکاح ثانی جائز نہیں کیونکہ باپ اور دادا کا نکاح نابالغہ کا کیا ہوا فسخ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے فان زوجها الاب او الجد یعنی الصغیر والصغیرة فلا خیار لهما بعد بلوغهما وان ذوجهما غیر الاب والجد فلکل واحد منهما خیار اذابلغ ان شاء اقام علی النکاح وان شاء فسخ یعنی اگر لڑکا اور لڑکی نابالغہ کا باپ دادا نے نکاح کیا تو بعد بلوغ کے ان کو اختیار فسخ کا نہیں اگر ان کے ماسوا کسی اور ولی نے پڑھا دیا تو ان کو اختیار فسخ وقت بلوغت کے ہے [۱]۔

سوال: جو شخص کبھی نماز پڑھتا ہے اور کبھی نہیں پڑھتا کیا ایسے شخص کا جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بیشک ایسے شخص کا نماز جنازہ ادا کرنا ناجائز ہے کیونکہ نماز ترک کرنے سے انسان گنہگار ہوتا ہے نہ کافر اور حدیث شریف میں ہے الصلٰوة واجبته علی کل مسلم براکان او فاجراً وان عمل الکبائر (رواہ ابو داؤد) یعنی ہر مسلمان نیک و بد پر نماز پڑھنا واجب ہے [۲]۔ اگرچہ اس کے گناہ بڑے ہوں اور حدیث مشکوۃ میں کہ فرمایا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ مومن گناہ کرنے سے کافر نہیں ہوتا اور نہ ہی دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے۔ وھوھذا

من قال لا الہ الا اللہ لاتکفرہ بذنب ولا تخرجہ من الاسلام اور ہدایہ شریف میں

حاشیہ

دیگر جمہور فقہاء کرام زنا سے حرمت مصاہرہ کے قائل نہیں ہیں۔ قادری

۱۔ لیکن اگر لڑکی عدالت میں ثابت کرے کہ اس کے باپ نے جو اس کا بچپن میں نکاح کیا تھا وہ شفقت پدری کے جذبہ سے ہٹ کر کیا تھا مثلاً اس نے اس نکاح کے ذریعے کوئی مفاد حاصل کیا یا اسے اس بیٹی سے کما حقہا شفقت نہ تھی تو ایسی صورت میں "سوء الاختیار" کے تحت وہ نکاح ٹوٹ جائے گا کمافی الدر المختار فقط قادری

۲۔ یعنی نماز جنازہ ہر نیک و بد کا پڑھنا ضروری ہے کیونکہ یہ اس کا ایمانی و اسلامی حق ہے فقط قادری

ہے المومن لا یخرج عن الایمان بارتکاب کبیرۃ اور اگر کوئی شخص پرہیزگار سیاسۃً نہ پڑھے تو اس پر کوئی جرم نہیں بلکہ بہتر ہے کہ ایسے شخص کے جنازہ میں شریک نہ ہو۔

سوال: اگر کوئی شخص وتروں میں امام کے ساتھ شریک ہو جائے اور تراویح کی کچھ رکعتیں رہ جائیں تو وہ شخص پھر وتروں کے بعد ادا کرے یا نہیں؟

جواب: بیشک باقی ماندہ نماز تراویح کو ادا کرنا چاہئے۔ چنانچہ کتاب ماثبت بالسنہ صفحہ ۲۳۰ میں شیخ عبدالحق محدث صاحب نے لکھا ہے اذافاته ترویحۃ اوتر ویحتان وقام الامام فی الوتر اختلف فیه فقیل یوتر مع الامام ثم یقضی مافاتة وقیل یعدم القضاء یعنی جس کا فوت ہو جائے تراویح کا ایک شفعہ یا دو شفعہ اور امام وتروں میں کھڑا ہو گیا تو اس صورت میں کہا بعض نے کہ وتر امام کے ساتھ ادا کرے اور کہا بعض نے فوتہ کو مقدم ادا کرے حتی لو صلیا بعد الوتر جاز انتہی واللہ اعلم بالصواب

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس گاؤں میں جمعہ عیدین نماز باجماعت و اذان ہوتی ہو وہاں عید سے پہلے قربانی کرنی جائز ہے یا نہیں؟ اگر کسی شخص نے عید پڑھنے سے پہلے قربانی کر دی تو اس کی قربانی ہو گی یا نہیں؟

جواب: نماز عید کے ادا کرنے سے پہلے جہاں کہیں عید و جمعہ پڑھا جاتا ہو وہاں قربانی کرنی ہرگز جائز نہیں کیونکہ ایسی بستی کو حکم قصبہ کا لگایا گیا ہے اور قصبہ حکم شہر کا رکھتا ہے جیسا کہ جلد اول بحث جمعہ میں گذرا ہے۔ اور مصر کی شرائط سے یہ بھی شرطیں ہیں کہ ہر پیشہ اور آدمی کا اس میں ہونا اور حوائج ضروریہ کا وہاں حاصل ہونا اور مسجد اکبر جامع کا ہونا۔ پس بہرحال ایسے گاؤں میں جہاں یہ شرائط پائی جاتی ہوں وہاں پہلے عید نماز کے قربانی کرنی جائز نہ ہو گی چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ فقال صلی اللہ علیہ وسلم من ذبح قبل الصلوٰۃ فلیعد وفی بعض الاخبار من ذبح قبل ان یصلی فلیعد اخری یعنی ابن قیس رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ نبی علیہ السلام قربانی کے دن ایک قوم کی طرف سے گذرے جنہوں نے قبل نماز قربانی کی تھی۔ پس آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے پہلے نماز پڑھنے کے قربانی

کی ہے وہ پھر قربانی کرے۔ نقل از غنیۃ الطالبین صفحہ ۴۶۹ مطبوعہ نو لکشور تقطیع کلاں اور اسی میں ہے کہ کہا حضرت ابن عازب نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہماری طرح قربانی کی پس وہ گویا ہمارے اصحاب قربانی کرنے والوں میں شریک ہوا اور جس شخص نے پہلے نماز پڑھنے کے قربانی کی وہ بکری کا گوشت ہے ومن نسک قبل الصلٰوۃ فتلک شاۃ اللحم

حدیث بخاری و مسلم و مشکوۃ الصلوۃ العیدین حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مذکور ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقدم نسکہ وصار سنۃ المسلمین جس شخص نے ذبح کیا پہلے نماز کے پس گویا کہ اس نے اپنے نفس کے لئے کہا۔ اور جس شخص نے پیچھے نماز کے ذبح کیا پس اس کی قربانی پوری ہو گئی اور پہنچا سنت مسلمانوں کی کو۔

سوال: عید کی نماز کے پہلے یا پیچھے نماز نفلوں کی پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: قبل از نماز عید اور بعد اس کے ہرگز نفل پڑھنے جائز نہیں چنانچہ فقہ و احادیث میں مذکور ہے عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی یوم الفطر رکعتین لم یصل قبلھما ولا بعدھما (متفق علیہ) یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تحقیق تھے نبی علیہ السلام نے پڑھیں دو رکعت عید فطر میں نہ پڑھتے پہلے اور نہ پیچھے اس کے کچھ پڑھتے یہ حدیث مسلم و بخاری کی ہے۔

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے شرع متین اس مسئلہ میں کہ جب عورت بچہ جننے لگے اور اس وقت نماز ادا کرنا چاہئے تو کس طرح پر ادا کرے اور جو کتاب نجات المومنین میں اس کی ترکیب لکھی ہے وہ ٹھیک ہے یا نہیں اور کہیں اس کا ثبوت ہے جواب دو اجر ملے گا؟ السائل محمد وارث سیٹھ از شہر چنیوٹ ۲۷ جون ۱۹۲۰ء

جواب: اہل شریعت نے اس حال میں ایسی عورت کے لئے نماز پڑھنے کی ترکیب یہ لکھی ہے وفی ذخیرۃ امرئاۃ خرج راس ولدھا وخافت فوت الوقت توضئات ان قدرت والا

تیممت وجعلت راس ولدھا فی قدر او حفرۃ وصلت قاعدۃ برکوع و سجود فان لم تستطھا تؤمی ایماء نقل از منیہ افغانی صفحہ ۱۶۳ اور کتاب نفع المفتی و السائل صفحہ ۹۷ مولفہ مولانا مولوی عبدالحی میں لکھا ہے تصلی قاعدۃ ان قدرت علی ذلک وجعلت راس ولدھا فی خرقنۃ او حفرۃ فان لم تستطع تؤمی ایماء یعنی ایک عورت ہے اس کے بچے کا سر کا کچھ حصہ باہر نکلا ہوا ہو اور نماز کے فوت ہو جانے کا بھی ڈر ہو اگر اس کو طاقت وضو کی ہے تو وضو کرے ورنہ تیمم کرے اور بچہ کو پارچہ میں لپیٹ لے یا انگیٹھی یا خندق میں دے دے نماز کو بیٹھ کر رکوع و سجود سے ادا کرے۔ اگر اس کو یہ طاقت نہیں تو اشارہ سے نماز کو ادا کرے۔

کتاب کبیری و صغیری شرح منیہ صفحہ ۲۴۱ میں لکھا ہے کہ عورت کو جو خون قبل ولادت سے ظاہر ہوتا ہے وہ نماز کو مانع نہیں کیونکہ وہ خون استحاضہ کا کہلاتا ہے۔ قبل الولادۃ خروج الولد استحاضۃ لاتمنع الصلوٰۃ اور اس پر دلائل ہیں کہ نماز ہر حال مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے صرف عورت کو حیض و نفاس نماز سے مانع ہے ورنہ کسی حالت میں نماز ساقط نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے الذین یذکرون اللہ قیامًا وقعودًا وعلی جنوبھم یعنی وہ لوگ اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر اور لیٹ کر۔ اور کہا حضرت عبداللہ بن عمرو عبداللہ بن عباس و حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی اور علاوہ اس کے صحابہ رضوان اللہ علیہم نے میدان جنگ و جدال دشمنان دین کے مقابلہ میں بھی جہاں کہ جانوں کو سخت خوف تھا۔ نمازیں بحکم خداوند کریم ادا کیں۔

ترمذی شریف میں ہے کہ آپ نے ابن حصین کو کہا۔ وصل قائمًا فان لم تستطع فقاعدًا فان لم تستطع فعلی الجنب تؤمی ایماء یعنی کہ نماز پڑھو کھڑے ہو کر، پس اگر تجھے طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر، پس اگر یہ طاقت بھی نہ ہو تو کروٹوں پر لیٹ کر اشارہ سے ادا کریں۔ اس مختصر دلائل سے صاف صاف ثابت ہوا کہ نماز کو کسی طرح قضاء کرنا درست نہیں اور اگر کسی صاحب کے پاس اس کے عدم جواز کی دلیل ہے تو پیش کرے اور جاہلوں کی باتوں پر اعتماد نہ کرنا چاہئے۔ اعرض عن الجاھلین فقط

سوال: اگر بچہ ماں کے شکم سے خارج ہوتے ہی مر جائے تو اس کا جنازہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس کی دو صورتیں ہیں اگر بچہ نے آواز اور سانس لیا ہے تو جنازہ اس کا جائز ہے اگر اس نے کوئی سانس اور آواز نہیں لیا۔ تو جنازہ اس کا ناجائز ہے چنانچہ آثار محمد و معانی الآثار و ہدایہ جلد اول صفحہ ۱۶۳ میں مذکور ہے ومن استهل بعد الولادة سمی و غسل وصلی علیه لقوله علیه السلام اذا استهل المولود صلی علیه وان لم یستهل لم یصل علیه الخ ومن لم یستهل ادرج فی خرقة الخ واللہ اعلم بالصواب

سوال: کیا وجہ ہے کہ امام بخاری نے امام صاحب کی توہین اپنی کتاب تاریخ و کتاب بخاری میں کی ہے اور ہر وقت فرقہ وہابیہ نجدیہ شب و روز امام صاحب اور ان کے متبعین کی توہین کرتے رہتے ہیں اور کتب فقہ متداولہ کے پڑھنے والے کو کافر جانتے ہیں چنانچہ بوئے غسلین صفحہ ۸۹۷ میں لکھا کہ ان کتابوں کو جلا دینا چاہئے کیونکہ ان کے پڑھنے سے ایمان خارج ہو جاتا ہے جواب دو اجر ملے گا؟

جواب: امام بخاری کی عداوت اس لئے امام صاحب کے ساتھ ہوئی اور ۲۴ جگہ بخاری میں حقارت سے امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو بعض الناس سے یاد کیا کہ امام ابو حفص کبیر بخاری شاگرد امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے تھے انہوں نے امام بخاری کو فتویٰ دینے سے منع کیا اور کہا کہ تم فتویٰ دینے کے قابل نہیں چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ امام بخاری سے لوگوں نے مسئلہ دریافت کیا کہ اگر لڑکی اور لڑکا مل کر ایک بکری یا گائے کا دودھ پی لیں تو ان میں حرمت رضاع ثابت ہو جائے گی یا نہیں اس وقت لوگوں نے اس کو ملک بخارا سے نکال دیا اور اسی بنا پر بخاری کے دل میں ایک ذاتی قسم کی عداوت امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ اور ان کے متبعین کے ساتھ ہو گئی چنانچہ نمونہ خروارے وہ کلمات درج کئے ہیں جو کہ امام صاحب اور ان کے شاگردوں کے حق میں انہوں نے لکھے ہیں۔ زندیق، مرجیہ، رائی المذہب، بعض الناس، فسادی، شرارتی، باغی، نقل از تاریخ صغیر، للبخاری وبنارسی و اعساف اور اس لئے اس مقام پر علامہ عینی نے عمدۃ القاری جزو رابع صفحہ ۴۵۴ میں لکھا ہے ان ابن التین لما وقف علی ماقاله البخاری فی تاریخه فی حق ابی حنیفة ممالا ینبغی ان یذکر فی حق من اطراف الناس فضلاان

یقال فی حق امام ھو احدار کان الدین یعنی بخاری نے اپنی تاریخ میں امام ابو حنیفہ کے حق میں جو کلمات لکھے ہیں وہ ایسے ہیں جو کسی ادنیٰ آدمی کے حق میں لکھے جانے کی لائق نہیں۔ چنانچہ ایک ایسے امام کی نسبت لکھے جائیں جو ایک رکن ہو ارکان دین میں سے۔

مولانا مولوی عبدالکریم صاحب علی جرح نے البخاری صفحہ ۶۰ میں لکھا ہے کہ یہ کوئی بڑی تعجب کی بات نہیں ہے بلکہ امام بخاری نے تو صحابہ کرام اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سخت توہین کی ہے۔ وھوہذا باب قول الرجل للرجل اخسئا بخاری مطبوعہ احمدی صفحہ ۹۱۱ یعنی یہ باب ہے قول رجل کا واسطے رجل کے اخسا پس یہاں پر رجل اول سے محمد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور رجل دوم سے مراد ابن صیاد ہے باب قول الرجل مرحبا یعنی یہ باب قول الرجل مرحبا یعنی یہ باب ہے قول رجل کا مرحبا بخاری مطبوعہ ایضاً صفحہ ۹۱۲ اس جگہ بھی رجل سے مراد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

سوم باب ماجاء فی قول الرجل ویلک یعنی یہ باب ہے قول میں رجل کے و ملک بخاری مطبوعہ صفحہ ۹۱۰ یہاں بھی رجل سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

باب قول الرجل للشئی لیس بشئی بخاری مطبوعہ صفحہ ۹۱۷ اس مقام پر بھی رجل سے مراد رسول اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ پس اب دیکھئے کہ بخاری کی متعدد جگہوں میں رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں لفظ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہ کہا بلکہ بجائے اس کے لفظ رجل کا جو کہ عوام الناس کے حق میں بولا جاتا ہے کس کشادہ پیشانی سے بے دھڑک استعمال کیا گیا ہے کہ جو ہر حال میں سخت افسوس کے قابل ہے۔ بخاری پرست سب جو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مثل اپنے ایک آدمی جانتے ہیں اس کا ماخذ بھی کتاب بخاری ہو تو تعجب نہیں ہے الخ۔ اھ

حاشیہ

اھ حضرت مصنف علیہ الرحمتہ کا امام بخاری پر یہ اعتراض کہ انھوں نے حضور ﷺ کے لئے لفظ "رجل" استعمال کیا جس میں حضور ﷺ کی توہین ہوئی ہے غلط ہے کیونکہ امام بخاری کی عادت شریفہ یہ ہے کہ وہ ایک حدیث لاکر اس سے جو مسئلہ نکلتا ہے اس کو عنوان بنا دیتے ہیں لہٰذا امام بخاری حضور ﷺ کو الرجل نہیں کہہ

اور یہ جو عبدالجلیل نے لکھا ہے کہ تمام کتب فقہ کو جلا دینا چاہئے کیونکہ ان کے پڑھنے سے ایمان خارج ہو جاتا ہے اور کتب فقہ میں گندگی بھری ہوئی ہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ فقہ کا ماخذ قرآن مجید و حدیث شریف ہے فقہ اور حدیث میں صرف تغائر اسمی ہے مسمی ایک ہی ہے پس جو شخص کتب فقہ کا منکر ہے وہ فی الحقیقت قرآن مجید و حدیث شریف کا منکر ہے اور جو قرآن مجید و حدیث شریف و فقہ کا منکر ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

حدیث مشکوۃ میں ہے کہ فرمایا حضور ﷺ نے وفریضۃ عادلۃ یعنی فقہ شریف اور علم فقہ کی خود حضور ﷺ نے بایں طور تعریف فرمائی ہے من یرد اللہ بہ خیراً یفقہ فی الدین و انما انا قاسم واللہ یعطی (نقل از بخاری و مسلم) یعنی کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ خیر دینے کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین میں تفقہ دے دیتا ہے اور قرآن مجید بھی اس پر شاہد ہے یؤتی الحکمۃ من یشاء ومن یؤتی الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً اور خود امام بخاری نے فقہ حضرت حمید کے آگے دو زانو ہو کر سیکھی۔ اگر فقہ پڑھنی حرام ہوتی تو پھر امام بخاری وغیرہ محدثین کیوں پڑھتے اور کتابیں فقہ کی کیوں تصنیف فرماتے اور اگر کتب فقہ میں بقول فرقہ نجدیہ وہابیہ نعوذ باللہ گندگی بھری ہوئی ہے تو ذرا مہربانی فرما کر بیان کریں کہ بدون کتاب اللہ کے کونسی کتاب علم حدیث میں ہے جس میں حدیثیں بناوٹی اور

حاشیہ

رہے بلکہ یہ کہہ رہے ہیں کہ ایک آدمی کسی دوسرے کے لئے یہ لفظ استعمال کر سکتا ہے جو حضور ﷺ نے صحابہ میں سے کسی کے لئے کیا نیز اگر بالفرض یہ بات مان بھی لی جائے کہ "الرجل" سے مراد حضور ﷺ کو لیا گیا ہے تو اس کا جواب یہ ہو گا کہ الرجل میں الف و لام عہد خارجی کا ہے جو خاص فرد کے لئے آتا ہے تو مراد یہ ہو گی کہ اس خاص شخصیت کا ارشاد گرامی جیسا کہ قبر میں فرشتے منکر و نکیر میت سے حضور ﷺ کے حق میں پوچھتے ہیں "ماتقول فی حق ھذا الرجل" کہ تم اس خاص مرد بڑی شان والے کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ تو کیا یہاں بھی کہا جا سکتا ہے کہ فرشتے حضور ﷺ کے بارے میں "الرجل" کا لفظ استعمال کر کے حضور کریم ﷺ کے بارے میں "الرجل" کا لفظ استعمال کر کے حضور ﷺ کی توہین کرتے ہیں (معاذ اللہ) ہرگز نہیں لہذا حضرت مصنف کا امام بخاری پر یہ اعتراض درست نہیں ہے فقط قادری.

نامعقول باتیں درج نہیں۔ اگر کہو صحاح ستہ میں سے بخاری شریف اعلیٰ کتاب بعد کتاب اللہ قابل عمل ہے تو میں کہتا ہوں کہ یہ بات بالکل لغو اور بناوٹی ہے کیونکہ اس مجموعہ بخاری کی حدیثوں کی صحت پر کسی زمانہ میں کسی محدث کا اتفاق نہیں ہوا اور نہ تمام حدیثیں جو اس میں ہیں اور علاوہ ازیں امام بخاری نے مرجیہ و شیعہ و جبریہ و قدریہ و جہمیہ و اہل بدعت و ہوائیہ فرقہ سے حدیثیں نقل کی ہیں جن کی باتوں پر اعتماد کرنا منع ہے۔ اور اس کا مجملاً ذکر جلد .... میں گذر چکا ہے اور بوئے غسلین کے رد میں جرعہ غسلین در خلق غیر مقلدین مع مع اغلاط البخاری بھی تیار کر دی گئی ہے اور یہاں صرف چند حدیثیں برائے تسکین خاطر ناظرین کے درج کر دیتا ہوں اور پوچھتا ہوں کہ یہ بخاری بقول فرقہ نجدیہ کے قابل ہیں وھوہذا

حدیث نمبر ۱: حدثنا نعیم بن حماد حدثنا حشیم عن حصین عن عمرو بن میمون قال رایت فی الجاہلیۃ قردۃ اجتمع علیہا قردۃ قدزنت فر جموھا فرجمتھا معھ (سپارہ ۱۵ باب قسامۃ فی الجاھلیۃ) میں نے ایک بندر کو دیکھا اس نے زنا کیا اور بندر سب جمع ہوئے اور سبھوں نے مل کر اس بندر کو رجم کیا۔ یعنی زمین میں ایک گڑھا کھود کر سینہ تک بندریا گاڑا اور پتھروں سے اس قدر مارا کہ وہ مرگیا اور ہم نے بھی سب بندروں کے ساتھ مل کر اس کو رجم کیا۔

ناظرین ذرا انصاف فرمائیں کہ یہ حدیث عقل و نقل کے مطابق ہے؟ ہرگز نہیں کیونکہ درندے پرندے اور بہائم تو شریعت کے مکلف ہی نہیں اور نہ ان میں کوئی نبی ہے۔ پس جب یہ بات نہیں تو پھر وہ کس طرح پورے طور پر حدود شرعیہ کو ادا کر سکتے تھے۔ اور اگر فرقہ وہابیہ کے پاس ان کے مکلف ہونے کی کوئی دلیل ہے تو بتلائے۔ اـہ

حاشیہ

اـہ یہ حضور ﷺ کی حدیث نہیں بلکہ یہ عمرو بن میمون الاودی رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے جنہوں نے زمانہ جاہلیت پایا مگر حضور ﷺ سے ملاقات نہ کر سکے اس لئے ان کا شمار تابعین میں ہوتا ہے اکابر صحابہ سے علم حدیث حاصل کیا ثقہ و معتمد ہیں امام ابن عبدالبر تو فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ سے ملاقات کا شرف بھی حاصل

حدیث نمبر ۲: عن عبداللہ بن عمر قال صلی لنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم العشآء فی اخر حیاتہ فلما سلم قام فقال ارائتکم لیلتکم ھذہ فان راس مائۃ سنۃ منھا لایبقی ممن ھو علی ظھر الارض احد (سپارہ اول صفحہ ۵۴ ا؎ باب السمر بالعلم) یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آخر حیات میں اپنے کے سو برس میں روئے زمین پر کوئی باقی نہ رہے گا۔ پس یہ حدیث بالکل موضوع یعنی بناوٹی معلوم ہوتی ہے کیونکہ آپ کے فرمان کے بعد زمین پر سو برس گذر چکے ہیں اور آپ ﷺ کی پیشین گوئی بھی غلط نہیں ہو سکتی اور بدوں اس حدیث کے موضوع کہنے کے کوئی چارہ نہیں۔ دیکھو فواتح الرحموت شرع مسلم الثبوت صفحہ ۴۱۲ و اخبار اہل فقہ ۲؎۔

حدیث نمبر ۳: عن عبداللہ بن عمر اریقیت عن ظھر بیت حفصۃ لبعض

حاشیہ

کیا اس لئے انھوں نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ۴۷ ر ۵۷ھ میں وصال فرمایا۔

اس میں پہلا لفظ "قردۃ" قاف کی زیر اور راء کی جزم سے ہے یعنی بندر، یہ واحد ہے اور "قردۃ" را کی فتح سے قردۃ کی جمع ہے شارحین بخاری نے اس کے کئی ایک جوابات دیئے ہیں ایک یہ کہ یہ واقعہ کسی نے غلطی سے صحیح بخاری میں داخل کر دیا اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ یہ واقعہ صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں نہیں ہے اور اگر اس کو صحیح بھی مان لیا جائے جب بھی اس کی تاویل یہ ہے کہ وہ بندر جن تھے اور جن احکام کے مکلف ہوتے ہیں کمافی شروح البخاری فقط قادری

ا؎ صحیح البخاری ص ۲۲

۲؎ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ اس حدیث کا جو مطلب سمجھے ہیں یہاں وہ مراد نہیں ہے مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ نے جو یہ بات فرمائی اس وقت جو جاندار روئے زمین پر تھے خواہ انسان یا دوسرے حیوان سو برس بعد ان میں سے کوئی بھی زندہ نہ ہو گا تو آپ کی یہ بات صحیح ثابت ہوئی کہ سو سال بعد ان کی نسلیں تھیں وہ نہ تھے فقط قادری

حاجتی فرایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقضی حاجتہ مستدبرا لقبلۃ مستقبل الشام یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہ ہم پشت مکان حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بعض کام کو اپنے چڑھے پس دیکھا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قضائے حاجت کرتے ہوئے درآنحالیکہ پشت جانب قبلہ کے تھی اور منہ آپ کا جانب شام کے مطلب یہ ہے کہ آپ نے پشت جانب قبلہ کے فرما کر حاجت کی حالانکہ آپ کی شان سے یہ بات بعید ہے کیونکہ آپ نے خود اس سے منع کیا ہے ۱؎

حدیث نمبر ۴: حدثنی ایوب عن نافع عن ابن عمر فاتوا حرثکم انی شئتم قال یاتیھا فی ۲؎ (بحذف المجرور وھو الظرف اے فی الدبر) بخاری مطبوعہ احمدی باب قولہ تعالی نسائکم حرث لکم و قسطلانی اس جگہ یہ مطلب ہے کہ قبل و دبر میں وطی جائز ہے اور اس حدیث کو خواہ مخواہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے اور یہ غلطی کیسی بخاری سے فاش ظاہر ہوئی۔ دیکھو ترمذی و ابو داؤد و نسائی میں کہ اس کے برعکس حدیثیں مذکور ہیں جو کہ وطی فی الدبر کی حرمت پر شاہد ہیں ۳؎

حاشیہ

۱؎ دراصل آپ نے امت کو اس سے منع کیا مگر خود آپ اس سے مستثنٰی ہیں کیونکہ آپ تو کعبہ کے بھی کعبہ ہیں فقط قادری

۲؎ اس کے بعد بخاری میں ہے "رواہ محمد بن یحیی بن سعید عن ابیہ عن عبیداللہ عن نافع عن ابن عمر (صحیح البخاری پارہ ۱۸ جزء ثانی ص ۶۴۹) اس کے بعد حضرت مصنف علیہ الرحمتہ نے جو عبارت "بحذف المجرور و ھو الظرف وھو الظرف ای فی الدبر" یہ عبارت امام بخاری کی نہیں یہ شرح قسطلانی کی ہے جسے حضرت مصنف نے امام المحدثین امام بخاری علیہ الرحمتہ کی طرف منسوب کر کے ان پر طعن فرمایا ہے صحیح بات یہ ہے امام بخاری علیہ الرحمتہ پر یہ طعن بے جا ہے قادری۔

۳؎ یہ امام بخاری کی غلطی نہیں ہے بلکہ امام بخاری تو وطی فی الدبر کو مکروہ و حرام سمجھتے ہیں اس لئے انہوں نے

حدیث نمبر۵: انہ قال یا رسول اللہ اذا جامع الرجل المرئاۃ فلم ینزل قال یغسل مامس المرئاۃ ثم یتوضئا ویصلی قال ابو عبداللہ الغسل احوط یعنی ابی ابن کعب سے مروی ہے کہ کہا اس نے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب مرد اپنی عورت سے جماع کرے اور اس کو انزال نہ ہو تو کیا حکم ہے۔ فرمایا آپ نے کہ وہ اپنے ستر کو دھوئے وضو کرے۔ پھر نماز پڑھ لے۔ الخ (باب غسل) ما یصیب من فرج المراۃ صفحہ ۱۴ پ ۲ ناظرین فرمائیں کہ یہ حدیث قابل عمل ہے اور اس پر اجماع صحابہ کا ہے ہرگز نہیں ہاں اگر شائد غیر مقلد اس پر عمل کرتے ہوں گے اگر کرتے ہیں تو بتلائیں اے

حدیث نمبر۶: عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انا خیر من یونس بن متی

حاشیہ

لفظ "الدبر" کو ذکر ہی نہیں کیا چنانچہ قسطلانی وغیرہ شرح میں ہے کہ دبر کے لفظ کی تصریح بھی روایات میں وارد ہوئی ہے "واسقط المولف ذلک لاستنکارہ" لیکن امام بخاری نے اس کی ناپسندیدگی کی وجہ سے اسے حذف کر دیا نیز امام بخاری نے تو سند بھی بیان کر دی کہ اسے محمد بن یحیی قطان نے اپنے باپ سے اور وہ عبیداللہ نافع سے اور نافع بن عمر سے روایت کرتے ہیں اور تفسیر مظہری میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے اور یہ انہیں وہم لگا ہے اور اس وہم کی نسبت خود سید المفسرین عبداللہ بن عباس نے بھی ان کی طرف کی ہے مگر فقہا نے وطی فی الدبر کو حرام ٹھہرایا ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر کی طرف جو وطی فی الدبر کا جواز منقول ہے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ اس سے حضرت عبداللہ بن عمر کی مراد ہے کہ دبر کی جانب سے قبل میں (عورت کے اندام نہانی) میں وطی کرنا ہے لہٰذا اس سے نہ تو امام بخاری پر طعن کرنا مناسب ہے اور نہ ہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اس کے جواز کی نسبت کرنا درست ہے فقط قادری

اے یہ حدیث بھی محتمل تاویلات ہے اس سے بھی امام بخاری پر طعن کرنا درست نہیں ہے امام بخاری نے غسل کو احوط وافضل قرار دیا ہے نیز یہ حدیث خواب پر محمول ہے لہٰذا اس کو باعث اعتراض نہیں بنایا چاہئے اور یا یہ منسوخ ہے جیسا کہ قرآن کریم میں بعض آیات منسوخ ہیں یوں بعض حدیثیں بھی منسوخ ہیں فقط قادری

فقد کذب یعنی ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں اس نے جھوٹ بولا (بخاری باب ایضاً) وان یونس لمن المرسلین اور اسی باب میں ہے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لاتفضلوا بین انبیاء اللہ پس ان ہر دو حدیث کا یہ مطلب ہے کہ کسی نبی کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دی جائے اگر کوئی شخص کسی نبی کو یونس بن متی پر فضیلت دے گا وہ کاذب ہے، غیر مقلدین ایمان سے بیان کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یونس بن متی سے بہتر اور افضل ہیں یا نہیں؟ ۱؎

حدیث نمبر ۷: بخاری باب البول قائما اوقاعداً حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مذکور ہے اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سباط قوم فبال قائما ثم دعا بما فجئتہ بماء فتوضأ یعنی آئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قوم کے کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ پر پس پیشاب کیا آپ نے وہاں کھڑے ہو کر پھر پانی طلب فرمایا۔ میں حضرت کی خدمت میں پانی لایا تو آپ نے وضو کیا پس حدیث کئی وجہ سے خلاف عقل ہے کیونکہ یہ شان و عادات و اخلاق نبوی کے بالکل خلاف ہے کہ ایک ایسی شان والا نبی لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر پیشاب کرے اور بعد پیشاب کرنے کے باتیں کرے اور اس بات کا خیال نہ کرے کہ پاؤں پر قطرات پڑیں گے اور لوگ کیا کہیں گے ۲؎ اور ایک حدیث میں

حاشیہ

۱؎ اس حدیث سے یا ایسی حدیثوں سے بھی امام بخاری علیہ الرحمتہ پر طعن کرنا مناسب نہیں کیونکہ یہ محتمل تاویل و مئودل ہیں اور ان کی ایک تاویل یہ ہے کہ مجھے یا کسی بھی نبی کو دوسرے نبی پر اس طرح سے فضیلت نہ دو کہ کسی کی توہین و تنقیص کا وہم ہو یا یہ اعلام تفضیل سے پہلے کی بات ہے قادری

۲؎ اس حدیث سے بھی امام بخاری پر طعن کرنا درست نہیں کسی حنفی فقیہ نے اس سے امام پر طعن نہیں کیا بلکہ اس کی تاویلیں کی گئی ہیں ایک یہ کہ یہ بیان مولف کے لئے تھا دوسری یہ کہ وہاں کوئی بیٹھنے کی جگہ نہ تھی تیسری یہ کہ وہ اونچی جگہ تھی جہاں پیشاب لوٹ آنے کا خدشہ تھا چوتھی یہ کہ آپ کے گھٹنوں میں تکلیف تھی جس سے بیٹھنے میں دقت ہوتی تھی پانچویں یہ کہ آپ کی پشت مبارک میں کوئی تکلیف تھی ان وجوہات میں سے کوئی وجہ تھی پھر وہ جگہ

ہے کہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے مسجد بنوی میں ہمیشہ کتے آتے جاتے تھے تو اصحاب رسول اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم وہاں پانی نہیں چھڑکتے تھے۔ اور اس حدیث کی شرح میں علامہ عینی نے لکھا ہے احتجہ بہ البخاری علی طھارۃ بول الکلاب یعنی حجت پکڑی ہے اور اس حدیث سے بخاری نے اوپر پاک ہونے پیشاب کتے کے بخاری جلد اول مطبوعہ احمد صفحہ ۲۹۔ ا۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے پانی منگوایا پس اسی پیالہ میں ہاتھ منہ دھو لیا اور کلی ڈالی۔ (بخاری سپارہ اول صفحہ ۴۷) اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں دعا بعدح فیہ ماء فغسل یدیہ و وجھہ فیہ ومج فیہ کیا ناظرین انصاف فرمائیں کہ اسی پیالہ میں منہ دھونا اور اسی میں کلی ڈالنا یہ امر عقل تسلیم کر سکتی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ایسا کریں اور لوگوں کو تعلیم دیں ہرگز نہیں؟ ۲۔ اور علاوہ ان باتوں کے ایک اور عجیب قصہ ہے جو کہ فتح الباری شرح صحیح بخاری سے مولفہ جرح

حاشیہ

ایک ایسی جگہ تھی جہاں لوگ کوڑا پھینکتے تھے اور وہ ان کے گھروں سے دور تھی تو آپ نے لوگوں کے سامنے پیشاب نہ فرمایا بلکہ ان سے دور جا کر فرمایا اور پیشاب کے بعد باتیں کرنا کسی حدیث سے منع نہیں آیا لہٰذا یہ بھی باعث اعتراض نہیں ہے۔ قادری

ا۔ امام بخاری کا یہ استدلال ان کا اجتہاد ہے اور مجتہد سے خطاء بھی ہو سکتی ہے جس پر وہ ایک ثواب کا مستحق ہوتا ہے جیسا کہ حدیث مسلم شریف میں ہے لہٰذا اس پر طعن مناسب نہیں ہے فقہاء احناف نے بھی طعن نہیں فرمایا بلکہ اس حدیث کی توجیہات کی ہیں۔ ملاحظہ ہو عمدۃ القاری ج ۳ ص ۴۴ قادری

۲۔ اس سے بھی امام بخاری پر طعن درست نہیں کیونکہ یہ حدیث صحیح ہے اور فقہاء احناف میں سے کسی نے بھی طعن نہیں کیا بلکہ یہاں سے یہ مسئلہ نکلا کہ ایک تو لعاب انسان اور اس کے وضو کا مستعمل پانی پاک ہیں اور لعاب کی کراہت دوسرے کے حق میں کراہت طبعی سے شرعی نہیں اور نبی کریم ﷺ کے وضو کا مستعمل پانی اور آپ کی کلی شریف اور لعاب مبارک تو تبرک تھے اس لئے اصحاب ان کے حصول کے لئے ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑتے تھے اور عمدۃ القاری میں ہے "وکان لمجرد التیمن والتبرک بہ" ج ۳ ص ۷۵،۷۶ کہ آپ نے ایسا اس لئے کیا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت بلال کو اس سے برکت حاصل ہو۔ لہٰذا یہ طعن نہیں بلکہ اس سے مسلک اہلسنت کی دلیل ہے کہ

البخاری و اخبار اہل فقہ نے بندر کی کہانی کی تائید پر نقل کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ ایک گھوڑے کو ایک گھوڑی سے جو اس کی ماں تھی ملانے کے لئے لے گئے تو گھوڑے نے توجہ نہ کی کیونکہ وہ گھوڑی اس کی ماں تھی پھر یہ تجویز کی گئی کہ گھوڑی پر پردہ ڈالا گیا تاکہ گھوڑا اس کو پہچان نہ سکے مگر جب گھوڑے نے اس پر جست کی تو سونگھنے سے اس کو معلوم ہو گیا کہ ماں ہے پس اس گھوڑے نے اپنے منہ اپنے عضو مخصوص کو کاٹ ڈالا اس کے بعد فرماتے ہیں کہ جب گھوڑے میں اتنی تمیز ہے کہ اپنی ماں پر جست نہیں کرتا تو بندر تو بہ نسبت گھوڑے کے زیادہ سمجھ دار ہے اگر بندروں نے کسی بندریا کو زنا کی سزا میں رجم کر دیا تو کوئی تعجب نہیں۔ الخ ا۔

ناظرین یہاں بھی غور فرمائیں اور وہابیوں سے دریافت کریں کہ کیا بندروں میں بھی کوئی قاضی ہے اور ان میں نکاح و طلاق کا قاعدہ مقرر ہے اور گھوڑے میں یہ تمیز ہے اور گھوڑے کا منہ عضو مخصوص تک بھی پہنچ سکتا ہے ہرگز نہیں۔ (حل مشکلات بخاری صفحہ ۴۹ جلد اول) غیر مقلد مولف بوئے غسلین فرمائیں کیا یہ باتیں بخاری کی قابل تسلیم و لائق تعمیل و مطابق قرآن مجید و اقوال جمہور اصحابہ رضوان اللہ علیہم کے ہیں ہرگز نہیں۔ اگر ہیں تو جواب دیں ورنہ بخاری وغیرہ کتب حدیث صحاح ستہ کو ضائع کر دیں تاکہ غیر مذاہب ان کو دیکھ کر اسلام پر حملہ نہ کریں اور فرقہ شیعہ و چکڑالوی و نیچری و مرزائی وغیرہ اسلام پر ہنسی نہ اڑائیں ۲۔ فقط

سوال: مولوی عبدالجبار صاحب امرتسری کے کیسے خیال تھے کیونکہ اکثر لوگ اُن کو اچھا سمجھتے ہیں انصاف

حاشیہ

تبرکات سے استفادہ سعادت ہے۔ قادری

ا۔ اس کا جواب ہم پہلے عرض کر چکے ہیں اور یہ کہ یہ تمام عقلاً ممکنات میں سے ہیں اگر عادتاً محال ہیں اور ممکن عقل کا کبھی وقوع ہونا طعن کا باعث نہیں ہاں قدرت الٰہیہ کا اظہار ہے آج کے دور میں لوگوں نے کتوں کو سدھا لیا ہے وہ چوروں کی شناخت کر لیتے ہیں تو ویسا کیوں نہیں ہو سکتا۔ قادری

۲۔ انشاء اللہ ان حدیثوں کی معقول توجیہات سے جیسا کہ ہم نے پیش کی ہیں دشمنان اسلام کو خاموش اور لاجواب ہوئے بغیر کوئی چارہ نہ ہو گا۔ علماء دین میں جواب دینے کی اہلیت اور جرات ہونی چاہئے۔ قادری

سے جواب دو۔

جواب: مولوی عبدالجبار کے اکثر خیالات دیگر غیر مقلدین کی طرح تھے لیکن اس کی تحریر و تصنیف سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کچھ مادہ انصاف و خدا ترسی کا بھی تھا اس لئے اکثر غیر مقلد و نام کے حنفی اس کو اچھا مانتے ہیں۔ اور اس جگہ بطور مشتے نمونہ از خروار اس کی علمیت و عقیدہ کا نقشہ تحریر کر دیتا ہوں۔ دیکھو بطور مولوی عبدالاحد کانپوری کی کتاب اقامتہ البرہان پر تصحیح و تصویب (اس کے دستخط ہیں جس میں لکھا ہوا ہے کہ خدا کی ذات حادث ہے نعوذ باللہ من ذالک اور اصل عبارت یہ ہے ورنہ لازم آئے گا کہ حدوث افلاک و مافیہا اور ارضین و مافیہا اور حدوث ملائکہ و جن و آدم و ابراہیم و موسیٰ و محمد ﷺ اور حدوث جمیع الانبیا و صحابہ و اولیاء غیرھم اور حدوث بارش رحمت اور جملہ صفات فعلیہ اللہ عزوجل کے مثل خلق و احسان و رزق و امانت و حیا و رحم و عطا و مغفرت و عذاب و غصہ و رضا و فرح و بغض وغیرہ تمام افعال لازمی و متعدی اللہ عزوجل کے صفات ناقصہ سے ہوں گے۔ اور اللہ کے ساتھ قائم نہ ہونگے۔ نکتہ از اقامتہ البرہان صفحہ ۸۳

پس اس عبارت کا نتیجہ مختصر یہ نکلا ہے جب حدوث ہر شے کا قائم بذاتہ باری اسمہ ہوا تو اللہ تعالیٰ معاذ اللہ حادث ٹھہرا کیونکہ حادث اسی کو کہا جاتا ہے جس کے ساتھ حدوث قائم ہو چنانچہ ضارب لمن قام به الضرب پس ناظرین اس آیت سے مفہوم سمجھ لیں ومن یتولی منکم فانه منهم اور علاوہ اس کے ستہ ضروریہ کے صفحہ ۱۷ تا ۳۰ تک سوم چہلم و میلاد مبارک و نذر نیاز بزرگان دین و آپ کی ذات کے علم غیب سے صاف انکار کر دیا ہے بلکہ یہ لکھ دیا ہے جو ان کے قائل ہیں وہ جاہل' مشرک ہیں۔ پس ان کلمات پر مولوی عبدالجبار امرتسری کے دستخط ہیں۔

مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری کا اعتقاد

منقول از صفحہ ۷ کالم ۲ اخبار اہلحدیث امرتسر ۱۹۱۰ء مورخہ ۹ - ۱۶ ستمبر صفحہ ۲۰۱۔ سوال نمبر ۲۵۱۔

ایک شخص نے اپنی جد کی زوجہ سے نکاح کیا اور عورت منکوحہ سے ہمبستر ہو کر مجامعت کی اور بعد چند روز کے اس منکوحہ کو حمل رہا اسی حمل سے لڑکا پیدا ہوا اور علمائے شریعت اس بارہ میں کیا حکم صادر

فرماتے ہیں نکاح ہوا یا نہیں؟ لڑکا کس کی جانب قرار دیا جائے گا؟ اس کے شوہر پر نان نفقہ واجب ہو گا یا نہیں؟

جواب: بحکم لا تنکحوا مانکح آباء کم حقیقی والد کی منکوحہ سوتیلی والدہ سے نکاح کرنا تو منع ہے مگر جدا (دادا) کی منکوحہ کی حرمت منصوص نہیں اس لئے نکاح مذکور صحیح ہو گا۔ بچہ بھی صحیح النسب' فقط۔ صاحبان یہ اعتقاد مولوی ثناء اللہ امرتسری کا اور دیگر اعتقادات غیر مقلدوں کے ہر چہار سلطان الفقہ میں تحریر کئے گئے ہیں اور اس جگہ ان کے پیشوا ابن عبدالوہاب کا اعتقاد تحریر کرتا ہوں۔ وہوہذا

لو اقدرت علی حجرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لھدمتھا یعنی اگر میں طاقت پاؤں تو روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو توڑ ڈالوں۔ اور اپنے رسالہ کتاب التوحید میں لکھا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا روضہ مثل لات و منات و عزیٰ کے ہے اور ان کا دیکھنا ایسا ہے جیسے ان بتوں کا دیکھنا ہے اور تقویتہ الایمان صفحہ ۱۱ میں لکھا ہے کہ بزرگوں کے مکانوں کی تعظیم کرنی شرک ہے۔ اور کتاب اعتصام السنۃ صفحہ ۷ - ۸ میں لکھا ہے کہ چار اماموں کے پیرو اور چار خاندان مشرک اور کافر ہیں۔ اور مظہر البدعت میں لکھا ہے کہ خاندان چشتیہ کنجروں سے بدتر ہیں۔

سوال: چاند دو ٹکڑے ہونے کا بھی کہیں ثبوت ہے اس کا جواب قرآن مجید و حدیث سے دو کیونکہ بعض لوگ اس معجزہ کے سخت منکر ہیں؟

جواب: اس معجزہ میں کسی قسم کا شک نہیں اور اس کا ثبوت قرآن مجید و احادیث شریف سے ظاہر ہے وہوہذا قال اللہ تعالیٰ اقتربت الساعۃ وانشق القمر وان یروا ایۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر و کذبوا اتبعوا اھوئاھم وکل امر مستقر نزدیک آئی قیامت اور پھٹ گیا چاند اور اگر دیکھے کوئی نشانی منہ پھیرلیویں اور کہتے ہیں جادو ہے ہمیشہ کا قوی اور جھٹلایا انہوں نے اور پیروی کی خواہشوں اپنے کی ہر بات قرار پکڑنے والی ہے۔

کتب حدیث و تواریخ بھی اس پر شاہد ہیں کہ حج کے دنوں میں آدھی رات کو کافر جمع ہوئے تھے حضرت ان کو سمجھاتے تھے اور انہوں نے ایسی نشانی طلب کی آپ نے فرمایا دیکھو آسمان کی طرف جب

انہوں نے نظر کی تو چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ اور ان میں ایک مشرق کو چلا گیا اور ایک مغرب کو۔ اور جب انہوں نے خوب طرح دیکھ لیا۔ تو آپس میں مل گیا۔

کتاب بخاری سیپارہ ۱۴ باب سوال المشرکین میں اسناد حدیث صحیح نیز مسطور ہے عن عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال انشق القمر علی عهد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اشھدوا یعنی کہا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند دو ٹکڑے ہو کر پھٹ گیا۔ پس فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگو دیکھو اور گواہ رہو۔ اور ایسا ہی ابن عباس و انس بن مالک و علی و حذیفہ و عمرو و جبیر بن مطعم وغیرہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا یہ بڑا معجزہ تھا جو کہ کسی نبی کو نہیں ملا اور اگرچہ اس کا واقعہ ہونا بروز ا۔ قیامت کے تھا۔ لیکن اس معجزہ عظیم سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی سرفراز کرنا اپنے علم میں رکھا ہوا تھا اس لئے یہ معجزہ آپ کی ذات کو ہی ملا اور اس پر اجماع امت کا ہے اور اس سے نکار کرنا صریح کفر ہے۔

سوال: شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند آیتیں سورہ برأت کی دیکر مدینہ سے مکہ کو روانہ کیا تو بعد ازیں وحی نازل ہوئی اور حکم ہوا کہ یہ کام ابوبکر صدیق کا نہیں یہ علی کے سپرد کرو تو اپنے ناقہ پر علی کو سوار کیا اور حکم دیا کہ اس سے چھین لیں۔ پس معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوبکر صدیق پر اعتبار نہ تھا ورنہ کیوں چھینتے؟

جواب: یہ بعض متعصب شیعہ کی نا سمجھی ہے۔ دیکھو کتاب روضۃ الصفاء جلد ۲ صفحہ ۲۶ میں صاف صاف لکھا ہے کہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ معہ صحابہ روانہ ہوئے اور راستہ میں نماز پڑھنے لگے تو ناقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوڑا آیا اور فرمایا امیر المومنین نے کہ ذرا ٹھہر جاؤ۔ دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور دریافت کیا کہ اے علی کیا آپ حاکم ہیں، میں محکوم بنایا گیا ہوں؟ حضرت علی نے کہا میں مامور ہوں اور محکوم ہوں اور آپ حاکم اور امیر ہیں پھر جب مکہ مکرمہ پہنچے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی

حاشیہ

ا۔ بروز قیامت یعنی ظہور قیامت کی علامت تھی کہ قیامت قریب ہے اور دنیا کی مدت تھوڑی رہ گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد ان کے چند کلمات سورۃ برات سے کھڑے ہو کر برائے تائید ابوبکر صدیق کے بیان کئے۔ ایسا ہی روضتہ الاحباب و بخاری و مسلم میں ہے کہ یوم النحر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ' ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ جماعت صحابہ نے کہا کہ اے علی آپ منادی کروا دیں اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ برہنہ ہو کر طواف کرے لا یحج بعد العالم مشرک ولا یطوف بالبیت عریان پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صرف امارت و احکام حج سکھانے کے لئے آپ نے روانہ کیا تھا۔ نہ کہ تبلیغ سورۃ براۃ کیونکہ یہ سورۃ بعد روانگی ان کی نازل ہوئی اور آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سورۃ برات دے کر پیچھے سے روانہ کیا تاکہ اس جدید حکم کی بھی تعمیل ہو جائے تو ایسا ہی ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی اس کی تعمیل کرائی گئی۔ کمامر اور بعض نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اہل عرب کی عادت تھی کہ اگر کسی سے جھگڑا ہوتا تو عہد و پیمان اس قوم کے سردار یا اس کی بیٹی یا اس کے بھائی یا داماد سے کرتے اور اس لئے آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس مصلحت پر سورۃ برات دے کر بھیجا تاکہ اہل مکہ کو موقعہ کلام نہ ملے۔ اگر شیعہ کی بات کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس لئے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حج پر کھڑے ہونے دیا اور کیوں ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں اور کیوں ان سے فتویٰ لوگوں کو دریافت کرنے دیئے اور کیوں ان کے وعظ کی تائید کی جواب دیں۔

سوال: خاتم النبین کے کیا معنی ہیں اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ نبوت کا قائم رہے گا یا نہیں؟

جواب: ہمارے پیارے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آئے گا چنانچہ قرآن مجید میں ہے خاتم النبیین وکان اللہ بکل شئی علیما یعنی ختم اللہ بہ النبوۃ فلا نبوۃ بعدہ ای ولا معہ قال ابن عباس یرید لولم اختم بہ النبیین لجعلت لہ ابنا یکون بعدہ نبیا وعنہ قال ان اللہ لما حکم ان لانبی بعدی لم یعطنی والداً یصیر رجلاً (وکان اللہ بکل شئی علیما) اے دخل فی علمہ انہ لا نبی بعدہ فان قلت قد

صلح ان عیسیٰ علیہ السلام نیزل فی خر الزمان بعدہ وھو نبی قلت لن عیسیٰ علیہ السلام امن قبلہ و حین ینزل فی اخر الزمان ینزل عاملاً بشریعتہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم والہ و صحابہ وسلم و مصلیا الی قبلتہ کانہ بعض امتہ (نقل از تفسیر خازن مطبوعہ مصری جلد ۳ صفحہ ۵۰۳ سطر ۲۱)

(ترجمہ):

ختم کردی اللہ تعالیٰ نے آپ کے وجود گرامی پر بنوت اور کسی قسم کی نبوت آپ کے بعد نہ ہو گی کیونکہ لانبوت میں لانفسی جنس کا ہے اس لئے بعد آپ کی ذات کے کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ اگر میں آپ کے وجود پر سلسلہ نبوت کا ختم نہ کرتا تو آپ کے لئے کوئی بیٹا عطا کرتا جو بعد آپ کے نبی ہوتا اور آپ ہی سے مروی ہے کہ جب خداوند کریم نے حکم دیا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہو گا تو اس نے مجھے نرینہ اولاد نہ دی جو زندہ رہتی اور خدا کے علم میں یہ پہلے ہی سے تھا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا اگر کوئی اعتراض کرے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جو اخیر زمانہ میں نزول ہو گا تو وہ نبی ہوں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ پہلے نبی مبعوث ہو چکے ہیں اور آپ کی ذات خاتم النبین ہے اور ان کا دوبارہ آنا خاتم النبین کے منافی نہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کی شریعت کے عامل ہوں گے اور یہی بیت اللہ ان کا قبلہ ہو گا۔

بخاری شریف سپارہ ۱۴۰ صفحہ ۲۷ میں بایں طور ہے عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتاً فاحسنہ واجملہ الا موضع لبنتہ من زوایتہ فجعل الناس یطوفون بہ و تعجبون لہ ویقولون ھلا وضعت ھذہ اللبنتہ قال فانا اللبنتہ وانا خاتم النبین ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا آپ کی ذات نے میری اور ان پیغمبروں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک گھر بنایا اس کو خوب آراستہ پیراستہ کیا مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی لوگ اس گھر میں پھرتے ہیں اور تعجب کرتے ہیں ایسا آراستہ گھر یہ اینٹ کیوں نہ لگائی تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبین ہوں اور ایسا ہی ترمذی و ابو داؤد میں ہے کہ فرمایا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہ سیکون

فی امتی کذابون ثلثون[۱] کلھم یزعم انه نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی
کہ قریب ہے کہ میری امت میں تیس نبی کذاب ہونگے وہ دعوئ نبوت کا کریں گے لوگ ان کو نبی تصور کریں گے اور حالیکہ میں نبوت کے سلسلہ کو ختم کر چکا ہوں میرے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آئے گا۔

پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر سلسلہ نبوت کا ختم ہو چکا ہے ان کے بعد کوئی نبی صادق نہیں آئے گا اگر آئیں گے تو وہ کذاب اور بے دین ہوں گے۔

ایک مرزائی کے خیال کی تردید

مرزا صاحب کے سچے نبی ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اس کو عمر نبوت میں لمبی دی گئی قرآن مجید اس بات پر شاہد ہے۔

جواب: یہ بات کئی وجہ سے غلط ہے۔ دیکھو عبداللہ مہدی نے دعوئ ۲۹۶ھ میں کیا اور ۳۲۴ء میں اپنی موت سے مرا اور اس نے طرابلس و مصر بھی فتح کیا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۹۰ اور اکبر بادشاہ نے ۱۵۸۱ء میں دعوئ نبوت کا کیا اور نبوت کے دعوئ میں ۲۵ برس برابر جیتا رہا۔ تاریخ ہند عبدالقادر۔ صالح بن ظریف ۱۶۰۵ء میں دعوئ نبوت کر کے برابر ۲۷ برس اپنا کام چلاتا رہا۔ آخر الامر اپنی موت سے مرا۔

علاوہ اس کے فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ میرے بعد کسی قسم کا نبی صادق نہیں آئے گا اور میرے بعد نبی ہوتا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتے۔ اور قرآن مجید اسی بات پر شاہد ہے اور جو نبی ہوتا ہے وہ تمام جہاں کے علماء سے علم و اتقا میں زیادہ ہوتا ہے اور مرزا غلام احمد علم معقول سے جاہل تھا۔ دیکھو اعجاز المسیح صفحہ ۲۱ تنکرون باعجازی یہاں پر تنکرون اعجازی ہونا چاہیے اور صفحہ ۹ قالو امفتری یہاں مفتر ہونا چاہئے تھا۔ اور اسی صفحہ اعجاز المسیح میں واعطی ماتو قعوہ یہاں واعطو ہونا چاہیے تھا کیونکہ اس کا پہلا مفعول نائب عن الفاعل ہونے کا زیادہ مستحق ہے۔ مرزا صاحب نے لکھا ہے مسیح کنجروں میل جول رکھتا تھا۔ اس کی تین دادیاں نانیاں زنا کار تھیں' زنا کی کمائی کا عطر جو ان

حاشیہ

[۱] تیس سے مراد تیس بھی ہو سکتے ہیں اور بہت بھی۔ قادری

عورتوں سے ملواتا تھا۔ دیکھو ضیمہ انجام آتھم اور کتاب ورتھ مین میں لکھا ہے۔

آنچہ داد است ہر نبی را جام

داد آن جام مرا بہ تمام

اور کتاب اعجاز المسیح صفحہ ۳۰ میں لکھا ہے کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان الہامات پر اس طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن مجید پر۔ پس ان عبادات مرزا صاحب سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان بھی نہ تھا نبی اور مجدد کا درجہ کجا۔ فقط۔

سوال: مرزائی کہتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرچکے ہیں۔

جواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر ہیں چنانچہ جلد چہارم میں مفصل بحث اس کی گذر چکی ہے اور علاوہ اس کے خود مرزا صاحب اپنی کتاب برآہین احمدیہ حاشیہ در حاشیہ صفحہ ۱۲۳ صفحہ ۳۶۰ میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انجیل کو ناقص چھوڑ کر آسمانوں پر جا بیٹھے۔ فافہم فلا تعجل۔

سوال: توفی کے کیا معنی ہیں کیونکہ مرزائی لوگ کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہر جگہ موت کے آتے ہیں۔

جواب: یہ کہنا ان کا باطل غلط ہے متوفی کئی معنی پر آتا ہے چنانچہ

نمبر۱ توفی بمعنی نیند یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت منامها

نمبر۲ توفی بمعنی بدلہ ثم توفی کل نفس ماکسبت وهم لا یظلمون

نمبر۳ توفی بمعنی رفع توفیتی یعنی رفعتنی من بینهم تفسیر عباسی از ابن عباس

نمبر۴ توفی بمعنی موت المجاز ادرکتہ الوفاۃ اے الموت (تاج العروس)

نمبر۵ توفی بمعنی قبض قدیکون الوفات قبضالیس بموت (از مجمع البحار)

نمبر۶ توفی بمعنی سوال اذا جاء تهم رسلنا یتوفونهم ای سالهم ملائکته الموت

نمبر۷ توفی بمعنی گنتی توفیت عددا القوم مراز لسان العرب

نمبر۸ توفی بمعنی عذاب اذا جاء تهم ملائکته العذاب یتوفونهم عذابًا

نمبر ۹ توفی بمعنی ایک چیز کو تمام پکڑنا توفیت المال منه و استوفیت اذا اخذت کله غرضیکه توفی کئی معنوں پر آتا ہے اور اس کا ذکر مفصل کسی اور جلد میں ہو گا۔ فقط

تقریظ عالم باعمل و فاضل بے بدل سید عبدالخالق بن غلام محمد القادری سجادہ نشین درگاہ پایگا حضرت محمد دانا عرف حضرت شاہ حبیب صاحب قدسنا اللہ سرہ سکنہ موضع مدارس ضلع امرتسر۔

ایها الناظرون

انی نظرت فی الکتاب المسمی سلطان الفقه معروف فتاوٰی نظامیه من اولها الی اخر المرسالته الرابع قلوجت الکتاب سیفا قاطعا لعقائد الباطلة اعنی به شیعه و المرزائی و الچکڑالوی والوهابی منسوب الی محمد بن الوهاب النجدی اطلع فیه قرن الشیطن و جدت الکتاب جامعا مستندا فی المسائل الجزئی والکلے و (المسلم و الخلافی) جعل اللّٰه تعالٰی سعے المؤلف مشکوراً و تحریرا مضبوطا آمین واسعوا فی اخذا الکتاب المستطاب۔

اختتام حاشیہ :۔

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اس کے حبیب پاک کا وسیلہ جلیلہ کہ فتاویٰ نظامیہ جیسی اہم کتاب کے حواشی اس ناچیز کے ہاتھوں مکمل ہوئے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے آمین۔ اس ناچیز کے علمی کام کی خصوصی سرپرستی کرنے والی شخصیت جناب محمد اسلم ملک صاحب وزیر آبادی کے کمال خلوص کی یادگار کے طور پر راقم اس حاشیہ کا نام "حاشیہ اسلمیہ بر فتاویٰ نظامیہ" رکھتا اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عمر دراز مع صحت و عافیت بخشے اور ان کے صاحبزادہ محترم محمد شاہد ملک محترم محمد ارشد ملک قادری کو بھی نیک جزا دے اور صحت و سلامتی سے عمر دراز بخشے اور ان سب کرمفرماؤں بھائیوں اور بہنوں کے لیے بھی دعا ہے جو دامے درمے سخنے قدمے پاکستان کی مثالی درس گاہ جامعہ رضویہ کی تعمیر و ترقی اور نشرو اشاعت کے کاموں میں معاونت فرماتے ہیں آمین

فقط دعاگو غلام سرور قادری بانی و مفتی و استاذ الحدیث و التفسیر جامعہ رضویہ سنٹرل کمرشل مارکیٹ ماڈل ٹاؤن لاہور

۱۲ رجب المرجب ۱۴۱۶ھ ۵ دسمبر ۱۹۹۵ء

جلد ششم

بسم اللہ الرحمن الرحیم○

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ آیا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے والدین کو مسلمان و ناجی سمجھنا چاہئے یا اس کے برعکس؟ کیونکہ ایک مولوی نظام آباد میں مسمی فضل احمد نے کہا ہے کہ وہ مسلمان نہ تھے۔ اور نا ہی ناجی ہیں۔ کیا اس کا یہ کہنا سچ ہے اور ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

السائل خاکسار فضل الٰہی نقشبندی قوم آہنگر یکم اکتوبر سنہ ۱۹۲۰ء

جواب: بیشک حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے والدین ناجی اور مسلمان تھے اور ملت حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام پر تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید و احادیث صحیحہ و آثار صحابہ رضوان اللہ علیہ اجمعین و علمائے متاخرین رحمہم اللہ کے اقوال سے ثابت ہے۔ وہوہذا

قال اللہ تعالٰی وتقلبک فی الساجدین (پارہ ۹) تفسیر در منثور امام سیوطی رحمتہ اللہ علیہ اس کے تحت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بایں طور حدیث شریف نقل فرماتے ہیں۔ ما زال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتقلب فی اصلاب الانبیاء حتی ولدته امه یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اصلاب انبیاء میں پھرتے چلے آئے حتیٰ کہ آپ کو ان کی ماں نے جنا۔

نسیم الریاض شفا قاضی عیاض صفحہ نمبر۱۶ سطر ۹ میں بایں طور حدیث مذکور ہے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے من نبی الی نبی حتی اخرجتک نبیًا یعنی میں تم کو ایک نبی سے دوسرے نبی کی جانب منتقل کرتا رہا۔ اور بخاری شریف میں فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت من خیر قرون بنی ادم قرنًا فقرنًا حتی کنت من القران الذی کنت منها یعنی میں بنی آدم کے بہترین طبقات سے مبعوث ہوا ہوں۔ قرن بعد دوسرے قرن کے یہاں تک کہ میں اس قرن سے ہوا جس سے کہ ہوا۔

مسلم شریف میں ہے کہ فرمایا آپ ﷺ نے کہ خداوند کریم نے اولاد اسمٰعیل علیہ السلام سے کنانہ کو چن لیا اور اس قوم قریش کو اور ان سے بنی ہاشم کو اور ان سے مجھ کو۔ اور ترمذی میں ہے کہ فرمایا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام قبیلوں سے اچھے قبیلہ سے پیدا کیا۔ پھر گھروں کو چنا تو مجھے سب سے اچھے گھر میں ظاہر فرمایا۔

تفیر لقد جاء کم رسول من انفسکم کے ذیل میں حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے نسبًا و صهرًا و حسبًا ليس فی اباى من لدن ادم سفاح كلنا نكاح یعنی میں نسب اور صہر اور حسب سب باتوں میں تم ہی میں کا ہوں۔ اور حضرت آدم سے لے کر اس وقت تک میرے باپ دادوں میں زنا نہیں ہے۔ سب کے سب نکاحی ہیں۔ اور کہا ابن کلینی نے کہ میں نے پانچ سو ماؤں آنحضور علیہ الصلوۃ والسلام کی قلمبند کیا۔ ان میں سے کسی پر عیب و جاہلیت و زنا کا نہیں پایا۔ (نقل از نسیم الریاض صفحہ ۱۶)

حافظ ابو نعیم دلائل النبوۃ میں بسند متصل بایں طور حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ لم يلتق ابوى فى سفاح لم يزل الله عزوجل ينقلنى من اصلاب طيبة الى ارحام طاهرة صافيًا مهذبًا یعنی میرے والدین زنا میں جمع نہیں ہوئے۔ اللہ عزوجل مجھے پاک پشتوں سے پاک ارحام کی طرف صاف و مہذب نقل کرتا رہا۔ اور اس حدیث کی تائید میں خود قرآن مجید شاہد ہے۔ وہوہذا الخبيثات للخبيثين والخبيثون للخبيثات والطيبات للطيبين والطيبون للطيبات (پارہ ۱۸ سورۃ نور) یعنی گندی عورتیں گندے مردوں کے واسطے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے واسطے ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے کتاب اشعتہ اللمعات میں لکھا ہے اما آبائے کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پس ہمہ ایشاں از آدم تا عبداللہ طاہر و مطہر اند از دنس کفر و رجس شرک [ا] الخ

حاشیہ

[ا] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام باپ دادے حضرت آدم سے لے کر حضرت عبداللہ تک کفر و شرک کی میل

کتاب مثبت بالسنہ صفحہ ۸۰۶ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صاحب طبرانی نے بایں طور حدیث تحریر فرمائی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ سے مکہ کی طرف دوبارہ تشریف لائے تو راستہ میں مقام ابوئی میں بحالت حزن وملال اتر کر والدہ کی تربت پر بیٹھ گئے۔

بعد ازاں بڑے خوش تشریف لائے اور میں نے ادب سے دریافت کیا تو فرمایا آپ ﷺ نے سألت ربی عزوجل فاحیالی امی فامنت بی ثم ردھا ا۔ اور دوسری حدیث میں احیاء ابویہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم حتی امنا بہ ۲۔ یعنی حضرت کے والدین زندہ ہوئے۔ یہاں تک کہ ایمان لائے تھے ساتھ آپ کے اس لئے آپ کو نہایت خوشی پر خوشی ہوئی۔ اور بعض محدثین نے اس حدیث میں کلام کی ہے۔ لیکن علمائے محققین نے فیصلہ یہی دیا ہے ان ابویہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ناجیان ولیسا فی النار والکلام فی ابائہ الشریفتہ طویل والسکوت فی ھذا الباب احوط یعنی بے شک آپ کے والدین ناجی ہیں' دوزخی نہیں۔ اور اس میں بہت گفتگو ہے۔ لیکن اس مسئلہ میں سکوت کرنا بہتر ہے۔

درمختار میں ہے لا یعتی بتکفیر مسلم کان فی الکفرہ خلاف ولو روایۃ ضعیفتہ یعنی فتویٰ نہ دیا جائے تکفیر پر اس مسلمان کے حق میں کہ جس کے کفر میں اختلاف ہو۔ اگرچہ دلیل اس کے اسلام کی ضعیف ہو۔ (نقل از سرور المحزون ترجمہ قرۃ العیون صفحہ ۲۳ جلد اول از تصنیف شاہ ولی اللہ۔ اور کتاب ماثبت بالسنہ و قرۃ العیون صفحہ ۲۷ حضرت ولی اللہ محدث دہلوی و صاحب عیون علامہ حافظ شمس الدین دمشقی بن ناصر الدین کا فیصلہ اس بارہ میں یوں ہے۔ شعر

حبی اللّٰہ النبی مزید فضل

حاشیہ

سے پاک تھے۔ قادری

ا۔ کہ میں نے اپنے رب سے درخواست کی تو اس نے میرے لئے میری ماں کو زندہ کیا تو وہ مجھ پر ایمان لے آئی اس کے بعد اللہ نے اسے واپس لوٹا دیا۔

۲۔ حضور ﷺ نے اپنے ماں باپ کو زندہ کیا اور وہ دونوں آپ پر ایمان لے آئے۔ قادری

علیٰ فضل وکان به رؤفا
فاحیئے امه وکذا اباه
لایمان به فضلًا لطیفا
فسلم فالقدیم بذا قدیر
وانکان الحدیث به ضعیفًا

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بڑی بزرگی بخشی اور اللہ ان پر بڑا مہربان ہے۔ پس ان کی ماں اور ایسے ہی ان کے باپ کو زندہ کیا اپنے فضل لطیف سے ان پر ایمان لانے کے واسطے۔ پس مان اس بات کو کہ خدائے قدیم کی ذات قادر ہے۔ اگرچہ اس حدیث میں کلام ہے۔ [۱]

کتاب قرۃ العیون صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص قاضی ابوبکر مالکی سے سوال کرتا کہ اگر کوئی شخص کہہ دے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین دوزخ میں ہیں تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے تو فرماتے ہیں کہ وہ شخص ملعون ہے بحکم آیت شریف ان الذین یؤذون اللّٰہ و رسوله لعنهم اللّٰہ۔ الخ یعنی جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو لعنت کی ان پر اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں۔

حدیث شریف میں ہے لا تؤذوا الاحیاء بسبب الاموات یعنی ایذا نہ دو تم زندوں کو ساتھ بدگوئی مردوں کے۔ پس ان تمام دلائل قاطعہ سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و امہات آدم علیہ السلام سے لے کر سب کے سب مسلمان موحد اور آلودگی شرک و کفر و بدکاری سے پاک و صاف رہے۔ کیونکہ مشرک کے حق میں الفاظ طاہر و مختار وغیرہ کبھی استعمال نہیں کئے جاتے بلکہ اس کے حق میں نجس کا کلمہ استعمال کیا جاتا ہے چنانچہ قرآن شریف اس پر شاہد ہے انما المشرکون نجس (سورہ توبہ) اور یہ بھی دلائل سے ثابت ہوا کہ مطلق ایذا سبب لعنت کا ہوتا ہے۔

پس ناظرین انصاف فرمائیں کہ اس اذیت سے اور کوئی اذیت زیادہ ہو گی جو کہ آپ کے والدین کو بے دھڑک کافر اور مشرک اور دوزخی کہہ دے۔ اور جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ فقہ اکبر میں امام صاحب

حاشیہ

[۱] یعنی اگرچہ حدیث ضعیف ہے مگر فضائل میں حدیث ضعیف معتبر ہوتی ہے قادری

نے فرمایا ہے ماتا علے الکفر تو اس کا جواب صاحب عیون نے صفحہ ۳۱ میں یوں لکھا ہے۔

فمدسوس علی الامام ویدل علیہ ان نسخ المعتمدة منه لیس فیھا شیء من ذلک یعنی جو کہ فقہ اکبر میں ہے کہ والدین آپ کے فوت ہوئے کفر پر بہتان داخل کیا گیا ہے امام پر اور دلالت کرتا ہے اس پر یہ کہ معتبر نسخوں میں فقہ اکبر کے اس کا کچھ نشان نہیں ہے بلکہ یہ مقولہ ہے ابو حنیفہ بن یوسف بخاری کا ہے نہ کہ نعمان بن ثابت کوفی کا۔ ایسا ہی کہا ہے ابن حجر مکی نے اپنے فتاویٰ میں۔ اور اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ مرے وہ کفر کے زمانہ میں نہ کہ کفر پر۔ اور بعض علمائے دین نے کہا کہ ماتا کے قبل مانا فیہ تھا۔ کسی طرح سے ساقط ہو گیا ہے۔ اصلی عبارت یہ تھی۔

ماماتا علے الکفر چنانچہ ارشاد البغی صفحہ ۱۵ میں ہے او ربعض علمائے دین کہتے ہیں کہ فقہ اکبر امام صاحب کی تصنیف نہیں ہے اور جو قائل ہیں اس کا جواب شاہ عبدالعزیز نے اپنے فتاویٰ میں دے دیا ہے اور درمختار کا استدلال بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ اس میں سوء ادبی پائی جاتی ہے اور جن حدیثوں سے کچھ عدم اسلام ظاہر ہوتا ہے وہ سب کی سب ضعیف و متروک ہیں۔ قابل اعتقاد کے نہیں۔ غرضیکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو کافر و مشرک و ناری کہنا ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ ان کے اسلام و موحد ہونے پر بڑے بڑے علمائے دین کے فتوے موجود ہیں جن کے اسمائے مبارک یہاں پر مختصراً" درج کئے جاتے ہیں۔ وھوہذا

امام ربانی ابن حجر عسقلانی، امام ہادی کبیر، امام قرطبی، خطیب بغدادی، امام ابن عساکر، علامہ اصلاح الدین صفدی، حضرت شمس الدین دمشقی، حضرت محب الدین طبری، حضرت ابن حجر مکی او رشیخ الہند عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ وغیرہ۔ اور جو شخص آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو مشرک اور ناری کہے اس کے پیچھے نماز ہرگز درست نہیں تاوقتیکہ وہ توبہ اور تعزیر ادا نہ کرے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: عبدالمطلب و ہاشم و عبدالمناف کا اصلی نام کیا تھا اور ان کی وجہ تسمیہ کیا تھی؟

جواب: عبدالمطلب کا نام شیبۃ الحمد اور شیبہ کہتے ہیں سر کے بالوں کی سفیدی کو۔ جب یہ پیدا ہوئے تو

ان کے بال سفید تھے۔ اور سب سے پہلے کوہ حرا میں سال بسال ماہ رمضان میں جا کر گوشہ میں ذکر الٰہی کیا کرتے تھے اس لئے ان کو شیبتہ الحمد سے پکارا جاتا تھا۔ اور بڑے سخی اور پرہیزگار تھے۔ (نقل از سیرت نبویہ احمد زینی)

اور ہاشم کا اصلی اسم مبارک عمرو ہے اور ہشیم بمعنی خشک روٹی کے ریزہ ریزہ کرنے کے عربی زبان میں آتے ہیں اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہوئی کہ ملک عرب میں ایک سال نہایت درجہ کا قحط پڑا۔ تو انہوں نے ملک شام میں جا کر میدہ و خشک روٹیاں خریدیں اور موسم حج میں گوشت کے شوربہ میں روٹیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ثرید بنا کر لوگوں کو پیٹ بھر کر کھلاتے اور حاجیوں کی مہمان نوازی کرتے۔ ان کی پیشانی میں نور محمدی اس قدر جھلک دیتا تھا کہ ان کو لوگ قمر البطحا بھی کہتے تھے۔ (سیرت ابن ہشام)

اور عبد مناف کا نام مغیرہ تھا چنانچہ سید جعفر بن حسن برزنجی مدنی اپنی کتاب مولود صفحہ ۲ میں لکھتے ہیں

فاقول هو سیدنا محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب واسمه شیبته الحمد بن ہاشم و اسمه عمر و ابن عبد مناف واسمه المغیرة ابن قصیی و اسمه مجمع

یعنی میں کہتا ہوں کہ ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیٹے عبداللہ کے وہ بیٹے عبدالمطلب کے نام ان کا شیبتہ الحمد ہے اور عبدالمطلب بیٹے ہاشم کے کہ اسم ان کا عمرو ہے اور ہاشم بیٹے عبد مناف کے کہ ان کا اسم مغیرہ ہے۔ وہ بیٹے قصی کے نام مبارک ان کا مجمع ہے یہ سب قریشی ہیں اور کعب کی وفات سے لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان فاصلہ پانچ سو ساٹھ سال کا ہوا ہے۔ اور کعب بیٹے لوی بیٹے غالب بن فہراور قریشی ان کو اس لئے کہتے ہیں کہ سمندر میں ایک حیوان ہوتا ہے جو کہ تمام بحری جانوروں پر غالب رہتا ہے اور کشتیوں کو الٹ دیتا ہے۔ فہر کی ہیبت اور قوت کی مشابہت سے ان کو قریش کہا گیا ہے۔ اور فہر بیٹے مالک سے ہیں ان کے درمیان اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان فاصلہ بارہ پشتوں کا ہے فقط

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قریشان ہاشمی اولاد حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ و دیگر قریشان اولاد چہار یار کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک کفو اور ایک ہی قبیلہ و کنبہ سے ہیں یا نہیں؟ اور باہم اولاد امامین و دیگر قریشیان مذکورۃ الصدر

وغیرہ کا ایک دوسرے فریق سے ناطہ داری و نکاح دختران جائز ہے یا نہیں اور اصحاب اور ان کی اولاد ان میں سے داخل ہیں یا اہل قبیلہ اور سید شیعہ کا اہلسنت جماعت قریشی و سید کی لڑکی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اور پیشتر اس کے بزمان حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں درمیان اس قوم قریش کے ناطہ داری و نکاح باہم ایک دوسرے کے کیا دستور تھا۔ اور اب کیا ہے۔ اگر سب ایک کفو ہیں۔ اور باہم ایک دوسرے کی دختر سے نکاح جائز ہے تو پھر پنجاب و ہندوستان میں کیا وجہ ہے کہ قریشیان ہاشمی و دیگر قریشیان کا باہم ناطہ بند ہے اور برا سمجھا جاتا ہے۔ آیا اس کے بند ہونے کی کوئی حدیث مخبر صادق علیہ الصلوۃ والسلام سے ہے یا کوئی آیت فرقان حمید کی ہے مفصل جواب اس مسئلہ کا آیات اور احادیث صحیح کے ساتھ بحوالہ کتب تحریر فرمائیں۔

سب کا خادم پیرزادہ نصرت حسین قریشی سائل از وزیر آباد

جواب: بیشک علویہ عورت کا قریش شخص صحیح النسب سے باتفاق آئمہ دین شرع متین کے نکاح جائز ہے کیونکہ یہ علوی ہوتا ہے وہ قریش بھی ہوتا ہے لہذا یہ سب ایک ہی قبیلہ گنا گیا ہے۔ چنانچہ ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۲۵ میں مذکور ہے۔

فقریش بعضهم اکفاء بعض ...... والعرب بعضهم اکفاء لبعض والاصل فیه قوله علیه السلام فقریش بعضهم اکفاء لبعض بطن ببطن والعرب بعضهم اکفاء لبعض قبیلة بقبیلة اور اس کے تحت میں یوں لکھا ہے یعنی فضیلت نیست میان آنہا از ہاشمی و نوفلی و عدوی و غیر آن۔ اور شرح وقایہ چلپی صفحہ ۹۵ میں لکھا ہے ویعتبر الکفاءة فی النکاح نسبا فقریش بعضهم کفو لبعض والعرب بعضهم لبعض ای العرب الذی لم یکونوا من قریش بعضهم اکفاء لبعض اعلم ان کلا من اولاد نضر بن کنانة قریش واما اولاد من هو فوق النضر فلا الخ۔

برجندی جلد ۲ صفحہ ۱۴ میں بایں طور مذکور ہے فقریش بعضهم کفو لبعض ای القریشی من کان ولد نضر بن کنانه ومن لم یکن من ولده فلیس بقریشی الخ۔ اور فتاویٰ جامع الرموز و جامع الفوائد صفحہ ۹۳ میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی

بٹی ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر فاروق سے کر دیا۔ وہوہذا

و تزوج علی رضی اللہ تعالی عنہ وھو ھاشمی بنت فاطمۃ ام کلثوم بعمر رضی اللہ وھو عدوی اور کتاب غایۃ الاوطار شرح درمختار جلد دوم صفحہ ۳۷ میں نیز بایں طور مسطور ہے۔ فقریش بعضھم اکفاء لبعض سو قریش آپس میں ایک دوسرے کے ہمسر اور برابر ہیں۔ قریشی ان کو کہتے ہیں جو اولاد نضر بن کنانہ ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارھویں پشت میں چاروں خلفائے راشدین قریشی باعتبار نسب کے ایک دوسرے سے افضل نہیں۔ خواہ ہاشمی اور نوفلی اور تیمی اور عدوی سب برابر ہیں اور اس واسطے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دیا حالانکہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہاشمی ہیں۔ اور ایسا ہی صحیح بخاری کتاب الجہاد و صفحہ ۴۳۰ برحاشیہ بحوالہ کرمانی کے لکھا ہے۔ ام کلثوم بضم الکاف وضم المثلثۃ بنت فاطمہ بنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولدت فی حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و خطبھا الی علی رضی اللہ عنھما فقال انا ابعثھا الیک فان رضیتھا فقد زوجتکھا فبعثھا الیہ ببرد۔ اہ

فتاویٰ قاضی خاں جلد اول صفحہ ۱۶۰ و فتاویٰ برہنہ جلد دوئم صفحہ ۵۴ و معیار شرح کنز جلد اول صفحہ ۱۸۸ وخزانتہ المتقین و فتاویٰ نادر الجواہر و نور الہدایہ جلد دوم صفحہ ۱۷ وغیرہ کتب فقہ معتبرہ میں لکھا ہے کہ قریشی ایک دوسرے کی کفو ہیں۔ اور ان میں پھر اعتبار نقصان و فضل کا نہیں۔ پس اگر سید اور قریشی صحیح النسب ایک دوسرے کا نکاح کر دیں تو جائز ہے۔ کیونکہ یہ تو سب ایک ہی قبیلہ اور کفو ہیں اور علاوہ ان دلائل کتب اہلسنت جماعت کے کتب شیعہ میں بھی اسی طرح مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ

حاشیہ

اہ ام کلثوم ک اور ثاء کے پیش سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صاحبزادی ہیں حضور ﷺ کی حیات ظاہرہ میں پیدا ہوئیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے نکاح کی خواہش ظاہر کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اسے آپ کے پاس بھیجتا ہوں اگر آپ کو پسند آ جائے تو میں نے آپ سے اس کا نکاح کر دیا آپ نے انہیں پسند کر لیا اور انہیں ایک چادر دے کر واپس بھیج دیا یوں وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی ہو گئیں۔ قادری

عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کر دیا تھا۔ چنانچہ کتب شیعہ فروع کافی و نجبتہ الاخبار صفحہ ۳۶ اور کتاب حد تحقیق صفحہ ۸ میں لکھا ہے کہ شرف دامادی میں حضرت عثمان حضرت علی کے شریک ہیں کیونکہ ان کو پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم نے یکے بعد دیگرے دو بیٹیاں دیں کہ وہ دونوں خدیجتہ الکبریٰ کے پیٹ سے تھیں اور ایسا ہی کتب شیعہ ابحار الانوار کے ترجمہ قران السعدین و جنات الخلود صفحہ ۱۴ میں ہے اور اس سے انکار کرنا اور اس بات کو برا جاننا محض جہالت اور ناسمجھی کی بات ہے۔ اور یہ بات اور ہے کہ وہ نکاح ایک دوسرے کو دیں یا نہ دیں ان کی مرضی باقی نکاح علویہ کا قریشی صحیح النسب سے درست ہے۔

سوال نمبر ۲ کا جواب: اہلسنت و الجماعت کی لڑکی کا نکاح سید شیعہ وغیرہ سے ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ اکثر اس زمانہ میں شیعہ لوگ اصحاب ثلاثہ کی خلافت سے انکار کرتے ہیں اور ان کو گالی دیتے ہیں۔ اور مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں برے الفاظ بکتے ہیں۔ اور کتب فقہ کو پوتھی کی مانند سمجھتے ہیں اور قرآن مجید کو محرف سمجھتے ہیں۔ اور مونچھیں بڑھانے کو حلال سمجھتے ہیں حالانکہ یہ سب امور کفر ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری و درمختار و تبیین الحقائق و حاشیہ طحطاوی جلد اول صفحہ ۲۲۴ و خزانۃ المتقین قلمی۔ کتاب الصلوۃ و وجیز امام کردری مطبوعہ مصر جلد ۳ واقعات المفتین مطبوعہ مصر صفحہ ۱۳ و برجندی شرح وقایہ جلد ۴ صفحہ ۲۱ فتاویٰ ظہیریہ و بحرالرائق مطبوعہ مصر جلد ۵ صفحہ ۱۳۱ و مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر جلد اول صفحہ ۱۰۵ عقود الدرایہ مطبع مصر جلد اول صفحہ ۹۲۔۹۳ وغیرہ کتب فقہ میں بایں طور مذکورہ ہے۔

الرافضی اذا کان یسب الشیخین والعیاذ باللّٰہ فھو کافر انتھی ولو قذف عائشہ بالزنا فقد کفر انتھی ومن انکر خلافۃ ابی بکر فھو کافر انتھی وکذلک من انکر خلافۃ عمر فی اصح الاقوال ھولاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام و احکامھم احکام المرتدین اہ پس اہلسنت و جماعت کو چاہئے کہ ان کے

حاشیہ

اہ یعنی جو شیعہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو برا کہے (معاذ اللہ) وہ کافر ہے اور جو سیدہ عائشہ صدیقہ

ساتھ مواکلت اے و مشاربت و موانست ہرگز نہ کریں۔ اور نہ ہی ان کو رشتہ دیں۔ کیونکہ ایسے لوگ شرعاً" دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اذارایتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنتہ اللہ علی شرکم (رواہ الترمذی)

غنیتہ الطالبین مترجم صفحہ ۱۷۹ مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور میں بایں طور حدیث مذکور ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لاتسبوا اصحابی فمن سبھم فعلیہ لعنة اللہ اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی وارد ہیں وسیاتی قوم یسبونھم وینقصونھم فلا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم۔

پس ان تمام دلائل قاطعہ سے ثابت ہوا کہ ایسے رافضیوں تبرائیوں کو ہرگز نکاح دینا اہلسنّت و جماعت کو جائز نہیں۔ کیونکہ ان کا کفر یقیناً اجماع سے ثابت ہو چکا ہے اور ان کے ہاتھ کا ذبیحہ بھی مردار ہے۔ اور ان کے ساتھ نکاح کر دینا حرام بلکہ خالص زنا ہے۔ معاذ اللہ وان اللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

فقیر نظام الدین ملتانی حنفی قادری سروری از خلفاء سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ

الجواب صحیح ۔ خاکسار قمرالدین عفی عنہ امام مسجد جامع وزیر آباد

ذالک الکتاب لاریب فیہ احقر العباد امیر الدین از کیلاسکے ضلع گوجرانوالہ بقلم خود

الجواب صحیح ۔ ثابت الکتاب و السنہ و اجماع الامہ حررہ فقیر جان محمد سکنہ قادر پوراں ضلع ملتان

الجواب حق ۔ فقیر تاج الدین کالوی علاقہ قادر آباد گجرات پنجاب خلف عبدالکریم ولد فیض اللہ مرحوم

لاشک فیہ ۔ خورشید احمد سکنہ کمال پور چک نمبر ۱۳۲ صمصام خوشنویش ضلع لائل پور

حاشیہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بہتان لگائے وہ بھی کافر ہے اور حضرت ابوبکر صدیق کی اور صحیح ترین قول کی بناء پر حضرت عمر کی خلافت کا انکار کرے کافر ہے ایسے رافضی شیعہ لوگ اسلام سے خارج اور مرتد ہیں۔

اے مواکلت مل کر کھانا۔ مشاربت مل کر پینا۔ موانست ایک دوسرے سے دوستی کرنا محبت کرنا۔

غلام محی الدین سکنہ کوٹ ہست خان خلف مولوی غلام محمد مرحوم بموجب کتب فقہ نکاح قریشی کا آپس میں درست ہے اور جائز ہے جو عبارات کتب سے ظاہر ہے اور نکاح سنیہ اور شیعہ کا بوجہ کفر شیعہ جائز نہیں اور شیعہ کا کفران کی کتب سے ظاہر ہے۔

الجواب صحیح ۔ خادم العلماء سید محمد نور شاہ سکنہ چک بانگا

ھذا ھو الحق الذی لا محیص عنہ فقیر عبدالرحمٰن امام مسجد ایبٹ آباد

سید احمد علی پروفیسر اسلامیہ کالج و خطیب مسجد شاہی لاہور

فی صحۃ ہذا الجواب اتفاق فلیس لاحد فیہ شقاق محمد یار خطیب و مفتی مسجد طلائی سنہری لاہور

ذلک کذلک عبدالحافظ خدا بخش فرخ پوری بقلم خود

المجیب مصیب لاشک فیہ فقیر میر عالم ساکن میر ضلع ہزارہ

الجواب صحیح ۔ فقیر محمد عبدالسلام عفی عنہ سکندر پوری

ہذا الجواب عین الصواب مطابق للسنۃ و الکتاب قاضی محمد عبدالقیوم عفی عنہ مقیم ڈھینڈہ بقلم خود

محمد عالم امام مسجد گمٹی بازار لاہور

الجواب صحیح ۔ کمافی الشافی فی اسباب الکفو ولوتزوجت ہاشمی قریشیا غیر ہاشمی لم یرد عقدہ وان تزوجت عربیا غیر قریشی لہم ردہ کتزوج العربیۃ عجمیا"

اصاب من اجاب ۔ خاکسار محمد اسمٰعیل از موضع ڈھیری سید عالم ضلع ہزارہ المجیب مصیب فضل حق از قاضیاں

سوال: تقلید کے کیا معنی ہیں؟ کیونکہ مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری ہمیشہ ہر ایک میدان مناظرہ میں جہاں کہیں تقلید کی بابت بحث ہوتی ہے پہلے یہی سوال مناظر مقلد پر کر دیتا ہے۔ لہٰذا عرض ہے کہ اس کے ضرور معنی بیان کریں۔

السائل قطب الدین

جواب: تقلید بمعنی اتباع یعنی ایسے شخص کا پیرو ہونا کہ جس کو قوت اجتہاد و استنباط کی ہو۔ اور اس کے

اتقاء و پرہیزگاری پر پورا پورا اعتماد ہو پس ایسے شخص کے قول کو بلادلیل مان لینے کا نام تقلید ہے چنانچہ کتاب عقد الفرید و استبصار الحق صفحہ ۱۰۰ میں بایں طور مذکور ہے۔

التقليد قبول قول الغير بان يعتقد من غير معرفة دليله فاما مع معرفة الدليل على معرفة سلامة من المتعارض بناء على وجوب البحث ويجب التقليد على من لم يبلغ رتبة الاجتهاد المطلق عاميًا محضًا او غيره بقدر الحاجة يعنی تقلید تسلیم کر لینا غیر کے قول کو اس طور پر کہ اس کے سچا ہونے کا اعتقاد کرنا بلا دلیل پہچانے کے۔ لیکن ساتھ دلیل کے اس مسئلہ کو پہچاننا ماسوا مجتہد کے کسی اور کو حاصل نہیں کیونکہ دلیل کا معلوم کرنا اس بات پر موقوف ہے کہ وہ دلیل کسی متعارض سے سالم ہو اور بنا اس کی وجوب بحث متعارض پر ہے۔ اور جو شخص درجہ اجتہاد مطلق پر نہیں پہنچا اس پر تقلید واجب ہے۔ (محض جاہل ہو یا مولوی وغیرہ)

شرح مسلم الثبوت صفحہ ۶۲۵ بایں طور تقلید کے معنی لکھے ہیں التقليد العمل بقول الغير من غير حجة متعلق بالعمل والمراد بالحجة حجة من الحج الاربع والا فقول المجتهد دليله و حجته كاخذ العامى من المجتهد واخذ المجتهد عن مثله والرجوع الى النبى عليه واله واصحابه والصلوة والسلام اوالى الاجماع ليس منه اور اس کے معنی علمائے دین نے اس طرح کہے ہیں۔ یعنی تقلید کہتے ہیں عمل کرنا غیر کے قول پر (اور غیر سے مقصود مجتہد ہے) بغیر دلیل کے (یعنی بغیر وقوف کے دلیل پر) اور من غیر حجتہ متعلق ہے (یعنی عمل اس قول پر بے معرفت دلیل ہو) اور حجت سے مقصود کوئی ادلہ اربعہ سے ہے ورنہ مجتہد کا قول مقلد کے لئے دلیل و حجت ہے۔ جیسے پوچھ لینا عامی کا (یعنی غیر مجتہد کا) مجتہد سے اور مجتہد کا اپنے جیسے سے رجوع یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف یا اجماع کی طرف تقلید نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو رجوع طرف دلیل کے ہے۔

پس ان ہر دو عبارت سے صاف صاف معلوم ہوا کہ اتباع مجتہد کرنے کو تقلید کہتے ہیں۔ اور مجتہد سے دلیل طلب کرنی کچھ ضروری نہیں اور مجتہد سے غیر مجتہد کو سوال کرنے کا حکم بنص قطعی ثابت ہوا ہے۔

فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون اہل ذکر سے مراد مجتہد ہیں اور مجتہد کو ضروری ہے کہ اپنے مقلد پر اس مسئلہ کی دلیل ظاہر کرے۔ اور مقلد کو تو یقین ہے کہ یہ مجتہد جس کی پیروی کر رہا ہوں اس کا ماخذ ادلہ اربعہ سے ہے۔ اور جو کچھ اس نے نکالا ہے شرع سے نکالا ہے' اس لئے مقلد کا عمل بھی بلا دلیل نہ ہوا۔ اور اس کے علاوہ شرح مسلم الثبوت مطبع نو لکشور صفحہ ۶۳۶ میں لکھا ہے کہ غیر مجتہد کو اگرچہ عالم ہو ضروری تقلید کرنی چاہئے۔ وہوہذا

غیر المجتہد المطلق ولو کان عالمًا یلزمه التقلید لمجتہد یعنی غیر مجتہد مطلق اگرچہ عالم ہو اس کو بھی کسی مجتہد کی تقلید ضروری ہے۔ اور شرح عین العلم صفحہ ۲۳۷ میں مقلد کو بایں طور حکم فرماتے ہیں فلو التزم احد منهبا کابی حنیفة اوالشافعی فرحمهما الله فلا یقلد غیره فی مسئلته من المسائل یعنی اگر لازم کر لیا کسی آدمی نے ایک مذہب کو امام ابو حنیفہ کا ہو یا شافعی کا سو لازم ہے۔ پس اس کو ہمیشہ اسی مذہب پر جمے رہنا نہ تقلید کرنے کی اور مجتہد کی [1] اور باقی ذکر انشاء اللہ تعالیٰ ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری کے رسالہ میں جو رد تقلید ہے اس کے جواب میں مفصل بحث کی جائے گی فقط

نقل استفتاء از جانب غیر مقلدین

بخدمت علمائے دین شرح متین کے گذارش ہے کہ دین رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سچا ہے۔ اور ایک ہے پھر یہ چار مذہب کس لئے ہوئے مہربانی فرما کر سوالات جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں ادلہ اربعہ سے ان کا جواب بتحقیق حق تحریر فرمادیں۔

حاشیہ

[1] سوائے مجبوری کے جس کی تفصیل ہم گذشتہ حواشی میں پیش کر چکے ہیں کہ بہ وقت ضرورت کسی بھی دوسرے فقیہ کے قول پر عمل کیا جا سکتا ہے یا کوئی مقلد قرآن و سنت کے معنوں پر دسترس رکھتا ہو اور سمجھ دار ہو تو کسی بھی مسئلہ میں اپنی تحقیق پر عمل کر سکتا ہے اگرچہ اس کی تحقیق اس امام کے قول کے خلاف ہو وہ اس کی تقلید سے نہیں نکلے گا (شامی ج ۱ ص ۴۷) قادری

سوال نمبرا: یہ ہے کہ چار مذہب مشہور کا مقرر کرنا حدیث محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا قرآن پاک سے ثابت ہو یا اجماع صحابہ سے؟

سوال نمبر۲: یہ کہ چار مذہب مشہور حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی جو اہلسنت ہیں سب حق اور ہدایت پر ہیں تو ان میں سے ایک پر عمل کرنا واجب کس لئے کیا اور باقی تینوں کو چھوڑ دینا کس لئے واجب کیا۔ اس کی دلیل قرآن پاک سے یا صحیح حدیث سے تحریر فرمائیں؟

سوال نمبر۳: یہ کہ ان چار مذہب میں سے ایک کی تقلید ہم پر کس لئے واجب کی اور باقی تین مذاہب کو ترک کیا تو کیا جان کر کیا؟

سوال نمبر۴: یہ ہے کہ ایک ہی مذہب پر عمل کرنے سے کل دین محمدی پر عمل ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اگر ہو سکتا ہے تو اس کی کیا دلیل ہے اور اگر نہیں ہو سکتا تو پورے کامل طور پر اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول پر ایک مذہب کا مقلد کس طرح کر سکتا ہے؟

سوال نمبر۵: ان چار مذاہب مشہورہ میں سے فرقہ ناجیہ کون ہے؟

سوال نمبر۶: یہ بھی فرمائیں کہ کون کون سی کتاب آپ کے نزدیک صحیح اور معتبر ہے۔ قرآن مجید و حدیث مرفوع غیر معارض اجماع صحابہ سے جواب دیا جائے۔ اللہ کے واسطے تمام علمائے اہلحدیث و اہل فقہ سے گذارش ہے اور یہ بھی التماس ہے کہ جس حدیث کو ثبوت کے لئے تحریر فرمائیں اور اس کی اسناد بھی ساتھ ہی لکھیں۔ اسناد کو نہ چھوڑ دیں کہ جس کتاب کی حدیث ہو اس کتاب کا نام اور باب کا پتہ ضروری لکھیں۔ زید و عمرو کے اقوال لکھنے سے کوئی نتیجہ مرتب نہ ہو گا۔

جواب نمبرا: اول و بہ نستعین مذاہب اربعہ قرآن سے ثابت ہیں قال اللہ عزوجل یوم ندعوا کل اناس بامامھم تفسیر حسینی میں ہے یوم ندعوا یاد کن روزے راکہ بخوانیم کل اناس ہر گروہے را از مردمان بامامھم بر پیشوائی ایشاں یعنی نبی کہ بدیشاں مبعوث بود۔ چنانچہ گویند یا امت موسیٰ ؑ یا امت عیسیٰ یا کتابیکہ برایشاں منزل شدہ چنانچہ خطاب کنند یا اھل القرآن و یا اھل الانجیل۔ یا مقلدے کہ در

مذہب متابعت نمودہ باشند۔ چنانچہ ندا دہند کہ یا حنفی و یا شافعی تا آخر ہکذا فی الیضاوی والمدراک ا۔

پس دیکھو کہ تعین اور ثبوت مذاہب اربعہ کتاب اللہ میں موجود ہے۔ اور امام کے معنی پیشوا کے ہیں۔ اور مراد انبیاء علیہم السلام ۲۔ یا آئمہ اربعہ ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ گویا پکارا جائے گا اے امت موسیٰ و امت عیسیٰ یا خطاب کیا جائے گا۔ اے حنفی اور شافعی وغیرہ پس اس آیت شریفہ سے مذاہب اربعہ کنایتاً" وضمناً ثابت ہیں۔ کیونکہ علم صرف و نحو اور معانی اور بیان سے ظاہر ہوتا ہے جب تک قرینہ صارفہ نہ ہو ظاہر لفظ کے ہی معنی ہوتے ہیں۔ پس اس آیت میں لفظ امام کے معنی مقدم متعارف کے ہیں (یعنی کسی امام کے آئمہ اربعہ میں سے) اقرب الی الصواب ہیں۔ اگرچہ اور معانی کا احتمال بھی ہے نبشت المدعا۔ مخالف اور متعصب اگر نہ مانے تو اس کی کمبختی۔ ۳۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب را چہ گناہ

درحقیقت ایسے سوالات کا دریافت کرنا غیر مقلدین کی طرف سے محض تقلید آئمہ کی مخالفت پر مبنی ہے۔ معلوم نہیں کہ ان کو آئمہ اربعہ سے اتنا بغض اور حسد کیوں ہے میر تابرہی اے حسد کیں رنجیست۔

ثبوت تقلید از قرآن شریف دلیل اول:

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم قال اللہ تبارک و تعالیٰ فی کتاب المجید و فرقان الحمید فی سورۃ البقرۃ التعلیم الدعاء اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم یعنی دکھا ہم کو راہ سیدھی۔ راہ ان لوگوں کی

حاشیہ

ا۔ اقول فی ھذا الاستدلال نظر لایخفی علی اولی العلم والنہیٰ۔ قادری

۲۔ امام سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں۔ آئمہ مجتہدین مراد نہیں اگر اس سے حنفی یا شافعی و مالکی وغیرہ پکارا جانا مراد ہو تو پھر خود ان آئمہ کو کس نسبت سے پکارا جائے گا؟ فقط قادری

۳۔ یہ طریقہ گفتگو بعض شدت پسند طبائع میں پایا جاتا ہے جس سے اصحاب طبائع معذور ہوتے ہیں ورنہ فریق مخالف کو کمبخت کہنے کی بجائے "ھداہ اللہ تعالیٰ" کی دعا سے یاد کرنا اہل حق و تحقیق کا شیوہ ہے۔ فقط قادری

جن پر تو نے انعام کیا۔ وہ چار گروہ ہیں۔ انبیا' صدیق' شہدا' صالحین۔ جیسا کہ باری تعالیٰ خود اپنے کلام کے پانچویں پارہ میں خبر دیتا ہے فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا گروہ اول انبیاء علیہم السلام کا ہے جو حکم الٰہی کے کامل تابعدار تھے اور ان کو ضرورت کے وقت بذریعہ وحی خبردار کیا جاتا تھا۔ گروہ دوئم و سوئم صدیقین و شہدا چونکہ اکثر اصحاب ہی تھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کماحقہ تابعداری کرتے تھے۔ وقت پر ہر ایک کا مسئلہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیتے تھے۔ ان تینوں گروہوں کو تقلید کی ضرورت ہی نہ تھی۔ باقی رہا چہارم صالحین کا ان میں سے جن کو درجہ اجتہاد ملا وہ اپنے اجتہاد قرآن اور احادیث سے مسائل نکال لیتے تھے۔ تقلید کی ضرورت نہ رکھتے تھے۔ اور جن کو درجہ اجتہاد نہ ملا وہ ضرور آئمہ دین میں سے کسی امام کی تقلید کرتے تھے۔ یعنی مذاہب اربعہ میں سے کسی نہ کسی مذہب کے مقلد رہے ہیں۔ یہ سب گروہ منعم علیہم چونکہ خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پورے فرمانبردار' خدا کے مخلص بندے اور اس کی طرف بلانے والے تھے اس واسطے ہم کو ان کی تابعداری کرنے کا اور ان کی راہ پر چلنے کا حکم ہوا کہ اھدنا الصراط المستقیم[۱]۔

قولہ تعالیٰ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم یعنی تابعداری کرو اللہ کی اور تابعداری کرو رسول کی اور صاحبان حکم کی جو تم میں سے ہیں۔ دیکھو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت اولی الامر کا اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کے ساتھ حکم فرمایا ہے اور اولی الامر کی تفسیر میں کسی نے سلطان اور کسی نے مجتہد اور کسی نے شیخ کے معنی کئے ہیں اور درحقیقت یہ سب اولی الامر ہیں کیونکہ امر دو قسم پر ہے ایک دنیاوی' دوسرا دینی۔ دنیاوی امور میں تو باعتبار تمدن کے بادشاہ اولی الامر ہیں۔ اور باعتبار تدبیر منازل کے گھروں کے سردار اولی الامر ہیں۔ پس منازل اور ملکی امور میں ان کی تابعداری فرض ہے اور امر دین پھر دو قسم

حاشیہ

[۱] ولکن لا یثبت بہ تقلید امام معین لھذا فی محل الاستدلال نظر نعم والذی یثبت بہ ھو العمل بما معنی علیہ الانبیاء والصدیقون و الشھداء والصالحون وان لا یخرج مسلم عن طریقتھم بل لا بدان یکون عملہ دائرا فی دائرۃ عملھم قادری

پر ہے ایک باطنی، دوسرا ظاہری۔ باطن کے اولی الامر مشائخان طریقت ہیں۔ سالکوں کو ان کی تابعداری لازم ہے۔ اور ظاہر جس کو شریعت کہتے ہیں اس کے اولی الامر فقہائے دین اور آئمہ مجتہدین ہیں۔ جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واقف اور اس سے مسائل استنباط کرتے ہیں۔ بدلیل والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہ (الایۃ) مسائل شرعیہ میں ان کی اطاعت واجب ہے چنانچہ مفہوم آیت مبارکہ بھی یہی ہے۔

تفسیر حسینی میں بھی اس آیت کے ذیل میں اس طرح لکھا ہے پس جب آئمہ اربعہ اولی الامر میں داخل ہیں اور ظاہر ہے کہ ایسے اولی الامر جو قوت استنباط کامل رکھتے ہیں جن سے دین اسلام شرق اور غرب تک پھیلا اور مستحکم ہوا آئمہ اربعہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ پس اس آیت سے بھی آئمہ اربعہ کا اتباع کماحقہ ثابت ہوا۔ ا؎

ہر کہ سر برخط فرمان دلیلے نہ نہند
کے میسر شودش روئے بر آوردن

دلیل سوم: قولہ تعالیٰ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون پس پوچھ لو اہل کتاب سے یعنی عالموں سے اگر تم نہیں جانتے۔ قرآن کریم میں جب اہل الذکر سے علی الاطلاق عالم لوگ مراد ہیں کمافی تفسیر الحسینی تو آئمہ اربعہ جو مجتہدین امت ہیں بطریق اولیٰ اہل الذکر مراد ہو سکتے ہیں جو کہ علمائے امت سے بدرجہا فوقیت رکھتے ہیں۔ پس اس آیت سے بھی نفس تقلید وجوباً ثابت ہوا جس سے آئمہ اربعہ کی تابعداری یعنی تقلید مطلقاً نکلتی ہے فتأمل وافہم ۲؎

حاشیہ

ا؎ فی حصر الایۃ فی الاربعہ نظر بل الایۃ تصدق علی جمیع الفقہاء والمجتہدین رحمہم اللہ تعالی و منہم الائمۃ الاربعۃ لان الایۃ تصدق علی الاربعۃ فقط قادری

۲؎ مطلب یہ کہ ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ امت کے آئمہ مجتہدین کے راستہ پر چلے خواہ وہ آئمہ اربعہ ہوں یا ان کے علاوہ امام مجتہد اہلسنت ہو آئمہ امت مسلمہ کے اجماع کے دائرہ میں رہے ایسا راستہ اختیار نہ کرے جسے صحابہ و تابعین و اتباع تابعین و آئمہ مجتہدین میں سے کسی نے بھی اختیار نہ کیا ان میں سے کسی کا بھی راستہ صراط مستقیم ہی شمار ہوتا ہے

ثبوت تقلید از احادیث نبویہ علیہ الصلوۃ والتحیتہ

حدیث اول: مشکوۃ شریف میں ہے وعن عمرو بن عوف قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الدین لیارز الی الحجاز کما تارز الحیۃ حجرھا (الحدیث) روایت ہے عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق دین البتہ سمٹ آئے گا طرف حجاز کے یعنی مکہ اور مدینہ اور متعلقات ان کے کے جیسے کہ سمٹ آتا ہے سانپ طرف بل اپنی کے آخر حدیث تک۔ الحاصل جب حجاز کی طرف دین کا سمٹ آنا ثابت ہوا تو لامحالہ دین وہی ہے جو حرمین شریفین اور ان کے متعلقات میں مروج ہے اور معمول بہ ہے کہ پس بوقت فساد اہل زمان و کثرت ادیان حجاز کے باشندوں کا دین ہی برحق ہے اور معلوم ہے کہ حرمین شریفین میں سے قدیم دین مقلدین مذاہب اربعہ کا ہی چلا آتا ہے جس کی طرف اشارہ حدیث ہے اور جس پر مقلدین مذہب کاربند ہیں اور یہی دین خدا کے نزدیک پسندیدہ اور برگزیدہ ہے اور لفظ دین بمصداق ان الدین عنداللہ الاسلام وہی دین اسلام مراد ہے جو حجاز میں قائم ہے[۱]۔

صحیح مسلم میں ایک حدیث میں آیا ہے کہ تحقیق شیطان ناامید ہوگیا اس بات سے کہ عبادت کریں لوگ اس کی جزیرہ عرب میں لایزال اھل العرب ظاھرین علی الحق حتٰی تقوم الساعتہ یعنی عرب کے لوگ ہمیشہ دین حق پر قائم رہیں گے۔ یہاں تک کہ قیامت ہو جائے گی۔

حاشیہ

۱۔ لیکن ہمارے زمانہ میں اہل حجاز فرقہ وہابیہ ہیں اگرچہ جلالۃ الملک خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد خلہ اللہ ملکہ' کا فرقہ وہابیہ کے مسلک سے کوئی تعلق نہیں جیسا کہ خود ان کا بیان گذشتہ دنوں پاکستانی اخبارات میں شائع ہوا تھا کہ ان کا فرقہ وہابیہ سے مسلکا" کوئی تعلق نہیں ہے ان کو وہابی نہ کہا جائے مگر وہاں کے علماء کی اکثریت محمد بن عبدالوہاب نجدی کی ہم خیال ہے اور اپنے آپ کو حنبلی کہتے ہیں مگر عقیدہ میں امام احمد بن حنبل سے مختلف اور درحقیقت کسی امام کی تقلید نہیں کرتے بلکہ براہ راست حدیث پر عمل کو ترجیح دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ پاکستان اور دوسرے ممالک کے اہلحدیث کہلانے والوں کی خوب مالی مدد کرتے ہیں اور دونوں میں قدر مشترک وہابیہ خیالات ہیں فقط قادری

یہ حدیث مسلم میں موجود ہے۔ پس ثابت ہوا کہ عرب و حجاز اور مدینہ ایمان کا گھر ہے اور .بفضلہ تعالیٰ ہمیشہ رہے گا۔ اب عرب و حجاز اور مدینہ منورہ کے باشندوں کا مذہب دیکھنا چاہئے [1]۔ جو مذہب ان کا ہو وہی حق ہے اور مقلدین آئمہ اربعہ کا مذہب ہے جو اہلسنّت والجماعت کے نام سے موسوم اور مشہور ہے فتامل

حدیث دوم: وعن ابن عمر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اللّٰہ لا یجمع امتی اوقال امتہ محمد علی ضلالۃ و یداللّٰہ علی الجماعتہ ومن شذ شذ فی النار (رواہ الترمذی) و عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار (رواہ ابن ماجہ) من حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق اللہ نہیں جمع کرے گا امت میری کو یا کہا بچائے امتی کے امت محمد اوپر گمراہی کے اور ہاتھ اللہ کا ہے اوپر جماعت کے اور جو شخص کہ جدا ہے جماعت سے تنہا ڈالا جائے گا بیچ آگ کے یعنی جماعت جنتیوں کی سے الگ کرکے دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ روایت کی یہ ترمذی نے۔

ہاتھ اللہ کا ہے جماعت پر یعنی حفاظت اور مدد اور توفیق اور تائید اللہ تعالیٰ کی ہے جماعت پر یہ خاصیت ہے اس امت مرحومہ کی کہ اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائی ہے کہ جس چیز پر امت حضرت کی متفق ہوتی ہے حق ہی ہوتی ہے اور انہی سے روایت فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیروی کرو جماعت بڑی کی۔

پس شان یہ ہے جو تنہا ہوا جماعت سے تنہا ڈالا جائے گا بیچ آگ کے۔ روایت کی یہ ابن ماجہ نے حدیث انس سے (ف) یعنی جو اعتقاد اور قول و فعل اکثر علماء کے ہوں ان کی پیروی کرو۔ ان ہر دو حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جماعت اور سواداعظم سے جماعت کثیرہ مراد ہے۔ یعنی وہ جماعت جس پر اکثر مسلمان ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ وہ مذہب اربعہ ہی کے مقلدین ہیں۔

حاشیہ

[1] اصل میں حجت تو اللہ کی کتاب (قرآن مجید) اور سنت و حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے پھر اجماع امت مسلمہ ہے ان تینوں کے بعد قیاس مجتہد و اجتہاد ہے بعد میں علماء حرمین شریفین کے علماء اہلسنت کا عمل بھی دلیل ہے

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے والمراد ما علیہ اکثر المسلمین اور جماعت کا لفظ جو پہلی حدیث میں ہے اس سے اہل فقہ اور اہل علم جن کا اجماع آثار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا۔ مراد لی گئی ہے کما قال فی المرقات قولہ وھی الجماعتہ ای اھل الفقہ والعلم الذین اجتمعوا علی اتباع اثارہ صلی اللہ علیہ وسلم سواداعظم بڑے گروہ کو کہتے ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بڑے گروہ کی اتباع کا حکم فرمایا اور اس کی مخالفت میں وعید شدید یعنی دخول فی النار بیان فرمایا۔ ا؎

پس بنظر انصاف مقلدین کا گروہ ہی بڑا اور سواداعظم ہونے کا مستحق ہے اور اہل فقہ و علم آثار نبوی کے بھی یہی لوگ ہیں۔ المختصر جماعت کثیرہ کے پیروی کرنے کی متواتر تاکید آئی ہے غرضیکہ جماعت کثیرہ مقلدین پر ہی منحصر ہے چنانچہ علم تواریخ اور جغرافیہ کی رو سے جماعت مقلدین پر ہی صادق آتی ہے اور فرقہ ناجیہ بھی یہی بن سکتا ہے جس کی علامت بموجب روایات مذکورہ کے کثرت سے ہے۔

تاریخی ثبوت: مسلمانان عالم کی مجموعی تعداد میں مورخین کا اختلاف ہے لیکن ایک جرمن عالم و محقق نے تعداد مسلمان عالم کو چونسٹھ کروڑ مدلل ثابت کی ہے جس پر تاحال اتفاق ہے کوئی اعتراض نہیں ہوا جو اس کے صحیح ہونے کا زبردست ثبوت ہے۔ پس منجملہ چونسٹھ کروڑ مسلمانان دنیا کے بیالس کروڑ سے زیادہ حنفی اور چودہ کروڑ سے زیادہ دیگر آئمہ ثلاثہ کے مقلد یعنی چھپن کروڑ سے زیادہ مقلدین اور باقی آٹھ کروڑ میں قدیم و جدید اسلامی فرقے قلیل التعداد ہیں۔ اب ناظرین خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ زیادہ گروہ کون ہے جس پر سواداعظم کا اطلاق ہو سکتا ہے الغرض سواداعظم کا اطلاق اور تلفظ بجز مقلدین کے اور کسی پر صحیح نہیں ہو سکتا ہے۔ پس مقلدین کا گروہ ہی حق پر ہے اور فرقہ ناجی بھی یہی ہے فتامل

حاشیہ

ا؎ مراد اس سے عقائد میں اتباع ہے نہ کہ اعمال و فروع یعنی فقہی و شرعی احکام میں۔ کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک طرف امام ہوتا ہے اور دوسری طرف زیادہ اور اکثر آئمہ ہوتے ہیں مگر ان میں کوئی بھی ناری نہیں سب بفضلہ تعالیٰ جنتی ہیں لہذا من شذ شذ فی النار (الحدیث) کہ جو جماعت عظمی یا سواداعظم کی اتباع سے الگ ہوا وہ جہنم میں گیا اس سے مراد عقیدہ حقہ اہلسنت و جماعت ہے اس کا فقہی و اجتہادی مسائل سے کوئی تعلق نہیں۔ قادری

حدیث سوم: وعن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فارق الجماعۃ شبرا فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ (رواہ احمد و ابو داؤد) روایت ہے ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جو شخص کہ جدا ہوا جماعت سے بالشت بھر یعنی ایک ساعت پس تحقیق نکالا اس نے پٹا یعنی ذمہ اسلام کا اپنی گردن سے۔ روایت کی یہ احمد اور ابوداؤد نے۔

(ف) یعنی اس درجہ کو پہنچا کہ شاید قید اسلام اور بند احکام کے سے باہر آئے اس حدیث میں بھی جماعت سے جدا ہونے کی سخت وعید فرمائی۔ مطلب یہ کہ جو شخص جماعت سے جدا ہو۔ اس نے اسلام کا پٹا یعنی رسی اسلام کی اپنی گردن سے نکال دی۔ گویا اسلام کی قید سے نکل گیا۔ اور جماعت کی فضیلت ید اللہ علی الجماعتہ کے لفظ سے ظاہر ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں گزرا۔

نکتہ: بحیثیت اتفاق اصول آئمہ اربعہ کے جماعت مقلدین جب ایک ہی فرقہ کہلانے کے اور فرقہ ناجیہ ہونے کے مستحق ہے جو کہ اہلسنت کے نام سے موسوم ہے اس واسطے ایک امام اور ایک ہی مذہب کی تقلید رفعاً للفساد بہتر بلکہ لازمی ہے [۱] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا (الایۃ) اور اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔

ماحصل آنکہ: اگر آئمہ اربعہ کی تقلید سے انکار کیا جائے اور ان کے مستنبطہ اور محققہ مسائل کی پیروی نہ کی جائے تو پھر ضرور کسی اور محدث یا عالم کی پیروی کرنی پڑے گی۔ اور اس کا متبع اسی کا مقلد سمجھا جائے گا۔ پس جب اور علماء کی پیروی کی جائے تو کیا وجہ کہ آئمہ مجتہدین کی پیروی نہ کی جائے جو کل علماء'

حاشیہ

[۱] یعنی مصلحت و بہتری اسی میں ہے کہ انسان امت مسلمہ کے کسی ایک امام مجتہد کی فروعات میں پیروی کرے ہاں اگر کوئی خاص ایسا مسئلہ درپیش ہو کہ اس میں کسی دوسرے امام کے قول پر عمل کرنے کی ضرورت یا مصلحت ہو تو اس میں حرج نہیں کہ فقہی قاعدہ ہے الضرورات تبیح المحظورات کہ ضرورتیں ممنوع باتوں کو جائز بنا دیتی ہیں قادری

فضلاء محدثین، محققین سے بدرجہا اعلیٰ و ارفع ہے اور اہل تقویٰ و ہدیٰ اور اہل ورع و زہد ہیں اور یہی وجہ ہے کہ امت محمدیہ نے جملہ امور ضروریہ متعلقہ عبادات و معاملات کا لحاظ سمجھ کر بالاتفاق آئمہ اربعہ کی تقلید اختیار کی، بلکہ واجب سمجھی جن کے علم و عمل اور زہد و تقویٰ اجتہاد و احتیاط وغیرہ صفات جلیلہ کا زمانہ قائل ہے فتدبر۔ والعاقل تکفیہ الاشارۃ۔

الغرض مذاہب اربعہ کتاب اور سنت سے ثابت ہیں کما بیناہ انفا اب چند شہادات اکابر علمائے دین ثقہ کی بھی اس کے ثبوت میں نقل کی جاتی ہیں۔ ملاحظہ ہوں

ملا جیون تفسیر احمدی میں لکھتے ہیں والانصاف ان انحصار المذاہب فی الاربع واتباعتهم فضل الهی وقبولیته من عندالله تعالی لا مجال فیه للتوجیهات والادلته یعنی انصاف یہ ہے کہ مذاہب کا انحصار چار میں۔ اور ان کا اتباع فضل الٰہی اور اللہ تعالیٰ کے قبولیت ہے۔ اس میں توجیہات اور دلائل کو کچھ دخل نہیں۔

مولانا محمد عبدالحی مرحوم محدث لکھنوی غیث الغمام میں امام الکلام کی ایک عبارت کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں فیه اشارة الی ان انحصار المسالک فی المذاهب الاربعته المشهورة فی الازمنتة المؤخرة امر الهی و فضل ربانی لا نحتاج الی اقامنة الدلیل علیه

شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم محدث دہلوی عقد الجید میں ارقام فرماتے ہیں۔ ولما اندرست المذاهب الحقته الا هذا الاربعته کان اتباعها اتباعا للسوادالاعظم والخروج عنها خروجًا عن السوادالاعظم یعنی مذاہب اربعہ کے سوا دوسرے مذاہب حقہ معدوم ہو گئے تو ان چاروں کا اتباع سواداعظم کا اتباع ہوا اور ان سے نکلنا سواداعظم سے نکلنا ٹھہرا۔ فتدبر [۱]

حاشیہ

[۱] دوسرے مذاہب کے معدوم ہونے کا دعویٰ درست نہیں ہے کیونکہ صحاح ستہ و ان کی شروح اور دیگر کتب دیگر فقہاء مجتہدین کے اقوال و افکار سے بھری پڑی ہیں یہ الگ بات ہے کہ دیگر آئمہ مجتہدین کے پیرو کار اس کثرت سے نہیں جس کثرت سے آئمہ اربعہ کے پیروکار ہیں فقط قادری

تقلید شخصی

(**آیت اول**) فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے وقالوا کونوا هودًا اونصریٰ تهتدوا قل بل ملته ابراهیم حنیفًا

(**آیت دوم**) قولہ تعالیٰ ومن احسن دینا ممن اسلم وجهه لله وهو محسن واتبع ملته ابراهیم حنیفًا

خلاصہ آنکہ کل انبیاء علیہم السلام کی ہدایت ایک ہو کر صرف ابراہیم کی ملت کی متابعت کا حکم ہوا۔ اگرچہ سب حق پر ہوں مگر متابعت ایک ہی کی بہتر ہے۔ پس جب سنت اللہ کے مطابق انبیاء علیہم السلام میں سے صرف ایک کی اطاعت بالتحقیق محمود ہے تو آئمہ اربعہ میں سے بھی ایک کی متابعت کرنی ہی بہتر ہے چنانچہ تمام ممالک اسلامیہ بالخصوص حرمین شریف زادہما اللہ شرافتا" علما فضلا صلحا متقی قاضی مفتی اور مسلمانان سلف اور والیان و حاکمان سلطنت اسلامیہ اور جملہ محدثین و مفسرین اور بڑے بڑے جلیل القدر بزرگان دین اور مشائخان طریقت ایک ہی امام کے متبع و مقلد رہے اور ہیں۔ اس لئے ایک ہی امام کی تقلید اور تابعداری کرنی واجب ہے۔

(حاشیہ) جمہور علماء بعد مجتہدین بھی مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک خاص مذہب کے پابند تھے۔ اب کیا اندھیر پڑ گیا کہ پابندی مذہب واحد شرک سمجھی جاتی ہے۔

(**آیت سوئم**) ضرب الله مثلًا رجلًا فیه شرکاء متشاکسون ورجلا سلمًا لرجل هل یستوین مثلا" بیان کی اللہ نے مثال ایک مرد یعنی ایک غلام کی کہ اس میں بہت شریک ہوں بدخو۔ (ناموافق) اور ایک مرد یعنی ایک غلام کی جو سالم ہے واسطے ایک مرد کے کیا برابر ہیں یہ دونوں مثال ہونے میں۔ یعنی ایک غلام بہت شریکوں کا مشترک ہے اور ایک غلام خاص ایک شخص کا مملوک ہے کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ نہیں ہر گز نہیں۔ کما تدل علیہ کلمتہ الاستفہام علیٰ ہذا۔ جو شخص خاص ایک امام کا مقلد ہو گا۔ وہ بلا تشویش ہر ایک مسئلے پر عمل کرے گا اور ہر طرح سے اپنے امام کی تعمیل کر کے پورے اجر کا مستحق ہو گا برخلاف اس شخص کے جو مشترک غلام کی طرح بہت اماموں کی تقلید

کرے گا، تو وہ نہ خود مطمئن ہو گا اور نہ پوری طرح سے عمل کر سکے گا اور نہ اجر کا مستحق ہو گا۔ بلکہ تذبذب اور پراگندہ دل رہے گا اور امام کو مورد تمسخر اور مضحکہ بنائے گا۔ نہ اس کو امن اور نہ امام کی عزت لاالیٰ ھؤلاء ولا الیٰ ھؤلاء ا۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے اور نہ ادھر کے رہے

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اختلافی مسائل میں ایک وقت میں صرف ایک امام کی تقلید ہو سکتی ہے نہ کہ دوسرے کی بلکہ دوسرے کی مخالف ہوتی ہے اور یہ مرحلہ نہایت دشوار ہے کہ بسبب غیر مقلدیت کے کبھی ایک امام کی پیروی ہو اور دوسرے کی مخالفت کبھی اس کے برعکس جس کی وجہ سے وصول الی المقصود ناممکن اور محال ہوتا ہے ۲۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں راہ کہ تو میروی بترکستان ست

جب تک ایک کی تابعداری نہ کرے گا نجات نہ پائے گا۔ ۳۔ اس لئے ایک امام کی تقلید ہی واجب

حاشیہ

ا۔ اللہ تعالیٰ نے جو مثال قرآن کریم میں بیان فرمائی ہے وہ مشرک اور مسلم کی مثال ہے جس کا تعلق کفر اور ایمان سے ہے اسے فروعی و فقہی مسائل میں مقلد اور غیر مقلد پر چسپاں کرنا اور اس سے تقلید شخصی کا وجوب ثابت کرنا محل نظر ہے البتہ مصنف نے گذشتہ صفحات میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمتہ والرضوان کے حوالہ سے دلیل بیان فرمائی جس سے تقلید شخصی پر بڑے عمدہ طریقہ سے روشنی پڑتی ہے اس کا کوئی جواب نہیں ہے وللہ درہ۔ قادری

۲۔ ہذا الدلیل غیر واضح و غیر مطابق للمدعیٰ قادری

۳۔ اصل نجات کا دارومدار کسی ایک امام کی نہیں بلکہ امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع پر ہے البتہ فقہی و فروعی مسائل میں کسی ایک امام کی تقلید بطور مصلحت ضروری ہے۔ قادری

ہے اور غیر مقلدیت کو جو مبدا فساد ہے ترک کرنا لازم ہے۔ اس جگہ تفسیر قادری اردو ترجمہ تفسیر حسینی کی بعینہ وہ عبارت جو اس آیت کے متعلق اس میں لکھی ہے درج کرنا نہایت زیبا اور مناسب معلوم ہوتا ہے چنانچہ وہ ہدیہ ناظرین ہے۔

ضرب اللہ بیان کی خدا نے مثلاً ایک مثل مشرک اور موحد کے واسطے اور وہ مثل کیا ہے (رجلاً فیہ شرکاء) ایک مرد ہو غلام اور اس میں بہت شریک ہوں متشاکسون بدخو مناقق اور ہر ایک اس مرد سے کام کا کہے اور وہ کسی کا کام پورا نہ کر سکے۔ اور کوئی شریک اس سے راضی نہ ہو (ورجلاً سلماً) اور ایک مرد چھوٹا ہوا شرکت سے سالم محفوظ (لرجل) ایک ہی مرد آدمی کے واسطے یعنی ایک غلام کہ اس کا ایک ہی آقا ہو اور کوئی اس میں جھگڑا نہ کرے تو البتہ یہ غلام بالکل اپنے آقا کے کام میں متوجہ ہو کر اسے خوشنود کر سکتا ہے (ھل یستوین) کیا برابر ہوتے ہیں یہ دونوں غلام (مثلاً) مثل ہونے کی رو سے، یعنی یہ دونوں غلام برابر نہیں ہو سکتے ہیں۔ اس واسطے کہ ایک تو اپنے آقا اس سے ناراض رہتے ہیں اور دوسرا شریکوں کی منازعت سے سالم اور محفوظ ہے تو اس کا آقا اس سے خوش راضی رہتا ہے۔ مشرک تو پہلے غلام کی مثل ہے کہ اس نے اپنا دل اپنے معبودوں میں سے ہر ایک کی عبادت میں پراگندہ کیا اور موحد دوسرے غلام کی مثل ہے کہ خدا کے سوا نہ کسی کی عبادت کرتا ہے نہ کسی کو دوست رکھتا ہے اور نہ کوئی اس کی امید گاہ ہے۔

یک بار پسند پسند کن چو یک دلداری
ورنہ بکشی تو درجہاں بس خواری

الحمد للہ سب تعریف اللہ کے واسطے ہے جو خدائی میں اپنا شریک نہیں رکھتا بل اکثر ھم لا یعلمون بلکہ بہت لوگ نہیں جانتے کہ وہ مالک مطلق ہے۔ ۱۲ تفسیر قادری جلد دوم اخیر ۲۳ اب اس سے بھی ثابت ہوا کہ تقلید شخصی واجب ہے اور غیر مقلدیت مذموم۔ ا۔

حاشیہ

ا۔ مذموم۔ بری بات۔ کسی ایک امام مجتہد کی تقلید نہ کرنا واقعی خلاف مصلحت اور سبب فتنہ ہے اور سب سے

مشکوۃ شریف باب الاعتصام میں بھی ایک حدیث اسی معنی کی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور وہ یہ ہے کہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتفترق امتی علی ثلث وسبعین ملته کلهم فی النار الا ملته واحدة قالوا من هی یارسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال ماانا علیه و اصحابی (رواہ الترمذی) ا۔

اس حدیث سے بھی ایک ہی فرقہ ناجی اور جنتی معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بحیثیت اتفاق اصول کے مذاہب اربعہ اگرچہ ایک ہی فرقہ ہے مگر منجملہ ان کے ایک ہی مذہب کی پیروی موجب نجات ہے ۲۔ کما اشیر الیہ اولا"

جواب سوال دوم و سوم: ہر چہار مذہب حق اور ہدایت پر ہیں کما صرح فی جواب سوال اول۔ مگر عمل ایک ہی پر کرنا واجب اور تقلید ایک ہی کی لازم ہے جیسا کہ کتب آسمانی میں سے عمل صرف ایک قرآن پر ہی کرنا فرض اور واجب ہے نہ کہ انجیل' تورات' زبور پر حالانکہ وہ بھی ایمانیات

حاشیہ

بڑی بات یہ ہے کہ غیر مقلد لوگ جو عقائد میں گمراہ ہوئے اور بھٹک گئے اسی تقلید امام معین نہ کرنے کی وجہ سے کیونکہ اگر یہ لوگ ان چاروں میں سے کسی کی بھی تقلید کرتے تو عقیدہ میں بھی ان کے ساتھ ساتھ ہوتے ہاں اگر کوئی عقائد میں ان آئمہ مجتہدین کے ساتھ ہو اور اجماع آئمہ کے تابع ہو اور صاحب علم و تحقیق ہو پھر فروعی مسائل میں اپنی تحقیق پر عمل کرے تو اور بات ہے لیکن پھر بھی اجماع امت کے دائرہ میں رہے۔

ا۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے ان میں سے بہتر دوزخ اور ایک جنت میں عرض کی گئی جنت میں کونسا؟ فرمایا جو میرے اور میرے صحابہ کے نقش قدم پر ہو گا اس سے مراد عقائد ہیں کیونکہ فقہی طور پر باہمی اختلاف تو صحابہ میں بھی تھا۔

۲۔ اصول سے مراد اصول فقہ نہیں ہے کیونکہ اصول فقہ سب کے مختلف ہیں یہاں اصول سے مراد عقائد ہیں لہذا جو عقائد میں ان آئمہ کرام کے ساتھ ہے وہ ان میں سے ہی ہے اگر فقہی و فروعی مسائل میں کہیں ان سے مختلف ہو۔ قادری

ہیں اے سوال اول کے جواب میں باستدلال آیت مبارکہ ضرب اللہ مثلاً رجلاً (الایۃ) بالاستقلال اور بوضاحت بیان کیا گیا ہے۔ فلینظر ثمہ۔ گویا ایک مذہب پر عمل کرنا اور باقی تینوں کو ترک کرنا خدائے تعالیٰ نے بمصداق آیۃ مذکورہ اسی مصلحت کے واسطے اشارۃً فرمادیا مخالف اگر اغماض کرے تو اس کا قصور ہے پس ایک ہی امام کی تقلید کرنا فی زماننا واجب ہے کما تدل علیہ الایۃ المذکورۃ فافھم و تدبر ولا تکن من الممترین۔ ۲ے

نکتہ: اگر مذہب معین کی تقلید ترک کرکے جملہ مذاہب کے مسائل پر عمل کریں تو ترکیب مذاہب سے بسبب اختلاف کے دینی امور میں کبھی ایسی صورت بھی بن جاتی ہے جو کسی مذہب میں جائز نہ ہو قال فی در المختار ان الحکم المفلق باطل بالا جماع اور یہ حکم یعنی ملا جلا چند مذاہب سے ایک حکم مرکب کرنا بالاجماع باطل ہے۔ چنانچہ وضو میں ایک سر کے بال کا مسح کیا بمذہب شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے پھر مقتدی ہو کر نماز پڑھی فاتحہ چھوڑ کر بموجب مذہب امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے کذافی الطحاوی شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے مذہب پر نماز اس واسطے نہ ہوئی۔ کہ فاتحہ پڑھنا واجب تھا سو اس نے ترک کیا۔ اور حنفی مذہب پر اس واسطے نہ ہوئی کہ وضو کا ترک ہوا۔ یعنی چوتھائی سر کا مسح تو کسی مذہب پر نماز درست نہ ہوئی۔ (۱۲ غایتہ الاوطار)

جواب سوال چہارم: اول چونکہ ایک شخص سے ایک وقت میں ایک سے زیادہ اماموں کی تقلید

حاشیہ

اے لیکن ان کا منسوخ ہونا بھی قطعی ہے اور یہ بھی قطعی ہے اور قرآن میں ہی ہے کہ تورات و انجیل و زبور کے ماننے والوں نے اپنے انبیاء علیہ السلام کے بعد ان میں رد و بدل کر ڈالا فالاستدلال بہ لا یخلو عن نظر۔ قادری

۲ے حضرت مصنف علیہ الرحمتہ کا فرمان "فی زماننا" کہ ہمارے زمانہ میں تقلید واجب ہے اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ وجوب بربنائے مصلحت و حکمت ہے نیز تقلید امام معین کا وجوب حضرت مصنف کے زمانے میں ہی نہیں صدیوں سے چلا آرہا ہے ہاں حضرت کے قول کی تاویل یوں کی جا سکتی ہے کہ اس زمانہ میں تو اور زیادہ ضروری ہو گئی ہے کیونکہ ہمارے زمانہ کی غیر مقلدیت عقائد کی خرابی کا سبب بن رہی ہے۔ قادری

ناممکن ہے اور نہ ہی یہ جائز ہے۔ لہٰذا ایک مذہب پر عمل کرنے والا کل دین محمدی پر پورا عمل کرنے والا ہے۔ فافہم دلائل اس کے تقلید شخصی میں مذکور ہیں۔

جواب سوال پنجم: قولہ ان چار مذاہب مشہورہ میں سے فرقہ ناجیہ کے بارہ میں تقلید کے ذکر میں بیان ہو چکا ہے وہاں سے ملاحظہ فرمالیں خلاصہ یہ ہے کہ مذاہب اربعہ میں سے کسی خاص ایک مذہب کی پابندی نہ کرنے میں سراسر نقصان اور فساد ہے کیونکہ فی زماننا نفسانیت اور جہالت کا بہت زور ہے اگر غیر مقلدیت کی وجہ سے ہر ایک شخص قرآن اور حدیث کا معنی اپنے مطلب اور عقل کے مطابق سمجھ کر اس پر عمل کرے اور فتویٰ دیوے تو اکثر مسائل میں بسبب اختلاف عقول افہام کے سخت فساد اور تفرقہ پڑنے کا یقین کامل ہے چنانچہ پانی کے مسئلے میں اسی اختلاف کی وجہ سے غیر مقلدین میں اک اندھیر مچا ہوا ہے لا یخفی من لہ ادنیٰ درایتہ یہاں بخوف طوالت ذکر نہیں کیا گیا۔

الغرض جب غیر مقلدیت ہی فساد کی بنیاد ہے تو رفعًا للفساد اس کو ترک واجب اور خاص ایک مذہب کی پابندی لازم ہے اور چونکہ آئمہ اربعہ کے سوا اور کسی کا مذہب مدون اور مروج نہیں۔ (وذالک فضل الٰھی و امر بدیھی) اس لئے ان چاروں میں سے ایک خاص مذہب اختیار کرنا ضروری ہے اور بحیثیت مسائل مفتی بہا مذہب حنفی میں اگر مجتہدین کے اقوال مختلف ہیں لیکن دراصل یہ سب ایک ہی مذہب ہے بنابریں اس زمانہ میں فساد رفع کرنے کے لئے اسی کی تقلید افضل اور اولیٰ ہے۔ اگرچہ کسی جگہ امام کے تلمیذ و اتباع [۱] کے قول پر فتویٰ دیا گیا ہو تو حقیقتاً" وہ بھی امام ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے بکذا قال الشعرانی فی المیزان الکبری اور ابن ہمام کا بھی یہی قول ہے پس ان کے قول پر عمل کرنا گویا جناب امام ہی کی تقلید ہے۔ (کمافی رواۃ الاحادیث)

خلاصہ: مضمون روایات آنکہ مذاہب اربعہ اہلسنت والجماعت میں داخل ہیں۔ اور حق انہی میں دائر ہے۔ اور یہ اطاعت کے لائق ہیں۔ مگر چونکہ سب کی پیروی ناممکن ہے اس لئے ایک ہی مذہب کی تابعداری

حاشیہ

[۱] تلمیذ شاگرد۔ اتباع۔ پیروکار

لازمی ہے ورنہ تشتت اور تردد فی الدین لازم آئے گا اور منزل مقصود وصول الی الحق مشکل ہو گا۔ کیا کوئی ذی عقل تشتت اور تردد قبول کر سکتا ہے اور تذبذب کہلا سکتا ہے۔ باوجود اظہار حق انکار اور اعراض کرنا اعتراف جہالت اور دخول فی النار ہے۔ قولہ تعالیٰ ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدٰی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ماتولی ونصله جهنم وساءت مصیرا ۱؎

جواب سوال ششم: ماخذ صحیح و معتبر ہمارے نزدیک قرآن اور حدیث و دیگر کتب مصدقہ و مستنبطہ از کتاب و سنت ہیں لاغیر فتدبروایااولی الالباب۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کی عمر قریباً ستر (۷۰) اسی (۸۰) سال کی ہو اور تارک صیام ہو یعنی ماہ رمضان شریف کے روزے ہرگز نہ رکھتا ہو ایسے شخص کو امام بنانا درست ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔ بقلم خود دین محمد

جواب: ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہئے کیونکہ امامت منصب محترم ہے اور تارک صیام ماہ رمضان کا فاجر فاسق ہے اور فاجر کے پیچھے نماز کو ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ چنانچہ حاشیہ طحطاوی میں مذکور ہے۔

اما الفاسق العالم لا تقدم لان فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعا و مفاد هذا کراهة التحریمه فی تقدیمة (ہکذا فی جامعہ الفوائد و بحر الاسرار) یعنی اس فاسق عالم کو نہ مقدم کیا جائے گا۔ (امامت میں) اس لئے کہ مقدم کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ واجب ہے لوگوں پر حقارت اس کی شرعاً" اور حاصل اس کا کراہت تحریمی ہے مقدم کرنے میں اور علاوہ اس کے کتب فقہ میں مذکور ہے کہ جس شخص کی عمر ستر اسی سال کی ہو جائے اور اس کے حواس خمسہ درست نہ رہیں تو ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ ہے۔ واللہ اعلم

حاشیہ

۱؎ اس کے مصداق وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے منکر یا اجماع امت کے مخالف عقیدہ و مسلک پر نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ قادری

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ذابح سے سہواً یا خطأً " اوپر گھنڈی کے جانور ذبح ہو جائے تو وہ مذبوحہ [1] حلال ہو گا یا نہیں؟

السائل علی احمد از چنگا بنگیال

جواب : بے شک اگر سہوا" یا خطأً " گھنڈی کے اوپر سے ذبح ہو جائے تو حلال ہے اگر قصدا" اوپر سے ذبح کرے تو اس مسئلہ میں علمائے دیں کا بہت اختلاف ہے۔ اور صاحب بزازیہ نے اس کو حلال لکھا ہے کیونکہ محل ذبح کا نام حلق ہے اور اس سے مقصود خون نجس کا خارج کرنا ہے تو خون ان چاروں رگوں کے کاٹنے سے حاصل ہو جاتا ہے چاہے گھنڈی اوپر کی طرف چلی جائے یا نیچے کی طرف رہ جائے۔ ومحل الزکوۃ فی المقدور ذبحہ اھلیا کان اوحشیا الحق کلہ لقولہ علیہ السلام الزکوۃ بین اللبنۃ واللحیین والزکوۃ الکاملۃ فری الادواج الاربعۃ وھی الحلقوم والمرئی والعرقان الذان بینھما الحلقوم المرئی لان المقصود تسییل الدم والرطوبات النجسۃ وذاک حاصل بما قلنا فاضیخاں [2] وفی فوائد الرستفغنی لو ذبح و بقیت عقدۃ الحلقوم ممایلی الصدور توکل و کذا اذابقیت العقدۃ بمایلی الرائس والقول بالحرمنۃ قول العوام ولیس بعتبر لخ (نقل از فتاوی بزازیہ صفحہ ۳۰۶) [3]۔

رسالہ نعمانیہ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ صفحہ ۴۳ میں لکھا ہے کہ ذبح کی دارومدار رگوں کے کاٹنے پر ہے اگر گھنڈی نیچے ہونے کی صورت میں رگیں کٹ گئیں تو وہ ذبیحہ بلاشبہ حلال ہے اور اگر تین رگیں نہ کٹیں تو حرام ہے۔ اور کتاب جامع الصغیر صفحہ ۴۹ میں نیز بایں طور لکھا ہے محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رضی

حاشیہ

[1] مذبوحہ ذبح کیا ہوا۔

[2] ج ۳ ص ۳۶۶ بھامش الھندیۃ

[3] ج ۶ ص ۳۰۶ بھامش الھندیۃ۔ قادری

عنہم لاباس بالذبح فی الحلق کلہٗ وسطہ واعلاہ واسفلہ اور اس کے حاشیہ پر لکھا ہے فی الحلق کلہ لالان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الزکوۃ مابین اللبنۃ اللحیین وما بینھا ھو الحلق کلہ یعنی امام صاحب کا مذہب یہی ہے کہ اگر تمام حلق سے جس جگہ چاہے ذبح کرلے تو اس میں کوئی خوف نہیں۔ چاہے نیچے یا اوپر سے ذبح کرلے تو اس میں کوئی خوف نہیں چاہے نیچے یا اوپر حلق سے ذبح کرلے کیونکہ آنحضور علیہ الصلوۃ والسلام کا حکم ہے کہ مکان ذبح کا دو جبڑوں سے لے کر سینہ کی ہڈی تک ہے۔ اور کتاب برجندی نے لکھا ہے کہ جو لوگ اس کی حرمت کے قائل ہیں ان کی بات معتبر نہیں کیونکہ وہ قول عوام کا ہے جو کہ قابل تسلیم نہیں۔ اور فقیر کہتا ہے کہ اس میں ضرور احتیاط کی جائے کیونکہ اس میں بہایت درجہ کا اختلاف ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرح متین مسائل ذیل میں :

سوال (۱) زید جب ملک سندھ سے اپنے وطن آئے تو عمرو بکر نے دس دس روپیہ اس غرض دیئے کہ ہمارے گھر میں دیدے اور زید کے پاس چالیس روپیہ تھے۔ تو ان کے اور اپنے روپے اکٹھے کرکے اپنی پاکٹ میں رکھ لئے اور زید راستہ میں سو گیا اور بوجہ چوری کے مبلغ چالیس روپیہ اس کی پاکٹ سے اور زید کا سامان بھی ساتھ ہی جاتا رہا۔ اب بموجب شریعت کے زید کو روپے دینے پڑتے ہیں یا نہیں اور جو باقی بیس روپیہ بچے ہیں ان سے معلوم نہیں کہ بکر اور عمر کے کتنے ہیں۔ اور زید کے کتنے ہیں اور ان سے بکرو عمر کو کتنے روپے لینے آتے ہیں؟

سوال (۲) زید و عمرو بکر تینوں مسلمان ہیں بموجب شرح کے فیصلہ ہو اگر ان سے کوئی نہ مانے تو اس پر شرعاً کیا حکم ہے؟

سوال (۳) آج کل رسم ہے کہ رشتہ کا تبادلہ (وٹہ سٹہ) کرلیتے ہیں یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ یا روپے لیتے ہیں۔ کیا یہ ہر دو امور جائز ہیں۔ (السائل محمد بخش نمبردار سکنہ مندرانوالہ ضلع امرتسر)

سوال نمبر ۱ کا جواب : جو بیس روپیہ باقی زید کی پاکٹ میں کسی وجہ سے بچ گئے ہیں ان میں سے تین روپیہ پانچ آنہ چارپائی بکر کو دیدے اور اتنے ہی عمر کو دیدے اور باقی ۱۳ روپیہ ۵ آنہ چارپائی اپنے خرچ میں

لائے۔ چنانچہ کتاب جواہر البیان شرح الحسان مترجم صفحہ ۸۸ میں مذکور ہے اور اگر یہ روپیہ زید کی پاکٹ سے کہیں علیحدہ ہوتے اور زید ان کے روپیوں کی حتی الوسیع حفاظت بھی کرتا اور چوری ہو جاتے تو پھر زید کو دینے اور عمرو بکر کو لینے غیر صحیح اور درست نہ تھے۔ چنانچہ کتاب غایۃ الاوطار شرح درمختار جلد سوم صفحہ ۴۷۹ میں مذکور ہے دفع الی رجل الفا وقال ادفعها الیوم الی فلان فلم یدفعها حتی ضاعت لم یضمن یعنی ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درہم دیئے اور کہا کہ یہ ہزار درہم آج کے دن فلاں شخص کو پہنچا دیں سو اس نے اس کو نہ پہنچائے یہاں تک کہ وہ تلف ہو گئے تو اس سے تاوان نہ لیا جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال نمبر ۲ کا جواب: جو شخص فیصلہ شرعی کا منکر ہو اس کے ساتھ مسلمانوں کو کھانا پینا اور اس سے رشتہ لینا دینا ہرگز جائز نہیں۔ تاوقتیکہ وہ تجدید اسلام و تجدید نکاح و تعذیر شرعی ادا نہ کرے۔ ورنہ مستوجب اس سزا کا ہوگا۔ ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارا خالدین فیها ولہ عذاب مهین یعنی جو شخص بے فرمانی کرے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اور نکل جائے اس کی حدوں سے داخل کرے گا اس کو دوزخ میں ہمیشہ رہے گا اس میں۔ اور اس کے لئے عذاب ہے ذلیل کرنے والا۔

سوال نمبر ۳ کا جواب: بے شک نکاح شعار نزدیک علمائے احناف کے جس میں مہر مثل طرفین ہو تو جائز ہے اور جس میں مہر مثل نہ ہو وہ شعار واقعی ناجائز نادرست ہے۔ چنانچہ فتح القدیر باب المہر میں مذکور ہے ان متعلق النهی والنفی مسمی لاشغار وماخوذ فی مفهومه خلوه عن الصداق وکون البضع صداقا و نحن قائلون بنفی هذه الماهیة وما یصدق علیها شرعا فلا نثبت النکاح کذلک بل نبطله یعنی متعلق نہی و نفی کا مصداق شغار ہے اور شغار کے مفہوم میں خالی ہونا مہر سے اور بضع کا مہر ہونا پایا جاتا ہے۔ اور ہم قائل ہیں اس شغار کی ماہیت اور حقیقت کی نفی کے اور اس چیز کے جو اس پر صادق آئے۔ پس نہیں جائز رکھتے ہم ایسے نکاح کو بلکہ ہم اس کو باطل جانتے ہیں۔

حدیث جو بخاری و مسلم میں نہی نکاح شغار پر بایں طور وارد ہے کہ نهی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الشغار قال نافع الشغار ان یزوج الرجل ابنته علی ان یزوجه الاخر ابنته ولیس بینهما صداق اخرجه الشیخان یعنی آنحضور علیہ الصلوۃ والسلام نے شغار سے منع کیا ہے کہا نافع نے کہ شغار یہ ہے کہ نکاح کر دے آدمی اپنی بیٹی کا اس شرط پر کہ نکاح کر دے دوسرا اپنی بیٹی سے اس کو اور نہ ہو درمیان ان دونوں کے مہر۔ نکالا اس حدیث کو شیخان نے۔ پس اس حدیث صحیح سے صاف صاف ثابت ہوا کہ شغار جس میں مہر مثل نہ ہو وہ منع ہے ورنہ جائز چنانچہ ہدایہ جلد دوم میں مذکور ہے۔

ان یزوجه المتزوج بنته اواخته لیکون احد العقدین عوضًا عن الاخر فالعقدان جائز ان ولکل واحدة منهما مهر مثلها اور یہی مذہب ہے امام زہری اور مکحول اور امام ثوری اور لیث اور اوزاعی اور ابن منذر و تمام علمائے احناف رحمہم اللہ کا واللہ اعلم (نقل از فتح الباری پ ۲۱ صفحہ ۱۲۰) اور کسی سے کچھ روپے لے کر بیٹی یا بہن کا نکاح کر دینا بھی منع ہے۔ چنانچہ فتاویٰ قاضی خان و جامع الرموز و تاتارخانیہ و فتاویٰ نادرالجواہر صفحہ ۲۲ میں بایں طور پر مذکور ہے۔

ما اخذ ابوالبنت من الناکح اومن ابیه علی تزویجها فهو رشوة والرشوة حرام والاصل فیه الرد لواخذ الرشوة علی تزویج له ان یسترد مااخذه یعنی اگر لڑکی کے باپ نے ناکح یا اس کے باپ سے کچھ عوض نکاح کر دینے کا لیا پس وہ رشوت ہے اور رشوت حرام ہے اور اس کو لازم ہے کہ واپس کر دے۔

سوال: بوقت حاجت استنجا پشت قبلہ کی طرف اور سوتے وقت پاؤں بجانب قبلہ کرنے کیسے ہیں؟

جواب: بے شک ان وقتوں میں منہ اور پیٹھ اور پاؤں بجانب قبلہ کرنے منع ہیں۔ چنانچہ شامی شرح درمختار جلد اول صفحہ ۲۳۶ میں اس طرح مذکور ہے کہ کره تحریمًا استقبال القبلة واستدبارها لاجل بول واغائط ویکره مدار جلین الی القبلته فی النوم وغیره عمدًا الخ۔ اور ترمذی شریف جلد اول صفحہ ۳ میں اس کی تائید پر یہ حدیث شاہد ہے قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلوا القبلۃ بغائط ولا بول ولا تستدبروھا الخ۔ فرمایا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ جب تم جائے ضرور کو جایا کرو تو قبلہ کی طرف منہ کر کے نہ بیٹھا کرو اور نہ جائے ضرور کے وقت اور نہ پیشاب کے وقت اور نہ اس کی طرف پیٹھ کیا کرو۔ اور کہا محدثین نے کہ یہ حکم جنگل میں ہے نہ پائے خانوں میں۔ واللہ اعلم بالصواب [۱]

سوال: ہمارے ملک میں رسم ہے کہ عورت کو جو زیورات بوقت جہیز خاوند کی طرف سے پہنائے جاتے ہیں اور وہ زیورات بوقت لڑائی یا جدائی کے اس سے خاوند واپس لے لیتا ہے اب عرض ہے کہ شرعاً" وہ زیورات حق مرد کا ہے یا عورت کا؟ جواب دو اجر ملے گا۔

السائل خاکسار غلام رسول امام مسجد دلیکے تارڑ

جواب: اگر مرد نے عورت کو زیورات ملک کر دیئے ہیں اور اس نے قبضہ کر لیا تو حق عورت کا ہے اگر مرد نے رسماً" اور اپنے دیکھنے کے لئے عورت کو زیورات پہنا دیئے تو وہ حق مرد کا ہے۔ چنانچہ عبارات ذیل سے ظاہر ہے وقال فی الواقعات انکان العرف ظاھراً بمثلہ فی الجھاز کما فی دیارنا فالقول قول الزوج اور فتاویٰ عالمگیر جلد صفحہ ۳۷ فالمعتمد ان القول للزوج ولھا اذا کان العرف مستمرا اور فتاویٰ فصول عمادی و فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۱۰۹ میں بایں طور مذکور ہے قال الصدر الشھید والمختار الفتوی ان العرف اذا کان مستمراً بان یدفع الجھاز عاریتہ کما فی دیارنا فالقول قول الزوج اور جامع الفوائد میں ہے اذالبست المراۃ حال حیٰوۃ الزوج و قبضھا صار ملکا لھا پس ان عبارات سے صاف صاف معلوم ہوا کہ اگر مرد نے اس کے ملک کر دیئے تو وہ زیورات اس کے ہوئے ورنہ مرد کے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

حاشیہ

[۱] جبکہ فقہاء احناف ہر صورت خواہ کہیں ہو پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ کو منہ اور پیٹھ کرنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں مگر بہ امر مجبوری جائز ہے۔ قادری

سوال : رسم و رواج کو بھی شریعت نے مان لیا ہے؟ جواب دو

جواب : بے شک عادت و عرف زمانہ کو شارع علیہ السلام نے تسلیم فرمایا ہے جبکہ وہ نص کے خلاف نہ ہو چنانچہ فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۱۳۶ میں مذکور ہے الثابت بالعرف کالثابت بالشرع العرف انما یعتبر اذا لم یکن بخلاف نص لقوله السلام ماراه المؤمنون حسنا فهو عندالله حسن الخ۔ اور اسی فتاویٰ میں لکھا ہے العرف والعادة شئی واحد لا فرق بينهما عندالجمهور اور مجمع البحرین میں ہے العرف والعادة واحد پس ان عبارات سے ثابت ہوا کہ عرف و عادت زمانہ کو ماننا پڑتا ہے جیسے حکم شرع کا مانا جاتا ہے بشرطیکہ خلاف شریعت نہ ہو اور عادت و عرف نزدیک جمہور علماء کے ایک چیز ہے اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا حکم ہے کہ جس کام کو مسلمان اچھا جانیں اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی وہ کام اچھا ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال : طعام سامنے رکھ کر اس پر قرآن مجید سے چند آیات و کلمات طیبہ و دعائیں پڑھنا واسطے برکت کے اور اس ثواب میت کو بخشا جائز ہے یا نہیں اور جو شخص طعام پر فاتحہ پڑھنے والے کو مشرک کہے اور اس طعام کو گوشت خنزیر کی طرح حرام سمجھے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا اور وعظ سننا جائز ہے یا نہیں؟
(السائل فقیر جلال الدین از موجوالہ ضلع فیروز پور)

جواب : بے شک طعام کو سامنے رکھ کر اس پر آیات قرانیہ و کلمات طیبہ برائے برکت و بغرض ایصال ثواب میت کے ثواب عظیم ہے اور اس سے انکار کرنا محض جہالت و بے علمی ہے کیونکہ ان امور کا ثبوت حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ وھوھذا

عن ابی هريرة قال لما كان يوم غزوة تبوك اصاب الناس مجاعة فقال عمر يارسول الله ادعهم بفضل ازوادهم ثم ادع الله لهم عليها بالبركته فقال نعم فدعا بنطع فبسط ثم دعا بفضل ازوادهم فجعل الرجل يجيئى بكف ذرة ويجئى الاخر بكف تمرة ويجئى الآخر بكسرة حتى اجتمع على النطع شئى يسير فدعا رسول الله صلى الله عليه وسلم بالبركتة ثم قال خذوا فى

لوعیتکم فاخنوا فی اوعیتھم حتی ماتر کوا فی العسکر الخ۔ یہ حدیث مسلم باب الایمان و بخاری و مشکوۃ باب المعجزات ۱؎ میں ابی سعید خدری و ابوھریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے یعنی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ کہا جبکہ ہوا دن غزوہ تبوک کا پہنچی لوگوں کو بھوک شدید پس کہا عمر نے کہا یارسول صلی اللہ علیہ وسلم منگوایئے لوگوں سے بچا ہوا توشہ ۲؎ ان کا پھر دعا کیجئے اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے ان توشوں پر برائے برکت کے۔ پس فرمایا حضرت ﷺ نے اچھا پس منگوایا حضرت ﷺ نے دستر خوان چمڑے کا پس بچھایا گیا وہ پھر منگوایا بچا ہوا توشہ ان کا پس شروع کیا کسی شخص نے کہ لاتا تھا مٹھی چنے کی اور لاتا تھا دوسرا شخص مٹھی کھجور کی اور لاتا تھا اور شخص ٹکڑا روٹی کا یہاں تک کہ جمع ہوئے دستر خوان پر تھوڑی چیز پس پھر دعاء فرمائی کہ آنحضور علیہ الصلوۃ والسلام نے برکت کے لئے برکت کی۔ پھر فرمایا ڈال لو اپنے برتنوں میں پس بھر لئے لوگوں نے برتنوں میں یہاں تک کہ نہ رہا کوئی لشکر میں برتن کہ نہ بھر دیا ہو اس کو اور تمام لشکر سیر ہو گیا۔ اور کہا ابو ہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ باقی بہت طعام بچ رہا۔

بخاری پارہ ۲۱ باب الھدیتہ للعروس میں مذکور ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ کیا تو اس وقت اس گھر میں آدم اس قدر تھے کہ وہ خانہ بھر گیا تھا اور آپ کی خدمت عالیہ میں ایک ہانڈی جس میں کچھ حلوہ پکا ہوا تھا پیش کی گئی۔ سو آپ اس حلوے پر دونوں ہاتھ رکھ کر برکت کے لئے پڑھتے رہے اور دس دس آدمی بلاتے تھے اور کھانا کھلاتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے لوگو! بوقت کھانے کے اللہ کا نام لیا کرو یعنی بسم اللہ شریف پڑھا کرو اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں فرائیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضع یدیہ علی تلک الحیسۃ وتکلم ماشاء اللہ ثم جعل یدعو عشرۃ یاکلون منہ و یقول لھم اذکر وا اسم اللہ ۳؎۔

امام نووی نے اذکار میں بایں طور حدیث بیان کی ہے روینا عن کتاب ابن السنی عن

حاشیہ

۱؎ مشکوۃ صفحہ ۵۳۸

۲؎ کھانا یا کھانے کی چیزیں

۳؎ صحیح البخاری ج ۲ ص ۷۷۶

عبداللہ بن عمر و بن العاص رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول علی الطعام اذاقرو الیہ اللھم بارک لنا فیما رزقنا وقنا عذاب النار یعنی جبکہ آپ کی ذات کے طعام پیش کیا جاتا تھا تو آپ اس پر یہ دعا مانگتے تھے کہ اے ہمارے مالک ہمارے رزق میں برکت کر اور ہمیں عذاب آخرت سے نجات فرما۔

حضرت شیخ شہاب الدین حنفی اپنی کتاب مائتہ الفوائد میں بایں طور حدیث نقل فرماتے ہیں۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قال عند اول الطعام اللھم بارک لنا فیما رزقنا وقنا عذاب النار لم یضرہ ذلک و بورک لہ فیہ یعنی فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص یہ دعا بوقت حاضر ہونے طعام کے پڑھے تو اس کو کوئی رنج نہ پہنچے گا۔ اس کے کھانے میں برکت ہو گی۔

امام یافعی رحمتہ اللہ علیہ الدر النظیم کے فضائل القرآن العظیم میں تحریر فرماتے ہیں۔ من قرا سورۃ قریش علی طعام یخاف منہ امن وکفی وجع العلتین الخ۔ اے اور علاوہ ان دلائل کے مشکوۃ شریف وغیرہ کتب احادیث میں لکھا ہے کہ جو کام نیک ہو وہ الحمد سے شروع کرنا سنت ہے ورنہ وہ کام اچھا نہ ہو گا۔ اور اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں کل امر ذیبال لم یبدا بالحمدللہ فھوا قطع پس اس حدیث صحیح سے صاف صاف ثابت ہوا کہ کام نیک کو سورہ فاتحہ یعنی الحمد سے شروع کرنا چاہئے۔ اور الحمد اور بسم اللہ شریف باتفاق علمائے دین کے کلام الہی میں سے ہے اور اکل و شرب بھی بحکم خداوند کریم کلوا واشربوا امر نیک ہے اور نیک کام پر الحمد پڑھنا سنت ہے۔ نہ بدعت اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بھی حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ اگر کسی کو شک ہے تو مشکوۃ میں مطالعہ کرے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب اپنے فتاویٰ میں مختلف طور پر بایں طور تحریر فرماتے ہیں۔ طعامیکہ بر آں نیاز حضرات امامین علیہم السلام مے نمایند۔ وبر آں فاتحہ و قل و درود خوانند تبرک میشود و خوردن آں بسیار

حاشیہ

اے جو کسی کھانے یا کھانے کی چیز پر جس کے نقصان سے ڈرتا ہو سورۃ لئلاف قریش پڑھے وہ کھانا اسے نقصان نہ دے گا امن میں رہیگا اور دو بیماریوں سے (جن کا تعلق معدہ اور پیٹ سے ہے) محفوظ رہے گا۔ قادری

خوبست ا۔ الخ اور جلد اول میں بر حسب تحقیق اپنی کے لکھتے ہیں کہ اگرچہ اس کا ثبوت زمانہ خیر القرون سے نہیں پایا جاتا لیکن اس میں کوئی قباحت نہیں اور نہ ہی وہ طعام حرام ہو سکتا ہے یعنی اگر کسے ایں طور بکند باک نیست زیراکہ دریں قسم قبیح نیستۃ۔

فتاویٰ مولوی عبدالحی جلد سوم صفحہ ۶۸ میں اسی طرح تحریر فرماتے ہیں اگر کسے ایں طور مخصوص بعمل آورد آں طعام حرام نمے شود و بخور دنش مضائقہ نیست پس ان تمام دلائل قاطعہ سے ثابت ہوا کہ سامنے رکھ کر دعا ماثورہ و کلمات طیبہ وغیرہ کا پڑھنا اور اس پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز اور درست ہے اور طعام بھی حرام بھی نہیں ہوتا۔ اور جو شخص اس طعام اور فعل کو حرام مثل گوشت خنزیر وغیرہ کے کہتا ہے اور اس کے مجوز کو مشرک کہتا ہے وہ خود جاہل و مشرک اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس کے پیچھے نماز ہر گز جائز نہیں تاوقتیکہ وہ تجدید اسلام نہ کر لے۔ باقی ذکر جلد اول میں مطالعہ کریں۔

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک مجلس میں آکر کہا کہ مسجد میں قرآن کا وعظ ہو رہا ہے تم چل کر سنو۔ ایک آدمی نے اس مجلس میں جواباً" کہا کہ وہاں (عضو تناسل) کے نام لینے کے لئے جا رہے ہو۔ لہٰذا ایسے متکلم پر ازروئے شریعت کیا تعزیز ہے؟

السائل حافظ رحمت علی امام مسجد علی پور مورخہ ۱۹ اگست ۱۹۲۰ء

جواب : بے شک ایسا شخص نزدیک علمائے محققین شرع متین کے بوجہ استخفاف احکام شریعت کے کرنے سے دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے چنانچہ فتاویٰ عبدالحی جلد اول صفحہ ۱۸ میں مذکور ہے لانہ اھان الدین ومن اھان الدین فقد کفر اور صاحب بزازیہ نے لکھا ہے کہ الفتویٰ روی او قال ایں چہ شرع است یکفر لانہ رو حکم الشرع اور خزانۃ المفتیین میں ہے کہ ولو قال شریعت راچہ کنم ھذہ کلمۃ کفر

حاشیہ

ا۔ یعنی وہ کھانا جو امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی نیاز (ایصال ثواب) کے لئے پکاتے ہیں اور اس پر قل و فاتحہ و درود پڑھتے ہیں وہ باعث برکت ہو جاتا ہے اس کا کھانا بہت اچھا ہے۔

ایصال ثواب کے لئے دلائل ہماری کتاب "مسئلہ ایصال ثواب" میں ملاحظہ فرمائیں۔ قادری

اور قاضی پانی پتی مالا بدمنہ میں لکھتے ہیں اگر کسے امر معروف کرد دیگر گفت چہ غوغا آوردی اگر آن سخن بروجہ رو گفت کافر شود۔ اور کشف الوقایہ میں ہے اگر گوید کہ من نماز را بطاق نہادم یکفر۔ (ہکذا فی فتاویٰ عالمگیرو برہنہ و سراجیہ) واللہ اعلم بالصواب

سوال : چوہڑوں کا جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔ (السائل حافظ رحمت علی)

جواب : چوہڑوں کا جنازہ پڑھنا پڑھانا ہرگز شرعاً جائز نہیں۔ کیونکہ یہ لوگ حرام اشیاء کو حلال تصور کرتے ہیں اور کھاتے ہیں اور شریعت پر ہنسی اڑاتے ہیں اور شرک کرتے ہیں لہٰذا ان کا جنازہ پڑھنا ہرگز جائز نہیں بقولہ تعالیٰ ولا تصل علی احد منهم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ انهم کفروا باللہ و رسولہ وماتوا وهم فسقون اور شریعت نے جنازہ کے لئے شرط مسلمان ہونا میت کا بیان کیا ہے چنانچہ حدیث میں آتا ہے اذا قال لا الہ الا اللہ فمات صلوا علیہ لانہ مات مسلمًا یعنی جس نے کلمہ پڑھا اور مرگیا تو اس کا جنازہ پڑھا جائے کیونکہ وہ مسلمان مرا ہے۔

فتاویٰ صدر الاسلام میں لکھا ہے کہ ہمارے ملک میں جو خاک روب ہیں ان کا جنازہ پڑھنا ہرگز جائز نہیں۔ وہوٰذا کناس دیار العجم ویقولون لا الہ الہ محمد رسول اللہ ولا یحرمون ما حرم اللہ ویاکلون المیتۃ والخنازیر فانهم اخبث من المرتدین اذا ماتوا لا یصلے علیهم فانهم اهل النار الا من تاب و مات علی توبتہ یعنی عجم میں جو خاکروب ہیں کلمہ تو پڑھتے ہیں لیکن جو خداوند کریم نے حرام چیزیں فرمائی ہیں ان کو یہ لوگ حرام نہیں سمجھتے اور کھاتے ہیں۔ مردار گوشت خنازیروں کا۔ پس وہ بہت بدترین مرتدوں سے ہیں لہٰذا ان کا جنازہ جائز نہیں ہاں اگر کسی کا تائب ہونا ثابت ہو جائے تو پھر اس کی قبر پر جنازہ پڑھ لینا چاہئے۔

صاحب فتاویٰ خلاصہ و ذخیرہ نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے حرام اشیاء[۱] کو باعتقاد حلال سمجھ کر کھا

حاشیہ

[۱] ایسی حرام اشیاء کو جن کی حرمت پر امت کا اجماع و اتفاق ہے ان کی حرمت نصوص قطعیہ سے ثابت ہے حلال جاننا کفر ہے جیسے خنزیر، کتا اور مردار وغیرہ فقط قادری

لیا ہو تو اس کا جنازہ باتفاقا" ناجائز ہو گا۔ ولا صلوٰۃ علیھم بالاتفاق اور جو شخص چوہڑوں کے جنازہ کو جائز کہے وہ بھی منہم شمار کیا جائے گا۔ ومن یتولھم منکم فانہ منھم فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: ایک شخص نے اپنی زوجہ کو بحالت غضب کاغذ اشٹام پر لکھ دیا کہ میں نے اپنی زوجہ مسمات فلاں کو طلاق بائنہ دے کر اپنے نفس پر حرام کیا ہے اب اس کے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں رہا۔ پس اب ان الفاظ سے کونی طلاق واقع ہوئی؟ جواب دو اجر ملے گا ا۔

جواب: ان الفاظ سے طلاق بائینہ واقع ہوتی ہے بدون حلالہ کے یہ عورت اس پر نکاح جدید کرنے سے حلال ہو جائے گی۔ چنانچہ فتاویٰ عبدالحی جلد اول و خزانۃ المفتیین وغیرہ کتب معتبرہ میں لکھا ہے قال لم یبق بینی و بینک عمل اوانابری من نکاحک او ابعدی عنی ونوی الطلاق یقع الخ۔ اگر گوید ترا رہا کروم لا تقع الا بالنیۃ بان نوی نائنا و کنایۃ الطلاق لا یقع الا بالنیۃ او دلالۃ الحال لو قال تیکوں متایا میں تیکوں چھوڑا یا جد ہے بہاو بتہ یقع طلاق بائن بلانیت کما لو قال انت بائن الخ ولو قال اذھبی حیث شئت لا یقع الطلاق بدون

حاشیہ

ا۔ یاد رہے کہ علامہ شامی علیہ الرحمتہ نے فتاویٰ شامیہ میں لکھا ہے کہ غصہ کے تین درجے ہیں ابتدائی درجہ میں طلاق ہو جاتی ہے اس سے اوپر درمیان کا درجہ جس میں انسان اپنے آپ پر قابو نہیں پاتا شدید غصہ کی وجہ سے طبیعت ضبط میں نہیں رہی آنکھوں کے آگے اندھیرا سا آگیا یا زبان سے الفاظ بے ساختہ نکلتے چلے گئے اور اس سے اوپر شدید ترین غصہ کہ کپڑے پھاڑ دیئے یا برتن توڑ ڈالے یا اسی طرح کی حرکتیں کرنے لگا اور طلاق کہتا چلا گیا ان دونوں حالتوں میں طلاق نہ ہو گی کیونکہ غصہ کی شدت سے اس کی عقل میں خلل سا پیدا ہو گیا تو جب تک اس کی یہی کیفیت باقی رہے گی اس کے منہ سے نکلی ہوئی طلاق وغیرہ ایسے الفاظ کا کوئی اعتبار نہ ہو گا لہٰذا طلاق نہ ہو گی (ملاحظہ ہو فتاویٰ شامیہ ج ۳ ص ۲۴۴) فقط قادری

لیکن مفتی کو چاہئے کہ وہ محض آدمی کے بیان پر یقین کر کے طلاق نہ ہونے کا فتویٰ نہ دے بلکہ اس کی بیوی کو اور دوسرے لوگوں کو جو وہاں موجود تھے بلا کر ان سے تحقیق کر کے ہی فتویٰ دے۔

الینتہ (ہکذا فی فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۱۱۷) واللہ اعلم بالصواب

سوال: بوقت طعام کھانے کے کس طرح بیٹھنا چاہئے اور بوقت کھانے کے کیا پڑھنا چاہئے اور طعام کھانے کے اول آخر نمک کو استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب: یہ سب امور مستحب ہیں چنانچہ فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۴۱۶ بحوالہ کنزالعباد خزانہ سے بایں طور نقل کیا ہے المستحب فی صفتة الجلوس للاکل ان یکون جالسًا علی رکبتیہ وظهور قدمیه اوینصب الرجل الیمنی ویجلس علی الیسری ا۔ یعنی کھانا کھانے کے وقت مستحب ہے کہ دونوں گھٹنے کھڑے ہوں۔ اور قدم سامنے ہوں یا دایاں گھٹنا کھڑا ہو اور بائیں پر بیٹھے اور بوقت کھانا کھانے کے بسم اللہ پڑھنی چاہئے جیسا کہ بخاری سیپارہ ۲۲ صفحہ ۲۲۳ میں حدیث مسطور ہے یا غلام اذکر سم اللہ وکل بیمینک الخ و یستحب ان یبدء اکل الطعام بالملح ویختم به روی عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم انه قال لعلی رضی اللہ عنه یا علی ابدأ بالملح واختم بالملح فان الملح شفاء من سبعین داء منها الجنون والجذام والبرص و وجع البطن و وجع الاضراس ویرفع الملح بالمسجنة والابهام یعنی مستحب ہے بوقت شروع کرنا کھانے کے شروع کرنا کھانے نمک سے اور ختم کرنا نمک سے کیونکہ فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہ اے علی! کھانے کو نمک سے شروع کرو کیونکہ اس سے ستر بیماریاں رفع رہتی ہیں اور اس میں شفاء ہے مثلاً دیوانگی' جذام' پھلبہری' درد شکم اور درد داڑھ وغیرہ ۲۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ سماع صوفیہ صافیہ سادات چشتیہ عمدہ ترین

حاشیہ

ا۔ یعنی بیٹھے اپنے دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں کی پشت پر یا دایاں پاؤں کھڑا کرے اور بائیں پاؤں پر بیٹھے۔ قادری

۲۔ اور نمک کو چٹکی سے اٹھائیں یعنی شہادت کی انگلی اور انگوٹھے سے۔ قادری

اوقات مثل عرس بزرگان دین وغیرہ میں۔ سنتے ہیں کیا شرعاً" یہ سماع بلامزامیر سننا جائز ہے یا نہیں۔ اور جب لوگ سماع کو جائز سمجھ کر سنتے ہیں ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ اور جو شخص سماع سننے والے کو مشرک کہے اس شخص کے لئے شرعاً" کیا حکم ہے اور جو حدیثیں حرمت سماع پر وارد ہیں وہ حدیثیں صحیح ہیں یا نہیں؟ مہربانی فرما کر ہر ایک سوال کا جواب مفصل تحریر فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

السائل سید حشمت علی چشتی نظامی اشعوری جالندھری چک نمبر ۳۵۷ علاقہ ٹوبہ ٹیک سنگھ

جواب : بے شک غنا جو اہل صوفیہ چشتیہ برائے رقت قلب و ذوق شوق و غلبہ عشق الٰہی حاصل کرنے کے لئے بدف بلا سرنگی و باجا و رباب و بلاغرض شہوت تماشہ کے سنتے ہیں جائز بلا کراہت ہے' ورنہ حرام چنانچہ حدیث صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ فرمایا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ نے قالت دخل علی رسول اللہ صلی علہ وسلم وعندی جاریتان تغنیان یعنی کہا مائی صاحبہ نے کہ آپ ﷺ میرے پاس آئے جبکہ میرے پاس دو لڑکیاں گاتی تھیں۔ اور صحیح مسلم میں ہے کہ فرمایا مائی صاحبہ نے آئے میرے پاس والد میرے درحالیکہ دو لڑکیاں گا رہی تھیں اور دیکھ کر میرے والد نے لڑکیوں کو منع کیا تو آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھا کر فرمایا کہ اے صدیق ! آپ ان کو چھوڑ دو اور کچھ نہ کہو گانے دو۔

سبیل ارشاد میں ہے کہ جب آپ ﷺ کی ذات مدینہ میں قبیلہ بنی نجار میں تشریف لائے تو وہاں کی لڑکیوں نے با آواز بلند گانا گایا۔

نحن جوار من بنی نجار
و احمد محمد من جار

یعنی ہم لڑکیاں بنی نجار سے ہیں۔ کیا مبارک ہے وہ شخص جس کے ہمسایہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم ہوں۔

مشکوۃ شریف و بخاری میں ایک حدیث بایں طور مذکور ہے قالت وفت امراۃ الی رجل من الانصار فقال نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماکان معکم لھوفان الانصار بعجبھم اللھو یعنی روایت ہے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا لائی گئی بعد بیاہ کے ایک عورت طرف ایک شخص کے کہ تھا وہ شخص انصار سے۔ پس فرمایا آپ ﷺ نے کیا نہ تھا تمہارے ساتھ کوئی کھیل پس تحقیق انصار لوگ اس کو بہت پسند رکھتے ہیں اور ایک حدیث جو مشکوۃ باب اعلام النکاح میں ہے بایں طور مسطور ہے۔

عن عائشہ قالت کانت عندی جاریۃ من الانصار زوجتہا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عائشۃ الا تغنین فان ھذا الحیی من الانصار یحبون الغنا یعنی مائی عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت تھی میں نے اس کا ایک انصاری سے نکاح کر دیا تو فرمایا آپ ﷺ نے تو نے کوئی گانا نہیں گایا۔ تحقیق یہ قوم تو گانے کو بہت دوست رکھتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ فرمایا آپ ﷺ نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کہ جس کے بیاہ پر آپ گئی تھیں وہاں کچھ لڑکیاں گاتی تھیں یا نہیں۔ کہا مائی صاحبہ نے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں۔ تو فرمایا آپ ﷺ نے کہ وہ لوگ انصار گانے کو بہت پسند کیا کرتے ہیں۔ کاش کہ تم بھیجتے اس شخص کو جو کہتا اتیناکم اتیناکم فحیانا وحیاکم (رواہ ابن ماجہ) یعنی ہم تمہارے پاس آئے۔ ہم تمہارے پاس آئے۔ زندہ رکھے اللہ تعالیٰ ہم کو زندہ رکھے اللہ تعالیٰ تم کو۔ اور اس کے حاشیہ پر المدات غیر مقلد امرتسری نے لکھا ہے ان سب حدیثوں سے معلوم ہوا کہ شادیوں میں گانا بجانا درست ہے اور اس کی مباحث میں صحیح حدیثیں وارد ہیں۔ اور دف کا بجانا اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے اعلنوا ھذا النکاح واجعلوہ فی المساجد واضربو علیہ بالدفوف یعنی ظاہر کیا کرو تم اس نکاح کو اور کیا کرو اس کو مسجدوں میں۔ اور بجایا کرو وقت نکاح کے دف

علامہ طحطاوی نے حاشیہ درمختار ۲ باب اجارہ فاسدہ میں لکھا ہے قال للقانی عن ظھیر الدین اسحق الولوالجی رجل استاجر رجلا یضرب لہ الطبل ان کان لھواً لا یجوز

لانہ معصیۃ وان کان للغزو اوالعروس اوالقافلۃ یجوز لانہ طاعۃ ا؎

کتاب کافی و خزانہ میں لکھا ہے حرمۃ الغناء و غیر ھا مقید باللھو فمایکون بغیر لھواو لغرض الدین کما فی العرس والولیمۃ واستعداد الغزوۃ والقافلۃ ولحصول رقۃ قلوب عباداللہ المرضینۃ عند اللہ لا تکون حرامًا علی منھب الحنفیۃ یعنی حرمت سرود وغیرہ کی مقید ساتھ تماشا بازی اور جو ماسوا اس کے ہے۔ یعنی غرض دین کی مثلاً وقت نکاح و ولیمہ و تیاری غازیاں و قافلہ و برائے وقت قلب بندگان خدا تو پھر یہ غنا حرام نہیں نزدیک مذہب امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے۔

اور کہا قاضی محمد بن علی یمنی شوکانی و نواب صدیق حسن خان کتاب دلیل الطالب علی ارجح المطالب و رسالہ ابطال الاجماع میں ولا نص لابی حنیفۃ واحمد علی التحریم و نقل عنھا انھما سمعاہ یعنی امام صاحب و امام اعظم سے کسی ظاہر روایت میں حرمت سماع کی ثابت نہیں ہوئی ان کا سننا ثابت ہے۔ اور صاحب ہدایہ نے جلد ۴ کتاب الکراہتہ میں لکھا ہے ومن دعی الی ولیمتہ او طعام فلا باس بان یقعد و یاکل قال ابو حنیفۃ ا.تلیت بھذا فصبرت الخ یعنی جو شخص دعوت ولیمہ یا اور کسی قسم کی دعوت پر بلایا جائے اور وہاں راگ یا کوئی اور کھیل ہو تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہو گا کہ وہاں بیٹھے یا کھانا کھائے۔ اور کہا امام صاحب نے کہ مجھے بھی ایک دفعہ ایسی مجلس پیش ہوئی تو صبر سے بیٹھا رہا اور کہا صاحب ہدایہ نے کہ ابتلاء کے کلمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک ملاہی حرام ہے اور دوسرے مقام پر صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ طبل الغزاۃ والدف الذی یباح ضربہ فی العرس یضمن باتلافہ من غیر خلاف یعنی غازیوں کا طبلہ اور دف بجانا شادیوں میں درست ہے اگر کوئی شخص ان کو توڑ دے تو ان کی قیمت کا وہ ذمہ دار ہو گا۔ لفظ باقی ذکر باب الغضب میں مطالعہ کرو۔

پس اس عبارت سے صاف ظاہر ہوا کہ طبلہ و دف جو شرعاً" جائز ہیں وہ حرام نہیں ورنہ ان کے ضائع کرنے والے پر کیوں اس کی قیمت دینی پڑتی کیونکہ حرام چیز کے ضائع کرنے پر شرعاً" قیمت اس کی نہیں دینی

حاشیہ

ا؎ شرح الطحاوی للدر المختار ج ۴ ص ۲۹

پڑتی۔ اور صاحب وجیز ابن ملا جیون صفحہ ۱۴۳ میں لکھتے ہیں کذا المستغنی بہ السرور والفرح فیما یباح فیہ کالعید والعرس والولادۃ والختان و حفظ القرآن کذا عند اجمتاع الاخوان فی بعد الزمان للطعام والکلام و کذا عند قدوم بعض الاصحاب من السفر فھو مئاثور عن السلف والخلف بل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم پس اس عبارت سے ثابت ہوا کہ بوقت شادی و عید و حفظ قرآن و پیدائش لڑکا و ختنہ و عروس و بوقت اجتماع برادارن و قدوم مسافراں و برائے فرحت قلب غرض دینی کے دف و طبلہ و غنا درست ہے اور جو غنا وغیرہ شرع شریف نے حرام لکھا ہے وہ غنا ہے جس میں غرض زینت و خواہش و شہوت پرستی و تبذیر مال وغیرہ امور جو شرعاً ممنوع ہوں بلاشک حرام اس میں تو کسی فرد بشر کو کلام نہیں اور ایسے سرور کی حلت کا قائل کافر ہے اور جو اہل اصفیاء چشتیہ خاندان میں غنا برائے رقت قلب و امور نیک کے لئے کیا جاتا ہے وہ جائز ہے اور اس سے انکار کرنا محض جہالت ہے اور جو خاندان عالیہ چشتیہ کو بسبب سماع غنا جواز کے کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہے اور اس کے پیچھے نماز ناجائز و نادرست ہے [۱] واللہ اعلم بالصواب واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

سوال: طبلہ کس چیز کا نام ہے اور کس طرح پر ہوتا ہے؟

جواب: منتخب میں بایں طور پر لکھا ہے کہ طبل نقارہ کہ بنوازند و آنرا یک طرف پوست میباشد و گاہے دو طرف نیز میگیرند و اطبال وطبول جمع ہے اور کریم اللغات میں ہے کہ طبل عربی ڈھول ہندی اور صراح میں ہے طبل دہل۔ فقط واللہ اعلم

حاشیہ

[۱] یہ غنا جو آج عوام میں مروج ہے جسے قوالی کہتے ہیں صحیح نہیں جیسا کہ مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمۃ نے نور العرفان میں سورۃ لقمان کی آیت ۶ کے تحت لکھا ہے کہ آج کل کی قوالیاں حرام ہیں۔ راقم کہتا ہے کہ اگر مریض ہو اور اسے غنا سے سرور حاصل ہوتا ہو اور طبیعت کو فرحت پہنچتی ہو تو وہ ضرورت کے وقت غنا کر بھی سکتا ہے اور سن بھی سکتا ہے جیسا کہ حضرت حمید الدین ناگوری اور مولانا بلخی سنتے تھے (مکتوبات شاہ عبدالحق علیہ الرحمۃ بر حاشیہ اخبار الاخیار)

سوال: علم حدیث کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو قسم پر ہے روایۃ الحدیث و علم درایۃ الحدیث روایۃ الحدیث وہ علم ہے کہ جس سے راویوں کی بحث کی جاتی ہے یعنی راویوں کے حالات معلوم کئے جاتے ہیں۔ مثل ضبط و عدل و حفظ راوی وغیرہ۔ اور درایۃ الحدیث وہ علم ہے کہ اس میں احادیث کے معانی پر بحث کی جاتی ہے مثلاً کہ اس حدیث سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا مراد ہے اور اس حدیث کا دوسری حدیث سے تعارض ہے یا نہیں۔ اور اس کا کوئی ناسخ ہے یا نہیں۔ اور یہ حدیث آنحضور ﷺ کی رسالت کے منافی ہے یا نہیں اور اس حدیث کا حکم موقت ہے یا نہیں فقط باقی انشاء اللہ اقسام حدیث کی پوری پوری بحث جلد ہفتم میں کی جائے گی۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمعہ اب اس ملک میں پڑھا جائے یا نہ اگر پڑھا جائے تو فرض کر کے ادا کیا جائے یا مطلق نیت سے اور جمعہ کے بعد احتیاط الظہر کو جماعت سے ادا کیا جائے یا علیحدہ علیحدہ اور اس کی نیت کس طرح پر ہے بینوا توجروا

جواب: نماز جمعہ صحیح ہونے کے لئے علمائے دین شرع متین نے بارہ شرطیں مقررہ فرمائی ہیں۔ وہوہذا حر صحیح بالبلوغ مذکر مقیم و ذو عقل وشرط وجوبها مصر و سلطان و وقت خطبة واذن جمع لشرط ادائها (نقل از درالمختار) یعنی چھ اس کے وجوب کی اور پھر اس کے ادا کی اور جب تک یہ چھ شرطیں ادا نہ کی ہوں جمعہ کی نماز ادا نہ ہو گی۔ ظہر پڑھنی پڑے گی اور وہ شرطیں یہ ہیں۔ شہر اور سلطان۔ نائب سلطان اور وقت ظہر اور خطبہ اور اذن عام اور جماعت۔

کتاب مراقی الفلاح صفحہ ۲۹۶ مصری میں لکھا ہے المصر کل موضع له امیر او قاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود الخ و هذا فی ظاهر الروایة قالته قاضیخان و علیه الاعتماد مصروہ جگہ ہے کہ واسطے اس کے ہو امیر یا قاضی جاری کرتا ہو احکام کو اور قائم کرتا ہو حدوں کو یہ ظاہر الروایۃ ہے اور کہا قاضی خان نے کہ اسی پر اعتماد ہے۔ اور یہ غایۃ البیان میں ہے کہ وبه اخذ ابو یوسف و هو ظاهر المذهب کمافی الهدایة واختاره الکرخی والقدوری و فی العنایة من ظاهر الروایته و علیه اکثر الفقهاء اور مراقی الفلاح میں

لکھا ہے کہ قاضی شرعی وہ ہوتا ہے کہ جس کو تنفیذ احکام پر قدرت بالفعل ہو۔

صاحب شامی نے صفحہ ۸۳۵ مصری میں لکھا ہے کہ المراد من الامیر من یحرس الناس ویمنع المفسدین ویقوی احکام السرع کذافی الرقائق کہ مراد امیر سے وہ شخص ہے کہ نگہبانی کرے آدمیوں کی اور منع کرے مفسدوں کو اور قوت دے احکام شرع کو۔

علامہ طحطاوی نے شرح مراقی الفلاح صفحہ ۴۹۶ پر بایں طور فیصلہ کر دیا ہے ان مکۃ والمدینۃ مصران تقام بھما الجمعۃ من زمنہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الیوم فکل موضع کان مثل احدھما فھو مصر وکل تعریف لا یصدق علی احدھما فھو غیر معتبرِ کقولھم مالا یسع اھلہ اکبر مساجد ا۔ الخ یعنی تحقیق مکہ اور مدینہ دونوں مصر ہیں قائم کیا جاتا ہے بیچ ان دونوں کے جمعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اب تک پس جو موضع ان کی مثل ہو وہ مصر ہے پس جو تعریف صادق نہ آئے ان دونوں پر وہ معتبر نہیں ہے (جیسا کہ متاخرین نے) لکھا ہے کہ نہ سمائیں لوگ اس کی بڑی مسجد میں پس ان تمام دلائل متقدمین سے ثابت ہوا کہ بدون ان شرائط کے جمعہ ہرگز ادا نہیں ہوتا۔ لیکن علمائے متاخرین نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ جمعہ ولایت کفار میں جائز ہے چنانچہ کتاب درالمختار کتاب القضاء جلد ۴ میں مذکور ہے واما بلاد علیھا ولاۃ کفار یجوز للمسلمین اقامۃ الجمع والاعیاد ویصیر القاضی قاضیا بتراض المسلمیں فیجب علیھم ان یلتمسوا والیًا مسلمًا منھم یعنی وہ شہر جن پر کفار حکام ہیں مسلمانوں کے لئے جمعہ و عیدین وہاں پر قائم کرنا جائز ہے۔ اور قاضی رضامندی مسلمانوں سے ہو گا پس واجب ہے مسلمانوں پر کہ حاکم مسلمان کی درخواست کریں تاکہ وہ قاضی ان کے باہمی فیصلہ کرے گا اور نمازیں پڑھائے گا۔

کتاب الجمعہ ردالمختار میں نیز بایں طور مذکور ہے البلاد التی فی ایدی الکفار بلاد الاسلام لا بلاد الحرب لانھم لم یقھروا فیھا حکم الکفر بل القضاۃ والولاۃ

حاشیہ

ا۔ طحطاوی علی المراقی ۲۷۹

مسلمون یطیعونهم عن ضرورة او بلونها وکل مصر فیه وال من جهتهم یجوزله اقامة الجمع والا عیاد الخ۔ یعنی جو کفار کے قبضہ میں ہیں بلاد اسلام ہیں نہ کہ دارالحرب کیونکہ انہوں نے احکام کفر کے جاری نہیں کئے بلکہ ان میں قاضی و والی مسلمان ہیں۔ اور ان کی اطاعت مجبوراً یا بلامجبور کرتے ہیں اور جو شہر میں ان کی طرف سے حاکم مسلمان ہو تو اس کو جمعہ اور عیدین اور قاضیوں کو مقرر کرنا جائز ہے کیونکہ ان پر مسلمانوں کی حکومت ہے۔ الخ

پس ان دلائل متاخرین سے بھی ثابت ہوا کہ جمعہ ملک کفار میں جائز ہے بشرطیکہ اس ملک والوں کو اختیار تنفیذ احکام کا پورے پورے طور پر دیا گیا ہو ورنہ نہیں۔ اور اس ملک ہندوستان میں تنفیذ احکام و حدود شرعیہ کا تو قائم کرنا درکنار ہم لوگ تو احکام شرعیہ سنانے سے بھی نہایت مجبور ہیں اور حاصل امر یہ ہے کہ جہاں کہیں شہروں اور قصبوں میں لوگ جمعہ پڑھنے کے عادی ہو چکے ہیں تو بے شک جمعہ کو مطلق نیت یا بہ نیت فرض پڑھ لیا کریں کیونکہ یہ شعار اسلامی عظیم ہے اور اس کے ادا کرنے میں کئی فوائد ہیں اور اب اس ملک میں بوجہ مفقود شرائط جمعہ کے نہ پڑھنے میں بھی نزدیک علمائے متقدین و متاخرین کے کچھ حرج نہیں۔ فقط

سوال نمبر ۲ جواب: جس شہر یا قصبہ میں جمعہ پڑھا جاتا ہو وہاں احتیاط الظہر کو بلاجماعت ادا کرنا چاہئے کیونکہ جمعہ کو بنیت فرض یا مطلق نیت سے ادا کیا گیا ہے نہ بنیت نفل چنانچہ صغیری میں ہے ویکره للمعذورین والمسجونین اداء الظهر بجماعة فی المصر یوم الجمعة سواء کان قبل الفراغ من الجمعة او بعده یعنی معذورین اور قیدیوں کے واسطے بروز جمعہ پہلے یا پیچھے نماز جمعہ کے ظہر کو ادا کرنا مکروہ ہے اور احتیاط الظہر کو بایں طور پر ادا کرے کہ چار رکعت فرض جو ذمہ میرے ہے چنانچہ مسطور ہے ان یصلی اربعًا بعد الجمعة ینوی بها اخر فرض ادرکت وقتة ولم اؤده بعد (نقل از فتح القدیر) اھ

حاشیہ

اھ احتیاطی ظہر اور اسی طرح جو بھی پچھلی کوئی قضاء شدہ نماز کو قضاء کی نیت سے پڑھنا چاہے تو یوں نیت کرے

صاحب کبیری نے لکھا ہے ینبغی ان یصلی اربع رکعات وینوی به الظهر اور غایۃ البیان و بنایہ شرح ہدایہ میں لکھا ہے فثبت ان اداء الاربع فی موضع وقع الشک فی صحة الجمعة مروی عن ابی حنیفة رضی الله تعالیٰ عنه رواه الحسن ابن زیاد تلمیذ ابی حنیفة و اختاره اور صاحب وافی و مواہب نے لکھا ہے ینبغی ان یصلی بعدها اربعا ینوی اخر ظهر ادرکت وقته ولم اصله بعد اور علاوہ ان دلائل کے کتب معتبرہ جو ذیل میں مختصر طور پر برائے حوالہ درج ہیں ان کو مطالعہ کریں۔ محیط' کافی' فتح القدیر' فتاویٰ عالمگیر ظہیریہ' کبیری' صغیری' قنیہ' بحر الرائق' نہر الفائق' میزان شعرانی' درالمختار' شرح سفر السعادت' تفسیر احمدی' بنایہ شرح ہدایہ' مقامات امام ربانی صفحہ ۱۲۰ فتاویٰ عزیزی و حاشیہ چلپی شرح وقایہ فتاویٰ نیرہ' فتاویٰ جامع الفوائد' فتاویٰ نادر الجواہر' فتویٰ عبدالحی' فتاویٰ رحمانیہ' مجمع الابحار' تکملہ ابوالمکارم' تاتارخاینہ' فتاویٰ ابراہیم شاہی' جامع الفتاویٰ' فتاویٰ غنابیہ' خزانۃ العلوم' فتاویٰ محمدیہ' خزانۃ المفتیین' جواہر الفتاویٰ' بدر السعادت' فتاویٰ صابریہ' مجالس الابرار' فتاویٰ غرائب وغیرہ وغیرہ سبحان اللہ جب کہ احتیاط الظهر کا فتاویٰ جمہور علماء و فقہا و اکثر مشائخ عظام نے بوجہ مفقود ہو جانے شرائط جمعہ و اشتباہ شرائط مصر کے دے دیا تو پھر منکرین کی بے اصل بات کو کون صاحب عقل سلیم مان سکتا ہے۔ ناظرین انصاف فرمائیں کہ صاحب کافی وہ شخص ہے کہ جس کو سات ہزار احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نوک زبان یاد تھیں۔ اور چوتھی صدی کے ابتدا میں یہ کتاب لکھی تھی۔ اور امام حاکم و نیشاپوری کے استاد تھے۔ باقی ذکر جلد اول میں مذکور ہے۔

ناظرین جو رسالہ مولوی حیدر اللہ درانی پنشنر جلال پوری نے دربارہ رو شرائط جمعہ و احتیاط الظهر کے لکھا ہے اس کا جواب جلد ہفتم میں انشاء اللہ لکھا جائے گا۔ اور یہ بھی واضح کر دیا جائے گا کہ یہ شخص کسی مذہب کا پابند نہیں اور اس کی رفتار صلوٰۃ الجمعہ میں افتومنون ببعض۔ الکتاب و تکفرون ببعض پر مبنی ہے۔

حاشیہ

مثلاً کہے نیت کی میں نے سب سے آخری ظہر (یہاں کسی اور نماز کا نام بھی لے سکتا ہے جس کی قضاء پڑھنی مقصود ہو) جس کا وقت میں نے پایا اور اب تک ادا نہ کی۔ قادری

سوال: فرقہ غیر مقلدین جو احادیث فاتحہ خلف الامام کے جواز پر پیش کرتے ہیں وہ ضعیف ہیں یا صحیح؟

جواب: اس کا مفصل ذکر جلد اول و سوم میں گذر چکا ہے۔ لیکن یہاں پر جو ان کی بڑی دلیل حدیث عبادہ بن صامت والی بایں طور پر مشکوۃ و ابوداود و ترمذی و نسائی میں ہے کہ آپ نے صبح کی نماز پڑھائی۔ اور جب فارغ ہوئے تو فرمایا کہ شائد تم پڑھتے ہو پیچھے امام اپنے کے کہا صحابہ نے ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو فرمایا کہ نہ پڑھا کرو کچھ مگر فاتحہ پڑھ لیا کرو کیونکہ سوا اس کے نماز درست نہیں ہوتی۔ تو اس کا جواب کئی وجہ پر دیا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ عبادہ بن صامت کی حدیث کا دارومدار مکحول پر ہے اور وہ مدلس ہے کیونکہ اس نے اپنا سماع محمود بن ربیع سے کسی طریق میں ذکر نہیں کیا۔ لہٰذا تدلیس اس سے رفع نہ ہوں۔ دیکھو میزان الاعتدال و تذکرۃ الحفاظ اور دوسرا محمد بن اسحاق بھی مدلس ہے اگرچہ مکحول سے اپنی سماعت بیان کی ہے مگر شیخ الشیخ سے تدلیس دفع نہ ہوئی۔اور اس حدیث مکحول کے چھ شاگرد اس کے بیان کرنے والے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ عبدالرحمٰن بن یزید بن برو سعید بن عبدالعزیز و عبداللہ بن العلاء ان تینوں کو ابوداوٗد نے ذکر کیا ہے اور محمد بن ولید زبیدی کو دار قطنی نے بیان کیا ہے

چار شاگرد مکحول کے بلاوسطہ یوں بھی روایت کرتے ہیں مکحول عن عبادہ حالانکہ عبادہ بن صامت سے مکحول کی نہ روایت ثابت ہے نہ سماعت۔ اور پانچواں شاگرد اس کا زین بن واقد جو شام کے ملک کا امام ہے وہ یوں روایت کرتا ہے مکحول عن نافع بن محمود عن عبادہ دیکھو۔ ابوداوٗد و نسائی و دار قطنی وغیرہ اور اس میں نافع راوی مستور الحال و مجہول موجود ہے۔ لہٰذا یہ حدیث مجروح و ضیعف ہوئی۔ دیکھو تقریب

اور چھٹا شاگرد اس کا محمد بن اسحاق ہے البتہ اس نے شیخ محمود بن ربیع سے مکحول کو بیان کرکے حدیث بایں طور پر بیان کردی ہے عن مکحول عن محمود بن الربیع عن عبادۃ لیکن اس نے بھی پانچ راویوں کی مخالفت کردی کیونکہ دوسرے تو مکحول عن عبادۃ یا مکحول عن نافع بن محمود عن عبادہ کر کے بیان کرتے ہیں اب غیر مقلدین قرار دیں کہ روایت کس طرح پر صحیح ہے اور علاوہ اس کے یحییٰ بن قطان جس کو تمام محدثین نے مانا ہے اور کہا ہے کہ جس کو یحییٰ ابن قطان چھوڑ دیں گے ہم بھی اس کو چھوڑ دیں گے اور یحییٰ ابن قطان نے محمد بن اسحاق کی طرف لکھا ہے اشہدان محمد بن اسحاق کذاب اور

میزان الاعتدال اور مالک نے اس کو دجال کہا ہے اور سلیمان تیمی نے کذاب اور علامہ بدر الدین عینی نے اس کو مدلس لکھا ہے اور امام نووی نے لکھا ہے لیس فیه الا تدلیس دیکھو بنایہ جلد اول صفحہ اے اور اسی صفحہ میں لکھا ہے کہ جب مدلس عن سے روایت کرے تو وہ روایت قابل تسلیم نہیں ہوا کرتی۔ وہوہذا

قلنا للمدلس اذا قال عن فلان لا یحتج بحدیثه عند جمیع المحدثین مع انه کذبه مالک وضعفه احمد و قال لا یصح الحدیث عنه یعنی ہم کہتے ہیں کہ جب مدلس عن فلاں کہے تو حدیث اس کی حجت نہ ہو گی نزدیک تمام محدثین کے اور امام مالک نے محمد بن اسحق کو کذاب کہا ہے اور امام احمد نے ضیعف اور کہا اس سے حدیث بیان کرنا صحیح نہیں اور کہا ابو زرعہ نے کہ اس کا اعتبار کسی شئے میں نہیں کیا جا سکتا اور دوسری حدیث جو فرقہ وہابیہ لا صلٰوۃ الا بفاتحة الکتاب پیش کرتا ہے اس کا جواب بھی سن لیجئے۔ اول تو بحث فاتحہ خلف الامام پر ہے نہ مطلق قرات فاتحہ پر۔ اور اس میں فاتحہ خلف الامام کا ذکر بھی نہیں۔ اور اگر فاتحہ خلف الامام اس سے ثابت ہے تو سورہ کا ضم کرنا بھی مقتدی پر واجب ہو گا۔ چنانچہ مذکور ہے فقد اخرج مسلم فی صحیحه من طریق معمر بن راشد عن الزهری عن محمود بن الربیع عن عبادة مرفوعًا لا صلٰوۃ لمن لم یقرا بفاتحة الکتاب فصائداً

ابوداؤد میں ہے قال سفیان ابن عیینة حدیث لا صلٰوۃ الا بفاتحة الکتاب اذا کان وحده اور صاحب ترمذی نے بھی اس حدیث کو اکیلے پر محمول کیا ہے اور اسی معنی پر قیاس حدیث خداج خداج کا بھی کر لیں۔ اور فرقہ غیر مقلدین کو ہم یہاں پر صرف ایک حدیث اپنے دعوےٰ کی تحریر کر کے دکھا دیتے ہیں۔ وہوہذا

من صلی رکعة لم یقرأ فیها بأم القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام روایت کیا اس حدیث کو وہب بن کیسان نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یعنی جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جو شخص کوئی رکعت بغیر الحمد کے پڑھے تو نماز نہ ہو گی مگر جب کہ امام کے پیچھے ہو تو نماز اس کی بغیر (الحمد کے) صحیح ہو گی۔ (نقل از ترمذی و موطا امام احمد) اور صاحب ترمذی نے

اس کو صحیح لکھا ہے وہ یہ کہ ترمذی جلد اول مطبع احمدی، صفحہ ۴۴ اور باقی ذکر اس کا جلد سوم میں دیکھو۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ انگشت سبابہ سے چاند کے دو ٹکڑے ہو کر دائیں بائیں ہونے کا بھی ثبوت ہے؟ جواب دو اجر ملے گا۔

السائل خادم العلماء غلام رسول مہتم تاجر کتب بہاولپور

جواب: کتاب غنیتہ الطالبین مترجم صفحہ ۴۸۴ مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچ راتیں عطا کی ہیں۔ اول لیلۃ المجزۃ والقدرۃ وھی انشقاق القمر قولہ اقتربت الساعۃ وانشق القمر وکان انفلاق البحر لموسیٰ علیہ السلام بضرب العصا والانشقاق لمحمد صلی اللہ علیہ السلام باشارۃ اصبح المصطفیٰ فھو اعظم فی المعجزات والاعجاز والقدرۃ یعنی پہلے معجزہ و قدرت کی رات جس میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قیامت نزدیک پہنچی اور چاند پھٹ گیا اور موسیٰ علیہ السلام کے لئے دریا پھٹ گیا ہاتھ کی لکڑی مارنے سے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چاند پھٹ گیا ایک انگلی کے اشارے سے۔ پس یہ بڑا معجزہ معجزوں سے ہے اور علاوہ اس کے حدیثوں میں بھی اس کا ذکر ہے کسی آئندہ جلد میں لکھا جائے گا

سوال: چکڑالوی لوگ کہتے ہیں کہ علم حدیث کی قرآن کے ہوتے کچھ ضرورت نہیں کیونکہ قرآن مجید نے ہر ایک چیز کو واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔ چنانچہ شاہد ہے تبیانًا لکل شئی وتفصیلا لکل شئی

جواب: قرآن مجید کے ہوتے حدیث شریف کی سخت ضرورت ہے کیونکہ حدیث قول اور فعل آنحضور علیہ الصلوۃ والسلام کا نام ہے اور ان کی اتباع کی خاطر خود قرآن مجید شاہد ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ الخ یعنی بے شک تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمدہ نمونہ ہیں۔ پس ان کے چال چلن اختیار کرو اور اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول بھی اس کی تاکید پر ہے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبلغ نہ تھے بلکہ مفسر و مبین تھے چنانچہ اس آیت میں ہے انزلنا

الیک الذکر لتبین للناس مانزل علیھم ولعلھم یتقون (پارہ ۱۴) یعنی ہم نے اتارا تیری طرف (اے حبیب) یہ قرآن مجید تاکہ تو اس کو لوگوں کے سامنے واضح کر کے سنا دے اور قرآن مجید کے احکام کچھ مجمل ہیں اور کچھ مفصل ہیں اور جو مجمل ہیں ان کی تفصیل نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے خود فرمادی ہے اور یہ حصہ تعلق اعمال سے رکھتا ہے اور جو احکام مفصل ہیں وہ مسائل ہیں توحید باری تعالیٰ و مسائل رسالت حشر و نشر سزا و جزا اور علاوہ ان دلائل کے قرآن مجید اس بات پر شاید ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی بھی تین طرح آتا تھا۔ وحی خفی جو کہ بطور الہام کے آپ کی ذات کے دل مبارک پر القا ہوتا تھا۔ دوم وحی الٰہی جو کہ پردہ کے پیچھے سے سنائی دیا جاتا تھا۔ اور تیسرا بواسطہ جرائیل علیہ السلام جو کہ بصورت بشر ہو کر آتا تھا۔ وہوہذا

وما کان لبشر ان یکلمه الله الا وحیًا او من وراء حجاب اویرسل رسولًا فیوحی باذنه مایشاء انه علی حکیم یعنی کسی بشر کو طاقت نہیں کہ بات کرے اس سے اللہ تعالیٰ مگر وحی سے یا پردہ کے پیچھے سے یا بھیجتا ہے فرشتہ پیغام لانے والا پس اس کے دل میں ڈالتا ہے حکم اس کے سے جو کچھ چاہتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ بلند مرتبہ حکمت والا ہے پس اس آیت سے چکڑالوی کا یہ دعویٰ بھی باطل ہوا جو کہتا ہے کہ آپ کی ذات کو بجز قرآن مجید کے اور کوئی وحی نہیں کیا گیا حالانکہ آپ ہم کلام تین ذریعہ سے ہوتے تھے اور دو ذریعہ سے بھی کلام الٰہی اخذ کرتے تھے اور جو چکڑالوی نے کہا ہے کہ ہر ایک مسئلہ قرآن مجید میں مفصل موجود ہے حدیث کی ضرورت نہیں ناظرین سنئے اور ان سے ان سوالوں کا جواب قرآن مجید سے طلب کریں۔

سوال نمبر۱: گدھے کی حرمت اور بلی و کتے کی حرمت

سوال نمبر۲: پھوپھی اور خالہ کو ایک وقت میں نکاح کرنے کی حرمت

سوال نمبر۳: زکوٰۃ کے مال کی تقسیم

سوال نمبر۴: زمانہ حج

سوال نمبر۵: احرام باندھنے کا طریقہ

سوال نمبر۶: نماز پنجگانہ کی رکعت اور تفصیل اور ان کے ذکرو اذکار

اگر مذکور سوالات کو قرآن مجید سے ثابت کریں تو پچاس روپیہ مفت میں انعام پائیں انشاء اللہ تعالیٰ باقی ذکر متعلق فرقہ چکڑالویہ جلد ہفتم میں بیان کیا جائے گا۔

بحث مرزائی

جلد سوم سلطان الفقہ میں ایک مرزائی کے ۱۳ سوالوں کے جوابات کی نسبت جن میں سے صرف دو سوالوں کا جواب جلد مذکورہ میں دیا گیا ہے۔ باقی جوابات دینے کا وعدہ تھا اب ان کا جواب مفصلہ ذیل ہے۔

سوال نمبر۳: مسیح کی ولادت یعنی پیدائش خرق عادت سے ہوئی اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش خرق عادت سے نہیں ہوئی۔ افضل کون ہے؟

جواب: اس کا فیصلہ تو قرآن مجید نے کر دیا ہے کہ اگر مسیح اس واسطے افضل ہے کہ بغیر باپ پیدا ہوا تو آدم سب سے افضل ہے کہ بغیر باپ اور ماں دونوں کے پیدا ہوا۔ پس اس میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مسیح فضیلت ہرگز نہیں۔ کیونکہ کسی نص شرعی سے ثابت نہیں کہ جو شخص بغیر باپ خرق عادت سے پیدا ہو وہ خاتم النبین سے افضل ہے اگر کوئی سند شرعی ہے تو دکھاؤ۔

سوال نمبر۴: مسیح کا جسم عنصری سے آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہے۔ مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اٹھایا جانا ثابت نہیں پس کون افضل ہے؟

جواب: جس قرآن مجید سے حضرت مسیح کا آسمان پر اٹھایا جانا ثابت اسی قرآن سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد عنصری کے ساتھ آسمانوں کی سیر کرنا ثابت ہے بلکہ عرش بریں سے بھی گذرنا ثابت ہے دیکھو بخاری باب معراج النبی۔

پھر اسی قرآن پاک سے حضرت ادریس علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہے۔ پس مسیح کی فضیلت

محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر گز نہیں۔ کیونکہ جو صرف دوسرے آسمان تک جائے وہ عرش عظیم سے بھی گذر جانے والے سے افضل نہیں ہو سکتا۔

سوال نمبر۵: مسیح کا بغیر خورد و نوش آسمان پر رہنا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا نہ ہونا پس افضل کون ہوئے؟

جواب: مسیح کا بغیر خورد و نوش قیاس کرنا غلط ہے کون آسمان پر گیا اور کس نے مسیح کو بغیر خورد و نوش کے دیکھا۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وفی السماء رزقکم وما توعدون یعنی تمہاری روزی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آسمان پر ہے آپ کو کس طرح معلوم ہے کہ آسمان پر رزق نہیں جب کہ علوم ہیئت اور فلاسفہ اور قرآن پاک سے ثابت ہے کہ آسمان پر بھی آبادیاں ہیں۔ تو پھر مسیح کیونکر بغیر رزق کے رہ سکتا ہے جبکہ دوسری کروڑوں مخلوق کو آسمان پر خدا رزق دیتا ہے اور تعجب ہے کہ آپ نے جس کو رزق ملتے یا نہ ملتے دیکھا نہیں اور نہ قرآن کی کسی آیت سے ثابت کر سکتے ہو کہ مسیح کو آسمان پر رزق نہیں ملتا۔ رسول اللہ پر فضیلت دیتے ہو حالانکہ جس کو کھانا ملے وہ افضل ہے اس سے جو بھوکا مرتا ہو۔

سوال نمبر۶: مسیح نے مردے زندہ کئے مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مردہ زندہ نہیں کیا۔ پس افضل کون ہے؟

جواب: مسیح نے مردے جو زندہ کئے وہ دعا سے کئے اصل مردہ زندہ کرنے والا خدا ہے جیسا کہ قرآن مجید سے ثابت ہے باذنی یعنی اللہ کے حکم سے مسیح معجزہ دکھایا کرتا تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے اکثر اولیاء اللہ نے مردے زندہ کئے۔ تذکرہ اولیاء میں لکھا ہے کہ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا ایک دفعہ حج کو جارہی تھیں کہ ایک منزل پر ان کا گدھا جس پر ان کا اسباب تھا مر گیا آپ نے سجدہ میں دعا کی اور گدھا زندہ ہو گیا حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ سے ایک چیونٹی مر گئی آپ کو افسوس ہوا اور اس کی طرف توجہ کی اور دعا کی تو وہ زندہ ہو گئی۔ حضرت پیراں پیر سید عبدالقادر جیلانی نے مردے زندہ کئے اور تمہارے جیسے معترض کے کہنے سے تاکہ مسیح افضل نہ سمجھا جائے۔ پس آپ غور کریں کہ کس کو فضیلت ہے۔ وہ جو خود دعا کر کے مردے زندہ کرے یا وہ جس کا غلام دعا کر کے مردہ زندہ

کرے۔

سوال نمبر ۷: مسیح نے اندھوں کو بینا کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی اندھا بینا نہیں کیا۔ افضل کون ہے؟

جواب: ایک نبی کا معجزہ اگر دوسرے میں نہیں پایا جاتا اور دوسرے نبی کا معجزہ اگر تیسرے میں نہیں پایا جاتا۔ تو اس میں ایک نبی کی دوسرے نبی پر فضیلت نہیں۔ اگر مسیح نے مردہ زندہ کئے یا مریضوں کو اچھا کیا۔ تو مسیح کو رسول اللہ پر فضیلت نہیں کیونکہ جو معجزات حضور علیہ السلام سے ظہور میں آئے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ظہور میں نہیں آئے۔ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی بھر کنکروں سے لشکر کفار کو شکست دی۔ اور حضرت مسیح بقول مرزا صاحب اور عیسائیوں کے یہود پر کوئی اعجاز نمائی نہ کر سکے اور کفار سے مغلوب ہو کر صلیب دیئے گئے اور ذلت کی موت سے دنیا میں مشہور ہوئے۔ زخموں سے خون جاری ہوا اور صلیب کے عذاب اس قدر ہوئے کہ غشی کی حالت میں مردہ تصور ہو کر مارے گئے اور دفن کئے گئے۔ پس غور کرو کہ افضل کون ہے؟ [۱]

سوال نمبر ۸: مسیح لوگوں کو بتایا کرتے تھے کہ تم نے فلاں چیز کھائی ہے اور اس قدر گھروں میں جمع رکھتے ہو مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بتایا تو بتاؤ افضل کون ہے؟

جواب: یہ معجزات مسیح کے چونکہ قرآن مجید میں مذکور ہیں اس واسطے مسلمان مانتے ہیں۔ اور حق سمجھتے ہیں۔ کسی کی فضیلت اور ہتک کلام الٰہی میں نکالنا جائز نہیں اور ہم پہلے لکھ چکے ہیں ۔ مقابلہ کسی نبی کا دوسرے نبی سے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ایک شخص کا دوسرے شخص سے بھی نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی مرزائی صاحب کو کہتا کہ مولوی محمد حسین صاحب کو چار مربع زمین سرکار سے عطا ہوئی اور آپ کو ایک چپہ زمین عطا نہیں ہوئی، مولوی محمد حسین صاحب آپ سے افضل ہیں یا کوئی دوسرا شخص مرزا صاحب کو کہتا کہ

حاشیہ

۱۔ حضرت مصنف علیہ الرحمتہ کا یہ جواب عیسائیوں اور مرزائیوں کے عقائد کی رو سے ہے حضرت مصنف اپنا عقیدہ پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ اٹھائے گئے قادری

مولوی ثناء اللہ صاحب تو مولوی فاضل کا امتحان پاس کئے ہوئے ہیں۔ اور آپ کسی یونیورسٹی کے سند یافتہ نہیں۔ آپ سے مولوی ثناء اللہ افضل ہے جو جواب مرزا صاحب کے مریدوں کا ہے وہی جواب امت محمدی کا ہے۔ دوم جو جو صفات و معجزات مسیح کے تھے اس سے بڑھ کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے۔ صرف دو چار ذیل میں لکھے جاتے ہیں تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے بڑھ کر دیا گیا ہے مگر آنکھوں والا دیکھ سکتا ہے۔

۱۔ کسی نبی کو خاتم النبین کی فضیلت نہیں دی گئی۔ ۱۔

۲۔ کسی نبی کو ایسا معجزہ نہیں دیا گیا جو قیامت تک جاری رہے یعنی قرآن مجید

۳۔ کسی نبی کو ایسی کامیابی نہیں ہوئی کہ اپنے جیتے جی بادشاہ عرب ہوئے جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی ۲۔

۴۔ آپ ﷺ کو اس قدر فتوحات حاصل ہوئیں کہ کسی نبی کو ایسی فتوحات حاصل نہ ہوئی۔

۵۔ آپ ﷺ ایسے جامع الکلام تھے کہ کوئی نبی نہ تھا۔ ۳۔

۶۔ آپ ﷺ نے شق القمر کا معجزہ دکھایا کہ کسی نبی نے نہ دیکھا تھا ۴۔

۷۔ حضور علیہ السلام کو خدائے تعالیٰ نے شب معراج میں اس مقام عالی تک سیر کرائی کہ کسی نبی کو نہ کرائی۔

حاشیہ

۱۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی بنایا یہ فضیلت اور کسی کو نہیں ملی۔ قادری

۲۔ ایسا بادشاہ کہ انسانوں کے دلوں کے بھی حکم نہ صرف حاکم بلکہ جان سے پیارا جن و حیوانات اور درخت و پتھر بھی ان کا کلمہ پڑھیں یہ شان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی نصیب ہوئی قادری

۳۔ یعنی ایسا کلام زبان اقدس سے ارشاد ہوتا کہ ویسا جامع و خوبصورت کلام دنیا کا بڑے سے بڑا صاحب علم بھی نہ بول سکتا اور نہ بول سکے گا۔

۴۔ یعنی آپ کی انگلی مبارک کے اشارہ سے چاند دو ٹکڑے ہوا اس بارہ میں تحقیق ہماری کتاب معجزہ شق القمر کا مطالعہ فرمائیں۔ قادری

افسوس آپ کہاں کی چیز بتاتے و فضیلت قرار دیتے ہیں اور ایسے عالی امور کی طرف نہیں دیکھتے اب بتاؤ افضل کون ہے؟ جس کا معجزہ قیامت تک باقی ہے یا وہ جس کے معجزات کا قیام اس کی زندگی تک تھا' بعد میں کچھ نہیں۔ آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دفعہ کھانے میں زہر دی گئی اور آپ نے بتا دی اور ہزاروں غیب کی خبریں دیں اور معجزات دکھائے۔ دیکھو امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک کتاب اسی فن میں لکھی ہے حضور ﷺ کے معجزات جو حدیثوں میں اس کتاب میں لکھے ہیں جس کا نام "آداب اخلاق رسول اللہ" ہے دیکھو صفحہ ۲۹ سے ۳۲ تک [۱]۔

سوال نمبر۹: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا استغفر لذنبک اور ووجدک ضالاً فہدیٰ اور مسیح کو فرمایا وجیھاً فی الدنیا

جواب: مسیح کو وجیھا فی الدنیا والاخرۃ فرمانے کی ضرورت تھی کیونکہ یہودی حضرت مسیح کو حقیر جانتے تھے اور کہتے تھے کہ چونکہ اس کی پیدائش ناجائز طور پر ہے اور اس کی موت بھی بقول یہود صلیب پر ہوئی اور ملعون موت مرا۔ اس واسطے قرآن مجید میں خدا نے مسیح کو وجیھاً فی الدنیا والاخرۃ فرمایا تاکہ مسیح کی بریت ہو کہ وہ ملعون موت نہیں مرا۔ بعد نزول وجاہت ثابت کر کے فوت ہو گا۔ اس میں ایک قسم کی پیشین گوئی ہے کہ دنیا اور آخرت میں وہ وجیہہ ہے۔ آخرت میں وجیہہ بعد نزول ثابت ہو گا چونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ملک اور قوم میں پہلے ہی سے امین اور معزز تھے اور صادق مشہور تھے۔ اس واسطے آپ ﷺ کے حق میں وجیھاً نہ فرمایا کیونکہ وہ پہلے ہی وجیہ تھے [۲]۔ باقی رہا یہ اعتراض کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو استغفار کا حکم ہوتا ہے جس کا جواب یہ ہے کہ استغفار کے معنی طلب بخشش کے ہیں اس کا جواب شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ دے چکے ہیں۔

حاشیہ

[۱] ہماری کتاب بھی مطالعہ فرمائیں "معجزات مصطفیٰ" صلی اللہ علیہ وسلم بڑی مدلل کتاب ہے قادری

[۲] کیونکہ آپ کی نبوت و رسالت پر ایمان نہ لانے کے باوجود بھی آپ کے مخالف آپ کو امین دیانت دار کریم اور پیکر غیرت و شرافت مانتے تھے۔ قادری

عاصیاں از گناہ توبہ کنند
عارفاں از عبادت استغفار

یعنی گنہگار تو گناہ سے توبہ کرتے ہیں مگر عارف عبادت سے بخشش چاہتے ہیں۔ یعنی عبادت کا جو حق ہے اس کے نہ ادا ہونے سے استغفار چاہتے ہیں۔ اور شوق کا قدم آگے بڑھاتے ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار مقامات عرفان کا طلب کرنا ہے نہ کہ نعوذ باللہ گناہ سے استغفار اور ایسا ہی ووجدک ضالًا فھدیٰ میں مقامات قرب الٰہی اور منازل عرفان کا بتانا ہے یعنی ادنیٰ درجہ عرفان سے اعلیٰ درجہ عرفان کا پانا ہے جیسا کہ قرآن مجید پارہ ۱۶ میں ہے قل رب زدنی علمًا کہو اے محمد اے میرے رب میرے علم میں ترقی بخش نہ کہ نعوذ باللہ آپ گمراہ تھے۔ سوال کرنے کے وقت ذرا پاس ادب رکھنا مسلمان کا کام ہے دیکھو قرآن شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ ہے ویزکیھم یعلمھم الکتاب والحکمۃ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس مرتبہ کا رسول ہے کہ خود پاک ہے اور اس کا فیض متعدی ہے کہ دوسروں کو بھی پاک کرتا ہے۔ خود عالم ہے اور دوسرے کو بھی علم اور حکمت سکھاتا ہے۔ اب غور کرو کہ کون افضل ہے وہ شخص جو خود وجیہ ہے اور اس کی وجاہت متعدی نہیں یا وہ خود بھی پاک اور عالم ہے اور اس کی پاکیزگی اور علم متعدی ہے اور اس کا فیض اور علم اور حکمت قیامت تک جاری ہے ہمارا مذہب مقابلہ نہیں بتاتا۔ [1] مگر سوالوں نے مجبور کیا ہے کہ کچھ تھوڑی سی شان محمدی ﷺ ظاہر کریں۔ کسی کی یہ شان ہے کہ آخیر زمانہ میں دوسرا رسول یعنی حضرت مسیح اس کی امت میں داخل ہو اور قتل دجال کرے اور آنے والا مسیح تب تک زندہ رکھا جائے حالانکہ وہ ایک امت کا خدا ہو۔ [2]

حاشیہ

۱۔ یعنی پیغمبروں کے درمیان مقابلہ کرنا ہمارا مذہب نہیں بتاتا مگر اظہار حق کی خاطر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شان کو بیان کرنا بھی ہمارا ایمانی تقاضا ہے جو اللہ تعالیٰ نے خاص کر آپ کو بخشی ہے

۲۔ یعنی عیسائی امت کا یہ بقول عیسائی لوگوں کے فرمایا جا رہا ہے کیونکہ وہ آپ کو خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں (معاذ اللہ

سوال نمبر ۱۰: مسیح اب تک زندہ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں۔ پس افضل کون ہوئے؟

جواب: درازی عمر کمی عمر سے افضل نہیں۔ یعنی جو شخص زیادہ عمر پائے وہ تھوڑی عمر پانے والے سے افضل نہیں ہو سکتا مسیلمہ کذاب کی عمر ڈیڑھ سو برس کی تھی۔ عوج بن عنق کی عمر ساڑھے پانچ ہزار برس کی تھی۔ دیکھو مطلع الخلق صفحہ ۳۸۔ یہ آپ نے قرآن شریف کی کونسی آیت سے سمجھا ہے کہ زندگی باعث فضیلت ہے قرآن مجید تو زندگی دنیا کی مذمت فرماتا ہے۔ دیکھو ماالحیٰوۃ الدنیا الامتاع الغرور یعنی حیاتی دنیا کی کچھ چیز نہیں مگر غرور کا سبب ہے۔ زندگی میں ہزاروں جھگڑے اور فکر رہتے ہیں اور جو فوت ہو جاتا ہے اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ اور جو قید حیات میں رہتا ہے ناکمل رہتا ہے۔ مصرعہ

شنیدۂ ہر کہ بمیرد تمام شد

پس غور کرو کہ افضل کون ہے مرزا صاحب فوت ہو گئے اور تم زندہ ہو کون افضل ہے؟

سوال نمبر ۱۱: مسیح کے مرنے کا ذکر قرآن کریم میں نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم مر گئے ہیں پس افضل کون ہے؟

جواب: شکر ہے آپ نے اقرار کر لیا ہے کہ قرآن شریف میں مسیح کے مرنے کا ذکر نہیں۔ یہ سوال کر کے تو آپ نے مسیح موعود کی تمام عمارت کو منہدم کر دیا جس پر مسیح موعود کے دعویٰ کی بنیاد تھی۔ باقی آپ کا وہی سوال ہے جو اوپر نمبر ۱۰ میں گذرا ہے جس کا جواب ہو چکا ہے کہ جب تک آپ قرآن مجید کی کسی آیت سے یہ ثابت نہ کریں کہ زندگی باعث فضیلت ہے تب تک دعویٰ بلادلیل ہے اور باطل ہے اور مرزائی مشن کے برخلاف ہے۔

سوال: مسیح لوگوں کی ہدایت کے لئے دوبارہ اتریں گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں آئیں گے۔ پس افضل کون ہے؟

جواب: دوبارہ وہی بھیجا جاتا ہے جو پہلی دفعہ ناکامیاب رہے۔ امتحان میں دوبارہ وہی لوگ بلائے جاتے

ہیں جو فیل ہوں۔ حضرت مسیح پہلی آمد میں ناکامیاب رہے اور یہود کے ڈر کے مارے کام تبلیغ رسالت سر انجام نہ دے سکے اس لئے ان کا دوبارہ آنا تلافی مافات ہے ا۔ مگر چونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پہلی آمد میں ہی ایسے کامیاب ہوئے کہ شہنشاہ عرب ہوئے اور توحید الٰہی چار دانگ عالم میں پھیلا کر نہایت کامیابی سے فوت ہوئے۔ اس لئے ان کا دوبارہ آنا ضروری نہیں دوبارہ وہ آئے جس نے اپنا کام پورا نہ کیا۔ پس سوچو کہ افضل کون ہے؟

سوال نمبر ۱۳: مسیح دجال کے لئے آئے گا اور دجال کو پامال کرے گا اور صلیب کو توڑ دے گا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ دجال کے لئے آئیں گے نہ دجال کو پامال کریں گے نہ صلیب کو توڑیں گے۔ پس افضل کون ہے؟ ثبوت قرآن سے دیا جائے۔

جواب: دجال کے قتل کا کام افضل نہیں ہے یہ آپ کا اپنا قیاس ہے جو کہ غلط ہے کیونکہ کسی سند شرعی سے ثابت نہیں کہ مسیح موعود بسبب قتل دجال کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہو گا بلکہ حدیثوں میں صاف صاف لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام امت محمدی میں داخل ہو کر قتل دجال کریں گے حالانکہ نبی و رسول ہوں گے۔ اور ایک حدیث میں لکھا ہے کہ امام مہدی ان کو عرض کریں گے کہ آپ اللہ کے نبی ہیں امام ہو کر جماعت کرائیں تو مسیح علیہ السلام جواب دیں گے کہ میں امامت نہیں کراتا۔ اس لئے میری امت کو یہ گمان نہ ہو کہ میں شریعت محمدی کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ خدا نے امت محمدی ﷺ کو شرف دیا ہے کہ جس میں نبی و رسول شامل ہیں۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل آپ کا قیاس بالکل غلط ہے اگر قتل دجال کے باعث مسیح موعود محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہو گا تو پھر مرزا صاحب محمد

حاشیہ

ا۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ یہودی ان کو قتل کرنا چاہتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو یہود سے بچانے کے لئے اوپر اٹھالیا اگر اللہ چاہتا تو ان کو زمین پر زندہ رکھتے ہوئے ان سے دین کا کام لیتا اور یہود کو ناکام فرماتا مگر اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو کسی طرح اوپر زندہ اٹھالیا جائے اور آخری زمانہ میں واپس بھیجا جائے تاکہ مسیح علیہ السلام کو حضور ﷺ کے ایک امتی ہونے کا بھی شرف عملی طور پر حاصل ہو جائے قادری

صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہوئے کیونکہ ان کا دعویٰ ہے کہ میں مسیح موعود ہوں اور قاتل دجال ہوں اور یہ فاسد عقیدہ ہے کہ ایک غلام و امتی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محمد سے افضل سمجھا جائے پس یا تو یہ تسلیم کرو گے کہ مرزا صاحب بسبب قاتل دجال ہونے کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں یا یہ مانو گے کہ قتل دجال کا کام باعث فضیلت نہیں کہ تاریخ اسلام بتا رہی ہے کہ کسر صلیب کا کام خادمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی دفعہ کیا ہے اور جس جگہ صلیب و تثلیث کا زور تھا۔ وہاں توحید کا جھنڈا کھڑا کیا۔ آپ کے اس غلط قیاس سے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہوئی کیونکہ ان کے ہاتھوں سے کسر صلیب کئی دفعہ ہوئی۔ پس جس کام کو خادمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کر چکے ہیں اگر وہی کام حضرت مسیح نازل ہو کر کریں گے تو پھر آپ خود ہی غور کرو کہ کون افضل ہے؟ آخیر میں نہایت افسوس سے لکھا جاتا ہے کہ یہ قادیانی اسلام کہ کس طرح گستاخی سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کرتے ہیں اور پھر زبان سے کہتے ہیں ۔

ما مسلمانیم از لطف خدا
مصطفیٰ مارا امام و پیشوا

کیا مصطفیٰ کی یہی عزت اور حرمت ہے جو ایک دریدہ دہن مرزائی نے ان سوالات میں کی ہے اور مسیح موعود[۱] کی تعلیم کا یہی اثر ہے جو اس مرزائی سائل نے ظاہر کی ہے۔ اور مرزا صاحب نے بھی یہی عظمت اور شان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا پر ظاہر کی ہے افسوس صد افسوس!

بریں عقل دانش بباید گریست

سوال: نبی و رسول و حکیم و فہیم و منذر و نذیر میں کیا فرق ہے؟

جواب: مذکورہ بالا سوال کا جواب مولانا مولوی محمد الدین صاحب عارف باللہ نے بڑی وضاحت سے اپنی

حاشیہ

[۱] یعنی نام نہاد مسیح موعود قادیانی کی

کتاب میزان الحق میں دیا ہے جو کہ مفصلہ ذیل ہے:

میزان حق حقیقۃ النبوۃ

جملہ حمد و ستائش و تعریف و ثناء کے لائق وہ قادر مرید مجید خالق مخلوقات مالک مملوکات صانع مصنوعات واحد احد صمد لم یلد ولم یولد ہے جس نے اپنے علم قدیم سے لوح قدرت پر نقشہ کونین و سلسلہ دارین کو پردہ عدم سے موجود فرما کر نور ایجاد سے منقش کیا بذریعہ وجود نور محمد ﷺ محمود و شاہد و مشہود معنی لولاک وجود پاک نبی آدم کو اشرف المخلوقات بنایا۔ صلی اللہ علیہ سلم و آلہ اصحابہ اجمعین

مقدمہ: اول ہم چند اصطلاحات اس میزان الحق میں وزن کرتے ہیں جن کا فہم حق شناس کو ضروری ہے۔ بعون اللہ تعالیٰ ھو المعین و اللہ تعالیٰ رازق ذوالقوۃ للمتین جس نے اپنی رحمت بے حد و رافت لاعد سے اس عالم میں ہر چیز کے اسباب جو ضروری تھے تیار کر دیئے اور معاش کی اصلاح کے واسطے سامان مہیا فرمائے اور ان کی تکمیل کے لئے چند لوگ مستثنیٰ کئے جو بذریعہ الہام الٰہی طرح طرح کے ایجادوں پر قادر ہو کر استاد زمانہ کہے جاتے ہیں۔ اور امور معاش ان کا فیض جاری ہوا۔ اور اس طرح انسان کی اصلاح اور تہذیب اخلاق اور امور معاد و نفع اجرت کے واسطے اللہ تعالیٰ نے اپنے رحمت کمال سے ایک جماعت برگزیدہ و پسندیدہ لوگوں کی قائم کی جن کو فہیم کہتے ہیں۔

فہیم ا۔ ایک اصطلاح خاص ہے جس سے مراد انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کی قوت ملکیہ نہایت علو پر ہوتی ہے۔ بعد ان کے دلوں سے حجاب جسمانی اٹھائے جاتے ہیں اور عالم ملکوت کے عجائب اسرار دکھائے جاتے ہیں اور ان کو اس عالم دنیا کے عجائب دکھائے جاتے ہیں اور ان کو اس عالم کے علوم و احوال عمدہ شوق و تجرید سے آراستہ اخلاق اور صورت و سیرت سے بنایا جاتا ہے ان کو ہر طرح انسان کی اصلاح کا مادہ و علم کامل ہوتا ہے جس طرح تار برقی کے موجد دنیاوی استاذ ہیں اسی طرح یہ

حاشیہ

ا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ففہمناھا سلیمان" (انبیاء ۷۹) کہ ہم نے وہ فیصلہ سلیمان کو سمجھا دیا۔

لوگ باطنی امور میں ہادی راہ الٰہی کے ہیں ان کے چند اقسام ہیں۔ کامل ۱۔ اور حکیم ۲۔ اور خلیفہ ۳۔ اور موید ۴۔ بروح القدس اور ہادی اور امام اور منذر و نذیر اور نبی رسول اور ولی اب ہم عوام الناس کو سمجھانے کے واسطے ہر ایک درجہ کے معنی لکھتے ہیں۔ کامل وہ ہے جو شخص عبادت سے تہذیب نفس کرنے کے علوم رکھتا ہو۔ حکیم وہ ہے جس کو اخلاق حمیدہ اور تدبیر منزل وغیرہ کے علوم اللہ تعالیٰ نے دیئے ہیں۔ خلیفہ وہ ہے جس کو سیاست ملکی اور عدل و انصاف کے علوم حاصل ہوئے ہیں۔ موید بروح القدس وہ ہے جن سے عالم بالا کے لوگ کلام کرتے ہیں اور دکھائی دیتے ہیں۔ ہادی وہ ہے جس کے دل اور زبان پر وہ نور رکھا گیا ہے کہ ان کی صحبت سے لوگ مراتب کمالیہ پاتے ہیں۔ اور ان کو ہر دم رہنمائی کا خیال رہتا ہے۔ امام وہ ہے جس کو ملت و مذہب کی اصلاح کے علوم اور ان کے زندہ کرنے کے طریقے اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ منذر و نذیر وہ ہیں جن کا یہ حال ہے کہ وہ علائق جسمانی سے مجرد ہو کر عالم حشر قبر کے احوال پر مطلع ہو جاتے ہیں یا کسی قوم کی آفتیں اور بلائیں کے آنے پر واقف ہو کر لوگوں کو اس سے تنبیہہ کرتے ہیں۔ نبی وہ ہے جب رحمت الٰہی اور رأفت نامتناہی خلقت کی اصلاح چاہتی ہے تو ان سب میں سے اعلیٰ شخص کو کہ جس کی نافرمانی سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوا اور اس کی تابعداری پر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہوتی ہے اور جس کے موافق کو ملاء اعلیٰ میں محبوب اور اس کے مخالف کو ملعون کہا جا سکتا ہے خدا تعالیٰ پیدا کرتا ہے کہ وہ خلق کو تاریکی سے نجات دیتا ہے اور روشنی میں لاتا

حاشیہ

۱۔ کامل وہ ہے جس کا سینہ اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی برکت سے انوار و برکات کا خزینہ ہو جاتا ہے اور اس کی نشانی دین میں ایمان کی استقامت کے ساتھ قائم رہنا کسی کے بہکانے یا شک و شبہ ڈالنے سے اثر نہ لینا بلکہ دینی و ایمانی تقاضوں پر سختی سے گامزن ہو تا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''افمن شرح اللہ صدرہ لاسلام فھو علی نور من ربہ'' (زمر ۲۲) وہ اپنے رب کے نور پر ہے۔

۲۔ ''ولقد اتینا لقمان الحکمۃ ان اشکر للہ (لقمان ۱۲)

۳۔ انی جاعل فی الارض خلیفۃ (بقرۃ ۳۰)

۴۔ وایدھم بروح منہ (المجادلۃ ۲۲) انی جاعلک للناس اماما (البقرۃ)

اسی طرح منذر و نذیر کا ذکر بھی قرآن میں متعدد جگہ آیا ہے قادری

ہے اور اس کا نفس قدسیہ میں اس درجہ صاف ہوتا ہے جو اوروں کو بڑی ریاضت کمال سے مکاشفہ یا تجلیات عالم جبروت یا ملکوت ہوتے ہیں تو اس کو ادنیٰ توجہ سے یہ بات حاصل ہو جاتی ہے اور اس کا نفس قدسیہ روشن آفتاب کی مثل ہوتا ہے اور اس کی روشنی سے لوگ منور ہوتے ہیں یہ شخص عقل کو سختیوں سے خلاص کرتا ہے اور یہ شخص جب عالم قدس کی طرف متوجہ ہو کر ہمت کرتا ہے تو عالم اجسام بلکہ عالم ملکوت میں اس کا تصرف ہو جاتا ہے تو جو باتیں عادت کے خلاف ہیں اس سے سرزد ہو جاتی ہیں۔ اس کے اشارے سے درخت اپنی جگہ چھوڑ کر چلے آتے ہیں اور پتھر اپنی جگہ سے ٹل جاتے ہیں اور دریا زمین کا کام دیتا ہے اور آگ پانی کی طرح سرد ہو جاتی اور درخت اور پہاڑ اس کو سلام کرتے ہیں اور گوشت کباب شدہ کہتا ہے کہ میں زہر آلود ہوں مجھ کو مت کھا۔ اور وہ چیزیں جو حس بصر سے خارج ہیں اس کو دکھائی دیتی ہیں اور اس کے کام کرتی ہیں اور روحانی لوگ اطاعت کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ کی باتیں ہیں جن کو معجزہ کہتے ہیں اس سے صادر ہوتے ہیں رسول وہ ہے جس کو باوجود ان امور کے شریعت جدید اور آسمانی کتاب بھی ملتی ہے [۱] ولی وہ شخص ہے جس کو رسول کی پیروی میں وہ نفس قدسیہ عطا ہوتا ہے اور اس میں رسول کے انوار اس طرح منعکس ہوتے ہیں جس طرح سورج کے انوار آئینہ میں اور پھر کبھی اس سے بھی خوارق عادت سرزد ہوتے ہیں جن کو کرامت کہتے ہیں۔ پھر اولیاء کرام کے بہت اقسام ہیں غوث قطب وغیرہ اب آپ کو معلوم ہوا کہ نبی ایسے برگزیدہ کو کہتے ہیں جس کو یہ کمال حاصل ہوں۔ نہ کہ یہ نبوت کسی قوت کا نام ہے جو انسان کے کسی اعضائے دل یا دماغ سے اور قوتوں کی مانند تعلق رکھتی ہے۔ تحقیق لفظ نبی لغت میں نبأ سے ہے اس کے معنی خبر کے ہیں جمع اس کی انباء کہتے ہیں انباءُ اتہ ایاہ یعنی اخبر تہ بہ اور استنبأ ہ یعنی بحث عنہ اور نابأ ہ کل منھا صاحبہ یعنی یہ تمام کلمات ایک قبیل سے ہیں فقط باقی مضمون انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ جلدوں میں مذکور ہو گا۔ والسلام

حاشیہ

[۱] صحیح بات یہ ہے کہ ہر رسول کے لئے آسمانی کتاب ضروری نہیں ہے ورنہ آسمانی کتابوں کی تعداد تین سو تیرہ ہوتی کیونکہ رسولوں کی تعداد تین سو تیرہ ہے۔ قادری

تقریظ منجانب سید حشمت علی چشتی نظامی

خلیفہ مولوی عمر الدین عارف باللہ

مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد کا اعتقاد

منقول از اخبار اہلحدیث صفحہ ۱۲ مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۲ء

سوال نمبر ۲۴۰: کعبہ کی طرف پاؤں کر کے سو جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بنیت حقارت نہ کرے تو گنہگار نہیں

س نمبر ۲۷۹ زید ڈاک خانہ میں روپیہ جمع کئے ہوئے ہے اس کا سود جو آتا ہے کسی غریب یا مسکین کو دیتا ہے غریب یا مسکین کو سود کا روپیہ دینے میں گنہگار ہو گا یا نہیں؟

ج نمبر ۲۷۹ غریب یا مسکین کی حاجت روائی کی نیت سے تو شاید گنہگار نہ ہو گا۔

ایضاً: محمد اعظم و محمد اکبر بطور تبرک نام رکھنا بھی منع ہے کیونکہ یہ (اعظم اور اکبر) صفت خدا کی ہے

از اخبار اہلحدیث امرتسر مورخہ ۲۹ اگست ۱۹۱۳ء صفحہ ۲۵

ع بریں عقل و دانش بباید گریست

ہے مظہر فیض یزدانی نظام الدین ملتانی
چراغ نور عرفانی نظام الدین ملتانی
مصفا مذہب حنفی کو اس نے کر کے دکھلایا
نکالا دودھ سے پانی نظام الدین ملتانی
شریعت میں طریقت میں حقیقت میں وہ ہیں یکتا

کلام ان کی ہے لاثانی نظام الدین ملتانی

مقابل ان کے جو آوے دلائل اپنے سب لاوے
پڑے اس کو وہ حیرانی نظام الدین ملتانی

حقیقت میں فرشتہ ہے یا گویا ہے خدا اس میں
ہے ظاہر صورت انسانی نظام الدین ملتانی

جو تھے منکر سماع کے اور تصور شیخ کے ان پر
چلائی تیغ برہانی نظام الدین ملتانی

جو کہتے سجدۂ تعظیم ا۔ کب جائز سوا حق کے
دیکھائی ان کی ویرانی نظام الدین ملتانی

جو ظاہر میں تو حنفی ہیں ولے باطن وہابی ہیں
مگر ان کا کیا ظاہر نظام الدین ملتانی

کہوں ان کی ولایت پر عقیدت پر ارادت پر
خدا رکھے نگہبانی نظام الدین ملتانی

تیرے دل میں ہے جو حشمت علی ہے صورت زیبا
وہی نقشہ ہے نورانی نظام الدین ملتانی

حاشیہ

ا۔ سجدۂ تعظیمی میں علماء اہلسنت کا اختلاف چلا آ رہا ہے امام اہلسنت مجدد دین و ملت شیخ شیخنا شاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمتہ نے اس کے ناجائز و حرام ہونے پر "الزبدۃ الزکیۃ" نامی کتاب بھی تالیف فرمائی مگر حضرت مصنف علیہ الرحمتہ اعلیحضرت سے عقیدت رکھنے اور انہیں مجدد مائۃ حاضرہ ماننے کے باوجود اس مسئلہ میں ان سے اختلاف رکھتے تھے۔ علماء اہلسنت کا ایسا اختلاف امت کے لئے رحمت ہے۔ قادری

سلطان الفقہ

المعروف

فتاوی نظامیہ

جلد ہفتم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال: جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں یا نہیں؟ اور اگر ہیں تو کن آیات بینات و احادیث صحیحہ سے آنحضور علیہ الصلوۃ والسلام کا افضل و اعلیٰ ہونا ثابت ہوتا ہے؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: بے شک ہمارے آقائے نامدار جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام و ملائکہ وغیرہ اور تمام کائنات سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ چنانچہ ان آیات بینات سے ظاہر ہے واذاخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتب و حکمۃ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصر نہ قال اقررتم واخذتم علیٰ ذلکم اصری قالوااقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشاھدین۔ فمن تولیٰ بعد ذلک فاولئک ھم الفٰسقون

(ترجمہ) یعنی اور جس وقت لیا اللہ تعالیٰ نے عہد پیغمبروں کا البتہ جو کچھ دوں میں تم کو کتاب سے اور حکمت سے اور پھر آوئے تمہارے پاس پیغمبر سچا کرنے والا اس چیز کو کہ ساتھ تمہارے ہے البتہ ایمان لاؤ ساتھ اس کے اور البتہ مدد دینا اس کو کہا اللہ تعالیٰ نے کیا اقرار کیا تم نے اور لیا تم نے اوپر اس کے بھاری عہد میرا۔ کہا (پیغمبروں نے) اقرار کیا ہم نے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے پس شاہد رہو اور میں ساتھ تمہارے شاہدوں سے ہوں۔ پس جو کوئی پھر جاوے پیچھے اس عہد کے پس وہی ہیں فاسق بدکار۔ الخ

پس ناظرین! اس آیت کریمہ سے اظہر من الشمس ہے کہ آپ کی ذات بابرکات حضرت سیدنا ابو البشر آدم علیہ السلام سے لے کر جتنے انبیاء گذرے ہیں سب کے سب آپ کی رسالت پر ایمان لائے اور اپنی امتوں کو بھی ترغیب اور وصیت اسی امر کی کرتے چلے آئے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے وعظ میں اپنی قوم کو کہا:

مبشر برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث بایں طور اس مضمون پر بیان کی ہے لم یزل اللہ یتقدم فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ادم فمن بعدہ ولم تزل الامم تتباشر بہ و تستفتح بہ حتی اخرجہ اللہ فی خیر امۃ و فی خیر قرن وفی خیر اصحاب وفی خیر بلد الخ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر اور جو اس کے بعد انبیاء ہوئے ہیں سب کو پیشین گوئی فرماتا رہا۔ اور سب نبیوں کی امتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر خوشیاں مناتی ہیں اور حضور ﷺ کے توسل سے اپنے دشمنوں پر فتح مانگی ہیں۔ یہاں تک کہ بہترین امم و بہترین قرون و بہترین صحابہ و بہترین شہر سے ظاہر فرمایا۔ اور اس پر قرآن مجید بھی شاہد ہے۔

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا الخ۔ یعنی وہ حضور ﷺ کے ظہور پانے سے پیشتر کافروں پر اس کے وسیلہ سے فتح چاہتے۔ اور کہتے اللھم انصرنا علیھم بالنبی المبعوث فی اخر الزمان الذی نجد صفتہ فی التورینۃ یعنی اے ہمارے مالک ہم کو دشمنوں پر مدد فرما صدقہ نبی آخر الزمان کے جس کی صفت ہم لوگ تورات میں پاتے ہیں۔ اور ان کو فتح دی جاتی۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا آپ نے والذی نفسی بیدہ لو ان موسیٰ کان حیًا الیوم ماوسعہ الا ان یتبعنی یعنی فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم خدا اگر ہوتے آج کے دن دنیا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام تو وہ ضرور میری پیروی کرتے۔

ایک حدیث میں ہے کہ شب معراج میں تمام انبیاء و ملائکہ علیہم السلام نے اقتدائے جناب آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی اور اپنے عہد کو پورا کیا۔ عاشقان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غور فرمائیں کہ ولتؤمنن بہ ولتنصرنہ اور فاشھدوا کس کے حق میں فرمایا اور کن لوگوں کو مخاطب فرما کر فمن تولیٰ بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون کا حکم سنایا اور کون لوگ امت ہوئے۔

حدیث طبرانی و بیہقی و دارمی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ فرمایا آپ نے

ان اللہ تعالیٰ فضل محمداً صلی اللہ علیہ وسلم علی الانبیاء وعلی اھل السماء یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء و ملائکہ سے افضل و اعلیٰ کیا اور حاضرین نے سبب فضیلت دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا ان اللہ تعالیٰ قال وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ فقال لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم وما ارسلناک الا کافۃ للناس فارسلہ الی الانس والجن یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اسی قوم کی زبان کے ساتھ اور حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر فرمایا کہ نہیں ہم نے آپ کو بھیجا مگر تمام لوگوں کے لئے۔ الخ

اور فرمایا آپ ﷺ نے مامن شئی الا یعلم انی رسول اللہ الا کفرۃ الجن والانس یعنی کوئی چیز نہیں جو مجھ کو نبی اللہ نہ جانتی ہو۔ مگر بے ایمان جن و آدمی (طبرانی معجم کبیر) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ تمام کائنات کے لئے ماسوائے اللہ تعالیٰ کے رحمت عظیمہ ہے۔ چنانچہ سورۃ انبیاء میں ہے وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین یعنی نہیں بھیجا ہم نے آپ کی ذات کو مگر رحمت بنا کر تمام جہان والوں کے لئے۔ الخ

اس آیت شریفہ سے ظاہر ہوا کہ آپ ﷺ کی ذات کا وجود طیبہ تمام فرشتوں اور مومنوں اور کافروں اور مسکینوں اور یتیموں اور غلاموں اور بہائم اور پرندوں اور حشرات الارض اور نباتات و جمادات وغیرہ اشیاء جو مابین السماء والارض کے ہیں سب کے لئے رحمت ہیں۔ چنانچہ ان دلائل قاطعہ سے ظاہر ہے۔ حکی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لجبرائیل علیہ السلام ھل اصابک من ھذا الرحمۃ شئی قال نعم کنت اخشی العاقبۃ فامنت لثناء اللہ تعالیٰ علی بقولہ عزوجل ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین (شفا قاضی عیاض) یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل سے دریافت کیا کہ تجھ کو بھی میری رحمت سے کوئی چیز ملی ہے اس نے کہا ہاں یارسول اللہ میں انجام سے بہت ڈرتا تھا لیکن اب میں امن میں ہوں کیونکہ خداوند کریم نے بخاطر آپ کی میری ثنا بیان کی ہے ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین (سورۃ تکویر) اور مومنوں کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رحمت ہونا اس آیت کریمہ سے

ثابت ہے لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم (سورۂ توبہ) یعنی بے شک آیا تمہارے پاس تم سے رسول اور اس پر بھاری ہوتی ہے جو تم تکلیف پاؤ' تلاش رکھتا ہے تمہاری بھلائی کی ایمان والوں پر شفقت رکھنے والا ہے مہربان۔ الخ

حدیث مسلم میں ہے کہ کہا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہ آپ ﷺ مشرکوں کے لئے بد دعا فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں لعنت بھیجنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ میں سب پر رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور تفسیروں میں مذکور ہے کہ بوجہ نافرمانی پیغمبروں کے پہلی امتوں پر عذاب الٰہی نازل ہوتا تھا۔ لیکن بخاطر وجود باوجود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عذاب دنیاوی سے کفار محفوظ ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم (سورۂ انفال)

حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا آپ ﷺ نے الساعی علٰی ارملۃ والمساکین کالساعی فی سبیل اللہ الخ۔ یعنی بیوگان و مساکین پر خرچ کرنے والا راہ خدا کے خرچ کرنے والے کی مانند ہے۔ (مشکوۃ باب الشفقتہ)

آپ ﷺ نے فرمایا انا وکافل الیتیم لہ ولغیرہ فی الجنۃ یعنی میں یتیموں کا متکفل ہوں خواہ وہ یتیم اس کے رشتہ داروں سے ہو یا اجنبیوں سے۔ اور تفسیروں میں لکھا ہے کہ اہل عرب زمانہ جاہلیت میں بباعث فقر و عار کے اپنی لڑکیوں کو زندہ در گور کر دیتے تھے اور اس سبب سے یہ آیت حضور علیہ السلام پر نازل ہوئیں واذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت یعنی ان لڑکیوں سے دریافت کیا جاوے گا کہ تم کس گناہ کے عوض ہلاک کی گئی۔

فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اللہ حرم علیکم عقوق الامھات ووادالبنات (مشکوۃ باب البر) یعنی تم پر حرام کر دیا گیا ہے ماؤں کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ در گور کرنا۔

ابو داؤد میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غلام جو تمہارے موافق ہو اس کے ساتھ سلوک کرو' جو آپ کھاتے ہو اس کو کھلاؤ اور جو تم پہنتے ہو اس کو پہناؤ اور جو ایسا نہ ہو اس کو بیچ دو۔ اس کو تکلیف مت دو۔ الخ

ابو داؤد میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک اونٹ آپ کو دیکھ کر رونے لگا۔ آپ ﷺ نے اس کو چپ کرایا اور اس کے مالک کو کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے تجھ کو اس کا مالک بنا دیا ہے تو پھر اس کو کس لئے بھوکا رکھتا ہے۔ اس نے رو کر میرے آگے شکایت کی ہے۔

ایک حدیث پاک میں ہے کہ آپ ﷺ کے ذات اقدس سے دریافت کیا گیا کہ ہمارے لئے چہار پایوں میں کچھ اجر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہر ذی روح کے خرچ کرنے پر اجر ملتا ہے اور آپ نے چہار پایوں اور حیوانوں کو حبس کرنے سے اور نشانہ جلانے سے اور ان کو آپس میں لڑانے سے اور ان کی پیشانی پر داغ دینے سے اور ان کا بھوکا رکھنے سے اور چیونٹوں کے خانہ جلانے سے اور پرندوں کے بچے پکڑنے سے سخت منع فرمایا۔ (دیکھو باب الصید مشکوۃ شریف)

حدیث شریف میں ہے کہ جب باران بند ہو جاتے تھے تو آپ بارش کی دعا مانگا کرتے تھے اور آپ کے وسیلہ سے ابو طالب بارش کی دعا مانگتے تھے۔ یہاں تک کہ بارش کے ذریعہ سے جمادات و بناتات سر سبز ہو جاتے تھے۔

حدیث پاک میں ہے قال اوحی اللہ الیٰ عیسیٰ امن بمحمد وامر من ادرکہ من امتک ان یومنوا بہ فلولا محمد ما خلقت ادم ولا الجنۃ ولا النار الخ (اخرجہ الحاکم) اور صحیح کہا اس حدیث کو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یعنی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کہ تو ایمان لا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور جو تیری امت میں سے ان کو پائیں انہیں حکم دے کہ ان پر ایمان لائیں۔ اگر وہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا نہ کرتا۔ اور نہ ہی جنت اور دوزخ کو۔ الخ

پس ان دلائل قاطعہ سے صاف صاف معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کے سردار اور تمام جہان کے لئے باعث رحمت ہیں۔ اور آپ (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) بشیر و نذیر و سراج المنیر بھی تمام جہان کے لئے ہیں۔ چنانچہ سورۃ فرقان میں ہے تبارک الذی نزل القران علیٰ عبدہ لیکون للعالمین نذیرا بڑی برکت والا ہے جس نے اتارا فرقان اپنے حبیب پر کہ ہووے جہاں والوں کو ڈرانے والا۔

(آیت دوم) یا ایھا النبی انا ارسلناک شاھداً و مبشراً و نذیراً و داعیًا الی اللہ باذنہ و سراجًا منیراً (سورہ احزاب)

(ترجمہ) اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور بلانے والا اللہ کی طرف حکم اس کے سے اور چراغ روشن

(آیت سوم) وقد جائکم من اللہ نور و کتاب مبین (سورہ مائدہ) یعنی بے شک آیا پاس تمہارے نور اور کتاب بیان کرنے والی۔ اور قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی عمر اور اس کی ہدایت و رسالت کی قسم کھائی اور اس پر خود درود فرمایا اور فرشتوں اور مومنوں کو بھی حکم فرمایا: لعمرک انھم لفی سکرتھم یعمھون (سورۂ حجر) یعنی تیری زندگی کی قسم ہے وہ قوم لوط البتہ اپنی مستی میں سرگرداں ہیں۔ لا اقسم بھذا البلد وانت حل بھذا البلد (سورۂ بلد) یعنی میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں اور تو ہے اس شہر میں۔ اور فرمایا ورفعنا لک ذکرک اے حبیب تیرے ذکر کو ہم نے تیری خاطر بلند کیا۔

اب ناظرین انصاف فرمایئے کہ کیا کسی اور نبی کی عمر اور اس کے شہر اور اس کی رسالت کی قسم بھی خداوند کریم نے کھائی اور ولسوف یعطیک ربک فترضی اور مقامًا محمودًا کا وعدہ بھی فرمایا۔ اور قاب قوسین اور انا اعطینک الکوثر کا مرتبہ بھی دیا۔ اے عاشقان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاد رکھو یہ سب فضائل آپ کی ہی ذات مقدسہ کے لئے ہیں اور آیت ورفع بعضھم درجات بھی اسی بات پر شاہد ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے آدم کو فرشتوں سے تعظیمی سجدہ کرایا تو اپنے حبیب ﷺ پر خود اور فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ اور اگر ابراہیم علیہ السلام کو درجہ خلت عطا کیا ہے تو اپنے حبیب کو مقام محبت عنایت فرمایا ہے اور اگر داؤد علیہ السلام کو لوہا موم کرنے کا معجزہ دیا ہے تو اپنے حبیب سے ام معبد کی بکری کے تھنوں سے دودھ نکلوایا جبکہ ابھی وہ بکری بیاہی بھی نہ تھی اور حبشی قوم کے دلوں کو اس سے نرم کرایا۔ اور اگر سلیمان علیہ السلام کو ہوا پر سیر کرائی تو اپنے پیارے حبیب ﷺ کو براق عطا کیا۔ اگر ان سے پرندے کلام کرتے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے حجر و شجر و حیوانات و جمادات باتیں

کرتے۔ اور اگر حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک حصہ حسن ملا تو حضور نبی کریم ﷺ کو تمام حسن ملا۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا سے دریا کو شق کر دیا اور اور پتھروں سے چشمے جاری کئے تو آپ نے قمر کو انگشت شہادت سے شق کر دیا اور انگلیوں سے مانند چشموں پانی جاری کر دکھایا۔ اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا کو سانپ بنا دیا جو ادھر ادھر پھرتا تھا تو آپ ﷺ نے حنانہ کو انسان کی طرح گویا کر دکھایا اگر عیسیٰ علیہ السلام نے مردوں کو زندہ کیا تو آپ ﷺ نے سنگریزوں اور درختوں سے کلام کرایا جو کہ غیر جنس ہیں اور ان دلائل کی تائید پر کئی حدیثیں شاہد ہیں۔ چنانچہ ابن عساکر نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بایں طور بیان کی کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اگر ابراہیم کو میں نے خلیل بنایا تو آپ ﷺ کو حبیب لقب عطا کیا۔ اور اگر موسیٰ سے زمین پر کلام کی تو آپ سے آسمانوں پر کلام کی۔ اگر عیسیٰ کو روح القدس بنایا تو آپ کے نام کو دو ہزار برس پہلے خلقت کے پیدا کرنے سے بنایا اور بے شک آپ ﷺ کے قدم آسمان میں پہنچے جہاں آپ سے پہلے کسی کے قدم نہ پہنچے اور نہ بعد آپ کے کسی کی رسائی ہوگی اور اگر آدم کو برگزیدہ کیا تو آپ کو خاتم الانبیاء کیا۔ اور آپ سے زیادہ کوئی عزت و کرامت والا نہیں بنایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صاحب ابو نعیم و دارمی و ترمذی نے حدیث بیان کی ہے کہ ایک روز صحابہ کرام آپ ﷺ کی انتظاری کے لئے بیٹھے ہوئے تھے اور تعجب سے ذکر کر رہے تھے کوئی کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ اور عیسیٰ علیہ السلام کو روح القدس اور آدم علیہ السلام کو صفی اللہ سے پکارا یہاں تک کہ آپ کی ذات نے ان کے قریب آکر فرمایا۔ میں نے تمہاری بات سنی۔ بے شک ابراہیم خلیل اللہ اور موسیٰ کلیم اللہ اور عیسیٰ روح اللہ اور آدم صفی اللہ ہیں اور واقعی وہ ایسے ہیں لیکن انا حبیب اللّٰہ ولا فخر وانا حامل لواء الحمد یوم القیمتہ تحتہ ادم ومن دونہ ولا فخر وانا اول شافع یعنی میں اللہ کا حبیب ہوں۔ میں فخر نہیں کرتا اور میں بروز قیامت جھنڈا الحمد کا اٹھاؤں گا۔ جس کے نیچے آدم علیہ السلام اور اس کے سوا سب کھڑے ہوں گے اور سب سے پہلے شافع میں ہوں گا۔

ایک حدیث پاک میں ہے کہ فرمایا آپ نے کہ بروز قیامت میں خطیب ہوں گا۔ اور سب کا پیشوا اور خزائن رحمت کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ باقی مفصل ذکر فضائل آنحضور علیہ الصلوۃ والسلام کا

سلطان الفقہ جلد پنجم و تجلی الیقین و میلادالنبی و نسیم الریاض و شفا قاضی عیاض میں مطالعہ کریں۔ فقط

سوال نمبر ۱: نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوا تھا یا کہ روحانی کیونکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ انسان کا آسمان کی طرف جانا محال ہے؟

سوال نمبر ۲: ہمارے آقائے نامدار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں یا کہ نہیں کیونکہ فرقہ وہابیہ' نجدیہ مثلا مؤلف کتاب تقویۃ الایمان مسمی اسمٰعیل نے صفحہ ۶۰ میں لکھا ہے کہ وہ مٹی ہو گئے کیا یہ بات سچ ہے؟ جواب دو اجر ملے گا۔

السائل محمد رمضان نقشبندی متوطن سکھے کی۔ حال وارد راولپنڈی صدر بازار

جواب ۱: بے شک ہمارے آقائے نامدار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوا تھا۔ چنانچہ قرآن مجید و احادیث صحیح مشہورہ و اجماع امت و اقوال آئمہ دین و دلائل عقلیہ سے ثابت ہے اور اس سے انکار کرنا محض جہالت پر دال ہے سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من الخ .... یعنی پاکیزگی اور بے عیبی ہے اس کے واسطے جو بزرگی کی ذات سے لے گیا اپنے بندے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات کے حصہ میں مسجد کعبہ سے جو محیط ہے بیت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طرف مسجد اقصیٰ کے جو بہت دور ہے مکہ مکرمہ سے اور ایسی مسجد ہے کہ برکت دی ہم نے اس کے گرداگرد کو جہاں عبادت گاہ ہے انبیاء علیہم السلام کی تاکہ دکھائیں ہم چند عجائبات اور نشانیاں اپنی میں سے۔ اور بے شک اللہ ہے سننے والا دیکھنے والا۔ الخ

پس اس آیت کریمہ سے صاف صاف ثابت ہوا کہ آپ کی ذات کو معراج جسم مع روح ہوا ہے کیونکہ عبد کا لفظ ہر کسی حالت پر بولا جاتا ہے نہ تنہا روح اور نہ تنہا جسم پر۔ چنانچہ سورہ جن میں ہے وانہ لما قام عبداللہ یدعو کادو یکونون علیہ لبداً یعنی جب اللہ کے بندہ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) عبادت کے لئے قیام فرماتے ہیں جن ان پر ٹوٹ پڑتے ہیں تاکہ آپ کی ذات سے قرآن شریف سنیں۔

سورۃ مریم میں ہے ذکر رحمۃ ربک عبدہ زکریا یعنی یہ ذکر اس رحمت کا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی اور کلمہ آیاتنا نیز اس باب پر شاہد ہے کہ جو نشانیاں پروردگار عالم نے اپنے حبیب کو دکھائی ہیں وہ سب کی سب حالت بیداری میں تھیں اور اگر حالت خواب میں معراج ہوتا تو پھر اس معجزہ و نشانیوں کو کفار لوگ کیوں عقل سے بعید سمجھتے اور انکار کرتے اور بعض مسلمانوں کی نوبت کیونکر کفر تک پہنچتی۔ کیونکہ خواب کی بات سے تو کسی فرد و بشر کو انکار نہیں ہو سکتا۔ اور سبحان الذی کا کلمہ کیوں استعمال کیا جاتا۔ اور اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ جب انسان کی عقل نے اس امر کو محال سمجھا تو اس میں قادر مطلق پر عدم قدرت و عجز کا الزام لگانا ظاہر ہوا تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میری ذات عجز و ہر ایک نقص سے پاک و منزہ ہے اور یہ عقل کی نارسائی کا سبب ہے کہ اس امر کو محال سمجھتا ہے اور خداوند کریم پر یہ امر محال نہیں۔

صاحب تفسیر حسینی نے بایں طور معراج جسمی ثابت کیا ہے کہ سمیع اور بصیر سمع اور مبصر کے معنی میں ہے۔ یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا کلام سنایا اور اپنی قدرت کی لازوال نشانیاں دکھائیں اور بعض مفسرین نے انہ کی ضمیر کو آپ کی ذات کی طرف پھیرا ہے۔

نفحات الانس میں مذکور ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ بے شک خطاب سنتے تھے جو آپ سے کیا۔ اور وہ چیز دیکھتے تھے جو ان کو دکھائی اور کلمہ اسری بعبدہ بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کیونکہ عبد جسم مع روح پر بولا جاتا ہے اگر خوابی اسراء ہوتا تو اسرا بروحہ کہا جاتا۔

سورۃ نجم میں صاف صاف اللہ تعالیٰ نے بایں طور فیصلہ کر دیا ہے ولقد راہ نزلۃ اخری عند سدرۃ المنتھیٰ عندھا جنۃ الماوی یعنی بے شک دیکھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کو ایک بار سدرۃ المنتہی درخت کے پاس اس کے نزدیک جنت الماوی تھا۔ جو پرہیزگاروں اور متقیوں کی آرام کی جگہ ہے۔ اور قاب قوسین۔ وما زاغ البصر وما طغی یعنی آپ کی نظر مبارک دائیں بائیں نہ پھری اور ناہی حد سے نظر مبارک نے تجاوز کیا۔ یہاں تک کہ آپ نے قرب حاصل کیا۔

لقد رای من آیات ربہ الکبری قسم خدا کی دیکھیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

رات معراج میں اپنے رب کی بڑی نشانیاں۔ مانند عرش عظیم و لوح محفوظ و کرسی و رفرف و سدرۃ المنتہی و اصل صورت جبرائیل علیہ السلام کی اور طرح طرح کے عجائبات ملکی و ملکوتی آنحضور علیہ الصلوۃ والسلام نے مشاہدہ کئے جن کی تائید پر یہ آیت شریف بھی شاہد ہے وما جعلنا الرؤیا التی ار ینٰاک الافتنۃ للناس الخ

پس اس سے صاف ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی ذات بابرکات کو معراج جسمی ہوا تھا۔ چنانچہ کتاب بخاری تفسیر سورۃ بنی اسرائیل میں مذکور ہے عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وما جعلنا الرؤیا التی ارینٰاک الا فتنۃ للناس قال ھی رویا عین اریھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری بہ (الحدیث) پس اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر خوابی معراج ہوتا تو پھر فتنۃ للناس کہنے کی کیا ضرورت تھی اور اس کو نشانی اور معجزہ کیوں کہا جاتا۔ اور احادیث مشہورہ متواترہ بھی اسی بات پر شاہد ہیں کہ آپ ﷺ کی ذات بابرکات کو معراج جسمی ہوا تھا۔ چنانچہ بخاری، مسلم، ابو داؤد، ابن ماجہ و شفا قاضی عیاض وغیرہ کتب حدیث میں ان صحابہ رضوان علیہم اجمعین سے روایات موجود ہیں۔ ابی ابن کعب، اسامہ بن زید، انس بن مالک، بریدہ، بلال بن حمامہ، بلال بن سعد، جابر بن عبداللہ، حذیفہ بن الیمان، سمرہ بن جندب، سہل بن سعد، شداد بن دوسی، حسیب بن سنان، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عمرو، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن ابی اوفی، عبداللہ بن سعد، عبداللہ بن مسعود، عبدالرحمن بن عابس، عباس بن عبدالمطلب، عثمان بن عفان، علی ابن ابی طالب، عمر بن خطاب، مالک بن صعصعہ، ابوبکر الصدیق، ابو الحمرا، ابو ایوب انصاری، ابو ہریرہ، ابو الدرداء، ابوذر غفاری، ابو سعید الخدری، ابو سفیان، ابو سلمہ، ابو سلمی الراعی، ابو یعلی انصاری، اسماء بنت ابی بکر، عائشہ ام المومنین، ام کلثوم بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ام المومنین ام سلمہ، ام ہانی، ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ سے مذکور ہیں۔ اور تمام علمائے دین محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آنحضور الصلوۃ والسلام کو معراج جسمی ہوا تھا۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ نے اپنی تصنیف حجتہ البالغہ جلد صفحہ ۱۹۰ میں بایں طور لکھا ہے:

واسری الی المسجد الاقصیٰ ثم الی سدرۃ المنتہٰی والی ماشاء اللہ وکل ذلک بجسدہ صلی علیہ وسلم فی الیقظۃ یعنی حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے بیت اللہ

شریف سے بیت المقدس اور بیت المقدس سے سدرۃ المنتہی تک رات میں ہی مع جسم مبارک بیداری میں سب جگہ سیر کی۔ جہاں جہاں خداوند کریم نے چاہا۔

شفاء صفحہ ۵۷ اور زادالمعاد جلد اول صفحہ ۹۱ میں لکھا ہے الحق الذی علیہ اکثر الناس و معظم السلف و عامۃ المتائخرین من الفقہاء والمحدثین والمتکلمین انہ اسری بجسدہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی بڑا گروہ متقدمین سلف و خلف و فقہا و محدثین کا اسی بات حق پر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج شریف جسمی سے ہوا اور جو شخص حدیث کا مطالعہ کرے اس کو خود حال معلوم ہو جائے گا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب مدارج النبوت میں اس طرح لکھا ہے اور شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۳۵ میں جو امام صاحب کی تصنیفات سے ہے بایں طور لکھا ہے۔ وخبر المعراج ای بجسد المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم یقظۃ الی السماء ثم الی ماشاء اللہ تعالٰی فی المقامات العلی حق ای حدیثہ ثابت بطرق متعددۃ فمن ردہ ای ذلک ولم یومن بمعنی ذلک الاثر فھو ضال مبتدع ای جامع بین الضلالۃ والبدعۃ یعنی معراج جسمی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا آسمان تک حالت بیداری میں ہے پھر جہاں خداوند کریم نے چاہا مقامات بلند پر پہنچایا۔ یہ بات حق ہے۔ حدیث جو معراج کے بارے میں وارد ہے وہ متعدد اسناد سے مروی ہے جس نے اس حدیث کو رد کیا اور ایمان نہ لایا وہ گمراہی اور بدعت میں ہے۔

مدارج النبوۃ میں نیز بایں طور مسطور ہے اسراء کہ برون آنحضرت است از مکہ مسجد اقصٰی ثابت است بکتاب اللہ و منکر آں کافر است و از آنجا باسماں بردن کہ معراج نام داشت ثابت است باحادیث مشہورہ کہ منکر آں مبتدع و فاسق مخذول است۔ ا؎ الخ

صاحب شفاء صفحہ ۸ میں لکھا ہے کہ آنحضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام معراج جسمی ہوا ہے۔

حاشیہ

ا؎ یعنی مسجد حرام سے مسجد اقصٰی تک کی معراج قرآن سے ثابت ہے اس کا منکر کافر ہے اور وہاں سے آسمان کی معراج احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اس کا منکر بدعتی و فاسق اور مستحق غضب الٰہی ہے۔ فقط قادری

اس پر قرآن مجید کی آیت ظاہراً دلالت کرتی ہے اور احادیث صحیحہ بھی اس بات پر شاہد ہیں۔ اور دلائل عقلیہ سے بھی یہ کوئی محال نہیں۔ اور جو بعض لوگ بے سوچے سمجھے کہہ دیتے ہیں کہ مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی معراج جسمانی کی منکر تھیں نعوذ باللہ من ذلک۔ صاحبان یہ ان لوگوں کا کہنا بالکل غلط ہے۔ دیکھو صحیح مسلم باب معنی قول اللہ عزوجل ولقد راہ نزلۃ اخری و بل رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم ربہ لیلۃ الاسراء کے تحت میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب آقائے نامدار نے رات معراج میں خداوند کریم کو دل کی آنکھ سے دیکھا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی ذات اقدس نے اللہ تعالیٰ کو جسم اطہر کی آنکھوں سے دیکھا۔ (ہکذا فی شفاء قاضی عیاض)

سیرت ابن اسحاق و ابن ہشام وغیرہ نے حدیث بایں الفاظ تحریر کی ہے قال ابن اسحاق و حدثنی بعض ال ابی بکر ان عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانت تقول مافقد جسد رسول اللہ صلی علیہ وسلم ولکن اللہ اسری بروحہ الخ یعنی کہا ابن اسحاق نے کہ آل ابی بکر سے کسی نے مجھے بیان کیا کہ مائی عائشہ زوجہ آنحضور علیہ الصلوۃ والسلام کی فرماتی ہیں کہ آنحضور علیہ الصلوۃ والسلام کا جسد مبارک گم نہیں ہوا بلکہ آپ کی ذات کے روح پاک کو اللہ تعالیٰ رات کے وقت لے گیا۔ صاحبان اول تو اس حدیث کے متن میں علت قادحہ موجود ہے کیونکہ مافقد کی جگہ مافقدت بھی ایک روایت میں وارد ہے چنانچہ شفاء میں ہے اور دوسرا اس کی اسناد میں انقطاع اور راوی مجہول ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ کہا ابن دحیہ نے التنویر میں کہ یہ حدیث موضوع ہے اور کہا امام شافعیہ ابوالعباس بن سریج نے یہ حدیث صحیح نہیں۔ یہ حدیث صحیح کے رد کرنے کے واسطے وضع کی گئی ہے اور علاوہ ان دلائل کے مورخین نے لکھا ہے کہ واقعہ معراج ابتداء اسلام میں ہوا ہے تو اس وقت مائی عائشہ صدیقہ پیدا ہی نہیں ہوئی تھیں اور بعض روایات میں ہجرت سے پانچ سال پہلے اور بعض روایات میں ایک سال پہلے معراج کا واقعہ ہوا ہے اور ہجرت کے وقت مائی صاحبہ کی عمر پانچ سال یا آٹھ سال کی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت خانہ مدینہ منورہ میں آکر رونق افروز ہوئیں۔ اور علاوہ اس کے مائی صاحبہ نے یہ بات اپنے مشاہدہ سے نہیں فرمائی۔ بلکہ سنی سنائی بات کردی جس کا کوئی اصل نہیں پایا جاتا۔

اور نہ ہی روایت کا ضبط ہونا اس عمر میں عند المحدثین تسلیم کیا جاتا ہے۔ چنانچہ شفاء شریف میں مذکور ہے:

اما قول عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا مافقدت جسدہ فعائشۃ لم تتحدث بہ عن مشاھدۃ لانھا لم تکن حینئذ زوجتہ ولا فی من زمن یضبط اور علاوہ ازیں اس حدیث کا ذکر کتب صحاح مشہورہ میں نہیں پایا گیا اور اگر اس حدیث کو صحیح بھی مان لیا جائے تو یہ حدیث صحیح متواترہ مشہورہ کا ہرگز ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتی۔ فقط ا۔

جواب ۲: کہ انسان کا آسمان کی طرف جانا محال عقل ہے۔ سو اس کو جواب یہ ہے کہ خداوند کریم کی ذات ہر ایک امر پر قادر ہے۔ اس کی شان کی آگے یہ کوئی بعید امر نہیں۔ دیکھو حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بدون باپ کے اظہار فرمایا۔ اور مائی حوا علیہا السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی ائیں پسلی سے نمودار کیا۔ اور حضرت ذکریا علیہ السلام کو باوجود کہ وہ بہت بوڑھے تھے اور ان کی زوجہ بھی عقیمہ تھی تو ان کو فرزند ارجمند عطا فرمایا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جسم عنصر کو آگ جلتی ہوئی سے محفوظ رکھا۔ اور اس طرح سے عصا کو اژدھا بنا دیا۔ اور اونٹ کو پتھر سے نکال کر دیکھا دیا۔ اور منتہی الارب میں ہے کہ سمندل ۲۔ پرندہ آگ میں رہتا ہے نہ جلتا ہے نہ مرتا ہے۔

کتاب حیوۃ الحیوان جزو ثانی صفحہ ۳۶۷ میں لکھا ہے شترمرغ آگ کا چنگارا نگل جاتا ہے اس کا پیٹ اس چنگارے کو بجھا دیتا ہے اور وہ چنگارا اس کو نہیں جلاتا وتبتلع الجمر فیکون جوفھا ھو العامل فی اطفائہ ولا یکون الجمر عاملاً فی احراقہ سبحان اللہ ایسی کروڑہا مثالیں ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح وہ چاہتا ہے کرتا ہے اس کے آگے کوئی مشکل امر نہیں لیکن انسانی

حاشیہ

ا۔ اس حدیث کی ایک یہ تاویل بھی ہو سکتی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ حضور ﷺ کے معراج جسمانی سے انکار نہیں فرما رہیں بلکہ اس سرعت اور تیزی کو اور تھوڑی مدت کو بیان فرما رہی ہیں یعنی آپ نے اس قدر طویل مسافت کو اللہ کی قدرت سے اس قدر تھوڑی مدت میں طے فرمایا گویا آپ گئے ہی نہیں ہیں جیسے بجلی کا پنکھا جب تیزی سے چلتا ہے تو اس کے پروں کے درمیان کا فاصلہ دیکھنے والوں کو محسوس نہیں ہوتا فقط قادری

۲۔ سمندل ایک پرندہ ہے جو آگ میں نہیں جلتا اور اسے سمندر بھی کہتے ہیں (منتہی الارب ج ۲ ص ۵۸۴)

عقل ادراک نہیں کر سکتی۔ ایسے امور کو ناممکن اور محال خیال کرنا خدا تعالیٰ کی ذات کے لئے اس کے قادر مطلق ہونے پر عیب لگانا ہے۔ انسان کے لئے واجب ہے کہ خدا کے امور میں چون و چرا نہ کرے۔

صاحب معراج محمدیہ نے بعلم ہندسہ سے ثابت کر دیا کہ آپ ﷺ کی ذات نے بیت المقدس سے فلک اعظم تک بجسم عنصری سیر کی ہے۔ جغرافیہ داں بتاتے ہیں کہ زمین کا قطر قریباً" آٹھ ہزار میل ہے اور آفتاب کا قطر زمین کے قطر سے سو گنا سے بھی زیادہ ہے مگر باوجود اس کہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب صبح کو پہلے سورج کا بالائی کنارہ نمودار ہوتا ہے تو اس کے بعد کیسے جلد اس کا کنارہ زیریں نظر آ جاتا ہے۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ سرعت زیر بحث کا جسد مبارک میں پایا جانا از روئے عقل ناممکن نہیں ہے اور روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی ثانیہ [1] بیان کی جاتی ہے حالانکہ تمام نور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نوری ہی کے پرتو ہیں۔ لہٰذا حضور ﷺ کے جسم اطہر میں جو نورانی جسم ہے ایسی حرکت کا حصول بطریق اولیٰ ممکن ہے اور قرآن مجید و کتب حدیث سے یہ بات ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک لطیف تھا۔ چنانچہ حکیم ترمذی نے نوادرالاصول صفحہ ۶۸ میں ذکوان سے حدیث بیان کی ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یری لہ ظل فی شمس ولا قمر قال ابن سبع من خصائصہ ان ظلہ کان لا یقع علی الارض وانہ کان نوراً" فکان اذا مشی فی الشمس اوالقمر لا ینظر لہ ظل الخ۔ یعنی حکیم ترمذی نوادرالاصول میں بروایت ذکوان نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ کی ذات کا سایہ نظر نہ آتا تھا نہ دھوپ میں اور نہ چاندنی میں۔ ابن سبع نے کہا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے یہ امر تھا کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا اور آپ ﷺ نور تھے جب آپ دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ نظر نہ آتا تھا۔ (نقل از معراج محمدیہ صفحہ ۸) اور اول ماخلق اللہ نوری [2] بھی اسی امر پر شاہد ہے۔

حاشیہ

[1] ثانیہ سیکنڈ کو دقیقہ منٹ کو اور ساعۃ گھنٹہ کو کہتے ہیں۔ قادری

[2] شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے (دیکھئے مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱) کہ سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا کیا۔

قرآن مجید میں ہے قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین ۱۔ اور حدیث مواہب لدنیہ جلد اول پر بروایت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ کہا جابر نے کہ میں نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ سب اشیاء سے اول اللہ تعالیٰ نے کس چیز کو پیدا کیا۔ تو فرمایا آپ ﷺ نے یا جابر ان اللہ تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نور ۲۔ الخ۔ اور اس حدیث کو امام عبدالرزاق نے صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور یہ حدیث سلطان الفقہ جلد پنجم میں مع ترجمہ مذکور ہو چکی ہے۔ اور سعدی علیہ الرحمہ کا قول بھی اسی امر پر شاہد ہے۔

کلیمے که چرخ فلک طور اوست
همه نورها پر تو نور اوست

الغرض وجود مبارک ہمارے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا نوری تھا۔ جس کا مفصل ذکر عنقریب تحریر ہوگا۔ اور یہ جسم لطیف تھا نہ کہ کثیف۔ چونکہ اس جسم نورانی کا سایہ نہ تھا پس آسمان کی طرف جانا محال عقلی نہیں۔ فقط ۳۔

سوال نمبر ۳ کا جواب: بے شک ہمارے آقائے نامدار حیات ہیں۔ اس سے کسی مسلمان کلمہ گو کو انکار نہیں۔ مگر بعض فرقہ وہابیہ' نجدیہ مارے تعصب و ضد کے یہ الفاظ بے ساختہ کہہ دیا کرتے ہیں۔ اور حیات النبی ﷺ کے بارہ میں چند ایک دلائل قاطعہ تحریر کئے جاتے ہیں تاکہ ناظرین کو یقین آ جائے۔ وھوذا

قال الحافظ السیوطی فی التنویر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیی بجسدہ و روحہ وانہ یتصرف و یسیر حیث شاء فی اقطار الارض و فی

حاشیہ

۱۔ سیدنا عبداللہ بن عباس کی تفسیر میں ہے کہ اس نور سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ وسلم مراد ہیں۔

۲۔ مواہب لدنیہ ج ۱ ص ۹ قادری

۳۔ چنانچہ خود علماء دیوبند کے امام جناب رشید احمد گنگوھی صاحب امداد السلوک میں لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ خالص نور ہو گئے اس لئے آپ کا سایہ نہ تھا (دیکھئے امداد السلوک ص ۱۵۷ - ۱۵۸) قادری

الملکوت و بهیئته التی کان علیها قبل وفاته لم یتبدل منه شئی ا۔ وایضاً فیه و اذن لهم ای الانبیاء فی الخروج من قبورهم والتصرف فی الملکوت العلوی و السفلی ۲۔ وایضاً و تواترت به الاخبار منها قال رسول الله صلی علیه وسلم الانبیاء احیاء فی قبورهم ویصلون وقال قال رسول الله صلی علیه وسلم حرم الله علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء (نقل از ہدیۃ الحرمین صفحہ ۱۱)

(ترجمہ) کہا حافظ سیوطی نے تنویر میں کہ بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں ساتھ بدن اور روح اپنے کے اور تصرف اور سیر کرتے ہیں زمین کے کناروں اور علم ملکوت میں جہاں چاہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی ہیئت و شکل مبارک میں ہیں جیسا کہ زندگی میں تھے وفات سے پہلے۔ اور کچھ بھی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اور یہ بھی اسی کتاب میں ہے کہ اذن دیا گیا ہے انبیاء علیہم السلام کو قبروں سے نکلنے کا۔ اور عالم علوی اور سفلی میں تصرف کرنے کا اور اس بارہ میں حدیثیں متواتر ہیں اور ان میں سے ایک یہ حدیث بھی ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ حرام کیا ہے اللہ تعالیٰ نے زمین پر کھانا بدن انبیاء کا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہ فرمایا آپ ﷺ نے کہ جس نے پڑھا درود مجھ پر جمعہ کے اور رات جمعہ کو سو بار روا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجتیں ایک سو ستر حاجتیں آخرت سے اور تیس حاجتیں دنیا سے۔ پھر مقرر کرتا ہے اللہ تعالیٰ ساتھ اس درود شریف کے ایک فرشتہ دنیا سے پھر مقرر کرتا ہے اللہ تعالیٰ ساتھ اس درود شریف کے ایک فرشتہ کہ داخل ہوتا ہے مجھ پر قبر میں جیسا کہ داخل ہوتے ہیں تم پر ہدیئے اور تحفے۔ بے شک علم میرا بعد وفات میری کے ایسا ہے جیسا کہ علم میرا زندگی میں۔ اور اس حدیث بیہقی کے آخری الفاظ ہیں وکل الله بذلک ملکا یدخل علیی فی قبری کما یدخل علیکم الهدایا ان علمی بعد موتی کعلمی فی حیاتی۔

ہدیۃ الحرمین صفحہ ۱۳ میں بایں طور حدیث مسطور ہے عن سعید بن المسیب قال لم ازل

حاشیہ

ا۔ الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۶۵

۲۔ الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۶۳

اسمع الاذان والاقامة فی قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایام الحرۃ حتی عادالناس یعنی سعید بن مسیب سے روایت ہے کہا وہ ہمیشہ سنتا تھا میں اذان اور تکبیر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے ایام حرہ میں کہ زمانہ یزید بن معاویہ کا تھا۔ یہاں تک کہ پھر کر آئے لوگ۔ اور اس طرح دلائل النبوت میں یہ حدیث مذکور ہے اور قرآن مجید میں بایں طور مذکور ہے۔ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما اتاھم اللہ من فضلہ ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم من خلفھم الا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

(ترجمہ) نہ گمان کر اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان لوگوں کو جو مارے گئے راہ خدا میں اور یہ لوگ زندہ ہیں اپنے رب کے نزدیک روزی دیئے جاتے ہیں جنت کے میووں سے درآنحالیکہ خوش و خرم رہتے ہیں اس پر کے عطا کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اور خوشی کرتے ہیں ساتھ ان کے جو کہ ابھی ملے نہیں ہیں یہ ساتھ ان کے ان کے پیچھے سے یہ کہ کچھ خوف نہیں اوپر ان کے اور نہ ہوں گے غم ناک۔ الخ

پس اس آیت کے تحت میں علامہ امام قرطبی وغیرہ نے لکھا ہے والانبیاء اولی بذلک فھم اجل و اعظم و قل نبیی الاوقد جمع مع النبوۃ وصف الشھادۃ فید خلون فی عموم لفظ الایہ یعنی انبیاء اولیٰ اور افضل ہیں ساتھ اس حیات اور زندگی کے۔ اور وہ بزرگ تر اور بڑے ہیں اور تھوڑے نبی ہیں مگر انہوں نے نبوت کے وصف شہادت کو جمع کیا پس تو داخل ہوئے انبیاء عموم آیت میں۔ [۱] (نقل از ہدیۃ الحرمین صفحہ ۱۳ اور باقی ذکر جلد اول میں ملاحظہ ہو۔)

مولوی اسماعیل کا یہ کہنا کہ حضرت کی ذات مٹی میں ملنے والی ہے۔ سو یہ ان تمام دلائل قاطعہ مذکورہ کے برخلاف ہے اور یہ عقیدہ وہابی، نجدی، شقی کا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان وہابیوں کے ہزلیات سے ہر ایک کو

حاشیہ

[۱] یعنی انبیاء علیہم السلام اگرچہ نبوت کے ساتھ شہادت کو پانے والے کم ہیں لیکن نبی کا مقام چونکہ شہید کے مقام سے اونچا ہے لہٰذا اس آیت کے عموم میں سب انبیاء داخل قرار پائیں گے جس کے نتیجہ میں انبیاء کی حیات قرآن سے ثابت قرار پائی گئی فقط قادری

مسلمان کو بچائے۔ آمین ثم آمین

سوال: فجر کی نماز میں دعا قنوت ہمیشہ پڑھنا بدوں کسی واقع محاربہ وغیرہ کے جائز ہے یا نہیں کیونکہ فرقہ وہابیہ فجر کی نماز میں دعا قنوت پڑھنا ہمیشہ کے لئے سنت جانتے ہیں۔ یہ کیونکہ ہے؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: مذہب حنفیہ میں وتروں کی نماز کے لئے سوا ہمیشہ دعاء قنوت پڑھنا درست نہیں مگر صدور حادثہ عظیمہ مثل محاربہ و طاعون وغیرہ کے بعد از رکوع برائے بلا پڑھ لے تو درست ہے ورنہ درست نہیں۔ چنانچہ کتاب الاعتبار و فتح القدیر باب الوتر میں حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے عن عبداللہ بن مسعود قال کم یقنت رسول اللہ علیہ وسلم فی الفجر قط الا شہرا واحداً لانہ حارب حیاً من المشرکین قنت یدعو علیہم یعنی نہیں قنوت کو پڑھا حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے نماز فجر میں کبھی مگر ایک ماہ اس لئے کہ آپ ایک قبیلہ مشرکین سے جہاد کر رہے تھے اور ان پر بددعا کرتے تھے۔ اس حدیث کی نسبت علامہ ابن ہمام نے بایں طور پر لکھا ہے کہ ھذا الحدیث لاغبار علیہ یعنی یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ اس میں کسی قسم کا غبار نہیں۔

صحیح مسلم جلد اول ۲۳۷ میں ہے۔ حضرت عاصم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ قنوت اول رکوع کے ہے یا بعد رکوع کے۔ فرمایا اول رکوع کے۔ کہا عاصم نے کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ آپ نے بعد رکوع کے دعائے قنوت کو پڑھا۔ فرمایا انما قنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہراً یدعو علی اناس قتلوا اناساً من اصحابہ یقال لھم القراء یعنی نہیں قنوت کو پڑھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مگر ایک مہینہ (رکوع کے بعد) بددعا کرتے ان لوگوں پر جنہوں نے قتل کیا اصحابوں سے جو لوگ تھے، قاری کہتے تھے۔

طبرانی میں غالب بن فرقد سے مروی ہے کہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ دو ماہ تک رہا لیکن انہوں نے فجر کی نماز میں دعا قنوت کو نہیں پڑھا۔ اور ابو داؤد ترمذی و نسائی و ابن ماجہ میں سعد بن طارق سے بایں طور حدیث مذکور ہے قلت لابی یا ابت انک قد صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر و عمر و عثمان و علی افکانوا یقنتون فی

الفجر فقال ای بنی محدث یعنی کہا میں نے اپنے والد کو کہ آپ نے آنحضور علیہ الصلوۃ والسلام اور خلفائے اربعہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ پس کیا یہ نماز فجر میں دعا قنوت پڑھتے تھے؟ پس کہا اس نے کہ فجر کی نماز میں دعا قنوت پڑھنا نئی بات ہے یہ حضرات نہیں پڑھتے تھے۔ (رواہ اہل السنن و احمد و قال الترمذی حدیث حسن صحیح)۔ یعنی کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

دار قطنی نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں طور لکھا ہے اشهد انی سمعت ابن عباس يقول ان القنوت فی صلوة الفجر بدعة یعنی ابن جبیر حلفاً کہتا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ نماز فجر میں قنوت پڑھنا بدعت ہے۔

امام بیہقی نے لکھا ہے کہ ابو مجلسی نے کہ میں نے نماز فجر کی پڑھی پیچھے ابن عمر کے تو انہوں نے قنوت نہیں پڑھی۔ تو میں نے کہا کہ آپ نے قنوت نہیں پڑھی تو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے جواب میں کہا لا احفظه عن احد من اصحابنا یعنی میں اپنے اصحاب سے کسی سے محفوظ نہیں رکھتا کہ کسی نے دعا قنوت فجر کی نماز میں پڑھی ہو۔

کتاب معانی الاثار کتاب الصلوۃ میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا انه بدعته مافعله رسول الله صلى الله عليه وسلم غير شهر ثم تركه یعنی دعا قنوت پڑھنا ہمیشہ فجر کی نماز میں بدعت ہے۔ آپ کی ذات بابرکات نے نہیں پڑھی دعا قنوت فجر کی نماز میں مگر ایک مہینہ پھر چھوڑ دیا آپ نے پڑھنا اس کا۔ اور ابن شیبہ استاذ بخاری اپنے مصنفہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان انهم كانوا الا يقنتون فی الفجر یعنی یہ صحابہ فجر کی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے اور یہ بھی لکھا ہے کہ جب امیر معاویہ کے ساتھ حضرت علی کی لڑائی ہوئی تو حضرت علی نے فجر کی نماز میں دعاء قنوت پڑھی لما قنت علی فی الفجر انکر الناس علیه ذلک یعنی جب حضرت علی نے قنوت کو فجر کی نماز میں پڑھا تو ان پر لوگوں نے انکار کر دیا۔ اور ابن قیم جو کہ وہابی [1] فرقہ کے مرشد

حاشیہ

[1] امام حافظ ابن قیم جوزیہ کو اور اسی طرح شیخ الاسلام امام حافظ ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ کو وہابیہ کا مرشد کہنا درست نہیں ہے کیونکہ وہ اہلسنّت اور اس امت مسلمہ کے اولیاء اللہ میں سے ہیں اگرچہ توسل و زیارت روضہ اقدس

ہیں لکھتے ہیں کہ اگر آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا ہمیشہ فجر کی نماز میں دعا قنوت پڑھنا ثابت ہوتا تو ضرور صحابہ سے نقل ہوتا۔ اور اس کے خلاف واقع نہ ہوتا۔ اور اصل بات یہ ہے کہ آپ نے صرف بددعا کے لئے دعا قنوت پڑھا ہے۔ فلما زال ترک القنوت یعنی جب آپ کی مراد پوری ہو گئی تو پھر آپ نے ترک کر دیا۔ اس کو اور جن حدیثوں سے ہمیشہ کا پڑھنا ثابت ہوتا ہے وہ سب کی سب ضعیف اور قابل عمل نہیں۔ دیکھو فتح القدیر و زادالمعاد اور جواہر منیفہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی صدور حادثہ ہو جائے تو فجر کی نماز میں دعا قنوت پڑھنے میں کوئی خوف نہیں ہو گا۔ اور سوا اس کے جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: بوقت تکبیر تحریمہ ہاتھ کانوں تک اٹھائے جائیں یا کندھوں تک۔ کیونکہ فرقہ وہابیہ کہتا ہے کہ کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی کوئی حدیث نہیں؟

جواب: بوقت تکبیر تحریمہ کانوں تک ہاتھوں کا اٹھانا سنت ہے۔ چنانچہ سنن نسائی و سنن ابو داؤد و سنن دار قطنی و معجم طبرانی و صحیح مسلم وغیرہ کتب معتبرہ میں حدیث مالک بن الحویرث سے مسطور ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذاکبر رفع یدیہ حتٰی یحاذی بھما اذنیہ یعنی جب حضور علیہ السلام تکبیر کہتے تھے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ دونوں کانوں کے برابر کر دیتے تھے۔ اور مسلم میں مالک سے بایں طور حدیث مذکور ہے انہ رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ حتٰی یحاذی بھما فروع اذنیہ یعنی دیکھا انہوں نے آپ کی ذات بابرکات کو کہ اٹھاتے دونوں ہاتھ اپنے یہاں تک کہ مقابل کر دیتے دونوں کانوں کے کناروں تک۔

نیز وائل بن حجر سے مروی ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ حین دخل فی الصلوۃ و کبر و وضعھما حیال اذنیہ (مسلم) یعنی بے شک نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے

حاشیہ

کے مسئلہ میں ان سے خطا ہوئی لیکن یہ دونوں مسئلے اصول و عقائد میں سے نہیں ہیں بلکہ فقہی احکام سے ہیں اور علماء و فقہا کا فقہی مسائل میں باہم اختلاف سے کوئی اہلسنت سے خارج نہیں ہوتا جبکہ فرقہ وہابیہ اہلسنت نہیں اہل بدعت ہے فقط قادری

اٹھائے ہاتھ جبکہ داخل ہوئے نماز میں اور تکبیر کہی اور رکھا دونوں ہاتھوں کو مقابل دونوں کانوں کے۔

صاحب کتاب طحاوی شرح معانی الاثار نے براء بن عازب سے بایں طور حدیث بیان کی ہے کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کبر لافتتاح الصلٰوۃ رفع یدیہ حتٰی تکون ابھاماہ قریبًا من شحمتی اذنیہ یعنی تھے جب کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام تکبیر کہتے شروع نماز میں تو دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ ہو جاتے دونوں انگوٹھے قریب دونوں کانوں کے نیچے کے کناروں تک۔

پس ان تمام دلائل قاطعہ سے ثابت ہوا کہ دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھانا سنت ہے اور جن حدیثوں سے کندھوں تک اٹھانے کا ذکر آیا ہے ان کو علمائے حنفیہ نے عذر پر محمول فرمایا ہے۔ یعنی سردی وغیرہ کی وجہ سے یہ فعل ہوا ہے۔ (نقل از معانی الاثار)۔ اور فرقہ وہابیہ کا کہنا غلط ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: اگر کسی شخص نے فرض مغرب و فجر کے بلا جماعت پڑھ لئے ہوں اور پھر جماعت قائم ہو جائے تو جماعت کے ساتھ اس کو شریک ہو جانا جائز ہے یا نہیں؟ اور فجر اور عصر کے بعد نفل پڑھنے درست ہیں یا نہیں؟

جواب: بے شک بعد از ادائے نماز فجر و مغرب جماعت کے ساتھ شریک ہونا درست نہیں۔ چنانچہ مرقاۃ شرح مشکوۃ باب من صلی صلٰوۃ مرتین میں حدیث اخرجہ دار قطنی بروایت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مسطور ہے عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا صلیت فی اھلک ثم ادرکت فصلھا الا الفجر و المغرب یعنی بے شک فرمایا نبی علیہ الصلوۃ واسلام نے جب نماز پڑھے تو اپنے گھر میں پھر پاوے تو جماعت کو تو پڑھ لے اس کو مگر فجر و مغرب کو نہ پڑھ۔ اور اس حدیث کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے مرفوع اور صحیح لکھا ہے اور نماز فجر اور عصر کے بعد نفل پڑھنے بھی جائز نہیں۔ چنانچہ حدیث مسلم و بخاری میں مذکور ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلٰوۃ بعد الصبح حتٰی ترتفع الشمس ولا صلٰوۃ بعد العصر حتٰی تغیب الشمس یعنی فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد نماز صبح کے کوئی نماز جائز نہیں جب تک نہ بلند

ہو جائے آفتاب۔ اور نہیں جائز کوئی نماز بعد عصر کے یہاں تک کہ غروب ہو جائے آفتاب۔ (نقل از مشکوۃ صفحہ ۸٦ مطبوعہ احمدی اور ایسا ہی فتاویٰ عالمگیری و ہدایہ و در مختار وغیرہ کتب معتبرہ میں مذکور ہے۔) واللہ اعلم بالصواب

سوال: ہمارے شہر میں ایک حافظ قرآن اور عالم باعمل حنفی المذہب نابینا نہایت پرہیزگار ہے وہ جمعہ کی جماعت کراتا ہے۔ اور اس کے پیچھے لوگ خوشی سے نماز ادا کرتے ہیں اور ایک اور مولوی صاحب ہیں وہ سخت منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نابینا کے پیچھے نماز ہرگز ہرگز درست نہیں کیونکہ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اندھے کے پیچھے نماز مکروہ ہے' وہ مسئلہ کیونکہ ہے؟

السائل احد الدین پنشنر جلال پور جٹاں

جواب: کتب معتبرہ حنفیہ میں لکھا ہے کہ اندھے کے پیچھے نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے جب کہ نابینا علم اور احتیاط اور پرہیزگاری میں سب سے زیادہ ہو' ورنہ مکروہ ہے۔ چنانچہ کتاب الاشباہ و النظائر احکام الاعمٰی میں مذکور ہے وتکرہ امامتہ الا ان یکون اعلم القوم یعنی اندھے کی امامت مکروہ ہے مگر جب کہ قوم سے اعلیٰ علم سے ہو تو مکروہ نہیں۔

بحرالرائق کتاب الامامۃ میں ہے فان کان افضلھم فاولٰی یعنی اگر اندھا قوم سے افضل ہو تو اس کو امامت کرانا بہتر ہے کیونکہ ابن ام مکتوم مدینہ طیبہ میں لوگوں کا امام بنا۔ اور اس وقت ان کے برابر پرہیزگاری و علم میں کوئی نہ تھا۔ اور ایسا ہی صاحب فتح المنان نے لکھا ہے اذا لم یکن غیرہ من البصیر افضل فھو اولٰی یعنی جب کہ بصیر افضل اور پرہیزگار اندھے سے زیادہ نہ ہو تو اندھے کے پیچھے نماز ادا کرنا بہتر ہے اور ایسا ہی بدائع وغیرہ کتب معتبرہ میں لکھا ہے اور مولوی صاحب کا ایسے عالم حافظ پرہیزگار کے پیچھے نماز کو مکروہ سمجھنا نہایت درجہ کی غلطی ہے اور خلاف حدیث ابن ام مکتوم کے ہے۔ ہاں اگر نابینا اور بینا کے اوصاف برابر ہوں تو بینا کو امامت کے لئے نابینا پر ترجیح ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال: چاند و سورج کو گہن کیوں لگتا ہے۔ اس کا سبب اور اس کی نماز کی ترکیب مفصل طور پر تحریر کرو؟ اللہ تعالیٰ اجر دے گا۔

السائل خادم العلماء حافظ خدا بخش فرخ پوری

جواب: سورج و چاند یہ دونوں خدا کی نشانیاں ہیں۔ کسی کے مرنے یا جینے کے سبب سے ان کو گہن نہیں لگتا۔ چنانچہ حدیث صحاح المصابیح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مذکور ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الشمس والقمر اٰیتان من اٰیات اللہ لا یخسفان بموت احد ولا لحیاۃ احد فاذا رایتم ذلک فاذکروا اللہ تعالٰی

ایک اور حدیث میں ہے فاذا رایتم ذلک فادعوا اللہ وکبروا وصلوا وتصدقوا فان کل خیر فی مثل ھذہ الاھوال والافزاع مامور بہ لکون الخیرات دافعۃ للبلیات یعنی فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج و چاند اللہ تعالیٰ کی دو نشانیاں ہیں نشانیوں میں سے کسی کو موت اور حیات کے سبب سے ان کو گہن نہیں لگتا۔ جب تم یہ بات دیکھو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ اور دعا مانگو اور اللہ اکبر کہو۔ اور نماز پڑھو۔ اور صدقہ دو اور خیرات کرو کیونکہ یہ نیک کام ہولناک اور خوفناک باتوں میں بجالانے کا حکم ہے۔ کیونکہ خیرات وغیرہ نیک کام آفتوں کو رفع کرتی ہیں۔ الخ

مجالس الابرار صفحہ ۲۶۹ میں لکھا ہے فان کل ذلک من الایات المخوفۃ التی یخوف اللہ تعالٰی بھا عبادہ کما قال اللہ تعالٰی وما نرسل بالایات الا تخویفًا یعنی تحقیق یہ سب خوف کی علامات ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے نہیں بھیجتے ہم علامات کو مگر ڈرانے کے لئے الخ۔

پس ان دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ سورج و چاند کو کسوف و خسوف و آندھی و طاعون وغیرہ بلیات جو لوگوں میں ظاہر ہوتے ہیں یہ محض ہمارے گناہ کبیر اور حدود سے گزر جانے کے سبب سے نمودار ہوتے ہیں۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بجلی کی آواز کو سنتے تو فرماتے اللھم لا تقتلنا بغضبک ولا تھلکنا بعذابک یعنی اللہ ہم کو اپنے غضب سے قتل نہ کر اور اپنے عذاب سے ہم کو ہلاک نہ کر۔ قرآن مجید اور حدیث شریف اس بات پر شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم پر غضب نازل نہیں کرتا مگر جب کہ لوگوں کی نوبت حد سے گزر جاتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ پہلے اپنی نشانیوں کے ذریعہ لوگوں کو ڈراتا ہے تاکہ لوگ ڈریں اور توبہ استغفار کریں اور امام جمعہ کو چاہئے کہ عوام

الناس کو عید گاہ یا جامع مسجد میں جمع کرے اور ان کو دو رکعت نماز نفل بلا اذان و اقامت و بلا خطبہ جماعت پڑھائے اور دعا و استغفار میں مشغول رہے یہاں تک کہ سورج صاف ہو جائے اگر چاند کو خسوف لگ جائے تو ہر ایک الگ الگ نماز نفل ادا کریں۔

چنانچہ کتب فقہ میں لکھا ہے ینبغی لامام الجمعتہ اذاتکسف الشمس ان یصلی بالناس فی الجامع اوفی المصلیٰ رکعتین کل رکعۃ برکوع واحدکھیئۃ النافلۃ بلا اذان ولا اقامۃ ولا خطبۃ ویقرا فیھا ماشاء من القران ویخفی القراۃ عند ابی حنیفۃ و عندھما یجھر الخ ثم ھو فی الدعا مخیر ان شاء دعا جالسًا مستقبل القبلۃ وان شاء دعا قائمًا مستقبل الناس بوجھہ او مستقبل القبلۃ

(ترجمہ) امام جمعہ کو چاہئے کہ جب سورج کو گہن لگے تو لوگوں کے ہمراہ جامع مسجد یا عیدگاہ میں دو رکعت پڑھے ہر رکعت ایک رکوع سے نفل کے طرح بے اذان و بے اقامت و بے خطبہ اور دونوں رکعتوں میں قرآن مجید جس قدر چاہے پڑھے۔ اور قرائت امام صاحب کے نزدیک خفیہ پڑھنی چاہئے اور صاحبان کے نزدیک جہر پر ہے۔ اور جب امام نماز سے فارغ ہو جائے تو پھر دعاء میں اختیار چاہے قبلہ رخ بیٹھ کر دعا مانگے چاہے کھڑے ہو کر' لوگوں کی طرف رخ کر کے دعا مانگے یا قبلہ کی طرف۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال: نماز استسقاء کس طرح پڑھنی چاہئے اور نماز استسقاء سنت ہے یا مستحب ہے؟

جواب: نماز استسقاء سنت ہے اور اس کو جماعت سے ادا کرنا مستحب ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت اس امر میں نہیں پائی گئی کیونکہ کبھی آپ نے استسقاء کے لئے صرف دعاء فرمائی ہے اور کبھی نماز جماعت سے ادا کی ہے۔ پس امام جمعہ یا حاکم وقت کے لئے مستحب ہے کہ لوگوں کو تین یوم پہلے روزوں کا حکم دے۔ پھر ان کو تین یوم متواتر میدان میں لے جا کر دو رکعت نماز نفل بلا اذان و اقامت پڑھائے اور دو خطبے پڑھے۔ اور اس میں قرائت بلند پڑھے اور رخ .بقبلہ ہو کر دعا برائے حیوانات و نباتات و جمادات و جمیع مخلوقات مانگے۔ اور استغفار کرے اور بہتر یہ ہے کہ پہلے نماز پڑھنے کے صدقہ کریں اور دعا

مانگنے والا کوئی پرہیزگار آدمی ہو۔ اور لوگ اس پر امین، امین کہیں۔ اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کریں اور سچے دل سے توبہ کریں۔ (نقل از مجلس الابرار صفحہ ۲۱۷) واللہ اعلم بالصواب

استفتاء کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی غلام یحییٰ شاگرد مولوی غلام محمد نمبردار کہتا ہے کہ طعام پر فاتحہ خوانی ناجائز ہے اور جو سلطان الفقہ جلد اول میں اس کے جواز پر حدیث مسطور ہے وہ ضعیف ہے اور امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے قول سے ثابت کریں۔ امام صاحب کا اس مسئلہ کے جواز پر کوئی قول نہیں۔ اگر ہے تو ثابت کریں؟فقط السائل خادم العلماء غلام عیسیٰ از مدح پور چک نمبر ۳۵۵ ڈاک خانہ چک نمبر ۲۵۶ مورخہ ۲۳ اکتوبر ۱۹۲۰ء

جواب: طعام اور کلام پڑھ کر فاتحہ دینا بارواح بزرگان وغیرہ جائز بالاتفاق ہے خواہ طعام روبرو رکھا جائے یا نہ۔ اور اس سے انکار کرنا محض جہالت اور نادانی ہے کیونکہ اس پر اجماع امت کا ہو چکا ہے چنانچہ کتاب شرح الصدور میں مذکور ہے ان المسلمین مازالوا فی کل عصر بمصر یجتمعون و یقرؤن القران لموتھم من غیر نکیر فکان اجماعًا یعنی بے شک مسلمان ہمیشہ ہر زمانے میں معرمقبرہ جمع ہوتے ہیں اور پڑھتے ہیں قرآن مجید واسطے بخشش مردوں اپنوں کے، سوا انکار کرنے کسی منکر کے۔ یعنی کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ پس یہ ہوا اجماع۔

کتاب ہدیتہ الحرمین صفحہ ۲۶ میں لکھا ہے فی العرف الذی شاع فی دیار العرب والعجم بان القوم یجتمعون و یقرؤن القران ویذکرون اللہ بانواع الذکر و یتصدقون بانواع الماکولات والمشروبات ویھدون ثوابھم لموتھم یعنی بے شک قوم جمع ہوتی ہے اور پڑھتی ہے قرآن کو اور ذکر کرتی ہے اللہ کا ساتھ طرح طرح کے ذکر کے اور تصدق کرتے ہیں قسم قسم کے کھانے اور پیسوں سے اور ہدیہ دیتے ہیں اور بخشتے ہیں ثواب ان کا مردوں اپنوں کو۔

فتاویٰ نوادر و مجموع الروایات میں ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے سوئم و چہلم و ششماہی تک طعام و کلام کو ثواب ان کی روح کو پڑھ کر بخشا۔ اور جو معترض صاحب نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو ضعیف لکھا ہے جناب وہ کونسی قسم کا ضعیف ہے بیان کریں اور

اگر بالفرض وہ حدیث ضعیف ہے تو محدثین کے نزدیک افعال نیک میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا بھی درست ہوتا ہے اور اس مسئلہ کی بحث ہم جلد ششم میں بادلائل قویہ و احادیث صحیحہ کر چکے ہیں۔ اور ہدیۃ الحرمین صفحہ ۶۹ ملاحظہ کریں۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال: تقلید شخصی کس لئے معین کی گئی ہے اور اس کی وجہ کیا ہے؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: تقلید شخصی اس لئے کی جاتی ہے کہ انسان مسائل اختلافیہ میں پڑھ کر مرتکب حرام نہ ہو جائے ۔ا کیونکہ ایک مسئلہ میں کئی طرح کے اختلافات نظر آتے ہیں۔ ایک کے نزدیک حلال دوسرے کے نزدیک حرام، اس لئے مذہب کی تقلید کے بغیر غیر مجتہد کو چارہ نہیں۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے کتاب عقد الجید صفحہ ۳۱ میں فرمایا ہے۔

اعلم ان فی الاخذ بهذه المذاهب الاربعة مصلحة عظيمة وفی الاعراض عنها مفسدة كبيرة ونحن نبين ذلك بوجوه احدها ان الامة اجمعت على ان يعتمدوا على السلف فی معرفته الشريعة فالتابعون اعتمدوا فی ذلك على الصحابة وتبع التابعين اعتمدوا على التابعين وهكذا فی كل طبقة

(ترجمہ) یعنی جان تو کہ ان چار مذاہب کے اخذ کرنے میں بڑی مصلحت ہے اور اس سے انکار کرنے میں

حاشیہ

ا یعنی بعض کے نزدیک۔ لیکن یہ دلیل محل نظر ہے کیونکہ جو تقلید شخصی کرتے ہیں بعض مسائل میں بعض آئمہ کے نزدیک وہ بھی حرام کے مرتکب ہوتے ہیں مثلاً فقہاء احناف امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کو حرام سمجھتے ہیں چنانچہ شرح وقایہ میں ہے "کرمتہ القراءۃ" (ج ا ص ۱۷۹) اور شوافع امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا فرض قرار دیتے ہیں۔ اس اعتبار سے احناف کے نزدیک شوافع حرام کے مرتکب ہوئے اور شوافع کے نزدیک احناف فرض کے تارک ٹھہرے۔ لیکن چونکہ دونوں طرف سے دلائل شرعیہ ہیں خواہ کسی کے دلائل قوی ہوں یا کسی کے ضعیف مگر عمل کرنے والا اپنے ہی دلائل قوی سمجھتا ہے اس لئے جہاں دونوں طرف سے دلائل ہوں وہاں کسی کو بھی حرام کا مرتکب نہیں قرار دینا چاہئے البتہ یوں کہنا چاہئے کہ مصلحت و حکمت کی بناء پر ضروری ہے فقط قادری

بڑا فساد ہے۔ ہم اس کو کئی وجوہ سے ظاہر کرتے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ امت نے اجماع کیا ہے اس پر کہ شریعت کے معلوم کرنے میں سلف پر اعتماد کریں۔ پس تابعین نے صحابہ پر اعتماد کیا اور تبع تابعین نے تابعین پر اسی طرح ہر طبقہ میں علماء نے اپنے اگلوں پر اعتماد کیا۔ اور عقل اس کے حسن پر دلالت کرتی ہے اس لئے کہ شریعت نہیں پہچانی جاتی مگر نقل اور استنباط سے۔ اور نقل نہیں درست ہوتی مگر اس طور سے کہ ہر طبقہ پہلوں سے بالاتصال اخذ کرے۔ اور استنباط میں ضروری ہے کہ متقدمین کا مسلک جانے تاکہ ان کے اقوال سے خارج ہو کہ خارق اجماع نہ ہو جائے۔ الخ

پس اس عبارت سے صاف صاف ظاہر ہوا کہ تقلید معین میں مصلحت عظیمہ ہے اور اس سے انکار کرنا محض جہالت ہے۔ لہٰذا عامیان کو چاہئے کہ مسائل اجتہادیہ میں تقلید مجتہد کی کریں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون الغرض غیر مجتہد کو مسائل اجتہادیہ میں ضرور مجتہد کی تقلید کرنی چاہئے۔ فقط

سوال: کتب فقہ معتبرہ میں جو مسائل ہیں اور ان کی تائید پر حدیث بھی کہیں کہیں لکھی ہوتی ہیں اور جب مسئلہ حدیث اور فقہ کا بلا اسناد فرقہ وہابیہ کے پیش کیا جاتا ہے تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم اس حدیث کو ہرگز نہ مانیں گے جب تک اس کی اسناد ہم کو نہ بتلائی جائیں کیا یہ ان کا کہنا مطابق حکم خداوند رحیم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے یا برعکس۔ یہ مسئلہ کیونکر ہے؟

جواب: اسناد حدیث کا دریافت کرنا حکم خداوندی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں۔ اگر یہ وہابی دکھا دیں تو یک صد روپیہ انعام حاصل کریں۔ اور کتب مشہور معتبرہ میں جو مسائل فقہ اور احادیث کے درج ہیں ان کی اسناد دریافت کرنا اور مسئلہ فقہ پر طعن کرنا نہایت درجہ کی جہالت و سفاہت ہے۔ چنانچہ کتاب الانصاف فصل اسباب اختلاف میں بایں طور لکھتے ہیں۔

"جو طبقہ اہلحدیث کا ہے سو بے شک اکثر ان کے سعی کرتے ہیں صرف روایات میں اور طرق حدیث کے جمع کرنے میں اور طلب کرنے میں غریب اور شاذ کے اس حدیث سے کہ جس کا اکثر موضوع یا مقلوب ہے اور نہیں رعائت کرتے وہ لوگ متن کی اور نہیں سمجھتے معنوں کو اور انہیں استنباط کرتے ان کے اسرار

کا اور نہیں نکالتے ان سے خزانے اور فقاہیت اور بسا اوقات فقہا پر عیب کرتے ہیں اور طعن مارتے ہیں۔ اور ان پر مخالفت حدیث کا دعویٰ کرتے ہیں۔ حالانکہ نہیں جانتے کہ وہ خود ان کے مبلغ علم سے قاصر ہیں اور ان کے حق میں برے الفاظ کہنے سے گنہگار ہوتے ہیں۔" الخ

عقد الجید صفحہ ۱۔ ۵۲ میں بایں طور تحریر فرماتے ہیں کہ ثبوت مسئلہ کے دو طریق ہیں یا تو اس کے واسطے سند پائی جائے یا اس کتاب مشہورہ سے اخذ کیا ہو جو برابر ہاتھوں چلی آئی ہے جیسا کہ کتابیں امام محمد کی اور مثل ان کی تصانیف اور مسانید مشہور مجتہدین کی۔ اس لئے کہ وہ بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہیں۔ اس طرح ذکر کیا اس کو امام رازی نے۔ فتاویٰ تنیہ میں ہے کہ جو کسی کا کام پایا جائے اور کسی کتاب مشہور میں مذہب اس کا مدون ہوا اور ہاتھوں ہاتھ وہ کتابیں ایک دوسرے سے نقل ہو کر چلی آتی ہوں۔ پس اس کے ناظر کو یہ کہنا جائز ہے کہ فلاں شخص نے یہ کہا ہے' اگرچہ اس کو کسی نے نہ سنا ہو جیسے کتابیں امام محمد کی اور موطا امام مالک کا۔ اور سوا ان کے ان کتابوں سے جو اقسام علوم میں تصنیف کی گئی ہیں۔ اس لئے کہ ان کا اس طور سے پایا جانا بمنزلہ تواتر و خبر مشہور کے ہے کہ مثل اس کے نہیں محتاج ہوتی ہے طرف اسناد کے۔ الخ

پس ان عبارتوں سے ثابت ہوا کہ مسئلہ اجتہادیہ میں سند کی ضرورت نہیں۔ اور علاوہ اس کے فقیر کہتا ہے کہ حدیثوں کے اسناد پر زور دینا اور ان کے اوپر فیصلہ سمجھنا نہایت درجہ کی غلطی ہے کیونکہ ایک حدیث کو ایک شخص کہتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور دوسرا اسی حدیث کو لاباس بہ کہہ دیتا ہے۔ لہٰذا صحت اور ضعف اور وضع حدیث میں اس قدر اختلاف نظر آتا ہے کہ کوئی بات حل ہو ہی نہیں سکتی۔ چنانچہ حدیث صلوٰۃ تسبیح کی صحیح ہے اور اس کو ابن جوزی نے موضوع کہہ دیا ہے۔ اور صحیح حدیث جو معازف کی حرمت کے بارہ میں بخاری نے بیان فرمائی ہے اس کو مردود کہہ دیا ہے۔ سچ ہے الحدیث مضلۃ الا للفقهاء باقی مفصل ذکر اغلاط البخاری میں ملاحظہ فرمائیں جو عنقریب شائع ہونے والی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال: چہ فرمائند علمائے راسخین و مفتیاں شرع متین اندریں مسئلہ کہ قیام رمضان المبارک والمعظم عنداللہ عشرین رکعت ثابت است یا نہ۔ و اگر ثابت است پس از کدام ادلہ متناولہ شرعیہ راجیہ زیراکہ

اہل الظواہر یعنی غیر مقلدین قائل بہ ہشت رکعت اند ومیگویند کہ اول بست رکعت ثابت نیست واگر ثابت است آں ہم از بعض ملتہ گان است و آں قائل حجت نیست۔ دیگر ایکہ اگر کسے ہکذا الفاظ بحق عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ مجتہدین از زبان یامن حیث التحریر بگوید آیا کافر گردد یا نہ بینوا یوجر کم اللہ تعالیٰ فی الدراین احسن الاجر

جواب بالصواب بتوفیق ملک الوہاب : اقوال باللہ التوفیق ثبوت تراویح بست رکعت ثابت المثبت ہے۔ مگر حنفیہ کے نزدیک نہ غیرہم کے نزدیک جیسا کہ جوہر النقی شرح البھیقی میں ہے عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر اخرجہ[۱] ابن ابی شیبۃ اس میں جو حافظؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث اور وہ حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا والی صحیح ہے کما قالت انہ ماکان رسول اللہ یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشر رکعۃ مگر علامۃ القاری نے فرمایا مجیبًا عنہ ولا یعبد ان ابن عباس حصل لہ العلم من غیر طریق عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما من سائر امہات المؤمنین وقال ایضا وعلی کل تقدیر فالعمل بحدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راجح وقال ویکفینا مارواہ البیہقی فی المعرفۃ باسناد صحیح عن السائب بن یزید قال کنا نقوم زمن عمر بن الخطاب بعشرین رکعۃ والوتر فھذا کالاجماع من غیر منکر و قلورد علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین بعدی ثم الظاہر من کلام ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ کان یصلی

حاشیہ

[۱] (ترجمہ) کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان میں جماعت کے بغیر بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔ اس میں ابو شیبہ ابراہیم راوی ہے جو ضعیف ہے اسی طرح کی اور بھی حدیثیں ہیں جو سندوں کے اعتبار سے ضعیف ہیں مگر ایک دوسری سے مل کر قوت رکھتی ہیں نیز قاعدہ ہے کہ حدیث ضعیف فقہاء و علماء کے عمل سے قوی ہو جاتی ہے چونکہ اس پر چاروں آئمہ اور ان کے فقہاء کرام کا عمل ہے لہٰذا ان کے عمل نے اسے قوی کر دیا۔ فقط قادری

عشرین رکعۃٍ فی لیالی رمضان من اولها وکلام عائشة مشیر الی صلوۃ التهجد کما بینته بقولها یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنهن الحدیث فی معانی الاثار وقال المحقق مولٰینا مولوی عبدالحیی مرحوم و مغفور اما عدما صلی ثابت من اخبار و اثار انه علیه السلام کان یصلی عشرین رکعۃ والوتر فی رمضان تعلیق ۱ء وقدثبت عن البیهقی ان عمر ابن الخطاب جمع الناس علی ثلث و عشرین رکعۃً فافهم من هذا ان التراویح عشرون رکعۃ والوتر ثلاث رکعات تعلیق۔ اور کہا امام محمد نے قدثبت ان التراویح عشرون رکعۃ لان المسلمین قد اجمعوا علی ذلک من الجامع الصغیر للامام محمد اور کہتا ہوں کہ مقصود قیام رمضان سے طلب ثواب ہے اور تقرب الی اللہ۔

پس زیادہ ثواب بیس رکعت میں ہے نہ کہ آٹھ میں اور یہ کہ عبادت اکثر سجدات والی افضل دوسری سے ہے اور سجدات بیس میں اکثر ہیں۔ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر آج تک اتفاق بیس پر ہے۔ ہاں بعض غیر مقلدین کا خلاف ہے ولا اعتبادلہ۔ اور مسلمانوں کا حسن بھی بیس رکعات پر ہے وقد ثبت عن النبی صلی اللہ علیه وسلم انه قال ماراه المومنون حسنًا فهو حسن عند اللہ وماراه المسلمون قبیحًا فهو عند اللہ قبیح اور جو کوئی علمائے دین کے حق یا سلف صالحین کے حق میں ایسے ایسے الفاظ مذکورہ بالا کہے تو وہ کافر ہے۔

کما قال حسب المفتین من سب عالمًا او متعلمًا فیکفر و طلقت امرئته ولا تحل ذبیحته ولیس حاجۃٌ للّٰه تعالٰی فی عبادته صفحہ ۱۱۱ سطر ۴ وقال ایضًا لایجوز شهادته ولا یدخل فی المسجد و قال ولیس للمسلمین ان یلفنوه اذامات ۲ء اس سے ثابت ہو چکا ہے کہ وہابی جو سلف صالحین کے حق میں جا بجا گالیاں بولتے

حاشیہ

۱ء قولہ "تعلیق" اشارۃ الی التعلیق المجد علی مؤطا محمد مولانا عبدالحی رحمتہ اللہ تعالیٰ (ص ۱۳۸) قادری

۲ء یعنی جو ایک عالم دین کو گالی دے یا طالب علم دین کو گالی دے وہ کافر ہو جاتا ہے اس کی بیوی اس کے نکاح

ہیں اسلام سے خارج ہیں۔ ہاں بعض وہابی جو منصف مزاج ہیں۔ فقط العبد ابوالخیر محمد میر عالم سنی الحنفی ہزاروی حال وار دعاونگرہ مجیب کے فتوئی بیس رکعت تراویح پر خادم شریعت کو اتفاق ہے اور اس سے انکار کرنا محض جہالت پر مبنی ہے کیونکہ اس مسئلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس پر اتفاق ہے۔

کتاب سبل السلام شرح بلوغ المرام میں بایں الفاظ حدیث مذکور ہے وفی البیہقی ان عمرا مرابیا وتمیما الداری یقومان بالناس بعشرین رکعۃ وفی الروایۃ الثانیۃ انہم کانوا یقومون فی زمان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعشرین رکعۃ وفی راویۃ بثلاث و عشرین رکعۃ وفی روایۃ ان علیا رضی اللہ عنہ کان یؤمھم بعشرین رکعۃ ویوتر بثلاث قال البیہقی فیہ قوۃ یعنی ابی بن کعب و تمیم داری کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائیں۔

ایک روایت میں ہی کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔ اور ایک روایت میں ۲۳ رکعت اور ایک روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے اور تین وتر اور کہا امام بیہقی نے یہ روایت قوی ہے۔ اہ

کتاب جامع آلاثار صفحہ ۴۳ میں ہے کہ سائب بن یزید نے کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں مع وتر ۲۳ رکعت تراویح پڑھتے تھے اور کہا امام نووی نے اس کی سند صحیح ہے۔ وقال ابن عبدالبر وھو قول جمہور العلماء وبہ قال الکوفیون و الشافعی واکثر الفقھا وھو الصحیح اور جو وہابی لوگ ابی بن کعب سے ۸ رکعت تراویح کا ثبوت پیش کرتے ہیں وہ خلاف تمام صحابہ کے ہے۔ اور اس کو آئمہ اربعہ سے کسی نے سند نہیں پکڑا۔ لہذا وہ روایت قابل عمل نہیں۔

حاشیہ

سے باہر ہو جاتی ہے اور اس کا ذبح کیا ہوا جانور حلال نہیں اللہ کو اس کی عبادت کی کوئی پرواہ نہیں۔ اس کی گواہی قبول نہیں اسے مسجد میں داخل نہ ہونے دیا جائے اور جب وہ مرے تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور اسے مسلمان دفن نہ کریں۔ فقط قادری

اہ ملاحظہ ہو السنن الکبری للامام البیہقی ج ۲ ص ۴۹۶

فقط ا‌ے

سوال : ٹوپی سے نماز کسی صحابی نے پڑھی ہے یا نہیں۔ اور نماز میں دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو کہاں رکھنا چاہئے کیونکہ وہابی لوگ کہتے ہیں کہ ہاتھ کو کلائیوں پر رکھنا چاہئے اس کا جواب حدیث بخاری وغیرہ سے دیں؟

جواب : بے شک ٹوپی سے نماز پڑھنا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثابت ہے اور ہاتھ دائیں کو بائیں کے پہنچے پر باندھنا سنت ہے چنانچہ کتاب صحیح بخاری صفحہ ۳۱ پارہ پانچ سطر ۲ میں بایں طور حدیث مسطور ہے و وضع ابواسحاق قلنسوته فی الصلوة و رفعها و وضع علی رضی اللہ تعالٰی عنه کفه علی رسغه الایسر یعنی رکھی ابو اسحاق نے ٹوپی اپنی نماز میں اور اٹھایا اس کو اور رکھا حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ہاتھ اپنا اوپر پونہچے اپنے بائیں کے۔ اور ایسا ہی کتاب آثار امام محمد رحمتہ اللہ علیہ میں لکھا ہے۔ وہوہذا

انا ابو حنیفة عن حماد ابراهیم ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کان یعتمد باحدی یدیه علی الاخری فی الصلٰوة یتواضع للہ تعالٰی قال محمد یضع بطن کفه الایمن علی رسغ الیسری تحت السرة فیکون الرسغ فی وسطه الکف یعنی خبردی مجھ کو ابو حنیفہ نے حماد سے۔ وہ روایت کرتے ہیں ابراہیم سے تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پکڑتے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے درآنحالیکہ عاجزی کرتے تھے خالص اللہ تعالٰی کے لئے۔ کہا محمد نے کہ رکھتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کے پونہچے پر نیچے ناف کے اور ہوتا پونچا بائیں ہاتھ کا درمیان دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے۔ اور کہا ابوالحاسن شارح ترمذی کتاب فورالکرام

حاشیہ

ا‌ے امام بیہقی نے اس کی ایک توجیہ یہ بھی فرمائی ہے کہ صحابہ کرام پہلے گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے یعنی آٹھ تراویح اور تین وتر بعدہٗ تیس رکعتیں پڑھنا شروع کیا بیس تراویح اور تین وتر پھر ہمیشہ کے لئے تیئس رکعتوں کا ہی معمول بن گیا (السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶)

میں کہ ھذا سند جید یعنی سند اس حدیث کی بہت صحیح اور درست ہے اور باقی ذکر اس کا جامع الاثار صفحہ ۲۹ و سلطان الفقہ جلد اول و سوم میں دیکھو۔

ٹوپی سے نماز پڑھنی جائز ہے چنانچہ فتاویٰ برہنہ وغیرہ کتب معتبرہ میں لکھا ہے ہاں اگر دستار موجود ہو تو پھر ٹوپی سے نماز پڑھنی مکروہ ہے ا۔ کیونکہ دستار کو ٹوپی سے فضیلت ہے اور بہتر ہے کہ ٹوپی پر دستار کو باندھ لے تاکہ درمیان سر کا بھی ڈھانکا جائے۔ اور ہر دو امور میں احتیاط ہو جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ منورہ کی کیا فضیلت ہے؟ اور محض اس کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ ابن عبدالوہاب نے اپنی تصنیف کتاب التوحید میں لکھا ہے کہ نبی و ولی وغیرہ کے مقبرہ کی طرف سفر کر کے جانا حرام ہے اور اپنے باطل دعویٰ پر حدیث لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ بھی پیش کر دی ہے۔ اب اس کا جواب باسند صحیح تحریر فرمائیں؟

جواب: بخاری پارہ پانچ صفحہ ۳۰ حدیث باسناد صحیح روضہ منورہ کی فضیلت پر بایں طور شاہد ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مابین بیتی و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ۔ الخ یعنی فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ درمیان گھر میرے اور منبر میرے کے ایک باغ ہے جنت کے باغوں سے۔

ایک حدیث مبارک میں مابین قبری و منبری روضۃ من یاض الجنۃ بھی وارد ہے اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ومنبری علی حوضی بھی آیا ہے۔ یعنی درمیان قبر اور منبر میرے کے ایک باغ ہے جنت کی باغوں سے۔ اور منبر میرا اوپر حوض میرے کے ہے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میری مسجد میں آ کر نماز ادا کرے تو اس کو ہزار نماز سے زیادہ ثواب ملے گا۔

وھوہذا

حاشیہ

ا۔ مکروہ سے مراد مکروہ تنزیہی ہے یعنی خلاف اولی و افضل۔ اس سلسلہ میں ہماری کتاب لباس مسنون مطبوعہ اشاعۃ القرآن پبلی کیشنز اردو بازار لاہور کا مطالعہ فرمائیں۔

عن ابی هریرة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال صلٰوۃ فی مسجدی هذا خیر من الف صلٰوۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام ا۔ یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک نماز بیچ مسجد میری کے بہتر ہے ہزار نماز بیچ ماسوا اس کے۔ مگر مسجد کعبہ اور مکہ و مدینہ طیبہ کی فضیلت تمام روئے زمین کے شہروں پر باتفاق علمائے دین کے ہے۔ چنانچہ کتاب بخاری باب ماذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد ثانی صفحہ ۱۷۳ میں مذکور ہے حض علی اتفاق اهل العلم وما اجمع علیه الحرما مکة و المدینة وما کان بها من مشاهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم والمهاجرین والانصار و مصلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والمنبر والقبر الخ یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دی اتفاق اہل علم پر کہ جس پر اجماع کیا اہل حرمین مکہ اور مدینہ نے۔ اور جو کچھ مشاہد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین و انصار کا ہے اور مصلی نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا اور منبر اور قبر آپ کی۔ الخ

اس پر علامہ کرمانی حاشیہ شرح بخاری پر لکھا ہے وقال مالک اجماع اهل مدینه حجة یعنی کہا امام مالک نے کہ صرف اتفاق مدینہ شریف والوں کا دلیل شرعی ہے۔ (نقل از توضیح دلائل صفحہ ۱۹) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ منورہ کی زیارت کے لئے سفر کرنا قرآن مجید اور احادیث صحیح و اقوال آئمہ اربعہ سے ثابت ہے ہوہذا۔

قال اللہ تعالیٰ ولوانهم اذ ظلموا انفسکم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لهم الرسول لو جدوا اللہ توابا رحیمًا یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ جب اے حبیب وہ ظلم کریں اور تیرے دربار پر حاضر ہو کر بخشش طلب خدا سے کریں تو آپ بھی بخشش ان کے لئے مانگیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو پائیں گے بخشنے والا مہربان۔ آیت دوم: ومن یخرج من بیته مهاجرًا الی اللہ ورسوله ثم یدرکه الموت فقد وقع اجره علی اللہ یعنی جو شخص اپنے گھر سے نکلا ہجرت

حاشیہ

ا۔ ابن ماجہ میں ہے کہ میری اس مسجد میں ایک نماز کا ثواب دوسری مسجدوں میں پچاس ہزار نماز کے برابر ہے اور مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔ قادری

کرتا ہوا اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھر اس کو راستہ میں موت آجائے تو اللہ کے اوپر ہو گا اس کا اجر۔ پس ان ہر دو آیات سے ثابت ہوا کہ جب لوگوں کے گناہ بے شمار ہو جائیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار شریف پر حاضر ہو کر بخشش طلب کریں اور اگر راستہ میں مرجائیں تو ان کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو گا اور بخشش طلب کرنا صرف آپ کی حیات سے مقید نہیں بلکہ آپ کے انتقال کے بعد بھی ہمیشہ کے لئے باقی ہے چنانچہ ارشاد الٰہی وارد ہے واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات (یعنی بخشش طلب کریں اپنے ذنب کے لئے اور ایمان والوں اور ایمان والیوں کے لئے اور جب کوئی مؤمن آپ کے دربار شریف پر جائے تو اس کو مستحب ہے کہ یہ آیت پڑھ کر اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد ایک اعرابی نے آپ کے دربار شریف یعنی مقبرہ منورہ پر کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں بہت گنہگار ہوں آپ میرے لئے دعائے مغفرت فرمایئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربت شریف سے آواز آئی کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے بخش دیا ہے نقل از جوہر المنظم علامہ ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ (و تفسیر مدارک میں اسی آیت کے تحت۔ قادری) اور علامہ صاحب نے زیارت روضہ منورہ پر اجماع قائم کیا ہے اور اس بارے میں بہت سی احادیث بھی نقل فرمائی ہیں ان میں سے چند حدیثیں فقیر بھی تحریر کر دیتا ہے وہوہذا۔ من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی یعنی جس نے کعبہ کا حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر جفا کی۔ اور اس حدیث کو ابن عدی نے روایت کیا ہے (حدیث دوم) من زار قبری وجبت لہ شفاعتی یعنی جو شخص میرے مزار کی زیارت کرے گا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گی (حدیث سوم) من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی (یعنی جس نے میری موت کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ قادری) اور حدیث لاتشد الرحال کا مطلب وہ نہیں جو کہ فرقہ وہابیہ نے سمجھ رکھا ہے کہ سفر کرنا برائے زیارت روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اولیائے عظام شرک اکبر ہے۔ بلکہ اس حدیث صحیح سے مراد یہ ہے کہ سوا مسجد کعبہ و مسجد نبوی و مسجد بیت المقدس کے اور مسجدوں کی طرف برائے تعظیم و نماز کی غرض سے سفر نہ کرنا چاہئے۔ اور اگر اس حدیث سے یہ عبارت مقدر نہ مانی جائے گی

تو تمام سفر کرنے حرام تصور کرنے پڑیں گے۔ باقی مفصل ذکر اس کا جلد اولین میں گذر چکا ہے ان سے مطالعہ کریں۔ فقط

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص موضع چراغ شاہ والہ سے عرصہ چھ سات سال کا ہوا ہے کہ ملک چین میں کئی ایک ہمراہیوں کے ساتھ مل کر چلا گیا ہے' چار سال متواتر اس کی چٹھیاں اور روپے آتے رہے ہیں اب عرصہ دو سال کا ہوا ہے کہ اس نے کوئی خط روانہ نہیں کیا۔ لیکن اس کے ہمراہیوں کے خطوط اس کو زندہ بتلاتے ہیں۔ اب ایک مفتی مسمی محمد یوسف غیر مقلد نے اس کی زوجہ کو نکاح ثانی کا فتویٰ دے دیا ہے اور پر میاں محمد غیر مقلد نے اس عورت کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا ہے' اب یہ نکاح ثانی صحیح ہے یا نہیں؟ اور نکاح خوان و مفتی غیر مقلد پر کیا تعزیر ہے؟ جواب باسند الکتاب تحریر فرمائیں۔

فقط السائل خادم العلماء جلال الدین امام مسجد موجیوالہ ڈاک خانہ فتح گڑھ بجنور ضلع فیروزپور

جواب: یہ نکاح نزدیک علمائے محققین اہلسنت و الجماعت کے ہرگز ہرگز درست نہیں۔ اور قرآن مجید و احادیث صحیح و اقوال آئمہ اربعہ بھی اسی بات پر شاہد ہیں۔ جیسا کہ ان دلائل قاطعہ سے ظاہر ہوتا ہے قال اللہ تعالیٰ والمحصنٰت من النساء الا ماملکت ایمانکم یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے حرام کی گئی ہیں تم پر خاوند والی عورتیں مگر وہ جن کے مالک ہوئے دہنے ہاتھ تمہارے۔ پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ سوا ان عورتوں کے جو دارالحرب سے پکڑ لائے ہوں دوسری خاوند والی جائز نہیں' یعنی ان سے نکاح کرنا حرام ہے اور یہ ظاہر ہے کہ مفقود کے وہ عورت کسی سے نکاح نہیں کر سکتی اور اس کی موت یا طلاق میں تو وہم یا شک ہے کہ شاید وہ مرگیا ہو یا طلاق دے دیا ہو گا۔ تو اس صورت میں نکاح نہیں ٹوٹ سکتا کیونکہ الیقین لا یزول بالشک[۱] ایک مسلمہ اصول ہے اور حدیث مرفوع بھی اس پر شاہد ہے۔

حاشیہ

[۱] یعنی یقین محض شک سے زائل نہیں ہو سکتا کیونکہ یقین بڑی قوت ہے اور شک یا وہم کمزور ہیں تو بڑی قوت کمزور سے ختم نہیں ہو سکتی ہاں کمزور بڑی قوت کے آگے نہیں ٹھہر سکتا۔

چنانچہ تقویم صفحہ ۳۷ و اخرجہ دار قطنی میں بایں طور مسطور ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امراۃ المفقود امراتہ حتی یاتیھا الخبر یعنی مفقود کی بی بی اس کی بی بی ہے جب تک پاوے خبر موت یا طلاق کی۔ اور اسی کتاب میں ہے کہ فرمایا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قال فی امراۃ المفقود ھی امراۃ ابتلیت فلتصبر حتی تاتیھا موت او طلاق (اخرجہ عبدالرزاق) یعنی فرمایا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیچ حال عورت گم شدہ مرد کے کہ وہ عورت آزمائش میں ہے۔ پس چاہئے اس کو کہ صبر کرے یہاں تک کہ آوے اس کو خبر موت یا طلاق کی۔ الخ[۱]

اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ وہ حدیثیں ضعیف ہیں دیکھو کتب اسماء الرجال و فتاویٰ عبدالحی حنفی۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ ان میں کلام ہے لیکن ان کے متن کی صحت میں کسی فرد و بشر کو کلام نہیں اور دوسری وجہ یہ ہے جو ان کے روایات میں جرحیں ہوئی ہیں۔ وہ سب کی سب مبہم و مجمل ہیں جو کہ محدثین کے نزدیک غیر مقبول ہیں۔

صاحب شامی نے لکھا ہے کہ جس حدیث سے کوئی مجتہد استدلال پکڑے تو وہ حدیث صحیح تسلیم کی جاتی ہے۔ ہوبذا المجتھد اذا استدل بحدیث کان تصحیحا لہ یعنی مجتہد جب کسی حدیث سے استدلال کرے تو وہ استدلال اس حدیث کی تصحیح ہو گا۔ پس یہ ظاہر ہے کہ امام شافعی و امام اعظم رحمتہ اللہ علیہما نے ان حدیثوں سے استدلال اخذ کیا ہے۔ لہٰذا یہی ان کے صحیح ہونے کی دلیل کافی ہے۔ اور علاوہ اس کے نظم الدر کی شرح میں لکھا ہے المقبول ماتلقاہ العلماء بالقبول وان لم یکن لہ اسناد صحیح الی آخرھا او وافق آیتہ من کتاب اللہ او بعض اصول الشریعۃ حیث لم یکن فی سندہ کذاب علی ماذکرہ الحفاظ یعنی حدیث کی صحت کی یہ بھی ایک

حاشیہ

[۱] اس بارے میں ہماری تحقیق گذشتہ حواشی میں گذر چکی کہ متاخرین حنفیہ نے اس مسئلہ میں امام مالک کے قول پر فتویٰ دیا ہے کہ وہ جج کے آگے مقدمہ دائر کرے وہ اسے چار سال انتظار کا کہے اس دوران عدالت خوب مشہور کرائے اگر نہ آئے تو چار سال بعد اسے مردہ قرار دے کر اس کی بیوی کو عدت متوفی عنہا زوجہا یعنی چار ماہ دس دن گذار کر دوسرے نکاح کی اجازت دیدے فقط قادری

دلیل ہے کہ صاحب علم اس حدیث شریف کے ساتھ قائل ہوں۔ اور مقبول وہ حدیث ہے جس کو علمائے دین نے قبول فرمالیا ہو۔ اگرچہ اس حدیث کی سند صحیح نہ ہو۔ یا کسی آیت کے موافق ہو تو وہ حدیث بھی مقبول ہوتی ہے یا بعض اصول شریعت کے مطابق ہو۔ اور اس کی سند میں کوئی کذاب نہ ہو۔ ہٰکذافی السخاوی شرح الفیہ و تصنیف ابن حجر۔

صاحب نصب الرایۃ نے بایں طور اس مسئلہ کو حل کیا ہے اخبرنا معتمر عن ابن ابی لیلیٰ عن الحکم ان علیاً قال فذکرہ سواء واخبرنا سفیان الثوری عن منصور بن المعتمر عن الحکم بن عتبۃ عن علی قال نتربص حتی تعلم احی ھو ام میت الخ اخبرنا ابن جریح قال بلغنی ان ابن مسعود وافق علیاً علی انھا تنتظرہ ابداً یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مفقود کی بی بی وہ عورت ہے جو آزمائی گئی ہے۔ پس چاہئے کہ صبر کرے یہاں تک کہ آئے اس کو خبر موت یا طلاق کی۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس مسئلہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موافق ہیں۔ اور وہ عورت اپنے خاوند کا ہمیشہ انتظار کرے۔

فتاویٰ نعمانیہ میں اس کے تحت میں یوں لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ نے یہ حدیث تلخیص میں باروایت امام شافعیؒ سے بھی لکھی ہے اور کہا کہ بیہقی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشہور ہے۔ اس روایت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شبہ کا بھی جواب دے دیا جو عموماً لوگ کرتے ہیں کہ اگر نکاح نہ کیا جائے تو پھر وہ عورت کیا کرے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس عورت کو یہ خدا کی طرف سے ابتلا ہے اس کو چاہئے کہ صبر کرے۔ پس یہ موقوف حدیثیں اس مرفوع حدیث کی تائید کرتی ہیں جو اوپر گذر چکی ہے اور اس کو ان سے قوت حاصل ہو گی۔ رہی یہ بات کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عورت کو چار برس کی انتظاری کا حکم فرمایا تھا بے شک لیکن اس میں چند شرائط ہیں جو ان کے اثر کی تمام مرویات سے نکلتے ہیں کہ عورت قضا قاضی میں نالش کرے۔ قاضی اس کو چار برس کی انتظاری کا حکم دے اور یہ مہلت اس تاریخ سے شروع ہو گی جس میں اس نے مرافعہ کیا ہے اس سے پہلے خواہ کتنے برس بیٹھی رہے وہ شمار میں نہیں۔ پھر چار برس گذر جانے کے بعد قاضی اس کے

خاوند کے ولی سے طلاق دلوا دے۔ پھر وہ عورت عدت گذارے تو اب یہ خیال کرنا چاہئے کہ ہمارے ملک میں قضا کا کس کو اختیار ہے اور باقی شرائط کب موجود ہوتے ہیں۔ الخ ا۔

افسوس ہے کہ جب فرقہ وہابیہ اصحابی کے قول کو حجت نہیں مانتے تو پھر اپنا الو سیدھا کرنے کی خاطر خواہ مخواہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ جو مرجوع ہے پیش کر دیتے ہیں۔ اور حضرت علی اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فیصلہ کو پس پشت پھینک دیتے ہیں۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۲۸ صفحہ ۴۶۵ کی جو عبارت ذیل میں درج ہے اس کی طرف بھی کچھ غور نہیں کرتے اذا اختلفت الصحابۃ لم یکن قول بعضھم حجۃ بغیر مرجح یعنی جب کہ صحابہ مختلف ہوں تو ان میں سے کسی کا قول بغیر مرجح کے حجت نہیں اس لئے حضرت علی و ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر عمل کرنا چاہئے کیونکہ اس کا فیصلہ مطابق قرآن مجید اور حدیث مرفوع کے ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلہ پر کوئی آیت شاہد نہیں اور نہ ہی وہ حدیث مرفوع ہے صرف قیاس و اجتہاد ہے اور علاوہ اس کے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رجوع بھی ثابت ہے۔ چنانچہ ہدایہ شریف و فتح القدیر و عنایہ و علامہ بدر الدین عینی نے بلفظ صحیح کر کے اپنی اپنی تالیف میں لکھا ہے اور فتاویٰ نعمانیہ بحوالہ کتاب امام محمد الحج سے لکھا ہے ثم روینا ان عمر رجع عن ھذا بعینہ الی قول علی وقال علیی ھیی امراۃ الاول لا یتزوج حتی یأتیھا الخبر بطلاقہ او بموتہ وھذا احب الینا واشبہ بالکتاب والسنۃ الخ

ایسا ہی محلی شرح موطا میں ہے اور امام زیلعی نے نصب الرایۃ اخرج ابن ابی شیبہ سے تحریر فرمایا

حاشیہ

ا۔ مؤطا امام مالک میں مفقود (گمشدہ شخص) کے ولی سے طلاق لینے کا کوئی ذکر نہیں ہے اور نہ ہی شامی میں اس کا بیان ہے لہٰذا قاضی یا آج کے جج کا فیصلہ ہی کافی ہے کیونکہ ہمارے تمام مقدمات کے فیصلے یہی جج کرتے ہیں تو بیچاری عورت نے کیا گناہ کیا ہے کہ اس کا فیصلہ یہ جج نہ کریں (ملاحظہ مؤطا ج ۲ ص ۹۶ طبع مصر و فتاوی شامی ج ۴ ص ۲۹۰) بلکہ علامہ شامی نے فرمایا ہے کہ امام شافعی علیہ الرحمتہ کا مذہب قدیم بھی یہی ہے جو امام مالک کا ہے اور جسے متاخرین حنفیہ نے اختیار کیا ہے فقط قادری

عن ابی قلابۃ و جابر ابن زید ولشعبی والنخعی کلھم قالوا لیس لھا ان تنزوج حتٰی تبین موتہ یعنی ابی قلابہ و جابر بن زید و شعبی و نخعی سب فرماتے ہیں کہ مفقود کی بی بی کو نکاح کرنا جائز نہیں یہاں تک کہ مفقود کی موت ظاہر ہو جائے۔ اور امام شافعی اور اہل کوفہ اور ایک قول امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہم کا بھی اس طرح ہے۔ چناچہ فتح الباری جزو ۲۲ صفحہ ۱۶۶ میں بایں طور لکھا۔

ومن طریق النخعی لاتنزوج حتٰی یتبین موتہ و ھو قول فقھاء الکوفۃ والشافعی و بعض اصحاب الحدیث الخ وقال احمد و اسحق من غاب اھلہ فلم یعلم خبرہ لا تاجیل فیہ و انما یوجل من فقد فی الحرب او فی البحر اونحو ذلک یعنی امام احمد و اسحق فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے اہل سے غائب ہو جائے اور اس کی کوئی خبر معلوم نہ ہو اس میں کوئی مدت نہیں۔ یعنی اس کی بی بی چار سال کے بعد نکاح نہیں کر سکتی۔ البتہ جو شخص لڑائی میں یا دریا میں اور مثل اس کے جس میں مظنہ ہلاک گم ہو جائے تو اس کے لئے مدت ہے۔

ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے وفرق مالک بین من فقد فی الحرب فیؤجل الاجل المذکور و بین من فقد فی غیر الحرب فلا تؤجل بل تنتظر مضی العمر الذی یغلب علی الظن انہ لا یعیش اکثر منہ یعنی امام مالک فرماتے ہیں درمیان اس شخص کے جو لڑائی میں گم ہو اس کی عورت کو چار سال کی مہلت دی جائے اور درمیان اس شخص کے جو لڑائی کے سوا کسی اور جگہ گم ہو جائے اس کو مہلت نہ دی جائے گی بلکہ اس کی عورت اتنا عرصہ انتظاری کرے کہ ظن غالب ہو کہ اس سے زیادہ ایک زندہ نہیں رہ سکتا الخ۔ اور امام صاحب کا بھی یہی مذہب ہے اور جو فقہائے کرام نے ستر یا نوے سال کا حکم لگایا وہاں سے مراد موت حکمی ہے نہ حقیقی ہے۔ لہٰذا وہ عورت نوے یا ساٹھ ستر سال زوج مفقود الخبر کی عمر گذر جانے کے بعد جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ [۱]

حاشیہ

[۱] یہ شادی کرنے کی کیا ہی خوب عمر ہے۔ افسوس کہ حضرت مصنف علیہ الرحمتہ نے اس پر غور نہیں فرمایا کہ جب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام کے اجتماع میں چار سال کا فیصلہ فرمایا اور باقی سب خاموش رہے کسی نے بھی

اور امام بخاری کا بھی مذہب مطابق امام صاحب کے ہے۔ دیکھو عینی شرح بخاری جلد ۹ صفحہ ۵۸۹ و فتح الباری مطابقۃ الترجمۃ من حیث ان الضالتہ کالمفقود فلما لم یزل ملک المالک فیہا فکذلک یجب ان یکون النکاح باقیا" بنیھما یعنی جس طرح ضالتہ الابل میں تعرض درست نہیں اور مالک کی ملک زائل نہیں ہوتی اس طرح زوجہ کا نکاح مفقود کے ساتھ باقی رہتا ہے تاوقتیکہ اس کی موت کی خبر متحقق ہو۔ اور علاوہ اس کے جو قستانی صاحب جامع الرموز کے پیچھے لگ کر علامہ شامی اور شیخ عبدالحی نے بوقت ضرورت اس مسئلہ میں لاباس کا حکم لگا دیا ہے وہ بالکل غلط ہے کیونکہ کتاب جامع الرموز مجموعہ رطب یابس کا ہے اور علمائے محقیقین احناف نے دوسرے مذہب کے قول پر فتویٰ دینے سے سخت ممانعت فرمائی ہے چنانچہ خود صاحب شامی و درمختار نے تصریح فرما دی ہوئی ہے جس کا مفصل ذکر جلد دوم میں مع عبارت عربی گزر چکا ہے غرضیکہ یہ نکاح جو مفتی صاحب نے جائز قرار دیا ہے ہرگز ہرگز کسی مذہب میں درست نہیں ان پر تعزیز ہونی چاہئے اور نکاح جدید کرائیں۔ واللہ اعلم بالصواب [1]

بخدمت شریف روشن ضمیر پیر صاحب دام ظلکم بعد از ہزارہا آداب کے واضح شریف انور باد حضرت مہربانی فرما کر مفصلہ ذیل استفتاء کا جواب جلدی تحریر فرمائیں۔

(فقط مرسلہ عبید اللہ و عنائت اللہ)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرح متین اس مسئلہ میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر سمجھنا اور بعد از نماز الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ با آواز بلند پڑھنا یا بوقت مصیبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا اولیائے عظام کا وسیلہ پکڑنا اور ان کو پکارنا شرعاً" جائز ہے یا نہیں؟

حاشیہ

ان سے اختلاف نہ کیا تو یہ ایک صحابی کا نہیں سب کا فیصلہ ہوا لہٰذا اس پر اجماع صحابہ قائم ہو گیا جیسا کہ ہم نے زرقانی باجی شروح مؤطا کے حوالہ سے پہلے حواشی میں عرض کر دیا ہے فقط قادری

[1] البتہ یہ شخص جو چین میں ہے اور کچھ عرصہ سے اس کا خط وغیرہ نہیں آ رہا اس کے بارے میں مصنف مرحوم کی رائے درست ہے فقط قادری

السائل شیخ امیر بخش سراج الدین سوداگران وزیر آباد

جواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ تفسیر جلالین مطبع صفدری صفحہ ۱۸ سورۃ النور میں بدیں عبارت حکم ہے لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم لدعا بعضکم بعضًا بان تقولوا یا محمد بل قولو یا نبی اللہ یا رسول اللہ فی لین و تواضع و خفض صوت یعنی لاتجعلوا نہ کرو اور نہ جانو دعاء الرسول رسول کے پکارنے کو کہ وہ جو تم کو پکارتے ہیں بینکم اپنے درمیان کدعا بعضکم ویسا پکارنا جیسا تم میں سے بعض پکارتے ہیں بعضًا بعض کو یعنی تم جو ایک دوسرے کو پکارتے ہو اس پکارنے پر رسول کے پکارنے کو بھی قیاس کر کے منہ پھیر سکو یا جواب میں سستی کرو۔ اس واسطے کہ رسول کا حکم بجالانے میں جلدی کرنا واجب و لازم ہے اور ان کے اذن کے بغیر مراجعت حرام اور نادرست ہے۔ یا اپنے اوپر رسول کی بددعا یا اپنے حق میں ان کی دعا خیر کو ویسی دعاء نہ جانو جیسی دعا تم ایک دوسرے کے حق میں کرتے ہو۔ اس واسطے کہ رسول کی دعا بیشک قبول ہے، خدا کی درگاہ میں۔ یا تم رسول کو ایسا نہ پکارا کرو جیسے تم ایک دوسرے کو فقط نام لے کر پکارتے ہو بلکہ چاہئے کہ تعظیم کے ساتھ پکارا کرو یا رسول اللہ۔ یا نبی اللہ۔ اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے سب انبیاء علیہم السلام کو قرآن مجید میں نام لیکر پکارا اور اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بزرگی کے ساتھ خطاب کیا۔ بیت

یا آدم است باید انبیا خطاب
یا ایہا النبی خطاب محمد است

سلطان الفقہ میں بدیں عبارت مضمون منقول ہے یعنی بوقت مصیبت صلحاء سے مدد مانگنی جائز ہے۔ چنانچہ خود ابوالبشر حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام نے بوسیلہ حضور علیہ السلام کے اسم مبارک سے بخشش طلب کی۔

لما اقترف آدم الخطیئۃ قال یارب اسئالک بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم ان تغفرلی فقال اللہ تعالیٰ قد غفرت لک ان سئلتنی بحقہ (رواہ مسلم) [۱]

حاشیہ

[۱] رواہ الحاکم فی المستدرک کما مر

حدیث صحیح میں ہے کہ ایک شخص نابینا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا اور اس نے عرض کیا کہ یا حضرت میں نابینا ہوں کوئی مجھے دعا فرمایئے تاکہ آنکھوں میں روشنی ہو جائے تو آپ نے اس کو بایں الفاظ تعلیم فرمائی ا۔

اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فی حاجتی ھذہ ان تقضی لی اللھم فشفعہ فی یعنی الٰہی میں تجھ سے دعا مانگتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جو مہربانی کے نبی ہیں یا رسول اللہ میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حالت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت پوری ہو' الٰہی ان کی شفاعت میرے حق میں پوری ہو۔

پس اس حدیث سے تینوں طرح کی استعانت بزبان حضور علیہ الصلوۃ والسلام ثابت ہوئی ہے۔ یعنی اس طرح کہنا کہ یا خداوند بواسطہ فلاں نبی یا ولی میرا کام کر۔ یا اس طرح کہنا کہ یا نبی میں تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ یا اس طرح کہنا کہ یا نبی یا ولی میری طرف دیکھو اور مدد کرو۔ اس سے انکار کرنا محض جہالت و ضلالت ہے۔ اکثر صحابہ کرام روم و شام نے جنگوں میں بعض وقت تنگ آ کر یا محمد یا محمد کر کے پکارتے تھے اور اس وقت فتح و نصرت اس اسم مبارک کی برکت سے پالیتے تھے ۲۔ اور ایک روز کا ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں بے حس ہو گیا تھا تو کہا گیا کہ تم بہترین پیارے کو اس وقت یاد کیوں نہیں کرتے۔ پس اس وقت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یا محمداہ کہہ کر پکارا تو اچھا ہو گیا۔ وہ یہ حدیث ہے:

ان ابن عمر رضی اللہ عنھما خدرت رجلہ فقیل اذکر احب الناس الیک فصاح یا محمداہ فانتشرت ۱۲ (نقل از کتاب المفرد صفحہ ۱۴۳) تصنیف امام بخاری۔ ۳۔

حاشیہ

ا۔ سنن ابن ماجہ صلوۃ الحاجہ ص ۹۹۔ قادری

۲۔ اس سلسلے میں ہماری کتاب "نداء یا محمد یا رسول اللہ" کا مطالعہ فرمائیں۔ قادری

۳۔ مگر افسوس کہ اہلحدیث کہلانے والے مکتبہ اثریہ سانگلہل والوں نے اسے شائع کیا ہے تو اس میں "یا محمد" کی

اور امام طبرانی نے اپنے معجم میں بروایت عثمان بن حنیف اس طرح بیان کیا ہے کہ خلافت حضرت ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک شخص آیا کرتا تھا۔ لیکن آپ اس کے طرف توجہ نہ فرماتے تھے۔ آخر الامراس نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آگے یہ معاملہ بیان کیا اور حضرت ابن حنیف نے اس کو یہ وظیفہ فرمایا کہ وضو کر کے دو رکعت نماز نفل پڑھ کر اس کے بعد یہ دعا پڑھ کر اللھم انی اسئلک و اتوجه الیک بنبینا محمد صلی اللہ علیه وسلم نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بک الی ربی لتقضی حاجتی جب اس نے یہ دعا پڑھی تو حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی بھیج کر اس کو طلب کیا اور اس کو اپنے پاس بٹھلایا اور نہایت مہربانی سے پیش آئے اور فرمایا کہ جب تجھ کو کوئی حاجت ہوا کرے تو میرے پاس آجایا کر اور وہ شخص اس جگہ سے آ کر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملا اور کہا کہ حضرت میں آپ کا نہایت مشکور ہوں کہ میری حاجت پوری ہو گئی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ وظیفہ ایک روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اندھے کو فرمایا تھا۔ (نقل از مسلم و ابن ماجہ و حاکم و بیہقی و امام الائمہ ابن خزیمہ و امام ابو القاسم طبرانی) اور امام نسائی نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور مولوی صاحب مولانا رضا احمد خان بریلوی اپنے رسالہ میں جو انوار الانتباہ سے موسوم ہے صفحہ ۲۶ بحوالہ فتاویٰ خیریہ علامہ خیر الدین رملی استاد صاحب درمختار بایں الفاظ تحریر کرتے ہیں:

سئلت عمن یقول فی حال الشدائد یا رسول اللہ او یا علی او یا شیخ عبدالقادر مثلاً هل هو جائز شرعًا ام لا اجبتهم لا اجبتهم ان الاستغاثة بالاولیاء وندائهم والتوسل بهم امر مشروع و شئی مرغوب لا ینکره الا مکابر او معاند وقد حرم برکاته الاولیاء الکرام[۱] اور اسی رسالہ میں نقل از بہجۃ الاسرار

حاشیہ

یا نکال دی ہے اس طرح عرب کے اہلحدیث کہلانے والوں نے حال میں کتاب ادب المفرد کو بیروت سے شائع کیا ہے انھوں نے بھی یا نکال دی ہے جبکہ تمام پرانے نسخوں میں یا موجود ہے قادری

[۱] فتاوی رملیہ ج ۲ ص ۲۸۲

حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تحریر کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اگر کسی شخص کو کوئی مہم سخت پیش آ جائے تو وہ پہلے دو رکعت نماز نفل پڑھے پھر گیارہ بار درود شریف پڑھے۔ اور گیارہ قدم عراق شریف کی طرف چلے اور اس وقت یاد کرے نام میرا اور حاجت اپنی کو یاد کرے تو اس کی حاجت پوری ہو گی۔ [۱]

مائی صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بایں طور فریاد تحریر ہے الا یا رسول اللہ کنت رجاءنا و کنت بنابرا ولم تک جافیا اور حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طور سے توسل کیا یا رحمۃ للعالمین ادرک لزین العابدین محبوس اید الظالمین فی الموکب والمزدحم اور مائی زینب بنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طور بوقت مصیبت استغاثہ کیا یا جدی من تکلی و طول مصیبتی لما اعانیہ اقوم واقعد یعنی اے میرے دادا الیی ہماری بیکسی کے وقت کون ہے سوا تمہارے جو اعانت کرے ہماری۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طور اپنے قصیدہ میں استغاثہ کیا۔

یا اکرم الثقلین یا کنزالوری
جدلی بجودک وارضنی برضاک
انا طامع بالجود منک ولم یکن
لابی حنیفۃ فی الانام سواک

حضرت قطب الاقطاب محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کیا۔

یا رسول اللہ اسمع قالنا
یا حبیب اللہ انظر حالنا

حاشیہ

[۱] بہجۃ الاسرار ص ۱۰۲ اس کا نام صلوۃ غوثیہ ہے اور یہ صوفیہ میں مشہور ہے قادری

انني   فی   بحرغم   مغرق
خذیدی   سهل   لنا   اشکالنا [ا]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوۃ اور ملا جامی علیہ الرحمتہ نفحات الانس میں اور نیز دیگر کتب معتبر میں لکھا ہے کہ انبیاء و اولیاء و شہدا زندہ ہیں اور ان سے استمدا د استعانت و استغاثہ کرنا جائز ہے اور تفسیر حسینی و رؤفی مجددی و روح البیان وغیرہ میں لکھا ہے کہ اولیاء و انبیاء و صلحا قبروں میں حیات ہیں اور ان کے اجسام کو خاک نہیں کھاتی۔ نماز و روزہ رکھتے ہیں اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اور دنیا کے تمام امور انہی پر مفوض ہیں اور متوسلین کی حاجت روا کرتے ہیں اور زائرین کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ تاریخ مدینہ جذب القلوب بروایت سعید بن مسیب تابعی سے ہے کہ جب یزید کے سپہ سالار نے مدینہ طیبہ کو ویران کیا تو اس وقت تین یوم اذان مسجد نبوی میں نہیں ہوئی۔ لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے پانچوں وقتوں کی اذان و اقامت کی آواز سنائی دیتی۔ اور میں حضور کے پیچھے تین روز تک تکبیر تحریمہ سے نماز پڑھتا رہا۔

تاریخ ابن عساکر میں منہال نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ جب حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک دمشق میں لایا گیا تو ایک شخص نے تلاوت قرآن مجید میں یہ آیت با آواز بلند پڑھی ان اصحٰب الکھف والرقیم کانوا من ایاتنا عجبًا تو سر مبارک سے فصیح آواز آئی اعجب من اصحٰب الکھف قتلی و حملی یعنی میرا شہید ہونا اور اٹھایا جانا اصحاب کہف سے زیادہ عجیب ہے اور آیتہ کریمہ ولا تحسبن الذین قتلوا سے ہر دو قسم کے شہید مراد ہیں۔ بظاہر شہداء احد کے لئے نازل ہوئی ہے۔

حاشیہ

ا۔ بعض حضرات بلکہ اکثر "اشکالنا" میں الف (ہمزہ شروع) پر زبر پڑھتے ہیں جو جمع بنتی ہے شکل کی اور یہ غلط ہے جبکہ اس کو الف کی زیر سے پڑھنا چاہئے نیز یہ اشعار عام طور پر جو پڑھے جاتے ہیں ان میں انظر حالنا پہلے ہے اور "اسمع قالنا بعد میں ہے۔ واللہ اعلم قادری

کتاب الجواہر المنظم مطبوعہ مصر صفحہ ۲۳ میں بروایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہے کہ ایک شخص اعرابی بعد وفات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ ﷺ کے مزار شریف پر یوں کہنے لگا کہ یا حبیب اللہ' یا رسول اللہ سنا میں نے کہ آپ کی دعاء قبول ہوتی ہے اور جو آپ کے پاس آئے تو آپ اس کے لئے بخشش کی دعا مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضور کو اس بات کا حکم دیا ہے اور میں نہایت درجہ کا بد کردار ہوں لہٰذا میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو۔ تو اسی وقت قبر سے آواز آئی کہ تجھ کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا۔ وقد ظلمت نفسی و وجھتک ان تستغفرلی الی ربی فنودیی من القبر الشریف انه قد غفر لک اور اگر کوئی غیر مقلد یعنی وہابی اعتراض کرے کہ قرآن مجید میں صاف صاف حکم ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی مدد نہیں دے سکتا جیسا کہ مالکم من دون اللّٰہ من ولی ولا نصیر سے ثابت ہے اور حدیث میں ہے کہ جو چیز مانگو اللہ تعالیٰ سے مانگو' وہ خود دے گا۔ اگر غیر سے مانگو یا اس کے سوا کسی نبی ولی کو متصرف مانو گے جیسا یا رسول اللہ' یا نبی اللہ' یا ولی اللہ کہو گے تو مشرک ہو جاؤ گے۔ یہ محض فرقہ وہابیہ نجدیہ کی سراسر جہالت و نا سمجھی ہے کیونکہ ہم بھی کہتے ہیں کہ حقیقتاً معاون و ناصر و ولی خداوند کریم کی ذات پاک ہے' ہاں اگر کوئی مسلمان مستقل متصرف ان امور میں کسی غیر کو سمجھے بے شک و شبہ شرک سے خالی نہیں۔ ہاں اگر مطلق کسی کو ولی یا معاون یا ناصر سمجھے تو مشرک نہیں ہو گا۔ کیونکہ ایسا شرک تو قرآن مجید سے کئی جگہ ثابت ہے

لقوله تعالیٰ اغنھم اللّٰہ و رسوله من فضله یعنی دولت مند کر دیا ان کو اللہ اور ان کے رسول نے اپنے فضل سے۔ ایضاً لقوله تعالیٰ ولو ا۔ انھم رضوا اٰتھم اللّٰہ ورسوله۔ ولقوله انعم اللّٰہ علیه و انعمت علیه یعنی انعام کیا اللہ نے اس پر اور انعام کیا تو نے اے نبی کریم۔ ولقوله یایھا النبی حسبک اللّٰہ ومن اتبعک من المؤمنین۔ ولقوله تعالیٰ ویزکیھم یعنی آپ پاک کرتے ہیں انہیں گناہوں سے ولقوله تعالیٰ انما ولیکم اللّٰہ و رسوله والذین امنوا اللہ ہے مددگار تمہارا اور اس کا رسول اور ایمان والے۔

حاشیہ

ا۔ یعنی کاش کہ وہ اس پر راضی ہوتے جو انہیں اللہ نے اور اس کے رسول نے دیا۔

نیز حدیث شریف دیکھو اغناہ اللہ و رسولہ (رواہ البخاری عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یعنی ابن جمیل کو غنی کر دیا اللہ اور اس کے رسول نے۔ ایضاً فان اللہ ھو مولاہ و جبریل و صالح المؤمنین یعنی بے شک اللہ ہے اپنے نبی کا مددگار اور جبرائیل و نیک مسلمان۔ اور حدیث صحیح ہے کہ فرمایا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں خزانہ دیا گیا ہوں اور تقسیم کرتا ہوں اور پہنچاتا ہوں ہر ایک کو حصہ جو لکھا گیا ہے واسطے اس کے۔ اور حدیث کے یہ الفاظ ہیں اللہ یعطی وانا قاسم و کان یوصل علی کل احد نصیبہ الذی کتب لہ وانہ اعطی مفاتح الخزائن اور ترمذی و حاکم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح ذکر کیا ہے الا بدال فی امتی ثلثون بھم تقوم الارض و بھم تمطرون و بھم تنصرون (رواہ طبرانی فی الکبیر) یعنی میری امت میں تیس ۳۰ ابدال ہیں انہی کی برکت سے مدد دیئے جاتے ہو و انبیاء و اولیاء و صالحین کو ہر وقت و ہر لحظہ میں حاظر ناظر نہ سمجھا جائے کیونکہ ہر وقت حاضر ناظر ہونا خداوند کریم کا خاصہ ہے [۱] اور انبیاء و اولیاء حاضر بحکم خداوند کریم ہو سکتے ہیں کیونکہ ان کو بندش نہیں جہاں چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں۔

کتب فقہ مثل درمختار و نہرالفائق شرح کنز الدقائق و مراقی الفلاح شرح نور الایضاح و شامی و امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب احیاء العلوم غیرہم میں اسطور لکھا ہے کہ بوقت تشہد السلام علیک ایھا النبی کے پڑھنے کے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات بابرکات کو حاضر سمجھا جائے اور اس کلمہ کو بطور حکایت کے ہرگز نہ پڑھا جائے واحضر فی قلبک النبی صلی اللہ علیہ وسلم و شخصہ الکریم و قل السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ برکاتہ و لیصدق املک فی انہ

حاشیہ

[۱] اللہ تعالیٰ کے ہر وقت حاضرو ناظر ہونے کے بارے میں فقہا کرام نے لکھا ہے کہ صحیح نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر کہا جائے اگرچہ بعض جگہ ایسے الفاظ آئے ہیں مگر ان کی موجودگی کے معنی میں تاویل کی گئی ہے کیونکہ حاضر حضر سے ہے اور ناظر نظر سے جو اپنے لغوی معنوں کے اعتبار سے اس قابل نہیں کہ ان کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق ہو ہاں وہ ہر وقت اور ہر ایک کے ساتھ موجود ہے۔ انبیاء و اولیاء یا فرشتے اپنے اجسام مثالیہ کے ساتھ بہ یک وقت متعدد جگہ پر موجود ہو سکتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ کمال ان کے درجہ کے مطابق بخشا ہے قادری

یبلغه ویرد علیک ماھواوفی منه ا؎ ایضاً۔ یقصد بالفاظ التشھد معاینھا مرادۃ له علی وجه الانشاء کانه یحیی ویسلم علی نبیه وعلی نفسه و اولیائه لا الاخبار عن ذٰلک و فی الشامینۃ لا یقصد الاخبار والحکایۃ عمادقع فی المعراج منه اور قرآن مجید میں صاف صاف حکم ہے کہ جو زبان سے الفاظ صادر ہوں دل میں بھی ویسا ہی اعتقاد ہو تب مومن صادق ہوتا ہے لقوله تعالیٰ یقولون بالسنتھم مالیس فی قلوبھم اور معیار میں ہے ان الرجل لایکون مومنًا حتٰی یکون قبله مع لسانه سواء یکون لسانه مع قلبه اولا اور ترمذی میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں ہر ایک مسلمان کی قبر میں حاضر ہوتا ہوں اور میت کو فرشتے بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ یہ شخص کون ہے؟ اور اس کے حق میں تو کیا کہتا ہے۔ تو جواب دیتا ہے یہ بندہ اللہ کا اس کا بھیجا ہوا ہے اور کلمہ پڑھا کر سنا دیتا ہے اور الفاظ حدیث کے یہ ہیں فیقولان ماکنت تقول فی ھذا الرجل فیقول ھو عبداللّٰہ و رسوله اشھد ان لا اله الااللّٰہ وان محمدا عبدہو رسوله فقط جملہ کتب صحیحہ میں یہ مسئلہ مثبت و مدلل واقع ہے لہٰذا منکرین قول یا رسول اللہ فرقہ وہابیہ نجدیہ میں سے ہیں۔ اور اگر کسی قسم کا تنازعہ قول ہٰذا میں پیش کریں تو ان سے حسب ایماء و مدعا تحریر کرا کر معہ دلیل ارسال فرمائیں۔ جواب باصواب دندان شکن دیا جائے گا۔

مولوی محمد صدیق بحری والے کے عقائد اور اس کے وعظ وہابیہ کی تردید جو کہ میرے ایک دوست نے برسر جلسہ اس کے روبرو و لفظ بلفظ تردید کی اب ناظرین ہر دو فریق کی تقریر سے مذہب اور عقائد کی جانچ خود کرلیں اور ایسے لوگوں کے مکرو فریب سے اپنے آپ کو بچائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ السلام علیکم و رحمتہ وبرکاتہ۔ جب رجب ۱۳۳۸ھ میں حضرت صاحبزادہ صاحب والا مناقب مولوی فخرالدین صاحب بیربل شریف والا بھک احمد یار میں تشریف لائے۔ جمعہ

حاشیہ

ا؎ احیاء علوم الدین للامام الغزالی ج ا ص ۱۶۹

کے روز گرد و نواح سے لوگ بہت جمع ہوئے مولوی محمد صدیق دتنکے تارڑ سے بوجہ چلے آنے سب نمازیوں کے خود بھی مجبوراً" چلا آیا۔ صاحبزادہ صاحب موصوف نے محمد صدیق کو وعظ کے واسطے ارشاد فرمایا مگر اس کی اندرونی مرض جوش میں آ گئی اور وعظ میں جو نامناسب اور بیجا اعتراض صوفیائے کرام پر کئے درج ذیل ہیں اور بندہ نے فی البدیہ ممبر پر مولوی صاحب کو جواب دیئے تھے۔

۱۔ آج کل توحید کے دشمن اور دین کے راہ زن اولیاء و صوفی لوگ ہیں' شرک کماتے ہیں اور سکھاتے ہیں۔

۲۔ ام الصبیان آسیب وغیرہ امراض جو بچوں کو یہ بتلاتے ہیں یہ کچھ بات نہیں ہے صرف یہ لوگ تحصیل دراہم کے واسطے حیلہ بناتے ہیں۔ اگر یہ کچھ ہوتا تو کتے کے متعدد بچوں کو اور مرغی کے چوزوں کو کیوں نہ ہوتا جو کہ کبھی ان کو نہیں ہوا۔

۳۔ بزرگوں سے دعا کرانے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی قرآن شریف میں یہ امر ہے اور نہ ہی بزرگوں کی دعا کو فوقیت ہے آیت ادعونی استجب لکم اور آیت امن یجیب المضطر خود ہی دعا کرنے کی ہدایت فرماتی ہے۔

۴۔ بیعت صرف جہاد کے واسطے مشروع تھی اب جو پیر بیعت کرتے ہیں یہ کچھ نہیں ہے خصوصاً عورتوں کو کسی جگہ بیعت کا حکم نہیں آیا۔ اور نہ عورتوں کا پیروں بزرگوں کے پاس جانا جائز ہے۔

۵۔ عرس جو پیروں نے مقرر کر لئے ہیں ناجائز ہیں۔ مگر یہ لوگ ایک تاریخ پر لوگوں کو جمع کر کے روپے پیسے بٹور لیتے ہیں یہ سخت منع ہے بلکہ عرس سخت منع ہے۔

۶۔ آج کل کے پیر و مولوی سب تارک الزکوٰۃ ہیں میں نے کبھی کسی فقیر و مولوی کو زکوٰۃ دیتے نہیں دیکھا بے فائدہ مکانات بناتے ہیں یا جمع کرتے ہیں۔

جواب ۱: یا تو آپ نے صوفی کی تعریف و توصیف معلوم کرنے کے بغیر ہی کہہ دیا ہے کہ اولیاء و صوفی شرک کماتے ہیں یا خدا نے نظر حق ہی نہیں بخشی دیکھو ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم اور ان اولیائہ الا المتقون متقی لوگ ہی اللہ کے دوست ہیں۔ پس جس میں اتقاء ہے وہ شرک و کفر کس طرح سکھا و کما سکتا ہے۔

جواب ۲: ام الصبیان و آسیب نبی آدم کو ہی تکلیف پہنچاتی ہیں کیونکہ شیاطین آدمی کے دشمن ہیں اسی واسطے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وقل رب اعوذبک من ھمزات الشیاطین واعوذبک ان یحضرون اور جو کافر جن ہیں وہ بنی آدم کو اذیت پہنچاتے ہیں۔ دیکھو تفسیر عزیزی ومنا القاسطون کی ذیل میں درج ہے اور اسی حدیث میں ہے وکل بالمؤمنین مائۃ و ستون ملکا یذبون عنه کمایذب من قصعۃ العسل النباب ولو وکل العبد الی نفسه طرفۃ عین لاختطفته الشیاطین عضواً عضواً (تفسیر عزیزی) اور سورۃ طارق انه لکم عدو مبین سے ظاہر ہے کہ شیطان انسان کا دشمن ہے۔ یعنی ایمانی اور جانی عداوت سے نہیں رکتا اور معوذتین کی تفسیر میں شاید آپ نے کبھی خیال نہیں کیا یا دلی غصہ نے چشم حق میں پردہ ڈال دیا ہے۔

جواب ۳: افسوس کہ دعویٰ تو یہ ہے کہ میں قرآن ہی کا وعظ کرتا ہوں اور ایک دلیل بھی سوائے قرآن کے نہیں دیتا مگر قرآن شریف کی طرف خیال نہیں کرتے۔ خود قرآن شریف سے ثابت ہے کہ بزرگوں سے دعا منگوائی جائے دیکھو قالوا یا ابانا استغفر لنا ذنوبنا انا کنا خاطئین یہ تو فرزندان یعقوب نے سوال کیا اور خود یعقوب علیہ السلام نے ان کی عرض کو منظور فرما کر سوف استغفر لکم ربی انه هو الغفور الرحیم کہا دور نہ جایئے دیکھو ولو انهم ظلموا انفسهم جاوک فاستغفروا اللّٰه واستغفر لهم الرسول لوجدوا اللّٰه توابا رحیما۔ وصل علیهم ان صلٰوتک سکن لهم کی طرف خیال فرمایئے کہ نبی کی دعا کو کس قدر ترجیح ہے کہ ان صلٰوتک سکن لهم کی طرف خیال جائے تو یہ خدشات دل میں آہی نہیں سکتے۔ مگر.......

جواب ۴: ہائے ظلم منبر پر بیٹھ کر جو دل میں آیا کہہ دیتا کتنی حق پوشی ہے یاایها النبی اذاجاءک المؤمنات یبایعنک علی ان لا یشرکن باللّٰه شیئا (الایۃ) [۱] خیال فرمایئے کیا عورتوں کو بیعت کا حکم نہیں ہے اور کیا بیعت صرف جہاد کے واسطے ہی مقرر فرمائی گئی ہے۔ جن کو جہاد کا مطلقاً حکم

حاشیہ

[۱] یعنی جب عورتیں ایمان والی آپ کے پاس حاضر ہوں تو ان کو بیعت فرمائیں۔ الخ سورۃ ممتحنہ آیت ۱۲۔ قادری

نہیں الا المستضعفین من الرجال والنساء والولدان (الایۃ) اگر بیعت صرف جہاد کے واسطے ہی ہوتی تو عورتوں کو حکم ہوتا۔ اور دوسرا جو کہ آپ نے فرمایا کہ عورتوں کو بزرگوں کے پاس جانا منع ہے اس کی تردید بھی اذا جاءک المؤمنات سے ہو رہی ہے۔ یعنی نبی کو یہ حکم نہیں ہوا کہ تم عورتوں کے پاس جا کر ان سے بیعت لو بلکہ جو صدق دل ہے آپ کی بیعت کے واسطے آئے ان کو بیعت میں لاؤ۔ تو معلوم ہوا کہ جو عورت شریعت کی اتباع اور اجتناب کبائر اور استغفار گناہ کے واسطے بیعت کرے اس کے واسطے بیعت کرنا اور استغفار صریح حکم ہے۔

جواب ۵: بس عرس ہی ایک ایسا کام ہے جس کے دیکھنے اور سننے مخالفین بزرگان سیند اخگر ہو رہے ہیں بے بسی کی حالت میں جو کچھ بے ساختہ زبان سے نکلتا ہے نکالتے ہیں' اس کو بخل کہوں' حسد کہوں' عناد کہوں' فساد کہوں یا کم فہمی کہوں یا بدبختی ؟

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکاں کند

حضرت اس میں گناہ آخر کیا ہے ہزاروں انجمنیں دنیا میں ہو رہی ہیں اور لاکھوں جلسے تو کسی پر نبی کریم ﷺ نے ھذا کفر اوبدعۃ اولا یجوز کا حکم صادر نہیں فرمایا۔ بچارے حسد کے مارے جب کسی اولیاء کے مقام پر لوگوں کا اجتماع دیکھتے ہیں تو حسداً" و عناداً" مارے مارے پھرتے ہیں اور جو منہ میں آیا کہہ سنایا۔ سنئے عرس کیا ہے۔ ایک دعوت ہے جس کے قبول کرنے میں کسی کو انکار نہیں اور دعوت بھی اسلامی جس میں سوائے اصلاح قوم کے اور کوئی کام مدنظر نہیں ہوتا۔ تو فرمائیے دعوت کرنا منع ہے۔ باقی رہا تاریخ کا مقرر کرنا تو خیال فرمائیے دنیا میں کونسا کام ہے جو کہ مقرر وقت پر نہیں ہوتا۔ نماز ہے ان الصلوۃ کانت علی المؤمنین کتاباً" موقوتاً" روزہ ہے تو فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ حج ہے تو الحج اشھر معلومات جمعہ ہے تو اذا نودی للصلٰوۃ من یوم الجمعۃ کیا نماز اور روزہ اور حج و جمعہ وقت مقررہ سے پہلے ہو سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ باقی رہا کہ جس تاریخ پر کسی مقبول خدا کا انتقال ہو جاتا ہے اور اس پر کیوں مجمع کیا جاتا ہے اور اس کی کیوں عزت کی

جاتی ہے تو اس کی یہ وجہ ہے کہ جس وقت میں کوئی مہتم بالشان امر واقع ہوتا ہے ہمیشہ اس موقعہ کی تعظیم و تکریم کرنا تعلیم قرآنی ہے اور قرآن شریف ان کی تائید و تاکید فرما رہا ہے دیکھو شهر رمضان الذی انزل فيه القران هدى للناس وبينات من الهدى والفرقان فمن شهد منكم الشهر فليصمه ليلة القدر ہزار مہینہ سے کیوں اچھی ہے کہ (انا انزلناه في ليلة القدر) تو قرآن شریف تو نازل ہو چکا ہے مگر (تنزل الملئكة والروح) جو کہ دوام اور استمرار پر دال ہے کب (فیھا) اس رات میں تو اگر شب نزول قرآن ہی ملا ئکہ اور روح کا نزول ہوا تھا تو (تنزل) کیوں فرمایا۔ معلوم ہوا کہ اس رات کی قدر کے واسطے ہمیشہ ہی **ملائکہ کو** حکم الہی ہوتا ہے کہ وہ اس کی بدستور قدر کیا کریں اور کبھی اس کی تعظیم و تکریم کو نہ چھوڑیں۔ تو خیال فرمایئے کہ ایک امر عظیم کی قدر خداوند کریم کس قدر کراتا ہے تو انسان کامل جو دنیا میں عبادت و مجاہدہ کرتے کرتے اپنے معبود حقیقی کی قبولیت کا فخر جس تاریخ پر حاصل کر چکا ہو اور بشارت جنت و قرب الہی کے اس کو اس تاریخ پر ملنے کا ہم کو اعتقاد ہو کہ تنزل عليهم الملئكة ان لا تخافوا ولا تحزنوا (الایۃ) اور جو خوف اس کو اغوائے شیطانی کا تھا اس سے نجات حاصل کر چکا ہو تو اس کے مخلصین و معتقدین اور متعلقین جیسا کہ اس کے جنازہ کے روز اجتماع و استغفار کا حکم تھا اسی طرح وہ لوگ سال میں ہمیشہ اس تاریخ پر جمع ہو کر اس کی قبر پر دعائے مغفرت اور قرآن مجید پڑھیں تو ظلم کیا ہے۔ باقی رہا کہ اس قبر پر کیوں جاتے ہیں اور اس کی کیا وجہ ہے تو خیال فرمایئے کہ خدائے وحد لا شریک کی تعلیم ہی اسی طرح ہے کہ خدا کے مقبولوں کے اعمال و اثار بھی خدا تعالیٰ کو مقبول ہوتے ہیں فيه ايات بينات مقام ابراهيم ومن دخله كان امنا والله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلاً مکہ شریف میں آیات بینات کیا ہیں مقام ابراہیم اب سب لوگ جانتے ہیں کہ مقام وہ جگہ ہے جہاں پر ابراہیم علیہ السلام نے بنیاد ڈالی تھی۔ اس واسطے اس کو اللہ تعالیٰ نے مقام ابراہیم فرمایا۔ بوجہ عمارت کے نہ مقام اللہ۔ تو اس پیغمبر اولوالعزم اور اعلیٰ درجہ کے موحد کی قبولیت کی وجہ سے اس مقام کو جس جگہ پر ایک دفعہ ابراہیم علیہ السلام نے عمارت تعمیر کی تھی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے واسطے وہ مقام مقرر کیا تھا باوجودیکہ اس کی عمارت کے بعد بھی دوبارہ عمارت ہو چکی تھی پھر بھی اسی نام سے موسوم رکھا۔ اور وہی شرف اس کو ہمیشہ کے واسطے بخش دیا کہ ومن دخله كان امنا

اور پھر فرمایا چونکہ میں نے اس مقام ابراہیم کو بنظر قبولیت ممتاز فرمایا ہے اس لئے وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً جس کو طاقت ہو اس کی زیارت کرے۔ تو ذرا غور فرمایئے کہ نہ تو وہاں ابراہیم علیہ السلام کا مدفن ہے نہ آپ وہاں کھڑے ہیں' نہ اب تک بعینہ وہ عمارت موجود ہے مگر زیارت ویسی ہی ہوتی ہے اور ہو گی۔ تو جہاں پر ایک موحد خدا پرست صاحب نفس مطمئنہ کا مرقد ہو اور اس خاک دان میں اس وجود کی بعینہ خاک پاک موجود ہو تو وہاں کی زیارت کو اس قدر بنظر حقارت دیکھنا ایک بڑی جسارت کا موجب نہیں تو کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بصیرت بخشے۔

نوٹ : مولوی محمد صدیق صاحب نے فقیر کو وعدہ فرمایا تھا کہ میں عرس کی ممانعت قرآن پاک سے ثابت کر کے لکھوں گا۔ ایک ماہ کے اندر ان سوالات کے جواب تم نے لکھے ہوں گے اب چونکہ سال گذر چکا ہے اس واسطے مختصراً" یہ لکھا ہے۔ سوال آنے پر مفصل جواب انشاء اللہ تعالیٰ لکھوں گا۔ مگر تہذیب سے گذرنے والے کا مواخذہ ہو گا۔ (نور محمد)

جواب ٦ : سبحان اللہ قرآن کے واعظوں کو قرآن کی ہدایات اور آیات کیوں بھول گئیں یا ایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم مومنوں کو نیک ظن ہونا ضروری ہے۔ بزرگوں کے سب اوصاف حسنہ بھول گئے اور یہ بد ظنیاں ان کے حق میں خوب یاد آ گئیں۔ دیکھو مولوی صاحب خدا تعالیٰ نے زکوٰۃ ادا کرنے کے دو طریقے بیان فرمائے ہیں۔ اور دوسرا طریقہ پہلے طریقہ سے بہت پسند فرمایا ہے ان تبدوا الصدقات فنعما ھی وان تخفوھا و تؤتوھا الفقراء فھو خیرلکم ویکفر عنکم من سیاٰتکم (الایتہ) بزرگان دین' مولوی صاحبان و پیران طریقت چونکہ احسن وجہ کی عبادت و متابعت شریعت کیا کرتے ہیں اس واسطے اکثر خفیہ زکوٰۃ صدقہ دیا کرتے ہیں اور اگر برملا بھی دیتے ہوں تو یہ کس طرح معلوم کر سکتا ہے کہ ابھی تک اس نے زکوٰۃ دی ہے یا نہیں اور یہ کہ صرف وہی مصرف زکوٰۃ جس کو کچھ نہیں ملا نہیں بلکہ میں تو کہوں گا کہ جو کچھ مکان یا مال وغیرہ بزرگان کے پاس ہے سب مخلوق کے نفع کی واسطے ہے۔ ہاں یہ بات ٹھیک ہے کہ مولوی صاحب کو واقفی کسی خاص وجہ سے ہو وے کہ فقیر بزرگ و مولوی زکوٰۃ نہیں دیتے کہ گدا داند کہ ممسک کیست تو اس میں

معذور ہوں۔

سوال: رضاع کی مدت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک کتنی ہے قرآن مجید و کتب فقہ سے ثابت کرو؟

جواب: مدت رضاع کی امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک اڑھائی سال ہے چنانچہ کتاب ہدایہ وغیرہ میں بایں طور لکھا ہے مدۃ الرضاع ثلثون شھرا عند ابی حنیفۃ یعنی رضاع کی مدت امام صاحب کے نزدیک اڑھائی سال ہے اور امام صاحب اس آیت کریمہ سے دلیل پکڑتے ہیں وحملہ وفصالہ ثلثون شھرا اور امام صاحب کے شاگرد امام محمد و امام یوسف رحمتہ اللہ علیہما رضاع کی مدت صرف دو برس لیتے ہیں اور آخر قول امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا بھی یہی ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے چنانچہ کتاب زادلمعاد فی ہدی خیرالعباد صفحہ ۳۳۰ جلد ثانی میں بایں طور مسطور:

وعن ابی حنیفۃ روایۃ اخری لقول ابی یوسف و محمد یعنی امام صاحب سے روایت دوسری مثل صاحبین کے آئی ہے اور فتح القدیر میں لکھا۔ الاصح قولھما وھو مختار الطحاوی یعنی قول صاحبین کا اصح ہے اور وہ مختار طحاوی کا ہے اور فتاووں میں بھی بایں طور پر مذکور ہے بقولھما ناخذ یعنی کہا علمائے دین نے کہ ہم صاحبین کے قول پر عمل کرتے ہیں۔

سوال: اگر کنوئیں میں کتا یا کوئی اور جانور گم ہو جائے تو ہو کنواں کیونکر پاک ہو سکتا ہے؟

السائل مولوی عطا محمد معلم از عبدالحکیم

جواب: جس کنوئیں میں کتا یا کوئی اور جانور مر کر گم ہو جائے اور کسی صورت میں نہ ملے تو اس کنوئیں سے تمام آب مع مٹی نکالا جائے چنانچہ حاشیہ انواع عبداللہ جلد اول و فتاویٰ جامع الفوائد جلد اول صفحہ ۱۴ میں مذکور ہے۔

سوال: جن برتنوں کو گوبر یا پلیدی سے مٹی ملا کر بنایا جاتا ہے ان برتنوں سے پانی پینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بے شک جائز ہے کیونکہ آگ میں پکائے برتنوں کی حالت تبدل و تغیر ہو جاتی ہے اور نجاست

دور ہو کر پاک ہو جاتے ہیں چنانچہ فتاویٰ سعدیہ و محیط میں بایں طور مذکور ہے الطین النجس اذا جعل منہ الکوز اوالقدر وطبع یکون طاھراً یعنی جب پلید مٹی سے کوزہ یا ہنڈیا بنا کر آگ میں پکائی جائے تو پاک ہو جاتی ہے۔

سوال: اگر آٹے یا دودھ یا سرکہ وغیرہ میں چوہے کی مینگن پڑ جائیں تو ان کو استعمال میں لانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر مینگن پڑنے سے رنگ و مزہ نہ بگڑے تو ان چیزوں کا استعمال کرنا جائز ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں بایں طور لکھا ہے بعرۃ الفارۃ وقعت فی وقر العنطۃ فطحنت والبعرۃ فیھا او وقعت فی وقر دھن لم یفسد الدقیق والدھن مالم یتغیر طعمھا اور محیط میں ہے فی بعرۃ الفارۃ اذا وقع فی الرب اوالخل انہ لا یفسد الخ

سوال: اگر کسی نے مسجد کے فرش پر بول کر دیا۔ اور فرس دھوپ سے خشک ہو گیا ہو اور اثر نجاست باقی نہ رہا ہو کیا اس جگہ نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: نماز جائز ہے بشرطیکہ اس جگہ اثر باقی نہ رہا ہو۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے الارض تطھر بالیبس و ذھاب الاثر لاتیمم ھکذا فی الکافی اور بہتر ہے کہ جس طرح سے ہو سکے اس کو پانی سے پاک کرے یا اس جگہ کو نئے سرے سے تیار کرے اور یہ احتیاط ہے۔

استفتاء: بالغہ یا نابالغہ لڑکی کے متولی نکاح کر دینے کے کون کون اشخاص ہیں۔ ترتیب وار تحریر فرمائیں؟

فقط السائل حافظ رحمت علی علی پوری

جواب: اگر لڑکی بالغہ ہو یا نابالغہ تو اس کے نکاح کے ولی بایں ترتیب ہوں گے اول باپ پھر دادا پھر حقیقی بھائی پھر بدری بھائی چچا حقیقی پھر بیٹے کا بیٹا بعد ازاں دادی پھر والدہ بعد اس کی پھوپھی پھر خالہ۔ غرضیکہ جو شخص از روئے رشتہ کے قریب ہو گا وہی ولی نکاح ہو گا۔ اور ولی قریب کے ہوتے ولی بعید نکاح نہیں کرا سکتا۔ (نقل از صلوٰۃ مسعودی اور شرح وقایہ)

فتاویٰ دائمہ صفحہ ۲۹ جلد دوم میں ولی نکاح کی بایں طور ترتیب فرمائی ہے وھوھذا۔ اول قسم ولی عصبہ بیٹا اور پوتا نواسے جہاں تک نیچے کی طرف چلے جائیں۔ دوم قسم باپ پھر دادا جہاں جہاں تک کہ جائیں اور سوم قسم بھائی اور بھائی کے بیٹے جہاں تک کہ نیچے چلے جائیں اور چہارم قسم چچا اور چچا کے بیٹے جہاں تک چلے جائیں اور غلام کے لئے اس کا مولا ولی ہے۔ اور اگر ولی عصبہ میں سے کوئی نہ ہو تو ذوی الارحام بایں طور ولی نکاح ہوں گے۔ اول بیٹا پھر بیٹے کی اولاد چاہے مرد ہوں یا عورتیں۔ پھر نانا پھر نانا کے باپ جہاں تک کہ اوپر چلے جائیں اور بعد ان کے نانا کی والدہ اور نانا کے ماں کے باپ جہاں تک کہ اوپر چلے جائیں۔

صاحب فتاویٰ جامع الفوائد نے صفحہ ۹۲ میں بایں طور حل کر دیا ہے۔ اقرب الاولیاء الی المرأۃ الا بن ثم ابن الابن وان سفل۔ ثم الاب ثم الجد و ان علاثم الاخ لاب ام ثم الاخ لاب ثم ابن الاخ لاب وام ثم ابن الاخ لام وان سفلن ثم العم لاب وام ثم ابن العم لاب وان سفلواثم عم الاب لاب ثم بنوھم علی ھذاالترتیب اور اگر ان میں سے کوئی نہیں رہا تو پھر ولی نکاح کا حاکم و قاضی ہو گا۔ چنانچہ فتاوی حمادیہ میں مذکور ہے الامام والحاکم واذالم یکن عصبتہ فولیھا الامام اور فتاوی جامع الرموز میں لکھا ہے والام والخال وسائر ذوی الارحام یملک تزویج الصغیر والصغیرۃ عند عدم العصبات ولا یجوز تزویجھا للام فی حال حضور العصبتہ۔ واللہ عالم بالصواب

سوال: کن عورتوں سے نکاح کرنا شرعاً ناجائز ہے؟

جواب: مائیں، بہنیں، بیٹیاں، پھوپھیاں، خالائیں، بھائیوں کی دختریں اور مائیں جنہوں نے دودھ پلایا ہو۔ اور رضائی بہنیں۔ اور ساس اور بیٹوں کی بیبیاں اور نانی، دادی، پوتی، دہتی، بھتیجی حقیقی ہو یا علاتی یا خیافی اور بھانجی اور اور پھوپھی اور خالا یہ سب علاتی ہوں یا حقیقی یا خیافی ہوں یہ سب حرام ہیں بشرطیکہ بلاواسطہ ملتی ہوں اور اگر کسی واسطہ سے ملتی ہوں تو حلال ہیں جیسے کہ پھوپھی کی بیٹی۔ اور حقیقی بہن وہ ہوتی ہے جو ایک ماں باپ سے ہوں۔ اور علاتی وہ ہوتی ہیں جن کا باپ ایک ہو اور ماں جدا جدا اور خیافی بہن اس کو کہتے ہیں کہ ماں دونوں کی ایک ہو۔ اور باپ جدا جدا ہوں۔ پس اس قسم کی بہنوں سے نکاح کرنا حرام ہے

اور بہن چچیری اور پھوپھیری اور خلیری سے نکاح کرنا درست ہے ہکذافی/ الطحاوی و شرح و قایہ وغیرہ کتب معتبرہ میں مذکور ہے۔ فقط

سوال: خطبہ نکاح کس طرح پر ہے اور کب پڑھا جائے؟

جواب: خطبہ نکاح سراجیہ نے بایں طور لکھا ہے اور بہتر یہ ہے کہ خطبہ پہلے ایجاب و قبول کرانے کے پڑھے۔ اور اگر بعد ایجاب قبول کرانے کے پڑھ لیا جائے تو بھی درست ہے اور ملتان کے علاقہ میں اس طرح دیکھا گیا ہے اور خطبہ یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمدللہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیاٰت اعمالنا من یھدی اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ۔ اشھدان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔ یایھا الناس اتقو اربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ و خلق منھا زوجھا وبث منھما رجالاً کثیراً ونسای واتقوا اللہ الذی تسائلون بہ والارحام۔ ان اللہ کان علیکم رقیبًا یاایھا الذین امنوا اتقواللہ حق تقاتہ ولاتموتن الا وانتم مسلمون۔ یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وقولوا قولاً سدیداً یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً اور جب ایجاب قبول ہو جائے تو پھر اس کے جانبین کے لیے از دیاد[1] محبت اور خیر و برکت کی دعا مانگی جائے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیاں شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرقہ وہابیہ کے پیچھے نماز گذارنا یا ان سے رشتہ داری کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جن لوگوں کی عقائد مفصلہ زیل ہوں۔ ان کے پیچھے نماز کا ادا کرنا یا ان سے رشتہ پیدا کرنا قطعاً

حاشیہ

[1] ازدیاد۔ زیادہ ہونا۔

ناجائز ہے۔

عقیدہ کفر نمبر۱: خداوند کریم جھوٹ بولنے پر قادر ہے صیانۃ الایمان صفحہ ۵ مؤلفہ شہود الحق شاگرد نذیر حسین و براہین قاطعہ صفحہ ۲

عقیدہ کفر نمبر۲: خداوند کریم عرش پر بیٹھا ہے کرسی پر پاؤں رکھے ہیں کرسی چر چر کرتی ہے۔ قرآن مجید مترجم مولوی وحید الزمان۔ حاشیہ آیۃ الکرسی

عقیدہ کفر نمبر۳: خداوند کریم کے اوصاف حادث ہیں اقامتہ البرہان عبدالاحد خانپوری۔ اور ایک قسم کا خدا کا علم حادث بھی ہے جس کو علم تفصیلی بھی کہتے ہیں۔ ازاحتہ العیب صفحہ ۷

عقیدہ کفر نمبر۴: خداوند کریم آسمان و زمین بنانے سے پہلے ہوا کے درمیان رہتا تھا۔ فتاوی محمدیہ مع ترجمہ در ربیہ صفحہ ۲ سطر ۲۳

عقیدہ کفر نمبر۵: رسول کریم خاتم النبین نہیں ہیں کیونکہ اس میں الف لام عہد خارجی کا ہے۔ دیکھو جامع الشواہد بحوالہ نصرالمومنین صفحہ ۱۲۰۲ مؤلفہ صدیق حسن خان پشاوری

عقیدہ کفر نمبر۶: تمام انبیاء تبلیغ احکام میں معصوم نہیں۔ جامع الشواہد بحوالہ کتاب در تقلید بکتاب المجید صفحہ ۱۲ مطبوعہ صدیقی بار اول مؤلفہ صدیق حسن خان

عقیدہ کفر نمبر۷: امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی پیدائش تاریخ "سگ" اور وفات "بوے کم جہاں پاک" دیکھو الجرح علی ابی حنفیۃ مؤلفہ سعد بنارسی

عقیدہ کفر نمبر۸: نبی علیہ السلام کی تعظیم بڑے بھائی کے برابر کرنی چاہیے۔ تقویۃ الایمان صفحہ ۲۰ سطر ۳۰۲ مولفہ مولوی اسماعیل شہید[1]۔

عقیدہ کفر نمبر۹: ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا۔ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہیں۔ تقویۃ الایمان صفحہ ۱۱۴ سطر ۱۵ مولفہ اسماعیل شہید

حاشیہ

[1] یہ شہید نہ تھے بلکہ انہوں نے مسلمان پٹھانوں پر حملہ کیا ان کے جوابی حملہ سے مارے گئے۔ ملاحظہ ہو دیوبندی مذہب مولانا غلام مہر علی چشتیاں شریف قادری

عقیدہ کفر نمبر ۱۰: آنحضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حیات النبی نہیں ہیں بلکہ مر کر مٹی میں ملنے والے ہیں۔ تقویۃ الایمان

عقیدہ کفر نمبر ۱۱: ان السفر الی قبر محمد و مشاھدہ و مساجدہ و اثارہ و قبر نبی او ولی و سائر الاوثان وغیرھا شرک اکبر یعنی بے شک سفر کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی خاطر اور ان کے مشاہد اور مساجد و آثار کی طرف یا کسی اور نبی ولی کی قبر کی طرف یا باقی اوثان کی طرف یہ سب کام شرک اکبر ہیں۔ صفحہ ۱۱۴ کتاب التوحید صفحہ ۱۳۳ مولفہ محمد بن عبدالوہاب (آنحضور علیہ السلام کے روضہ کے لئے سفر کرنا بھی شرک ہے۔)

عقیدہ کفر نمبر ۱۲: آنحضور علیہ السلام کا مقبرہ سفر کر کے دیکھنا ایسا گناہ ہے جیسا بتوں کا دیکھنا ہے۔ دیکھو کتاب التوحید صفحہ ۲۳ و ۱۱۴ تصنیف محمد بن عبدالوہاب

عقیدہ کفر نمبر ۱۳: نبی علیہ السلام کم علم غیب خدا کا دیا ہوا ماننا بھی برا ہے۔ تقویۃ الایمان صفحہ ۲۶ و ۲۷ سطر ۶ و کتاب التوحید

عقیدہ کفر نمبر ۱۴: آنحضور علیہ السلام کی ذات کا نماز میں خیال آنا بیل اور گدھے سے بھی بدتر ہے۔ دیکھو صراط مستقیم صفحہ ۹۳ سطر ۲ مئولفہ اسماعیل شہید

عقیدہ کفر نمبر ۱۵: آنحضور علیہ السلام کا روضہ منورہ قابل گرا دینے کے ہے لواقدر الی حجرۃ الرسول لھدمتھا یعنی اگر طاقت پاؤں گا تو روضہ نبی کو گرا دوں گا۔ کتاب اوضح البراہین بحوالہ ردضلال وغیرہ تصنیف محمد بن عبدالوہاب

عقیدہ کفر نمبر ۱۶: عصا ھذہ خیر من محمد لانھا ینتفع بھا فی قتل الحیۃ و نحوھا میری لاٹھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر ہے کیونکہ اس سے سانپ کے مارنے میں نفع لیا جاتا ہے اور محمد مر گئے باقی نہیں رہا اس میں نفع۔ کتاب اوضح البراہین صفحہ ۱۰ بحوالہ تاریخ سید احمد دحلان مقولہ ابن عبدالوہاب

عقیدہ کفر نمبر ۱۷: انبیاء و اولیاء ناکارے ہیں۔ تقویۃ الایمان صفحہ ۲۹ سطر ۱۸

عقیدہ کفر نمبر ۱۸: سب انبیاء و اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ تقویۃ الایمان

صفحہ ۵۵ سطر ۱۸

عقیدہ کفر نمبر ۱۹: انبیاء و اولیاء کچھ قدرت نہیں رکھتے اور نا ہی وہ سنتے ہیں۔ تقویۃ الایمان صفحہ ۲۳ و ۲۹

عقیدہ کفر نمبر ۲۰: نبی علیہ السلام کی نظیر اور نبی بھی پیدا ہونا ممکن ہے اور یا رسول اللہ کہنا شرک ہے۔ تقویۃ الایمان صفحہ ۳۱۔ ۳۲ و کتاب التوحید

عقیدہ کفر نمبر ۲۱: نبی علیہ السلام کے علم غیب کی کیا خصوصیت ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بکر ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے اور نص سے ثابت نہیں۔ حفظ الایمان اشرف علی تھانوی صفحہ ۷

عقیدہ کفر نمبر ۲۲: نبی علیہ السلام کا علم ملک الموت و شیطان سے کم ہے اور جو یہ عقیدہ رکھے کہ نبی علیہ السلام کا علم ملک الموت و شیطان سے زیادہ تھا اور نص سے ثابت ہے شرک ہے۔ براہین قاطع صفحہ ۵۱ سطر ۲۳۔ رشید احمد گنگوہی و خلیل احمد انبیٹھوی۔

عقیدہ کفر نمبر ۲۳: اجماع امت جس کی سند ہم کو معلوم نہ ہو حجت شرعی نہیں۔ معیار الحق صفحہ ۲۱ مطبوعہ لاہور

عقیدہ کفر نمبر ۲۴: قیاس مجتہد قابل اعبار نہیں۔ جامع الشواہد بحوالہ معیار الحق صفحہ۷۹ مولوی نذیر حسین و جامع الشواہد

عقیدہ کفر نمبر ۲۵: چار مصلے جو کعبتہ اللہ میں مقرر کئے ہوئے ہیں مذموم ہیں۔ کتاب سبیل الرشاد صفحہ ۲۴

عقیدہ کفر نمبر ۲۶: کتب فقہ متداولہ بین الناس کے پڑھنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے ان کو جلا دیا جائے۔ دیکھو بوئے غسلین مولوی عبدالجلیل سامروی

عقیدہ کفر نمبر ۲۷: جو شخص عورت سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو اس کی نماز بغیر غسل کے درست ہے۔ کتاب ہدیتہ القلوب صفحہ ۲۷ و بلاغ المبین

عقیدہ کفر نمبر ۲۸: تقلید شخصی و میلاد مبارک و قیام و وظیفہ یا رسول اللہ و عبدالقادر جیلانی و سوم و چہلم و گیارھویں پیر پیراں و اسقاط میت یہ سب شرک و کفر و بدعت ہیں۔ دیکھو لوامع الانور صفحہ ۸۰ مؤلفہ غلام حسن ساہیوالی و براہین قاطعہ صفحہ ۱۸۴ و ستہ ضروریہ مع فتاویٰ عبدالجبار امرتسری

عقیدہ کفر نمبر۲۹: خالہ سوتیلی یعنی جس کا باپ ایک ہو اور ماں جدا جدا اس سے بھانجے کا نکاح درست ہے جامع الشواہد بحوالہ فتاویٰ عبدالقادر غیر مقلد شاگرد مولوی نذیر حسین دہلی امام مسجد کالی۔

عقیدہ کفر نمبر۳۰: دادی کے ساتھ پوتے کا نکاح جائز ہے۔ اس کی حرمت منصوص نہیں۔ دیکھو پرچہ اہلحدیث نمبر۴۵، ۴۶ ثناء اللہ مورخہ ۱۱ رمضان ۱۳۲۸ھ

عقیدہ کفر نمبر۳۱: شادیوں میں گانا بجانا باجوں کا اجرت اور بلا اجرت جائز ہے۔ پرچہ اہلحدیث ۷ رمضان ۱۳۲۹ھ

عقیدہ کفر نمبر۳۲: باپ رضاعی کی منکوحہ پر پسر رضیع جائز ہے۔ پرچہ اہلحدیث ثناء اللہ مورخہ ۸۱ فروری ۱۹۱۲ء

عقیدہ کفر نمبر۳۳: زانی کے نطفہ سے جو لڑکی پیدا ہو زانی یا زانی کا لڑکا اس سے نکاح کرے تو نزدیک اہلحدیث جائز ہے۔ پرچہ اہلحدیث ثناء اللہ مورخہ ۸ مارچ ۱۹۱۳ء[۱]

عقیدہ کفر نمبر۳۴: جس عورت سے زید نے زنا کیا ہو وہ عورت زید کے لڑکے پر حلال ہے۔ پرچہ اہلحدیث مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۶۱ء

عقیدہ کفر نمبر۳۵: اگر لڑکی گود میں نہ پلی ہو تو اس سے یعنی دختر ربیبہ سے نکاح درست ہے۔ دیکھو فیض الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۲۱ صفحہ ۱۱۵ سطر ۱۶

سوال: بوقت مصیبت انبیاء و اولیاء کو وسیلہ پکڑنا اور لفظ یا سے پکارنا درست ہے یا نہیں۔ صرف قرآن مجید و حدیث شریف سے ثابت کرو؟

جواب: بے شک بوقت مصیبت اور ہر امور میں انبیاء و اولیاء کا وسیلہ پکڑنا اور حرف "یا" سے پکارنا قرآن مجید و احادیث شریف سے ثابت ہے بقولہ تعالیٰ یایها الذین امنوا اتقوا اللّٰہ وابتغوا الیه الوسیلة الخ یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو۔ اور اس کے ملنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو۔

مولوی اسماعیل صاحب جو کہ اس فرقہ کا سرگروہ ہے وہ اپنے رسالہ منصب امامت میں بایں طور تحریر

حاشیہ

[۱] یہ مسئلہ فقہاء میں مختلف فیہ ہے امام شافعی علیہ الرحمتہ کے نزدیک جائز اور امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمتہ کے نزدیک ناجائز ہے فقط قادری

فرماتے ہیں کہ وسیلہ سے وہ شخص مراد ہے کہ مرتبہ میں اللہ تعالیٰ سے قریب ہو۔ پس اس عبارت سے صاف صاف ظاہر ہوا کہ وسیلہ سے مراد انبیاء و اولیاء عظام ہوئے اور تفسیر در منثور تحت اس آیت کریمہ فتلقّٰی ادم من ربہ کلمات فتاب علیہ انہ ھو التواب الرحیم کے یہ حدیث بایں طور تحریر فرمائی اخرج ابن النجار عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ قال سئلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الکلمات التی تلقھا ادم من ربہ فتاب علیہ قال سئل بحق محمد و فاطمۃ و الحسن ان تب علی فتاب علیہ یعنی کہا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ میں نے دریافت کیا نبی علی السلام سے کہ اللہ تعالیٰ نے کون کلمات حضرت آدم علیہ السلام کو بتلائے تھے کہ وہ ان کے طرف متوجہ ہوئے اور توبہ قبول کی۔ تو فرمایا یا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ یہ سوال کیا تھا کہ بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور علی و فاطمہ و حسن رضی اللہ تعالی عنہم کے میری توبہ قبول کر تب اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔

علاوہ اس کے خود امام بخاری کتاب المفرد و شفا قاضی عیاض میں بایں طور حدیث نقل فرمائی ہے روی عن ابن عمر رضی اللہ خدرت رجلہ فقیل لہ اذکر احب الناس الیک یزل عنک فصاح یا محمداہ فانتشرت الخ یعنی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ان کا پاؤں سن ہو گیا۔ ان سے کہا گیا کہ اپ ایسے شخص کو یاد کریں جو کہ لوگوں میں آپ کے نزدیک بڑھ کر محبوب ہے۔ تو آپ کا یہ مرض جاتا رہے گا۔ آپ چلائے اور کہا یا محمداہ پھر ان کا پاؤں کھل گیا۔ اور اس کی شرح میں ملا علی قاری صاحب یوں لکھتے ہیں وکانہ رضی اللہ عنہ قصد اظھار المحبۃ فی ضمن الا ستغاثۃ یعنی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نے استغاثہ کے ضمن میں اظہار محبت کیا۔

کتاب فتوح الشام میں لکھا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم لڑائیوں میں یا محمد یا محمد یا نصر اللہ انزل پکارا کرتے تھے۔ یعنی اے محمد اے محمد اے خدا کی مدد نازل ہو۔ اور کتاب حصن حصین مترجم صفحہ ۱۲۵ میں بایں طور حدیث مذکور ہے ومن کانت لہ ضرورۃ فلیتوضا فحسن وضوءہ و یصلی رکعتین ثم یدعو اللّٰھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی اللّٰھم

فشفعه فی (نقل از ترمذی و نسائی ابن ماجہ و مستدرک) یعنی کسی کو کوئی حاجت ہوتو وہ اچھا وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھے، پھر دعا کرے اور کہے میں مانگتا ہوں حاجت اپنی تجھ سے اور متوجہ ہوتا ہوں طرف تیری ساتھ وسیلے نبی تیرے کے جو کہ نبی رحمت ہیں۔ اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ ہوا ہوں میں ساتھ تیرے طرف پروردگار اپنے کے بیچ حاجت اپنی کے تاکہ روا کی جائے حاجت واسطے میرے۔ اے اللہ پس شفاعت قبول کر ان کی میرے حق میں۔ الخ

علاوہ اس کے خود کتاب ھدیۃ المہدی صفحہ ۲۳ جلد اول میں مولوی وحید الزمان صاحب جو کہ اس فرقہ کا پیشوا ہے بایں طور تحریر فرماتے ہیں۔ النداء فجوز لغیر اللہ تعالٰی مطلقاً سواء کان حیًا او میتا وثبت حدیث الاعمی یا محمد انی اتوجه بک الی ربی وفی حدیث اخر یا عباداللہ اعینونی وقال ابن عمر حین زل قدمه وا محمداه ولما دعا ملک الروم الشهداء الی النصرانیة قالوا یا محمداه رواه ابن الجوزی من اصحابنا وقال اویس القرنی بعد وفات عمر یا عمراه یا عمراه یا عمراه رواه ابن حبان وقال السید فی بعض التوالیف قبلئه دین مددے کعبئه ایمان مددے ابن قیم مددے قاضئی شوکان مددے۔ الخ

پس اس عبارت مرقومہ سے صاف صاف ظاہر ہوا کہ بوقت مصیبت انبیاء و اولیاء عظام سے مدد مانگنا اور وسیلہ پکڑنا اور ندا سے پکارنا درست ہے اور نحویوں کے نزدیک یا حرف ندائیہ ہے جو کہ قریب اور بعید کے واسطے بولا جاتا ہے چنانچہ شرح ملا جامی میں بایں طور مسطور ہے یا اعمها لانها مستعمل لنداء القریب والبعید یعنی یا حرف حروف ندائیہ میں سے عام ہے کیونکہ وہ قریب اور بعید دونوں کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ باقی مفصل ذکر اس کا جلد اول سلطان الفقہ و سرور الخاطر القاتر وغیرہ میں دیکھو۔ واللہ اعلم بالصواب

اصلی توبہ نامہ نقل جو نذیر حسین دہلوی نے مکہ مکرمہ کے جیل میں تحریر کی تھی اور یہ نقل حاجی الہ بخش حال وارد چک نمبر ۲۵۷ تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ سے ملی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمده و نصلی علی رسوله الکریم اما بعد خان

السید المولوی محمد نذیر حسین لادهلوی والحاج المولوی سلیمان ابن الحاج اسحاق الجونا گدی من مرشدی الفرقۃ الضالۃ الوهابیۃ من غیر المقلدین وصلا الی مکۃ المکرمۃ فلما ظهر حالهما احضرا فی المحکمۃ العلیۃ فتابا عن العقیدہ الضالۃ الجدیدۃ والطریقۃ الخبیثۃ الوهابیۃ بین یدی حضرت المشیر المفخم والدستور المکرم والوزیر المعظم والی ولایۃ الحجاز دولۃ السید عثمان نوری باشا لا زالت شمس اجلاله من افق الاقبال بازغۃ و کتبا بقلمهما ما ترجمۃ هنا وکذلک تاب کل من کان عقیدتہ کعقیدتهما من رفقائهما وممن اقام بمکۃ المکرمه وذلک فی السادس والعشرین من ذی الحجۃ من عام ۱۳۰۰ھ

ترجمہ ماکتب المولوی نذیر حسین الدهلوی

بسم الله الرحمن الرحیم۔ حامدًا و مصلیًا اما بعد فانا العاجز السید محمد نذیر حسین متبع السنۃ والجماعۃ عقیدۃ وفعلًا وانا اعلم ان خلافها من المذاهب کلها سوء سواء کان من الرافضه والخارجیۃ و الوهابیۃ وانی افتی موافقًا للمذهب الحنفی وانا حنفی المذهب وتبت مما اخطئات وصلی الله تعالیٰ علی سیدنا محمد وعلیٰ اله وصحبه اجمعین۔ الراقم السید محمد نذیر حسین بقامه

ترجمہ ماکتب المولوی الحاج سلیمان الجوناگڑھی

الحاج سلیمان ابن الحاج اسحاق حنفی المذهب الان تبت مما اخطئات واقول ان منهب الوهابیۃ باطل الف مرۃ وانا علی منهب الحنفی الامام الاعظم و بالله التوفیق وهو الرفیق۔ صحیح الحاج سلیمان

نقل تحریر مولوی نذیر حسین دہلوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حامداً و مصلیًا اما بعد۔ عاجز سید محمد نذیر حسین متبع سننۃ والجماعۃ عقیدۃ فعلاً اور اس کے خلاف جتنے مذاہب ہیں خواہ رافضی ہو خواہ خارجی خواہ وہابی سب کو برا سمجھتا ہوں اور موافق مذہب حنفی کے فتوی دیتا ہوں اور حنفی المذہب ہوں وتبت مما اخطات وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا و مولانا محمد وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔ فقط الراقم سید محمد نذیر حسین بقلم خود

نقل تحریر مولوی حاجی سلیمان ساکن جوناگڑھ

حاجی سلیمان ولد حاجی اسحاق حنفی المذہب آنچہ خطا نمودم از و توبہ است مذہب وہابی باطل است الف مرات۔ مذہب حنفی امام اعظم دارم و باللہ التوفیق وہو نعد الرفیق فقط صحیح حاجی سلیمان جوناگڑی طبع فی المطبعتہ المیریہ الکائنتہ بمکتہ المعمیتہ

[illegible]

بسم الله الرحمن الرحيم [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

سلطان الفقه

المعروف

فتاوی نظامیہ

جلد ہشتم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرح متین اس مسئلہ میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منطوقات[1] اللہ تعالیٰ کی جانب سے تھے یا کہ اپنی خواہش بشریت وارادت سے بھی کچھ فرما دیا کرتے تھے اور ماینطق عن الھوی ان ھو الاوحی یوحی سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس آیت کریمہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ تمام منطوقات مخصوص قرآنیہ آنحضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منجانب اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی کے عموماً ظاہر ہوئے۔ اور جو ماسوا قرآن مجید کے منطوقات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں وہ اکثر بموجب وحی کے ہیں۔ اور بعض اپنی ارادت بشریت سے بھی فرمائے۔ چنانچہ شہد کا اپنے اوپر حرام فرمانا۔ بقولہ تعالیٰ لم تحرم ما حل اللہ لک اور ابن سولہ کے جنازہ پر کھڑے ہونا وغیرہ وغیرہ۔ پس اگر تمام منطوقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بموجب وحی کے ہوتے تو پھر اعتراض خداوند کریم کا کیوں وارد ہوتا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ بعض وقت اپنی ارادت سے بھی فرما دیتے تھے۔ اب مسلمانون کولازم ہے کہ جس امر کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ترک کر دیا ہے یا ترک کرنے کا حکم دیا ہو تو اس کو ترک کردیں۔ اور جس امر کو مشورہ صحابہ تعمیل کرنے کا حکم فرمایا ہو اس کو ہرگز ہرگز نہ چھوڑیں۔ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خود صحابہ کرام سے مشورہ کا حکم فرمایا۔ وھوہذا

وشاورھم فی الامر اور علاوہ اس کے آنحضور علیہ الصلوۃ والسلام کی وحی بھی تین چار قسم کی تھی جس کا مفصل ذکر جلد ششم میں تحریر ہو چکا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال: آنحضور علیہ الصلوۃ والسلا کے آثار مبارک کو قبر میں تبرکاً میت کے ساتھ رکھنا درست ہے یا

حاشیہ

[1] یعنی آپ کا کلام اور آپکی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ مبارکہ

نہیں۔ اور بعض لوگ جو نعلین مبارک کا نقشہ بنا کر میت کے ساتھ رکھ دیتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

السائل حافظ خدا بخش از کیاڑک

جواب: بے شک میت کے ساتھ کفن یا قبر میں بال مبارک یا ناخن وغیرہ آثار طیبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رکھنے تبرکاً" درست ہیں۔ چنانچہ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد اول صفحہ ۱۳۳ میں بایں طور مذکور ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے کہا اوصٰی ان یدفن معه شئی کان عنده من شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واظفاره وقال اذامت فاجعلوه فی کفنی فعلو ذلک ا۔

تحفہ رسولیہ صفحہ ۲۴ میں لکھا ہے کہ جس میت کے ساتھ نعلین مبارک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو یا نقشہ نعلین مبارک کا ہوگا یا جس گھر میں یا جس کے پاس ہوگا وہ ہر ایک آفات سے محفوظ رہے گا۔ اور عذاب دوزخ سے نجات پائے گا۔ اور اس پر فرشتے منکر نکیر وقت حساب آسانی کر دیں گے۔

اشعار

ہر کہ بقرطاس مثالش کشد — تاج بند آنرا بسرا خود نہد
فتح و ظفر یا بدو گردد عزیز — در دلش افزائید عقل و تمیز
آتش سو زندہ نسوز دوراء — روز قیامت بکرامت بود ورا
سہل شود پرسس منکر نکیر — واندہ بگروند مبشر بشیر

نقل از تحفہ رسولیہ

سوال: ولی اللہ ہماری ندائیں دور سے بھی سن سکتے ہیں جواب قران مجید و حدیث صحیح سے دیں اجر ملیگا

حاشیہ

ا۔ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ا۔ ۱۱۳ کتاب الایمان یعنی حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی تھی کہ ان کے ساتھ ان کی قبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال اور ناخن مبارک جو ان کے پاس تھے دفن کئے جائیں تو لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ قادری

جواب: بے شک ولی اللہ جو مقرب ہو چکے ہیں جنہوں نے مدارج فرائض و نوافل کے طے کر لئے ہیں وہ ہماری ندائیں دور سے بھی سن سکتے ہیں کیونکہ ان کے کان خداوند کریم کے کان ہو جاتے ہیں۔ یعنی ان کی سامعہ قدرت سامعہ کی مظہر ہو جاتی ہے اور ان کی آنکھ میں وہ قدرت پیدا ہو جاتی ہے کہ دور و نزدیک سے برابر دیکھتی ہے اور ان کے ہاتھ خداوند کریم کے ہاتھ ہو جاتے ہیں۔ یعنی جس چیز کو چاہتے ہیں پکڑ لیتے ہیں۔ اور ان کے پاؤں خداوند کریم کے پاؤں بن جاتے ہیں۔ یعنی جہاں چاہیں ایک آن میں پہنچ سکتے ہیں۔ اور اس پر واقعہ آصف بن برخیہ کا شاہد ہے جو قرآن مجید میں موجود ہے۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوۃ میں لکھا ہے: کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وفوادہ الذی یعقل بہ ولسانہ الذی یتکلم بہ یعنی میں اس کا دل بن جاتا ہوں جس سے وہ سمجھتا ہے۔ اس کی زبان میرے زبان بن جاتی ہے جس سے وہ کلام کرتا ہے غرض کہ اس سے وہ باتیں ظاہر ہوتی ہیں جو کہ خداوند کریم کے ارادے میں ہوتی ہیں۔ چنانچہ مولانا روم صاحب فرماتے ہیں۔ شعر

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اور اس مسئلہ پر یہ حدیث بخاری کی شاہد ہے عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ قال من عادنی ولیًا فقد اذنتہ بالحرب وما تقرب الیٰ عبدی بشئی احب الی مما افترضت علیہ وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ وکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ و یدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا وان سألنی لا عطینہ (الحدیث رواہ البخاری کذافی المشکوۃ) یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص میرے ولی کا دشمن ہے اس کو میں اجازت دیتا ہوں کہ مجھ سے وہ جنگ کرے۔ اور میرے بندے نے اس فرض کے ادا کرنے سے جو میں نے اس پر مقرر کیا ہے بڑھ کر اور کسی شئی سے جو میرے نزدیک زیادہ عزیز ہے مجھ تک تقرب حاصل نہیں کیا۔ اور میرا بندہ

ہمیشہ نوافل کے ساتھ مجھ تک تقرب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو اس کو دوست بنا لیتا ہوں۔ اور جب میں اس کو اپنا دوست بنا لیتا ہوں تو پھر میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کو ضروری دیتا ہوں۔ الخ

اس حدیث کی تائید پر حدیث ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شاہد ہے جو کہ ۶ ماہ کے فاصلہ پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حالت خطبہ میں ان سے ہم کلام فرمائی اور فرمایا کہ پہاڑ کی آڑ کیجئے اور انہوں نے سن کر ایسا ہی کیا۔ اور اگر کسی صاحب نے اس مسئلہ کو دیکھنا ہو تو ضرور الخاطر صفحہ ۲۰۵ میں مطالعہ کرے۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال: اجنبی عورت کا پس خوردہ کھانا درست ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: اگر بہ نیت تلذذ کھائے تو مکروہ ورنہ درست۔ کمافی الدرالمختار یکرہ سورھا للرجل ان کان للا ستلذاد اور حاشیہ درالمختار میں بھی اس طرح ہے۔ (نقل از فتاوی سعدیہ صفحہ ۱۳) واللہ اعلم بالصواب

سوال: استنجا ڈھیلوں سے کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا صحابہ کرام سے؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ چنانچہ طبرانی و فتح المنان فی تائید النعمان سے صاحب سعدیہ نے صفحہ ۱۳ میں بایں طور حدیث نقل کی ہےعن عبدالرحمن بن ابی لیلی قال رایت عمرابن الخطاب بال ثم مسح ذکرہ بالتراب ثم التفت الینا فقال ھکذا علمنا (رواہ الطبرانی) وعنہ قال کان عمر ابن الخطاب یبول ثم یمسح ذکرہ بحجر او بغیرہ ثم لم یمس ذکرہ بالماء یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بول کیا۔ پھر مسح کیا ذکر اپنے کا ساتھ پتھر یا غیر اسکے کے' پھر نہیں دھویا ذکر اپنے کو پانی سے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: اگر کسی شخص نے استنجا پانی سے نہ کیا ہو۔ صرف ڈھیلوں سے استنجا کر لیا ہو۔ تو پھر کسی نے السلام

علیکم کہہ دیا ہو تو اس کا سلام کا جواب دینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: صورت مذکورہ بالا میں جواب سلام دینا مکروہ ہے ا۔ چنانچہ ترمذی شریف میں حدیث بایں الفاظ مسطور ہے عن ابن عمر ان رجلًا سلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یبول فلم یرد علیہ قال ابو عیسی ھذا حدیث حسن صحیح وانما یکرہ ھذا عندنا اذا کان علی الغائط والبول وقد وفسر بعض اھل العلم ذلک یعنی روایت ہے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کر رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ پر سلام دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سلام کا جواب نہ دیا اور مؤلف کتاب نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور بے شک ہمارے نزدیک سلام کا جواب دینا اس حالت میں مکروہ ہے۔ الخ ۲۔

اگر کسی نے جواب سلام کا دینا ہو تو تیمم کر کے دیدے تو بے شک درست ہوگا۔ چنانچہ دوسری حدیث ابوداود کی اس پر شاہد ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال: مسواک کسی شخص کا بلا اجازت اس کے استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: با اجازت صاحب مسواک استعمال کرنا جائز ہے ورنہ مکروہ ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یستاک فیعطینی السواک لا غسلہ فابدءا بہ فاستاک ثم اغسلہ وادفعہ الیہ اور صاحب سعدیہ نے صفحہ ۱۴ میں لکھا ہے واما قول الناس فانما ذلک الکراھتہ۔

سوال: اگر کپڑے پر کچھ غبار نہیں تو اس پر تیمم کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اگر ضرب لگانے سے کچھ غبار اس کپڑے سے ظاہر نہ ہو۔ تو پھر اس پر تیمم کرنا درست نہیں۔ چنانچہ بحرالرائق میں مذکور ہے لو ان العنطنۃ او الشئی الذی لا یجوز علیہ التیمم اذا کان

حاشیہ

ا۔ یعنی مکروہ تنزیہی مطلب یہ کہ افضل یہ ہے کہ باوضو ہو کر جواب دے ورنہ ویسے بھی جائز ہے۔ قادری

۲۔ یعنی پیشاب کرتے ہوئے

علیہ التراب فضرب یدہ علیہ ثم ینظر ان کان یتبین اثرہ بمدیلہ علیہ جاز وان کان لا یتبین لا یجوز۔ الخ یعنی اگر گندم یا کوئی او چیز ہے جس پر تیمم کرنا درست نہیں۔ اگر ان پر غبار پڑا ہو اور پھر اس پر ہاتھ مارنے سے اثر مٹی کا ظاہر ہو جائے تو ان پر تیمم کرنا جائز ہے ورنہ نا جائز۔ فقط

سوال: موسم گرما بوجہ شدت گرمی کے اگر مسجد کی سطح پر نماز پڑھ لی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: مسجد کے اوپر نماز پڑھنی در صورت مذکورہ بالا مکروہ ہے۔ چنانچہ فتاوی عالمگیری و فتاوی سعدی صفحہ ۱۴۸ میں بایں طور مسطور ہے۔ الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ و ھذا اذا **اشتد** الحر یکرہ ان یصلوا بالجماعتہ فوقہ الا اذا ضاق المسجد حینئذ لا یکرہ الصعود علی سطحہ للضرورۃ کذافی الغرائب۔ یعنی ہر ایک مسجد کی سطح پر نماز پڑھنا مکروہ ہے بوجہ شدت گرمی کے۔ ہاں اگر مسجد میں لوگ نہ سما سکیں اور تنگ ہوں تو پھر مسجد کی سطح پر نماز کی جماعت کرنا مکروہ نہیں۔ بوجہ ضرورت محسوس ہونے کے۔ الخ

سوال: مسجد کے اوپر یا نیچے مکانات بنانے واسطے کرایہ کے یا واسطے رکھنے رسن مسجد و بوکا و بوریا وغیرہ کے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مسجد کے نیچے یا اوپر مکان بنانے واسطے رسن یا بوکا یا بوریہ وغیرہ سامان مسجد کے درست ہے اور اس کے سواء واسطے کرایہ وغیرہ کے درست نہیں چنانچہ فتاوی عالمگیری و فتاوی سعدیہ صفحہ ۱۴۶ میں مذکور ہے وہو ہذا۔

من جعل مسجداً تحتہ سرادب او فوقہ بیت و جعل باب المسجد فی الطریق وعزلہ فلہ ان مات یورث عنہ ولو کان السر ادب لصالح المسجد جاز کمافی مسجد بیت المقدس کذافی الھدایۃ اذا اراد انسان ان یخذ تحت المسجد حوانیت غلتہ لمرمتہ المسجد او فوقہ لیس ذلک واللہ اعلم بالصواب

سوال : ایک گاؤں میں ایک مسجد قدیم سے بنی ہوئی ہے۔ اب کچھ لوگ اس گاؤں میں وہابی ہوگئے ہیں اور جب وہ مسجد میں آتے ہیں تو شرارت و فساد برپا ہوجاتا ہے۔ اب اس شرارت کے دفیعہ کے لیے دوسری مسجد بنانا درست ہے یا نہیں۔ اور یہ مسجد کا حکم ضرار مسجد کا رکھے گی یا نہیں؟

السائل نذر محمد از چکیرہ

جواب : مسجد دوسری تیار کرنی ایک محلہ یا ایک گاؤں میں بہتر نہیں۔ کیونکہ مسجد اول کو اس کے تیار ہونے پر ضرر پہنچتا ہے اور صاحب کشاف و بحرالاسرار صفحہ ۱۳۹ میں لکھا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہروں پر فتح پائی تو غازیوں کو فرمایا ان یبنوا المساجد وان لا یتخذوا فی مدینۃ مسجدین یضار احدھما صاحبہ فالعجب من المشائخین المتعصبین فی زماننا یبنون فی کل ناحیتہ مساجداً طلبًا للہ الا سم والرسم واستعلاء لشانھم واقتدوا اباء ابائھم ولم یتأملوا فی ھذہ الایتہ یعنی تیار کرو مسجدوں کو اور یہ کہ نہ بناویں ایک شہر میں دو مسجدیں کہ ضرر پہنچائیں ایک دوسرے کو پس تعجب ہے مشائخوں سے جو تعصب کرتے ہیں ہمارے زمانہ میں کہ بناتے ہیں وہ ہر ایک محلہ میں مسجدیں واسطے طلب کرنے اللہ سے نام و نشان کے اور بڑھانے کے لئے اپنے شان کے۔ اور وہ پیروی کرتے ہیں اپنے باپ دادا کی اور نہیں غور کرتے اس آیت میں۔

پس اس عبارت سے صاف صاف ظاہر ہوا کہ مسجد محلہ میں ایک ہی ہونی چاہیے۔ اور صاحب مدارک نے مسجد ضرار کی یہ تعریف بیان کی ہے وقیل کل مسجد بنی مباھاۃ اور ریاء اولغرض سوی ابتغاء وجہ اللہ او بمال غیر طیب فھو لا حق بمسجد الضرار (ھناذلک من الکشاف) یعنی اور کہا گیا ہے جو مسجد تیار کی گئی ہو فخر کرنے کے لئے یا دکھانے کے لئے یا کسی اور مطلب کے لئے سوائے رضائے خداوند کریم کے یا تیار کی گئی ہو مال حرام سے پس وہ شامل ہے مسجد ضرار میں نقل کیا گیا ہے یہ کشاف سے۔ الخ

پس فقیر کے نزدیک بھی یہی بات بہتر ہے جس قدر ہو سکے آپس میں اتفاق کریں اور دوسری مسجد نہ بنائیں ہاں اگر متفق ہونا محال ہو تو دوسری مسجد برائے دفعہ شرارت کے تیار کرنی جائز ہے اور نا ہی اس مسجد

کو حکم ضرار کا دیا جائے گا۔ الخ

سوال: استاذ یا مرشد یا کسی اور بزرگ کی خاطر مسجد میں کھڑا ہونا تعظیما درست ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: بے شک استاد یا مرشد وغیرہ کے لئے جو قابل تعظیم کے ہیں ان کی خاطر کھڑا ہونا مسجد میں بلا کراہت جائز ہے۔ چنانچہ س عبارت سے ثابت ہوتا ہے وہو ہذا۔ لا یکرہ قیام الجالس فی المسجد لمن دخل علیه تعظیمًا له ولا یکره قیام قاری القران تعظیمًا للجائی اذا کان مستحقًا للتعظیم لخمسة نفرٍ الاستاذ والوالدان والا میر والسید (ھکذا فی فتاوی و حاوی و فتاوی جامع الفوائد صفحہ ۱۳۶) واللہ اعلم بالصواب ا۔

سوال: مسجد کو برائے زینت منقش کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: بے شک مسجد کی دیواروں کی منقش کرنا درست ہے چنانچہ فتاوی فتح القدیر و نہایہ وغیرہ کتب معتبرہ میں بایں طور مسطور ہے مباحتة کالمصافحة وزینة المساجد والمصاحف یعنی مباح ہے بعد ہر نماز کے مصافحہ کرنا اور مسجدوں اور قرآن مجیدوں کو چاندی وغیرہ سے زینت دار کرنا۔

ہدایہ اور درمختار میں اس طرح مسطور ہے لا بأس بان ینقش المسجد بالجبص والسلج وماء الذهب یعنی مضائقہ نہیں اس امر میں کہ نقش کی جائیں مسجدیں چونہ ساگوان لکڑی یا سونا چاندی کے پانی سے۔ اور علامہ طحطاوی نے بحرالرائق سے نقل کیا ہے اور لکھا ہے واصحابنا قالوا بالجواز من غیر الکراهة یعنی ہمارے اصحاب حنفیہ کے نزدیک مسجد کو سنوارنا بلا کراہیت جائز و درست ہے اور صاحب شافی نے لکھا ہے وقیل یستحب لمافیه من تعظیم

حاشیہ

ا۔ یعنی جو مسجد میں بیٹھا عبادت میں مصروف ہے مثلاً تلاوت و ذکر وغیرہ اسے مسجد میں داخل ہونے والے قابل تعظیم انسان کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے اور تعظیم کے مستحق پانچ لوگ ہیں استاذ (رہنما) اور والدین اور امیر حاکم اور سردار یعنی جو دین میں بزرگی اور سرداری رکھتے ہوں۔ فقط قادری

المسجد یعنی مستحب کہتے ہیں زینت دار کرنا مسجد کو اور ایسا ہی غنیہ شرح منیہ میں لکھا ہے اور جو بعض علمائے دین نے مسجدوں کو زینت دار کرنا مکروہ لکھا ہے وہ قول ان کا بالکل مرجوح و مردود و مجروح و ضعیف ہے جو قابل اعتبار نہیں ہے۔ چنانچہ بنایہ شرح ہدایہ میں علامہ بدرالدین عینی نے اس کی تصریح کر دی ہے واللہ اعلم بالصواب

سوال: مسافر اگر امام مقیم کے پیچھے اقتداء کرے تو کتنی رکعتوں کی نیت کرے یا برعکس ہو دونوں کا حکم بیان کریں؟

جواب: مسافر کو تعین رکعات کی اما مقیم کی پیچھے کرنی بہتر نہیں۔ اگر نیت کرنی ہو تو دو رکعت کی کرے۔ چنانچہ برجندی و جامع الرموز میں بایں طور مسطور ہے۔ ولوار ادنیتة العددنوی رکعتین اور اگر مقیم مسافر کے پیچھے نماز پڑھے تو نیت چار رکعت کی کرے چنانچہ فتاوی سعدیہ صفحہ ۹۰ میں مذکور ہے اگر مطلق نیت وقت کی کرلے تو بھی درست ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال: اگر مقیم نے مسافر کے پیچھے اقتداء کی تو پھر جو باقی دو رکعت مقیم کی ہونگی ان میں فاتحہ پڑھے یا نہیں؟

جواب: امام صاحب کے مذہب صحیح میں یہی امر ہے کہ ان میں فاتحہ نہ پڑھے۔ چنانچہ فتاوی جامع الفوائد صفحہ ۵۵ میں مذکور ہے۔ ولو اقتدی المقیم بالمسافر صح فی الوقت لا خارجه فان صلی المسافر رکعتین وسلم یقوم فیتم صلوة بغیر قراة فی الا صح وقیل یقراء واللہ اعلم بالصواب

سوال: اگر کوئی شخص فرض نماز چہارگانہ کا قعدہ اولی بھول کر کھڑا ہوگیا۔ پھر اس کو یاد آیا تو بیٹھ گیا۔ اب اس صورت میں اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟

جواب: اس مسئلہ میں علمائے دین کا نہایت درجہ کا اختلاف ہے۔ اور مشہور یہی ہے کہ نماز فاسد ہو جاتی ہے لیکن حق یہ ہے کہ نہیں فاسد ہوتی۔ چنانچہ فتاوی سعدیہ صفحہ ۸۸ میں اس مسئلہ کو مفصل بیان کیا گیا

ہے اور صاحب در مختار نے بایں طور مسطور لکھا ہے لو اعاد الی القعود بعد ذلک تفسد صلوۃ لرفض الفرض لمالیس بفرض وصححه الزیلعی وقیل لا تفسد لکنه یکون مسیاً و یسجد لتنا خیر الواجب وهو الاشبه کما حققه الکمال وهو الحق اور ایسا ہی فتح القدیر میں مذکور ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال: دو رکعت فرض اخیر میں کس لئے قرات نہیں پڑھی جاتی اور انحضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں کتنی رکعتیں پڑھنے کا حکم ہوا تھا؟

جواب: ہر دو سوال کا جواب یہ ہے کہ اصل میں نماز صرف دو رکعت فرض تھی۔ چنانچہ فتاویٰ جامع الفوائد و فتاویٰ سعدیہ صفحہ ۲۶ وغیرہ کتب حدیث میں بایں طور حدیث حضرت مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے فرضت الصلوۃ رکعتین فاقرت صلوۃ السفر و زید فی صلوۃ الحضر

اور دوسری روایت میں ہے قالت فرض اللّٰہ الصلوٰۃ حین فرضها رکعتین اتمها فی الحضر واخرت صلوۃ السفر علی الفریضۃ الاولیٰ اور نسائی و ابن ماجہ و مسلم میں بایں طور حدیث مذکور ہے۔ عن ابن عباس قال فرض اللّٰہ الصلوٰۃ علی لسان نبیکم فی الحضر اربعًا وفی السفر رکعتین (رواہ مسلم)

طبرانی میں بایں طور وارد ہے افترض رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رکعتین فی السفر الخ پس ان دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ اصل میں دو رکعت فرض تھی۔ اس لئے سفر میں دو رکعت کا حکم باقی رہا اور دو کو معاف کر دیا گیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں مسطور ہے فلیس علیکم جناح ان تقصروامن الصلوٰۃ اور حدیث میں بایں طور وارد ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دو رکعت سفر میں صدقہ فرما دیا۔ لہٰذا اس کو قبول کرنا چاہئے۔ صدقتہ تصدق اللّٰہ بها علیکم فاقبلوا صدقته الخ مراد صدقہ سے عطیہ ہے۔

فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۵۵ بحوالہ قاضی خان میں بایں طور مرقوم ہے فیقصر الفرض الرباعی المفروض علی المقیم فان صلوته فی الاصل رکعتان الخ پس ان عبارات سے ظاہر ہوا کہ اصل میں دو رکعت ہی فرض تھی۔ اور یہ بعدہ دو رکعت آپ کے شکریہ کے طور پر پڑھنے سے فرض ہوئیں۔ لہٰذا ان میں جاری کیا گیا کہ آخیر دو رکعت میں قرأت نہ پڑھی جائے۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال: سفر میں سنتیں پڑھنی جائز ہیں یا نہیں؟

جواب: سفر میں سنت موکدہ ضرور پڑھنی چاہئیں۔ چنانچہ کتب حدیث و فقہ میں مذکور ہے ولیس علی المسافر ان یصلی رکعتی الفجر خاصة وقیل رکعتی المغرب ایضًا قنیه فلا یترک السنن فی السفر المؤکدة فی الاحوال کلها سواء صلّٰی بالجماعة اومنفردًا مقیمًا او مسافرًا پس اس عبارت سے صاف صاف ظاہر ہوا کہ سنت مؤکدہ کو ضرور پڑھنا چاہیے۔ اور ایسا ہی بخاری سیپارہ پانچ میں حدیث مذکور ہے۔ اور کہا صاحب چلپی نے اگر کسی عذر شدید کی وجہ سے سنتیں ترک کردے تو بھی کوئی خوف نہیں لاباس بترک السنن فی السفر ھکذا فی المبسوط۔ واللہ اعلم بالصواب[۱]

سوال: کس شخص پر نکاح کرنا واجب ہے اور کس شخص پر سنت ہے؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: جس شخص پر غلبہ شہوت کا ہو اور خوف زنا کا رکھتا ہو اور مہر و نفقہ ادا کرنے کی توفیق بھی رکھتا ہو۔ تو اس پر نکاح کرنا واجب ہے۔ چنانچہ حدیث بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں طور مسطور مذکور ہے قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یا معشر الشباب من استطاع منکم الباۃ فلیتزوج فانه اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیه الصوم فانه وجاء متفق علیه یعنی فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

حاشیہ

[۱] سنت مؤکدہ کبھی کبھی بلاعذر بھی رہ جائے تو کوئی حرج نہیں ہاں ان کے ترک کی اکثر عادت نہ بنائے۔ قادری

نے کہ جس شخص کو تم میں سے نکاح کرنے کی طاقت ہو پس چاہئے کہ وہ ضرور نکاح کرے کیونکہ وہ محافظ آنکھوں اور فرج کا ہے اور جس کو طاقت نہ ہو وہ روزے رکھے کیونکہ اس سے غلبہ شہوت کم ہو جاتا ہے۔

بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بدیں الفاظ حدیث تحریر کی ہے کہ فرمایا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذا تزوج العبد فقد استکمل نصف الدین فلیتق اللہ فی نصف الباقی یعنی جب کسی آدمی نے نکاح کیا تو اس نے نصف دین اپنا مکمل کیا۔ اور باقی نصف میں اللہ تعالیٰ سے خوف کرتا رہے۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ اگر کوئی شخص پاک ہونا چاہے تو کسی صالح عورت سے نکاح کرے۔ (نقل از ترمذی) اور جس شخص کو اس قدر شہوت نہ ہو اور نہ مہر و نفقہ کی طاقت ہو تو ایسے شخص کو نکاح کرنا سنت ہے۔ اور فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نکاح کرنا میری سنت ہے۔ جس نے اس سے روگردانی کی وہ میری امت سے نہیں۔ [1] اور نکاح صالحہ عورت سے کرنا چاہئے جو کہ اپنے خاوند کو خوش رکھنے والی ہو۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال: اگر وقت نکاح کے دو عورتیں اور ایک مرد گواہ ہوں تو نکاح درست ہے یا نہیں؟

جواب: یہ نکاح درست ہے چنانچہ ہدایہ میں مسطور ہے وینعقد بحضور رجلین او رجل

حاشیہ

[1] اس کا معنی کہ میری امت سے نہیں یہ ہے کہ وہ میرے پسندیدہ راستہ پر نہیں یہ مطلب نہیں کہ وہ حضور علیہ وسلم کی امت سے ہی خارج ہو گیا۔ یہ بھی اس صورت میں ہے کہ اسے خواہش ہو اور گناہ میں پڑنے کا اندیشہ بھی رکھتا ہو تو شادی کرے اگر خرچہ کی ہمت نہ ہو تو پھر انتظار کرے اور گناہ سے بچنے کیلئے روزے رکھے ہاں اگر خواہش ہی نہ ہو تو پھر نہ کرنا بہتر ہے تاکہ دوسرے ساتھی کا حق تلف نہ ہو اس لئے بہت سے صحابہ و تابعین و آئمہ دین نے شادیاں نہیں کیں حضرت ابوہریرہ و حضرت ابو یزید بسامی و حضرت بی بی رابعہ بصریہ و حضرت امام نووی شارح مسلم و حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی وغیرھم رضی اللہ تعالیٰ عنہم فقط قادری

وامرائتین اور اگر صرف عورتیں گواہ ہوں تو جائز نہیں ولا ینعقد بشھادۃ المرائتین بغیر رجل (ھکذا فی الھدایۃ) الخ واللہ اعلم بالصواب

سوال: نابینا یا فاسق نکاح میں گواہ ہو یا کوئی گواہ نہ ہو۔ صرف آپس میں ایجاب قبول کریں تو یہ نکاح ہو گا یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: اندھے اور فاسق کی گواہی شارع علیہ السلام نے نکاح میں جائز قرار دی ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں بایں طور مسطور ہے ویصلح النکاح بشھادۃ الفاسقین والاعمین اور بدوں دو گواہوں کے نکاح درست نہیں ہوتا۔ چنانچہ دار قطنی میں حدیث اس پر شاہد ہے۔ وھوھذا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نکاح الا بشھود یعنی بدوں گواہوں کے نکاح درست نہیں ہوتا۔ الخ

پس اس لئے ضروری ہے کہ گواہ مرد اور عورت کی کلام کو سنیں۔ اور سونا جائیں ورنہ نکاح غیر صحیح ہو گا۔ جیسا کہ قاضی خان کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے۔ فلا ینعقد بشھادۃ نائمین اذا لم یستمعا کلام العاقدین اور اگر ایک گواہ نے کلام سنی اور دوسرے نے نہ سنی تو بھی نکاح درست نہ ہو گا۔ ولو سمعا کلام احدھما دون الاخر او سمعا احدھما کلام احدھما والاخر الکلام الاخر لایجوز النکاح (نقل از فتاویٰ عالمگیری) واللہ اعلم بالصواب ا۔

سوال: اگر لڑکی عاقلہ بالغہ ہو بیوہ کو مار پیٹ کر نکاح کر لیا جائے تو درست ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: یہ نکاح شرعاً ہر گز درست نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ شارع علیہ السلام نے مسئلہ نکاح میں رضامندی عورت کی شرط فرمائی ہے۔ چنانچہ فتاویٰ قاضی خان و شرح و قایہ و ہدایہ و عالمگیری باب الکفو میں بایں طور مذکور ہے ومن شرائط النکاح رضاء المرأۃ اذا کانت بالغۃ بکرا او ثیبا فلا

حاشیہ

ملہ امام مالک علیہ الرحمتہ کے نزدیک ایک محض عورت و مرد کے ایجاب و قبول سے نکاح ہو جائیگا البتہ انہیں لوگوں کو بتانا پڑے گا کہ ہم نے نکاح کیا یعنی اعلان و اظہار ضروری ہے۔ فقط قادری

يملک الولی اجبارها على النکاح الخ اور ہدایہ میں ہے وينعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضاها ولا يجوز للولی اجبار البکر البالغة على النکاح

ابو داؤد میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بایں الفاظ حدیث بیان کی ہے کہ ایک لڑکی کنواری کا اس کے باپ نے نکاح کر دیا اور لڑکی نے اس کو ناپسند کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکاح کو رد کر دیا۔ اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں ان جارية بكر اتت رسول الله صلى الله عليه وسلم فذکرت ان اباها زوجها وهي کارهة فخيرها النبي صلى الله عليه وسلم۔ الخ اور بخاری شریف میں ہے کہ ایک عورت بیوہ تھی اس کے باپ نے بلا رضامندی اس کا نکاح کسی شخص سے کر دیا اور اس عورت نے اپنی ناراضگی بخدمت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ہو کر ظاہر کی تو آپ نے اس نکاح کو رد کر دیا۔ وہوہذا

ان اباها زوجها وهي ثيب فکرهت ذلک فاتت رسول الله صلى الله عليه وسلم فرد نکاحه (رواہ البخاری) پس ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ جبراً نکاح عاقلہ بالغہ اور بیوہ کا کرنا درست نہیں ہے اور اگر کسی نے جبراً نکاح کر دیا تو جائز نہ ہو گا۔ فقط

سوال: اگر لڑکی عاقلہ بالغہ اپنی کفو میں بلااجازت ولی قریب کے نکاح پڑھا لے تو درست ہو گا یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا

جواب: عورت عاقلہ بالغہ اپنا نکاح کرنے میں زیادہ حق دار ہے ولی سے۔ چنانچہ قرآن مجید و حدیث شریف اس پر شاہد ہے۔ چنانچہ مسلم میں ہے قال الایم احق بنفسها من ولیها (رواہ مسلم)

بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں الفاظ حدیث مسطور ہے لا تنکح البکر حتی تستاذن قالوا یا رسول الله وکیف اذنها قال ان تسکت (رواہ البخاری) یعنی فرمایا نبی علیہ الصلواۃ والسلام نے کنواری لڑکی کا نکاح بغیر اجازت اس کی کے نہ کیا جائے۔ صحابہ نے عرض کیا کیونکہ اس کی اجازت لی جائے ' فرمایا اس کا چپ ہونا رضامندی ہے اور قران مجید میں ہے ولا تعضلوهن ان ينکحن ازواجهن یعنی ان عورتوں کو نکاح کرنے سے منع مت کرو اور دوسری

جگہ میں یوں ارشاد ہوتا ہے کہ جب ان کی عدت گذر جائے تو پھر ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ نکاح کرلیں۔ پس ان دلائل قاطعہ سے صاف صاف واضح ہوا کہ عورت عاقلہ و بالغہ اگر بلا اجازت ولی کی نکاح اپنی کفو میں پڑھالے تو بلاشک جائز ہو گا۔ ا۔

سوال: اگر ولی نے لڑکی سے نکاح کی اجازت طلب کی اور وہ آواز سے رو پڑی تو اس صورت میں وہ نکاح ہوا یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: اگر لڑکی بالغہ اواز سے روئی تو نکاح ناجائز۔ اگر بلا آواز روئی تو نکاح صحیح ہو گا۔ چنانچہ فتاویٰ قاضی خان و عالمگیری میں مسطور ہے وان تبسمت فهو رضا والبكاء ان كان بخروج الدمع من غير صوت يكون رضا وان كان مع الصوت والصياح لايكون رضا والله اعلم بالصواب

سوال: اگر کسی شخص نے لڑکی بالغہ کو کہا کہ میں نے تیرا عقد فلاں شخص سے کر دیا ہے وہ اس وقت چپ رہی پھر انکار کردیا یا ولی نے بلا اجازت نکاح اس کا کر دیا اور اس نے خاوند سے حق مہر طلب کیا۔ یا چپ کی تو ان ہر سہ صورت میں نکاح صحیح ہو گا یا نہیں؟

جواب: مذکور بالا ہر سہ صورت میں نکاح صحیح ہو گا۔ چنانچہ اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے واذا قال لهدا اريدان ازوجك من فلان بالف فسكتت ثم زوجها فقالت لاارضى او

حاشیہ

ا۔ کفو کا معنی ہے برابر یعنی اگر لڑکی نے اپنی مرضی سے اور اپنے ماںباپ ولی وارث کی مرضی کے بغیر ایسے شخص سے نکاح کرلیا جو عزت و احترم میں لڑکی کے خاندان سے کم نہیں اور بیوی کا خرچہ برداشت کرنے کی طاقت بھی رکھتا ہے تو نکاح ہو گیا اس کے ماںباپ یا ولی وارث کو اس پر اعتراض کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔ اور عالم دین سب سے اعلیٰ کفو ہے حتی کہ بادشاہ کی بیٹی کسی عالم دین سے ماںباپ کی اجازت کے بغیر نکاح کرلے تو نکاح ہو گیا اس کے ماںباپ کو اسپر اعتراض کا کوئی حق نہیں پہنچتا اگرچہ عالم دین دولت و مال میں بادشاہ کے برابر نہیں مگر اس کے پاس جو علم کی دولت ہے وہ بادشاہ کی فانی دولت و مال سے بدرجہا بہتر ہے کما فی کتب الفقہ فقط قادری

زوجها ثم بلغها الخبر فسكتت فسكوتها رضًا فی الوجهین (فتاویٰ عالمگیری) لو طلبت صداقها بعد العلم فهو رضًا (عالمگیری) واللہ اعلم بالصواب

سوال: اگر کسی ولی بعیدی یا اجنبی نے لڑکی بالغہ سے اجازت طلب کی اور وہ چپ رہی تو یہ نکاح درست ہو گا یا نہیں؟

جواب: یہ نکاح ہر گز درست نہیں۔ کیونکہ اس میں لڑکی بالغہ کا بولنا آواز سے ضروری ہے۔ چنانچہ اس عبارت سے ظاہر ہے فان استاذنها غیر الاقرب کاجنبی او ولی بعید فلا عبرة لسکوتها بلا لابدمن القول کالشیب (نقل از درمختار) ہاں اگر ولی قریبی نے کسی اجنبی کو اجازت کے لئے لڑکی عاقلہ بالغہ کی طرف روانہ کیا اور اس سے اس نے اجازت طلب کی اور وہ چپ رہی تو نکاح صحیح ہو گا۔ چنانچہ شامی میں مذکور ہے لیکون رسول الولی قائم مقامه فیکون سکوتها رضًا عندا استیذانه کیونکہ ولی کا بھیجا ہوا قائم مقام ولی کے ہوتا ہے اس لئے یہ نکاح صحیح ہو گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: اگر کسی نے لڑکی بالغہ سے اجازت نکاح کی لی لیکن اس نے انکار کر دیا۔ پھر اسی مجلس میں راضی ہو گئی تو یہ نکاح صحیح ہو گا یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: یہ نکاح ہر گز درست نہیں ہو گا۔ کیونکہ یہ نکاح پہلے فاسد ہو چکا ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے لوزوجها ولیها فقالت لا ارضی ثم رضیت فی المجلس لم یجز۔ الخ واللہ اعلم بالصواب

سوال: منگنی سے نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: منگنی سے نکاح منعقد نہیں ہو سکتا کیونکہ بوقت منگنی کے الفاظ کنایہ بولے جاتے ہیں۔ جیسے تجھے دیدی یا بخش دی یا تمہاری ہو گئی یا فلاں تاریخ تک انشاء اللہ نکاح کر دیا جائے گا۔ تو بے فکر ہو کر رہو۔ پس ان الفاظ سے نکاح منعقد نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ لڑکی کے ولی کی زبان سے صریح الفاظ نہ ظاہر ہوں۔ چنانچہ

اس عبارت سے ظاہر ہے ھل اعطیتھا قال اعطیتھا ان کان المجلس للنکاح لصح وان الوعد فوعد یعنی اگر کسی نے لڑکی کے والد سے کہا کہ کیا وہ لڑکی تو نے مجھے دیدی۔ اس نے کہا دیدی۔ پس اگر وہ نکاح کی مجلس ہے تو نکاح صحیح ہو جائے گا اگر وعدہ کی مجلس ہے تو وعدہ نکاح کا ہو جائے گا۔

فتاویٰ صابریہ صفحہ ۸۲ بحوالہ درمختار جلد ۲ میں اس طرح تحریر ہے وما عداھما کنایۃ وھوکل لفظ وضع لتملیک عین فی الحال کھبۃ و تملیک وصدقۃ وعطیتۃ بشرط نیبہ وحاصل الرد ان المختار انہ لا بد من فھم الشھود المراد فان حکم السامع ان المتکلم اراد من اللفظ مالم یوضع لہ لا بدلہ من قرینۃ علی ارادتہ ذالک فان لم تکن فلابد من اعلام الشھود بمرادہ اھ (نقل از درالمختار صفحہ ۲۹۱ جلد دوم) پس اس عبارت سے ظاہر ہوا کہ اگر الفاظ منگنی سے قرینہ موجود ہو جس سے یہ سمجھا جائے کہ نکاح کی نیت کی گئی ہے اور گواہ بھی سمجھیں کہ نکاح کیا گیا ہے تو پھر منعقد ہو جائے گا ورنہ نہیں ہو گا۔
فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: اگر لڑکی نابالغہ کا نکاح کسی ولی بعیدی نے کر دیا۔ باوجودیکہ اس کا ولی قریبی بھی زندہ تھا لیکن حاضر نہ تھا۔ کیا اس صورت میں یہ نکاح جائز ہو گا یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: یہ نکاح ولی اقرب کی اجازت پر موقوف ہے۔ چنانچہ اس عبارت سے ظاہر ہے وان زوج الصغیر اوالصغیرۃ ابعد الاولیاء وان کان الاقرب حاضراً وھو من اھل الولایہ توقف نکاح الابعد علی اجازتہ (فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۸۵) ہاں اگر ولی اقرب مسافت دور پر ہو تو ولی بعیدی نکاح کر دے تو جائز ہے۔ چنانچہ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وان کان الاقرب غائبًا غیبتۃ منقطعتۃ جاز نکاح الابعد۔ الخ اور غیبتہ منقطعہ میں علمائے دین کا

حاشیہ

اے درمختار و فتاوی شامیہ جلد ۳، صفحہ ۱۸ کتاب النکاح۔ قادری

نہایت اختلاف ہے لیکن فتاویٰ اس فیصلہ پر ہے وقدر الغیبۃ بمسافۃ القصر وھو اختیار المتاخرین و علیہ الفتوی یعنی اندازہ غیبۃ کا مسافت قصر یعنی تین دن کی مسافت ہو۔ پس یہ قول مقبول و مفتی بہ اور مختار ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال: اگر کسی ولی بعید نے نکاح لڑکی نابالغہ کا پڑھا دیا۔ پھر جب وہ لڑکی بالغہ ہوئی تو اس نے انکار کر دیا اور کہہ دیا میں اس نکاح کو جائز نہیں رکھتی۔ اب اس صورت میں یہ نکاح فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: بے شک یہ نکاح فسخ بحکم قاضی و حاکم کے ہو سکتا ہے۔ اور اگر ولی قریبی نے نکاح کر دیا ہو تو پھر نکاح فسخ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ فتاوی عالمگیری میں مسطور ہے وان زوجھما غیر الاب والجد فلکل واحد منھما الخیار ان شاء اقام علی النکاح وان شاء فسخ و ھذا عند ابی حنیفۃ و محمد یشرط فیہ القضاء (نقل از فتاوی عالمگیری جلد اول صفحہ ۲۸۵)

وقال فیھا ویصح التحکیم فیما یملکان فعل ذلک بانفسھما وھو حقوق العباد ولا یصح فیما لا یملکان فعل ذلک بانفسھما وھو حقوق اللہ تعالٰی حتی یجوز التحکیم فی الاموال والطلاق و العتاق والنکاح (نقل از فتاوی عالمگیری جلد سوم صفحہ ۳۹) غرضیکہ یہ نکاح جو بلا باپ و دادا کے کسی ولی بعیدی نے کر دیا ہے فسخ بحکم قاضی و حاکم ہو جائے گا۔ اور باپ دادا نکاح باندھا ہو فسخ نہیں ہو سکتا۔ اور نا ہی نابالغہ کا بوقت اختیار فسخ رہے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب [1]

حاشیہ

[1] ہاں اگر لڑکی عدالت میں یہ ثابت کر دے کہ اس کے باپ نے جو اس کا بچپن میں نکاح کیا تھا وہ کسی لالچ یا طمع یا کسی دباؤ یا کسی اور غلط سبب یا دماغی کمزوری یا خرابی یا کسی بناء پر کیا تھا جو صحیح نہیں تھا تو اس کا نکاح فسخ کرنا صحیح ہو گا اسے صاحب در مختار نے "سوء اختیار" کے تحت ذکر کیا ہے (ملاحظہ در مختار و فتاوی شامیہ ولم یوف منھما سوء الاختیار مجانتہ او فسقا وان عرف لا یصح النکاح اتفاقا ج ۳ ص ۶۶، ۶۷) قادری

سوال: کم از کم مہر عورت کا کتنا ہونا چاہیے اگر پانچ سو یا ہزار باندھیں تو جائز ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: دس درہم سے کم مہر ہونا نزدیک امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے درست نہیں۔ چنانچہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے وہو ہذا عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا مہر دون عشرۃ درھم۔ (نقل از دار قطنی)۔ یعنی فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں مہر جائز ہوتا کم دس درہم سے۔ نقل کیا اس حدیث کو دار قطنی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔
بیہقی میں ہے کہ فرمایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہ نہ کاٹے جائیں ہاتھ چور کے کم دس درہم چرانے پر اور نہیں جائز مہر مقرر کرنا کم دس درہم سے۔ (نقل از سنن بیہقی) اور حدیث کے اخیر الفاظ یہ ہیں ولا یکون المھر فی اقل من عشرۃ دراھم الخ۔ اور اگر ہزار یا دو ہزار یا جس قدر چاہیں حق مہر مقرر کریں۔ تو شارع علیہ السلام نے جائز قرار دیا ہے۔ چنانچہ مشکوۃ شریف صفحہ ۲۶۹ میں مذکور ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا چار ہزار درہم حق مہر تھا جو کہ ہندوستانی روپیہ کے حساب سے کچھ اوپر ہزار روپیہ بنتے ہیں اور بہتر یہ ہے کہ حیثیت اور طاقت کے موافق مہر مقرر کرنا چاہئے تاکہ ادا بھی کر سکے۔ جیسا کہ قرآن مجید اس پر شاہد ہے واتیتم احدھن قنطاراً۔ الخ واللہ اعلم بالصواب

سوال: ایک شخص نے ایک عورت کو طلاق دے دی اور اس کی ہمشیرہ حقیقی کو اب بدون گزرنے عدت مطلقہ کے کرنا چاہتا ہے کیا یہ نکاح شرعاً جائز ہوگا یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: عورت مدخولہ مطلقہ کی جب تک عدت نہ گزر جائے اس کی ہمشیرہ سے نکاح کرنا اس کو جائز نہیں۔ چنانچہ فتاوی عالمگیری جلد اول صفحہ ۲۷۸ میں بایں طور مسطور ہے وان ارادان یتزوج احدھما بعد التفریق فلہ ذلک ان کان التفریق قبل الدخول وان کان بعد الدخول فلیس لہ ذلک حتی تنقضی عدتھا وان انقضت عدۃ احداھما دون الاخری فلہ ان یتزوج التی انقضت عدتھا دون الاخری مالم تنقض عدتھا وان دخل باحدھما فلہ ان یتزوجھا دون الاخری مالم تنقض عدتھا وان انقضت عدتھا

جاز لہ ان یتزوج بایتھما شاء

سوال: چچا کی موجودگی میں اگر والدہ نے نکاح اپنی دختر کا کسی سے کر دیا تو یہ نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: بے شک یہ نکاح شرعا ناجائز ہے کیونکہ ولی قریب کے ہوتے ولی بعید مجاز نکاح کر دینے کا نہیں ہے۔ چنانچہ فتاوی عالمگیری میں مسطور ہے وان زوج الصغیر اوا الصغیر نۃ ابعد الا ولیاء فان کان الاقرب حاضراً وھو من اھل الولاینۃ توقف نکاح الا بعد علٰی اجازتہ الخ۔ وعند عدم العصبۃ وھو کل قریب یرث الصغیر والصغیرۃ من ذوی الا رحام۔ الخ پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ولی قریب کے ہوتے ولی بعیدی نکاح نہیں کرسکتا۔ چچا اقرب ہے اور والدہ اس کی ذوی الارحام سے ہے لہٰذا یہ نکاح اس کی اجازت پر موقوف ہے چاہے وہ یہ نکاح جائز رکھے یا فسخ کر دے۔

سوال: اگر کسی شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور مہر بھی مقرر کیا اور دخول کرنے سے پہلے فوت ہوگیا یا طلاق دیدی۔ تو اس صورت میں اس کو کتنا حق مہر دینا پڑے گا؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: اس صورت میں نصف حق مہر دینا پڑے گا۔ چنانچہ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے وان طلقھا قبل الدخول والخلوۃ فلھا نصف (قدوری) اور اگر بوقت نکاح مہر مقرر نہ کیا ہو۔ اور پیشتر خلوۃ و دخول کرنے کے طلاق دے دے تو اس صورت میں صرف تین کپڑے دینے پڑیں گے جو کہ ہمیشہ پہنتی ہو۔ اور اگر دخول یا خلوت صحیحہ کیا پھر فوت ہوگیا تو اس صورت میں مہر مثل دینا پڑے گا جو کہ اس کی پھوپھی اور پھوپھی کی بیٹیوں و ہم عمر نے باندھا ہوا ہو۔

سوال: مہر مثل کس کو کہتے ہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: مہر مثل کی تعریف جو ہر نیرہ نے بایں طور تحریر کی ہے و یعتبر فی مھر المثل ان یساوی المر اتان فی السن والجمال والمال والعقل والدین والنسب

والبلد والعصر والبکارة والثیوبة الخ مہر مثل کا اعتبار کیا جائے گا۔ برابری عمر اور خوبصورتی اور مال و دینداری اور نسب اور شہر اور زمانہ اور پرہیزگاری اور کنواری و بیوہ ہونے میں الخ۔ اور نیرہ میں ہے ومہر مثلها یعتبر باخوتها وعماتها وبنات عمها ولا یعتبر بامها ولا خالتها اذا لم تکن من قبیلتها لان الامرأة تنسب الی قبیلتها الخ مہر مثل اعتبار کیا جائے گا اس کی بہنوں اور اس کی پھوپھی اور اس کی بیٹیوں کا۔ اور اس کی ماں اور خالہ کا کچھ اعتبار نہ ہوگا جبکہ وہ اس کے خاندان سے نہ ہوں۔ اور عورت اپنے باپ کے قبیلے کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔

سوال: اگر خوشی و رضامندی سے عورت نے اپنے خاوند کو مہر بخش دیا۔ پھر اس کے وارثوں کو مرد پر دعویٰ طلب کرنا دوبارہ مہر ہو سکتا ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: اگر عورت نے خاوند کو تمام مہر بخش دیا اور مرد نے اپنے ملک میں قبضہ کر لیا تو پھر وارثوں کو یہ مجاز نہیں ہوگا کہ اس پر دعویٰ کریں کیونکہ عورت کو مجاز ہے اپنے حق مہر بخش دینے کا چنانچہ اس عبارت نیرہ سے معلوم ہوتا ہے وکذا اذا وهبت مهرها لزوجها صحت الهبة ولیس للاولیاء اب ولا غیره اعتراض علیها فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: اگر مرد نے اپنی زوجہ کو بعوض مہر کے کوئی باغ یا کوئی اور چیز دیدی اور اس نے اس پر قبضہ بھی کر لیا۔ تو پھر عورت سے مرد کے وارث اس چیز کو واپس لے سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: جو اشیاء مرد کے قبضہ و ملک میں ہیں وہ عورت کو بعوض مہر کے دیدیا ہے یا ہبہ کر دیئے تو جائز ہے اور عورت سے اس کے وارث واپس نہیں لے سکتے۔ جیسے کہ ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۴۱۳ میں مذکور ہے بخلاف ما اذا باعها بمهر المثل اوبالمسمی لانه مبادلة مال بمال یعنی جب کہ اس نے عوض مہر کے اپنی چیز کو بیچ دیا اور عورت کو دے دیا تو وہ عین مال اس کا ہوگیا۔ اور اس کے وارثوں کو کچھ حق نہ رہا کہ اس عورت سے چھین لیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: اگر کسی شخص نے کلمہ کفر کا بولا۔ اب اس کے نکاح کا کیا حکم ہے' نکاح اس کا باقی رہا یا ٹوٹ گیا؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: بے شک کفر کے کلمات بکنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اور نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور نکاح جدید کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ چنانچہ درمختار میں مسطور ہے مایکون کفراً اتفاقًا یبطل العمل والنکاح فاؤلادہ اولا دالزنیٰ وما فیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح یعنی جس لفظ کفر کے بولنے میں علمائے دین کا اتفاق ہے کہ اس کے بکنے سے عمل نابود ہو جاتا ہے اور نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور بدون نکاح جدید کے اس سے اولاد ہوجائے وہ زنا کی ہوگی اور جس کے بولنے میں اختلاف علماء کا ہے اس سے نکاح جدید اور توبہ و استغفار کا حکم دیا جائے گا۔ بشرطیکہ اس کو لازم آنا چاہیے اور قرآن مجید بھی اسی بات پر ناطق ہے ومن یر تدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر۔الخ یعنی جو شخص پھر جائے دین اپنے سے تم سے اور مرجائے وہ کافر ہے ضائع ہوئے عمل اس کے۔الخ

سوال: ڈولی جو کہ مروجہ اس زمانہ میں ہے جس میں عورت اجنبیہ ہوتی ہے اور اس کو غیر محرم اٹھاتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: بے شک یہ ڈولی شرعاً ناجائز و نادرست ہے۔ کیونکہ فرمایا آنحضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے المرۃ عورۃ یعنی عورت کا تمام بدن شرم گاہ ہے اور عورت کو لازم ہے کہ نا محرم مردوں کے سامنے اپنے آپ کو ظاہر نہ کرے اور ایسا ہی اپنا ظاہر کرنا غیر محرموں پر حرام ہے۔ اور فاضل پانی پتی نے مالا بد منہ میں تحریر کیا ہے کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے۔ اور کہا امام ابن ہمام نے کہ اگر عورت آواز بلند سے قرات نماز میں پڑھے گی تو نماز اس کی فاسد ہو جائے گی۔ اور انواع مولوی عبداللہ جلد اول میں لکھا ہے۔ بیت

جے مرد پرائے ڈلی چاون وچہ ڈولی رن پرائی
ایہ دو ویں دوزخ ترغیب الصلوۃ اندر خبر تہیائی
او حیلہ کیا کجہ کیتا لوڑن جو حرمت ہووے دور
ایک رست ہووے تان ویکھا کراہن کہیں وجہ حضور

اور بیہقی میں حدیث حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ سے بایں طور مسطور ہے قال لعن اللہ الناظر والمنظور یعنی لعنت کی اللہ تعالیٰ نے ستر دیکھنے والے کو اور دکھانے والے کو۔ اور قرآن مجید میں ہے وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارهن ویحفظن فروجهن ولا یبدین زینتهن یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اے حبیب کہہ دے ایماندارا عورتوں کو کہ کچھ بند رکھیں آنکھیں اپنی اور نگہبانی رکھیں شرم گاہوں اپنوں کی اور اپنا پہناؤ غیر محرموں کے آگے ظاہر نہ کریں۔ اور ایسا ہی مردوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

پس ان تمام دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ جو آج کل ڈولی کا رواج ہو رہا ہے نادرست ہے۔ اور اس میں غایت درجہ کی حماقت و ضلالت ہے اور یہ عقلاً" اور نقلاً" بھی بری نظر آتی ہیں۔ اور اس کے جواز کا ثبوت کسی کتاب معتبر و حدیث سے ثابت نہیں ہوا۔ اور مولوی احمد الدین صاحب فاضل مناوری نے اس کی مذمت پر چند اشعار بایں طور تحریر فرمائے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ ابیات

واجوں بعد ایہ بیٹی اپنی ڈولی دیوچہ پاون
چاون اس ڈولی دیتا ئیں جو اچھی قوم سداون

سب قوماں تھیں ہوندے ماچھی لچ نے آکڑ والے
بیٹی ڈولی دیوچہ پاکے مچھیاں کرن حوالے

بہت شرافت لوگ بے غیرت ڈولی دیوچہ جانن
بیٹی جس دی مرد بے گانے چاون فخر پچھانن

جیوندیاں کرن حوالے غیراں مرے تا منجا چاون
جیوندیاں غیرت ذرہ نہ کردے مویاں غیرت کھاون

جیوندی ہارسنگار تے اتے شہوت مرداں آوے
تے مردہ ویکھ بہادر وڈا دہشت ہیبت کھاوے

تے سنی چال نبی صاحب دی اہل ایماناں بھاوے

کنجر ڈوم پھڑن اور رستہ جو ابلیس سکھاوے
قوموں کوئی شریف نہ ہوندا باجھوں سونیاں چالاں
کون شمارے وچہ اصیلاں دہیاں گاون والاں
فرض کیتا کوئی ذات آدان یا مغل پٹھان سداوے
پر شاہی اندر بیٹی اپنی غیراں پیش کراوے
شریف نہ او سنوں آکھن ہرگز بولن کنجر ہویا
سب شریف نے سب خفیف ایہ ذات نہیں کسے گویا
ہن اسلام دا چالا پکڑو برا طریق و سارو
ڈولی چاون اتے گاون کنجراں متے مارو
ایہ شافع تے غمخوار ساڈا اچتیاں شاناں والا
اس فرمایا بدعت چھوڑو پکڑو میرا چالا

اور کتب تاریخ میں تحریر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دختر فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ام سلمہ کے بغل کنار میں لگا کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں روانہ کیا اور کوئی ڈولی نہ بنوائی۔ جہیز میں صرف یہ چیزیں دیں

بعدہا چادر بالشت فاطمہ جہاز وآں
آسیا بایک مسواک ہم نعلین و کاسہ

اور فتاوی جامع الفوائد صفحہ ۱۰۹ میں اس کی تشریح یوں ہے کہ بالشت از پوست بزبود۔ واندرون پوست برگ درخت فرما کوفتہ انداختہ بودند۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ برداشت و چادرہ ہفدہ پایا زدہ پیوند۔ حضرت بی بی رضی اللہ تعالیٰ عنہا بر سر کردند۔ وبوریا کہنہ حضرت حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ برداشت۔ کاسہ چوبین اسامہ بن زید برداشت۔ نعلین حضرت بی بی رضی اللہ تعالیٰ عنہا درپائے کردند۔ آسیا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم برکتف مبارک خود برداشت غرضیکہ

ڈولی میں سخت دیوثیت پائی جاتی ہے اور دیوث کے لئے سخت وعیدوارد ہے۔ چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بستان المحدثین سے معلوم ہوتا ہے قال اقبح اللوم بالرجل ان یکون غیوراً لایستحی احدکم ان تخرج امہ اوامراتہ تزاحم الناس فی السوق والمجالس یعنی فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہت برا امت میں ملامتی وہ شخص ہے جو غیرت کرنے والا نہ ہو۔ کیا نہیں حیا کرتا ایک تمہارا کہ اس کی ماں یا عورت بازاروں اور مجلسوں میں نکلی پھرے۔

فرمایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بلغنی ان نسائکم یخرجن الی السوق قبح اللہ رجلا مؤمناً لا یکون غیوراً پس ان دلائل قاطع سے معلوم ہوا کہ انسان کو غیور ہونا چاہئے۔ ورنہ خداوند کریم کے نزدیک وہ شخص بہت برا ہے اور اس فعل میں سخت بے غیرتی ظاہر ہوتی ہے۔ لہٰذا اس بری رسم کو چھوڑنا چاہئے۔ فقط

سوال: شادیوں میں سرور خوانی و آتش بازی و ڈھول وغیرہ بجانا درست ہے یا نہیں؟

جواب: یہ سب امور شرعا شادیوں میں نادرست و ناجائز ہیں۔ چنانچہ فتاوی جامع الفوائد صفحہ ۴۶۹ میں بایں طور لکھا ہے۔ "در سرود مجرد اختلاف علما است بعض آنرا مباح مطلق گفتہ و بعضے مکروہ مطلق نوشتہ۔ در بحرالرائق گفتہ کہ اصل مذہب حرمت مطلقاً۔ وزدن دو بے تغنی برائے اعلان نکاح مباح است۔ اما سرود نمودن ڈومنی با دف اگرچہ در محفل زنان باشد درست نیست زیراکہ دریں صورت جمع کردنست درمباح و حرام و جائیکہ مباح و حرام جمع شوند حرام را ترجیح دہند۔ پس دادن نقد و پارچہ بانہا اجرت غنا شد و گرفتن اجرت بر غنا حرام است وچوں ضرب دف بے تغنی برائے اعلان نکاح مباح است۔ پس ظاہراً دادن وگرفتن چیزے ہم براں مباح خواہد بود۔"

اور صفحہ ۴۶۹ میں بایں طور مسطور ہے "نواختن نقارہ برائے اعلان نکاح حرام است و دہل وغیرہ از حکم طبل است چراکہ ایں ہمہ آلات لہواست اور اسی فتاوی صفحہ ۴۶۸ میں لکھا ہے ولا یجوز تضییع المال باحراق البارد والکاغذ ورکوب الخیل والطواف بالبلد من غیر حاجۃ

قال اللہ تعالیٰ ولا تکونو کالذین خرجوا من دیارھم بطراً وریاء الناس واظھار المعازف والملاھی کلہ من البدعات المحرمۃ غرضیکہ آتش بازی وغیرہ اشیاء جن کا اصل شرع میں نہیں ہے حرام اور بدعت ہیں۔ فقط

سوال: اگر کوئی شخص غریب ہو تو وہ اپنی دختر کے نکاح کے عوض لڑکے والوں سے کچھ روپے لے لے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: شرعاً" لڑکی کے نکاح کے عوض کچھ روپیہ لڑکے والوں سے حاصل کرنا حرام ہے۔ چنانچہ ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے ما اخذ ابو البنت من الختن او من وکیلہ فی وقت تزویج البنت فھو رشوۃ والرشوۃ حرام والاصل فیھا الرد (نقل از فتاوی قاضی خان)

جامع الفوائد صفحہ ۱۰۷ اور فتاوی غرائب قلمی صفحہ ۲۲ بحوالہ تاتار خانیہ میں بایں طور تحریر کیا ہے لواخذ الولی الرشوۃ علی التزویج لہ ان یسترد ما اخذہ اور فتاوی عمادیہ میں ہے ما اخذ ابوالبنت من الناکح اومن اقاربہ برضائہ او بدون رضائہ فھو رشوۃ والرشوۃ حرام والاصل فیہ الردپس ان عبارات سے صاف صاف معلوم ہوا کہ لڑکی والے کو عوض لڑکی اپنی کے کچھ نہیں لینا چاہئے۔ اگر لے لیا تو اس کو واپس کر دینا چاہئے۔ کیونکہ وہ رشوت ہے اور رشوت حرام ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: کہ جو مال بطور جہیز کے ولی اپنی دختر کو دیتے ہیں۔ وہ مال جہیز حق لڑکی کا ہوتا ہے یا مرد کا؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: اگر مال جہیز بعوض اس مال کے ولی نے دیا ہے جو کہ قبل از نکاح زوج سے لیا تھا تو مال جہیز حق مرد کا ہوگا۔ اگر یہ صورت نہیں تو مال جہیز حق لڑکی کا ہوگا۔ چنانچہ اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے رجل تزوج بنت الرجل واعطی عند التزویج من الجھاز کان ملک الزوج ام لا فالجواب ان کان الجھاز بمقابلۃ ما اخذ من الزوج صار الجھاز فی ملک الزوج وان کان مجرداً المال فالجھاز کلھا للبنت (ھکذا فی فتاوی جامع الفوائد صفحہ ۱۰۷ و

قاضی خان وغیرہ وغیرہ۔) واللہ اعلم بالصواب

سوال: رشوت اور ہدیہ میں کیا فرق ہے؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: رشوت وہ چیز ہے جس میں کسی وجہ کی شرط ہو جس سے لینے والا بے پرواہ ہو جاتا ہے اور ہدیہ میں یہ شرط نہیں۔ چنانچہ اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے الفرق بین الرشوۃ والھدیۃ ھو ان الرشوۃ مال یعطیہ بشرط ان بعینہ والھدیۃ ان لا یکون معھا شرط اور مفصل ذکر اس کا سلطان الفقہ جلد دوم میں گزر چکا ہے۔ وکذافی الفوائد۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال: اولیاء عظام و انبیاء علیہم السلام کے مزار اقدس کے ارد گرد طواف کرنا درست ہے یا حرام۔ کیونکہ وہابی کہتے ہیں کہ طواف کرنا مزاراولیاء عظام وغیرہ کا کفروشرک ہے جیسا کی تقویۃ الایمان وغیرہ میں لکھا ہے؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: اس مسئلہ میں نہایت درجہ کا اختلاف ہے۔ لیکن اکثر فقہاء عظام و اولیاء کرام اس کے جواز کے قائل ہیں۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں بایں طور تحریر فرماتے ہیں:

"چوں بمقبرہ در آید بروح آں بزرگوار ادا کند۔ اگر سورت فتح یاد باشد۔ در اول رکعت بخواند و درود دم اخلاص والا ور ہر رکعت سورہ اخلاص پنج پنج بار بخواند بعدہ قبلہ راپشت دادہ بنشیند و یک بار آیۃ الکرسی و بعض سورۃ ہاکہ در وقت زیارت بخواند۔ چنانچہ سورہ ملک وغیرہ ذلک بخواند و ختم کند و تکبیر گوید۔ وبعدہ ہفت بار طواف کند۔ و دراں تکبیر بخواند و آغاز از راست کند بعد طرف پایان رخسار نہد۔ و بیاند درود بروئے میت بنشیند۔ وبگوئید یا رب بست فیکبار بعدہ اول طرف آسما بگوید یا روح و در دل ضرب کند یا روح مادام کہ انشراح یابد ایں ذکر کند۔ انشاء اللہ کشف قبور و کشف ارواح حاصل آید۔" الخ

کتاب مجمع البرکات و مطالب المومنین و فتاوی دستور الفقہاء و خزانۃ الروایات و رسالہ زیارت القبور علامہ برہان الدین و بیاض مخدوم حامد و مطلوب المؤمنین سے علامہ فاضل عبدالغنی نے اپنی تصنیف ذوالفقار حیدری صفحہ ۱۴۹ میں بایں طور تحریر کیا ہے وان کان قبر عبد صالح ویمکنہ ان یطوف

حولہ ثلثا مرات یفعل ویقول فی الطواف اللھم ربنآ اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ و حسنۃ وقنا عذاب النار یعنی اگر بندہ صالح کی قبر ہو اور اگر ہو سکے تو اس کے گرد طواف کرلو تین بار اور طواف میں یہ کہے اے پروردگار دے تو ہم کو نیکی دنیا کی اور آخرت کی بھلائی۔ پناہ دے عذاب دوزخ سے۔

زاد اللبیب و وسیلۃ القلوب و محک الطالبین و تحقیق حق المبین میں نیز بایں طور لکھا ہے وان کان عبد صالح ویمکن ان یطوف حوصلہ طاف ثلثا او سبعا یعنی اگر کسی عالم یا ولی کی قبر ہو تو اس کے گرد پھرنا تین بار یا سات بار جائز ہے۔ اور مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب نفحات الانس میں شیخ ابو سعید ابو الخیر رحمتہ اللہ علیہ سے جواز نقل فرمایا ہے اور علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیا جلد اول حجاج کے ذکر میں بایں طور تحریر فرماتے ہیں۔ وھوہذا

فی الکامل ومما کفر بہ الفقہاء الحجاج بن یوسف انہ رای الناس یطوفون حول حجرنۃ صلی اللہ علیہ تعالٰی والہ وسلم فقال انما یطوفون باعواد ورمنۃ اہ قال الرمیری کفر وہ بھذا لانہ تکذیب لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی الہ واصحابہ وسلم ان اللہ تعالٰی حرم لی الارض ان تاکل اجسادالانبیاء (رواہ ابوداؤد نقل از ذوالفقار مہدی سندھی صفحہ ۱۴۸) یعنی ابو العباس نے کامل میں لکھا ہے کہ علمائے دین نے جن باتوں سے حجاج ظالم کو کافر کہا ان سے ایک بات یہ ہے کہ اس نے لوگوں کو مدینہ منورہ میں روضہ اقدس حضرت شفیع المذنبین رحمتہ اللہ للعالمین سردار صلی علیہ و آلہ وسلم کا دیکھا کہ لوگ طواف کر رہے تھے۔ بولا (پناہ بخدا نقل کفر کفر نباشد) کیا کچھ لکڑیوں اور گلے ہوئے جسم کا طواف کر رہے ہو۔

علامہ کمال الدین دمیری نے فرمایا کہ علمائے کرام نے اس قول پر اس وجہ سے اس خبیث کی تکفیر فرمائی

حاشیہ

اہ الکامل للامام ابی العباس المدد علیہ الرحمتہ ۔۲۸۵ میں الفاظ اس طرح ہیں ومما کفرت بہ الفقہاء الحجاج بن یوسف قولہ والناس یطوفون بقبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و منبرہ انما یطوفون باعواد ورمتہ الکامل ج ۱ ص ۱۳ فقط۔ قادری

کہ اس نے اس ارشاد اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کا جسم کھانا حرام کیا ہے۔ پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ طواف کرنے والے لوگ تابعین یا تبع تابعین تو ضروری تھے جو قرون شہود بالخیر کا دوسرا یا تیسرا طبقہ تھا۔ اور علاوہ اس کے اگر گھومنا قبر بزرگ کے گرد حرام ہوتا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مزار اقدس کو حرم شریف حطیم سے نکالا جاتا۔ وہ مزار اقدس حطیم کے بیچ میں ہے جس کے گرد طواف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اب تک ہو رہا ہے اور کسی نے اس کو شرک اور کفر نہیں کہا۔ پس جو شخص ایسی بڑی جماعت مسلمانان پر فتویٰ کفر لگاتا ہے وہ بقول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود کافر ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: ہمارے مرشد کامل اس جہاں میں بوقت مصیبت امداد دے کہہ سکتے ہیں یا نہیں۔ اور آخرت میں ہماری شفاعت کریں گے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: بے شک ولی اللہ بوقت مصائب امداد دیتے ہیں۔ چنانچہ تفسیر مظہری میں لکھا ہے ان اللہ تعالٰی یعطی لا رواحھم قوۃ الاجساد فیذھبون فی الارض والسماء والجنتہ حیث یشاؤن و ینصرون اولیائھم ویدمرون اعدائھم انشاء اللہ ا۔یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے ان کے ارواح کو قوت مثل اجساد کے زمین و آسمان و جنت وغیرہ جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں اور مدد کرتے ہیں اپنے دوستوں کی۔ اور تکلیف پہنچاتے ہیں ان کے دشمنوں کو۔ اور اس طرح مولوی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنے رسالہ تذکرۃ الموتی والقبور میں لکھا ہے "و ارواح ایشاں از زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند میروند و دوستان و معتقداں را در دنیا و آخرت مددگاری میفرمائیذ۔ دوشمناں را ہلاک میسازند۔ ۲۔

کتاب میزان شعرانی مصری صفحہ ۴۳ میں بایں طور لکھا ہے۔ وہوہذا وقد ذکرنا فی کتاب الا

حاشیہ

ا۔ تفسیر مظہری زیر آیت "ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات (البقرہ آیت ۱۵۴)

۲۔ تذکرہ الموتی والقبور۔۳۶۔ قادری

جوبته عن ایمته الفقهاء والصوفیته ان آئمته الفقهاء والصوفیته کلهم یشفعون فی مقلدیهم ویلا حظون احدهم عند طلوع روحه وعند سوال منکر ونکیر له وعند النشر و الحشر و الحساب والمیزان والصراط ولا یغلفون عنهم فی موقف من المواقف ولما مات شیخنا شیخ الاسلام ناصر الدین اللقانی راه بعض الصالحین فی المنام فقال له مافعل اللہ بک فقال لما اجینبی فی القبر لیسالان اتاهم الامام مالک فقال مثل هذا یحتاج الی سوال فی ایمانه باللہ ورسوله لحما عنه منجباعتی واذا کان مشائخ الصوفیته یلا حظون اتباعهم و مریدهم فی جمیع الاهوال والشدائد فی الدنیا والاخرۃ فکیف بالمته المناهب الذین هم اوتاد الارض۔ الخ ۱؎ پس اس عبارت سے صاف ظاہر ہوا کہ ہمارے امام و اولیاء عظام جن کی ہم لوگ تقلید کرتے ہیں وہ ہماری خبریں لیتے ہیں اور بوقت سوال و جواب منکر و نکیرو حشرو نشرو حساب میزان و صراط و دوزخ وغیرہ تکالیفات و مصائب شدائد دنیاو آخرت میں ہمیں امداد دیتے ہیں۔ اور دیں گے۔ اور ہماری شفاعت کریں گے۔ پس ہمیں لازم ہے کہ ہم ان کی اتباع کریں اور ان کے مقلد بنیں۔ اور علاوہ اس کے ملا علی قاری نے مرقات شرح مشکوۃ میں یوں تحریر کیا ہے فلا فرق لهم فی الحالین ولذا قیل اولیاء لا یموتون ولکن ینتقلون من دار الی دار الخ (نقل از ذوالفقار حیدریہ علی اعناق الوہابیہ صفحہ ۲۸) یعنی اولیاء اللہ کی دونوں حالت یعنی حالت حیات و ممات میں اصلاً" کچھ فرق نہیں۔ اس لئے وارد ہوا ہے کہ اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف تشریف لے جاتے ہیں۔ اور قرآن مجید میں ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہو چکے ہیں ان کو مردہ مت کہو۔ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ یعنی العشق بسیف الشوق اموات بل احیاء بعد فنائه عن حیات الانسانیه بحیوۃ الربانیه (نقل از تفسیر عرائس البیان) ۲؎۔

حاشیہ

۱؎ المیزان الکبری ج ۱ ص ۵۳

۲؎ یعنی جو لوگ صحیح العقیدہ ہیں اور اللہ کے عشق و محبت میں غرق ہیں اور اس کے شوق وصال کی تلوار سے اپنے

تفسیر مدارک و تنزیل میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے۔بل احیاء بل هم احیاء عند ربهم مقربون عند ذو زلفی یرزقون مثل ما یرزق سائر الا حیاء یاکلون و یشربون وهو تاکید لکونهم احیاء و وصف لحالهم التی هم علیها من النعیم یرزق الله فرحین بما اتیهم الله من فضله' الخ پس ان تمام دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ شہداء کرام و اولیاء عظام مثل زندہ لوگوں کے ہیں اور کھاتے ہیں' پیتے ہیں' سیر کرتے ہیں۔ اللہ تعالٰی کی طرف سے خوشی پاتے ہیں۔ الخ

ناظرین ذرا غور کریں کہ جب ان کی زندگانی قرآن مجید سے ثابت ہو چکی ہے تو زندوں کی وساطت سے مدد مانگنا یا ان کا مدد کرنا کون سا امر محال ہے۔ بلکہ قرآن پاک تو اس کے اثبات پر شاہد ہے وتعاونو علی البر والتقوی۔ ینصرون الله ورسوله اور باقی ذکر جلد اول و جلد ہفتم اور اس کے ابتداء میں ملاحظہ کریں اور اس فرقہ سے اجتناب کریں والله یهدی من یشاء الٰی صراط مستقیم ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

سوال: بالوں کو سیاہ کرنا درست ہے یا نہیں۔ کیونکہ اکثر غیر مقلدین اس کو برا سمجھتے ہیں' یہ کیونکر ہے؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: بے شک بالوں کو سیاہ کرنا درست ہے۔ چنانچہ کتاب معیار الحنفیہ المعروف عجلا ہر دو سالہ صفحہ ۵۳ میں اس کی پوری پوری بحث مفصل بایں الفاظ تحریر ہے۔ وہوہذا

کتب احادیث و تواریخ سے سیدنا امام حسن و سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہما کا بالوں کو سیاہ کرنا مسلم الثبوت ہے اور ایسا ہی سلف صالحین بعض از صحابہ و بعض از تابعین وغیرہم اس بارہ میں رخصت فرما چکے ہیں۔ تو بالوں کو سیاہ کرنے والا عامل بالحدیث صحیح علیکم بسنتی و بسنته

حاشیہ

من کو مار لیتے ہیں ان کی موت راہ خدا کی موت ہے وہ شہیدوں سے کئی درجے اونچے شہید ہیں وہ حیات انسانی (ظاہری حیات) کی فناء پا کر حیات ربانی (ابدی زندگی) کے ساتھ زندہ جاوید ہوجاتے ہیں۔ قادری

الخلفاء الراشدین اور نیز اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم ٹھرا۔

حافظ ابن حجر صحیح بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں۔ وقد رخص فیه طائفة من السلف منهم سعد ابن ابی وقاص و عقبته بن عامر والحسن والحسین و جریر وغیر واحدو اختار ابن ابی عاصم فی کتاب الخضاب له۔

علامہ عینی شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں وذکر ابن ابی العاصم باسانید ان حسنا حسینا رضی الله تعالیٰ عنهما کانا یختضبان به ای بالسواد وکذلک ابن شهاب وقال احبه الینا احلکه کہا اس نے پسندیدہ تر ہم کو سیاہی میں سے وہ ہے جو اعلیٰ درجے کی ہو۔ وکذلک ۱ے شرح حبیل بن السمط وقال عتبة بن سعید انما شعرک بمنزلته ثوبک فاصبغه بایی لون شئت واحبه الینا احلکه وکان اسمعیل بن ابی عبدالله یخضب بالسود وعن عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه انه

حاشیہ

ا۔ (ترجمہ) اور اس طرح شرح حبیل بن السمط میں ہے کہ حضرت عتبی بن سعید بن حبان سلمی جن کو دجین (تصغیر سے) بھی کہا جاتا ہے امام بخاری کے استاذ ہیں اور امام دارمی کے بھی انہوں نے فرمایا کہ تمہارے بال کپڑے کے بمنزلے ہیں جس طرح کے رنگ سے چاہو ان کو رنگ سکتے ہو اور مجھے پسند ہے اور اسمٰعیل بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھتیجے کے بیٹے اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی سیاہ خضاب لگاتے بلکہ اس کے لگانے کا حکم دیتے تھے اور فرماتے کہ یہ بیوی کے لیے تسکین اور دشمن کے لیے رعب ہے حضرت عثمان و عقبہ بن عامر اور امام حسن و حسین بھی خضاب لگاتے تھے اور عروہ بن زبیر و ابن سیرین و حضرت ابوبردہ اور امام ابن وھب فرماتے ہیں کہ میں نے سیاہ خضاب کی ممانعت میں کو صحیح حدیث نہیں سنی اور میرے نزدیک اس کا جواز زیادہ پسندیدہ ہے اور امام احمد اور امام شافعی سے اس میں دو اور آیتیں ہیں۔ اور راقم غلام سرور قادری عرض کرتا ہے کہ امام ابو یوسف شاگرد امام اعظم فرماتے ہیں کہ مجاہد کے علاوہ ہر ایک کے لئے جائز ہے کہ یہ زینت ہے جیسے فرد چاہتا ہے کہ اس کی بیوی زینت کرے ایسے ہی عورت چاہتی ہے کہ اس کا خاوند زینت کرے (فتاوی عالمگیری ج ۵ ص ۳۰۹ طبع مصر)

كان يأمر بالخضاب بالسواد ويقول هو تسكين لزوجته وهيبته للعدو وعن ابن ابی ملیکته ان عثمان كان يخضب به وعن عقبة بن عامر والحسن ولحسين انهم كانوا يختضبون به ومن القابعين على ابن عبدالله بن عباس وعروة بن الزبير وابن سيرين و ابو بردة روی ابن وهب عن مالک قال لم اسمع فی صبغ الشعر بالسواد نهيا معلوما وغيره احب الى وعن احمد فيه روايتان وان الشافعيه ايضا روايتان

امام محمد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں قال محمد لا ترى بالخضاب بالوسمته والحناء والصفرة باسًا وان تركه ابيض فلا بئاس كل ذلک حسن۔ ا۔ اور ایسا ہی کتاب ماثبت بالسنۃ صفحہ ۲۶ میں مسطور ہے اور جن حدیثوں سے اس کی ممانعت ظاہر ہوتی ہے وہ بعض تو ضعیف اور بعض قابل تاویل ہیں اور بعض متروک ہیں جو قابل عمل نہیں۔ اور یہ امر محدثین پر پوشیدہ نہیں۔ فقط

سوال: بزرگان خدا کی قبروں سے درخت کاٹنے درست ہیں یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: کتب فقہ معتبرہ میں لکھا ہے کہ قبروں سے درخت نا کاٹے جائیں کیونکہ وہ جب تک سبز رہتے ہیں تسبیح کرتے ہیں اور اہل قبور کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اسی لئے کتب فقہ میں لکھا ہے کہ قبروں پر پھول ڈالنا مستحب ہے۔ چنانچہ فتاوی عالمگیری و غایتہ الاوطار کتاب الحظر والاباحۃ میں بایں طور مسطور ہے وضع الورد والرياحين على القبور حسن۔ کتاب کنز العباد میں ہے وضع الورد والرياحين على القبور حسن۔ ۲۔ الخ

فتاوی عبدالحی جلد سوم میں اس سوال کا جواب بایں طور تحریر ہے۔ بعض فقہا ایں را مستحب نوشتہ

حاشیہ

ا۔ امام محمد شاگرد امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک وسمہ (سیاہ خضاب) اور مہندی ار پیلے رنگ سے رنگنا کوئی حرج نہیں اور خضاب نہ کرنے میں بھی حرج نہیں دونوں طرح درست ہے۔ قادری

۲۔ یعنی قبروں پر گلاب وغیرہ کے ہرے اور خوشبو دار پھول رکھنا اچھی بات ہے۔

اند۔ بدلیل آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم یکبار برد "قبر گذشتہ کہ صاحب آں" قبر عذاب کردہ میشدند فرمود کہ ایشانرا عذاب کردہ میشود۔ بر چیزیکہ شاق بنود برایشان۔ پس یک جریدہ نخل علیحدہ درمیان آں شق کردہ یک یک نصف برآں در قبر نہادہ فرمودند یخفف عنهما العذاب مالم يابسًا یعنی مادامیکہ خشک نشود برکت تسبیح آں در عذاب صاحب قبر تخفیف خواہد شد۔ الخ

شرح طریقہ محمدیہ و غنیہ شرح منیتہ المصلی وفتاوی عالمگیری و فتاوی قاضی خان و بحرالرائق سے صاحب ذوالفقار حیدری نے صفحہ ۵۷ میں بایں طور نقل کیا ہے۔ وفی الخلاصته و یکره قطع الحطب و الحشيش من المقبرة الا اذا كان يابسا ولا يستحب قطع الحشيش الرطب من غير حاجته یعنی خلاصہ میں ہے، مکروہ ہے کاٹنا لکڑی اور گھاس کا مقبرہ سے۔ ہاں اگر خشک ہو جائے تو پھر کوئی خوف نہیں۔ فقط

سوال: کون شخص ہیں جن کی موجودگی میں بعض وارث محروم ہو جاتے ہیں؟ مفصل جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: پڑپوتا، پڑپوتی بیٹے اور پوتی کے ہوتے۔ اور میت کی ماں ہوتے، دادیاں و نانیاں اور باپ ہوتے۔ دادیاں اور باپ بیٹا دادا کی موجودگی میں سب قسم کے بھائی میت کے محروم رہتے ہیں۔ اور اگر میت کا بیٹا یا بیٹی یا پوتا یا دادا باپ کوئی بھی ان میں سے موجود ہو گا تو پھر ہر قسم کے بھائی اور بہنیں میت کے محروم ہو جائیں گی۔ اور باپ کے ہوتے دادا اور دادا کے ہوتے پڑدادا اور بھائی، بیٹا، پوتا کے ہوتے بھتیجا۔ اور بھتیجا یا بیٹا، پوتا، باپ، دادا یا پڑدادا زندہ ہو۔ تو چچا میت کا محروم رہتا ہے اور ذوالفروض و عصبات کے ہوتے ذوی الارحام مثل نانا، نانی، خالہ، ماموں، پھوپھی، نواسی، نواسا۔ علی ہذا القیاس۔ اور نواسی، نواسہ کے ہوتے بھانجہ، بھانجی، ماموں، پھوپھی، نانی، نانا، سب محروم رہتے ہیں۔ اور نانی نانا کی موجودگی میں خالہ، ماموں، بھانجا، بھانجی، پھوپھی وغیرہ سب بے وارث ہو جاتے ہیں۔ اور بھانجا، بھانجی، کی ہوتے ماموں، پھوپھی، خالہ محروم ہو جاتے ہیں۔ (نقل از سراجی) فقط

سوال: کتنی قسم کے لوگ ہیں جو حق دار میت کے ورثہ کے وارث ہوتے ہیں؟ مفصل بیان کرو اجر ملے

گا۔

جواب: تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں ذی الفروض جن کا حصہ خداوند کریم نے خود معین فرما دیا ہے اور وہ ۱۳ شخص ہیں جن میں سے چار مرد ہیں اور نو عورتیں اور وہ یہ ہیں والد اور دادا اور خیافی بھائی اور زوج اور عورتوں میں سے یہ عورتیں ہیں ماں، بیٹی، زوجہ، پوتی، حقیقی و علاتی و خیافی ہمشیرہ اور دادی، نانی اور ان کو ورثہ بایں طور خداوند کریم نے تقسیم فرمایا ہے۔ ولا بویہ لکل واحد منھا السدس ان کان لہ فان یکن لہ ولد و ورثہ ابواہ فلامہ الثلث فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس یعنی اگر میت کی اولاد ہو تو اس کی ماں اور باپ کو چھٹا حصہ ملے گا۔ اور اگر اولاد نہیں تو ماں کو ثلث اور باقی ماندہ سب باپ کو مل جائے گا۔ اور اگر باپ نہ ہو تو اس کی بجائے دادا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں مذکور ہے اور حضرت ابن عباس و ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فتوی ظاہر ہوا ہے اور عورت کے خاوند کی نسبت یوں ارشاد ہوتا ہے ولکم نصف ماترک ازواجم ان لم یکن لھن ولد فلکم الربع مما ترکن۔ الخ یعنی اگر تمہاری بیبیوں کی اولاد نہ ہو تو ان کے ترکہ سے تم کو نصف ملے گا۔ اور اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ سے تم کو اس سے صرف چوتھا حصہ ملے گا۔ اور اخیافی بھائی کی نسبت اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے ولہ اخ واخت فلکل واحد منھما المسدس فان کانو اکثر من ذلک فھم شرکاء فی الثلث یعنی اگر کسی مرد یا عورت کی نہ تو اولاد اور نہ والدین موجود ہوں تو اس صورت میں خیافی بھائی و بہن کو چھٹا حصہ ملے گا۔ اور اگر خیافی بھائی و بہنیں اس سے زیادہ ہوں گی تو وہ سب ایک بھائی شریک ہو کر حق دار ہوں گے۔ الخ

اور جو ورثہ بیٹی و پوتی کو ملتا ہے اس کی یوں تشریح فرمائی گئی فان کان نساء فوق اثنتین فلھن ثلثا ماترک وان کان واحدۃ فلھا النصف۔ الخ یعنی اگر بیٹیاں دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ان کو ترکہ میں سے دو ثلث ملیں گے۔ اور اگر صرف ایک بیٹی ہو تو تمام مال سے آدھا ملے گا۔ اور بخاری شریف میں ہے آدھا مال بیٹی کو دیا جائے۔ اور چھٹا حصہ پوتی کو باقی ماندہ میت کی ہمشیرہ کو۔ اور زوجہ میت کے بارہ میں یوں ارشاد ہے لقولہ تعالیٰ ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ جب تمہاری کوئی

اولاد نہ ہو تو پھر تمہارے ترکہ سے تمہاری بیبیوں کو چوتھائی حصہ ملے گا۔ اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر وہ آٹھواں حصہ کی حق دار ہوگی۔

اور حقیقی و علاتی ہمشیرہ کی نسبت یوں مذکور ہے ان امرء ھلک لیس لہ ولد ولہ اخت فلھا النصف فان کانتا اثنتین فلھما الثلثان مما ترک۔ الخ یعنی اگر میت کے نہ والدین اور نہ اولاد ہو اور صرف ایک بہن حقیقی یا علاتی ہو تو اس کو ترکہ سے نصف حصہ ملے گا۔ اور اگر دو یا دو سے زیادہ ہوں گی تو اس صورت میں ان سب کو دو ثلث ملے گا۔ باقی مفصل ذکر ان کا کتاب مفید الوارثین و سراجی میں ملاحظہ کرو۔

دوسری قسم وارثوں کی عصبات ہے جو کہ میت سے نسبی علاقہ رکھتے ہیں۔ جس میں عورت کا واسطہ اور ذریعہ نہ ہو اور ان کو ورثہ تب ملتا ہے جب کہ ذوی الفروض میں سے کوئی زندہ نہ رہے تا ان کے حصہ معینہ ملنے کے بعد اگر کچھ باقی ترکہ رہ جائے تو پھر ان کو ملتا ہے۔ اور عصبون کے چار درجے ہیں جو کہ ایک دوسرے کی موجودگی میں ایک دوسرے کے مانع و ارث ہوتے ہیں۔ درجہ اول' میت کی نسل ہے۔ بیٹا' پوتا' پڑپوتا یہاں تک کے نیچے چلے جائیں۔ درجہ دوم' میت کی اصل باپ' دادا' پڑ دادا' جہاں تک کہ اوپر چلے جائیں۔ درجہ سوم' باپ کی جنبرو بھائی' بھتیجا اور اس کا فرزند وغیرہ۔ درجہ چہارم' داد کی نسل پھر ان کی اولاداور اولاد در اولاد۔ غرضیکہ درجہ اول کے ہوتے۔ دوم درجہ کے وارث محروم اور درجہ دوم کے ہوتے سوم درجہ کے وارث محروم' علی ہذا القیاس۔ اور جو سب سے قریب ہوگا وہ دوسروں کو ورثہ سے محروم کر دے گا۔ چنانچہ بیٹے کی موجودگی میں پوتے پڑپوتے سب محروم رہ جائیں گے۔ اور بیٹا' بیٹی اور بیٹے کی اولاد اور باپ' دادا کی اولاد جو عصبات میں سے قریب درجہ رکھتے ہیں ان کا مستحق ہونا ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہوہذا

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین الخ۔ فان لم یکن لہ ولد و ورثہ ابواہ فلامہ الثلث الخ۔ وان کانوا اخوۃ رجالاً ونساء فللذکر مثل حظ الانثیین۔ الخ اور بخاری میں ہے الحقوا الفرائض باھلھا مما بقی فھو الاولی رجل۔ الخ

حدیث شریف میں ہے کہ جس غلام کو آزاد کر دیا اور مرگیا ہو اور اس کا کوئی وارث نہ ہو تو اس صورت میں اس کا مولا عصبہ ہو کر اس کے مال کا وارث ہو جائے گا۔ اور جدہ کو بھی چھٹا حصہ ملتا ہے جب کہ اس کے قریب کوئی ماں نہ ہو۔ اور ذوی الارحام کے بھی چار درجے شارع علیہ السلام نے مقرر فرمائے ہیں جو کہ ایک دوسرے کو مانع ہوتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں نواسا' نواسی درجہ دوم۔ نانا' نانی فاسدہ اور ولوا فاسد' داد؛ فاسدہ درجہ سوم۔ بہنوں کی اولاد اور بھائیوں کی وہ اولاد جو عصبہ نہ ہو' اور چوتھا درجہ میت کی پھوپھیاں' خالہ' ماموں' اخیانی چچا اور ان کی اولاد۔ اور اس میں بھی معاملہ جو عصبات میں گزرا ہے۔ یعنی درجہ اول ہوتے دوسرے درجہ کے ذی الارحام محروم رہتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے درجہ کے ہوتے تیسرا درجہ کے لوگ ذی الارحام محروم رہتے ہیں۔ علی ہذا القیاس (نقل از کتاب مفید الوارثین)

ذی الارحام کا حق دار ہونا اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے واولو الارحام بعضهم اولی ببعض۔ الخ مثلاً" زوج یا زوجہ۔ ان میں سے ایک مرجائے اور کوئی ذوی الفروض یا عصبہ ان کا نہ رہے تو پھر زوجہ کو چوتھا حصہ دے کر باقی مال متروکہ ذوی الارحام میں تقسیم کیا جائے گا۔ اور اگر زوجہ مرجائے تو مرد کو نصف جو اس کا حصہ معین ہو چکا ہے دے کر باقی کو ذوی الارحام میں بانٹ دیا جائے گا۔ اور خیافی بھائی اس کو کہتے ہیں جن کی ماں ایک اور باپ جدا جدا۔ اور علاتی بھائی وہ ہوتے ہیں جن کا باپ ایک ہو اور ماں جدا جدا۔ اور حقیقی وہ ہوتے ہیں جن کی ماں اور باپ ایک ہی ہوں۔ باقی ذکر جلد نہم میں مطالعہ کریں۔ فقط

سوال: فرقہ وہابیہ کی اصلیت اور اس کے عقائد کیا ہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: (نقل از سیف چشتیائی من تصنیف سید مہر علی شاہ صاحب دام اللہ فیوضہم) اس سوال کا جواب جناب سید مہر علی شاہ صاحب کی کتاب سیف چشتیائی مطبوعہ روز بازار صفحہ ۹۷ کے بعد صفحہ ادب د ج میں بایں طور مسطور ہے۔

مولوی محمد حیدر اللہ خان صاحب درانی المجددی النقشبندی اپنی کتاب درۃ الدرانی میں لکھتے ہیں۔ مورخ بلطرون جغرافیہ عمومیہ مطبوعہ مصر کی تیسری جلد معربہ رفاعہ بک ناظر مدرستہ میں لکھتا ہے کہ محمد بن

عبدالوہاب کے متعلق تمام عرب میں اور علی الخصوص یمن میں یہ قصہ مشہور ہے کہ ایک شخص غریب الحال سلیمان نامی جو چرواہا تھا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ آگ کا ایک شعلہ اس کے بدن سے جدا ہو کر زمین میں پھیل گیا ہے اور جو اس کے سامنے آتا ہے اس کو جلا دیتا ہے۔ یہ خواب اس نے معتبرین سے بیان کیا جو ایسے خوابوں کی تعبیر جانتے تھے۔ انہوں نے اس خواب کی یہ تعبیر دی کہ اس کا ایک لڑکا ایسا پیدا ہو گا جو بڑی طاقت اور دولت پائے گا۔ آخر کار اس خواب کی تحقیق سلیمان کے پوتے محمد بن عبدالوہاب سے وغیرہ سے ہو گیا۔ جو ۱۱۱۱ھ میں متولد ہوا۔ اور بعد ہزار خرابی ۱۲۰۷ میں فوت ہو گیا۔ یعنی اس نے ۹۶ سال کی عمر پائی اور ابتداء" گو اس نے شیخ محمد سلیمان کردی شافعی اور شیخ محمد حیات سندھی حنفی رحمتہ اللہ علیہما سے علم حاصل کیا۔ لیکن یہ ہر دو بزرگ اپنے نور فراست سے کہا کرتے تھے کہ یہ محمد بن عبدالوہاب ملحد ہو گا۔ اور بظاہر اس کا شغل بھی اسی قسم کا تھا کہ اکثر مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی اور طلیحہ اسدی وغیرہ کے حالات کا مطالعہ کیا کرتا جنہوں نے اس کے قبل نبوت کا دعوی کیا۔ اور خدا کی قدرت ہے کہ اس کو پورے طور سے کسی علم و فن میں دستگاہی نہ ہوئی اور اس واسطے علماء وقت کی رد و قدح نے اس کو جواب دینے کی قدرت نہ دی۔

۱۱۴۳ھ میں اس نے علمائے مدینہ طیبہ سے مقابلہ کرنا چاہا۔ ملطبرون لکھتا ہے کہ یہ شخص بوجہ اپنے دادا کے خواب کے لوگوں کی نظروں میں محترم رہا اور اپنے عقائد کے ظاہر کرنے سے اول اس نے اپنے کو قریش اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل سے ہونا ظاہر کیا اور کہا کہ اس کا نام بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کی مثل محمد ہے۔ گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم نام ہونے کا شرف رکھتا ہے۔ پھر اس نے چند اصولی عقائد مرتب کئے کہ فقط قرآن کریم کی اتباع واجب ہے' نہ ان فروعات کی جو اس سے مستنبط ہیں اور محمد ﷺ اگرچہ اللہ کے رسول اور دوست ہیں لیکن ان کی مدح اور تعظیم کرنا لائق نہیں۔ کیونکہ مدح و تعظیم صرف خدائے قدیم کے لیے شایان ہے لہذا کسی غیر کی مدح اور تعظیم من قبیل شرک ہے اور چونکہ لوگوں کا ایسا شرک کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا لہذا اس نے مجھے اپنی طرف سے بھیجا ہے تاکہ میں ان کو سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کروں۔ پس جو کوئی مجھے قبول کرے گا وہ دوستوں میں سے ہے اور جو کوئی میرا حکم نہ مانے گا وہ عذاب کا مستحق ہے اور اس کا قتل بلا شبہ واجب ہے

پھر مورخ بلطرون لکھتا ہے کہ یہ عقیدہ محمد بن عبدالوہاب نے پہلے پہل پوشیدہ ظاہر کیا اور چند لوگ اس کے مقلد ہوگئے اور پھر ملک شام کی طرف چلا گیا۔ لیکن وہاں اس کی کچھ بن نہ آئی اور آخر کار تین برس کے بعد بلاد عرب کی طرف واپس آیا اور مدینہ منورہ میں ۱۱۴۳ھ میں گیا۔ لیکن وہاں کے علماء نے اس وقت اس کی خوب خبرلی۔ بالآخر ۱۱۵۰ھ میں نجد کے اطراف بدوی لوگوں میں اس کا فسون ۱؎ اثر کر گیا۔ اور اسی اثناء میں ایک شخص ابن سعود مسمی بہ اسم محمد جو قبیلہ نجد کا ایک مشہور پیر زادہ تھا۔ اور جس کے عرب کے کئی قبائل اس کے خاندانی مرید اور مطیع تھے۔ اس نے اپنی ایک مخفی آرزو کے لالچ سے کہ اس کی حکومت عاملانہ بصورت ریاست کسی طرح سے بڑھے اور اس نے اس مشہور خواب کے لحاظ سے کہ غالبا محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان کا جادو چل جائے گا۔ اور اس کے مذہب کی تائید سے ان کا دلی ارادہ پورا ہونے لگے گا۔ اس نے محمد بن عبدالوہاب کا مذہب قبول کر لیا اور اس کے سارے مرید آبائی بھی اس کے ساتھ ہولئے۔ اور اس نے مذہب وہابیہ کو اس قدر تقویت دی کہ اطراف و اکناف کے اعراب اور بدوی سب کے سب اس کے مطیع ہو گئے، حتی کہ ایک ریاست کی صورت نمایاں ہوگئی اور محمد بن عبدالوہاب ان کا امام قرار پایا۔ اور ابن سعود اس کے لشکر کا سپہ سالار مقرر ہوا۔ اور مدینہ درعیہ ۲؎ انہوں نے اپنا دارالسلطنت معین کیا۔ اور رفتہ رفتہ ایک لاکھ بیس ہزار کی فوج باقاعدہ مرتب کر کے اپنے ملک و دولت کی توسیع میں ساعی ہوا۔ مگر حیات نے وفا نہ کی اور وہ اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہوا۔ حتی کہ ابن سعود کا بیٹا عبدالعزیز اس کا جانشین ہوا جو کہ شجاعت اور ہمت میں اپنے باپ سے بڑھ کر نکلا۔ اور محمد بن عبدالوہاب کے اعتقاد اور قواعد کے مطابق دعوت دین وہابیہ بزور شمشیر شروع کر دی۔ پس جب کی عرب کے کسی قبیلہ کو اپنا مطیع بنانا چاہتا تو اولا" کسی ایک کو اس کی تفہیم کے لئے بھیجتا تھا کہ وہ اس کے اعتقاد کے مطابق تفسیر و تاویل قرآن کو مانے۔ پس اگر وہ اس کا اعتقاد قبول کر لیتا تو اس کو امن دے دیتا۔ ورنہ اس کی بیخ و بنیاد کو اکھیڑ کر اس کے تمام اموال و مویشی غارت کر لیتا۔ لیکن بچوں اور عورتوں کا تعرض نہیں کرتا تھا۔ اور مطیع

حاشیہ

۱؎ جادو

۲؎ مدینہ درعیہ یعنی شہر درعیہ۔

قبیلوں سے ہر قسم کے اموال اور نقود میں سے عشر لیتا تھا۔ چنانچہ رفتہ رفتہ وہابیہ کی طاقت بحر احمر اور بحر فارس اور حلب اور دمشق اور بغداد کے اطراف و اکناف تک پھیل گئی حتی کہ عبدالعزیز بن سعود کے مرنے کے بعد بتاریخ ۸ محرم ۱۲۱۸ھ سعود بن عبدالعزیز ایک لشکر کثیر کے ساتھ مکہ مکرمہ پر حملہ آور ہوا۔ اور خاص خانہ کعبہ میں خونریزی کی جس کی شان بقول قرآن من دخله کان امنًا لیکن اس نے امن کو غیر امن بنا دیا۔ اور حدود حرم جس میں جنگلی بھیڑیا بھی قدرتی ادب کے لحاظ سے ہرن کا تعاقب بمجرد داخل ہونے کو چھوڑ دیتا ہے اس وہابی بھیڑیئے کے پنجے سے حرم حل [۱] ہو گیا۔ اور چاروں مصلے جلادیئے گئے اور قبے گرا دیئے گئے اور ان میں بول و براز کر کے تحقیر کی گئی اور اسی محرم کے پہلے ہفتہ میں اس نے ایک رسالہ ابن عبدالوہاب کا اہل مکہ کی طرف بطور حجت و دعوت بھیجا جس کی اصل عبارت کا ایک جملہ نقل کیا جاتا ہے تاکہ اس کے دیکھنے سے مشتے نمونہ از خروارے عبرت کا باعث ہو۔ چنانچہ لکھا:

فمن اعتقد انه اذا ذکر اسم نبی فیطلع هو علیه صار مشرکا وهذا الا عتقاد شرک سواء کان مع نبیی او ولی او ملک او جبنی او صنم او وثن و سواء کان یعتقد حصوله بذاته او با علام الله تعالیٰ بای طریق کان یصیر مشرکا ومن اعتقد النبی وغیره دلیه و شفیعه وهو ابو جهل فی الشرک سواء واما السابقون والات والسواع والعزیٰ واما الا لحقون فمحمد وعلی و عبدالقادر ومن لم یقل فی حاجته یا الله وقال یا محمد ان اعتقد عبداً غیر متصرف فی الکل صار مشرکا وکفاک قدوة فی ذلک شیخنا تقی الدین ابن تیمیه وقدتبت ان السفر الی قبر محمد و مشاهده و مساجده واثاره و قبر ای نبی اور ولی وسائر الا وثان شرک اکبر۔

حاشیہ

[۱] حرم یعنی محترم جس کی بے حرمتی حرام۔ حل یعنی حلال مطلب یہ کہ اس شخص نے اس کی بے حرمتی کو اپنے لئے حلال سمجھ لیا جیسے حرم سے باہر کی جگہ کو حل کہتے ہیں کہ وہاں بعض حلال کام حرم میں ناجائز ہوتے ہیں جیسے شکار کرنا۔ قادری

یعنی جو کوئی اعتقاد کرے کہ نبی کا نام لینے سے نبی اس پر مطلع ہو جاتا ہے تو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ پھر یہ اعتقاد خواہ کسی نبی کے ساتھ ہو یا ولی یا فرشتہ یا جن بھوت یا صنم یا بت کے ساتھ ہو۔ پھر خواہ یہ اعتقاد کرے کہ اس کا علم اس نبی وغیرہ کو بذاتہ حاصل ہوتا ہے یا اللہ تعالیٰ کے اعلام ا سے۔ الغرض جس طریق سے یہ اعتقاد ہو مشرک ہو جاتا ہے اور جو کوئی نبی وغیرہ کو اپنا ولی اور شفیع ہونا اعتقاد کرتا ہے تو وہ اور ابوجہل دونوں شرک میں برابر ہیں۔ پہلے بت لات' سواع اور عزیٰ تھے لیکن پچھلے بت محمد' علی اور عبدالقادر ہیں۔ جو شخص اپنی حاجت کے وقت یااللہ نہیں کہتا اور یا محمد کہتا ہے اگرچہ اس کو ایک بندۂ عاجز سب باتوں میں اعتقاد کرتا ہے تو بھی مشرک ہو جاتا ہے۔ اور تجھے اس باب میں ہمارا شیخ تقی الدین ابن تیمیہ بس ہے۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ محمد ﷺ کی قبر اور مشاہد اور مساجد اور آثار کی طرف یا کسی دوسرے نبی یا ولی یا اور بتوں کی طرف سفر کر کے جانا شرک اکبر ہے ۲۔

پس مکہ کو غارت کر کے اس نے ۱۲۰۴ھ میں مدینہ منورہ پر چڑھائی کی اور ایسا تاراج کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک کو توڑ کر خزائن بے شمار لے گیا۔ کہا جاتا ہے کہ ساٹھ اونٹوں پر لاد کر لے گیا۔ چنانچہ عبداللہ بن سعود بن عبدالعزیز نے جب کہ وہ محمد علی پاشا خدیو مصر کے سامنے گرفتار کر کے لایا گیا تو اس کے پاس ایک صندوق ملا جس میں سے تین سو لولوئے آبدار کلاں اور کئی دانے زمرد کلاں کی نکلے اور اقرار کیا کہ یہ صندوق بھی حجرہ نبویہ میں سے اس کے والد سعود نے نکالا تھا۔ پس سعود نے فقط اسی غارت پر اکتفا نہ کی بلکہ قبہ مولد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علی ابن

حاشیہ

ا۔ اعلام سے یعنی بتانے سے۔

۲۔ یہ ابن عبدالوہاب نجدی کا مغالطہ اور عام مسلمانوں کو دھوکا دینا ہے کیونکہ امام ابن تیمیہ علیہ الرحمۃ کے اگرچہ بعض خیالات جمہور مسلمانوں سے مختلف ہیں اور یہ ان کی اجتہادی لغزشیں ہیں تاہم انہوں نے حضور ﷺ کی قبر انور اور دوسرے بزرگوں کے مزارات شریف کو بت اور ان کی طرف زیارت کے لئے سفر کو شرک اکبر نہیں کہا۔ حقیقت یہ ہے کہ نجدی کے خیالات اس کے قطعاً خود ساختہ ہیں اس کے خیالات فاسدہ باطلہ کی کڑی ماقبل کے کسی بھی بزرگ سے نہیں ملتی۔ قادری

ابی طالب اور خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قبے بھی گرا دیئے اس خیال سے کہ یہ بھی اصنام ہیں اور روضہ رسول کریم ﷺ کے گنبد پر چڑھ کر جب گرانے لگا تو عجب قدرت حق ظاہر ہوئی کہ سارے وہابی سرنگوں گر کر مرے اور اسی اثنا میں آگ کا ایک شعلہ ایسا نکلا جس نے بہتوں کو جلا دیا اور اسی طرح ایک اژدھا حضرت موسیٰؑ کے اژدھا کی طرح نکلا جس نے قوم فرعون کی طرح افواج وہابیہ کا تعاقب کیا اور اتنے میں بحکم سلطان المعظم محمد علی پاشا خدیو مصر مقرر ہوا۔ اور اس کا بیٹا طوسون جس کے ساتھ سید طحطاوی محشی درمختار بھی مصر میں آئے تھے۔ بحکم والد خود ایک لشکر عظیم کے ساتھ مدینہ منورہ کے دروازے پر وہابیہ کے بیخ کنی کے لیے آ پہنچا اس وقت عثمان مضائقی سپہ سالار وہابیہ نے مدینہ کے دروازے بند کر لئے لیکن طوسون نے زمین کے نیچے سے سرنگ لگائی اور اتفاق سے ایک حصہ دیوار کا گر گیا۔ اور طوسون نے اندر گھس کر نجدیوں پر قیامت برپا کر دی۔ اور مقید وہابیوں کے کان کتر دیئے گئے۔ اور مدینہ منورہ ۱۲۲۷ھ میں وہابیوں کے وجود سے پاک ہو گیا اور ۱۲۲۸ھ میں عثمان مضائقی بھی گرفتار ہو کر قسطنطنیہ میں قتل کیا گیا۔ لیکن ۱۲۲۹ھ میں سعود کے فوت ہونے کے ساتھ ہی اس کا بیٹا عبداللہ بن سعود اس کا جانشین ہوا اور آخر کار وہ بھی حروب کثیر کے بعد محمد علی پاشا خدیو مصر کے دوسرے فرزند ابراہیم پاشا کے ہاتھوں ذ۔حقد ۱۲۳۳ھ میں مدینہ درعیہ پایہ تخت وہابیاں فتح ہو کر گرفتار ہو گیا۔ اور بتاریخ ۲۹ محرم ۱۲۳۴ھ قسطنطنیہ میں باب ہمایوں پر قتل کیا گیا۔ اور وہابیوں کی قوت اور دولت کا خاتمہ ہوا۔ اور اس فرقہ کے لوگوں کو پوری پوری سزائیں بطور تعزیر دی گئیں۔ یعنی مقید کئے گئے اور کان کتر دیئے گئے اور امن و امان قائم ہوا۔ اور پھر از سر نو مکہ اور مدینہ میں چاروں مذہبوں کے مصلے قائم ہوئے اور ملک عرب اس ناپاک فرقہ سے پاک ہو گیا۔

وہابی نامہ میں ہے کہ عرب میں اس فرقہ کی اتنی طویل میعاد ہونے کا باعث یہی ہے کہ ابتداء میں غفلت رہی اور مکہ اور مصر کے پاشا جلد جلد فوت ہوتے رہے۔ اور ان کے تغیر و تبدل سے انتظام ٹھیک نہ ہوا۔ اور یہ فرقہ زور پکڑ تا گیا۔

درہ درانی کی عبارات منقولہ بالا سے ناظرین بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ محمد بن عبدالوہاب نے کیا کچھ کیا۔ اور وہ اپنے آپ کو کیا کچھ سمجھا۔ اور کس وجہ سے یہ فرقہ وہابیہ دائرہ اہلسنت و الجماعت سے خارج سمجھا

گیا۔ چنانچہ علامہ شامی نے اس فرقہ کو باغی خارجی قرار دیا ہے۔ کما وقع فی زماننا فی اتباع عبدالوہاب الذین خرجوا من نجد و تغلبوا علی الحرمین وکانو ینتحلون مذھب الحنابلتہ لکنھم اعتقدوا انھم ھم المسلمون وان من خالف اعتقادھم مشرکون واستباحوا باذلک قتل اھل السنتہ وقتل علمائھم حتی کسر اللہ تعالیٰ شوکتھم و خرب بلادھم و ظفر بھم عساکر المسلمین عام ثلث و ثلثین ومائتین والف انتھی (شامی طبع مصر جلد ثالث صفحہ ۳۳۴) ا۔

عبارت شامی کا حاصل: چنانچہ ہمارے زمانہ ابن عبدالوہاب کے تابعین میں یہ واقع ہوا۔ ابن عبدالوھاب کے گروہ نے نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر جابرانہ قبضہ کیا۔ اور یہ لوگ اپنے آپ کو حنبلی المذہب کہلاتے تھے لیکن دراصل اپنے گروہ کے بغیر سب مسلمانوں کو مشرک سمجھتے تھے' لہٰذا اہلسنّت و جماعت اور ان کے علماء کا قتل کرنا مباح جانتے تھے جس کا یہ انجام ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ۱۲۳۳ھ میں اہلسنّت کی نصرت فرمائی اور فرقہ وہابیہ کو شکست دی اور رسوا کیا۔ اور دیگر اہلسنّت والجماعت نے بھی وقتاً" فوقتاً" عقائد وہابیہ کی تردید میں رسائل شائع کئے ہیں۔ (مثلاً الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ للعلامہ زینی دحلان مفتی بیت اللہ الحرام وغیرہ) جن میں اس فرقہ کو بوجہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں سخت تحقیر و گستاخی کرنے کے کافر کہا ہے۔ اور علاوہ اس کے نبی علیہ والصلوۃ والسلام نے اس فرقہ ضالہ کی پیدائش کی نسبت تیرہ (۱۳) سو سال سے پیشتر پیشین گوئی فرما دی ہے۔ جیسا کہ مشکوۃ شریف جلد اخیر باب ذکر الیمن فصل اول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مسطور ہے قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالو یا رسول اللہ وفی نجدنا قال اللھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالو یا رسول اللہ وفی نجدنا فاظنہ قال فی الثالثتہ ھناک الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن بھا الشیطان (رواہ بخاری)

حاشیہ

ا۔ باب البغاۃ۔

خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک شام و یمن کی خاطر سہ بار دعاء مانگی کہ یا اللہ ہمارے ان ملکوں میں برکت دے اور بعض اصحاب نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ملک نجد کی خاطر بھی دعا فرمایئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس جگہ زلزلے اور فتنے ہوں گے اور شیطان کے سینگ ظاہر ہوں گے۔ پس اس حدیث شریف سے ثابت ہوا جو آنحضور علیہ الصلوۃ والسلام نے پیشین گوئی فرمائی تھی وہ پوری ہوگئی۔

غیر مقلدین کے اعتراضات کے جوابات

وہ اعتراضات جو کہ انہوں نے فقہ حنفیہ پر بلا سوچ سمجھے کر دیئے ہیں۔ اور کم علم و جاہل لوگوں کو مذہب حنفیہ سے بہکانے کی خاطر اپنے اخباروں و رسائل و اشتہاروں میں تحریر کر دیئے ہیں۔ چنانچہ مولوی ثناء اللہ امرتسری ۱۹۰۷ء کے پرچہ میں اور عبدالجلیل سامروی اپنی کتاب "بوئے غسلین" میں اور سعد بنارسی الجرح علی ابی حنیفہ میں اور جو محمد سعید جالندھری نے اپنے اشتہار میں کئے ہیں، وہ اعتراض یہ ہیں۔

اعتراض ۱: حنفیہ کے نزدیک مشت زنی کرنا واجب ہے جب کہ زنا کا خوف ہو۔ اور مشت زنی کرنا شہوت کی تسکین کے لئے جس کی بیوی یا لونڈی نہ ہو کوئی گناہ نہیں۔ (المختار صفحہ ۱۵۶)

جواب: اقوال باللہ التوفیق متعصبین معترضین! سنئے اور دیکھئے کہ تمام کتب معتبرہ حنفیہ و تفسیروں میں لکھا ہے کہ مشت زنی کرنا حرام ہے کیونکہ اس میں قطع نسب انسانی کا سبب پایا جاتا ہے۔ اور حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص سنت موکدہ کو چھوڑ کر بغرض شہوت رانی کے ایسا فعل کرے تو وہ ملعون ہے اور جو معترضین نے اس میں حوالہ درالمختار کا عوام الناس کے دھوکا دینے کے لئے لکھا ہے اس میں اس طرح ہرگز ہرگز نہیں۔ صاحب شامی نے تو بعض مجوزین کے اقوال و چند شرائط بایں طور بیان کئے ہیں کہ اگر کوئی شخص مجرد اس حال میں ہو کہ اس کے ہاں ایک فاحشہ عورت زنا کرانے کے لئے موجود ہو اور وہ مرد بھی ہر طرح اس پر قادر ہو اور اس کا کوئی مانع بھی نہ ہو اور اس پر شہوت کا غلبہ بھی ہو چکا ہو۔ اور اس کے دل میں خوف شہوت کے روکنے کا بھی ہو کہ اگر شہوت کو روکوں گا تو بیمار ہو جاؤں گا۔ تو اس حالت اضطراری میں اگر اس نے ہاتھ سے شہوت کو دفعہ کر دیا تو اس پر کچھ عیب نہیں چونکہ حالت اضطراری میں حرمت

ساقط ہو جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ اگر کوئی شخص حالت اضطراری میں گوشت خنزیر و مردار کو کھالے تو اس پر کچھ عیب نہیں۔

صحاح ستہ میں حدیث بایں مضمون مسطور ہے کہ بوقت غلبہ شہوت بہادران اسلام نے بعوض کپڑوں کے عورتوں سے متعہ کیاتھا۔ اور علاوہ اس کے کتاب عرف الجادی صفحہ ۲۱۴ صاحبان کے رہنما فرزند نواب صاحب کی تصنیف میں بایں طور لکھا ہے کہ مشت زنی اور چھید کنی اور پتھروں کے سوراخوں میں دخول کر کے حاجت کے وقت منی کو نکالنا جائز قرار دیتے ہیں اور نگاہ و نظربازی سے بچنے کے وقت یہ دونوں کاموں کو واجب لکھتے ہیں۔ (نقل از کلمتہ القبیح صفحہ ۱۱)

پس معترضین کو لازم ہے کہ پہلے اپنی فقہ الحدیث پر اعتراض کرلیں۔ بعدہ فقہ حنفیہ پر کریں۔ اور جواب لیں۔ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اگر جلق بنیت لذت و عادت و اپنے آپ کو نامرد کرنے کے لئے مشت زنی کرے تو حرام ہے۔ اور اس پر تمام علمائے دین کا اتفاق ہے۔ اور معترضین کو لازم ہے کہ اس کی حرمت صورت بالا کے روا کے نفی پر دلیل بیان کریں اور اس پر حکم حد کا دکھائیں۔ تو دس روپیہ انعام لیں۔ فقط

اعتراض ۲: حنفی مذہب میں اگر رنڈی زنا کے بدلے ٹکے مزدوری مقرر کر کے لے لے تو امام صاحب ابو حنیفہ کے نزدیک جائز ہے اگرچہ بذریعہ حرام ہے اور زنا کرنے والے پر حد نہیں آتی؟

جواب: شعر

سنگدل کا اس سے بہتر ہے نہیں ہرگز علاج
ایسے دیوانے کو اب زنجیر پہننا چاہئے

افسوس ہے کہ معترضین نے اجارہ باطل و فاسد میں بھی کچھ تمیز نہ کی اور نا ہی اپنے مذہب کا اشتہار "واجب الاظہار" جو کہ مولوی فقیر اللہ صاحب نے مولوی ثناء اللہ ایڈیٹر اخبار اہلحدیث پر جاری کیا ہے کہ انہوں نے مال زانیہ کو حلال طیب لکھا ہے۔ اور تمام علمائے دین کا اس پر اتفاق ہے کہ مہر زانیہ کا حرام ہے۔ چنانچہ مشارق الانوار میں مولوی خرم علی صاحب نے لکھا ہے کہ خرچی زانیہ کی چاروں اماموں کے

نزدیک بالاتفاق حرام ہے اور امام نووی نے شرح مسلم میں بایں طور تحریر فرمایا ہے کہ اما مھر البغی فھو ماتاخذہ الزانیتہ علی الزنا وسماہ مھراً لکونہ علی صورتہ وھو حرام باجماع المسلمین

(ترجمہ) یہاں پر مہر زانیہ کا وہ چیز ہے کہ جس کو زانیہ بعوض مہر کے لے۔ اور اس کا نام اس لیے مہر رکھا ہے کہ وہ بصورت مہر ہے اور حرمت اس کی باجماع مسلمانوں کے ہے اور علاوہ اس کے یہ مسئلہ متعلق اجارۂ فاسد کے ہے نہ اجارہ باطل کے۔ اور صاحب فتح المبین نے اجارہ باطل و فاسد میں یہ فرق فرمایا ہے کہ اجارہ باطل وہ ہے کہ باصلہ غیر مشروع ہو۔ اور اجارہ فاسدہ وہ ہے کہ باصلہ مشروع اور وصف غیر مشروع ہو۔ یعنی کسی شرط یا عارض کی وجہ سے اس میں فساد آیا ہے ورنہ اصل میں جائز و حلال تھا۔ اور یہ بھی متفق علیہ امر ہے کہ جس اجارہ کا مقصود علیہ بسبب معصیت ہوگا وہ ضرور باطل ہوگا نہ فاسد۔ جب یہ دونوں قاعدے متفق ہیں تو پھر کون عاقل زنا کی خرچی کو حلال کہہ سکتا ہے۔ چہ جائیکہ صاحب محیط و چلپی اور علاوہ اس کے اس قول کو بڑے بڑے علمائے دین مثل سید احمد طحطاوی و سید عابدین المختار وغیرہ میں لکھتے ہیں کہ قول بالکل ضعیف ہے کیونکہ حدیث صحیح کے برخلاف ہے اور میں کہتا ہوں کہ یہ عبارت کسی کتاب کے متن کی نہیں۔ اور نہ ہی اس پر کسی علمائے دین اہلسنّت جماعت نے فتوی دیا ہے کہ تم ایسا کیا کرو۔ اور نہ ہی مفتی بہ مسئلہ ہے۔ اور اگر معترضین کو تسلی نہیں ہوئی تو لو ہم کتاب بخاری سے اسی مضمون کی تائید پر حدیث دکھاتے ہیں۔ وھوہذا

کتاب بخاری صفحہ ۶۶۴ باب قولہ یایھا الذین امنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللّٰہ لکم حدثنا عمر بن عون قال حدثنا خالد عن اسماعیل عن قیس عن عبداللّٰہ قال کنا نغروا مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ولیس معنا نساء فقلنا الا نختصی فنھانا عن ذلک فرخص لنا بعد ذلک ان نتزوج المرء بالثوب ثم قرء یاایھا الذین امنو لا تحرموا طیبات ما احل اللّٰہ لکم۔ الخ۔

(ترجمہ) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل کر کفار سے جہاد کیا کرتے تھے۔ ہمارے ساتھ عورتیں نہ تھیں۔ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم خصی نہ ہو

جائیں، تو آپ نے اس سے منع فرمایا۔ بعد اس کے ہم کو اجازت دی کہ کپڑوں کے عوض پر عورت سے بطور متعہ کے نکاح کرلیں۔ پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت پڑھی کہ مسلمانو جس چیز کو خدا نے حلال کیا ہو اس کو مت حرام کرو۔ الخ

پس معترضین کو چاہئے کہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچیں اور شرم کریں اور آئندہ ایسا اعتراض مذہب حقہ پر نہ کریں۔ اور برادران اہلسنت و جماعت کو واضح ہو کہ اس حدیث مسطور پر عمل نہ کریں کیونکہ ہمارے نزدیک یہ حدیث منسوخ ہے اور ضعیف ہے اور قابل عمل نہیں۔ اور اس کو عبارت چلپی کی طرح سمجھیں۔ ہاں اگر وہابی لوگ اس پر عمل کریں تو ان کو مجاز ہے کیونکہ ان کے نزدیک لڑکی ربیبہ اور مدخولہ باپ کی دادی کے ساتھ نکاح کرنا اور ان سے صحبت کرنا بھی درست ہے۔ چنانچہ پرچہ اہلحدیث مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۹۱۰ء وغیرہ میں مذکور ہے اور معترضین نے لکھا ہے کہ نزدیک امام صاحب کے زانی اور مزینہ پر حد بھی نہیں آتی سو اس کو جواب یہ ہے کہ تمام کتب فقہ میں لکھا ہے کہ زانی اور مزینہ کا اگر زنا کرنا ثابت باگواہان ہو جائے تو ان پر حد قائم کی جائے گی۔ ہاں اگر یہ فعل اجارہ فاسد یا شبہ میں تصور کیا جائے تو پھر حد ساقط ہو جائے گی۔ چنانچہ عینی شرح کنز باب وطی الذی یوجب الحد والذی لا یوجب الحدمیں حدیث مذکور ہے کہ خلیفہ ثانی نے ایسا فعل کرنے پر ایک مرد اور عورت پر حد ساقط کردی۔ اور حدیث صحیح اس پر شاہد ہے کہ جو فعل شبہ میں ہوگا اس میں حد ساقط ہو جائے گی۔ادرؤالحدود بالشبھات اور اس میں بھی مستاجرہ للزنا ہونے کا ایک عارضہ شبہ کا واقعہ ہو چکا ہے اور شبہ تین قسم پر ہوتا ہے، چنانچہ جلد چہارم میں گزار ہے اور افسوس معترضین پر کہ آپ رنڈی کے بلکے مزدوری کے جائز تصور کریں۔ اور دادی اور اب رضاعی کی منکوحہ اور دختر ربیبہ سے نکاح جواز قرار دے کر اولاد پیدا کریں تو کچھ عیب نہ سمجھیں اور ایک قول مرجوح اور ضعیف جو کہ صاحب چلپی نے تحریر کردیا ہے اس پر اس قدر زور دے کر فقہ حنفیہ پر اعتراض کریں کہ الامان فافهم فلا تعجل

اعتراض ۳: حنفیہ کے نزدیک اگر وطی یعنی جماع چوپایہ یا مردے سے کرے یا مشت زنی کرے یا عورت کی شرم گاہ کے خارج جماع کرے۔ تو ان سب حالتوں میں روزہ دار کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اور نہ غسل لازم آتا ہے جب تک کہ انزال نہ ہو۔ یعنی جب تک منی نہ نکلے۔(قاضی خان)

جواب : اقول باللہ التوفیق۔ معترضین کو لازم تھا کہ پہلے بخاری و مسلم اور اپنے ہم مشرب و مذہب کی کتابوں کا مطالعہ کر لیتے۔ اور دیکھ لیتے کہ ہم کیا لکھ رہے ہیں۔ لیجئے معترضین صاحب ہم آپ کو آپ کی کتابوں سے جن کو آپ نے مثل قرآن مجید کے سمجھ رکھا ہے ان میں سے دکھا دیتے ہیں۔ بخاری و مسلم جلد اول میں لکھا ہے کہ جماع کرنے سے بدون انزال کے غسل لازم نہیں ہوتا۔ الماء ان الماء اس پر شاہد ہے اور اذا جامع الرجل امراته فلم یمن قال عثمان یتوضئا کما یتوضئا للصلوة فیغسل ذکره (نقل از بخاری) یعنی اگر کوئی اپنی عورت سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو کہا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ دھو ڈالے ذکر اپنے کو۔ اور وضو کر لے جیسے کہ نماز کے لئے وضو کرتا ہے۔ الخ۔ اور یہی مذہب ہے امام بخاری و داود ظاہر کا۔ دیکھو بلاغ المبین صفحہ ۲۲ مولفہ محی الدین نو مسلم کتب فروش لاہوری

مولوی وحید الزمان غیر مقلد نے اپنی تصنیف کنز الحقائق صفحہ ۴۸ میں صاف صاف لکھ دیا ہے کہ جماع خارج شرم گاہ عورت کے یا دبر کے کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا جب تک کہ انزال نہ ہو۔ وھوھذا

او جامع امراته فیما دون الفرج او الدبر ولم ینزل او دخل القطرة او قطر تان من دموعه لم یفطر الخ

پس اس عبارت سے صاف صاف ظاہر ہوا کہ جب عورت و مرد مشتہات کے جماع کرنے فی الفرج اوالدبر بدون انزال کرنے کے روزہ نہ ٹوٹا تو غیر مشتہات مثل چوپایہ و مردہ وغیرہ کے جماع کرنے پر بدون انزال بادلی روزہ آپ کے مذہب حقہ کے نزدیک بھی نہ ٹوٹے گا۔ اور علاوہ اس کے آپ کے مذہب کی کتاب روضہ ندیہ صفحہ ۱۰۰ مطبوعہ نو لکشور میں بایں طور مسطور ہے کہ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر اپنی بی بی سے جماع کرے یا کھائے یا پئے تو روزہ دار کا روزہ نہ ٹوٹے گا۔ اور نا ہی کفارہ لازم آئے گا۔ وھوھذا

قد قیل ان الکفارة لا یجب علی من افطر عامداً بایی سبب بل الجماع فقط ولکن الرجل انما جامع امراته فلیس فی الجماع فی نهار رمضان الا مافی الاکل والشرب لکون الجمیع حلالًا لم یحرم الا بعارض الصوم وقد وقع فی روایته من الحدیث ان رجلًا افطر ولم یذکر الجماع۔ الخ

پس جب کہ آپ کی کتابوں سے ثابت ہوچکا ہے کہ کھانے' پینے' جماع جان بوجھ کر کرنے سے کفارہ لازم نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی روزہ دار کا روزہ فاسد ہوتا ہے۔ تو پھر مذہب حنفیہ پر جو کہ عین مطابق قرآن مجید اور حدیث شریف کے ہے اس پر اعتراض کرنا کیا معنی رکھتا ہے اور جب کہ کتب فقہ میں مذکور ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر ایسا فعل کرے گا تو وہ ضرور گنہگار ہوگا۔ اور روزہ اس کا بھی ٹوٹ جائے گا۔ فافہم فلا تعجل

اعتراض ۴: مذہب حنفیہ کے نزدیک اگر وضو کر کے عورت صغیرہ یا مردہ یا چوپایہ سے صحبت کرلے تو جب تک انزال نہ ہو وضو نہیں ٹوٹتا۔ (درمختار)

جواب: اقوال باللہ التوفیق۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔ معترضین ذرا اپنی عادت نجدیہ وہابیہ سے توبہ کر کے انصاف کی نظر سے اپنے ہی مذہب کی کتابوں کو ملاحظہ کریں وھوہذا۔

خروج شئی من السبیلین والقئی والرعاف وما یوجب الغسل والنوم مس الذکر والفرج واکل لحم الابل والا غماء والغشی والجنون والسکر و مباشرۃ فاحشتہ و خروج دم اودودۃ من غیر السبلین و تقبیل و مس امراۃ۔ الخ (نقل از کنز الحقائق مصنف مولوی وحید الزمان غیر مقلد صفحہ ۱۱-۱۲) اے

پس معترضین جب کہ آپ کے مذہب اور ہم مشربوں کے نزدیک ان امور سے نہ وضو ٹوٹتا ہے اور نہ ہی غسل لازم آتا ہے تو پھر حنفی مذہب پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے اور علاوہ اس کے جب امام محمد اسماعیل بخاری تحریر کرچکے ہیں کہ بدون انزال مشتہات مرد اور عورت پر بدون انزال غسل لازم نہیں آتا تو غیر مشتہات جو صغیرہ اور چارپایہ اور مردہ ہے اسے وطی کرنے پر بدون انزال کب غسل وغیرہ لازم آئے گا۔

حاشیہ

اے یعنی پیشاب یا پاخانہ کے رستہ سے کسی چیز کا نکلنا قے' نکسیر اور موجب غسل اور نیند اور شرم گاہ کے چھونے اور اونٹ کے گوشت کھانے' بیہوشی' جنون' نشہ اور ہمبستری اور کیڑے کے نکلنے اور خون کے نکلنے سے سبیلین کے علاوہ اور عورت کا بوسہ لینے اور اس کو ہاتھ لگانے سے۔ فقط قادری

فافہم فلا تعجل

اعتراض ۵: حنفیہ کے نزدیک کتے کا گوشت یا چمڑا قبل از دباغت جو کہ بسم اللہ کہہ کر ذبح کیا گیا ہو ساتھ لے کر نماز پڑھنا جائز ہے (منیتہ المصلی)

جواب: اقول باللہ التوفیق۔ شعر

کب تک رہو گے ضد و تعصب میں ڈوبتے
آخر قدم بصدق اٹھاؤ گے یا نہیں

معترضین صاحب! کتب فقہ حنفیہ میں تو آپ کی تحریر کے برخلاف لکھا ہوا ہے۔ چنانچہ شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری نے یوں تحریر فرمایا ہے کہ اگر حرام جانور پر بسم اللہ پڑھی جائے تو کفر لازم ہوگا۔ ہاں بات اصل میں یہ ہے کہ اگر جانور نجس العین نہ ہو۔ جیسے کہ بلی و لومبڑ و گیدڑ وغیرہ جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا۔ اگر ان کو کسی نے بسم اللہ پڑھ کر ذبح کر دیا تو ان کا چمڑا خشک ہونے سے پاک ہوجائے گا۔ اور اگر کسی کے پاس کوئی کپڑا ستر ڈھانکنے کے لئے نہ ہو اور اس نے ایسی حالت اضطراری میں اس چمڑا سے نماز ادا کرلی تو جائز ہوگی۔ اور حالت اختیاری میں کسی حنفی نے اس کو جائز نہیں لکھا۔ اور گوشت کو بھی اسی پر قیاس کریں۔ اور کتے کی نسبت تو علمائے دین کا نہایت درجہ کا اختلاف ہے۔ بعض نے اسکو نجس العین قرار دیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ نجس العین نہیں۔ اور فتوی اسی پر ہے کیونکہ اس کا شکار پکڑا ہوا کھانا شارع علیہ السلام نے جائز قرار دیا ہے۔ اور علاوہ اس کے یہ روایت مرجوح ہے قابل عمل نہیں دیکھو سلطان الفقہ جلد ۲۔ اور یہ بھی کتب فقہ حنفیہ میں لکھا ہے کہ اگر قدر درم سے زیادہ نجاست کپڑے پر لگی ہوئی یا کوئی اور مردہ جانور نماز میں ہو تو نماز اس کی فاسد ہو جائے گی چہ جائیکہ گوشت مردار و چمڑا خنزیر ہو۔ دیکھو صلوۃ مسعودی وانواع مولوی عبداللہ وفتاوی جامع الفوائد وغیرہ کتب معتبرہ حنفیہ میں۔

معترضین ذرا اپنی کتابوں کا بھی مطالعہ کر لیجئے اور دیکھئے کہ آپ کے سرکردہ مولوی وحید الزمان صاحب وغیرہ علماء کیا حکم اس بارہ میں دیتے ہیں۔ بگوش ہوش سنئے اور انصاف کیجئے۔ وہو ہذا

ایما اھاب دبغ فقد طھر و شعر الانسان والمیتتہ والخنزیر طاھر وکذا

عظمها و عصبها ا۔ الخ (نقل از کتاب کنزالحقائق صفحہ ۱۳ سطر ۷) اور علاوہ اس کے شرح فقہ الحدیث روضہ ندیہ کے صفحہ ۱۲ پر لکھا ہے کہ کافر کا ذبح کیا ہوا جانور کھانا درست ہے۔ لعدم نجاسته زوات المشرکین کما فی اکل ذبائحهم واطعمهم اور عرف الجادی صفحہ ۱۱ میں بایں طور مسطور ہے ذبائح اهل الکتاب ودیگر نزد وجود ذبح بر بسم للہ یا نزد اکل آں حلال است و حرام و نجس نیست یعنی مشرک و کافر کی کٹھی ۲۔ اگر بسم اللہ سے ہے تو حلال ہے۔ اگر کافر بسم اللہ کے بغیر ذبح کرے تو اس گوشت کو بسم اللہ پڑھ کر مسلمان کھالے تو حلال ہے۔

صاحب نہج مقبول شرائع الرسول نے صفحہ ۲۷ میں اس کے جواز پر یہ حدیث بخاری کی نقل کر دی ہے کہ مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دریافت کیا کہ یا حضرت نو مسلم لوگ گوشت لاتے ہیں اور معلوم نہیں کہ بوقت ذبح اللہ کا نام لیتے ہیں یا کہ نہیں۔ اور یہ گوشت کھائیں یا نہیں۔ تو فرمایا نبی علیہ السلام نے کہ تم اس پر خدا کا نام لے کر کھالیا کرو۔ (نقل از کلمته القبیح صفحه ۱۹)

پس جب کہ آں صاحبان کی کتابوں میں خنزیر اور اس کے اجزا وغیرہ۔ جانور مردار پاک ہیں اور ذبح مشرکین وغیرہ کی جو کہ بدون تسمیہ کے ہو حلال طیب ہے تو فقہ حنفیہ پر اعتراض کرنا کیا معنی رکھتا ہے جواب دیں؟ فقط

اعتراض ۶: حنفیہ کے امام ابو یوسف کے نزدیک سور کی کھال دباغت دینے سے پاک ہوجاتی ہے۔ نیز بیع و شراء اس کی جائز ہے۔

جواب: اقول باللہ التوفیق۔ شعر

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

حاشیہ

ا۔ یعنی جو چمڑا رنگا جائے پاک ہو جاتا ہے اور انسان کے بال اور مردار کے اور خنزیر کے بال پاک ہیں اسی طرح اس کی ہڈی اور اس کے پٹھے پاک ہیں۔ (اہلحدیث کا عقیدہ)   ۲۔ کٹھی پنجابی میں ذبح کی ہوئی۔

معترضین کو چاہئے تھا کہ پہلے اپنے مذہب و ہم مشربوں کی کتابوں کا مطالعہ کر لیتے اور سوچتے کہ یہ کس مذہب کا مسئلہ ہے اور اس پر کسی کا فتویٰ بھی ہے یا نہیں؟ لو اب ہم آپ کی کتب تسلیم شدہ فقہ الحدیث مطبوعہ صدیقی صفحہ ۵ و روضہ ندیہ صفحہ ۸، ۹، ۱۰ فتاوی مولوی عبدالغفور شاگرد مولوی نذیر حسین صاحب جو کہ ۱۲۹۸ھ مطبع حنفی میں شائع ہوا تھا۔ صاحب الکلمتہ الفصیح نے نقل فرمایا کر شائع کر دیا ہے جس میں لکھا ہے کہ خنزیر کی چربی کھانی درست ہے۔ صرف سور کا گوشت پلید ہے اور اجزاء اس کے پاک ہیں اور لہو جاری سب جانوروں کا پاک ہے۔ اور نیز منی آدمی کی اور کل حیوانات یعنی سور، کتے، بندر، ریچھ، لومڑ، بھیڑیے کی پاک ہے اور شراب و گوشت مردار کا بھی پاک ہے اور لڑکے شیر خوار کا پیشاب پاک ہے اور مردار کتے وغیرہ کے گوشت کو کپڑے میں باندھ کر اور اس کو بغل میں دبا کر نماز پڑھ لینی روا ہے۔ پس ان سب کا ثبوت کتاب روضہ ندیہ کے صفحہ مذکورہ پر مسطور ہے۔

اور فقہ الحدیث کے صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے کہ اصل ہر چیز میں حلت ہے۔ اور جن چیزوں کو خداوند کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف لفظوں میں حرام نہ کہا ہو وہ حرام نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا چربی و اجزائے خنزیر اور دودھ اس کی حرمت قرآن و حدیث میں صراحتاً" کہیں نہیں پائی جاتی۔ لہٰذا یہ سب اشیاء ان کے نزدیک پاک ہوئیں۔ اور علاوہ اس کے جب کہ مولوی وحید الزمان نے اپنی کتاب خیر الخلائق صفحہ ۱۳ میں صاف لکھ دیا ہے ایما اھاب دبغ فقد طھر و شعر الانسان والمیتتہ والخنزیر طاھر وکذا اعظمھا پس معترضین جب آپ کے نزدیک بھی خنزیر وغیرہ دباغت سے پاک ہوا تو پھر امام سیف کے قول پر کیوں اعتراض کر دیا۔ حالانکہ کتب فقہ حنفیہ میں صاف صاف لکھ دیا ہے کہ خنزیر کا چمڑا دباغت سے ہرگز پاک نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کے اجزا اور نا ہی بیع و شراء درست ہے۔ چنانچہ کنزالدقائق و شرح وقایہ وغیرہ وغیرہ کتب معتبرہ میں لکھا ہے۔

لم یجز بیع المیتۃ والدم والخنزیر وشعر الخنزیر لانہ نجس العین۔ الخ اور صغیری میں لکھا ہے کہ امام یوسف رحمتہ اللہ علیہ کا وہ قول غیر صحیح ہے۔ اس پر کسی کا فتویٰ نہیں۔ والانفاع بہ والصلوۃ فیہ وھو غیر صحیح اور ہدایہ جلد چہارم باب بیع الفاسد میں بایں طور لکھا ہے۔ ولا یجوز بیع شعر الخنزیر لا نہ نجس العین فلا یجوز بیعہ

اهانته له الخ

پس اس عبارت حنفیہ سے صاف صاف ظاہر ہوا کہ خنزیر کے بالوں وغیرہ اجزاء کی بیع و شراء ہرگز ہرگز درست نہیں۔ ہاں اگر معترضین کسی اصح قول حنفیہ سے دکھا دیں تو دس روپیہ انعام حاصل کریں۔ فقط

اعتراض ۷: حنفیوں کے نزدیک سور کے بال سے سینے کے واسطے نفع اٹھانا درست ہے اور امام محمد کے نزدیک سور کے بال پاک ہیں۔

جواب: اقول باللہ التوفیق۔ شعر

ذرا خدا سے ڈرو اے بتو جفا نہ کرو
ذرا یہ سوچو تو کیا ہم خدا نہیں رکھتے

معترضین! تمام کتب فقہ معتبرہ حنفیہ میں لکھا ہے کہ بیع و شراء تمام اجزاء خنزیر کی حرام ہے اور اس کے بالوں سے نفع اٹھانا سخت منع ہے اور ان کے پانی میں گرنے سے پانی نجس ہو جاتا ہے۔ چنانچہ کنز و شرح وقایہ و ہدایہ و قاضی خان و فتاوی جامع الفوائد وغیرہ میں مذکور ہے۔ اور کتاب غایۃ الاوطار جس کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس میں تو بایں طور لکھا ہے کہ بیع و شراء سور کی اور اس کے بالوں کی ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ اور اس کے بالوں سے پانی نجس ہوجاتا ہے۔ اور بوقت اشد ضرورت اس کے بالوں سے بھی نفع اٹھانا مکروہ تحریمی ہے اور یہ مذہب فقہ حنفیہ کا صحیح اور درست ہے اور اسی پر فتوی ہے اور امام طحطاوی نے ذکر کیا ہے کہ بوقت ضرورت یعنی موزہ ٹانکنے کے لئے بال خرید کرے اور اس سے موزہ ٹانکے تو بھی جائز نہیں۔ اور نا ہی کسی علمائے دین سلف نے ایسا موزہ کبھی پہنا ہے اور نہ ہی ہم پہنتے ہیں اور نہ ہمیں کچھ ضرورت ہے۔ الخ۔ اور جو آپ نے امام محمد کے نزدیک لکھا ہے کہ خنزیر کے بال پاک ہیں اور ان کی بیع شراء درست ہے حیف صد حیف ان لوگوں پر جو بزرگان خدا پر بہتان صریح باندھتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو اہلحدیث کہلاتے ہیں۔ خدا کی پناہ ایسے اہلحد۔ثوں سے۔ شعر

خدایا مفتری را رو سیاہ کن
زقہر قہروان خود تباہ کن

اعتراض ۸: حنفیہ کے نزدیک اگر کسی کو نکسیر چھوٹ جاوے تو سورہ فاتحہ خون سے ماتھے پر لکھے برائے طلب شفاء تو جائز ہے اور سورۂ فاتحہ کو پیشاب سے بھی لکھا جائے تو جائز ہے۔ اگر معلوم ہو کہ اس میں شفا ہے۔ (دیکھو کتاب شامی)

جواب: اقول باللہ التوفیق۔ معترضین صاحب! کچھ تو خدا کا خوف کرو اور بعض کا قول جو کہ بالکل ضعیف ہے بلا سوچے سمجھے عوام الناس کو دکھا کر ان سے کتب فقہ اور بزرگان دین پر لعن طعن مت کراؤ۔ اور اپنے ہم مشربوں کی کتابوں کو بھی ذرا دیکھو۔ اور بزگان دین کی توہین مت کرو۔

شعر

ان بزرگوں کو برا کہنے سے کیا پھل پاؤ گے
دیکھ لو گے تم بھی اس کی کیا سزا کل پاؤ گے

معترضین! بگوش ہوش سنئے اور دیکھئے کہ آپ کے ہمشربوں نے اس بارے میں کیا کیا خرافات لکھی ہیں۔ مولوی عبدالجبار و مولوی احمد اللہ امرتسری و غلام علی اور پارٹی لاہوری رسالہ تحریق اوراق صفحہ ۴ کہ کسی عذر سے قرآن مجید کو قاذورات میں ڈال دینا کفر نہیں رخصت ہے۔ اور اگر کوئی اور چیز نہ ہو تو قرآن شریف کو پاؤں کے نیچے رکھ کر اونچے مکان سے کھانا اتار لینا درست ہے اور نیز حاجت کے وقت قرآن شریف کو کسی کے نیچے ڈال لینا روا ہے۔ یہ مسائل ان نامی حدیث والوں کے ہیں۔ حالانکہ حنفی ان کو مردود تصور کرتے ہیں۔ (نقل از کلمۃ الفصیح صفحہ ۲۲) اور جو قاضی خان وغیرہ صاحب فتاوون نے بعض مجوزین کا قول بایں طور نقل کیا ہے۔

والذی رعف فلا یرقأدمه فاراد ان یکتب بدمه علی جبهته شیئاً من القران قال ابوبکر اسکاف یجوز قیل لو کتب بالبول قال لو کان فیه شفاء لا باس فیه قیل لو کتب علی میتة قال انکان فیه شفا جاز۔ الخ سو اس کا جواب مجوزین نے ان دلائل سے دیا ہے۔ لان الحرمة ساقطة عند الاشفاء کالخمر والمیتة للعطش والجائع یعنی حرمت ضرورت شفاء کے لئے دور ہو جاتی ہے جیسے پیاسے و بھوکے کے لئے شراب و مردار

مباح ہو جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

انما حرم علیکم المیتتہ والدم ولحم الخنزیر وما احل بہ لغیر اللہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ الخ ا۔

دلیل دوم لقولہ تعالیٰ من کفر باللہ بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن والاجماع علی جواز کلمتہ الکفر عند الاکراہ (تفسیر جامع البیان)

اور غایتہ الاوطار صفحہ ۱۰۷ جلد اول میں بایں طور اس کو حل کیا ہے کہ جب خون آدمی کی ناک سے رواں ہو اور بند نہ ہو یہاں تک کہ اس کے مرجانے کا خوف ہو۔ اور تجربہ اور امتحان سے یہ بات معلوم ہو کہ فاتحہ الکتاب یا سورۂ اخلاص اس خون سے اس کے ماتھے پر لکھنے سے خون بند ہوگا تو ایک قول میں رخصت نہیں۔ اور دوسرے قول میں رخصت ہے جیسے شراب و خمر کی رخصت ہے پیاسے کو اور مردار کھانے کی نہایت گرسنگی میں۔ الخ

اب معترضین کی خدمت میں بڑے ادب سے عرض ہے کہ اگر مجوزین نے خون خرگوش یا مرغی یا بول ان جانوروں کو جن کا گوشت کھایا جاتا ہے اگر ان سے باشرائط مسطورہ بطور حروف تہجی سورۃ فاتحہ یا اخلاص کو بیمار عندالمرگ کے سینے پر لکھی جائے تو کیا حرج ہے۔ (اور اکثر تعویذ کرنے والے ان چیزوں سے بھی تعویذ کرتے ہیں۔ چنانچہ کتب عملیات و تعویزات اس پر شاہد ہیں) اور اس جگہ خون و پیشاب آدمی و کتے و خنزیر کا مراد نہیں جیسا کہ معترضین صاحب نے سمجھ رکھا ہے کیونکہ اس بات پر کسی مسلمان آدمی کا حوصلہ نہیں پڑسکتا۔ ہاں اگر پڑھ سکتا ہے تو فرقہ وہابیہ کا۔ امید ہے کہ جیسا کہ اوپر گزرا ہے۔ شعر

لامذہبوں میں شرم کا کچھ بھی اثر نہیں
اعتراض اوروں پر اپنی خبر نہیں

حاشیہ

ا۔ چنانچہ فتاوی قاضی خاں میں اس سے آگے لکھا ہے "حالتہ الاضطرار" کہ یہ حالت اضطرار کی صورت میں ہے۔ (فتاوی قاضی خاں بھامش الہندیہ ج ۳ ص ۴۰۴) قادری

دیکھو ان کی کتاب عربی شرح روضہ ندیہ صفحہ ۹۔۱۰ میں لکھا ہے کہ بول سور و کتے و بندر و ریچھ و طفل شیر خوار وغیرہ کا پاک ہے اور بے وضو قرآن مجید کو ہاتھ لگانا درست ہے۔ (نقل از کلمتہ الفصیح صفحہ ۲۱ بحوالہ عرف الجادی مولف ابن نواب صاحب اور مولوی محی الدین لاہوری۔ کتب فروش)

کتاب بلاغ المبین میں لکھا ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لا باس ببول مایکول لحمہ یعنی جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے اس کا پیشاب پینے سے کوئی خوف نہیں۔ حالانکہ ہمارے مذہب میں بکری اور اونٹ کا پیشاب پینا بھی منع ہے اور علاوہ اس کے یہ کہنا ان کا کہ حنفی مذہب میں یہ عزت قرآن مجید کی ہے۔ سو افسوس ان کی سمجھ پر حنفی مذہب میں تو لکھا ہے کہ قرآن مجید و کتب حدیث و فقہ کو بلا وضو ہاتھ نہ لگانا چاہئے۔ اور قرآن مجید کو تمام کتب و حدیث و فقہ کے اوپر رکھنا چاہئے اور بے ادبی کرنا یا بے ادب ہونا آں صاحبان کا کام ہے۔ فقط۔

اعتراض ۹: حنفیہ کے نزدیک کتے و چیتے و بلی ودیگر درندوں کی خرید و فروخت جائز ہے شکاری ہو یا غیر شکاری اس میں برابر ہیں۔ (ہدایہ)

جواب: اقوال باللہ التوفیق۔ شعر

نہ چھیڑو بس اب دیکھو ہم بھی کہیں گے
بہت ہو چکی آخر بد زبانی تمہاری

معترضین جب کہ آپ مطلب کتب فقہ کا نہیں سمجھتے تو پھر کس لئے ناحق اعتراض کتب حنفیہ پر کر بیٹھتے ہیں۔ اصول فقہ حنفیہ کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ جن جانوروں اور درندوں سے نفع اٹھانا درست ہے۔ ان کی بیع و شراء بھی درست ہے۔ اور کتے سے شکار کرنا اور اس کا پکڑا ہوا کھانا شارع علیہ السلام نے حلال فرمایا ہے۔ اور جو شخص کسی کے کتے کو قتل کر ڈالے تو اس پر شریعت نے تاوان مقرر فرمایا ہے۔ چنانچہ طحاوی میں حدیث ابن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک شکاری کے کتے کے قاتل پر چالیس درم کا حکم لگایا اور کھیت کے کتے پر ایک مینڈہ کا۔

ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نہی عن ثمن الکب الاکلب

صیدا (اخرجہ الترمذی) اور کنز کے حاشیہ پر بایں طور حدیث مذکور ہے عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص انہ علیہ الصلوۃ والسلام قضی فی کلب باربعین درھما یخصص نوعًا من انواع الکب یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حکم دیا ایک کتے میں چالیس درم کا اور نہیں خاص کیا کسی قسم کے کتوں کے اقسام سے۔ الخ

نور الہدایہ جلد سوم صفحہ ۳۷ میں مولوی وحید الزمان صاحب نے مسند امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ سے حدیث صحیح بایں الفاظ تحریر کی ہے کہ رخصت دی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیمت میں کتے شکاری کی اور یہ سند جید ہے۔ اور جن حدیثوں میں کتے کی قیمت کی حرمت ظاہر ہوتی ہے وہ سب کی سب منسوخ ہیں۔ چنانچہ شرح مسلم جلد دوم صفحہ ۲۰ میں اس طرح تحریر ہے۔

امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقتل الکلاب ثم قال مابالھم وبال الکلاب ثم رخص فی کلب الصید و کلب الغنم یعنی آپ نے پہلے کتے کے مار ڈالنے کا حکم دیا۔ پھر رخصت فرما دی شکاری کتے کی اور بکریوں کے گلہ کے کتے کی۔ اور بلی کے درم بھی نزدیک جمہور علمائے کے درست ہیں۔ اور جن حدیثوں سے اس کی نہی معلوم ہوتی ہے وہ نہی تنزیہ پر محمول ہے۔ چنانچہ شرح مسلم میں ہے۔

اما النھی عن ثمن السنور فھو محمول علی انہ لا ینتفع اوعلی انہ نھی تنزیف الخ اور اس کے آگے لکھتے ہیں وباعہ صح البیع وکان ثمنہ حلالًا ھذا منھبنا و منھب العلماء کافتہ (نقل از فتح المبین صفحہ ۱۷۵)

پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ بیع کتے و بلی وغیرہ درندوں کی سوائے سور کے جائز اور درست ہے اور خود معترضین کا ہم مشرب مولوی وحید الزمان اپنی کتاب خیر الخلائق کے صفحہ ۱۲۳ سطر ۸ میں یوں ارقام فرماتا ہے۔

واختلفوا فی بیع الکلب والا صح جواز الخ اور علامہ عینی شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۸ میں لکھا ہے کہ کتے دیوانہ کی بیع و شراء جائز نہیں۔ اور جن کتوں سے نفع لیا جاتا ہے ان کی بیع و شراء درست ہے۔ اور حدیثوں میں ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اجرت حجام و مہر زانیہ و ثمن کلب کو حرام

فرمایا۔ اور حالانکہ آپ نے خود حجام سے پچھنے لگوائے اور اس کو اجرت دی۔ اگر حرام ہوتی تو اس کو کبھی اجرت نہ دیتے۔

اعتراض ۱۰: حنفیہ کے نزدیک دبر میں وطی کرنے سے حد نہیں آتی۔ غلام و لونڈی و بیوی کے۔ (عینی شرح ہدایہ)

جواب: اقول باللہ التوفیق۔ شعر

ابھی کم سن ہیں ہو نہیں واقف
ناز کیا چیز ہے اور ادا کیا ہے

معترضین صاحب اس مسئلہ میں بھی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نہایت درجہ کا ابتدا سے ہی اختلاف ہے اور یہ امر کسی اہل علم پر پوشیدہ نہیں۔ بعض کے نزدیک اس فعل کے مرتکب یعنی فاعل و مفعول کو قتل کر دینے کا حکم ظاہر ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک ان کا جلا دینا اور بعض کے نزدیک ان کو اونچے محل سے گرا کر فنا کر دینا ظاہر ہوتا ہے۔ غرضیکہ اس فعل ملعونہ کے مرتکبین پر حد کسی روایت صحیحہ سے ظاہر نہیں ہوتی۔ اور اس لئے اکثر علمائے احناف نے اس پر تعزیز کا حکم لگا دیا ہے جو کہ حاکم وقت کی رائے پر ہوگا۔ اور علمائے احناف کی اس مسئلہ میں یہ حدیث ہے وہوہذا۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما لیس علی من اتی البھیمتہ حد (اخرجہ ابوداود و الترمذی و النسائی و احمد و الحاکم وقال الترمذی ھذا اصح من الاول) یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے کہ نہیں ہے اس پر حد جو وطی کرے چار پایہ سے اور یہ اصح امر ہے اولی امور سے۔ اور امام صاحب نے اس عمل قوم لوط کی کو حکم وطی کا لگایا ہے اور نہ زنا کا۔ اور امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کو حکم زنا کا لگایا ہے اور علاوہ اس کے مولوی وحید الزمان جو کہ اس مذہب کا سرکردہ ہے اس نے بھی اس گناہ کبیرہ پر تعزیر کا حکم دیا ہے۔ ہاں اگر کوئی غیر مقلد اس بارہ میں بلا اختلاف کسی کتاب سے حد کا حکم دکھا دے تو ہم بلا دریغ مان لیں گے۔ لیکن اس حدیث کو ذرا مدنظر رکھ لیں جو کہ امام بخاری نے آپ کی سہولت کے لئے درج کر دی ہے۔ وہوہذا

حدثنی ایوب عن نافع عن ابن عمر فاتوا حرثکم انی شئتم قال یاتیھا فی بحذف المجرور وھو الظرف ای فی الدبر قسطلانی رواہ محمد ابن یحی بن عن ابیہ عن عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر الخ۔ (بخاری مطبوعہ احمد صفحہ ٦٤٩) اب معترضین خیال فرمائیں کہ امام بخاری نے تو اس فعل یعنی دبر زنی کو بڑے زور شور و نص صریح سے جائز قرار دیا ہے۔ اب معترضین کو چاہئے کہ چینی میں پانی ڈال کر از روئے شرمندگی ڈوب مریں۔ اور مذہب حقہ احناف پر جس میں کروڑ ہا اولیائے عظام پیدا ہوئے ہیں ان پر کبھی اعتراض نہ کریں۔

اعتراض ١١: حنفی مذہب کا مسئلہ ہے کہ اگر مرد عورت سے اس قدر کی مسافت پر ہو کہ ان کے درمیان ایک برس کی مسافت کا رستہ ہو اور اس کی عورت بعد نکاح ٦ مہینے گزرتے ہوئے بچہ جنے تو یہ بچہ اس کے خاوند کا کہلائے گا کہ شاید اس نے اپنی کرامت سے ہم بستری کی ہو یا اس کے جنات تابع ہوں گے یا کسی وجہ سے وطی کرلی ہوگی۔ (غایۃ الاوطار جلد ٢ صفحہ ١١٤)

جواب: اقول باللہ التوفیق۔ شعر

باز آؤ اپنی خوئے بد سے یار
ورنہ ہم بھی سنائیں گے دو چار

معترضین صاحب آپ اگر کرامت ولی اللہ و علم تسخیر وغیرہ علوم سے انکار کریں تو اس کا علاج ہمارے ہاں کچھ نہیں۔ حالانکہ اس کا ثبوت قرآن مجید سے ثابت ہے اور اس جگہ بھی ایسا متصور ہو سکتا ہے کیونکہ اگر کوئی شخص نکاح کرتے ہی سفر بعید میں چلا گیا اور بعد ٦ ماہ گزرنے نکاح کے اس کی زوجہ نے بچہ جنا تو وہ بچہ اس مرد کا کہلائے گا کیونکہ عقد صحیح ہو چکا ہے۔ اور بحکم الولد للفراش جو باعتبار کرامت یا استخدام جنات یا کسی اور وجہ سے ہوئی ہے اور جو معترضین نے بطور ہنسی کے کہہ دیا ہے کہ مذہب اہل حنفیہ کرامت و جنات کے ذریعہ سے بھی سفر طے کر لیتے ہیں اور اولاد پیدا کر سکتے ہیں۔ ہاں معترضین بے شک آئمہ اربعہ کے مذہب والوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے ظاہری و باطنی و کمالات عقلیہ وغیرہ انعامات عطا فرمائے ہوئے ہیں جیسا کہ حضرت سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے قصیدہ میں فرمایا

ہے کہ اگر کوئی مرید میرا مشرق میں مجھے کسی حاجت کے لئے طلب کرے اور میں مغرب میں ہوں تو اس جگہ بھی اس کو مدد دوں گا۔ وہوہذا

ومریدی اذا دعانی بشرق
اور بغرب او نازل بحر طام
اغثہ لو کان فوق ھواء
انا سیف القضاء لکل خصام
انا فی الحشر شافع لمریدی
عند ربی فلا یرد کلام [۱]

حاشیہ

[۱] میرا قادری مرید جب مجھے مشرق یا مغرب میں یا سمندر کے اندھیرے میں بلائے میں اللہ کے حکم سے اس کی مدد کرتا ہوں اگرچہ وہ ہو آپ ہوا پر ہوس پر دشمن کے لئے تقدیر الٰہی کی تلوار ہوں میں کل روز قیامت اللہ کے ہاں اپنے مرید کی بخشش کے لئے شفاعت کرونگا اللہ تعالیٰ میری التجاء رد نہیں فرماتا۔ سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کابہت بڑا مقام آپ فرماتے ہیں کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے اس زمانہ کے ہر ولی نے آپ کے سامنے گردن جھکالی اور عرض کی بلا شک آپ کا قدم میری گردن کے اوپر ہے خواجہ معین الدین اجمیری چشتی نے عرض کی آپ کا قدم معین کے سر اور آنکھوں پر ہے حضرت خواجہ نقشبند بہاؤالدین ہوں یا دوسرے ولی خواجہ شیخ شہاب الدین سہروردی سب نے گردنیں جھکا دیں علامہ شیخولی ولی کامل سیدنا محمد صادق قادری شہابی سعدی علیہ الرحمتہ نے اپنے شیخ حضرت علامہ امام السید عبدالقادر غریب اللہ بن السید عبدالجلیل الحنی الحسینی احمد آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے سیدنا غوث اعظم الشیخ عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں ایک رسالہ فارسی زبان میں لکھا پھر علامہ امام العارف الشیخ عبدالقادر بن محی الدین الاعربی علیہ وعلی ابیہ الرحمۃ ۱۳۱۵ھ نے اس کا فارسی سے عربی میں ترجمہ فرمایا جس کا نام آپ نے ”تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر“ رکھا جو ۱۳۷۷ھ ۱۹۰۷ء میں چوتھی بار مصر سے چھپی یہ علامہ امام عارف شیخ عبدالقادر بن محی الدین الصدیقی الاربلی الصوفی فی المحدث والمفسر والمتکلم رہے زمانہ کے عظیم

اور قرآن مجید بھی اسی پر شاہد ہے۔ وہوہذا ایکم یاتینی بعرشھا قبل ان یاتونی مسلمین قال عفریت من الجن انا اتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک وانی علیہ

لقوی امین قال الذی عندہ علم من الکتاب انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک فلما راہ مستقرا" عندہ قال ھذا من فضل ربی مطلب اس کا یہ ہے کہ حضرت سلیمان عیہ السلام نے کہا کہ کوئی تم سے ایسا بھی ہے کہ قبل اس کے کہ یہ لوگ مطیع ہو کر ہمارے حضور میں حاضر ہوں ملکہ کے تخت کو ہمارے پاس لاکر حاضر کرے۔ اس پر جنات کی قسم میں سے ایک دیو بول اٹھا آپ کے دربار برخاست کرنے سے پہلے پہلے میں تخت کو حضور میں لاکر حاضر کروں گا اور میں اس امر کی طاقت رکھتا ہوں اور امانت دار بھی ہوں۔ اور ایک شخص جس کو علم کتابی حاصل تھا بول اٹھا کہ آپ کی آنکھ جھپکنے سے پیشتر تخت کو لاکر حضور کی خدمت میں حاضر کرتا ہوں۔ تو جب حضرت سلیمان علیہ السلام علیہ السلام نے تخت کو اپنے پاس اس وقت موجود پایا۔ تو بول اٹھے کہ یہ بھی میرے پروردگار کا احسان ہے۔ اور علاوہ اس کے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا معراج شریف جسمی عرش معلی پر ہونا۔ اور حضرت امیر المومنین کا ساریہ کے ساتھ ہم کلام چھ ماہ کے فاصلہ پر خطبہ جمعہ مدینہ منورہ میں ہونا۔ اور حوران جنت کا بول چال زمین وہاں عورتوں کا سننا اور ان پر طعن کرنا۔ پس ان تمام دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ انسان کامل کو اللہ

تعالیٰ نے یہ طاقت طے الارض اےوغیرہ کی عطا کر دی ہوئی ہے۔ پس اس سے انکار کرنا آپ جیسوں کا ہی کام ہے۔ فقط

اعتراض ۱۲: حنفیہ کے نزدیک مالک کو غلام سے سود لیناجائز ہے اور ایسا ہی دارالحرب میں حنفیہ کے نزدیک کفاروں سے سود لینا جائز ہے۔(ہدایہ جلد ۲)

جواب: اقول باللہ التوفیق۔ شعر

یہ قاعدہ جناب نے سیکھا کہاں سے
کرنی وہ بات جو نہ ہوئی ہو جہاں میں

معترضین صاحب! سود در حقیقت وہ ہوتا ہے کہ دینے والے کا مال الگ ہو اور لینے والے کا الگ اور دینے والے کو ضرر پہنچے اور لینے والے کو فائدہ ہو اور اس صورت میں جب غلام مع اپنے مال کے ملک مولیٰ ہے تو اس صورت میں دونوں کے مال الگ الگ نہ ہوئے۔ اور نہ ہی دینے والے کو ضرر ہے اور نا ہی لینے والے کو فائدہ ہے کیونکہ وہ اپنی مملوکہ چیز لے رہا ہے۔ اور دینے والا اس کی چیز کو دے رہا ہے نہ اپنی چیز تاکہ اس کو ضرر ہو۔ ہاں اس میں صورت و شکل تو ربوا کی ہے نہ ربوا حقیقتاً پس جب کہ حقیقتاً ربوا نہیں۔ تو پھر ربوا کس طرح ہوگا کیونکہ مدار حلت و حرمت کا حقیقت پر ہوتا ہے نہ صورت پر۔ ہاں اگر غلام ماذوں مدیون ہو تو اس صورت میں غلام الگ ہوجاتا ہے کیونکہ حق قرض خواہ اس کے ساتھ متعلق ہوجاتا ہے۔ اور مولیٰ کا ح اس سے قطع ہو جاتا ہے۔ تو اس صورت میں مالک اور غلام کے مابین ربوا بھی حرام ہے کیونکہ یہ حقیقتاً ربوا ہے۔ نہ صرف شکل ربوا کی۔ اور دارالحرب میں کفار سے سود لینا جائز ہے کیونکہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے لا ربوا بین المسلم والحربی فی دارالحرب روایت کیا اس کو محکول شامی نے نبی کریم ﷺ سے اور مکحول تابعی ہے پس حدیث مرسل ہوئی۔ اور مکحول ثقہ ہے اور مرسل ثقہ کی مقبول ہے۔

حاشیہ

اے طی الارض اولیاء اللہ کے لئے زمین کا سمٹ جانا۔

اعتراض ۱۴۳: حنفیہ کے نزدیک کتے کو بغل میں دبا کر نماز پڑھنا درست ہے۔ (درمختار)

جواب: اقول باللہ التوفیق۔ شعر

کبھی فروغ نہ پاؤ گے پیش یار چراغ
ایک طرف وہ ماہ ایک طرف ہزار شرار

معترضین صاحب یہ مسئلہ بھی ایک بات پر مبنی ہے جو کہ غایۃ الاوطار میں لکھا ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی شکاری نے نماز میں ایسا فعل کیا تو اس کی نماز درست ہوگی یا نہیں اس کا جواب صاحب درمختار نے یوں تحریر کیا ہے۔ "نہ فاسد ہوگی نماز اس کی یہ اس واسطے ہے کہ ظاہر ناپاک نہیں ہے اور باطن کی نجاست نماز کی مانع نہیں۔

امام شمس الحاوی نے کہا ہے کہ "کتے کا منہ بند کرلینا چاہئے تاکہ کتے کا لعاب مصلے کے بدن پر اور کپڑون کو نہ لگے۔ یہ اس واسطے ہے کہ ظاہر جانور کا پاک ہوتا ہے نجس نہیں ہوتا۔ اور اس کے باطن کی نجاست اس کے معدہ میں قائم ہے تو اس کا حکم ظاہر نہیں ہوتا۔ جیسے باطن مصلی کی نجاست۔" الخ

معترضین صاحب اب فرمائیے کہ اس میں کس حدیث کی مخالفت پائی جاتی ہے۔ حالانکہ بخاری میں لکھا ہے کہ مردار حالت نماز مسجد بیت اللہ میں نبی کریم ﷺ پر ڈال جاتے تھے اور کپڑوں پر خون و غلاظت وغیرہ لگ جاتی تھی۔ تو آپ نماز انہی کپڑوں سے پڑھتے رہتے تھے۔ اور بخاری شریف جلد اول پارہ ۵ باب اذا شرب ا لکلب فی الاناء صفحہ ۴۷ میں لکھا ہے کہ مسجد نبوی میں ہمیشہ کتے آمد و رفت رکھتے تھے تو اصحاب نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے کسی جگہ پانی نہیں چھڑکتے تھے۔ اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

قال کانت الکلاب تقبل و تدبر فی المسجد فی زمان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فلم یکونو ایرشون شیئا من ذلک۔ الخ پس امام بخاری نے اس سے اجتہاد کیا ہے کہ پیشاب کتے کا پاک ہے چنانچہ علامہ عینی نے اس کی شرح میں لکھا ہے احتج بہ البخاری علی طہارۃ بول الکلب یعنی حجت پکڑی بخاری نے اس حدیث سے اوپر پاک ہونے پیشاب کتے کے اور مترجم بخاری نصر الباری کے حاشیہ صفحہ ۳۷ پر لکھا ہے کہ خنزیر و کتے کا جھوٹا پاک ہے۔ اور اس

کے متن میں لکھا ہے کہ وضو بھی درست ہے۔ پس معترضین کو لازم تھا کہ پہلے اپنے گھر کی کتابیں بنی ہوئی دیکھ لیتے پھر اعتراض اس مذہب حقہ پر کرتے۔ اور اب بھی معترضین کو لازم ہے کہ آئندہ کبھی اس مذہب پر اعتراض نہ کریں اور توبہ کریں۔ فقط

(نوٹ)

باقی اعتراضوں کے جوابات سلطان الفقہ جلد دوم و چہارم میں دیئے گئے ہیں اور بوئے غسلین کا جواب جرعہ غسلین میں انشاء اللہ حرف بحرف عنقریب شائع ہوگا۔

سوال: لفظ شیعہ کے کیا معنی ہیں اور شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی شیعہ ہی تھے یہ کیونکر ہے؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: کتب شیعہ میں لکھا ہے کہ شیعہ کے معنی گروہ کے ہیں۔ چنانچہ کتاب اصول کافی صفحہ ۱۵۹ سطر ۲ مطبوعہ نو لکشور کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے۔ عن ابی الحسن علیہ السلام قال ان اللہ عزوجل غضب علی الشیعۃ فخرنی نفسی اوھم تو میتھم واللہ بنفسی۔ الخ یعنی موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ شیعہ پر غضبناک ہوا۔ الخ

کتاب الروضہ صفحہ ۱۴۲ امام کلینی شیعہ نے بایں طور ایک روایت تحریر کی ہے عن محمد ابن علی قال سمعت ابا عبداللہ یقول اختلف بنی العباس من المحترم والنداء من المحترم و خروج القائم من المحترم وقلت وکیف النداء قال ینادی مناد من السماء اول النہار الا ان علیا علیہ السلام و شیعتہ ھم الفائزون وقال ینادی مناد اخر النہار الا ان عثمان و شیعتہ ھم الفائزون۔ الخ

مولوی محمد مخدوم صاحب نے اس کا ترجمہ بایں طور لکھا ہے کہ محمد بن علی کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ بنو عباس میں اختلاف پڑنا یقینی ہے اور آسمان سے آواز آنا بھی یقینی ہے اور امام مہدی کا آنا بھی یقینی ہے۔ میں نے پوچھا آسمان سے ندا کس طرح آتی ہے؟ فرمایا انہوں نے دن روشن سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ خبردار علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کا گروہ مراد پانے

والے ہیں۔ اور شام کے وقت ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ خبردار عثمان اور اس کا گروہ مراد پانے والے ہیں۔

پس ان ہر دو روایت کتب شیعہ سے معنی لفظ شیعہ و فضائل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اظہر من الشمس معلوم ہو گے۔ اور علاوہ اس کے قرآن مجید میں جہاں کہیں لفظ شیعہ کا وارد ہوا ہے اس کے معنی مشرک و کافر و فاسق و فاجر و شریر وغیرہ ہیں۔ جیسا کہ ان آیات میں سے ظاہر ہوتا ہے۔

آیت نمبرا: ان فرعون علا فی الارض و جعل اهلها شیعًا (سورۂ قصص) یعنی فرعون نے فخر کیا زمین میں اور بنایا اس کے رہنے والوں کو شیعہ بمعنی گروہ گروہ۔

آیت نمبر۲: ان الذین فرقوا دینهم وکانوا شیعًا لست منهم فی شئی۔ (سورۂ انعام) یعنی جن لوگوں نے ٹکڑے کیا دین اپنے کو اور ہوگئے شیعہ تجھ کو ان سے سروکار نہیں۔ مراد اس سے یہودی، نصرانی و کفار ہیں۔ (تفسیر عمدۃ البیان جلد اول صفحہ ۳۷۹)

آیت نمبر۳: ولقد ارسلنا من قبلک فی شیع الاولین وما یاتیهم من رسول الا کانوا به یستهزؤن (سورۂ محمد) یعنی بے شک بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے پیغمبر بیچ شیعوں کے اور نہیں آیا پاس ان کے کوئی رسول مگر تھے ساتھ اس کے ٹھٹھا کرتے۔

آیت نمبر۴: کما فعل باشیاعهم من قبل انهم کانوا فی شک مریب (س ۲۰) جیسی کیا گیا ساتھ شیعوں کے ان کے پہلے سے بے شک تھے وہ بیچ شک کے اضطراب ڈالنے والے۔ مراد اس سے کافر ہیں۔ دیکھو تفسیر عمدۃ البیان شیعہ جلد سوم صفحہ ۹۳۔

آیت نمبر۵: ولقد اهلکنا اشیاعکم فهل من مدکر (سورۂ قمر) یعنی تحقیق ہم نے ہلاک کیا شیعوں تمہارے کو پس کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا۔ الخ۔ اس سے مراد پہلے کافر ہیں۔ (عمدۃ البیان جلد سوم)

آیت نمبر۶: هذا من شیعته وهذا من عدوه (سورۂ قصص)

آیت نمبر۷: قل هو القادر علی ان یبعث علیکم عذابًا من فوقکم او من تحت ارجلکم او یلبسکم شیعًا ویذیق بعضکم باس بعض(سورۂ انعام) یعنی اللہ قادر ہے اوپر اس کے کہ پہنچے تم پر عذاب اوپر تمہارے سے یا نیچے پاؤں سے یا ملا دیوے تم کو شیعہ یا چکھا دے تم کو خوف بعض کا۔ الخ۔ یہاں مراد شریر و فتنہ باز لوگ۔ (تفسیر عمدۃ البیان جلد اول صفحہ ۳۵۳)

آیت نمبر۸: ولا تکونوا من المشرک من الذین فرقوا دینهم وکانو شعیًا (سورۂ روم) مت ہو تم مشرکین سے جنھوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا دین اپنے کو اور ہوگئے شیعہ۔ الخ یہاں مراد کفار و بت پرست ہیں۔

آیت نمبر۹: فوربک لنحشرنهم والشیاطین ثم لنحضرنهم حول جهنم جثیا ثم لننزعن من کل شیعۃ ایهم اشد علی الرحمن عتیًا یعنی قسم ہے رب تیرے کی البتہ اکٹھا کریں گے ہم ان کو ساتھ شیطانوں کے۔ پھر البتہ حاضر کریں گے ان کو دوزخ کے گرد زانوں کے بل گرے ہوئے پھر ضرور کھینچ آئیں گے (دوزخ میں) ہر ایک شیعہ سے جو ان میں سے بہت سخت ہے اوپر خدا تعالیٰ کی سرکشی میں۔ صاحب (تفسیر عمدۃ البیان شیعہ نے جلد صفحہ ۳۲۶ میں خلاصہ اس کا یوں لکھا ہے) جو شیعوں میں سے زیادہ سرکش ہو گا اس کو پہلے دوزخ میں ڈالیں گے۔ اور ان کے بعد دوسرے سرکشوں کو پے در پے۔ (نقل از شرح انواع وغیرہ کتب معتبرہ)

سوال دوم کا جواب: مولان محمد مخدوم صاحب نے یوں لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی وہ قوم جو کافر، مشرک اور بت پرست تھی اور نوح علیہ السلام کے برخلاف چلی آتی تھی۔ اسی قوم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ آزر بت پرست بھی تھا۔ پس ابراہیم علیہ السلام اسی قوم کے اسی خاندان میں پیدا ہوئے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے وان من شیعته لا براهیم تحقیق ابراہیم بھی (پیدانو) اسی کے شیعہ سے ہوئے تھے۔ لیکن خدا نے ان کی رہنمائی کی اذجاء بقلب سلیم جب اللہ تعالیٰ کے پاس سلیم قلب کے ساتھ حاضر ہوئے۔

قوله تعالیٰ اذقال لابیه وقومه اننی براء مما تعبلون یعنی یاد کرو جب کہا ابراہیم نے

اپنے باپ کو اور اپنی قوم کو بے شک میں بیزار ہوں اس چیز سے جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ ناظرین قرآن مجید میں جہاں تک ہے مذہب حنفی ہی حق پر نظر آتا ہے اور اس کی اتباع کا ہر ایک فرد کو حکم ملتا ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے قل صدق اللہ فاتبعوا ملتہ ابراھیم حنیفا وما کان من المشرکین یعنی کہہ اے رسول اللہ ﷺ تعالیٰ نے سچ کہا پس تابعداری کرو تم مذہب حنفیہ ابراہیم کی اور نہ تھا وہ مشرکوں سے تھتلوا قل بلا ملتہ ابراہیم حنیفًا۔ اتبع ملۃ ابراھیم حنیفًا

تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بایں طور لکھا ہے ماکان ابراہیم یھودیا ای لا علی دین الیھود ولا علی دین النصاری ولکن کان حنیفا مسلماوما کان من المشرکین علی دینھم یعنی نہ تھا ابراہیم اوپر مذہب یہودی کے اور نہ اوپر مذہب نصاری کے بلکہ تھا اوپر مذہب حنفیہ کے اور نہ اوپر مذہب مشرکین کے اور تفسیر آیت نور کے تحت میں یوں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمایا ہے۔

نور علی نور کان نور محمد علیہ السلام من ابراھیم حنیفًا مسلمًا زیتونتہ دین حنیفتہ لا شرقیہ ولا غربیہ لم یکن ابراھیم یھودیا ولا نصرانیًا کان زیتونتہ لا شرقیتہ ولا غربیتہ کذلک دین المؤمنین حنیفی لا یھودی ولا نصرانی۔ الخ

پس ان تمام دلائل قاطعہ سے ثابت ہوا کہ مذہب یہی حنفی ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی حنفی اور ہمارے سردار آقا نامدار سید لاکونین بھی حنفی اور تمام مسلمانوں کا مذہب بھی حنفی اور حنیف کے معنی راہ مستقیم اور صاحب کشاف نے لکھا ہے الحنیف المائل عن کل دین باطل الی دین الحق والحنف المیل فی القدمین یعنی دین حنیف مائل ہے سب دین باطل سے' طرف دین حق کے۔ میرے پیارے ناظرین اب ان دلائل قاطعہ سے خود انصاف کرلیں کہ کونسا مذہب حق ہے اور کس مذہب کی تائید قرآن مجید کرتا ہے' سچ ہے۔

پڑھ   کلمہ   لوگ   ہسائیدا

دل اندر سچ نہ لائیدا

کوئی بات سچی لگدی ہے

اک نقطہ میں گل مکدی ہے

سوال : چکڑالوی لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں پانچ نمازوں کا کہیں ذکر نہیں صرف تین نمازیں ہیں کیا یہ ان کا کہنا حق ہے؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب : بے شک نمازیں پانچ ہیں اسپر قرآن مجید شاہد ہے۔ لقولہ تعالیٰ فسبحان اللہ حنین تمسون و حین تصبحون ولہ الحمد فی السموت والارض و عشیًا وعین تظہرون یعنی پس جس وقت تم لوگوں کوشام و عشا ہو اور جس وقت تم کو صبح ہو اللہ کی تسبیح و تقدیس کرو آسمان و زمین میں، وہی اللہ تعریف کے قابل ہے اور وقت عصر کے اور جب تم لوگوں کو ظہر ہو۔ الخ

تفسیر جلالین پارہ ۲۱ سورۂ روم میں اس کی تفسیریوں تحریر کی ہے۔ فسبحن اللہ ای سبحو اللہ یعنی صلوا حین تمسون ای تدخلون فی المساء وفیہ صلو تان المغرب و العشاء وحین تصبحون تدخلون فی الصباح و فیہ صلوۃ ومعناہ یحملہ اہلہما وعشیًا عطف علٰی حین وفیہ صلوۃ العصر وحین تظہرون تدخلون فی الظہیرۃ وفیہ صلوۃ الظہر الخ

آیت دوم پانچ نمازوں کی فرضیت پر شاہد ہے حافظو اعلی الصلوات والصلوۃ الوسطی (پارہ دوم) یعنی محافظت کرو نمازوں کی اور بیچ والی نماز کی۔ پس یہ آیت پانچ نمازوں کے ہونے پر قطعی دلیل ہے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کاایسا مجموعہ فرض کیا ہے کہ جس کے ساتھ نماز درمیانہ ہو کم سے کم جمع سالم جس کے ساتھ درمیانہ ہو چار میں نہ کہ تین میں سو ان نمازوں کی محافظت کا حکم ہے کہ جس کے ساتھ درمیانہ بھی ہو اور اجماع بھی اسی بات پر شاہد ہے اور پانچ نمازوں سے انکار کرنا صریح کفر ہے۔ اور علاوہ اس کے یہ آیت بھی پانچ نمازوں کی فرضیت پر دال ہے۔

فاصبر علی مایقولون وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل

غروبہا ومن اناء الیل فسبح و اطراف النہار لعلک ترضی (سورۃ طہ) اور اس ترجمہ صاحب تفسیر حسینی نے اس طرح لکھا ہے۔ پھر صبر کرو اے محمد ﷺ اس بات پر جو کہتے ہیں مشرک لوگ تمہارے حق میں (یعنی آپ کی تکذیب اور طعن کرنا) اور نماز ادا کرو فرض کی ہوئی اپنے رب کی حمد سے (یعنی فجر کی نماز پڑھو کہ اس وقت حمد کرو خدا کی توفیق اور ہدایت پر قبل آفتاب نکلنے کے اور قبل آفتاب ڈوبنے کے۔) یعنی عصر کی نماز اور رات کی بعض ساعتوں میں پھر نماز پڑھو یعنی مغرب اور عشاء اور دن کے کناروں میں یعنی ظہر کی نماز اس واسطے کہ اس کا وقت زوال کے قریب ہے اور پہلے اور پہلے آدھے دن کا پچھلا کنارہ اور پچھلے آدھے دن کا پہلا کنارہ ہے اور لفظ اطراف کا جمع ہونا اس واسطے ہے کہ دوسرے وقت کے شبے سے امن ہو جائے یا دو نصفوں کے اعتبار سے تو اس وقت نماز ادا کرتا کہ خوش ہو۔ الخ

تفسیر جلالین میں بایں طور لکھا ہے (سبح) صل (بحمد ربک) حال ای ملتسابہ (قبل طلوع الشمس) صلوۃ الصبح (و قبل غروبہا) صلوۃ العصر (ومن آناء الیل) ساعاتہ (فسبح) وصل المغرب العشاء (واطراف النہار) عطف علی محل من اناء المنصوب ای صلی الظہر لان وقتہا یدخل بزوال الشمس فہو طرف النصف الاول وطرف النصف الثانی (لعلک ترضٰی) بما نعطی من الثواب فقط واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم [۱]

حاشیہ

[۱] اس میں "قبل طلوع الشمس" سے صبح کی نماز مراد ہے اور "قبل غروبہا" سے عصر کی۔ پھر "فسبح" سے مغرب اور عشاء کی اور "اطراف النہار" سے ظہر کی نماز مراد ہے۔ لہٰذا اس میں پانچوں نمازوں کا ثبوت مل گیا۔ قادری

جلد نہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ قرآن مجید میں کس قدر آیات بینات ہیں اور ان میں کیا کیا حکم ہے؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: قرآن مجید کی تمام آیتیں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ ہیں۔ جن میں سے ایک ہزار خوشخبری کی اور ایک ہزار عذاب کے وعدے کی اور ایک ہزار حکم کی اور ایک ہزار ممانعت کی اور ایک ہزار قصوں کی اور ایک ہزار خبر کی اور ایک ہزار حلال و حرام کی اور ایک سو دعا کی اور تسبیح کی۔ اور چھیاسٹھ ناسخ و منسوخ ہیں۔ چنانچہ کتاب بحرالاسرار صفحہ ۲۵۳ میں بایں طور مسطور ہے۔ تلاوتہ اہ جمیع آیات الف القران ستته الاف وستته مائته وست وستون ایته الفا وعید والف امر والف نهی والف قصص والف و خمس ماۃ حلال و حرام وماۃ دعا و تسبیح وست وستون ناسخ و منسوخ۔ الخ اللہ اعلم بالصواب

سوال: قرآن مجید میں کون کون سے محل میں آیتیں ناسخ و منسوخ ہیں۔ مہربانی کر کے مفصل بیان کریں۔ اجر ملے گا۔

جواب: قرآن مجید کی مختلف مواقع میں آیتیں ناسخ و منسوخ ہیں چنانچہ بطور اختصار ذیل میں نمبروار درج ہیں۔

آیت نمبر۱: فاینما تولوا فثّم وجه اللّٰه [۱] اور اس کے ناسخ فول وجهک شطر المسجد الحرام وحیث ماکنتم فولو اوجوهکم شطره [۲]۔

آیت نمبر۲: یایها الذین امنو کتب علیم القصاص فی القتل الحر بالحر

حاشیہ

۱۔ سورۂ بقرہ آیت ۱۱۵ ۲۔ البقرہ ۱۴۴

والعبد بالعبد والانثی بالانثی ۱۔ اور اس کی ناسخ یہ آیت ہے وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس (سورہ مائدہ) ۲۔

آیت نمبر ۳: اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرن الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف ۳۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ والدین و اقربا کے لئے وصیت فرض ہے اور آیت میراث سے اس کی فرضیت جاتی رہی۔

آیت نمبر ۴: والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجًا وصیۃً لازواجھم متاعًا الی الحول غیر اخراج ۴۔ الخ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جن عورتوں کے خاوند فوت ہو جائیں ان کی منکوحات کے لئے وصیت اور عدت ان کی ایک برس واجب ہوگی اور اس کی ناسخ یہ آیت ہے والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجًا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشر ۵۔ الخ پس اس آیت سے چار ماہ دس دن عدت ثابت ہوتی ہے ان عورتوں کی جن کے خاوند مرجائیں۔ بدوں حاملہ عورتوں کے کیونکہ ان کی عدت وضع حمل ہے۔

آیت نمبر ۵: ولا یاب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ فلیکتب وقولہ ولا یاب الشھداء اذا مادعوا ۶۔ پس ان ہر دو آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ بیع سلم و دین وغیرہ میں لکھنا اور گواہی کو ظاہر کرنا لازم ہے حالانکہ اس کے نسخ پر یہ آیت شاہد ہے ولا یضار کاتب ولا شھید ۷۔

آیت نمبر ۶: وان تبدوا مافی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ الخ ۸۔ اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو دلوں میں خطرات ظاہر ہوتے ہیں ان کا بھی انسان سے حساب لیا جائے گا اور تکلیف مالا یطاق کے دفعیہ کے لئے یہ حکم اس کے نسخ پر فرمادیا لا یکلف اللہ نفسًا الا وسعھا ۹۔

آیت نمبر ۷: یایھا الذین امنو اتقوا اللہ حق تقاتہ ۱۰۔ اس آیت سے تقویٰ یعنی پرہیز

حاشیہ

۱۔ البقرہ ۱۷۸ ۲۔ المائدہ ۳۲ ۳۔ البقرہ ۱۸۰ ۴۔ البقرہ ۲۴۰ ۵۔ البقرہ ۲۳۴ ۶۔ البقرہ ۲۸۲
۷۔ البقرہ ۲۸۲ ۸۔ البقرہ ۲۸۴ ۹۔ البقرہ ۲۸۲ ۱۰۔ آل عمران ۱۰۲

گاری کرنی واجب معلوم ہوتی ہے حالانکہ ہر انسان کی طاقت سے باہر ہے اس لئے اس آیت کے نسخ پر یہ آیت شاہد ہوئی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ موافق طاقت کے پرہیز گاری کرنی چاہئے فاتقوا اللہ ما استطعتم [۱]۔

آیت نمبر۸: واذا حضر القسمۃ اولوا القربی والیتامی والمساکین فارزقوھم منہ [۲]۔ الخ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ مساکین وغیرہ کو بھی ترکہ سے کچھ دینا واجب ہے حالانکہ آیت میراث سے اس کا منسوخ ہونا ثابت ہے۔

آیت نمبر۹: واللاتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم فاستشھیدوا علیھن اربعۃ منکم فامسکوھن فی البیوت حتی یتوفھن الموت الخ [۳]۔ اگر عورتیں تمہاری زنا کاری کریں اور ان کا زنا ثابت ہو جائے تو ان کو مرنے تک گھروں میں قید رکھو لہٰذا اس کے نسخ پر یہ آیت دلالت کرتی ہے الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما ماءۃ جلدۃ۔ الخ [۴]۔

آیت نمبر۱۰: فما استمعتعتم بہ منھن فاتوھن اجورھن فریضۃ الخ [۵]۔ اس آیت سے متعہ کرنا ثابت ہوتا ہے اور کہا بعض نے استمتعتم کے معنی نکحتم ومن اجورھن مھورھن ہے اور اصل بات یہ ہے کہ ابتدا اسلام میں متعہ مشروع تھا۔ پھر اس آیت سے منسوخ ہوگیا۔ والذین عقدت ایمانکم فاتوھم نصیبھم الخ [۶]۔

آیت نمبر۱۱: قم اللیل الا قلیلا [۷]۔ اس آیت سے اکثر قیام اللیل اور قراءۃ قرآن کا کرنا فرض ثابت ہوتا ہے اور اس آیت کے نسخ پر یہ آیت دلالت کرتی ہے فاقرءوا ماتیسر من القران [۸]۔

آیت نمبر۱۲: وما علیک الاالبلاغ [۹]۔

حاشیہ

۱۔ التغابن ۱۶ ۲۔ النساء ۸ ۳۔ النساء ۱۵ ۴۔ النور ۲ ۵۔ النساء ۲۴ ۶۔ النساء ۳۳ ۷۔ سورۃ المزمل ۸۔ المزمل ۲۰ ۹۔ المائدہ ۹۹

آیت نمبر ۱۳: لکم دینکم ولی دین ا۔

آیت نمبر ۱۴: ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین اور اسی طرح کی ایک سو چوبیس آیتیں منسوخ آیات جنگ و جدال سے ہوچکی ہیں جن کی تنسیخ پر یہ آیتیں دلالت کرتی ہیں فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم ۲۔ قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الاخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتو الکتاب حتی یعطوا الجزیتہ ید وھم صاغرون ۳۔ الخ پس اگر کسی صاحب کو مفصل حال دیکھا منظور ہو تو تفسیر احمدی واتقان میں ملاحظہ کرے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: آیات بینات کیوں منسوخ ہو جاتی ہیں اور منسوخ سے کیا مراد ہے آیات کی تلاوت منسوخ ہو جاتی تھی یا کہ احکام ان کے اور ان کے ناسخ ہونے پر کیا دلیل ہے؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: اللہ تعالیٰ جل شانہ اس کی اصل حقیقت خوب جانتا ہے۔ لیکن فقیر کو اس کی حکمت یہ سوجھی ہے کہ اس امر میں مصلحت مخلوقات واقتضائے وقت ہوتا تھا یعنی جب اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور نے دیکھا کہ یہ لوگ موجودہ زمانہ کے یہ بوجھ اور تکالیف اس قدر برداشت نہ کر سکیں گے تو ان پر اللہ تعالیٰ نے رحم فرما کر حکم اول کو منسوخ و تبدیل کر دیا اور سہل اور آسان حکم اس کے عوض میں فرما دیا۔ چنانچہ سورۂ نحل میں بایں طور مذکور ہے۔ واذا بدلنا ایتہ مکان ایتہ واللہ اعلم بما ینزل قالوا انما انت مفتر بل اکثرھم لا یعلمون ۴۔ یعنی جب بدل ڈالتے ہیں ہم ایک آیت کو جگہ ایک آیت کی اور اللہ خوب جانتا ہے اس چیز کو کہ اتارتا ہے۔ کہتے ہیں سوا اس کے نہیں کہ تو باندھ لینے والا ہے بلکہ اکثر ان کے نہیں جانتے دوسری آیت میں ہے۔ وما ننسخ من ایتہ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا الم تعلم ان اللہ علی کل شئی قدیر ۵۔ یعنی جو موقوف کرتے ہیں ہم آیتوں سے یا بھلا دیتے ہیں ہم ان کو، لاتے ہیں بہتر ان سے یا مانند ان کے۔ کیا نہ جانا تو نے یہ کہ اللہ اوپر ہر چیز

حاشیہ

ا۔ سورۃ الکافرون ۲۔ التوبہ ۵ ۳۔ التوبہ ۲۹ ۴۔ النحل ۱۰۱ ۵۔ البقرہ ۱۰۶

کے قادر ہے الخ

پس ان دلائل قاطعہ سے ثابت ہوا کہ ناسخ منسوخ آیتیں قرآن مجید ہیں۔ اور ان سے انکار کرنا محض جہالت و اجماع مسلمین کے بر خلاف ہونا ہے چنانچہ تفسیر احمدی صفحہ ۱۴ و تفسیر خازن میں مذکور ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال: آیات کے کتنے اقسام ہیں۔ اور ان سے کیا کیا حکم ظاہر ہوتے ہیں؟ قرآن و حدیث سے جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: قرآن مجید کی آیتیں صرف دو قسم پر ہیں۔ "محکمات، متشابہات" محکمات وہ آیتیں ہیں جن کے سوا تاویل کرنے کے ایک ہی قسم کے معنی اور احکام صادر ہوتے ہوں جیسا کہ نماز و روزہ و حج و زکوۃ و حلال و حرام وغیرہ احکام۔ جو استعمال کرنے میں وقتاً فوقتاً آتے ہیں۔ چاہے وہ احکام عبارۃً یا اشارۃً یا کنایتہ حاصل ہوں۔ غرضیکہ معنی اور مقصود ایک ہی رہتا ہے اور متشابہات وہ آیتیں ہیں جن کے معنی میں کئی طرح کی تاویلیں کی جاسکتی ہوں۔ جیسا کہ الم کھیعص و عسق والرحمن علی العرش استوی ولتصنع علی عینی وکل شی ھالک الا وجھہ و یبقی وجہ ربک وید اللہ فوق ایدیھم والسموات مطریات بیمینہ وعلی مافرطت فی جنب اللہ ویوم یکشف عن ساق وھو القاھر فوق عبادہ ونحن اقرب الیہ من حبل الورید وفی انفسکم افلا تبصرون واینما تولو افثم فجہ اللہ وھو معکم اینماکنتم ونفخت فیہ من روحی و سنفرغ لکم ایھا الثقلان واللہ نورالسموت والارض وجوہ یومیذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ وجاء ربک ویاتی ربک وعند ربک واللہ بکل شئی محیط

اور ایسا ہی رحمت وغضب و حیا و مکرو استہزاء کی آیتیں جو قرآن مجید میں اکثر جگہ واقع ہیں یہ سب کی سب متشابہات کہلاتی ہیں اور ان کے معنی اور مراد اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول علیہ الصلواۃ والسلام ہی خوب جانتا ہے۔ ہمارے لئے صرف ان کے ساتھ ایمان لانا ہی کافی ہے۔ (نقل از تفسیر احمدی صفحہ ۱۹۴)

اور علاوہ اس کے سورہ آل عمران میں آیت اس پر شاہد ہے هو الذی انزل علیک الکتاب منه ایات محکمت هن ام الکتاب و اخر متشابهات فاما الذین فی قلوبهم زیغ فیتبعون ماتشا به منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاویله وما یعلم تاویله الا الله والرسخون فی العلم یقولون امنا به کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوالالباب یعنی وہی ہے جس نے اتاری اوپر تیرے کتاب بعض اس کی آیتیں محکم ہیں یعنی ظاہر معنوں کی وہ اصل ہیں کتاب کی۔ اور ہیں متشابہ یعنی ان کے کئی کئی معنی ہیں۔ پس وہ لوگ جو بیچ دل ان کے کجی ہے پس وہ پیروی کرتے ہیں اس چیز کی جو شبہ ڈالتی ہے اس میں سے واسطے چاہنے گمراہی کے اور واسطے چاہنے حقیقت اس کی کے۔ اور نہیں جانتا حقیقت اس کی مگر اللہ۔ اور مضبوط لوگ بیچ علم کے کہتے ہیں۔ ایمان لائے ہم ساتھ اس کے ہر ایک نزدیک رب ہمارے کے سے ہے اور نصیحت نہیں پکڑتے مگر صاحب عقل کے۔ الخ

پس اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ آیتیں دو قسم پر ہیں۔ محکم و متشابہ اور جس کے دل میں کجی ہوتی ہے وہ آیات متشابہ کی اتباع کرتا ہے اور مومنین خالص اہل علم راسخ نیک اعتقاد صرف ان کے ساتھ ایمان لانے کو ہی کافی سمجھتے ہیں اور کتاب مشکوۃ باب الاعتصام فصل ثانی میں بایں مضمون حدیث مسطور ہے عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم نزل القران علی خمسة اوجه حلال و حرام و محکم و متشابه و امثال فاحلوا الحلال و حرموا الحرام واعملوا بالحکم و امنوا بالمتشابه واعتبروا بالامثال اور ایک حدیث میں یوں وارد ہے فاعملو بالحلال واجتنبو الحرام واتبعوا المحکم۔ الخ ترجمہ۔ یعنی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نازل حرام اور محکم اور متشابہ اور امثال پس حلال جانور حلال کو اور ہوا قرآن اوپر پانچ طرح کے حلال اور حرام جانو حرام کو۔ اور عمل کرو ساتھ محکم کے اور ایمان لاؤ ساتھ متشابہ کے اور عبرت پکڑو ساتھ مثالوں کے۔ الخ۔ پس طالب مولے کو لازم ہے کہ متشابہ آیتوں کی پیروی چھوڑدے اور مرزائیوں اور وہابیوں کی طرح تاویلیں کرکے اپنے آپ کو جہنم میں نہ ڈالے۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال: حدیث شریف کے معنی اور تعریف اور اقسام اور ان کی پہچان نزدیک علمائے محدثین کے کیا ہے؟

جواب دو اجر ملے گا

جواب نزدیک اصطلاح جمہور محدثین کے حدیث اس کو کہتے ہیں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا ہو یا خود کیا ہو۔ یا جو قول یا فعل کسی کا حضرت کے سامنے ہوا۔ اور آپ نے اس سے منع نہ کیا ہو۔ اس کو تقریر اور رضائی بھی کہتے ہیں۔ اور جو صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زبان سے ارشاد فرمایا یا خود کیا ہو یا کسی نے قول یا فعل سامنے کیا ہو۔ اور صحابی نے منع نہ کیا ہو یا تابعی نے اپنی زبان سے فرمایا یا خود کیا یا کسی نے قول یا فعل سامنے کیا اور تابعی نے اسے منع نہ کیا ہو پس جو حدیث صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے اس کو حدیث مرفوع کہتے ہیں۔ جیسا کہ کہیں کہ کہی یہ حدیث یا کیا یہ کام۔ یا تقریر کی آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یا کہیں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث مرفوعا آتی ہے یا کہیں رفع کیا اس کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور جو حدیث صحابی تک پہنچے اس کو حدیث مرفوع کہتے ہیں جیسا کہ کہیں کہ کہی بات عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یا فعل کیا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یا تقریر ظاہر کی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یا کہیں یہ حدیث عبداللہ بن مسعود پر موقوف ہے اور جو حدیث تابعی تک پہنچے۔ اس کو حدیث مقطوع کہتے ہیں۔ جیسا کہ کہیں کہ یہ بات حضرت امام اعظم ابی حنیفہ کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہی۔ یا کوئی کام کیا امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے۔ یا کسی نے روبرو آپ کے کوئی قول فعل کیا اور امام نے اس پر انکار نہ کیا اور صحابی اس کو کہتے ہیں جس نے حالت اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک لحظہ بھر دیکھا ہو۔ خواہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کو سنا ہو یا نہیں۔ سب علمائے دین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اتفاق اس پر ہے کہ کل اصحابہ ثقۃ عدول یعنی ہر ایک صحابی ثقہ اور عادل ہے۔ کوئی ضعیف نہیں۔ ان کی روایات سب معتبر اور واجب القبول ہیں۔ ان میں کسی طرح کا طعن نہیں۔ تابعی اس کو کہتے ہیں جس نے حالت اسلام میں کسی ایک صحابہ کو ایک لحظہ بھر دیکھا ہو۔ خواہ اس سے حدیث سنی ہو یا نہیں۔ جیسے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس لئے کہ ان کا تابعی ہونا تمام علمائے دین کے نزدیک بالاتفاق ثابت ہے۔ کسی ایک نے بھی اس بارے میں انکار نہیں کیا۔ اگر کسی غیر مقلد متعصب نے بفرض محال انکار بھی کیا ہو تو اس کا قول مردود اور واجب الرد ہے۔ امام صاحب کا انس بن مالک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھنا اور ان سے احادیث کو سننا بالاتفاق ثابت ہے

بعضوں نے فرمایا کہ امام صاحب نے بیس اصحاب کرام اور ایک صحابیہ کو دیکھا۔ اور ان سے روایت کی۔ اور بعض نے فرمایا کہ چھ اصحاب کرام اور ایک صحابیہ کو دیکھا اور ان سے روایات کی اور بعض نے فرمایا پانچ اصحاب اور ایک صحابیہ کو امام صاحب نے دیکھا اور ان سے روایت کی اور ان کل روایتوں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی سے مرقوم ہیں۔ ان کو امام صاحب کا دیکھنا اور روایت کرنا تمام کے پاس ثابت ہے۔ الحاصل تابعی کے قول اور فعل و تقریر کو بھی حدیث کہتے ہیں۔ مگر مقطوع۔ بعض علمائے دین مرفوع اور موقوف کو بھی حدیث کہتے ہیں اور مقطوع کو حدیث نہیں کہتے بلکہ اثر کہتے ہیں۔ یہ قول بعض کا جمہور کے خلاف ہے۔ اس لئے معتبر نہین۔ اور کبھی اثر کا اطلاق مرفوع پر بھی ہوتا ہے۔ جیسا ادعیہ ماثورہ کا کہنا ان دعاؤں کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوئی ہوں۔ یونہی امام طحاوی حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب حدیث کا شرح معانی الاثار نام رکھا۔ حالانکہ اس میں مرفوع اور موقوف حدیثیں ہیں۔ خبر اور حدیث کے معنی نزدیک جمہور محدثین کے ایک ہی ہیں۔ بعض نے کہا کہ لفظ حدیث کا مخصوص ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل اور تقریر کو یا صحابی کے قول اور فعل اور تقریر کو۔ اور تابعی کے قول اور فعل اور تقریر کو اور لفظ خبر کوائف سلاطین اور حالات ماضیہ کو کہتے ہیں۔ اس لئے حافظ احادیث کو محدث کہتے ہیں۔ اور تاریخ دان کو اخباری حدیث مرفوع کے دو قسم ہیں صریحی اور حکمی۔ مرفوع صریحی کی مثالیں گزر چکی ہیں۔ مرفوع حکمی وہ ہے کہ خبر دینا صحابی کا ایسے امور کا جو قبیل اجتہاد سے نہ ہو۔ جیسا کہ انبیاء کے حالات اور قیامت کے احوال بیان کرنا۔ یا ثواب مخصوصہ یا عذاب کسی فعل پر بتلانا گو کہ ظاہر میں یہ صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت ان باتوں کی نہ کرے مگر یہ کہا جائے گا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہی کہی ہے۔ یعنی فعل صحابی کو جو قبیلہ اجتہاد سے نہیں مرفوع حکمی ہے یا صحابی کا کہنا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یونہی کرتے تھے۔ یہ بھی مرفوع حکمی ہے یا صحابی نے کہا من السنۃ کذا یعنی یہ سنت ہے یہ بھی مرفوع حکمی ہے۔ مگر بعض نے کہا یہ لفظ مرفوع حکمی نہیں۔ اس لئے کہ سنت کا اطلاق جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل و تقریر پر کیا جاتا ہے یونہی خلفاء الراشدین اور صحابہ کے قول و فعل و تقریر پر بھی کیا جاتا ہے یونہی خلفاء الراشدین اور صحابہ کے قول و فعل و تقریر پر بھی کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے سنتی و سنۃ خلفا الراشدین اورسند

واسناد و طریق حدیث راویان حدیث کو کہتے ہیں۔ اور متن الفاظ حدیث کو۔ پس اگر کوئی راوی حدیث کا درمیان سے ساقط نہ ہووے اس کو حدیث متصل کہتے ہیں۔ اور اگر ایک راوی رہ جائے تو اس کو حدیث منقطع کہتے ہیں۔ اور اگر ایک راوی سے زیادہ رہ جائیں اس کو حدیث معضل کہتے ہیں۔ اور اگر سر سے راوی رہ جائے خواہ ایک یا کئی یا کل اس کو حدیث معلق کہتے ہیں۔ جیسا کہ عادت مصنفین کی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چنانچہ صاحب ہدایہ و صاحب برزخ وغیرہ کہ دیتے ہیں۔ اور محدثین نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر محدث ثقہ ہو تو اس کے تعلیق معتبر ہوا کرتی ہے۔ اور بخاری میں بہت حدیثیں معلق ہیں جن کو حکم اتصال کا دیا گیا ہے اور ایسا ہی کتاب ہدایہ و برزخ کی حدیثیں معلق۔ معتبر اور واجب العمل کا حکم رکھتی ہیں۔ اور آخر سند سے بعد تابعی کے راوی مذکور نہ ہو اس کو حدیث مرسل کہتے ہیں۔ چنانچہ تابعی کہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس حدیث مرسل امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک مطلقاً مقبول ہے۔ اس لئے کہ جس نے حدیث مرسل بیان کی۔ صرف اپنے کمال وثوق واعتماد پر روایت کیا ہے۔ اگر اس کے نزدیک صحیح نہ ہوتا تو کیوں ارسال کرتا۔ اور کیوں کہتا۔ قال رسو اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک حدیث مرسل مطلقاً مقبول نہیں ہوتی جب تک کہ اس کے ساتھ دوسری حدیث مرسل باسند نہ آئے۔ پس حدیث مرسل کے ہوتے ہوئے امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ اپنا قیاس اس کے خلاف کرتے ہیں۔ اور حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ حدیث مرسل پر عمل کرتے ہیں اور اپنے قیاس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ پس عامل بالحدیث امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ پرلے درجے کے ہوئے۔ اور حدیث باعتبار سند کے تین قسم پر ہیں صحیح، حسن اور ضعیف اور صحیح کا سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے۔ اور حسن متوسط۔ ضعیف ادنیٰ مرتبہ ہے۔ حدیث صحیح وہ ہے کہ محدث نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک ساتھ نقل کرنے راویوں صاحب عدالت کے اور صاحب ضبط کے بیان کی ہو۔ اور وقت پہنچانے حدیث کے راوی حدیث کا مسلمان اور بالغ اور عاقل بھی ہو۔ اور معنی عدالت کے یہ ہیں کہ وہ راوی صاحب تقویٰ ہو اور جھوٹ نہ بولتا ہو۔ اور گناہ کبیرہ نہ کیا ہو۔ اور اگر کیا ہو تو اس سے توبہ کی ہو۔ اور چھوٹے گناہوں پر بھی دوام نہ کرتا ہو۔ سالم ہو سب اسباب فسق کے سے۔ اور ذی مروت ہو یعنی ایسے کام بھی اس سے نہ

ہوتے ہوں کہ لوگوں کی نظروں میں ہلکا ہو۔ جیسے ننگے سربازار میں چلتے جانا۔ یا بازار کے ایک کونے میں بیٹھ کر پیشاب کرنا۔ یا راستے میں چلتے ہوئے کوئی چیز کھانا۔ ان باتوں سے بھی احتراز کرتا ہو۔ اور معنی ضبط کے یہ ہیں ہوشیار ہو کہ یاد رکھے الفاظ حدیث کے ۔ اور نہ غفلت کرے۔ نہ بھولے۔ اور نہ شک کرے وقت سننے کے اور نہ وقت پہنچانے کے۔ اس طرح سے ہر شخص صاحب کتاب آنحضرت ﷺ تک متصف ان صفات سے ہو۔ ایسا شخص جوحدیث نقل کرے اس کو حدیث صحیح کہتے ہیں۔ پس یہ صفتیں اگر پوری اس میں پائی جائیں اس کو صحیح لذاتہ کہتے ہیں اور اگر کچھ قصور اس میں ہو اور کثرت طرق سے وہ نقصان پورہ ہوجائے اس کو صحیح نغیرہ کہتے ہیں۔ اور اگر نقصان پورا نہ ہو اس کو حسن لذاتہ کہتے ہیں۔ اور حدیث ضعیف وہ ہے کہ جو یہ شرائط حدیث صحیح اور حسن میں معتبر ہیں ان میں سے ایک یا زیادہ اس میں مفقود ہو۔ اور راوی اس کا عدالت یاضبط نہ رکھتا ہو۔ اور حدیث میں اگر راوی اس کا ایک ہی کسی طبقہ میں ہو اس کو حدیث غریب کہتے ہیں اور اگر دو ہوں۔ اس کو عزیز کہتے ہیں۔ اور اگر زیادہ دو سے ہوں اس کو مشہور اور مستفیض کہتے ہیں۔ اور اگر کثرت روایت کی اس حد کو پہنچے کہ عقل کے نزدیک جھوٹ بولنا ان کا محال ہو۔ اس کو متواتر کہتے ہیں۔ اور طعن کے معنی یہ ہین کہ اس کا راوی جھوٹا ہو۔ تو اس کو حدیث موضوع کہتے ہیں۔ اور جس پر تہمت جھوٹ کی لگی ہو۔ اس کو متروک کہتے ہیں۔ اور جو غلطی بہت کرتا ہو یا غافل ہو یا وہم بہت کرتا ہو یا سچے لوگوں کے موافق اس کی روایت نہ ہو یا فاسق اور بدعتی یعنی مخالف اعتقاد و اہلسنّت والجماعت کے رکھتا ہو اس کو منکر کہتے ہیں۔ مدلس وہ حدیث ہے جس میں راوی نے اپنے شیخ کو یعنی کسی مصلحت کے لئے اس کا نام نہ لیا ہو۔ حدیث مضطرب وہ ہے جس میں راویوں نے سند یا متن حدیث میں اختلاف کیا ہو۔ حدیث معنن وہ حدیث ہے جو برابر ایک دوسرے سے راویوں نے روایت کی ہو ساتھ لفظ عن کے۔ حدیث شاذ اس کو کہتے ہیں جو حدیث مخالف روایت مستند لوگوں کے ہو۔ حدیث معلول اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں کسی طرح کی علت پوشیدہ ہو جو صحت حدیث میں قدح کرتی ہو اس میں پائی جائے اور حدیث متابع اس کو کہتے ہیں کہ ایک راوی نے ایک حدیث دوسرے راوی کے موافق روایت کی اور اس کو شاہد بھی کہتے ہیں۔ اور حدیث ضعیف فضائل اعمال اور ترغیب اور تربیت میں معتبر ہوا کرتی ہے۔ اور اس سے حکم استحباب کا ثبوت ہوا کرتا ہے چنانچہ فتح القدیر شرح ہدایہ اور ملا علی قاری

موضوعات الکبیر شیخ الاسلام کتاب الاذکار وغیرہ میں ارقام فرمایا ہے۔ اور اگر حدیث ضعیف طریق متعددہ سے وارد ہو تو اس کا حکم حسن لغیرہ کا ہوتا ہے اور لفظ لا یصح سے بھی مراد حسن لغیرہ ہوا کرتا ہے چنانچہ ابن الحجر عسقلانی نے اذکار نودی کے تخریج احادیث میں لکھا ہے من نفی الصحۃ لا ینتفی الحسن یعنی لا یصح کہنے سے حدیث کا حسن ہونا منتفی نہیں ہوتا۔ اور ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں بایں طور تحریر فرمایا ہے قول احمد انه حدیث لا یصح ای لذاته فلا ینفی کونه حسناً لغیره والحسن لغیره یحتج به کما بین فی علم الحدیث یعنی امام احمد کا فرمانا کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ صحیح لذاتہ نہیں۔ تو یہ حسن لغیرہ ہے اور حسن اگرچہ لغیرہ ہو حجت ہوا کرتی ہے جیساکہ علم حدیث میں بیان ہوگیا ہے (نقل از خاتم شرح برزخ صفحہ ۳۵۴ و مقدمہ مشکوۃ وغیرہ) فقط

سوال: حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے کبھی کسی شخص سے مناظرہ کیا ہے یا نہیں اور مناظرہ اور مکابرہ اور مجادلہ کی کیا تعریف ہے؟

جواب: حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے کئی دفعہ مناظرہ کیااور ہر مناظرہ میں غالب رہے۔ چنانچہ کتاب فتح القدیر و حجتہ اللہ البالغہ سے مولانا شبلی نعمانی اپنی کتاب سیرۃ نعمانی صفحہ ۸۱ میں بایں طور بزبان اردو اس کو نقل فرماتے ہیں کہ امام اوزاعی کہ اقلیم شام کے امام اور فقہ میں مذہب مستقل کے بانی تھے۔ مکہ مکرمہ میں امام ابو حنیفہ سے ملے اور کہا کہ عراق والوں سے نہایت تعجب ہے کہ رکوع میں اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے حالانکہ میں نے زہری سے انہوں نے سالم بن عبداللہ سے انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان موقعوں پر رفع یدین کرتے تھے۔ امام ابو حنیفہ نے اس مقابلہ میں حضرت حماد و ابراہیم نخعی و علقمہ و عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلہ سے حدیث روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان موقع پر رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔ امام اوزاعی نے کہا کہ سبحان اللہ کہ میں تو زہری سالم عبداللہ کے ذریعہ سے حدیث بیان کرتا ہوں۔ آپ اس کے مقابلہ میں حماد نخعی و علقمہ کانام لیتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ نے کہا میرے راوۃ آپ کے راوۃ سے زیادہ فقیہ ہیں۔ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رتبہ تو معلوم ہی ہے اس لئے اس کی روایت کو ترجیح ہے۔ اور اس کے

متعلق امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے کتاب الحج میں ایک لطیف بیان کیا ہے وہ یہ ہے۔ کہتے ہیں کہ ہماری روایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک منتہی ہوتی ہے اور فریق مخالف کی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک ہے اس لئے بحث کے تمام تر مدار اس پر آ جاتا ہے کہ ان دونوں میں کسی کی روایت ترجیح کے قابل ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں پوری عمر کو پہنچ چکے تھے جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے جماعت کی صف اول میں جگہ پاتے تھے۔ بخلاف اس کے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محض آغاز تھا۔ اور ان کو دوسری تیسری صف میں کھڑا ہونا پڑتا تھا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرکات و سکنات سے واقف ہونے کے جو موقع عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مل سکے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کیونکر حاصل ہو سکتے تھے ا۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ بہت لوگ جمع ہو کر امام صاحب کے پاس آئے کہ قراۃ خلف الامام کے مسئلہ میں امام صاحب سے گفتگو کریں۔ امام صاحب نے کہا۔ اتنے آدمیوں سے میں کیونکر تنہا بحث کر سکتا ہوں۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ اس مجمع میں سے کسی کا انتخاب کرلیں۔ جو سب کی طرف سے اس خدمت کا کفیل ہو اور اس کی تقریر پورے مجمع کی تقریر سمجھی جائے لوگوں نے منظور کر لیا۔ امام صاحب نے کہ اپ نے یہ تسلیم کیا تو بحث کا خاتمہ ہی ہو گیا۔ آپ نے جس طرح ایک شخص کو سب کی طرف سے بحث کا مختار کر دیا۔ اس طرح امام نماز بھی تمام مقتدیوں کی طرف سے قرات کا کفیل ہے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ امام صاحب نے ایک شرع مسئلہ کو ایک عقلی طور پر طے کر دیا۔ بلکہ حقیقت میں یہ اس حدیث کی تشریح ہے جس کو خود امام صاحب نے .سند صحیح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا ہے کہ من صلی خلف الامام فقراءۃ الامام لہ قراۃ یعنی جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرات بھی اس کی قرات ہے۔

حاشیہ

ا۔ مگر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رفع یدین ترک کر دینا ثابت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ رفع یدین والی حدیث منسوخ ہے ورنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس عمل کو ترک نہ کرتے اس بحث کو ہماری کتاب "مسئلہ رفع یدین" میں ملاحظہ فرمائیں مطبوعہ اشاعۃ القرآن پبلی کیشنز الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور سے ملیں گی

ایک دن کا واقعہ ہے کہ جب ضحاک خارجی کوفہ پر قابض ہوا اور اور امام صاحب کو تلوار دکھا کر کہنے لگا کہ توبہ کرو۔ امام صاحب نے پوچھا کس بات سے؟ ضحاک نے کہا تمہارا عقیدہ ہے کہ علی علیہ السلام نے معاویہ کے ساتھ جھگڑے میں ثالثی مان لی تھی۔ حالانکہ جب وہ حق پر تھے تو ثالث ماننے سے کیا معنی؟ امام صاحب نے فرمایا کہ اگر میرا قتل مقصود ہے تو یہ اور بات ہے ورنہ اگر تحقیق حق منظور ہے تو مجھ کو تقریر کی اجازت دو۔ ضحاک نے کہا۔ میں بھی مناظرہ ہی چاہتا ہوں۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اگر بحث آپس میں طے نہ ہو تو پھر کیا علاج ہے؟ ضحاک نے کہا ہم دونوں ایک شخص کو منصف قرار دیں۔ چنانچہ ضحاک کے ساتھیوں میں سے ایک شخص کا انتخاب کیا گیا کہ دونوں فریق کی صحت و غلطی کا تصفیہ کرے۔ امام صاحب نے فرمایا یہی تو حضرت علی علیہ السلام نے بھی کیا تھا۔ پھر ان پر کیا الزام ہے۔ ضحاک دم بخود ہو گیا۔ اور چپ کر کے اٹھا اور چلا گیا۔ غرضیکہ مناظرہ کرنا جائز ہے جس کا ثبوت جلد دوم میں مفصل گرز چکا ہے اور سوال نمبر دو کا جواب یہ ہے کہ مناظرہ کا جواب یہ ہے کہ مناظرہ وہ شئے ہے کہ جس میں غرض تحقیق حق کے اظہار کرنے کی درمیان دونوں جھگڑا کرنے والوں کے ہو۔ چنانچہ کتاب رشیدیہ صفحہ ۹ المناظرۃ توجہ المتخاصمین فی النسبۃ بین الشیئین اظہاراً للصواب و غرضھما من ذلک اظہار الحق والصواب اور مجادلہ جھگڑا کرنے کو کہتے ہیں جس میں اظہار حق کی غرض نہیں ہوتی بلکہ خصم کو الزام دے کر ذلیل کرنے کا مقصود ہوتا ہے۔ چنانچہ اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے والمجادلتہ ھی المنازعتہ لا لاظہار الصواب بل لا لزام الخصم اور مکابرہ بھی ایک قسم کا جھگڑا ہے جس میں نہ غرض اظہار حق کی ہوتی ہے اور نہ ہی الزام دینے کی اپنے خصم کو جیسا کہ بعض لوگ اس زمانہ میں کیا کرتے ہیں اور مکابرہ کی تعریف صاحب رشیدیہ نے بایں طور تحریر فرمائی ہے والمکابرۃ ھذہ ای المنازعتہ لا لا ظھار الصواب الا انہ لا لالزام الخصم کما انہ لیس لاظہار الصواب اعلم والنقل ھو الاتیان بقول الغیر علی ما ھو علیہ بحسب المعنی مظھراً یعنی نقل اس کو کہتے ہیں کہ لانا قول غیر سے بحسب المعنی۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ جماعت دوسری مسجد محلہ میں کرانی جائز

ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا السائل فقیر غلام حیدر۔ واعظ ضلع جہلم

جواب: اس مسئلہ میں علمائے دین کا اختلاف ہے لیکن صحیح بات یہ کے جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے۔ چنانچہ فتاوی سعدیہ صفحہ ۵۳ میں مفصل ذکر بایں طور مسطور ہے۔ جماعت ثانیہ در مسجد محلہ باقامت و بدون اذان ثانی و در مسجد طریق ہم باذان ثانی جائز بلا کراہت است۔ بر روایات معتمدہ موثوق بہادر ابو طیب حاشیہ در مختار مرقوم است ای یکرہ تکرار الجماعتہ فی المسجد علی الطریق اقول لکن الکراھتہ مقیدۃ بما اذا کانت الجماعتہ الثانیہ باذان واقامتہ لا باقامتہ فقط قال فی سراج الوھاج وان اذن فی مسجد الجماعتہ وصلوا یکرہ لغیرھم ان یوذنوا و یعیدوا الجماعتہ۔ ا‍ھ

در حاشیہ طحطاوی در مختار مذکور است واما اذا کررت بغیر اذان فلا کراھتہ مطلقا" و علیہ مسلمون۔

در شامی حاشیہ درمختار مذکور است والمراد بمسجد المحلتہ مالہ امام و جماعتہ معلومون کما فی الدرر وغیرہ قال فی المنبع والتقید بالمسجد المختص بالمحلتہ احترازاً من الشارع و بالاذان الثانی احترازاً عما اذا صلی فی مسجد المحلتہ بغیر اذان حیث یباح اجماعًا۔

حاشیہ

ا۔ محلہ کی مسجد میں تکبیر کے ساتھ اور دوسری اذانکے بغیر دوسری بار جماعت کرانا جائز ہے اور راہ گذر کی مسجد میں دوسری اذان تکبیر کے ساتھ بھی بلا کراہت جائز ہے حاشیہ درمختار میں ہے کہ راہ گزر کی مسجد میں دوسری بار جماعت کرانا مکروہ ہے میں (علامہ ابو الطیب محشی درمختار) کہتا ہوں کہ کراہت اس وقت ہے جب دوسری جماعت دوسری اذان اور تکبیر کے ساتھ ہو اور اگر صرف اقامت کے ساتھ ہو تو کوئی کراہت نہیں سراج ہے کہ مسجد جماعت میں اذان اور تکبیر کہہ کر جماعت کی گئی تو دوسروں کے لئے مکروہ ہے کہ وہ دوسری جماعت کے لئے اذان دیں اور حاشیہ درمختار طحطاوی میں ہے کہ جب دوسری اذان کے بغیر دوسری جماعت کرائی جائے تو جائز ہے اس میں کوئی کراہت نہیں ہے

در چلپی حاشیہ شرح و قایہ مسطور است وقید باذان ثان واقامتہ لانهم لو صلوا بلا اذان يباح اتفاقًا۔

در فتاوی عالمگیر مذکور است المسجد اذا کان له امام معلوم و جماعته معلومته فی محلته فصلى اهله فيه بالجماعة لا يباح تكررها فيه باذان ثان اما اذا صلوا بغير اذان يباح اجماعًا

در شامی جائے دیگر مرقوم است قوله على الطريق وهو ماليس له امام مؤذن راقب فلا يكره التكرار فيه باذان واقامته بل هو الافضل خانيه

در جامع الترمذی درباب ما جاء فی الجماعته فی مسجد قد صلى فيه مرة مرقوم است عن ابی سعيد الخدری قال جاء رجل وقد صلى رسول الله صلى عليه وسلم فقال ايكم يتجر على هذا فقام رجل وصلى معه وفى الباب عن ابی امامته وابی موسى والحكم بن عمير قال ابو عيسى و حديث ابی سعيد حديث حسن وهو قول غير واحد من اهل العلم من اصحاب النبی صلى الله عليه وسلم وغير هم من التابعين قالوا لا بأس ان يصلى القوم جماعته فی مسجد قد صلى فيه جماعة وبه يقول احمد و اسحاق

در سنن ابی داود حدیث مذکور بعد عنوان باب باب الجمع فى المسجد مرتين بایں روایت ذکر کرده عن ابی سعيد الخدری ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ابصر رجلا يصلى واحدة فقال الا رجل يتصدق على هذا فيصلى معه فقام رجل فصلى معه۱۔

حاشیہ

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اکیلا نماز پڑھ رہا ہے تو فرمایا کہ کیا کوئی مرد نہین جو اس پر صدقہ کرے کہ اس کے ساتھ کھڑا ہو جائے (تاکہ اسے جماعت کا ثواب مل جائے) تو ایک شخص کھڑا ہو گیا اور اس نے اس کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ اس سے معلوم یہ ہوا کہ جماعت ثانیہ سے بھی جماعت کی فضیلت حاصل

در فتح الودود شرح ابی داود مرقوم است قوله ای کانه بصلوته معه یتصدق علیه بفضل الجماعته و فیه دلیل علی فضیلته الجماعته الثانیته وعلی ان الفضل فی جماعته الفرض لا یتوقف علی کون المقتدی مفترضا۔[1]

نیز دراں مذکور است قال المظہر سماہ صدقته لانه یتصدق علیه ثواب ست و عشرین درجته لو صلی منفردا لم یحصل له الا الثواب صلوۃ واحدۃ۔[2]

پس ہر گاہ کہ از اتفاق اکثر صحابہ و تابعین و جمہور حنفیہ کرام جواز و وقوع فضیلت جماعتہ ثانیہ برانفراد ثابت شد نفس جماعت ثانیہ ہیچ جائے مکروہ نخواہد شد نہ بکراہت تحریمہ و نہ بکراہت تنزیہہ بلکہ جماعت ہر طوریکہ ممکن باشد باید کرد۔ البتہ در مسجد محلّہ تکرار اذان مکروہ است نباید کرد لیکن حتی الوسع التزام جماعت اولی باید کرد کہ بسیار فضیلت دارد۔ واللہ اعلم بالصواب۔

پس اس تمام عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ جماعت ثانی مسجد محلّہ بلا اذان دوسری کے جائز بلا کراہت ہے۔ اور اسی پر تمام مسلمانوں کا اتفاق و اجماع ہے اور یہی فتوی آنحضرت ﷺ و صحابہ کرام و آئمہ دین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے اور حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ کہا ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرد آیا اس حالت میں کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ چکے تھے۔ سو فرمایا اپ نے کہ کون شخص تم سے اس پر تجارت کرتا ہے پھر ایک مرد کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور اس باب میں روایت ہے ابی امامہ اور ابی موسی اور حکم بم عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا ابو عیسیٰ نے اور حدیث ابی سعید کے حسن ہے اور یہ قول ہے کئی ایک اہل علم کا نبی ﷺ کے صحابہ وغیرہ تابعین سے کہا انہوں نے اس میں کچھ خوف نہیں کہ ایک قوم جماعت کے ساتھ اس مسجد میں نماز پڑھے جس میں نماز ہو چکی ہو۔ اور علاوہ ان دلائل قاطع کے تعلیق المغنی علی السنن الدار قطنی صاحب شمس بازغہ صفحہ ۱۲ تحت حدیث ابوداود کے

حاشیہ

ہوتی ہے اور یہ کہ جماعت فرض کی فضیلت کا حصول اس پر موقوف نہیں کہ پیچھے مقتدی فرض نماز والا ہو۔

۲۔ یعنی نیز اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ مظہر نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے اسے صدقہ قرار دیا کیونکہ اس کے ملنے سے اسے چھبیس درجے ثواب کے ملے اگر وہ اکیلا پڑھتا تو ایک ہی ثواب لیتا۔ فقط قادری

بایں طور ارقام فرمایا ہے۔

ان تکرار الجماعۃ فی المسجد الذی قد صلی فیہ مرۃً واحدۃً او اثنتین او ثلاثتہ او اکثر من ذلک بلاکراھتہ جائز علی ذلک الصحابتہ والتابعون ومن بعدھم اما لقول بالکراھیتہ فلم یقم دلیل علیہ بل ھو قول ضعیف یعنی جس جگہ جماعت ہو چکی ہو تو پھر اس مسجد میں ایک یا دو یا تین دفعہ یا اس سے زیادہ مرتبہ جماعت کرانا جائز بلا کراہت ہے اور اسی پر تابعین و تبع تابعین صحابہ کرام وغیرہ کا عمل رہا ہے۔ اور جنہوں نے کراھیت کا فتوی دیا ہے ان کے پاس کوئی دلیل قوی نہیں بلکہ وہ قول ضعیف ہے۔

بخاری میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد رفاعہ میں تشریف لائے اور جماعت ہو چکی تھی۔ سو آپ نے جماعت باذان و اقامت دوسری کرائی اور کہا ابو یعلی نے اپنے مسند میں کہ وہ نماز فجر کی تھی۔ اور چالیس آدمیوں کی جماعت ہوئی۔ اور شرح منیہ میں بایں طور مسطور ہے عن ابی حنیفتہ لو کانت الجماعتہ اکثر من ثلاثتہ یکرہ التکرار والا فلا وعن ابی یوسف ولم نکن علی الھئیتہ الاولٰی لا تکرہ والا تکرہ وھو الصحیح و بالعدول عن المحراب مختلف الھئیتہ (کذافی البزازیہ و فی التاتار خانیہ) پس اس عبارت سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جماعت ثانی ہیئت اولیٰ بدلنے سے بلا کراہت جائز ہے۔ اور کہا صاحب انوار الحنفیہ نے کہ ہم اسی کو پکڑتے ہیں اور جو بعض کتب فقہ میں لکھا ہے کہ ایک قول امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا جماعت ثانیہ کے کراہت پر شاہد ہے سو کہا صاحب انوار الحنفیہ نے کہ یہ قول بالکل ضعیف و مرجوح ہے اور قول مرجوح پر فتوی دینا سخت حماقت و اجماع سے الگ ہونے کی دلیل ہے اور جو علاوہ اس کے فاضل دیو بندی نے اپنے رسالہ میں حدیث کراہت جماعت ثانیہ پر تحریر فرمائی اس کے اسناد کی خبر کسی کتاب سے نہیں ملتی۔ اگر وہ حدیث صحیح بالاسناد کوئی دیوبندی صاحب دیکھا دے تو انعام حاصل کرے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے یا سنت اور اس کا تارک کیسا ہے؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: جماعت سے نماز پڑھنا سنت موکدہ ہے جو کہ قریب واجب کے ہے اور تارک اسکا گنہگار ہے۔

ا۔ چنانچہ فتاوی سعدیہ صفحہ ۵۵ میں مذکور ہے الجماعته سنته مؤکدة للرجل قال الزاھدی اراد بالتاکید الوجوب الی اخر ما قال وقیل واجبته وعلیه العامته وقال الطحطاوی لا ستدلالھم بالاخبار الواردة والوعید الشدید بترک الجماعته۲۔

اور محیط میں ہے بانه لا یرخص لا حد فی ترکا بغیر عذر ولو ترکھا اھل مصر امر وابھا وان ائتمر واوالا تحل مقاتلتھم ویجب التعزیر علی تارکھا من غیر عذر ویاثم الجیران بالسکوت (ھکذا فی در المختار) ۳۔

تفسیر احمدی میں لکھا ہے کہ فی مسئلته فریضته الصلوة والزکوة والرکوع ووجوب الجماعته ۔ پس ان تمام عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے اور بعض نے اس کو واجب کہا ہے اور اس کے تارک کو حکم تعزیر کا ہے۔ بشرطیکہ بلا عذر جماعت کو ترک کرتا ہو۔ اور کہا بعض علمائے دین نے کہ جس گاؤں میں جماعت نہ ہوتی ہو ان گاؤں والوں کے ساتھ جہاد کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال: عورتوں کی جماعت مسجد یا گھر میں کرانی جائز ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں۔ اگر صرف عورت اجنبیہ ہے اور امام کے برابر کھڑی نہیں ہوئی تو

حاشیہ

ا۔ یعنی جو کسی عذر شرعی کے بغیر نماز باجماعت ترک کرے

۲۔ جماعت مردوں کے لئے سنت مؤکدہ سے زاہدی نے کہا کہ مؤکدہ سے وجوب مراد لیا ہے یعنی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے ایک قول ہے کہ سنت مؤکدہ کی بجائے اسے واجب ہی کہنا چاہیے اسی پر عام علماء ہیں امام طحاوی نے کہا کہ اس کے وجوب پر ان احادیث سے استدلال کیا ہے جن میں اس کے ترک پر شدید وعید آئی ہے قادری

۳۔ یعنی کسی کو بھی بلا عذر ترک جماعت کی اجازت نہ دی جائے گی اور اگر ایک شہر کے لوگ جماعت ترک کر دیں تو انہیں پہلے تو نماز با جماعت پڑھنے کا حکم دیا جائے گا اگر وہ پھر بھی جماعت ترک کئے رہیں تو ان سے جہاد کیا جائے گا اور جماعت ترک کرنے پر بلا عذر کرے تو تعزیر یعنی سزا ہے اور اس کے پڑوسی خاموش رہنے پر گنہگار ہوں گے قادری

نماز باکراہت جائز ہے۔ اور اگر محرم ساتھ ہو تو بلا کراہت جائز ہے اور اگر مساوی کھڑی ہو تو فاسد۔ چنانچہ اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے یکرہ امامته الرجل لهن فی بیتٍ لیس معهن رجل غیره ولا محرم منه کاخیه او زوجته او امته اما اذا کان معهن واحدهن ذکرا او امهن فی المسجد لا یکره ا۔

اور علامہ شامی نے حاشیہ در مختار میں لکھا ہے والمرئاته اذا صلت مع زوجها فی البیت انکان قدمها بحذاء قدم الزوج لا یجوز صلٰوتهما بالجماعته وان کان قدماها خلف قدم الزوج الا انها طویلته یقع راس المراة فی السجود قبل راس الزوج جازت صلٰوتهما لان العبرة للمقدم الخ ۲۔

پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر مرد گھر میں عورت اپنی کو جماعت کرائے تو جائز ہے لیکن مساوی ہو کر کھڑی نہ ہو۔ اگر اس کے برعکس کریں گے تو نماز دونوں کی غیر صحیح ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: جس شخص کو جریان یا آتشک یا سلسل بول کی بیماری ہو وہ جماعت کرا سکتا ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: یہ سب معذور ہیں' ان کو جماعت کرانی درست نہیں۔ چنانچہ فتاوی سعدیہ صفحہ ۵۷ میں تحریر ہے نماز صحیح طاہر پس صاحب سلسل البول روانیست۔ کمافی العالمگیر لا یصلی الطاهر خلف من

حاشیہ

ا۔ مکروہ ہے امامت کرانا مرد کا عورتوں کو ایسے گھر میں جس میں ان کے ساتھ کوئی اور مرد یا محرم نہ ہو جیسے بھائی یا بیوی یا لونڈی لیکن جب ان کے ساتھ کوئی مرد ہو یا انہیں مسجد میں نماز پڑھائے تو بلا کراہت جائز ہے۔ قادری

۲۔ جب عورت اپنے خاوند کے ساتھ گھر میں نماز با جماعت پڑھے خاوند امام ہو اور بیوی مقتدی اگر دونوں کے قدم برابر ہوں تو دونوں کی نماز نہ ہوگی اور اگر عورت کے قدم مرد کے قدموں کے پیچھے ہوں مگر عورت کا قد لمبا ہونے سے اس کا سر مرد کے سر سے سجدہ میں آگے ہوتا ہے تو نماز جائز ہے کیونکہ اعتبار قدموں کا ہے سر کا نہیں۔ قادری

به سلسلس البول یعنی درست نہیں ہوتی نماز صاحب طہارت کی پیچھے سلسل البول والے کے۔ اوروں کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہئے' ہاں معذوروں کی نماز معذوروں کے پیچھے درست ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: جو شخص ملازمت کفار کی کرتا ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: اگر نوکری اس کی فعل معصیت پر ہے تو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہئے اگر پڑھ لے تو جائز با کراہت ہے اور متقی کے پیچھے پڑھنی بہتر ہے۔ چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے لو صلی خلف مبتدع او فاسق فھو محرز ثواب الجماعتہ لکن لاینال مثل ماینال خلف تقی (کذافی الخلاصۃ) یعنی اگر نماز پڑھے کسی بدعتی یا فاسق کے پیچھے پس وہ جمع کرنے والا ہے ثواب جماعت کا لیکن نہ پائے گا اس قدر جتنا پائے گا ثواب پیچھے متقی اور پرہیز گار آدمی کے۔ اور کہا صاحب طحطاوی نے کہ نماز نہیں جائز پیچھے بد کردار کے ا۔اور کہا امام صاحب نے کہ متبدع کے پیچھے نماز درست نہیں ۲۔چنانچہ فتح القدیر میں مسطور ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال: نماز تراویح نابالغ کے پیچھے درست ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

حاشیہ

ا۔ بد کردار اگر صحیح العقیدہ ہو تو ترک جماعت کی جائے اس کے پیچھے نماز پڑھ لینی چاہئے بعد میں اس کا اعادہ کر لیں نہ بھی کریں تو کوئی حرج نہیں خود امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یوسف جیسے خونخوار ظالم کے پیچھے نماز پڑھ لیتے اور ثابت نہیں کہ وہ بعد میں لوٹا لیتے تھے اور حدیث میں ہے "صلوا خلف کل بروفاجر" کہ ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھ لو

۲۔ متبدع سے مراد بد عقیدہ ہے اگر بد عقیدگی کفر کی حد تک پہنچی ہوئی ہو جیسے مرزائی و رافضی اور گستاخ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وہابی دیوبندی ہو یا اہلحدیث کہلانے والا اس کے پیچھے نماز ہی نہ ہوگی ورنہ یعنی اگر کفر کی حد تک نہ پہنچی ہو تو جائز ہے مع الکراھتہ فقط قادری

جواب: نابالغ کے پیچھے کوئی نماز صحیح مذہب میں ہرگز ہرگز درست نہیں۔ شرح مختصر برجندی میں مسطور ہے لا یقتدی رجل بصبی اذا کانت الصلوة فرضًا او نفلا الی اخر ما قال المختار انه لا یجوز فی الصلوة کلها۔ اور قاضی خان میں ہے الصحیح انه لا یجوز لانه غیر مخاطب و صلوته لیست بصلوة علی الحقیقته فلا یجوز امامته کامامته المجنون۔ اور عالمگیری میں ہے المختار انه لا یجوز فی الصلوات کلها کذا فی الهدایته وهو الا صح هکذا فی المحیط وهو قول العامته وهو ظاهر الروایته (هکذا فی البحر الرائق وفتاوی سعدیته صفحہ ۵۸) پس ان تمام عبارتوں سے ظاہر ہوا کہ نابالغ کے پیچھے کوئی نماز درست نہیں اور یہی روایات صحیح اور درست اور قابل عمل ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: اگر کسی حافظ نے قرآن مجید ایک مرتبہ تراویح میں سنا لیا ہو پھر وہ دوسری مسجد میں دوسری قوم کو جاکر سنائے تو جائز ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: اس مسئلہ میں اختلاف ہے لیکن فقیر کی تحقیق اس پر ہے کہ وہ تراویح میں دوسری قوم کو نہ سنائے اگر سنانا ہو تو نذر مان کر سنائے [۱]۔ چنانچہ فتاوی سعدیہ صفحہ ۶۷ حوالہ خزانۃ الروایتہ سے منقول ہے امام ختم فی التراویح مرة ختم ثانیًا بغیر هذا القوم لا یخرج هذا القوم الثانی عن السنته لاان الا مام قد خرج من السنته وصار له نفلًا فیدر کون ثواب صلوة النفل ولا یدرکون ثواب صلوة التراویح وقال بعض العلماء الحیلته فیه ان الامام الذی ختم مرة اذا اراد ان یختم ثانیًا ینبغی ان ینذر علیه الختم لیصح به اقتداء القوم الذین لم یسمعوا الختم فلا یلزم بناء القوی علی الضعیف اقول فیه اشکال فان الختم لا یجب بالنذر علی من نذر به و السر فیه

حاشیہ

[۱] یعنی یوں نذر مانے کہ منت مانتا ہوں کہ نماز تراویح کے ساتھ ختم قرآن کروں گا یا میں ختم قرآن کے ساتھ تراویح پڑھوں گا۔

ان المنذور انما یجب اذا کان من جنس الفرض والختم لیس فرضًا بخلاف التروایح فانما من جنس الصلوۃ وھی فرض لھم الا ان ینذر الختم فی ضمن النذر بالتروایح بان یقول للہ علی ان اصلی التراویح مع الختم فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: نماز نفلوں کی بیٹھ کر پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔ اور وتروں کے بعد بعض لوگ ضرور بیٹھ کر دو رکعت نماز نفل پڑھتے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: بے شک نفلوں کی نماز بیٹھ کر پڑھنی درست ہے چنانچہ ترمذی باب فی من یتطوع جالسًا میں بایں طور حدیث مذکور ہے عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی جالسًا فیقراء وھو جالس۔ الخ یعنی بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ پس جب کہ قرات پڑھتے اس حالت میں کہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور رکوع اور سجود بھی اسی حالت میں کہ بیٹھے ہوئے تھے غرضیکہ اس طرح کی بہت حدیثیں اسی باب میں موجود ہیں۔ اور نفل بیٹھ کر پڑھنے سے کھڑے ہو کر پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے اور آپ کی ذات بابرکت اکثر اوقات کھڑے ہو کر ان کو ادا فرماتے تھے چنانچہ حدیثوں میں ہے اور وتروں کے بعد نفلوں کی نماز بیٹھ کر پڑھنی بھی درست ہے جیسا کہ فتاوی سعدیہ صفحہ ۶۱ میں بایں طور مسطور ہے۔[۱]

در گزاردن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نشستہ بعد وتر حدیثے در جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ مروی شد است و امام احمد بقراءۃ اذا زلزلت وقل یایھا الکافرون ہم روایت کردہ و ابن ماجہ ایں ہم کہ

حاشیہ

[۱] مشکوۃ وغیرہ میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹھ کر پڑھنے میں آدھا اور کھڑے ہو کر پڑھنے میں پورا ثواب ملتا ہے ایک صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ آپ بیٹھ کر کیوں پڑھتے ہیں کیا آپ کو پورا ثواب نہیں چاہئے؟ آپ نے فرمایا "ایکم مثلی" تم میں میری طرح کون ہے یا میں تمہاری طرح نہیں ہوں یعنی مجھے اپنے اوپر قیاس نہ کیا کرو میرے ہر صورت پورا ثواب ہے خواہ میں بیٹھ کر پڑھوں یا کھڑے ہو کر۔ قادری

در آخر ہر رکعت قیام می فرمود بعد رکوع نمودہ در صحیح مسلم مروی است وچوں قدر ثلثین یا اربعین باقی میماند بحالت قیام تمام میکرد۔ فقط واللہ اعلم بالصواب ۲۔

سوال: فرائض و سنن مؤکدہ و اربع رکعت کے قعدہ اولی کے بعد درود شریف یا ثنا پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا

جواب: بے شک نماز فرائض و سنن مؤکدہ رکعت تیسری میں سبحانک اللھم پڑھنا درست نہیں۔ چنانچہ فتاوی عالمگیریہ میں مذکور ہے فی الاربع قبل الظهر والجمعته وبعدها لا یصلی علی النبی صلی اللہ علیه وسلم فی القعدة الاولی ولا یستفتح اذا قام الی الثالثة بخلاف سائر ذوات الاربع من النوافل (ہکذا فی الذاہدی و فتاوی سعدیہ) فقط واللہ اعلم بالصواب ا۔

سوال: نماز فجر کی سنتوں کے بعد نماز ظہر کے فرض ادا کرنے سے پہلے شراء یا کوئی دنیاوی بات چیت کرنی درست ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: بے شک اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ ان سنتوں کو پھر ادا کرے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ سنتیں ساقط ہو جاتی ہیں ان کا اعادہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور ثواب کم ہو جاتا

حاشیہ

۲۔ یعنی ترمذی وابن ماجہ و سند احمد میں یوں بھی مروی کہ آپ وتروں کے بعد بیٹھ کر دو نفل پڑھتے ایک رکعت میں اذا زلزلت الارض اور دوسری میں قل یا ایہاالکافرون اور ابن ماجہ میں یوں ہے کہ ہر رکعت کے آخر میں کھڑے ہوجائے اور اور رکوع فرماتے ہو پھر سجدہ اور علم میں ہے کہ نوافل میں بیٹھے لمبی سورتیں پڑھتے جب تیس یا چالیس آیتیں باقی رہ جاتیں کھڑے ہوجاتے اور ان کو کھڑے ہوئے پڑھ کر رکوع فرماتے۔ قادری

ا۔ یعنی فرض اور مؤکدہ سنتوں میں چار رکعت کی صورت میں پہلی التحیات صرف تشہد تک پڑھے اور تیسری کو سورۂ فاتحہ کے شروع کرے البتہ نوافل میں التحیات درود شریف سمیت پڑھے پھر تیسری رکعت سبحانک اللھم سے شروع کرے اور دعا آخر میں ایک بار دعا مانگے۔ قادری

ہے۔ بہتر ہے کہ یہ امور ہرگز نہ کرے۔ چنانچہ ان عبارات سے ظاہر ہوتا ہے لو صلی رکعتی الفجر والا ربع قبل الظهر واشتغل بالبيع والشراء والأكل والشرب فانه يعيد السنته امامن ياكل لقمته وشربته لايبطل السنته (كذافی الخلاصته) ۲۔

اور نہایہ میں ہے لو تكلم قبل الفريضته هل تسقط السنته قيل تسقط وقيل لا ولكن ثوابته انقص من ثوابه قبل التكلم ۳۔ اور ایسا ہی صاحب کبیری شرح منیہ و فتح القدیر میں ہے اور اصح بات یہ ہے کہ ثواب میں ضرر نقص آ جاتا ہے اور جو حدیث شریف میں مذکور ہے کہ کہا مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہ آپ کی ذات دو رکعت فجر کے بعد میرے ساتھ کلام کرتے تھے سو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام بابرکات اور ہماری کلام میں کئی ہزار کوس کا فاصلہ ہے کیونکہ آپ کے نطق پر فما ينطق عن الهوى شاہد ہے۔ فافهم فلا تكن من الغافلين فقط

سوال: نماز تراویح میں جب قرآن مجید ختم ہوتا ہے تو پھر حافظ قرآن تین دفعہ سورہ اخلاص پڑھتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعض نے اس کو جائز کہا ہے، بعض نے ناجائز لیکن فقیر کی تحقیق میں یہ امر مستحسن ہے چنانچہ عبارت ذیل سے ظاہر ہوتا ہے قرائته قل هو الله احد عقيب الختم استحسنه اكثر المشائخ ليجبر نقصان دخل فی قراة البعض وفی الذخيرة قراة قل هو الله احد ثلث مرات عند ختم القران لم يستحسنها بعض المشائخ

حاشیہ

۲۔ یعنی فرضوں اور سنتوں کے درمیان اگر خرید و فروخت کی تو سنتیں دوبارہ پڑھے اگر ایک آدھ لقمہ کھالیا یا کچھ پی لیا تو سنتیں باطل نہ ہوں گی۔ قادری

۳۔ یعنی اگر فرض کے ادا کرنے سے پہلے کسی سے دنیاوی بات کی تو کیا سنتیں ذمہ سے ساقط ہو گئیں؟ کہا گیا ہے کہ ساقط ہو گئیں اور کہا گیا ہے کہ نہ ہوئیں لیکن ثواب کم ہو جائیگا اس سے کہ بات کئے بغیر فرض ادا کرتا۔ قادری

قال الفقیه ابو اللیث ہذا الشی استحسنہ اہل القران و آئمتہ الامصار فلا باس بہ لان ماراہ المسلمون حسنًا فھو عنداللہ حسن (ہٰکذا فی الراجیہ و فتاویٰ عالمگیریہ و فتاویٰ سعدیہ صفحہ ۷۰) یعنی سورۂ اخلاق کا ختم قرآن پر بہت بزرگان کے نزدیک درست اور مستحسن ہے اور بعض مشائخ کے نزدیک یہ فعل مستحسن نہیں۔ اور کہا فقیہ ابو اللیث رحمتہ اللہ علیہ نے کہ یہ کام مستحسن ہے اور میں کوئی خوف نہیں کیونکہ فرمایا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس امر کو جماعت مسلمانوں کی پسند کرے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی کلام پسند ہوتا ہے اور اس امر کو آئمہ دین قرآن دان اچھا سمجھتے ہیں۔ لہٰذا اس میں کوئی عیب نہیں۔ فقط، واللہ اعلم بالصواب

سوال: ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور ہاتھوں کو منہ پر پھیرنا درست ہے یا نہیں؟ حدیث سے ثابت کر؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: بے شک دعا ہاتھ اٹھا کر مانگنا اور منہ پر پھیرنا درست ہے۔ چنانچہ کتاب ترمذی و ابوداؤد و مشکوۃ شریف کتابف الدعوات فصل ثانی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں طور مسطور ہے عن عمر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطھما حتٰی یمسح بھما وجھہ (رواہ الترمذی)
(ترجمہ) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت اٹھاتے دونوں ہاتھ اپنے دعا میں نہ رکھتے ان کو جب تک کہ نہ پھیرتے ان کو اپنے منہ پر۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ابوداؤد کی حدیث کے یہ الفاظ ہیں فاذا فرغتم فامسحوا بھا وجوھکم یعنی جب کہ فارغ ہو تم پس پھیرو ہاتھوں کو اپنے منہ پر اور بخاری شریف میں ہے کہ کہا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھاتے ہاتھ اپنے یہاں تک کہ دیکھی میں نے سفیدی بغلوں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

سوال: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص

کبھی نماز پڑھتا اور کبھی ترک کر دیتا ہو اور اپنی زوجہ کو بھی ستر میں نہ رکھتا ہو بلکہ بے غیرتی اور دیوثی اس کے وجود میں کوٹ کوٹ کر بھری ہو ایسے شخص کو امام بنانا شرعاً" درست ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہئے کیونکہ ایسے شخص کے کفر میں اختلاف ہے بعض آئمہ دین نے ایسے شخص کو کافر لکھا ہے۔ اور بعض نے گنہگار قابل تعزیر فرمایا ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امام اپنی نمازوں کے لئے کوئی نیک اختیار کرو۔ چنانچہ دار قطنی وغیرہ کتب حدیث میں بایں طور مسطور ہے اجعلوا ائمتکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم و بین ربکم ایضًا ان سرکم ان تقبل صلوٰتکم فلیؤمکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم

(ترجمہ) فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مقرر کرو امام اپنے بہتر اپنے سے۔ پس تحقیق وہ قاصد ہیں درمیان اس چیز کے جو کہ درمیان تمہارے اور درمیان رب تمہارے کے ہے۔ اور بے شک بھید تمہارا یہ ہے کہ قبول کی جائے نماز تمہاری' پس چاہئے کہ امامت کراویں تمہیں بہتر تمہارے الخ۔ اور آیت ان اکرمکم عنداللہ انفسکم بھی اسی بات پر شاہد ہے اور علاوہ اس کے تمام کتب فقہ میں بھی اس طرح مسطور ہے۔

فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۲۴ میں لکھا ہے کہ دیوث کے پیچھے نماز جائز نہیں ہوتی۔ واذا خرجت المراۃ من بیت الزوج علی رضائہ ولا یمنعھا فھو دیوث لایجوز الصلوۃ خلفہ لانھا امرت بالقرار فی البیوت اور صاحب طحطاوی نے لکھا ہے کہ گنہگار کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے' ہاں بے شک کتب حنفیہ وغیرہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ اہلسنت والجماعت کا مذہب ہے کہ فاسق و فاجر کے پیچھے نماز درست ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ تم امام فاسق فاجر کو ہمیشہ کے لئے مقرر کر لو۔ یہ تو ایک اضطراری حالت ہے جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک وقت اپنے مخالفین محاصرین کے پیچھے اپنے لشکر کو نماز ادا کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ باقی مفصل ذکر اس کا جلد دہم میں مطالع کریں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرح متین اس مسئلہ میں کہ مال زکوۃ کونسی چیزیں ہیں جن میں واجب

ہوتی ہے اور ان کا مقدار کتنا ہے اور مال زکوۃ کے مستحق کون کون لوگ ہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

السائل حافظ رحمت علی از علی پور

جواب : مال زکوۃ سونا اور چاندی اور اونٹ اور گائے اور بکرء اور ۔ئل اور بھینس میں بشرطیکہ وہ جانور جنگل میں چرائی چرتے ہوں۔ نہیں تو ان میں زکوۃ فرض نہیں ہو گی۔ اور نصاب اونٹوں کا پانچ ہے اور اس مین ایک بکری دینی پڑتی ہے اور دس میں دو۔ اور پندرہ میں تین اور بیس میں چار اور جب پچیس اونٹ ہو جائیں تو پھر ایک بنت مخاض یعنی ایک برس کی اونٹنی جس پر دوسرا برس شروع ہو۔ اور جب چھتیس ہو جائیں تو ایک بنت لبون جس پر تیسرا برس شروع ہو۔ جب چھیالیس ہو جائیں تو ایک حقہ جس پر چوتھا برس شروع ہو اور اگر اکاسٹھ ہوں تو ایک جذعہ جس پر پانچواں سال شروع ہو اور جب چھیتر ہوں تو ان میں دو بنت لبون اور اگر اکانوے ہو جائیں تو دو حقے یا ایک سو بیس الخ۔ اور نصاب گائے اور بیل اور بھینس اور بھینسے میں تیس عدد ہیں اور ان میں سے ایک تیبعہ دینا پڑتا ہے۔مادہ ہو یا نر۔ اور جب چالیس ہو جائیں تو ایک منہ دینا لازم آتا ہے اور جب ساٹھ ہو جاویں تو دو تبعے اور اگر ستر ہو تو ایک تیبعہ اور ایک منہ۔ اور اسی میں دو منے اور جب نوے ہوں تو تین تبعے اور جب پورا سو ہوجائے تو دو تبعے اور ایک منہ پھر اس طرح ہر ایک تیس مین تیبعہ اور ہر چالیس میں منہ زیادہ کرنا چاہئے اور تیبعہ کہتے ہیں ایک سال کی گائے یا بھینس کو جس پر دوسرا سال شروع ہو اور منہ دو سال کی کو کہتے ہیں جس پر تیسرا سال شروع ہو۔ اور نصاب بکریوں میں چالیس بکریاں ہیں۔ اور واجب ہوتی ہیں ان میں ایک بکری سال کی اور ایک سو اکیس میں دو بکریاں اور دو سو ایک میں تین بکریاں اور چار سو میں چار۔ اور تمام تجارت میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے جب مال نصاب کی قیمت کو پہنچ جائے اور اس میں سے چالیسواں حصہ دینا پڑتا ہے اور جو گھوڑے تجارت کی خاطر ہوں ان میں بھی زکوٰۃ فرض ہے اگر اس کی قیمت دو سو درم ہے تو اس میں سے پانچ درم دینے پڑیں گے بشرطیکہ وہ گھوڑے جنگل میں چرائے جاتے ہں۔ خواہ تجارت کی خاطر ہوں یا نہ ہوں۔ یہ مذہب ہے امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا۔ اور آئمہ اربعہ کے نزدیک زکوٰۃ تجارتی گھوڑوں پر واجب ہے اور نصاب سونے کا بیس مثقال ہے اور چاندی کے دو سو درہم اور ان ہر دو میں چالیسواں حصہ دینا لازم آتا ہے خواہ زیورات ہوں یا نقدی۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس فیما دون خمسۃ اوسق من الثمر صدقتہ ولیس فیما دون خمس اواق من الورق صدقتہ ولیس فیما دون خمس ذود من الابل صدقتہ (متفق علیہ نقل از مشکوۃ)

(ترجمہ) روایت ہے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہا کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں زکوٰۃ بیچ پانچ وسق کے کھجوروں میں سے اور نہیں بیچ پانچ اوقیہ سے کم میں بیچ چاندی کے زکوٰۃ۔ اور نہیں بیچ کم پانچ راس اونٹ کے زکوٰۃ۔ بیان کیا اس حدیث کو بخاری و مسلم نے اور حاشیہ مشکوۃ میں اس کی یوں تشریح مرقوم ہے کہ وسق پانچ من پختہ کا ہوتا ہے۔ اور وسق میں ساٹھ صاع آتے ہیں اور من چالیس سیر پختہ کا ہوتا ہے۔ پس اس حساب سے پانچ وسق پچیس من کے ہوئے۔ اس سے کم میں زکوٰۃ کھجوروں میں واجب نہ ہوگی

کتاب مجمع البحار جلد سوم صفحہ ۴۳۶ مطبوعہ نو لکشور میں اس طرح مرقوم ہے وسق ساٹھ صاع۔ اور صاع آٹھ رطل۔ اور رطل نصف سیر کا ہوتا ہے۔ پس اس حساب کے مطابق وسق پختہ تیس من کھجوروں کے ہوتے ہیں اور اس میں تین من زکوٰۃ دینی پڑتی ہے اوراگر اس سے کم کھجوریں ہوں تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ اور چاندی کا نصاب پانچ اوقیہ کا ہوتا ہے۔ اور اوقیہ چالیس درہم کا اور درہم چودہ قیراط کا اور قیراط پانچ جو کے وزن کا ہوتا ہے۔ اور درہم شرعی ستر جو کا ہوتا ہے۔ پس اس سے کم میں زکوٰۃ نہیں۔ پس اگر کسی شخص کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی ہو تو اس میں سے ساڑھے سولہ ماشہ زکوٰۃ دے۔ اور اگر ساڑھے سات تولہ سونا کسی کے پاس ہو تو دو ماشہ اور دو رتی اس میں سے زکوٰۃ دے۔ اور نقد پچاس روپیہ ہوں۔ تو ایک روپیہ چار آنہ دینے پڑتے ہیں۔ بشرطیکہ بارہ ماشہ کا روپیہ ہو۔ اور اگر ایک سو روپیہ ہو تو اڑھائی روپیہ ان میں سے زکوٰۃ دینی واجب ہوگی[1] اور امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک زیورات پر

حاشیہ

[1] اس دور میں زکوٰۃ کا نصاب چاندی کی قیمت میں اضافہ و زیادتی کے حساب سے نقد رقم کا نصاب بھی زیادہ ہوگا جب راقم اسلامی نظریاتی کونسل میں تھا ضیاء الحق کی حکومت کے دور میں اس وقت ہم سب ممبران کونسل نے نقد رقم کا

بھی زکوٰۃ واجب ہے اور یہی مذہب صحیح ہے۔ اور اسی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فتویٰ ہے چنانچہ ابو داؤد و نسائی میں حدیث بایں مضمون وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس اقدس میں ایک عورت آئی اور س کے ہمراہ اس کی لڑکی تھی جس کے ہاتھ میں دو کنگن سونے کے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو اس کی زکوٰۃ دیا کرتی ہے اس نے کہا نہیں یا رسول اللہ علیہ وسلم تو پھر فرمایا آپ نے کیا تجھے خوش لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دن قیامت کے پہنا دے تجھ کو ہاتھوں میں دو کنگن آگ کے۔ پس پھینک دیا ان کو اس عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں۔ پس اس حدیث صحیح سے صاف ثابت ہوا کہ زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے اور اس حدیث کے مختصر الفاظ یہ ہیں۔

ان امرءۃ اتت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعھا ابنتہ لھا وفی ید بنتھا سواران غلیظین من ذھب فقال لھا تعطین زکوۃ ھذا قالت لا قال ایسرک ان یسورک اللہ بھما یوم القیامتہ سوارین من النار قال فخلعتھما فالقتھما الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ اور یہ روایت عمر بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے اور زکوٰۃ مال نصاب پر تب واجب ہوتی ہے کہ سال برابر وہ مال حاجات ضرور یہ کہ علاوہ پڑا رہا ہو۔ چنانچہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کانت لک مئاتا درھم و حال علیھا الحول ففیھا خمستہ دراھم ولیس

حاشیہ

نصاب زکوٰۃ تین ہزار روپیہ مقرر کیا تھا کیونکہ اس وقت ساڑھے باون تولے چاندی کی مالیت اس قدر تھی اور زکوٰۃ کے وجود کے لئے ضروری ہے کہ انسان کے پاس اپنا مکان ہو اپنی سواری ہو خادم کی تنخواہ ہو اور گھر کے سال بھر کے ضروری اخراجات ہوں پھر رقم بمطابق نصاب زکوٰۃ سال بھر بلا ضروت پڑی رہے تب اس پر زکوٰۃ ہوگی جو لوگ اپنے مکان یا سواری یا بچوں کی شادیوں کے لئے رقم جوڑ کر رکھتے ہیں اس پر زکوٰۃ نہ ہوگی اس سے بنکوں کا زکوٰۃ کاٹ لینا جائز نہیں ہے جبکہ بینک ان کی زکوٰۃ کاٹ کر عوام پر ظلم کرتے ہیں عدالت کو چاہئے کہ ضرور تمندوں کی فریاد سنے اور بینکوں کو منع کرتے۔ قادری

علیک شئی حتی یکون لک عشرون دیناراً و حال علیها الحول ففیها نصف دینار فما زاد بحساب ذلک ولیس فی مال زکوٰة حتی یحول علیها الحول (وراه ابو داود وهو حسن) (ترجمہ) روایت ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پس جب کہ ہوں پاس تیرے دو سو درہم اور گزر جائے اس پر ایک سال پس بیچ اس کے پانچ درہم زکوٰۃ ہے اور نہیں اوپر تیرے کوئی چیز یہاں تک کہ ہوں تیرے پاس ۲۰ دینار۔ اور گزرے اوپر اس کے ایک سال پس بیچ اس کے نصف دینار ہے۔ پھر جو زیادہ ہو اس حساب سے اور نہیں ہے بیچ مال کے زکوٰۃ یہاں تک کہ گزرے اوپر اس کے ایک سال اور روایت کیا اس حدیث کو ابوداود نے الخ۔ اور اسی طرح تمام کتب فقہ میں ہے اور دینار ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے اور بیس دیناروں کے ساڑھے سات تولہ بنتے ہیں۔ اور اس سے چالیسواں حصہ دینا واجب ہوتا ہے اس سے کم میں زکوٰۃ نہیں۔ اور گر کچھ زیورات سونے کے ہوں اور کچھ چاندی کے تو پھر ان کی قیمت لگا کر نصاب پورا کر کے زکوٰۃ دے دیا کریں اور وہ کام اس میں اختیار کریں جس میں فقراء کو فائدہ ہو۔

مال زکوٰۃ کے مستحق یہ لوگ ہیں۔ فقیر جس کے پاس کچھ مال ہے لیکن صاحب نصاب نہیں اور مسکین جس کے پاس کچھ بھی مال نہیں۔ اور عامل جو زکوٰۃ وصول کرنے کی خاطر حاکم کی طرف سے مقرر ہوتا ہے ا۔اور رقاب ۲۔اور قرض دار اور مجاہدین و مسافرین کو پھر چاہئے ایک کو ان میں سے دیدے یا تمام کو برابر اور اپنے شہروالوں کو دینا بہتر ہوتا ہے۔ اگر وہ دوسروں سے زیادہ محتاج ہوں اور حرام ہے زکوٰۃ دینا اولاد بنی ہاشم کو نزدیک آئمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اور سادات کو مال غنیمت سے خمس لینا

حاشیہ

ا۔ اس دور میں چونکہ اسلام کے نافذ کرنے والے حکمران نہیں جو مملکت کا مالی نظام اور دیگر نظام اسلام کے مطابق چلائیں اس لئے اب عوام کو چاہئے کہ وہ زکوٰۃ علماء کو دیں تاکہ وہ ضرورت شرعیہ کے مطابق مستحقوں کو اور دینے والے زیادہ مستحق ثواب ہوں۔ قادری

۲۔ رقاب سے مراد غلاموں کا آزاد کرانا ہے لیکن اب چونکہ غلام نہیں ہیں لہٰذا یہ مد ساقط ہے اور مقروضوں کو دے کر ان کا قرض اتارنا چاہئے۔ قادری

درست ہے ا۔ اور ناجائز ہے زکوٰۃ دینا کافر شخص اور زوجہ اپنی کو اور ایسا ہی زوج کو لینا درست نہیں اور نہیں جائز زکوٰۃ دینا غنی کو اور ماں باپ کو' دادا دادی اور نانا نانی کو اصول سے یہاں تک کہ اوپر چلا جائے اور ایسا ہی نہیں جائز زکوٰۃ دینا بیٹا بیٹی' پوتا پوتی' نواسہ کو فروغ سے یہاں تک نیچے سلسلہ چلا جائے پس یہ مذہب ہے

امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا اور دوسرے آئمہ کا اس میں اختلاف ہے اور ان کے ماسوا جو اور رشتہ دار غربا ہیں ان کو مال زکوٰۃ لینا اور دینا نہایت افضل ہے کیونکہ اس میں صلہ رحمی اور صدقہ بھی ہو جاتا ہے اور یہ بات کسی صاحب شعور پر پوشیدہ نہیں۔ اور علمائے دین اور طلبائے علم کو زکوٰۃ دینا بہ نسبت دوسروں کے زیادہ ثواب ہے۔ ۲۔

مجالس الابرار صفحہ ۱۵٦ میں لکھا ہے ومن افضل المصارف من یکون ذاعیال او مدیوناً او مریضاً او قریباً فان الا عطاء الی القریب یکون صدقته وصلته ولا یخفی علی احدما فی صلته الرحم من الثواب والا صدقاء والا خوان فی الدین یقدمون علی المصارف کما یقدم الاقارب علی الا جانب۔ الخ

(ترجمہ) یعنی سب سے بہتر مصرف وہ شخص ہے جو بال بچوں والا یا قرض دار یا بیمار یا اپنا رشتہ دار ہو

حاشیہ

ا۔ لیکن اس دور میں چونکہ سادات کے لئے نہ غنیمت ہے نہ خمس اس لئے ضرورت مند سادات زکوٰۃ لے سکتے ہیں اس کی تفصیل ہماری کتاب معاشیات نظام مصطفےٰ میں پڑھئے۔ اشاعتہ القرآن پبلی کیشنز لاہور سے ملے گی۔ قادری

۲۔ فتاوی شامیہ میں کہ علم دین چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے علم دین جو فروغ دینے والا (معلم) بنا کر بھیجا گیا ہے اس حدیث کی علم دین کو فروغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کو آگے بڑھانا ہے لہٰذا علماء دین کو زکوٰۃ دینا تاکہ وہ طلبہ پر انکی ضرورت کے مطابق خرچ کریں دینی مدرسوں کو ترقی دیں سب سے زیادہ ثواب کا باعث ہے عالم دین کے ہاتھ سے خرچ کرانا زیادہ ثواب ہے کہ عالم دین ہی بہتر جانتے ہیں کہ کونسا مصروف اس وقت زیادہ اہم ہے جس میں خرچ کرنا زیادہ ثواب ہے۔ قادری

کیونکہ اپنے عزیزوں کو دینا صدقہ بھی ہے اور صلہ بھی ہے اور کسی پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ صلہ رحم میں کتنا ثواب ہے اور دوست اور دینی بھائی بھی اور مصارف پر مقدم ہیں جیسا کہ غیروں پر مقدم ہیں اور بہت ثواب ہے زکوٰۃ دینا ماہ رجب و شعبان و رمضان المبارک میں کیونکہ اس کا مصرف اچھی جگہ ہوگا۔ اور کہا بعض علمائے دین نے کہ زکوٰۃ دینا نیک آدمی کو بہتر ہے ا۔ کیونکہ وہ اچھی جگہ خرچ کرے گا اور مال زکوٰۃ کو مسجد کے بنانے اور کفن میت و ادائے قرضہ میت پر نہ لگایا جائے اور غنی کے غلام اور اس کے بیٹے صغیر کو بھی زکوٰۃ نہ دی جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: صدقہ فطر کا ادا کرنا کن لوگوں پر واجب ہے اور عقیقہ میں کیا کیا حکم ہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: صدقہ فطر ان لوگوں پر واجب ہے جو صاحب نصاب ہوں۔ پھر خواہ ان کے نصاب پر سال گذرا ہو۔ اور اپنی حوائج سے فراغت رکھتے ہوں چنانچہ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے صدقتہ الفطر واجبتہ علی الحر المسلم اذا کان مالکاً لمقدار النصاب فاضلاً عن مسکنہ و ثیابہ و اثاثہ و فرسہ و سلاحہ و عبیدہ الخ اور صدقہ فطر عید صبح کے وقت واجب ہو جاتا ہے اور اس کو عید کی نماز ادا کرنے سے پہلے ادا کرنا مستحب ہے اور بغیر دینے کے ساقط نہیں ہوگا۔ اور صدقہ دینا ولی کو واجب ہے اپنی طرف سے اپنا اور اپنے چھوٹے لڑکے اور لڑکیوں اور غلاموں اور کنیزوں کی طرف سے اور عورت اپنا فطرانہ خود ادا کرے اور ایسے ہی فرزند بالغ جو غنی اور الگ ہو باپ سے۔ اور صدقہ دینا واجب ہے چنانچہ اس حدیث میں ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال فرض رسو اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوۃ الفطر صاعا من تمر او صاعا من شعیر علی العبد والحر والذکر والانثی والصغیر والکبیر من المسلمین وامر بھا ان تؤدی قبل خروج الناس الی الصلوۃ (متفق علیہ)

حاشیہ

ا۔ بالخصوص عالم دین کو جو احکام زکوٰۃ سے واقف ہونے کیوجہ سے اسے زیادہ ثواب والی جگہ پر خرچ کریں گے قادری

(ترجمہ) روایت ہے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ کہا کہ فرض کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ فطر کی ایک صاع خرمے سے یا ایک صاع جو سے غلام اور آزاد اور مرد اور عورت اور چھوٹے اور بڑے پر مسلمانوں سے اور حکم فرمایا کہ اس کو ادا کریں لوگوں کے نکلنے سے پہلے نماز کی طرف۔ بیان کیا ہے اس حدیث کو بخاری و مسلم نے۔

عبدالرزاق نے بایں طور حدیث نقل فرمائی ہے لقوله علیه السلام فی خطبته ادوا عن کل حر صغیر او کبیر نصف صاع من بر او صاعا من شعیر۔ یعنی فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ادا کرو ہر آزاد غلام سے خواہ صغیر ہو یا کبیر ہو۔ نصف صاع گیہوں اور صاع جو سے اور یہ حدیث صحیح ہے اور صاع ایک پیمانہ ہے اور صاع معتبرہ وہ ہے کہ جس میں ایک ہزار چالیس درہم مونگ یا مسور سماویں (نقل از عین الہدایہ صفحہ ۸۵۶ سطر ۱۱)

(نوٹ) صاع عراقی چار من کا ہوتا ہے اور من چالیس سیر کا اور سیر چار مثقال کا۔ تو اس حساب سے من ایک سو اسی مثقال کا ہوتا ہے۔ اور مدینہ طیبہ کا صاع آٹھ رطل کا تھا۔ لہٰذا ہم دونوں کے قائل ہیں جو حساب لگانے سے ایک ہی وزن کے ہوتے ہیں۔ از مصنف عفی عنہ

اور اصل صاع کے وزن میں علمائے دین کا اختلاف اس لئے پڑا ہے کہ ہر ایک ملک اور شہر کا الگ الگ صاع تھا۔ لیکن ہمارے نزدیک صحیح تر یہ امر ہے کہ صاع آٹھ رطل کا ہوتا ہے اور صاع میں دو سیر سے کچھ کم گیہوں سما جاتا ہے لہٰذا ہمیں لازم ہے کہ دو سیر غلہ گندم دیا کریں۔ اگر اس کی قیمت حساب کر کے دیدیں تو بھی درست ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: عقیقہ کرنا سنت ہے یا واجب اور کتنی عمر میں کیا جائے ور اس کا طریقہ کس طرح پر ہے اور گوشت عقیقہ میں سے والدین یا دادا' دادی کچھ کھالیں تو درست ہے یا نہیں اور لڑکے کے کانوں میں اذان دینا کیسا ہے؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: عقیقہ کرنا مسنون ہے واجب نہیں۔ چنانچہ اس حدیث شریف سے ثابت ہے عن الحسن عن سمرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الغلام مرتهن بعقیقته

تذبح عنه یوم السابع ویسمی و یحلق راسه (رواہ احمد والترمذی و النسائی) روایت ہے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لڑکا گروی ہے بدلے عقیقہ اپنے کے' ذبح کیا جائے اس سے ساتویں دن۔ اور نام رکھا جائے اور سر مونڈھا جائے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن علیہ السلام کی طرف سے ایک بکری عقیقہ میں ذبح کی اور فرمایا اپنی دختر فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کہ اس کا سر مونڈھواؤ اور بالوں کے برابر چاندی وزن کر کے صدقہ دو۔ سو مائی صاحبہ نے ویسا ہی کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے دنبہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے عقیقہ میں ذبح کیا۔

اذان دینا لڑکوں کے کانوں میں مسنون ہے چنانچہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے عن ابی رافع قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذن فی اذن الحسن بن علی ولدته فاطمته کالصلوة (رواہ الترمذی و ابوداود' نقل از مشکوۃ العقیقہ فصل ثالث) یعنی روایت ہے ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ اذان دی بیچ کان حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جس وقت کہ جنا اس کو مائی فاطمہ خاتون جنت نے مانند اذان نماز کے الخ۔

پس ان دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ بروز ہفتم کرنا اور مولود کا سر مونڈوانا اور اس کے بالوں کو چاندی یا سونے سے وزن کر کے صدقہ کرنا اور بوقت تولد ہونے کے اس کے کان میں اذان و اقامت کہنا یہ سب امور مستحب ہیں۔

فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۴۶۵ میں لکھا ہے کہ اگر بروز ہفتم عقیقہ نہ ہو سکے تو اکیسویں روز کرے اگر ان تاریخوں میں نہیں کر سکتا تو چودھویں روز کرے' اگر چودھویں روز بھی نہ ہو سکے تو جب طاقت ہو کرے اور عقیقہ کی خاطر قرضہ نہ اٹھائے کیونکہ عقیقہ کرنا فرض و واجب نہیں۔ اور مولود کے بالوں کو زمین میں دفن کرے۔ سر اور ایک ران اور پائے ذبیح کے حجام کو دے دے۔ اور باقی گوشت کو تین حصوں پر تقسیم کرے اور اس سے ایک حصہ فقیر و مساکین کو دے اور دو حصہ باقی ماندہ ہمسایہ و اقارب اور اپنے لئے رکھے کما قال العلماء حکم العقیقه حکم الاضحیته پس دریں صورت خوردن

گوشت آں مادر و پدر وجد و جده نیز جائز است۔ اور ہڈی گوشت عقیقہ کو توڑنا اچھا نہیں۔ اگر توڑ ڈالے تو کوئی خوف بھی نہیں۔ اور پوست عقیقہ کو صدقہ کرے تو بہتر ہے ورنہ اپنے استعمال میں لائے تو بھی جائز ہے اور وقت ذبح کرنے کے یہ دعا پڑھے۔

اللهم هذا عقيقته ابنى فلان دمها بدمه ولحمها بلحمه و جلدها بجلده و شعرها بشعره اللهم تقبلها منى واجعلها فداء لا بنى من النار اور مولود کا نام مطابق شرع شریف کے رکھنا چاہئے اور اس کی خوشی میں شیرینی وغیرہ اشیائے ماکولہ تقسیم کریں تو درست ہے اس میں کوئی خوف نہیں اور شریعت کے برخلاف کوئی کام نہ کیا جائے اور مبارک بادی مروجہ کرنے میں کچھ عیب نہیں اور ختنہ بارہ برس سے پیشتر کرنا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: طلاق رجعی اور طلاق بائن کس کو کہتے ہیں اور ان کے الفاظ کیا ہیں؟ اور اس کا حکم کیا ہے؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: طلاق رجعی اس کو کہتے ہیں جس میں بدون نکاح جدید و حلالہ کے رجوع نہ کرنے سے ہی عورت حلال ہوسکتی ہے اور اس کی پانچ شرطیں ہیں۔ پہلے تین طلاق یک بارگی نہ کہے۔ دوم صریح لفظ طلاق کا بولے۔ سوم ایک دفعہ ہی طلاق کہی ہو۔ اس سے پہلے کوئی طلاق نہ کہی ہو۔ چہارم مال اسباب کا ذکر طلاق کے ساتھ نہ کیا ہو۔ پنجم وہ عورت مدخولہ اس کی ہو۔ اگر ان کے برعکس کرے گا تو طلاق بائن ہو جائے گی۔ چنانچہ کتاب صلوۃ مسعودی جلد دوم صفحہ ۵۸ میں بایں طور مسطور ہے۔

بد انکہ طلاق رجعی راپنج شرط است اول آنکہ بیک بار ہر سہ ندہد دوم آنکہ صریح طلاق بود۔ سوم آنکہ یک طلاق دہد کہ پیش ازوے نہ گفتہ بود۔ چہارم آنکہ مال درمیان نبود۔ پنجم آنکہ مدخولہ بود۔ ہم چیں طلاق ہا رجعی بود۔ واگر زن نامد خولہ اکھٹا کریں راسہ طلاق دہد سہ باریک طلاق واقع شد۔ واگر مدخولہ بود ہرسہ طلاق واقع شود۔

اور طلاق رجعی کے الفاظ بہت ہیں۔ لیکن یہاں پر بطور اختصار تحریر کردیئے جاتے ہیں وھوہذا۔ اگر مرد زن راگفت۔ اگر جانہ مادر بروی ترا طلاق یا فلاں کارکنی ترا طلاق یا من فلاں کارکم زن از من بطلاق۔ یا

رستہ تو پوشم ترا طلاق یا ہرچہ ترا طلاق یا نصف ترا طلاق یا ثلث ترا طلاق یا ربع ترا طلاق یا ہرچہ ترا طلاق یا مانند آں عضو شائع از بدن یا گوید روئے ترا یا سر ترا یا گردن ترا یاسف ترا یا روح ترا یا دم ترا یا فرج ترا ایں ہمہ الفاظ یک طلاق رجعی واقع شود۔ ا۔

طلاق بائنہ وہ ہوتی ہے جس کے کہنے پر اس عورت کو بدوں نکاح جدیدہ کے گھر میں نہیں رکھ سکتا اور طلاق بائنہ کے بے شمار الفاظ ہیں کیونکہ اس میں الفاظ کنایہ اور موضوع طلاق سے نہیں ہوتے۔ اپنے اپنے ملک کی بولی کے مطابق استعمال ہوا کرتے ہیں۔ اور بعض ایسے الفاظ کنایہ بولے جاتے ہیں کہ جن سے صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے جیسا کہ اعتدی یعنی شمار کر۔ استبری رحمک یعنی اپنے رحم کو پاک کریا انت واحدۃ یعنی تو اکیلی ہے انت حرۃ اختاری۔ امرک بیدک سرحتک۔ فارقتک وغیرہ پس اگر یہ الفاظ عدم ناراضگی عدم ذکر طلاق اور بدون نیت طلاق دینے کے کسی شخص نے اپنی عورت کو کہے تو کوئی طلاق واقعہ نہ ہوگی اور اگر یہ الفاظ بولے اور نیت طلاق کی کرے تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔ اور اگر کسی شخص نے کہا انت بائن انت حرام۔ انت خلیتہ۔ انت بریتہ۔ حبلک علی غاربک الحقی باھللک و ھبتک لاھلک۔ سرحتک۔ فارقتک۔ امرک بیدک۔ انت حرام۔ تقنعی۔ تخمری۔ استبرئی۔ اخرجی۔ اغربی۔ قومی۔ ابتغی الازواج ترجمہ ان الفاظ کا یہ ہے تو جدا ہے' تو حرام ہے' تو خالی ہے' تو بری ہے' تو بیزار ہے' رسی تیری تیری پشت پر ہے' یعنی جہاں چاہئے تو چلی جا۔ مل جا اپنے لوگوں سے' بخشا میں نے تجھ کو تیرے اہل کو۔ رخصت کیا میں نے تجھ کو۔ چھوڑا میں نے تجھ کو۔ تیرا کام تیرے ہاتھ میں ہے' تو آزاد ہے' چادر پہن لے' چادر اپنے سر پر ڈھانپ لے' اپنے آپ کو چھپا لے' مجھ سے دور ہو جا' نکل جا' کھڑی ہو جا' خاوند کو تلاش کر لے' پس ان تمام صورتوں میں ایک طلاق بائیں پڑھ جائے گی اگر نیت کی ہو حرہ میں ایک طلاق یا دو طلاق کی۔ اگر کسی شخص نے اپنی عورت کو کہا تجھ کو میں نے طلاق بائن

حاشیہ

ا۔ طلاق رجعی کے الفاظ اگر تو ماں کے گھر گئی تو تجھے طلاق یا تو نے فلاں کام کیا طلاق یا میں نے فلاں کام کیا تو میری بیوی کو طلاق وغیرہ یعنی لفظ طلاق ایک بار کہے یا چھوڑی کہے تو اس سے طلاق رجعی ہوگی (شامی) قادری

دیا یا کہا اشد الطلاق یا اغش الطلاق یا اخبث الطلاق یا طلاق الشیطان یا طلاق بدعت دیا میں نے۔ یا میں نے تجھے طلاق مثل پہاڑی کے دی۔ یا مثل ہزار طلاق کے۔ یا گھر بھر کے یا طلاق شدید یا طویل یا عریض یا بڑی طلاق یا اعظم طلاق یا اغلظ۔ پس ان تمام الفاظ میں ایک طلاق بائن بلا نیت واقع ہوگی۔ نے اگر نیت کی ہو حرہ میں ایک کی یا دو کی۔ (نقل از شرح وقایہ و درمختار)

فتاوی جامع الفوائد صفحہ ۱۱۷ میں بایں طور مسطور ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ کو کہا ترا رہا کردم لا تطلق الا بالنیتہ وان نوی بائنا اور اگر کسی نے کہا میں نے تم کو متایا چھوڑ دیا۔ یا جد ہے بھاویں تد ہے لگی ونج۔ یقع طلاق بائن بلانیتہ کمالو قال انت بائن اور اگر کسی نے کہا ترا گزاشم یا تینوں میں متی یا تینوں میں چھوڑ دی۔ یقع طلاق بائن لان العرف معتبر فی الکلام اور اگر کسی نے کہا اتوں میتھوں رہی کی تطلق طلاقا بائنا ولو قال مرا باتو کار نیست و ترابمن نے اعطینی ماکان عندک وازھبی حیث شئت لا یقع الطلاق بلون النیتہ

صاحب کتاب کافی جلد ثانی صفحہ ۸۱ بحوالہ کتاب کافی دربارہ مسائل طلاق یوں تشریح فرمایا ہے الفاظ کنائی بسیار است چنانچہ اگر کسے زن خود را گوید تو جدا شدہ دیا تو دامی۔ دیا گوید دامن بریدہ شدی۔ ویا گوید رسن گردن تو یعنی از من برو و پدر یا قرابتیاں خود برو۔ وتو خالی یعنی از نکاح و تو بیزاری۔ یعنی از نکاح و ترا بخشیدم بقرابتیان تو۔ وتو جدائی دیا کار تو بدست تست۔ وتو آزادی۔ و مقنعہ بپوش۔ ودامن بپوش۔ وپنہاں شوی یعنی از من و غیرب شو۔ یعنی از من بیروں آئی و برو و برخیز شوہر برائے خود طلب کن ایں جملہ لفظہار راکنایت طلاق گویند۔ در ہدایہ میگوید اگر بدیں لفظہانیت طلاق شود۔ واگر نیت دو طلاق کند یکے طلاق شود۔ بے نیت طلاق واقع شود مگر آنکہ زن و شوہر در حالت ذکر طلاق باشند آنزماں بدیں الفاظ نزدیک یک طلاق واقع شود۔ اگرچہ نیت طلاق بناشد۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ کو بحالت غضب کہے کہ تو میری ماں بہن ہے اس میں کونسی طلاق واقعہ ہوگی؟ جواب دو اجر ملے گا

السائل حافظ رحمت علی نقشبندی از علی پور

جواب: اس صورت میں کوئی طلاق واقعہ نہیں ہوتی۔ چنانچہ فتاوی ہندیہ المعروف فتاوی عالمگیریہ صفحہ ۳۳۱ سطر ۱۲ میں اس طرح پر تحریر ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو میرے ماں ہے تو بظاہر نہ ہوگا۔ مگر مکروہ تحریمہ ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ اے میری دختر یا اے میری بہن یا مثل اس کے تو بھی وہی حکم ہے اور فتاوی حمادیہ' و جواہر و فتاوی جامع الفوائد باب الظہار صفحہ ۱۳۷ میں نیز بایں طور مسطور ہے ولو قال لها انت امی فليس بشی اور کہا بعض نے کہ اگر نیت طلاق کی ہو تو طلاق بائن واقعہ ہوگی لیکن یہ قول قابل عمل نہیں اور ایسے الفاظ کہنے والے کو توبہ کرنی چاہئے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: اگر ہندہ کا زنا کرنا اپنے سسر سے ثابت ہو جائے تو وہ اس حرمت مصاہرہ کی صورت میں بدون حاصل کرنے طلاق کے شوہر سے کسی دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: صورت مذکور بالا میں وہ عورت دوسرے شوہر سے نکاح نہیں کر سکتی تاوقتیکہ وہ اپنے خاوند سے طلاق، حاصل نہ کرلے کیونکہ حرمت مصاہرہ میں نکاح بالفساد قائم رہتا ہے۔ اور اگر قاضی یا حاکم کے تفریق کرنے سے پہلے مرد نے اس سے وطی کرلی تو اس پر حد لازم نہ ہوگی۔ چنانچہ غایتہ الاوطار شرح درمختار جلد ۲ صفحہ ۱۵ میں مسطور ہے۔

وبحرمته المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج باخر الا بعد المتاركته وانقضاء العدة والوطى بها لا يكون زنا یعنی اور حرمت مصاہرۃ سے نکاح نہیں ٹوٹ جاتا یہاں تک کہ دوسرے سے نکاح کرنا حلال نہیں مگر بعد چھوڑ دینے کے یعنی بعد طلاق دینے اور عدت گزرنے کے نکاح اور قربت کرنا اس حرمت مصاہرہ میں زنا نہ ہوگا۔ یعنی زوج اگر قبل تفریق کے صحبت کرے گا تو اس پر حد زنا کی واجب نہ ہوگی۔ (کذافی حاشیہ المدنی الذخیرہ) الخ

فتاوی نور الھدی صفحہ ۸۸ جلد اول میں لکھا ہے کہ اگر حرمت مصاہرہ ثابت ہو جائے تو نکاح ان کا بالکل ٹوٹ نہیں جاتا اور دوسرے شخص سے وہ عورت نکاح نہیں کر سکتی۔ تاوقتیکہ اس کا خاوند اس کو طلاق نہ دے دے اور اگر اس کا خاوند اس سے وطی کرے گا تو اس پر حد لازم نہ ہوگی وھو ہذا

بتحریم المصاهرة لا یرتفع النکاح حتی لا یحل لھا لا تزوج بزوج اخر وان مضی سنون الا بعد المتارکته والوطی لا یکون زنا ولا یجب علیه الحد (ھکنافی خزینته وامینه)[۱]

فتاوی جامع الفوائد صفحہ ۹۰ سطر ۲۰ میں نیز بائیں طور مذکور ہے واذا وقعت الفرقته بین الزوجین بسبب المصاھرة فانه لا یرتفع النکاح بینھما اصلا بل بقی النکاح بعد الحرمته علی وجه الفساد حتی لا تحل لھا تزوج بزوج اخر الا بعد المتارکته وان مضی علیھا سنون ولو و طائھا زوجھا لا یکون زنا لا مر مختلف فیه الخ

فتاوی نور الھدی جلد اول اور میں اس طرح مرقوم ہے وقتیکه میان مرد و زن حرمت مصاہرہ واقع شود نکاح فاسد نمی شود بلکه باقی میماند۔ بافساد تا آنکه زن شوہر دیگر خواستن روانیت سوائے جدائی و متارکت شوہر اگرچه سالہا بگذار۔ واگر زن راہماں شوہر وطی کند زنا نتواں گفت۔ وحد زنا نباشد زیراکه حرمت مختلف فیه است۔ الخ

نیز فتاوی برہنہ دفتر دوم صفحہ ۴۹ میں مذکور ہے کہ حرمت مصاہرت رافع نکاح نیست۔ وطی با او زنا نبود و بر شوہر دیگر حرام باشد۔ و اگرچہ بریں سالہا رود مگر بعد از متارکہ کمانی فی القنیہ اور اس کے حاشیہ پر یوں لکھا ہے یعنی اگر شخصے گفت مادر زن را مس بشہوت کردہ ام۔ پس

حاشیہ

[۱] فقہاء احناف کے نزدیک اگر حرمت مصارحت ثابت ہو جائے تو اسے زوجہ سے وطی کرنا درست نہیں اگر کرلی تو حد زنا نہیں کیونکہ اسے زنا نہیں کہیں گے اس لئے نکاح قائم ہے ہاں اسیر تعزیر ہے مگر جمہور فقہاء اور بالخصوص مالکیہ اور شوافع زنا سے حرمت مصاہرت کو نہیں مانتے کیونکہ حدیث میں ہے لا یحرم الحرام الحلال کہ حرام حلال کو حرام نہیں کرتا اور فقہاء حنفیہ علاقہ جزئیت کے قیاس سے حرمت کے قائل ہیں ولائل جانبین کے بڑی کتابوں میں ہیں امام ابن حزم ظاہری نے المحلی شرح مؤطاء میں جانبین کے دلائل تفصیل سے ذکر کئے ہیں۔ قادری

مصاہرت ثابت شود۔ وزن ایں مرد در انکاح نشود۔ بشرطیکه تکذیب نفس خود کردہ باشد۔ وطی ایں شخص بایں زن زنا بنود۔ و بر مرد دیگر حلال نشود۔ تا آیں شخص اور اطلاق ندہد الخ۔ پس ان تمام دلائل قاطع سے معلوم ہوا کہ وہ عورت اس کے شوہر پر حرام بالفساد ہو جاتی ہے لیکن وہ دوسرے شخص سے بھی بدوں حاصل کرنے طلاق و تفریق قاضی کے نکاح نہیں کر سکتی۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال: اگر عورت نے اپنے خاوند کو کہا کہ تیرے والد نے یا تیرے بیٹے نے میرے ساتھ زنا بلاجبر کیا ہے اور اس پر گواہ بھی پورے طور پر نہیں ملے اور شوہر بھی اس کا تصدیق نہیں کرتا یا تصدیق کرتا ہے لیکن اس کا باپ اس بات کو نہیں مانتا۔ اب اس صورت میں کیا وہ عورت اس پر حرام ہوئی یا نہیں اور ان پر کیا حکم ہے؟

جواب: اگر اس کے شوہر نے تصدیق کر لی تو وہ عورت اس پر بائنہ ہو جائے گی۔ اگر تصدیق نہ کی تو وہ حرام نہ ہوگی۔ چنانچہ عبارات ذیل سے معلوم ہوتا ہے واذا تزوج بکراً ووجدھا ثیباً وقالت ابوک فضنی صدقھا بانت والا لا اس کا ترجمہ یہ ہے نکاح کیا ایک مرد نے باکرہ عورت سے۔ تو اس نے اسے باکرہ نہ پایا۔ پھر اس نے پوچھا کہ کس نے تیرا ازالہ بکارت کیا۔ اس نے جواب دیا کہ تیرے باپ نے میری بکارت کا ازالہ کیا۔ سو اگر زوج اس کے نے تصدیق کی تو اس کا نکاح ٹوٹ گیا۔ا۔ بدون مہر کے یعنی مہر دینا شوہر پر واجب نہ ہوا۔ کیونکہ عورت کا قصور تھا کہ اس نے اول کیوں ظاہر نہیں کیا۔ اگر عورت کی تصدیق شوہر نے نہیں کی تو نکاح نہ ٹوٹتا۔ چاہے اس کو رکھے چاہے اس کو چھوڑ دے۔ (نقل از حاشیہ

ا۔ لیکن پچھلی عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ حرمت مصاہرت ثابت ہو جانے سے نکاح نہیں ٹوٹتا نکاح بدستور رہتا ہے جب تک کہ خاوند اسے طلاق نہ دے لیکن یہ عبارت اس کے برعکس ہے لہٰذا صحیح یہی ہے کہ نکاح نہیں ٹوٹے گا اگرچہ خاوند تصدیق کر دے البتہ اس کو چاہئے کہ اس کو طلاق دے دے اگر طلاق نہ دے بدستور نکاح میں رکھے اور اس سے وطی کرے تو حنفیہ کے نزدیک وہ اس کی بیوی ہوگی اور نہ چھوڑنے سے ان کے نزدیک گنہگار ہوا

غایتہ اولاطار جلد دوم صفحہ ۱۳)

کتاب عین الہدایہ جلد دوم صفحہ ۲۱ میں نیز بایں طور مسطور ہے جورو نے اپنے خاوند کو کہا کہ مجھ سے تیرے باپ نے وطی کی۔ یا تیرے بیٹے نے شہوت سے مس کیا۔ اگر شوہر و اس کا بیٹا تصدیق نہ کرے تو وہ بائنہ نہ ہوگی۔ اور اسی فتاوی صفحہ ۲۰ میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے حرمت مصاہرہ کا اقرار کیا جس سے جورو حرام ہوتی ہے تو دونوں میں تفریق کرائی جائے گی۔ الخ ۔ مثلاً کہا مرد نے کہ میں نے تیرے نکاح سے پہلے یا بعد تیری ماں سے وطی کی اگرچہ دل لگی سے کہا ہو۔ المحیط پھر اگر دعوی کرے کہ میں نے جھوٹ کہا تو قاضی تصدیق نہ کرے لیکن اللہ تعالٰی کے نزدیک اگرچہ جھوٹا تھا تو یہی ہوگا اور جورو حرام نہ ہوگی۔ مگر قاضی تفریق کرا کے پورا مہر دلوائے گا۔ پس ان دلائل سے معلوم ہوا کہ اس کی حرمت کا دار و مدار اس کے خاوند پر ہے اگر وہ تصدیق کرے تو اس پر حرام ہوگی اگر وہ تصدیق نہ کرے اور گواہ گواہی پورے طور پر دیں تو پھر بھی اس پر حرام ہو جائے گی۔ اور اگر کبھی تصدیق کرے اور کبھی انکار کرے تو اس صورت میں قاضی کو چاہئے ان میں تفریق کرادے اور اس کے اصرار کو تسلیم نہ کرے اور اگر گواہ بھی اس کے نہیں اور تصدیق بھی نہیں کرتا تو وہ عورت اس پر حرام نہ ہوگی۔ اعلم بالصواب

سوال: ثبوت زنا کے لئے گواہوں کی ضرورت ہے اور کس طرح گواہی لی جائے؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: زنا کے ثبوت کی خاطر چار آدمیوں کی ضرورت ہے جو نیک مرد ہوں چنانچہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعتہ شہرا اشھدا" الخ اور کیاب شرح درمختار میں ہے و یثبت بشهادتہ اربعتہ رجال فی مجلس واحد فلو متفرقین حدوا یعنی زنا چار آدمیوں کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے وہ ایک ہی مجلس میں ہوں اگر متفرق ہوں گے تو تمام پر حد لگائی جائیں گی اور امام گواہوں سے اس طرح سوال کرے ماھو یعنی زنا کیا تھا۔ وکیف ھو وہ کس طرح تھا واین ھو اور کہاں تھا ومتی ھو اور زنا کب کیا تھا وبمن زنی اور کس کے ساتھ کیا تھا فان بینوا وقالوا رایناہ وطئھا فی فرجھا کالمیل فی المکحلتہ حکم بھا یعنی اگر وہ تمام باتوں کو بیان کردیں اور کہیں کہ ھم نے اس شخص کو اس عورت کے فرج میں وطی کرتے ہوئے دیکھا جیسی سرمچو سر

میدانی میں۔ پھر ان کی شہادت کے بعد قاضی ان پر حد مارنے کا حکم کرے الخ۔ اور حد کی چھ قسمیں ہیں حد زنا، حد شراب، حد بدمست، حد قذف اور حد چوری و حد ڈاکہ زنی۔ پس اگر ان کا ثبوت ہو جائے تو سو کوڑے ان پر قائم کئے جائیں گے۔ اور اگر زانی اور زانیہ محصن ہوں گے تو ان کو رجم کا حکم دیا جائے گا اور محصن اس کو کہتے ہیں جو عاقل بالغ مسلم اصیل شادی شدہ اور عورت سے دخول بھی کیا ہو تو ایسے شخص کو ایک بڑے وسیع میدان میں گاڑ کر پہلے اس پر گواہ پتھر ماریں پھر حاکم پھر صفیں باند کر عوام الناس اس پر پتھر ماریں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: آج کل بعض لوگ اپنی لڑکیوں کو بیس بیس سال تک بٹھا دیتے ہیں اور ان کا نکاح نہیں کرتے اور یہاں تک کہ ان کی نوبت پہنچ جاتی ہے کہ وہ برے افعال کرنے لگ جاتی ہیں کیا اس صورت میں وہ گنہگار ہوتے ہیں یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: لڑکی جب جوان ہو جائے تو اس کا نکاح جلد کر دینا چاہئے کیونکہ اگر وہ بد فعلی کرے گی تو اس کے ذمہ دار اس کے ماں باپ ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے عن عمر ابن الخطاب قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التورۃ مکتوب من بلغت ابنتہ اثنتی عشرۃ سنتتہ ولم یزوجھا فاصابت اثما فاثم ذلک علیہ (رواہ البیھقی فی شعب الایمان) یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ کتاب تورات میں مرقوم ہے کہ جس شخص کی لڑکی بارہ سال کی ہو جائے اور وہ نکاح نہ کرے تو جو اس کی لڑکی سے گناہ ہو گا اس کا بوجھ اس کے باپ کی گردن پر ہو گا۔

ایک حدیث میں اس طرح وارد ہے عن ابی سعید وابن عباس قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ولد لہ فلیحسن اسمہ و ادبہ فاذا بلغ فلیتز وجہ فان بلغ ولم یزوجہ فاصاب اثمًا اثمہ علی ابیہ یعنی حضرت ابی سعید خدری و حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اس کو چاہیے کہ اس کا نام اچھا رکھے اور اس کو ادب سکھائے اور جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کرے۔ اگر وہ بالغ ہو گیا اور باوجود طاقت ہونے کے اس کی شادی نہ کی تو جو اس سے گناہ سرزد ہو گا وہ اس کی گردن

پر ہوگا۔ پس برادران کو چاہئے کہ جب لڑکی یا لڑکا بالغ ہو جائے تو جلد شادی کر دینی چاہئے۔ ورنہ مجرم ہوں گے۔ ا۔

سوال: حرمت مصاہرہ کا کیا ثبوت ہے؟ جواب حدیث شریف و اقوال آئمہ دین سے دو کیونکہ وہابی لوگ اس مسئلہ کے بالکل منکر ہیں۔

جواب: مسائل حرمت مصاہرہ کا ثبوت قرآن مجید و کتب احادیث میں بایں طور مذکور ہے کہ سب خلقت اللہ تعالیٰ نے نطفہ سے رکھی ہے۔ لقولہ تعالیٰ خلق من ماءٍ دافق یخرج من بین الصلب والترائب پس اس میں فرق صرف بعیدی ہے چنانچہ عین الہدایہ جلد دوم صفحہ ۱۸ میں اس مسئلہ کو بایں صورت بیان کیا ہے تحقیق الکلام یہ ہے کہ جو بچہ کسی مرد کے نطفہ سے ہو وہ اس کا بیٹا اور بیٹی ہے۔ بدلیل حدیث راہب جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک عورت نے اس کو مبتلائے فجور کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا۔ آخر قابو نہ پایا تو چرواہے سے زنا کرا کے پیٹ دکھایا اور لوگوں کو دکھلایا۔ جنہوں نے راہب کو مارا اور اس کا صومعہ کھود ڈالا۔ مرد نیک نے اس دودھ پیتے بچے سے خطاب کیا کہ او بچہ تیرا باپ کون ہے؟ اللہ

حاشیہ

ا۔ مجرم ہوں گے جب بلا سبب بالغ اولاد کی شادی نہ کریں گے ہاں اگر کوئی سبب ہو چنانچہ مناسب رشتہ کا نہ ملنا مناسب سے مراد برادری یا خاندان یا قوم نہیں یہ جو لوگ برادری و خاندان و قوم میں رشتہ نہ ملنے سے لڑکیوں یا لڑکوں کی شادی نہیں کرتے وہ خدا پرست اور رسول ﷺ کے پیروکار نہیں وہ برادری پرست' قوم پرست اور خاندان کے پجاری ہیں ان کو توبہ کرنا چاہئے قرآن میں ہے انما المؤمنون اخوۃ کہ سب مسلمان آپس میں بھائی ہیں اس میں سید و غیر سید قریشی و غیر قریشی' پٹھان و ملک و آرائیں و جاٹ و راجپوت وغیرہ ایسی برادریوں کا کوئی فرق نہیں ہے قرآن میں ہے کہ سب مسلمان آپس میں بھائی ہیں (سورۃ نور ۶۲) کر برادریوں' خاندانوں اور قومیتوں اور قبیلوں کے باہمی فرق مٹا دے ہاں بچے کی شادی کی تاخیر کا سبب اس کی تعلیم کی تکمیل بھی جائز سبب ہے کیونکہ اس دور میں تعلیم بہت ہی اہمیت رکھتی ہے۔ ہاں اگر بلا وجہ بچے کی شادی نہ کرے اور اس سے گناہ سرزد ہو تو اس کا گناہ جہاں بچے پر ہے سرپرست پر بھی ہے۔ فقط قادری

تعالیٰ نے بندہ صالح کی کرامت پر اس شیر خوار کو گویا کیا۔ اس نے جواب دیا کہ میرا باپ فلاں چرواہا ہے۔ یہ دیکھ کر لوگ خوفناک و ندامت سے اس کے پاؤں پر گرے۔ غرضیکہ یہ حدیث صحیح بخاری وغیرہ میں موجود ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جس کے نطفہ سے مخلوق ہو اسی کا فرزند بیٹا بیٹی ہوتا ہے اور زبان عرب میں یہی معروف ہے۔ پس لغت موافق حدیث صحیح ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے حرمت علیکم امھاتکم و بناتکم الابتہ میں بیٹیوں کو حرام کیا ہے۔ پس بیٹی موافق لغت و حدیث کے وہ بچہ مادہ جو مرد آدمی کے نطفہ سے مخلوق ہوئی خواہ نطفہ بطریق شرعی ڈالا ہو یا نہیں کیونکہ حدیث راہب میں چرواہا جس نے زنا سے نطفہ ڈالا تھا پھر بھی وہ باپ اور یہ بیٹا ٹھہرا۔ ہاں فرق دونوں صورتوں میں بروجہ دیگر ہے وہ اس طرح کہ فرزند سے دو قسم کے احکام متعلق ہیں۔ ایک بنظر ذات و خلقت اور دوم بنظر میراث و منفعت۔ پس خارج ذات کے احکام و منافع بطریق سزا کے زانی کو نہیں ملیں گے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ الولد للفراش وللعاھر الحجر یعنی فرزند تو فراش والے کا ہے اور مرد زنا کار کو پتھر ہیں۔ معنی یہ کہ جس فرزند کے حق میں یہ احکام مرتب ہوں وہ فرزند ہوتا ہے جو صحیح فراش سے یعنی حلال شرعی سے پیدا ہوا خواہ بطور نکاح یا بطور ملک کے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ احکام ذاتی میں وہ فرزند نہ ہو۔ حالانکہ حدیث راہب سے ثابت کیا اور حرمت قرابت بوجہ ذات کے ہے اور باہ جماع جب وطی رخنہ سے واقع ہو تو ماں حرام ہوجاتی ہے جب کہ نکاح ہو تو اسی جہت سے کہ وہ فرزند کا سبب ہے حتی کہ جو فرزند پیدا ہو وہ باپ کا بچہ ہے اور جبکہ میں نے ثابت کر دیا کہ نکاح کو کچھ دخل نہیں۔ بلکہ زنا سے پیدا ہو۔ وہ بھی باپ کا بچہ ہے تو ثابت ہوا کہ ہر وطی موجب حرمت ہے۔ کیونکہ اس کا کوئی قائل نہیں کہ بچہ ہو تو وطی موجب حرمت مصاہرہ ہے۔ ورنہ نہیں۔ پس ثبوت ہوگیا کہ وطی سے حرمت مصاہرت لازم ہو جاتی ہے اور جو بچہ پیدا ہو وہ بیٹا یا بیٹی ہوتی ہے اور اس سے قرابت محرمہ مستحق ہوتی ہے کیونک وہ بھی بیٹی ہے پھر اگر وہ حلال طور پر ہو تو احکام میراث وغیرہ بھی ثبوت ہیں ورنہ نہیں۔ الخ

کتاب الاثار محمد رحمتہ علیہ میں بایں الفاظ حدیث مسطور ہیں وہوذا محمد قال اخبرنا ابو حنیفتہ عن حماد عن ابراھیم قال انا قبل الرجل ام امراتہ اور لمسھا شیوۃ حرمتہ علیہ امراتہ قال محمد وبہ ناخذ وھو قول ابی حنیفتہ یعنی مختصر جب بوسہ

بس کیا کسی شخص نے اپنی ساس کا شہوت سے تو اس صورت میں اس کی زوجہ اس پر حرام ہوگی اور کہا امام محمد نے ہم اسی کو پکڑتے ہیں اور بھی قول ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا ہے۔

کتاب نور الہدایہ جلد ۲ صفحہ ۶ میں ایک حدیث بایں الفاظ مسطور ہے کہ کہا ایک مرد نے یا رسول اللہ علیہ وسلم کہ تحقیق کہ میں نے زنا کیا تھا ایک عورت سے جاہلیت میں کہ اب میں نکاح کروں اس کی بیٹی سے سو فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سو میں نہیں تجویز کرتا اس کو آخر حدیث تک۔ کہا شیخ ابن الہمام نے کہ یہ حدیث منقطع ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے حق میں جو نکاح کرے کسی عورت سے سو اس کو دبائے سے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کرے تو نہ نکاح کرے اس کی بیٹی سے اور یہ حدیث مرسل ہے اور نزدیک ہمارے حدیث مرسل حجت ہوا کرتی ہے جب کہ اس کے راوی ثقہ ہوں۔ الخ ا۔

کتاب فیض الباری شرح صحیح بخاری سپارہ ۲۱ صفحہ ۱۱۳ میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کہ اگر مرد اپنی ساس سے زنا کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اس کی عورت اس پر حرام ہو جاتی ہے اور ابن ابی شیبہ نے ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرفوع روایت کی ہے جو کسی عورت کی شرم گاہ کی طرف دیکھے تو اس مرد کو نہ اس کی ماں حلال ہوتی ہے اور نہ اس کی بیٹی۔ الخ ۲۔

بخاری شریف میں ہے وروی عمران بن حصین و جابر بن زید والحسن

حاشیہ

ا۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمتہ اور امام مالک علیہ الرحمتہ کے نزدیک حدیث مرسل حجت نہیں ہے نیز حنفیہ کے نزدیک اس صورت میں حرمت مصاہرت لازم نہیں آتی جبکہ عورت کی شرمگاہ کو دیکھے یا چھوئے یا دخول سے قبل انزال ہو جائے یا اس کی دبر میں انزال کروائے تم اگر انزال نہ کرے تو کہتے ہیں کہ حرمت لازم آئے گی۔

۲۔ مصنف علیہ الرحمتہ نے اس مسئلہ پر حاشیہ میں فرمایا کہ حرمت مصاہرہ میں مفتی کو لازم و جائز نہیں کہ طلاق دلوائے بغیر زوجین میں تفریق کر دے کیونکہ اس مسئلہ حرمت میں فقہاء عظام نے نکاح بالفساد کا حکم دیا ہے جبکہ دونوں طرف سے دلائل موجود ہیں حرمت کے بھی اور خلت کے بھی۔ انتہی

وبعض اھل العراق تحرم علیہ یعنی روایت کی گئی عمران بن حصین سے اور جابر بن زید اور حسن اور بعض اہل عراق سے کہ اس کی عورت اس پر حرام ہو جاتی ہے۔ عبدالرزاق نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ اگر کوئی مرد اپنی ساس سے زنا کرے تو دونوں اس پر حرام ہو جاتی ہیں۔ الخ

پس یہی فتویٰ حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے شاگردوں اور حضرت امام ثوری اور حضرت ابو ہریرہ و امام احمد بن حنبل و اوزعی اور عطا وغیرہ عراق رضوان اللہ علیہم کا ہے اور امام شافعی و امام مالک و قتادہ و یحییٰ بن یعمر وہ سب کے سب اس کے برعکس ہیں۔ اور ان کی دلیل یہ ہے الحرام لا یفسد الحلال یعنی حرام نہیں فساد کرتا حلال کو۔ اور کہا اس حدیث کو ابن المدینی نے ضعیف ہے اور ایسا ہی رازی و نسائی و ابوداؤد نے اس کو کہا ہے۔ اور کہا دار قطنی نے یہ متروک ہے۔ غرضیکہ اس کے طرق میں عثمان بن عبدالرحمن و قاضی جس پر طرح طرح کے اعتراض ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث قابل عمل و اعتبار نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اے

حاشیہ

اے مالکہ و شوافع و دیگر جمہور فقہاء کہتے ہیں کہ جس نے ام زوجہ سے زنا کیا اس پر زوجہ حرام نہ ہوگی یا کسی عورت سے زنا کیا اس پر اس کی ماں یا بیٹی حرام نہ ہوگی ان کی دلیل ایک تو قرآن کریم کی آیت ہے "واحل لکم ما وراء ذلکم" (النساء آیت ۲۴ کہ ان عورتوں کے سوا سب عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں یہ نص قطعی اور عام قطعی ہے جس کی تخصیص خبر واحد سے نہیں ہو سکتی اور احناف جو روایات حرمت کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں وہ اخبار احادہ نہیں جو نص قطعی کے مقابلہ میں نہیں لائی جا سکتیں اور دوسری آیت ہے وھو الذی خلق من الماء بشرا فجعلہ نسبا و صھرا (الفرقان آیت ۵۴) (ترجمہ) اور وہی ہے جس نے آدمی کو پانی سے بنایا پھر اس کے نسبی اور سسرالی رشتے بنائے اس میں نسب اور سسرال کے رشتہ کا ایک دوسرے پر عطف ہے اور معطوف و معطوف علیہ کا ایک ہی حکم ہوتا ہے اور یہاں دونوں رشتوں کا بطور نعمت و امتنان کے ذکر ہو رہا ہے تو جب نسب کا رشتہ زنا سے ثابت نہیں ہوتا تو سسرالی رشتہ بھی زنا سے ثابت نہیں ہوگا جب مزنیہ کو زانی کی بیوی اور اس کی ماں کو زانی کی ساس نہیں کہا جا سکتا تو حرمت بھی ثابت نہ ہوگی۔ نیز حدیث میں ہے جسے امام بیہقی نے امام دار القطنی نے اور امام ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لا

سوال: موجودہ زمانہ میں دیکھا جاتا ہے کہ بعض عورتیں بسبب ناراضگی و نااتفاقی خاوند کے چند یوم کے واسطے مذہب عیسائی اختیار کرلیتی ہیں تاکہ اس صورت میں ہمارا نکاح ٹوٹ جائے گا اور آپس میں خود جدائی ہو جائے گی۔ کیا اس صورت وحیلہ میں نکاح ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا

جواب: اس حیلہ و صورت میں یہ نکاح ہرگز ہرگز نہیں ٹوٹ سکتا کیونکہ ان کا ایمان مطمئن بالقلب ہے اور قرآن مجید اس پر شاہد ہے لقوله تعالیٰ من کفر باللہ من بعد ایمانهی الا من اکره وقلبه مطمئن بالایمان (پارہ ۱۴ سورۃ النحل) یعنی جو کوئی کفر کرے ساتھ اللہ تعالیٰ کے پیچھے ایمان اپنے کے۔ مگر جو شخص کہ زبردستی کیا گیا اور دل اس کا آرام میں ہے ساتھ ایمان کے۔ الخ

پس اس آیت شریفہ سے ثابت ہوا کہ جو شخص زبردستی سے کفر کے کلمات کہلایا جائے اور حالانکہ اس کا ایمان مطمئن ہو تو وہ کافر ان کلمات کہنے سے نہیں ہو سکتا۔ اور کتاب غایۃ الاوطار جلد دوم صفحہ ۸۵ میں اس طرح اس مسئلہ کو واضح فرمایا ہے کہ جب عورت ابطال نکاح کے واسطے ارتداد اختیار کرے چنانچہ فتاوی عالمگیریہ میں اس کی تصریح کی ہے کہ اگر عورت کلمہ کفر کا زبان پر جاری کرے زوج کو رنج دینے کے واسطے اور مہر بڑھانے کے واسطے بسبب نکاح جدید کے تو اس کو زبردستی مسلمان کرنا چاہئے پھر قاضی اس کا نکاح جدید کر دے تھوڑے مہر پر۔ (کذافی حاشیہ المدنی) اور آگے اس کے درمختار کی عبارت بھی یوں دلالت کرتی ہے وہو ہذا

وافتی مشائخ بعدم الفرقته بردتها زجراً او تیسراً لا سیما التی تقع فی

حاشیہ

یحرم الحرام الحلال" کہ حرام حلال کو حرام نہیں کرتا۔ جلال القدر تابعی و علمائے اہل مدینہ فی زمانہ سیدنا سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا "عن رجل لفجر بام امراته فقال اما الام فحرام واما البنت فی حلال" (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ر ۲ ۔ ۱۲۲) بہر صورت هذه مسئله اجتهادیته واختلافته وفیه وسعته ورحمته قال صلی اللہ علیه وسلم "اختلاف امتی رحمته" ولا یشدد فی امثالها۔ فقط قادری

الکفر ثم تنکر قال فی النھر والافتاء بھذا اولی من الافتاء بما فی النوادر یعنی فتوی دیا مشائخ بلخ نے جدائی نہ پڑنے کا عورت کے مرتدہ ہونے سے عورت کے جھڑکی کے واسطے تاکہ شوہر پر اس کا حیلہ نہ چلے۔ اور خلق پر آسانی کے واسطے جہاں قاضی اور حاکم نہ ہو۔ علی الخصوص وہ عورت کہ موجبات کفر کرے پھر منکر ہو جائے نہر الفائق میں کہا کہ اس روایت پر فتوی دینا بہتر ہے۔ نوادر کے روایات کے فتوی سے۔ الخ (من عینہ نقل از غایۃ الاوطار شرح درمختار)

فتاوی قاضی خاں جلد ۲ صفحہ ۲۶۲ مطبوعہ لکھنؤ میں بایں طور تحریر ہے منکوحتہ ارتدت والعیاذ باللہ حکی عن ابی نصر و ابی القاسم الصفاء انھما قالا لا یقع الفرقتہ بینھما حتی لا تصل الی مقصودھا ان کان مقصودھا الفرقتہ وفی الروایات الظاہرۃ یقع الفرقتہ وتجس المرئاۃ حتی تسلم ویجدد النکاح۔ الخ

فتوی نور الھدی صفحہ ۱۴ میں نیز اس طرح مشائخ بلخ و سمرقند کا فتوی تحریر ہے کانوا یفتون بعدم وقوع الفرقتہ بردۃ المراۃ حسما لباب المعصیتہ وعامھم یقولون یقع الفسخ ولکن تجبر علی النکاح بزوجھا بعد الاسلام لان المقصود یحصل بذلک و مشائخ بخاری کانوا علی ھذا عینی من عینہ ولا تقتل مرتدۃ حرۃ کانت اوامتہ لکن تجبر علی الاسلام و تجس حتی تسلم ابو المکارم پس ان تمام دلائل سے واضح ہو چکا ہے کہ اس حیلہ سے نکاح خود بخود فسخ نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر اس کا مطلب مرتدی پر ہے تو پھر بھی حاکم و مفتی و قاضی کو لازم ہے کہ اس عورت کو اسلام پر مجبور کریں ورنہ قید کریں یہاں تک کہ وہ اسلام لاوے اور اس کے خاوند سے ہی اس کا جدید نکاح کر دے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: لڑکا ہو یا لڑکی کتنی عمر میں بالغ ہو جاتے ہیں۔

جواب: کتاب ہدایہ جلد سوم میں یہ مسئلہ اس طرح پر مسطور ہے قال بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال اذا وطی فان لم یوجد ذلک فحتی یتم لہ ثمانی عشرۃ سنتہ عند ابی حنیفہ و بلوغ الجاریتہ بالحیض والاحتلام و الحبل فان لم تجد ذلک فحتی یتم لھا سبع عشرۃ سنتہ وھذا عند ابی حنیفتہ وقالا اذا اتم للغلام

والجاریته خمس عشرة سنته بلغا وھو روایته عن ابی حنیفه وھو قول السافعی عنه فی الغلام وتسع عشرة سنته وھو رایته عن ابی حنیفته وھو قول الشافعی و عنه فی الغلام تسع عشرة سنته یعنی لڑکا بالغ اس وقت ہوتا ہے کہ احتلام ہو یا وطی کر کے عورت کو حاملہ کرے یا انزال ہو۔ پس اگر ان میں سے کوئی بات نہ پائی جاتی ہو تو بالغ نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ اٹھاراں برس پورے ہو جائیں۔ یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے اور لڑکی اس وقت بالغ ہوتی ہے کہ اس کو حیض آوے یا احتلام ہو یا حمل رہ جائے اور یہ بھی امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔ اور صاحبین نے فرمایا کہ لڑکا لڑکی دونوں جبکہ پندرہ برس کے ہو جائیں اور یہ امام ابو حنیفہ سے بھی ایک روایت ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔ اور اگر لڑکا یا لڑکی کی قریب بلوغت کے پہنچ جائیں اور کہہ دیں گے کہ ہمیں احتلام ہوتا ہے تو ان کے قول کو تسلیم کیا جائے گا چنانچہ ہدایہ میں ہے۔

قال و اذا راھق الغلام او البحاریته الحلم و اشکل امره فی البلوغ فقال قد بلغت فالقول قوله واحکامه احکام البالغین لا نه معنی لا یعرف الا من جنسها ظاهرا فاذا اخبر ابه ولم یکذبهما الظاهر قبل قولهما فیه کما یقبل قول المراة فی الحیض یعنی اگر لڑکا یا لڑکی قریب بلوغ پہنچے اور بلوغ میں ان کی حالت مشتبہ ہوگئی۔ پس اس نے کہا کہ میں بالغ ہوں تو اسی کا قول قبول ہوگا اور اس پر بالغین کے احکام ثابت ہوں گے کیونکہ بلوغ ایک ایسی بات ہے جو سوا ان دونوں کے اور کسی طرح پر ظاہر معلوم نہیں ہوتے۔ تو جب ان دونوں نے بلوغ کی خبر دی اور ظاہر میں کوئی ایسی چیز نہیں جو ان کو جھٹلا دے تو اس بارہ میں ان دونوں کا قول قبول ہوگا۔ جیسے عورت نے اپنے حیض کی خبر دی۔ تو اس کا قول قبول ہوتا ہے۔ اس میں عورت کا اظہار بحکم قولہ تعالیٰ ولا یحل لهن ان یکتمن ما خلق الله فی ار حامهن (الایته) کے قبول ہو گا۔ اسی طرح طفل قریب بلوغ کا قول ہے۔

فتاوی جامع الفوائد ۷۳ میں لکھا ہے وحد المراھقته اثنی عشر فی الذکر تسع سنین فی الانثی یعنی حد لڑکا مراحق کی بارہ سال کی ہے اور عورت کی نو سال میں ہے اور حکم مراھقہ کا مانند حکم بالیقین کے ہےوالمراھقته کالبالغ والبالغته اور اگر لڑکا یا لڑکی میں یہ آثار نہ پائے

جائیں تو ان کی عمر جب پندرہ برس کی ہو جائے تو فتوی ان کو بلوغت کا دیا جائے گا اور اسی پر فتوی ہے۔
(نقل از جامع الفوائد صفحہ۸۸)

اور حدیث بھی اس پر شاہد ہے عن ابن عمر قال عرضت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام احد وانا ابن اربع عشرۃ سنتہ فرد فی ثم عرضت علیہ عام الخندق وانا ابن خمس عشرۃ فاجازنی۔ الخ یعنی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جنگ احد کے موقعہ پر جنگ میں جانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا اور میری عمر اس وقت چودہ برس کی تھی۔ تو میرے لڑکپن کے سبب سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے واپس کر دیا۔ پھر جنگ خندق کے موقعہ پر میں حاضر ہوا اس وقت میری عمر پندرہ سال تھی تو اس میں مجھے اجازت جنگ میں شریک ہونے کی دی گئی۔ اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ بارہ برس سے کم عمر کا لڑکا بالغ نہیں ہو سکتا اور نہ ہی لڑکی نو برس سے کم عمر کی بالغ ہو سکتی ہے۔ یعنی ان کو اثار مثل حیض و انزال و احتلام و حمل کے نہیں ہو سکتے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: میت کے ساتھ شجرہ شریف اپنے خاندان کا رکھنا درست ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: شجرہ شریف قبر میں ایک طرف میت کے ساتھ دیوار میں طاقچہ نکال کر اس میں رکھنا تبرکاً درست ہے لیکن میت کے سینے پر رکھنا نزدیک علماء و فضلائے عظام کے درست نہیں۔ چنانچہ فتاوی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی جلد اول صفحہ ۱۷۷ مطبوعہ مجتبائی دہلی میں بایں طور مسطور ہے۔

"شجرہ در قبر نہادن معمول بزرگان است۔ لیکن ایں را دو طریق است۔ اول اینکہ بر سینہ مردہ درون کفن یا بلائے کفن گزارند۔ ایں طریق را فقہا منع می کنند۔ و میگویند کہ از بدن مردہ خون وریم سیلان میکند۔ موجوب سو ادب باسماء بزرگان میشود۔ و طریق دوم انیست کہ جانب سر مردہ اندرون قبر طاقچہ بگذارند دوراں کاغذ شجرہ ہتند واللہ اعلم بالصواب [۱]

حاشیہ

[۱] قبروں میں بزرگوں کا شجرہ نصب رکھنا بزرگان دین کا طریقہ چلا آرہا ہے کہ میت کے سرہانے کی طرف قبر میں

سوال: ہر پانچ نماز کے بعد کیا وظیفہ کرنا چاہئے اور بوقت وظیفہ کرنے کے نبی کریم ﷺ کی صورت مبارک کو تصور کرنا یا مدینہ طیبہ کی طرف منہ کر کے بیٹھنا درست ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: جو کسی صاحب کے مرشد نے فرمایا ہو وہ وظیفہ کرنا چاہئے اس میں بہت فائدہ ہوتا ہے لیکن فقیر خاندان قادری ہے اور قادری خاندان کے نزدیک بعد از نماز صبح پانچ تسبیح درود شریف کی پڑھنی چاہئے اور نماز ظہر کے بعد استغفار کی چھ تسبیح پڑھنی چاہئے اور نماز عصر کے بعد سبحان الملک القدوس پانچ دفعہ پڑھنا چاہئے اور نماز مغرب کے بعد سبحان اللہ والحمد للہ پانچ سو بار۔ اور نماز عشاء کے بعد سورہ ملک و سورہ مزمل ایک ایک بار پڑھنی چاہئے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے فتاوی جلد اول صفحہ ۱۷۲ سطر ۱۱ میں لکھا ہے کہ بوقت درود شریف پڑھنے کے نبی کریم ﷺ کی صورت کا تصور کرنا اور منہ بجانب مدینہ منورہ کر کے بیٹھنا درست ہے اور وہ عبارت بعینہ یہ ہے "و بعد از نماز عشاء درود بہر صیغہ کہ باشد صد بار متوجہ سمت مدینہ منورہ شدہ و استحضار صورت مبارک پیغمبر ﷺ نمودہ باید خواند" الخ

کتاب شامی و نہر الفائق و احیاء العلوم جلد اول میں مذکور ہے کہ بوقت پڑھنے السلام علیک ایھا النبی کے نبی کریم ﷺ کا تصور دل میں کرے اور کتب تواریخ میں ہے کہ مدینہ منورہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگنا جائز ہے اور باقی مفصل ذکر اس کا جلد اول و جلد پنجم میں گزر چکا ہے مطالعہ کریں فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: ختم خواجگاں بوقت مصیبت پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: ختم خواجگان کا پڑھنا ہر مصیبت کے لئے تیر بہدف ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اپنے فتاوی عزیز جلد اول صفحہ ۱۲ سطر ۳۱ میں تحریر فرماتے ہیں اور فوائد اسماء کے یوں تحریر کرتے ہیں حسبنا اللہ و نعم الوکیل پانچ سو بار اول و آخر درود شریف دہ بار تا حصول مقصود و

حاشیہ

طاقچہ بنا کر اس میں شجرہ شریف کا کاغذ رکھا جائے۔

برائے استمالت قلوب حکام یا مقلب القلوب بالخیر دو صد بار بعد از نماز عشاء باید خواند و یا قاضی الحاجات صد برایں۔ نیز برائے بار کار مجرب است و اگر ختم خواجگان برائے حصول مہم اتفاق افتد بہتر است و یا قاضی الحاجات نیز باید خواند۔ الخ فقط واللہ اعلم بالصواب ا۔

سوال: طریق زیارت قبور اور ان سے استمداد طلب کرنے کا کیا ہے اور اس کا ثبوت کسی محدث کی کتب میں ہے تو تحریر فرمادیں؟

جواب: اس مسئلہ کا ثبوت جلد اول میں گزر چکا ہے اور شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے فتاوی جلد اول صفحہ ١٧٦ میں بایں الفاظ تحریر کیا ہے کہ جب کوئی کسی مومن کی قبر پر آوے تو یہ الفاظ کہے السلام علیکم اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین یغفر اللہ لنا ولکم و نحن انشاء اللہ بکم اللا حقون اول پشت .قبلہ رو .سینہ میت نماید و سورۂ فاتحہ یکبار و اخلاص سہ بار بخاند۔ اور اگر صاحب قبرولی ہو تو منہ اس کے سینہ کے مقابلہ میں کرے اور اکیس مرتبہ ضربا یہ اسما طیبہ پڑھے سبوح قدوس ربنا ورب الملائکته والروح اور بعد اس کے سورہ اناانزلناہ کو تین مرتبہ .نیت خالص پڑھے تو اس کے پڑھنے سے برکات و انوار دل پر نازل ہوں گے اور اس کے آگے صفحہ ١٧٧ میں بایں طور مسطور ہے "بعضے از اہل قبور مشہور بکمال اند و کمال ایشاں متواتر شدہ طریق استمداد از ایشان آنست کہ جانب سر قبر اور سورہ بقرانگشت بر قبر نہادہ تا مفلحون بخواند باز بطرف چپ قبر بیاید د آمن الرسول تا آخر سورۃ بخواند بزبان گوید اے حضرت من برائے فلاں کار در جناب الہٰی التجاء دعا میکنم شمانیز بدعا و شفاعت امداد من نمائید باز رو .قبلہ آرود مطلوب خودرا از جناب باری خواہد کسا لیکہ کما ایشاں

حاشیہ

ا۔ یعنی حسبنا اللہ و نعم الوکیل پانچ سو بار اول و آخر درود شریف دس دس بار تا حصول مقصود پڑھا کریں اور حکمرانوں کا اپنی طرف مائل کرنے کے لئے یا مقلب القلوب بالخیر دو سو بار نماز عشاء کے بعد پڑھنا چاہئے اور یا قاضی الحاجات ایک سو بار بھی اس کام کے لئے مجرب ہے اور اگر ختم خواجگان حصول مقصد کے لئے پڑھنے کا اتفاق ہو تو بہتر ہے اور یا قاضی الحاجات بھی پڑھیں فقط۔ قادری

معلوم نیست و مشہور و متواتر شد دریافت کمال انہا بہ طریق این است کہ بعد فاتحہ و درود و ذکر سبوح بخواندو دل خودرا بمقابلہ سینہ مقبور بد ارد و اگر راحت و تسکین و نورے دریافت کند بدنہ کہ ایں قبر اہل صلاح و کمال است۔ لیکن استمداد از مشہورین باید کرد الخ اور باقی ثبوت ان مسائل کا جلد اول میں مطالعہ کریں۔ فقط۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال: تعو اور گنڈا اور استخارہ کرنا درست ہے یا نہیں کیونکہ فرقہ وہابیہ ان کو شرک اور کفر بتاتے ہیں۔ چنانچہ کتاب تقویۃ الایمان و کتاب التوحید میں مذکور ہے اور اس مسئلہ کا جواب حدیث شریف سے تحریر کریں۔ فقط

جواب: تعویذ بنانا اور دم کرنا اور دھاگے پر عقد کرنا برائے دفع امراض وغیرہ جائز ہے کیونکہ حدیث شریف اس پر شاہد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزندوں حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے تعویذ بنایا۔ اور ان کے گلے میں ڈالا اور فرمایا کہ یہ تعویذ حضرت ابراہیم علیہ السلام تمہارے باپ نے اپنے فرزند اسماعیل و اسحاق علیہما السلام کے لئے بھی بنایا کرتے تھے اور یہ حدیث مسلم شریف و کتاب قول الجمیل صفحہ ۱۰۲ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی میں بھی موجود ہے اور حدیثیں ان پر شاہد ہیں اور حافظ محمد صاحب سرگروہ فرقہ غیر مقلدین نے اپنی کتاب زینت الاسلام حصہ دوم صفحہ ۸۱ میں بہت تعویذ فرمائے ہیں اور لکھتے ہیں۔ شعر

نفع رسانی خلقت کارن چاؤ عمل جے کوئی
روا شرع وچہ میں اوہ لکھاں تساں اجازت ہوئی

اور استخارہ کرنا بھی درست ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا دیکھو۔ مشکوۃ شریف واللہ اعلم بالصواب

سوال: برائے دفع کرنے آسیب و جادو کے کونسا عمل مجرب ہے؟

جواب: حضرت شاہ صاحب عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ اپنے فتاوی صفحہ ۱۳ میں بایں طور تحریر فرماتے ہیں

که روغن سر شف و راوندی انداختہ چہاردہ بار آیتہ قطب یعنی ثم انزلنا علیکم من بعد الغم تابذات صدور کہ در سیپارہ لن تنالو البر در سورہ آل عمران است۔ خواندہ براں روغن بدید ہر بار کہ خواندم دم کردہ باشد۔ پس روغن مذکور بر تمام بدن آسیب زدہ بمالد بوجیہ کہ موضع یک موئے ہم خالی نہ ماند و احتیاط نماید کہ آں روغن را برزمین نہند و دست دراں نہ انداز و وہرکہ اول روز بمالد ہماں کس ہر رز مالیدہ باشد۔ وقتیکہ اول روز مقرر کند تجاوزنہ نہ نماید انشاء اللہ آسیب دفع گردد۔ و برائے دفع سحر معوذتین و آیات سحر کہ مرقوم گردد کہ در آب جاری کہ اب گنگ باشد یا غیرآں ودر سبوچہ علیحدہ در آں ایں تعویز را اندرختہ ازاں آب مسحور اقدرے باید نو شانید۔ ودست و پائے ہم باید شویانید۔ واگر اتفاق غسل شود بہتر است۔ وایں عمل روز یکشنبہ باشد چند بار ہمیں طور کردہ باشد۔ انشاء اللہ تعالیٰ دفع سحر ہم خواہد شد۔ آیات دفع سحراین است

نمبر۱: فوقع الحق و بطل ماکانوا یعلمون فغلبوا ھنالک وانقلبوا صغیرین والقی السحرۃ ساجدین قالو آمنابرب العالمین رب موسٰی و ھارون

نمبر۲: فلما القوا قال موسٰی ماجئتم به السحر ان اللّٰہ سیبطله ان اللّٰہ لا یصلح عمل المفسدین ویحق اللّٰہ الحق بکلماته ولو کرہ المجرمون

نمبر۳: انما صنعوا کید ساحر ولا یفلح السحر حیث اتی پس انشاء اللہ چند بار یہ عمل کرنے سے سحر وغیرہ کا اثر باقی نہ رہے گا۔ اور اول آیت شریف سورہ اعراف اور دوسری آیت کریمہ سورہ یونس میں ہے اور تیسری سورہ طہٰ میں ہے۔

اور اگر کوئی شخص خواب میں ڈرتا ہو یا جادو سحر یا سایہ دیو پری کا اس پر ہو تو اس دعائے طیبہ کو تحریر کرا کر گلے میں ڈال لے مجرب ہے وہ یہ ہے بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم اعوذ بکلمات اللّٰہ التامات من غضبه و عقابه وشر عبادہ ومن ھمزات الشیاطین وان یحضرون اھیا شر اھیا اللّٰہ حافظی اللّٰہ ناصری اللّٰہ ناظری اللّٰہ معی فاللّٰہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین حسبی اللّٰہ ونعم الوکیل ونعم المولی ونعم النصیر

سوال : بعض عورتوں کو حمل ہوتا ہے لیکن خام ہی گر جاتا ہے۔ اس کے واسطے کونسا تعویز تحریر کر دینا چاہئے؟

جواب : اس کے واسطے یہ ہردو تعویز مجرب ہیں یہ تعویز تو بنا کر اس کے گلے میں ڈالے۔ اور دوسرے ۹ تعویز جب حاملہ ہو تو ہر تین ماہ میں تین تین بکری کے دودھ میں بھگو کر نوش کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ حمل کبھی نہیں گرے گا۔ تعویز گلے میں باندھنے والا یہ ہے جو صفحہ پر یا قیوم و ملا ئکہ مقربین والا ہے۔

یارب جبریل	یاقیوم	یارب میکائیل
یاقیوم	یاقیوم	یاقیوم
یارب اسرافیل	یاقیوم	یارب عزرائیل

اور جو تعویز ہر ماہ میں پینے والا ہے وہ یہ ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یااللہ	یااللہ	یااللہ
یااللہ	یااللہ	یااللہ
یااللہ	یااللہ	یااللہ

اور اسم شریف "یا رحمٰن" کو ہر روز بلا ناغہ پانی میں دھو کر نوش کرے اور سورہ والشمس کو چالیس بار بروز سوموار بعد بارہ بجے دن کے باوضو اجوائن اور مرچ خورد سیاہ بوزن یک سیر پر دم کر دے اور اول و آخر درود شریف ضرور پڑھ لے اور وہ عورت اس سے تین چار دانہ بلا ناغہ بوقت صبح بچے کے دودھ چھڑانے تک کھالیا کرے اور جس عورت یا حیوان کو حمل نہ ہوتا ہو اس کے گلے میں یہ کلمات لکھ کر ڈال دے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم استغفروا ربکم انہ کان غفاراً یرسل السماء علیکم مدراراً و یمددکم باموال وبنین و یجعل لکم جنت و یجعل لکم انہاراً مالکم لا

ترجعون اللہ وقاراً وقع خلقکلم اطوراً کھیعص حم عسق

اور ہر عورت و مرد کو ضروری ہے کہ نماز و استغفار وغیرہ احکام پر پورے طور پر پابند ہو اور کوئی مرض ہو تو اس کا پہلے علاج ضروری کرالیں اور اگر کرنگ ہو تو سورہ نون کی آخیر آیت تین بدھ وار روٹی پر لکھ کر عورت کو کھلائی جائے انشاء اللہ فائدہ ہوگا اور آیت یہ ہے وان یکاد الذین کفروا تا الا ذکری للعالمین

سوال: جس عورت کا خاوند ناراض رہتا ہو یا لڑکا رات کو روتا رہتا ہو یا درد زہ بخار باری آتا ہو۔ ان کے واسطے کونسا تعویز مجرب ہے؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: عورت کو لازم ہے کہ کسی بزرگ سے یہ تعویز لکھوا کر خاوند کو پانی میں گھول کر پلائے سے خاوند مہربان ہوگا۔

ااااااااااااااااااااا ب ج ج ج
ج ج ج ج ج ج ج ج ج ج ج ج ج ج ج ج ج ج د ا۔

۷۸۶

۸	۲	۱۰	۲	۱	۸
۹	۷	۴	۷	۵	۳
۳	۱۱	۲	۶	۹	۴

اور اگر لڑکا روتا ہو تو اس کے گلے میں یہ تعویز بنا کر باندھے۔

حاشیہ

ا۔ اس اکیس ۲۱ بار الف اکیس ۲۱ بار ج اکیس ۲۱ بار دال ہے۔ اس کا مجموعہ ابجد ہے۔ قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا قدوس یا قدوس یا قدوس یا قدوس یا قدوس یا قدوس یا قدوس،

یا غفور یا غفور یا غفور یا غفور یا غفور یا غفور یا غفور، ط ط ط ط ط

ط ط لالالالالالا ھ ھ ھ ھ ھ ھ ھ، برحمتک یا ارحم الرحمین

دیگر درد زدہ کے لئے یہ دعا مجرب ہے گڑ پر دم کر کے عورت کو کھلاوے آرام ہوگا۔ وہ دعا یہ ہے۔ مرا خرشد و جائے خرشد مرا۔ زن دہقان پسر زاید نہ زاید

اور باری کا بخار جس کو آتا ہو ۱۵ منٹ پہلے بخار کے چڑھنے سے یہ ایک تعویز بنا کر اس کے گلے میں ڈالے۔ دوسرا بتی کی شکل بنا کر اس کے تمام بدن کو دھونی دے۔ "فرعون او فرعون بے فرعون" فقط

سوال: نماز استخارہ کا سہل طریقہ تحریر فرمایئے۔

جواب: نماز عشاء کے بعد رات چہار شنبہ و پنج شنبہ و جمعرات کو متواتر تین رات با فراغت امور دنیاوی بسم اللہ الرحمن الرحیم کو صد بار اور سورہ الم نشرح کو ستر ۷۰ مرتبہ معہ بسم اللہ شریف پڑھے۔ اور اپنے سینے پر دم کرے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے اور ایک صد بار اس درود کو پڑھ کر سو جائے۔ اللھم صلی علی سیدنا محمد بعدد کل معلوم لک اور دل میں جس کام کی نیت کرے گا۔ ویسا ہی ہاتف غیب سے آواز پائے گا۔ اور اگر کسی ولی اللہ کی مزار پر استخارہ کرنا ہو تو یہ کلمات متواتر تین شب بعد از نماز عشاء تین سو دفعہ پڑھ کر رخ بسوئے قبلہ کرے اور دائیں ہاتھ پر پانچ مرتبہ درود شریف پڑھ کر دم کرلے اور کان کے نیچے رکھ لے اور بائیں ہاتھ کو دل پر رکھ کر سو جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہاتف سے آواز پائے گا مجرب ہے۔

سوال: عزت اور حرمت بڑھانے کی خاطر یا کچہری روبرو عدالت کے جانا ہو تو کون سے وظائف پڑھنے سے فتح ہوتی ہے؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: اسم خداوند کریم یا عزیز کو اکتالیس مرتبہ بعد نماز صبح ہمیشہ پڑھنا چاہئے اور اپنے پر دم کرنا چاہئے اور جب حاکم کے پاس جانا ہو تو باوضو بے حساب راستہ میں پڑھتا جائے اور اپنے بدن پر دم کرلے

انشاء اللہ تعالیٰ فتح ہوگی۔

تسخیر قلوب کی خاطر بوقت روبرو ہونے کے یہ پڑھے یا رحمن کل شئی و راحمہ یا رحمن ستاراں [۱] مرتبہ پڑھ کر ان پر دم کر لے اور یا مقلب القلوب کو دو صد بار پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ مراد پوری ہوگی۔ مجرب ہے۔ فقط

سوال: برائے دفع شرارت دشمنان کوئی مجرب وظیفہ تحریر فرمائیں۔

جواب: اس دعا کو ہمیشہ چلتے پھرتے وقت تصور دشمن کا کر کے پڑھنا چاہئے۔ اللھم انا نجعلک فی نحورھم و نعوذبک من شرورھم اور علاوہ اس کے سورہ فیل و تبت بھی مجرب ہے۔

دیگر: اگر دشمن کو بہت جلدی ذلیل و پریشان کرنا ہو تو سورہ تبت کو مرغی کے انڈے خراب شدہ پر الٹی لکھ کر پرانی قبر میں دفن کر دے اور خود بھی تین ہفتہ قبر کے درمیان بیٹھ کر ہر روز بلا ناغہ سورہ مذکورہ کو دو سو اسی دفعہ بتصور پڑھے۔ انشاء اللہ تعالیٰ دشمن بہت جلد ہی ہلاک ہوگا۔ اور ان تمام عملیات کی اجازت کتاب ہذا کے خریدران کو ہے۔ فقط [۲]۔

سوال: طریق روزی حلال کرنے کا کس طرح پر ہے؟ جواب دو اجر ملے گا۔

حاشیہ

۱۔ یعنی سترہ ۱۷ مرتبہ قادری

۲۔ لیکن یاد رہے کہ کسی کی ہلاکت کے لئے وظیفہ بلا جواز شرعی نہ کرے مثلاً کوئی دشمن ایسا ہو جو آپ کو بلا جواز شرعی تنگ کرتا ہو اور آپ نے اسے بار بار سمجھایا ہو مصالحت کی پیشکش کی ہو لیکن اس کے باوجود بھی وہ آپ کی جان کا دشمن ہو گیا ہو اور اصلاح و صلح کی طرف نہ آتا ہو اور آپ کو اس سے جانی خطرہ یقینی ہو یا اپ کے مال و اہل و عیال کو اس سے سخت خطرہ ہو اور یہ خطرہ یقینی ہو محض خیالی یا وہمی نہ ہو تو پھر اس کے خلاف ایسا عمل کر سکتے ہیں ورنہ بلا جواز و بلا وجہ شرعی اگر کسی کی ہلاکت تو گناہ ہونے کے لئے خود کرنے والے پر بھی اس کا الٹا اثر ہو سکتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے من حضر لاخیہ فقد وقع فیہ کہ جو شخص بلا جواز شرعی اپنے مسلمان بھائی کی ہلاکت کا سامان کرے گا وہ خود ہی اس میں پڑے گا۔

جواب: حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے فتاوی جلد اول صفحہ ۱۷۶ میں اس کا طریق بایں طور لکھا ہے کہ اول نوکری بشرطیکہ ادائے اعانت و کفر و ظلم در آں نباشد و کار غیر مشروع نیز در آں نباشد درم زراعت بشرطیکہ ادائے حقوق عاملاں بوجہ مشروع گردد۔ سوم تجارت در امور مباح بشرطیکہ ادائے حقوق وعدم تطفیف در کیل و وزن و غش وغیرہ ذلک چہارم صنعت و حرفت ہمیں مشروط است وکلوا........ حلالاً طیبًا بریں امر نص صریح شاہد است۔ فقط ا۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر لوگوں کو وجد و رقص بوقت سماع سننے کے پیر کامل کی توجہ سے ہوتا ہے۔ یہ کیسا ہے اور چمبر مارنا درست ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: رقص اور وجد ایک غیر اختیاری حالت ہے جو طالب پر آتی ہے جس کو شارع علیہ السلام نے جائز رکھا ہے۔ چنانچہ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی صاحب نے اپنے فتاوی میں پخندہ وجوہ جائز فرمایا ہے اور وہ یہ ہے۔

"مقصود از آفرینش محبت حضرت منعم و اطاعت اوست۔ وایں محبت را بسیار اقسام است و حکم پچند سبب مختلف می شود یکے اسباب محرک ایں محبت دوم مقتضائے دورہ سوم فیض مرشد آں۔ چہارم امزجہ مجال بایں سبب گوناگوں طریقہ برائے ظہار محبت پیدا میشود و حق تعالٰی چندیں درجات جنت پیدا کردہ است۔ برائے اختلاف امزجہ و احوال اہل جنت است۔ جماعت رانی الحقیقت شور شے در دل پیدا میشود کہ مثل خفقان از محافظت ادب معقول و مشرع عاجز ے آئندہ صحابہ کرام و تابعین عظام رابسبب غلبہ انوار نبوت و انوار قرآن مجید ایں احوال طاری نمی شد۔ چوں نظر خلق بر احوال قلب افتاد۔ بذکر و شغل کہ لطیفہ قلب بجوش ے آرد مشغول شدنہ۔ گوناگوں احوال از انواع دیگر پیداشد۔ بعضے رادر مزاج غلبہ لذت حسن و سماع

حاشیہ

ا۔ یعنی حلال روزی کمانے کے یہ چار راستے ہیں۔ نوکری و زراعت و تجارت اور صنعت و حرفت انسان کو چاہئے کہ ان میں سے کوئی بھی کرے اس بات کا خیال رکھے کہ اس کے ہاتھ سے کسی کا حق ضائع نہ ہو نہ اللہ تعالٰی کا اور نہ بندوں کا۔

بود ہمراہ آں غلبہ نسبت باطن میشود۔ و بعضے رابالعکس زیرا کہ نسبت ایشاں مسکور و اطمینان و استغراق بوده است۔ و بعضے را نسبت ابتہاج و انبساط بد ویافت و صل محبوب حقیقی شد۔ و بعضے رابھلا خط غائیت تنزیہ حسن ابدی لازم حال گشت بالجملہ مردن بعضے ازیں حادثہ شوق دلیل صریح است بر شدت ہیجان محبت الہی و استیلائے آں بر قلب ایشاں پس اعتراض بریچ یکے ہر گز بناید کرد۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکاں کند

ظاہر است کہ اوقات لیل ونھار چہ قدر تفاوت وارد۔ الخ

اور علاوہ اس کے کتاب و جیز الصراط صفحہ ۱۴۰ سطر اول علامہ ابن جیون بایں طور اس کے جواز پر دلیل تحریر فرماتے ہیں والرقص ومما یوکد جواز الرقص ما ذکر فی مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا و جعفر و زید فقال صلی اللہ علیہ وسلم لزید انت مولائی فحجلت وقال لجعفر انت اشبھت خلقی و خلقی فحجل ثم قال لی انت منی ججلت والحجل رقص خاص والعام جزء الخاص فاذا جاز نوع من الرقص جاز مطلقہ الخ یعنی جواز رقص کی بابت جس سے کہ اس کی تاکید ملتی ہے یہ ہے کہ جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے امام احمد بن حنبل کی مسند میں ذکر کیا گیا ہے کہ میں اور زید اور جعفر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں حاضر ہوئے اور آپ نے زید کو فرمایا انت مولائی پس زید رقص میں آیا۔ پھر آپ نے جعفر کو فرمایا انت اشبھت خلقی و خلقی تو اس پر جعفر رقص میں آیا۔ اور پھر آپ نے مجھے فرمایا کہ انت منی تو آپ کے فرمانے سے میں بھی رقص میں آیا اور رقص خاص ہے اور عام خاص کا جزء ہوا کرتا ہے۔ جب نوع رقص کو جواز ملتا ہے تو مطلق بھی جائز ہوا۔ اور قرآن مجید سورہ بنی اسرائیل کے اخیر میں مومنوں کی تعریف فرماتا کہ جب مومن قرآن مجید سنتے ہیں تو وہ بے اختیار ہو کر گر پڑتے ہیں۔

وہوہذا

و یخرون للاذقان یبکون ویزیدھم خشوعا" یعنی گر پڑتے ہیں اوپر ٹھوڑیوں کے روتے ہوئے اور زیادہ کرتا ہے ان کو بلحاظ خشوع کے الخ۔ پس ان دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ اہل دل کا رونا اور رقص بے اختیار کرنا جائز ہے اور جو موجودہ زمانہ میں بااختیار ناچتے کودتے ہاتھ پاؤں مارتے اور ہا ہو کرتے ہیں اور مزامیر میں سے سرسنتے ہیں اور کنجروں اور ڈوموں سے غنا سنتے ہیں اور نمازوں کی کچھ پرواہ نہیں کرتے یہ سب امور بے شک باتفاق علمائے دین حرام و ناجائز ہیں۔ چنانچہ فتاوی نورالہدی صفحہ ۴۶۷ میں بایں طور مسطور ہے۔

الرقص الذی یفعلہ المتصوفتہ فی زماننا حرام لا یجوز القصد والجلوس الیہ اور چمبر مارنا ڈھول وغیرہ اشیاء کے ساتھ حرام ہے چنانچہ انواع مولوی عبداللہ دفتراول صفحہ ۴۷ میں لکھا ہے کہ جب کوئی شخص چمبر مارتا ہے تو اس کی دبر میں شیطان انگشت دیتا ہے اور وہ خوب ناچتا اور کودتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

جو مسلم ہو کر نچدا ہے اور ویکھو برا کریندا
دبر پچھوں اس جلدی شیطوں ہیھوں انگل دیندا

ہاں اگر بوقت عیدین برائے اعلان یا بوقت نکاح یا تولد لڑکا یا برائے تیاری قافلہ یا بوقت قدوم کسی شخص کے یا حفظ قرآن کے فرحت پر دف بجائے تو ان مقاموں پر جائز ہے' جیسا کہ اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے رجل استاجر رجلا یضرب لہ الطبل انکان لھو لا یجوز لا نہ معصیتہ وان کان للغزو او العرس او القافلتہ یجوز لانہ طاعتہ نقل از حاشیہ درمختار باب اجارہ فاسد حاشیہ علامہ طحطاوی عن ظہیر الدین فقط۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال: عوام الناس کے لئے سرود سننا مباح ہے یا حرام؟

جواب: بے شک بغرض شہوت و نفس پرستی و بلا شرائط و ماسوائے صاحب حال و اہل دل کے عوام الناس کے لئے سرود سننا حرام باتفاق آئمہ دین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہے۔ اس میں کسی صاحب کو کلام نہیں چنانچہ فتاوی جامع الفوائد صفحہ ۴۶۹ میں اس طرح پر مسطور ہے لقولہ علیہ السلام استماع صوت الملاھی معصیتہ والجلوس علیھا فسق والمتلذذ بھا من الکفر اور

صاحب کافی نے لکھا ہے وما ستماع صوت لاملاهی کالضرب بالقصبته وغیر ذلک هو حرام و معصیته اور صاحب نصاب الاحتساب میں ہے لهو الحدیث والغناء ضرب البربط و الطنبور والدف والوتار ما اشبهم کل ذلک حرام

فتاوی نورا الہدی صفحہ ۴۳۱ میں بایں طور مسطور ہے اما الغناء فلا خلاف فی التحریمته لانها من اللهو وللعیب المنموم وهو منهب مالک سائرا اهلالمدینته وهو مزهب ابی حنیفته و سائر اهل الکوفته وفی شرح المنهاج عن الشافعی قال الغنا لهو و معصیته وقال شیخ الامام ابو القاسم البغوی احد آئمته الشافعیه فی المعالم اعلم ان التغنی حرام فی جمیع الادیان وقال احمد بن حنبل الغناء والا وتار والاکواب والملاهی والمزامیر کلها حرام

پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ سارنگی، طبلہ، طنبورہ، گانا بجانا، مزامیر وغیرہ اشیاء کے ساتھ حرام ہے نزدیک آئمہ اربع رضوان اللہ علیہم اور تمام ادیان میں۔ اور محیط میں لکھا ہے کہ ان اشیاء کو حلال تصور کرنے والا کافر ہے۔ وہو ہذا

ان التغنی والتصفیق بها واستماعها کلها حرام مستحلها کافر۔ الخ (ہکذا فی جامع الرموز و قاضی خان خانیہ وغیرہ) فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: طلاق تفویض اور ایلاء اور ظہار اور خلع کی کیا صورتیں ہیں اور نکاح فضولی کسی چیز کا نام ہے اور اس کی صورت کیا ہے؟ جواب دو اجر ملے گا۔

السائل محمد عبدالغنی حکیم مدرس جھیور انوالی

جواب: طلاق تفویض اس کو کہتے ہیں کہ مرد اپنی زوجہ کو طلاق واقعہ کرنے کے لئے اختیار دیتا ہے اور اس کے ایقاع کی تین قسمیں ہیں ایک تفویض یعنی غیر کو طلاق کا مالک کر دینا دوسرا توکیل یعنی دوسرے کو طلاق کا وکیل کرنا۔ اور تیسری قسم رسالت یعنی غیر سے طلاق کو کہلا بھیجنا۔ اور فرق یہاں تفویض و توکیل

میں یہ ہے کہ جسکو تفویض ہو وہ اپنی ذات کے واسطے عمل کرتا ہے۔ یعنی اس میں اختیار ہے چاہے کرے یا نہ کرے اور توکیل میں وکیل مامور ہوتا ہے اس کو ضرور کرنا پڑتا ہے اور رسالت تو محض تحمل اور سفارت سے عبارت ہے جس کے معنی ایلچی گری کے ہوتے ہیں اور الفاظ تفویض کے تین طرح پر بولے جایا کرتے ہیں اور حکم ان کا حکم طلاق بائن کا ہوا کرتا ہے اور وہ الفاظ یہ ہیں تتخییر امر بالیدان شئت اور مثال ان کی یہ ہے امرک بیدک او اختیاری یعنی اگر زوج نے اپنی عورت کو کہا کہ تو اپنے تیئں طلاق دے یا بینت طلاق کہا کہ یہ حکم تیرے ہاتھ میں ہے۔ یہ تجھ کو اختیار ہے۔ پس اگر اسی مجلس طویل اور اسی کام میں جو کر رہی تھی علم ہونے پر طلاق دیوے تو طلاق واقعہ ہوجائے گی اور مجلس مختلف ہوگی یا علم ہونے پر اور کام کو شروع کر دیا تو خیار ان صورتوں میں باطل ہو جائے گا اور اسی پر اجماع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے۔ اور اگر عورت کھڑی تھی بعد علم ہونے کے پھر بیٹھ گئی یا بیٹھی تھی تکیہ لگا لیا یا اپنے باپ کو واسطے مشورت کے طلب کیا یا گواہوں کو واسطے گواہی کے طلب کیا یا جس جانور پر سوار تھی اس کو کھڑا کرایا۔ پس ان تمام صورتوں میں مجلس مختلف نہ ہوگی اور نا ہی خیار باطل ہو گا۔ اور کشتی کا حکم مانند حکم اس کے گھر کے ہے اور اگر مرد نے ایک دفعہ عورت کو کہا کہ اختاری اور نیت تین طلاق کی کر لی اور عورت نے جوابا" اختار نفسی کہا تو اس میں طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر مرد نے تین بار عورت کو کہا اختاری، اختاری، اختاری اور عورت نے جوابا" کہا اختیار کیا میں نے اختیار کرنے کو۔ یا کہا اختیار کیا میں نے پہلے کو یا دوسرے کو یا آخیر کو۔ تو اس صورت میں تین طلاق واقع ہوں گی۔ نزدیک حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے اور اگر مرد نے کہا طلقی نفسک اور ایک لفظ زیادہ کیا مثل متی شئت یا ماشئت یا اذا شئت۔ تو ان صورتوں میں جب چاہے عورت علم ہونے پر اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے۔ اور اس میں مرد کو رجوع کرنا صحیح نہیں اور توکیل میں مرد کو رجوع کرنا صحیح اور درست ہوتا ہے اور توکیل میں قید مجلس کی نہیں ہوتی۔

(نقل از ہدایہ و درمختار و شرح وقایہ و فتاوی جامع الفوائد جلد ثانی۔)

اور ایلاء کہتے ہیں کہ کسی شخص نے قسم اٹھائی کہ میں مدت ایلاء میں عورت کے ساتھ جماع نہ کروں گا۔ پس اس صورت کو ایلا کہتے ہیں اور ایلاء کی مدت چار مہینے ہے۔ اگر اس نے اس مدت کے اندر جماع

نہ کیا تو پھر اس کی عورت اس پر بائن ہو جائے گی۔ ا۔ اور قرآن مجید اس پر شاہد ہے والذین یؤلون من نسائھم تربص اربعتہ اشھر الخ یعنی "جو لوگ کہ ایلاء کرتے ہیں اپنی عورتوں سے انتظار ہے چار مہینے کا"۔ اور ایلاء کے الفاظ بھی دو قسم پر ہوا کرتے ہیں صریح و کنایہ اور صریح الفاظ میں تو نیت کی ضرورت نہیں۔ اور کنایہ میں نیت شرط ہے۔ اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ کو کہا کہ قسم خداوند کریم کی میں تجھ سے قربت نہ کروں گا۔ یا کہا خدا کی قسم کہ میں چار مہینے تک تیرے ساتھ قربت نہ کروں گا۔ اگر میں نزدیکی کروں تو مجھ پر حج ہے یا روزہ یا صدقہ یا تجھے طلاق ہے۔ یا میرا غلام آزاد ہے۔ تو ان سب صورتوں میں ایلاء ثابت ہوگا۔ اور چار ماہ سے کم مدت میں نہیں ہوتا۔ اگر کسی نے قسم خدا کی کھائی اور ایلاء کی مدت کے بیچ میں اس سے وطی کر لی تو حانث ہوگا۔ اور کفارہ قسم کا اس پر دینا لازم ہوگا۔ (نقل از شرح و قایہ و درمختار و فتاوی جواہر وغیرہ)

اور ظہار یہ ہے کہ اپنی عورت کو یا اس کے ایسے اعضاء یا عضو شائع کو تشبیہ دینا مرد کا ان عورتوں کے ساتھ جن کو نکاح میں لانا یا ان کے اعضاء جن کو دیکھنا خداوند کریم نے حرام کر دیا ہو مثلاً" کہ دیا کہ تو اوپر میرے مثل پشت یا شکم میری ماں یا بہن یا پھوپھی کے ہے۔ یا کہے سر تیرا یا فرج تیری مثل پشت یا شکم یا ران یا فرج میری ماں، بہن یا پھوپھی کے ہے یا کہے نصف تیرا یا ثلث تیرا مثل پشت یا شکم میری خالہ یا بہن کے ہے تو پس ان تمام صورتوں میں ظہار ثابت ہوگا۔ اور اس سے وطی کرنی حرام ہوگی تاوقتیکہ کفارہ نہ ادا کر لے چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

والذین یظاھرون من نسائھم یہاں تک کہا فتحریر رقبتہ من قبل ان یتماسا اور اگر اس نے پہلے کفارہ دینے کے وطی کر لی تو گنہگار ہو گا اس کو توبہ کرنی چاہئے اور کفارہ ظہار کا ہے صرف ادا کرے۔ چنانچہ شرح وقایہ چپلی صفحہ ۱۱۸ میں بایں طور مسطور ہے ھو تشبیہ زوجتہ او مایعبربہ عنھا او جزء شائع منھا بعضو یحرم نظرہ الیہ من اعضاء محارمہ نسبًا او رضاعًا کانت علی کظھر امی اورائسک ونحو او نصفک کظھر امی او

حاشیہ

ا۔ یعنی نکاح ٹوٹ جائے گا۔

کبطنها او کفخذها اور کفر جها اور کظهر اختی او عمی و یصیر به مظاہر او یحرمه وطیها۔ الخ اور اگر کسی شخص نے بلا تشبیہ عورت اپنی کو یوں کہ دیا کہ تو میری ماں یا بہن یا بیٹی ہے تو ان الفاظ کے کہنے سے ظہار ثابت نہ ہوگا۔ (نقل از فتاوی جامع الفوائد و حمادیہ و شرح ہدایہ و جواہر۔) اور اگر مرد نے عورت کو کہا کہ تو اوپر میرے مثل ماں میری کے ہے تو اس کا حکم اس کی نیت پر دیا جائے گا۔ اگر اس کی نیت طلاق کی ہے تو طلاق بائنہ کا حکم دیا جائے گا اور اگر ظہار کی تو ظہار۔ اور اگر مرد نے کہا کہ توں اوپر میرے حرام مانند ماں بہن میرے کے تو اس میں بھی جیسی نیت ہوگی وہی حکم ہوگا۔ اگر نیت ظہار کی ہے تو ظہار ورنہ طلاق بائن۔ اور اگر کچھ نیت نہیں کی تو لغو۔ اور امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک ظہار اور امام یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک ایلاء (ہکذا فی الہدایہ۔) اور اگر کسی نے کہ توں اوپر میرے حرام ہے مانند پشت ماں بہن میرے کے تو اس صورت میں ظہار ہوگا۔ اگرچہ اس کی نیت ایلاء یا طلاق کی ہوگی۔ اور کفارہ ظہار کا یہ ہے کہ ایک غلام یا لونڈی آزاد کرے۔ اور اگر ہو یہ نہ پائے تو دو ماہ پے در پے روزے رکھے اگر ان کی طاقت بھی ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاوے چنانچہ قرآن مجید میں ہے فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکیناً یعنی جو شخص کو طاقت نہ رکھے روزوں کی تو کھانا کھلاوے ساٹھ مسکینوں کا۔ اور اگر کسی شخص نے دو ماہ کے روزے رکھنے شروع کر دیئے اور رکھتے ہوئے ایک روزہ بھی افطار کیا یا قصداً" یا سہواً" عورت سے وطی کی۔ پھر نئے سرے سے روزے رکھنے شروع کرے اور پہلے رکھے ہوئے شمار میں نہ لاوے اور اگر رشتہ دار بینت کفارہ اس کی طرف سے کفارہ ادا کریں تو بھی درست ہے اور اگر پکا کر طعام نہ کھلاتا ہو تو ساٹھ مسکینوں کو نصف صاع کے حساب پر فی آدمی کو مثل صدقہ فطر کے گیہوں سے دے دے۔ (نقل از شرح وقایہ و جامع الفوائد صفحہ ۱۲۶)

خلع

خلع کہتے ہیں زوجیت زائل کرنے کو مقابلے اس مال کے کہ خاوند زوجہ سے لیتا ہے اور بلا حاجت شدید خلع کرنا منع ہے' ہاں اگر شرارت اور لڑائی درمیان میاں بیوی کے اس قدر تک بڑھ گئی ہو کہ اس کی اصلاح کرنی دشوار ہو چکی ہو تو پھر اس میں کوئی قباحت نہیں ہوگی۔ چنانچہ قرآن مجید میں مذکور ہے فان

خفتم الا یقیما حدود اللّٰہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ یعنی اگر تم خوف کرو اس بات کا کہ وہ نہ قائم کر سکیں گے حدیں اللہ کی تو نہیں ہے گناہ ان دونوں پر اس چیز میں کہ بدلہ دیوے عورت ساتھ اس کے۔ اور حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں اپنے خاوند کو پسند نہیں رکھتی بلکہ اگر مجھے نہ ہوتا خوف اللہ تعالیٰ کا تو میں اس کے منہ پر تھوکتی۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا باغ تو دے دیگی۔ اس نے کہا ہاں رسول اللہ ﷺ تو فرمایا آپ ﷺ نے اس کے خاوند کو کہ تو اپنا باغ قبول کر لے اور اس کو طلاق دے دے۔ اور یہ حدیث کتب صحاح میں مسطور ہے اور کہا علمائے دین محققین نے کہ خلع طلاق ہے نہ فسخ۔ اور اس کی عدت مانند عدت مطلقہ کے ہے اور اس کا مفصل ذکر جلد اولین میں گزر چکا ہے اور مرد کو جائز نہیں کہ زیادہ مال حق مہر دیئے ہوئے سے لینا۔ (نقل از شرح وقایہ) فقط

نکاح فضولی وہ ہوتا ہے کہ جو بغیر اذن مرد و عورت و بلا وکالت و بلا ولایت سر خود نکاح ان کا کرتا پھرے۔ چنانچہ عبارت ذیل سے معلو ہوتا ہے کہ "مردے برد نفر گواہ میگوید کہ شما گواہ باشید کہ من فلانہ را نکاح بفلاں دادم فلاں و فلانہ وکیل نکاح نکردہ بود ایں نکاح را نکاح فضولی گویند۔" (نقل از خانی جلد ثانی صفحہ ۳۰)

شرح وقایہ چھپلی صفحہ ۹۶ میں بایں طور مذکور ہے کہ نکاح ایک فضولی یا دو فضولی کا موقوف ہے اوپر اجازت اس شخص کے جس طرف سے وہ فضولی ہے۔ یعنی اگر کسی مرد یا عورت کا بے اذن ان کے نکاح کر دیا نکاح جائز ہے اور موقوف رہے گا۔ ان کی اجازت پر اگر اجازت دیں گے تو نکاح صحیح ہوگا ورنہ اس میں اور جاننا چاہئے کہ جو شخص اپنے ساتھ نکاح کرے وہ اصل کہلاتا ہے اور جو کسی دوسرے کا نکاح کر دے۔ پس اگر اس کے اذان سے نکاح کرتا ہے تو وہ وکیل کہلاتا ہے اور اگر بغیر اذان کے نکاح کرتا ہے اور ان سے قرابت رکھتا ہے تو وہ ولی کہلاتا ہے اور جن میں یہ امور نہیں وہ شخص فضولی کہلاتا ہے اور اس کے صورت یہ ہے کہ دو شخصوں نے ایک مرد اور ایک عورت کا نکاح بغیر اذن ان کے کر دیا تو یہ نکاح جائز رہے گا اور موقوف رہے گا ان کے اذن پر۔ پس اگر دونوں نے اذن دے دیا۔ تو نکاح صحیح ہے۔ اگر ان میں ایک نے بھی انکار کر دیا تو نکاح باطل ہوگا۔ اور اسی طرح عین الہدایہ شرح ہدایہ جلد دوم صفحہ ۵۵ سطر ۲۵ میں

مذکور ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال : اگر عورت اپنی کو طلاق دے کر پھر اس کی ہمشیرہ یا خالہ یا پھوپھی سے اس کی عدت میں نکاح کرے تو جائز ہے یا نہیں۔ اگر وہ مرجائے تو پھر کیا حکم ہے؟ جواب دو اجر ملے گا۔

السائل حافظ رحمت علی نقشبندی از علی پور

جواب : بے شک یہ نکاح کرنا صورت مذکورہ بالا ناجائز ہے چنانچہ کتاب قدوری صفحہ ۱۷۵ اور اس کی شرح عین الہدایہ جلد ۲ صفحہ ۲۱ میں بایں طور مذکور ہے واذا طلق الرجل امرئته طلاقًا بائنًا لم یجزله ان یتزوج باختها حتی یقضی عدتها تو مرد کو روا نہیں کہ اس عورت کی بہن سے نکاح کرے یہاں تک کہ اس کی عدت گذر جائے۔ بعد اس کے اس کی بہن سے نکاح کر سکتا ہے اور یہی حکم پھوپھی و خالہ وغیرہ جن کا جمع کرنا حرام ہے اور اگر عورت اپنی کو طلاق دے دے بائن یا در صفت بائن یا تین طلاق یا رجعی یا خلع وغیرہ۔ جو تین سے بغیر صفت بائن ہو۔ بہر حال وہ عورت عدت طلاق میں ہے اس طرح جب کہ نکاح فاسد یا وطی شبہ کی عدت میں ہو۔ لم یجزله ان تتزوج باختها حتی نقضی عدتها۔ شرح وقاید مترجم صفحہ ۶ جلد ۲ میں اس طرح لکھا ہے کہ اگر ایک شخص ن اول ایک عورت سے نکاح کیا اب اس عورت کی پھوپھی سے یا بھانجی سے یا بھتیجی سے یا خالہ س نکاح کرنا چاہے تو یہ نکاح جائز نہیں ہوگا۔ اور کہا صاحب قدوری نے وہ یجمع بین امراۃ و بین عمتها و خالتها وہ بنت اخیها وہ علی بنت اختها وہ یجمع بین اختین بنکاح۔ الخ فتاوی کنز صفحہ ۹۵ جلد اول میں یوں مسطور ہے وحرم تزوج اخت معتدته اور شرح قدوری فارسی صفحہ ۵۷۴ میں نیز بایں طور مسطور ہے۔ وچوں طلاق دہد شخصے زن خود را طلاق بائن پس جائز نیست اور النکاح کند خواہر آنرا تا آنکه نگذر و عدت آں بر آنچه نکاحخواہر دل ہنوز باقی است۔ بسبب باقی مانده بعضے احکام آں چوں نفقه و ممانعت بیروں شدن و از نکاه نمودن باشوہر دیگر و در اثر قاطع نکاح تاخیر است۔ اور اس طرح کتاب خانی جلد ثانی صفحہ ۱۳ میں مذکور ہے اور کتاب

صلوٰۃ مسعودی اور انواع مولوی عبداللہ صاحب دفتر سوم صفحہ ۱۸۹ میں بایں طور مسطور ہے

ابیات

کو کر نکاح چھوڑ دی عورت کیتا نہ دخول
اس عورت بیٹی جائز آہی بے او رہ کر ہی قبول

زن موئی کوئی سالی کردا عدت ناہیں کجہ
جائز عقدے آیا اسدا اوتے ساعت بہ

طلاق کے کو زن نوں سالی عقد کرے
عدت اندر جائز ناہیں وجہ مسعودی ہے

زن موئی زن پھوپھی کدر عدت بیروں آء
جائز عقد ایسائی انہان خبر کتابیں آء

کے زن موئی زن ماسی کدا عدت بیروں آء
جائز عقد ایسائی اسد مسعودی فرما

اور کتاب، صلوٰۃ مسعودی جلد سوم صفحہ ۷۱ مطبوعہ گرامی اسلامی میں اس طرح تحریر ہے کہ عدت مرداں برہشت است۔ اول آنکہ لے را مرد چہارم زن است یکے را طلاق داد زن دیگر می خواہد روانبود از بہر آنکہ عدت ایں زن نگذشتہ است۔ دوم آنکہ مردے را زنے است زنے دیگر کرد۔ خواہر زن دے بیروں آمد عقد برا کند۔ اورا بزن اول صحبت حلال نبود۔ تا عدت آں خواہر نگزرد سوم آنکہ مردے زن را رہا کرد تا خواہر آں زن را بخواہد۔ تا خواہر اول را عدت نگزرد خواہر دوم را عقد روانبود۔ الخ

اور حدیث شریف میں ہے ولا تنکحوا المرئاۃ علی عمتها ولا خالتها ولا علی بنت اخیها ولا علی بنت اختها الخ اور فتاوی امینیہ و خزانہ و جواہر۔ فتاوی جامع الفوائد صفحہ ۸۷ جلد اول میں بایں طور مسطور ہے و یحرم نکاح الاخت فی عدۃ الاخت الخ پس ان

تمام عبارتوں سے صاف صاف ظاہر ہوا کہ جب تک اپنی عورت مدخولہ مطلقہ کی عدت نہ گزر جائے یہاں تک اس کی ہمشیرہ یا خالہ یا پھوپھی یا اس کی بھانجی یا اس کی بھتیجی سے نکاح کرنا شرعا" درست نہیں ہوگا۔ چنانچہ خلاصہ میں ہےاذا ماتت المرئاة تتزوج اختها بعد یوم جاز و نکاح المعتدة باطلته بالاجماع فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: دربارہ مسائل رباعیات کے جوجلد دوم صفحہ ۱۴ میں آپ نے عبارت تحریر کی ہے اس کا مطلب کیا ہے جواب مفصل تحریر کرو کیونکہ اس کا مجھے کچھ پتہ نہیں لگتا۔ فقط

السائل حافظ خدا بخش شاعر فرخ پوری

جواب: امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اس طالب العلم کو علم رباعیات پر بایں الفاظ مطلع کیا اور عبارت عربی کا ترجمہ بعینہ یہ ہے کہ پس کہا وہ چار جس کی احتیاج ہے لکھنے کی خبریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں اور شریعتیں ان کی اور حال صحابہ رضوان اللہ عنہم کے اور مقادیر ان کے اور تابعین کے اور اقوال ان کے اور باقی عالموں کے اور تاریخ ان کی اور اسمائے رجال کی اور ان کے اور کیتیں ان کی اور مکان ان کے اور زمانے ان کے جیسے کہ تحمید ساتھ خطبوں کے اور دعا ساتھ توسل کے اور بسم اللہ ساتھ سورۃ کے تکبیر ساتھ نماز کے ساتھ مسندات و مرسلات و موقوفات کے اس کے لڑکپن میں اور وقت بلوغ و جوانی و بڑھاپے میں اور وقت فراغت اور شغل میں اور محتاجی و تونگری میں' پہاڑوں اور دریاؤں میں' شہروں اور جنگلوں میں' پتھروں اور ٹھیکروں پر' چمڑوں اور ہڈیوں پر اس وقت تک کہ ممکن ہو وے اس کو نقل کرنا اس کا' ورقوں پر وہ شخص کہ فوق ہے اس سے اوراس سے کہ مثل اس کے ہے اوراس کہ کم ہے اس سے اور کتاب اپنے باپ کی سے جو لکھی ہوئی اس پر یقین ہو نہ غیر کے واسطے اللہ کے اور طلب کی اس کی خوشنودی کے اور عمل ساتھ اس کے کہ موافق ہو ساتھ کتاب اللہ تعالیٰ کے اور پھیلانا اس کو درمیان اس کی طالبوں اور دوستوں کے اور تالیف بیچ زندہ رکھنے اس کے ذکر کے بعد موت اس کی کے۔ پھر بھی نہ پوری ہوں گی واسطے اس کے یہ چیزیں مگر ساتھ چار کے کیونکہ وہ کسب بندہ کے سے ہیں اغنی پہچاننا کتابت ولغت و حرف و نحو کا ساتھ چار کے۔ وہ اللہ کی بخشش سے ہیں۔ یعنی قدرت و صحت و حرص و حفظ۔ پس

جب کہ پورے ہو جائیں گے واسطے اس کے یہ سب اشیاء پھر اس پر آسان ہو جائیں گی یہ چار اشیاء اہل اور مال اور بچہ اور وطن اور گرفتار ہو گا بیچ چار کے ہنسی دشمنوں کی اور ملامت دوستوں اور طعن جاہلوں کی اور حسد عالموں کا۔ پس اگر صبر کیا اوپر ان امور کے تو بزرگی دے گا اللہ تعالیٰ اس کو دنیا و آخرت میں ساتھ چار چیزوں کے۔ وہ یہ ہیں۔ عزت قناعت' ہیبت نفس اور لذت علم اور حیات ابدی کی اور ثواب دے گا اسکو آخرت میں چار چیزوں سے شفاعت اس کی جس کا ارادہ کرے اپنے بھائیوں سے اور سایہ عرش کا جس دن کا نہیں ہے سایہ مگر سایہ اس عرش کا۔ اور پلاوے جس کو چاہے حوض نبی علیہ السلام کے سے اور ہمسائیگی نبیوں کی اعلی علیین ہیں۔ پس تحقیق بتلا دیا میں نے تجھ کو اے بیٹے میرے مجملا" جو کچھ سنا میں نے اپنے استاذوں سے مفصلا" پس اب اقبال کر اس چیز کا کہ قصد کیا تو نے یا چھوڑا اس کو الخ پس جبکہ طالب علم حدیث نے یہ بات امام بخاری علیہ الرحمتہ سے سنی تو اس کو مشکل سمجھ کر ترک کر دیا۔ اور چھوڑ کر چلا گیا۔ (نقل از نبراس الصالحین صفحہ ٦٧) فقط واللہ اعلم بالصواب

سلطان الفقہ

المعروف

فتاوی نظامیہ

جلد دہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

سوال: عنین کس کو کہتے ہیں اور اس کا حکم کیا ہے؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: صاحب عین الہدایہ نے جلد دوم صفحہ ۲۹۸ باب العنین وغیرہ میں اس کی یوں تشریح فرمائی ہے کہ عنین وہ شخص ہے کہ جو عورتوں پر قابو نہ پائے۔ باوجودیکہ آلہ تناسل موجود ہے۔ اور اگر وہ شخص باکرہ پر قادر نہ ہو۔ مگر ثیبہ پر قادر ہو۔ خواہبوجہ مرض کے یا پیدائشی ضعف یا بڑھاپے یا سحر کے۔ تو وہ جس عورت پر قادر نہ ہوسکے اس عورت کے حق میں وہ عنین ہے۔ حتی کہ اس عورت کواختیار ہے کہ حاکم سے اپنی جدائی کا مطالبہ کرے اور کہا صاحب کنز و معیار و ہدایہ وغیرہ نے اذا کان الزوج عنینا اجله الحاکم سنته یعنی اور اگر کسی عورت کا شوہر عنین ہو اور عورت نے مطالبہ کیا تو حاکم شرع اس کو ایک سال مہلت دے گا۔ یہ مہلت اس وقت سے ہوگی جس دن عورت نے نالش کی ہے۔ پس یہی آئمہ اربعہ و تمام فقہائے جمہور و صحابہ تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا فیصلہ ہے۔ اور کہا فقہاء رحمتہ اللہ علیہم نے کہ سال شمسی مہلت علاج معالجہ کے لئے معتبر ہے اور کہا صاحب عین الہدایہ نے کہ ظاہر مذہب میں سال قمری معتبر ہونا صحیح ہے۔ اسی واسطے امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے اصل میں سال کو مطلق رکھا ہے۔ اور قمری یا شمسی کی قید نہیں لگائی۔ اور ولوالجی نے کہا ہے کہ سال قمری ہونا صحیح ہے اور مترجم کتاب کا اسی پر فتوی ہونا چاہئے۔

شرح طحاوی میں ہے کہ یہی ظاہرا" روایت ہے الخ۔ اور اگر سال کے بیچ میں اس کو طاقت ہوگئی اور وطی کرلی تو بہتر' ورنہ عورت کو حق ہے کہ حاکم شرع کو درخواست دے کہ جدائی حاصل کرلے۔ چنانچہ اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے۔ فان وصل الیها فبها والا فرق بینهما اذا طلبت المراة ذلک یعنی پھر اگر مرد نے اس مہلت کے اندر اس عورت سے وطی کرلی تو بہتر' ورنہ قاضی ان دونوں میں تفریق کردے گا۔ بشرطیکہ عورت اس کی درخواست کرے۔ هکذا روی عن عمر و علی و ابن مسعود رضی اللہ عنهم اور کہا عبدالرزاق نے اخبرنا معمر عن الذهری عن سعد

بن المسیب قال قصی عمر ابن الخطاب اور اس کے آگے صاحب ہدایہ نے یوں ارقام فرمایا ہے۔ ولان الحق ثابت لها فی الوطی و یحتمل ان یکون الا متناع لعلته معترضته و یحتمل لافته اصلیته فلا بد من مدۃ معرفته لذلک و قدرناها بالسنته لاشتما لها علی الفصول الا اربعته فاذا مضت المدة ولم یصل الیها تبین ان العجز بافته الصلیته ففات الامساک بالمعروف و وجب علیه التسریح بالا حسان فاذا امتنع ناب القاضی منابه ففرق بینهما ولابدمن طلبها لان التفریق حقها یعنی اور اسی دلیل سے وطی کے بارے میں عورت کے واسطے حق ثابت ہے اور یہ حق ادا کرنے سے شوہر کا انکار کرنا شاید کسی بیماری سے ہو جو پیدا ہوگئی ہے اور شاید کہ اصل آفت سے ہو۔ تو اس کی شناخت کے واسطے ایک مدت کی ضرورت ہے کہ یہ آفت عارضی ہے یا اصلی ہے۔ پس ہم نے یہ مدت ایک سال اندازہ کی کیونکہ سال میں چاروں فصلیں موجود ہیں۔ یعنی ربیع و خریف و سردی و گرمی پھر جب یہ مدت گزر گئی اور وہ عورت تک نہ پہنچا تو ظاہر ہو گیا کہ اصل آفت کی وجہ سے عاجز ہے تو معروف طریقہ سے عورت کا رکھنا جاتا رہا تو خوبصورتی کے ساتھ اس کو چھوڑ کر روانہ کرنا واجب ہوا۔ پس جب شوہر نے خود ایسا نہ کیا۔ تو قاضی نے اس کا قائم مقام ہو کر دونوں میں تفریق کردی۔ اور اس میں عورت کی درخواست ضرور ہے کیونکہ جدائی حق اس کا ہے ہاں اگر عورت نے عنین کے ہاں رہنے کو قبول کرلیا تو پھر اس کو یہ حق نہ ملے گا۔ چنانچہ اس عبارت سے ظاہر ہے فان اختارت زوجها لم یکن لها بعد ذلک خیار لانها رضیت ببطلان حقها وفی التاجیل تعتبر السنته القمریته هو الصحیح و یحسب با یام الحیض و بشهر رمضان لو جود ذلک فی السنته ولا یحسب بمرضه و مرضها لان السنته قد تخلو عنه یعنی پس اگر عورت نے اپنے شوہر کو اختیار کرلیا۔ یعنی باوجود عنین ہونے کے اس کے ساتھ رہنا منظور کرلیا تو اس کے بعد زوجہ کو جدائی کے مطالبہ کا اختیار نہیں ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت اپنے حق کو مٹانے پر راضی ہوگئی اور مدت مہلت میں سال قمری معتبر ہے یہی صحیح قول ہے اور اس سال میں سے حیض کے ایام اور رمضان کا مہینہ منہانہ کیا جائے گا۔ کیونکہ سال میں ان کا وجود ضروری ہے۔ اور مرد کی بیماری

اور عورت کی بیماری کے ایام منہا ہوں گے۔ کیونکہ سال کبھی بیماری سے خالی ہوتا ہے۔

کتاب جامع الفوائد صفحہ ۲۹میں بایں طور مسطور ہے۔ اعلم ان المراۃ اذا وجدت زوجھا عنینًا عند النکاح رضیت بعد ذلک فانھا کان لازمًا ولا خیار لھاکفایہ ولو وطی مرۃً ثم عجز لیس لھا الخیارلو تزوج با امراۃ و دخل بھا ثم عجز عن الوطی بعد ذلک وصار عنینًا لم یکن لھا حق الخصومتہ ابراھم شای اور اگر وطی میں عورت اور مرد کا آپس میں اختلاف پڑ جائے تو اس صورت میں اگر عورت ثیبہ ہے تو مرد کے قول کو اس کی قسم پر قبول کیاجائے گا۔ اگر وہ قسم کھانے سے انکار کرے تو اس کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی وانکانت بکراً نظر الیھا النساء فان قلن ای بکر اجلٰ سنتہ لظھور کذبہ یعنی اگر عورت باکرہ ہو تو عورتیں اس کو دیکھیں یعنی وہ عورتیں یا ایک ہی کافی ہے۔ اور اگر ان عورتوں نے کہا کہ یہ عورت باکرہ ہے تو مرد کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی کیونکہ اس کا جھوٹ ظاہر ہوگیا اور جب قاضی نے مرد اور عورت کے درمیان تفریق کر دی تو اس کو عدت کے بعد کہیں نکاح کرنا چاہئے کیونکہ خلوت صحیح ہو چکی ہے ۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال : مجبوب اور خصی اور جذام وغیرہ امراض والے کے واسطے حکم عنین کا ہے یا کوئی اور ہے؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب : صرف مردِ خصی کو جس کے دونوں خصیہ کوفتہ کئے گئے ہوں یا نکالے گیے ہوں تو اس کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی اور مرد مجبوب جس کی آلت زیادہ حصہ کٹی ہوئی ہو تو اس کو مہلت دی جائے گی کیونکہ اس میں کچھ فائدہ نہیں۔ لہٰذا اگر عورت درخواست دے تو ان میں جلدی تفریق کر دینی چاہئے چنانچہ صاحب ہدایہ نے تحریر فرما دیا ہے وانکان مجبوبًا فرق بینھما فی الحال انطلبت لانہ لا فائدۃ فی التعجیل والخصی یوجل کما یوجل العینن کان وطیہ مرجو اور اگر مرد مجبوب ہو تو دونوں میں فی الحال تفریق کر دی جائے گی۔ بشرطیکہ عورت درخواست کرے کیونکہ مہلت دینے میں کچھ فائدہ نہیں۔ اور خصی کو بھی ایک سال مہلت دی جائے گی جیسے عنین کو

دی جاتی ہے کیونکہ وطی کرنے کی اس میں بھی امید ہے چونکہ الہ تناسل موجود ہے شاید کسی وقت اس میں وطی کی قوت پیدا ہوجائے۔ اور جذام و برص و مجنون میں عورت کو اختیار نہیں ہے کہ نکاح کو تڑا سکے۔ چنانچہ اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے واذا کان بالزوج جنون او برص او جذام فلا خیار لھا عند ابی حنیفتہ و ابو یوسف وقال محمد لھا الخیار۔ الخ یعنی جب مرد کو جنون ہو یا برص یا جذام ہو۔ تو امام ابو حنیفہ و ابو یوسف کے نزدیک زوجہ کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار نہیں۔ اور کہا امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے کہ عورت کو یہ اختیار حاصل ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب (نقل از شرح و قایہ و ہدایہ)

سوال: جانوروں میں جو درندے اور پرندے ہیں ان میں حلال و حرام کی پہچان کرنے کی خاطر شارع علیہ السلام نے کوئی معیار مقرر کیا ہے یا نہیں۔ اور اگر ہے تو تحریر فرمائیں اور کون کون سے حرام اور کون کون سے حلال ہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

السائل حافظ رحمت علی نقشبندی

جواب: بے شک شارع علیہ السلام نے درندوں و پرندوں کے حلال و حرام کے پہچاننے کے لئے بایں طور حکم فرما کر معیار قائم کیا ہے کہ نہیں حلال ہر درندہ جو اپنے دانت سے شکار کرتا ہے۔ اور نہیں حلال ہر پرندہ جو اپنے پنجے سے شکار کرتا ہے۔ چنانچہ مشکوۃ میں حدیث بدیں الفاظ مسطور ہے۔ عن العرباض بن ساریتہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی یوم خیبر عن کل ذی ناب من السباع وعن کل ذی مخلب من الطیور۔ الخ یعنی روایت ریاض بن ساریہ سے یہ منع کیا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے دن خیبر کے کھانے ہر کچلنے والے کے سے درندوں میں سے اور منع فرمایا ہر پنجے والے کے سے پرندوں میں سے۔ اور اسی طرح روایت کیا مسلم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے کہ منع کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دانت والے درندے سے اور ہر پنجے والے پرندے سے اور کہا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر دانت والا درندہ حرام ہے اور ہدایہ جلد چہارم و کتاب قدوری وغیرہ میں نیز بایں طور مسطور ہے ولا یجوز اکل کل ذی ناب

من السباع ولا ذی مخلب من الطیور۔ الخ اور نہیں جائز ہر ذی ناب کا درندوں میں سے اور نا ہی پنجے والے کا پرندوں میں سے۔

کتاب تمیز الکلام و کتاب عین الہدایہ شرح ہدایہ میں لکھا ہے۔ جانور دو قسم پر ہیں حلال و حرام۔ اور ان کی تفصیل ذیل میں مختصر طور پر مطابق مذہب امام اعظم رحمتہ اللہ کے درج کردی جاتی ہے اور وہ یہ ہے اونٹ، بکری، بکرا، بھیڑ، مینڈھا، بارہ سنگا، خرگوش، دنبہ، گائے، بیل، گورخر، نیل گائے، مچھلی، ہرن یہ سب کے سب جانور چارپایوں سے نزدیک آئمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حلال ہیں اور جو جانور اڑنے والوں میں سے ہیں نزدیک امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے بلا خلاف حلال ہیں وہ یہ ہیں ابابیل، بطخ، بالکل، بگلا، بٹیر، تیتر، چکور، کلیک، چکاوک، چڑیا، چکوی، چکوا، شتر مرغ، فاختہ، قمری، گید، بچہ کبوتر، کلنگ، ٹڈی، للک، مرغ، ممولا مور، مینا، ہدہد، یہ سب جانور امام صاحب کے نزدیک حلال ہیں اور طوطاو طوطی حلال ہیں۔ لیکن ان میں علمائے دین کا کچھ اختلاف ہے اور صحیح اور مفتی بہ روایت یہی ہے کہ حلال ہیں۔ اور کوا چار قسم پر ہوتا ہے ایک وہ ہے، کہ صرف دانہ ہی چگتا ہے جس کو فارسی میں زاغ کہتے ہیں وہ حلال ہے اور جو کوا صرف مردار ہی کھاتا ہے وہ حرام ہے اور جو کوا پنجہ سے شکار کرتا ہے وہ بھی حرام ہے۔[1] جو دانہ بھی کھاتا ہے اور مردار بھی کھاتا ہے جس کو عربی میں عقعق کہتے ہیں وہ امام صاحب کے نزدیک حلال ہے لیکن صاحبین کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے اور اول قول مفتی بہ ہے اور بھیڑیا یعنی گرگ اور بجو یعنی کفتار اور بلی اور بندر بچھو اور پلنگ، چیتا، چوہا، جنگلی چوہا، خانگی ریچھ، خنزیر، سنجاب ساہی یعنی خارپشت، سانپ، شیر، کچھوا، کیکڑہ، یعنی سرطان، گیدڑ، گدھا، گوہ یعنی ضب، لومڑی، ناکار نیولا، ہاتھی پس یہ وہ جانور ہیں جو اڑ نہیں سکتے۔ امام اعظم رحمتہ اللہ کے نزدیک یہ سب کے سب حرام اور نا درست ہیں اور جانور اڑنے والوں میں سے جو حرام ہیں وہ یہ ہیں۔ باز، باشہ بہری، ترمتی، جدہ یعنی چرغ، چیل، چمگادڑ، گدھ، یعنی کرگس، اور گوشت گھوڑے و خچر و گدھے میں اختلاف سخت ہے۔ صاحبین کے نزدیک حلال اور امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے اور اصح قول یہ ہے کہ مکروہ تحریمی ہے۔ چنانچہ حدیث نسائی و ابو داؤد و ابن ماجہ سے

حاشیہ

[1] یہ دیسی کوا ہے اسے علماء دیوبند حلال ٹھہراتے ہیں (فتاوی رشیدیہ)

ظاہر ہے۔

عن خالد بن الولید انه سمع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول لا یحل اکل لحوم الخیل والبغال و الحمیر یعنی خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا کہ گھوڑے اور خچر اور گدھے کا گوشت کھانا حلال نہیں۔ اور ابو داود کی روایت کے الفاظ یہ ہیں ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم نهی عن اکل لحوم الخیل والبغالی والحمیر۔ الخ اور خرگوش حلال ہے صرف شیعہ مذہب کو اس میں اختلاف ہے۔ اہل سنت والجماعت کو اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور مرغی کا سر بلی جدا کر کے لے جائے اور باوجود یکہ محل ذبح کا باقی ہو اور وہ زندہ ہے تو پھر اس کو ذبح کر کے کھانا درست نہیں ہوگا کیونکہ وہ اپنی رگوں کو جن کا قطع کرنا ضروری ہے اپنے وجود میں کھینچ لے جاتی ہے اور اگر بھینس یا گائے یا بکری کا سر شیر یا بھیڑیے نے الگ کر دیا اور وہ زندہ ہوں تو ان کو ذبح کر کے کھانا یا ان کا دودھ پینا اچھا نہیں کیونکہ صاحب کفایہ نے لکھا ہے کہ اگر جانور مردار ہے تو اس کو ذبح کر کے جلا دینا چاہئے اور قیمت اس کی وطی کنندہ سے لی جائے۔ اور ایسا ہی دوسرے جانورں کا حکم ہے۔ اور فقیر کہتا ہے کہ حاکم وقت جو اس پر تعزیز لگاوے ور اسکو ادا کرنی پڑی گی۔

فتاوی عبدالحی جلد اول صفحہ ۳۶۱ میں یوں مرقوم ہے لا یحرم لحم البهمیته الماکول لحمهابوطی رجل بهالکن یکره قالو ان کانت دابته مما لا ئیوکل لحمها تذبح و ئیوکل عند ابی حنیفته وقالا تحرق هنا ایضًا واذا کانت البهیمته للفاعل و انکانت لغیر کان لصاحبها ان ید فع الیه بالقیمته وفی تبیین الکنز یطالب صاحبها ان یدفع الیه والقیمته ثم تذبح واذبحت ویکره الاتفاع بها حیتها و میتها واطلق الطحاوی انها اذاکانت له ذبحت ولم تؤکل۔ الخ

پس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس کا گوشت کھانادرست نہیں اور ایسے حیوان کی ذات سے نفع حاصل کرنا موت اور حیاتی اس کی میں اچھا نہیں۔ اس کو ذبح کر کے جلا دینا بہتر ہے۔ اور اگر کسی غیر کے حیوان سے وطی کی ہو تو اس کی قیمت کا ذمہ دار وطی کنندہ ہوگا۔ الخ۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال : اگر اہل ہنود کو راضی کرنے کی خاطر قربانی گائے کی نہ کی جائے تو اس میں کچھ گناہ ہے یا نہیں اور نبی کریم ﷺ نے قربانی گائے کی ہے یا نہیں؟ اس کا جواب دو اجر ملے گا۔

جواب : اہل ہنود کو راضی کرنے کی خاطر گائے کی قربانی کو ترک کرنا مسلمانوں کے لئے بہت برا ہے کیونکہ گاؤ کشی کا طریق زمانہ نبی کریم ﷺ سے لے کر تابعین و تبع تابعین و آئمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تک جاری رہا ہے۔ اور نا ہی کسی مسلمان صاحب حق الیقین نے اس سے انکار کیا ہے اور نہ ہی غیر مذہب سے ڈر کر یا کسی کی خوشنودگی کی خاطر اس سنت قدیمہ کو ترک کیا ہے اور بخاری و مسلم میں لکھا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں اونٹوں کی قلت ہوگئی تو آپ نے لوگوں کو حکم قربانی گائے کا کیا تھا۔ اور خود بھی گائے کی قربانی حجتہ الوداع و حدیبیہ میں کی۔ چنانچہ حدیث ابن ماجہ وارد ہے عن ابن عباس قال قلت الابل علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فامرهم ان ینحر والبقرة یعنی رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اونٹ کم ہوگئے تو آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ گائے کی قربانی کریں الخ۔ وعن جابر بن عبداللہ قال نحرنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالحدیبیہ البدنته سبعته والبقرة عن سبعته (رواہ الترمذی صفحہ ۱۸۱ و ابن ماجہ صفحہ ۲۳۳ و موطا امام محمد صفحہ ۲۷۳)

وقال الترمذی هذا حدیث حسن صحیح والعمل علی هذا عند اهل العلم من اصحاب رسول اللہ وغیرهم وهو قول سفیان الثوری وابن المبارک والشافعی و احمد واسحاق وقال محمد و بهذا ناخذ البدنته والبقرة عن سبعته قلت فان ستعته فی الاضحیته وعن علی قال البقرة عن سبعته قلت فان ولدت قال اذبح ولدها معها رواه الترمذی وعن عائشته فی حدیث وضحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نسائه البقرة (رواه البخاری) وعن عائشته رضی اللہ تعالیٰ عنه التی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلحم بقر تصدق به علی بریرة فقال لها صدقته ولنا هدیته (رواه مسلم) وعن ابی هریرة قال ذبح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمن اعتمر من نسائہ فی حجتہ الوداع (رواہ ابن ماجہ صفحہ ۲۳۳) یعنی روایت ہے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا انہوں نے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں قربانی کیا ایک اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے اور ایک گائے سات آدمیوں کی طرف سے۔ روایت کیا اس حدیث کو ترمذی و ابن ماجہ نے اور روایت کیا امام محمد نے موطا میں۔ اور کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس پر عمل ہے اہل صحابہ کا۔ اور کہا امام محمد نے کہ اس حدیث سے ہم لوگ لیتے ہیں کہ اونٹ اور گائے سات آدمیوں کی طرف سے قربانی میں کافی ہوتی ہے اور روایت ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا کہ گائے سات آدمیوں کی جانب سے ایک ہے۔ میں نے کہا کہ اگر جنے تو فرمایا کہ بچہ بھی اس کے ساتھ ذبح کیا جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بایں طور ایک حدیث مروی ہے کہ آپ نے عورتوں کی جانب سے گائے قربانی کی روایت کیا اس حدیث کو بخاری نے اور نیز مائی صاحبہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گائے کا گوشت لایا گیا جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدقہ میں ملا تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اس کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔ روایت کیا ہے اس حدیث کو مسلم نے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ فرمایا ذبح کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عورتوں کی جانب سے جنہوں نے عمرہ کیا تھا حجتہ الوداع میں ایک گائے۔ روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ نے الخ۔

پس ان تمام دلائل قاطع سے معلوم ہوا کہ یہ سنت قدیمہ ہے اس کو ہندوؤں کے راضی کرنے کی خاطر ترک نہ کرنا چاہئے اور فتاویٰ عبد الحی جلد دوم صفحہ ۱۲۲ میں نیز بایں طور مسطور ہے کہ یہ ایک طریقہ قدیمہ ہے زمانہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و تابعین و جملہ سلف صالحین سے تمام بلاد و امصار میں اور اس کی اباحت پر اجماع و اتفاق ہے تمام اہل اسلام کا ایسے اور شرعی ماثور قدیم سے اگر ہنود روکیں بنظر تعصب مذہبی منع کریں تو مسلمانوں کو اس سے باز رہنا درست نہیں ہے بلکہ ہر گاہ ہنود ایک امر شرعی قدیم کی ابطال میں کوشش کریں تو اہل اسلام پر واجب ہے کہ اس کے ابقائے و اجرا میں سعی کریں اور اگر ہنود کے کہنے سے اس فعل کو چھوڑ دیں گے تو گنہگار ہوں گے۔ ہاں بخاطر برانگیختہ کرنے و فتنہ فساد و بحالت عملداری ہنود

کے یا دل آزاری کے قریب مکان اہل ہنود کے قربانی گائے کی نہ کرنے میں کوئی عیب نہیں۔ اور بخوف فساد ہنود کے قربانی و ذبح گائے سے مسلمان لوگ باز نہ رہیں بلکہ اس کو کوشش بلیغ سے سرانجام دیں ان ینصرکم اللّٰہ فلا غالب لکم واللّٰہ غالب علی امرہ الخ اور فقیر کے نزدیک اگر کسی مصلحت عظیمہ اور باوجود ملنے دنبہ وغیرہ کے گائے کی قربانی کو خود بخود مسلمان چندے زمانہ کے لئے ترک کردیں تو اس میں کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ لیکن مسلمانوں کو اختیار ہے کہ اونٹ گائے اور خصی یا دنبہ کی قربانی کریں کہ جس چیز کی قربانی میں آسانی ہو یا جو میسر آئے کہ اس کی قربانی کرسکتے ہیں تو کریں۔ باقی مفصل ذکر اس فتاوی ابو البرکات عبد الرؤف داناپوری کو ملاحظہ فرمائیں۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال: گیسوئے دراز رکھنے جائز ہیں یا نہیں۔ اس کا ثبوت حدیث شریف سے تحریر فرمائیں؟ اجر ملے گا۔

جواب: بیشک گیسوئے دراز رکھنے جائز ہیں۔ چنانچہ اس حدیث شریف سے ظاہر ہوتا ہے عن ام ھانی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا قالت رایت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ذا ضفائر اربع یعنی کہا مائی صاحبہ نے کہ آپ کی ذات کو دیکھا میں نے کہ آپ صاحب چار زلفیں رکھتے تھے۔ اور اس کا ترجمہ شمائل ترمذی کی شرح صفحہ ۱۶ سطر ۱۹ میں اس طرح پر ہے۔ مروی است از ام ہانی کہ گفت دیدم رسول خدا را صاحب چہار گیسو یعنی دیدم در آنجا لیکہ چہار گیسو داشت۔

کتاب کبیری معہ صغیری شرح مینہ صفحہ ۴۱ میں حوالہ محیط لکھا ہے ان الرجل اذا اضغر شعرہ کما یفعلہ العلو یون ای المنسوبون الی علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ عنہ و بعضھم یخصصھم بمن کان من غیر فاطمتہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا پس ان دلائل سے معلوم ہوا کہ گیسو و بال لمبے رکھنے میں کوئی عیب نہیں کیونکہ یہ طریق علویوں کا ابتدا ہی سے چلا آتا ہے۔ اگر مخالف کے پاس کوئی دلیل ان کے عدم جواز کی ہے تو تحریر کرے۔ کیونکہ فقیر کی نظر میں اسکے عدم جواز کی دلیل کسی کتاب حدیث میں نہیں گزری۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: نماز کے پیچھے یا کسی اور وقت میں ذکر جہر کرنا درست ہے یا نہیں؟ حدیث شریف سے جواب دو اجر ملے گا۔

السائل خاکسار غلام حیدر واعظ

جواب: بے شک ذکر جہر کرنا خداوند کریم کا برائے اطمینان قلب درست ہے۔ لقولہ تعالیٰ الذین امنوا وتطمئن قلوبھم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (سورۂ رعد) اور تفسیر روح البیان اس کے تحت میں لکھتے ہیں کہ جب مومن لوگ ذکر کرتے ہیں تو ان کے دل خوش ہوتے ہیں۔

کتاب نصر الباری شرح صحیح بخاری سیپارہ ۴ صفحہ ۱۰ باب الذکر بعد الصلوۃ میں بایں الفاظ حدیث مسطور ہے حدثنا اسحاق بن نصر قال اخبرنا عبدالرزاق قال اخبرنا ابن جریح قال اخبرنی عمر وان ابا معید مولی ابن عباس اخبرہ ان ابن عباس اخبرہ ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبتہ کان علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال ابن عباس کنت اعلم اذا انصر فوا بذلک اذ سمعتہ الخ یعنی حدیث بیان کی ہم سے اسحاق بن نصر نے کہا خبر دی ہم کو عبدالرزاق نے اور کہا خبر دی ہم کو ابن جریح نے کہا خبر دی مجھ کو ابا معید مولی بن عباس نے خبر دی اس کو ابن عباس نے خبر دی اس کو بے شک بلند کرنا آواز کا ذکر سے جب کہ فارغ ہوں [1] لوگ نماز مکتوبہ سے۔ تھا (ذکر جہر) زمانہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ اور کہا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معلوم کرتا تھا اس وقت کہ جب فارغ ہوتے نماز سے ساتھ اس کے جب سنتا میں اس کو الخ۔

ایک حدیث میں یوں بھی وارد ہے کہ اس قدر ذکر کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ قرار دیں اذکر اللہ حتی یقولوا انہ مجنون فھذا یدل علی جواز الجھر پس ان دلائل سے واضح ہوا کہ جہر ذکر کرنے میں کوئی عیب نہیں۔ ہاں اگر کوئی شخص منتھی ہو تو اس کو بہتر ہے کہ دل میں ذکر کرے۔ اور اگر مبتدی ہو تو چند یوم کے لئے جہری ذکر کرنا اس کو اولی ہے کیونکہ بزرگان طریقت نے لکھا ہے کہ انسان کے

حاشیہ

[1] لفظ فارغ سے پتہ چلتا ہے کہ اگر کچھ نماز پڑھ رہے ہوں تو اونچی آواز سے ذکر نہ کریں دھیمی آواز سے کریں۔

قادری

دل میں بوقت ذکر خفی کے طرح طرح کے خطرات و وساویں بیہودہ پڑتے ہیں اور ذکر جہر کرنے سے وہ خطرات وغیرہ رفع ہو جاتے ہیں لہٰذا ان کو ذکر جہر کرنا چاہئے۔ فقیر کہتا ہے کہ ایسا بھی ذکر جہر نہ کرنا چاہئے جس سے مفرط صادر ہو۔ چنانچہ اس آیت کریمہ واذکر ربک فی نفسک کے تحت میں حضرت مولانا امام رازی نے لکھا ہے قولہ دون الجهر المفرط والمراد منه ان يقع الذكر بحيث يكون بين المخافته والجهر واللہ اعلم بالصواب ا۔

سوال: الصلوة والسلام علیک یا رسول اللّٰہ باآواز بلند کہنا درست ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: بے شک حرف ندا سے صلوۃ باآواز بلند کہنے میں کوئی عیب نہیں کیونکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس کا ثبوت پہنچ چکا ہے اور اس کا ذکر جلد اولین میں مفصل تحریر ہے اور کتاب جذب القلوب کے ترجمہ مرغوب صفحہ ۲۴۲ میں لکھا ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر زیارت کے لئے حاضر ہوتے تو کہتے السلام علیک یا رسول اللّٰہ۔ السلام علیک ایها النبی ورحمته اللّٰہ و برکاته السلام علیک یا ابا بکر الخ غرضیکہ تمام صحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین اسی طرح کہتے اور اسی کتاب کے اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ بوقت یہ الفاظ کہنے کے ہاتھ باندھ کر مثل نماز کے کھڑے ہو کر بڑی عاجزی سے یہ الفاظ کہے جائیں۔ السلام علیک ایها النبی الکریم ورحمته اللّٰہ و برکاته اور تین بارکہے السلام علیک یا رسول اللّٰہ۔ السلام علیک یانبی اللّٰہ السلام علیک یا سید المرسلین السلام علیک یا خاتم النبیین۔ الخ اور اگر کوئی وہابی نجدی اعتراض کرے کہ یہ الفاظ تو آپ کی مزار پر حاضر ہونے کے وقت پڑھنے کا حکم ہے نہ کہ ہمیشہ اور ہر جگہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے آقائے نامدار ہمارے لئے ہمیشہ کے واسطے یہ فرمایا کہ جب تم کو کوئی تکلیف ہو تو دو رکعت نماز پڑھ کر مجھ کو یاد کرو

حاشیہ

ا۔ یعنی زیادہ اونچی آواز سے ذکر نہ کرے بلکہ دھیمی آواز سے کرے جو جہر اور آہستہ کے درمیان کے درجہ کا ہے

تمہاری تکلیفیں دور ہوں گی۔ (نقل از حصن حصین حدیث ائمی) اور یہ حدیث مشہور ہے کہ نمازی نماز پڑھے تو تشہد میں کہے السلام علیک ایھا النبی و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔

مولوی غلام قادر بھیروی لکھتے ہیں السماع البعید للاولیاء رضی اللہ عنہم والانبیاء علیہم السلام لا سیما السید الرسل علیہ والہ الصلوۃ و فخر الاولیاء قدس سرہ حق ثابت بالقران والاحادتث وکلام العلماء الراسخین الصالحین وھی عقیدۃ اھل السنتہ والجماعتہ وما ذا بعد الحق الا الضلا۔ الخ اور باقی مفصل ثبوت اس کا جلد اول میں مطالعہ کرو۔ فقط

سوال: ایک لڑکے نے ہڈی کسی جانور کی اٹھا کر کنویں میں پھینک دی ہے یہ حال معلوم نہیں کہ ہڈی جانور مردار کی ہے یا حلال کی ہے۔ اب اس چاہ کے پانی کا کیا حکم ہے؟ جواب دو اجر ملے گا۔

السائل خاکسار حافظ خدا بخش فرخ پوری

جواب: صورت مذکورہ بالا میں ایسے کنوئیں کے پانی نجس ہونے کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا تاوقتیکہ اس چیز کے نجس یا پاک ہونے کا یقین کامل نہ ہو۔ چنانچہ فتاوی سعدیہ صفحہ ۸ شرح الاشباہ میں مذکور ہے قال محمد حوض تملاء منه الصغار الاوانی والعهد بالا یدی الدنسته اوالجرار الو سختہ یجوز الوضوء منه مالم یعلم به نجاسته ولنذا افتوا بطهارته اور طریقہ محمدی میں ہے من شک فی انائه اوفی ثوبه او بدنه اصحابه نجاسته ام لافھو طاھر مالم یتیقن وکذلک الابار والحیاض التی یستقی منھا الصغار والکبار والکفار اور رسائل الارکان میں لکھا ہے ولا یعتبر احتمال بلوغ الماء النجس الی ماء البئر مالم یقطع ببلوغ النجس لان الاحتمال لا یزول به العمل بالیقین۔ الخ

پس ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ جب تک اس چیز کا علم یقینی نہ ہو فتویٰ اس کے نجس ہونے کا نہیں دیا جائے گا۔ اور فقیر کہتا ہے کہ اگر ممکن ہے تو اس چاہ سے ہڈی کو نکال کر کچھ پانی اس سے احتیاطاً نکلوایا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: اگر آدمی کنویں میں طہارت داخل ہوکر ڈول یا کوئی اور چیز نکال لائے تو اس کنویں کا کیا حکم ہے؟

جواب: بے شک اس کنویں کا پانی پاک ہے بشرطیکہ اس کے بدن پر نجاست کا اثر حقیقی یا حکمی نہ ہو۔ اذا خرج حیًا ولم یکن فی بدنہ نجاستہ حقیقتہ او حکمیتہ وکان مستنجیاً لم یفسد الماء (بحر الرائق) ا۔

سوال: قسموں کی کتنی قسمیں ہیں اور جبری قسم پر کفارہ ہے یا نہیں؟ اور قرآن مجید کی قسم پڑتی ہے یا نہیں؟ اور قسم کا کفارہ کیا ہے؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: قسموں کی تین قسمیں ہیں۔ یمین الغموس و یمین المنعقدہ و یمین الغو۔ اور یمین غموس وہ ہوتی ہے جو کسی کام گذشتہ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے۔ مثلاً کہا کہ خدا کی قسم میں حج کر چکا ہوں اور حالانکہ حج اس نے نہیں کیا تھا۔ اور قصداً" جھوٹ بولا لہٰذا یہ قسم غموس ہوئی جس سے مرتکب گناہ کبیرہ کا ہوا۔ اور اس کا کفارہ توبہ و استغفار ہے۔ اور یمین المنعقدہ وہ قسم ہے کہ جو قسم کھائے کسی امر آئندہ کی اس کے کرنے یا نہ کرنے پر اور اگر وہ کام کر دیا یا نہ کیا تو اس پر قسم کا کفارہ دینا لازم ہو جائے گا۔ مثلاً کہا کہ میں اس گھر میں نہ جاؤں گا پھر بیمار بیہوش ہوا اور اس حالت میں لوگ اس کو وہاں لے گئے تو حانث ہوگا اور کفارہ اس پر لازم ہوگا۔ غرضیکہ جس بات پر قسم ہے اگر اس کو عمداً کرے یا بھول کر یا اس سے زبردستی کام کرایا جائے یا حالت بیہوش یا مجنونی میں کرے تو اس صورت میں حانث ہوگا۔ ۲۔ اور کفارہ دینا لازم ہوگا۔ (نقل از عین الہدایہ جلد ۲ صفحہ ۳۹۷) اور یمین اللغو وہ ہے کہ قسم کھائے کسی امر گذشتہ کی در آنحالیکہ گمان اس کا یہ ہو کہ وہ ٹھیک کہتا ہے اور اصل معاملہ اس کے برخلاف ہو اور اس میں امید مغفرت کی ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ واللہ یہ شخص زید ہے اور یہ اس

حاشیہ

ا۔ جبکہ زندہ نکل آیا اور اس کے بدن پر کوئی نجاست نہ تھی نہ حقیقی نہ حکمی اور استنجا کیا ہوا تھا۔ تو پانی خراب نہ ہوا۔ قادری

۲۔ حانث قسم توڑنے والا۔

کو زید ہی گمان کرتا ہے در واقع میں وہ خالد ہے اور اس کی دلیل مغفرت پر یہ ناطق ہے لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم۔ الخ

صاحب ہدایہ نے لکھا ہے والقاصد فی الیمین والمکرہ والناسی سواء حتی یجب الکفارہ یعنی جو بھول کر قسم کھا گیا یہ سب برابر ہیں حتی کہ حانث ہونے پر کفارہ لازم ہوگا لقولہ علیہ السلام ثلث جدھن جدو ھزلھن جد النکاح والطلاق والیمین الخ یعنی نبی کریم ﷺ نے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا قصد عمدی بھی عمدی ہے اور ہزل بھی عمدی ہے۔ وہ نکاح و طلاق اور قسم ہیں۔ اس حدیث کو ترمذی و ابن ماجہ و ابوداود نے روایت کیا ہے اور کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن ہے اور بجائے یمین کے بعض حدیثوں میں اعتاق و رجعت کا کلمہ وارد ہے۔(ہکذا فی عین الہدایہ جلد دوم صفحہ ۳۹۸)۔

قرآن مجید کی قسم اٹھانے سے قسم پڑ جاتی ہے اور اسی پر علمائے دین محققین نے موجودہ زمانہ میں فتوی دیا ہے چنانچہ عین الہدایہ جلد دوم صفحہ ۳۹۹ میں تحت اس عبارت کے تحریر ہے اذا حلف بالقران لانہ غیر متعارف یعنی اگر قرآن کی قسم کھائے تو قسم نہ ہوگی کیونکہ یہ رواج نہیں۔ بدائع میں ہے کہ کلام اللہ کی قسم کھانے سے حلف ہو جائے گی اور مترجم کہتا ہے یہی اظہر ہے اور ہمارے یہاں اسی پر فتوی ہوگا۔ ا؎

فتاوی جامع الفوائد صفحہ ۱۳۵ میں نیز مذکورہ ہے ان الحلف بغیر اللہ تعالٰی لا یجوز لو حلف بالقران یکون یمینًا وبہ اخذ جمہور مشائخنا۔ الخ یعنی بے شک ماسوا اللہ تعالٰی کی ذات کے قسم کھانی درست نہیں۔ اگر کسی نے قسم کھائی قرآن مجید کی تو قسم ہوگی اسی کو جمہور مشائخ ہماروں نے لیا ہے۔

کتاب برجندی صفحہ ۱۱۲ میں لکھا ہے الایمان علی العرف فیما تعارف الناس بہ

حاشیہ

ا؎ بعض کتابوں میں قرآن کریم کی قسم کو قسم نہیں ٹھرایا گیا وہ باعتبار حقیقی ہے اور جن میں اسے قسم ٹھرایا گیا ہے وہ باعتبار عرفی ہے اور شریعت میں عرف معتبر ہے لہذا قرآن کی قسم معتبر ہے۔ قادری

الحلف یکون یمینًا اور عین الہدایہ میں نیز مذکور ہے کہ قاضی اگر کسی مقدمہ میں قسم پر فیصلہ کرنا چاہے تو ایسی قسم ان سے لے جس کا ان کو اٹھانا دشوار ہو جائے کیونکہ اس زمانہ میں قرآن مجید کی حلف کو لوگ بہت جلدی سے اٹھا لیتے ہیں۔ الشرع اعتبر العادة لقوله علیه السلام ماراه المؤمنون حسنًا فهو عند اللّٰه حسن۔ الخ والمتعارف من غیر نکیر اصل فی الشرع بمنزلته اجماع المسلمین۔ ا۔

مجموعہ نوادر میں ہے العرف والعادة سئیان لا فرق بینهما عند الجمهور وقال صاحب الکشف ان الاول فی الاقوال والثانی فی الافعال۔ ۲۔ الخ (ہکذا فی نور الہدی)

پس ان دلائل سے معلوم ہوا کہ باعتبار رواج زمانہ کے قسم قرآن مجید وغیرہ اشیاء کی پڑ جاتی ہے اور کفارہ قسم کا یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے اور اگر اس کو یہ طاقت نہیں تو دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا ان کو لباس پہنائے۔ ایسا کہ جس سے ان کا اکثر بدن چھپ جائے۔ اور صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ ادنی اس کا یہ ہے کہ جس سے ان کی نماز درست ہو جائے و دلیل کفارہ کی یہ ہے فکفارته اطعام عشرة مساکین۔ ۳۔ الخ پس ان تینوں میں سے جو چاہے کرے۔ اگر یہ طاقت بھی نہیں تو تین یوم روزے پے در پے رکھے فصیام ثلثته ایام ۴۔ یعنی تین روزے ہیں (پے در پے) اور پہلے قسم توڑنے کے کفارہ نہ دیا جائے۔ (ہکذا فی کتب الاحادیث والفقہ) واللہ اعلم الصواب

حاشیہ

ا۔ یعنی شریعت نے لوگوں کے عرف و عادت کو معتبر ٹھہرایا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے جسے اہل ایمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے ہاں بھی اچھا ہے اور جو لوگوں میں معتاد و متعارف ہو جائے وہ بلا کسی انکار و اعتراض کے اجماع مسلمان کے بمنزلے شریعت میں احکام کی اصل ہے۔ قادری

۲۔ یعنی عرف و عادت شریعت میں ایک ہی چیز دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے جمہور کے نزدیک اور صاحب کشف نے کہا ہے کہ عرف اقوال میں ہوتا ہے اور عادت افعال و اعمال میں۔ قادری

۳۔ المائدہ ۸۹ ۔ ۴۔ المائدہ ۸۹

سوال : اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے فضائل اور شہادت کا ثبوت قرآن مجید و احادیث سے ثابت کرو۔ جواب دو اجر ملے گا۔

السائل حکیم محمد علی شاہ چک نمبر ۴۵۷ تحصیل ٹوبہ

جواب : قرآن مجید کی آیات اور حدیثیں اہل بیت نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے فضائل پر بے شمار شاہد ہیں جن کا بیان کرنے سے عاجز و قاصر ہے۔ لیکن بطور اختصار فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فضائل اور شہادت کے دلائل تحریر کر دیئے جاتے ہیں۔ وھو ہذا

فرمایا اللہ تعالیٰ نے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت و یطھرکم تطھیرا یعنی چاہتا ہے خداوند کریم یہ کہ دور کرے تم سے گناہوں کی پلیدی (اے) اہل بیت نبوت اور پاک کرے تم کو پاک کرنا۔ الخ ا۔

پس اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے تمام اہل بیت بغض و حسد و عداوت و کینہ و بخل و غصہ و تکبرو زنا و شراب و جوا وغیرہ گناہوں سے پاک و صاف تھے ۲۔ اور نیز حدیث مسلم و

حاشیہ

ا۔ آیت تطہیر میں اولاً حضور ﷺ کے ازواج مطہرات امہات المؤمنین داخل ہیں اس لئے ان کو داخل کرنے کی دوبارہ حاجت نہ تھی ہاں چونکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و سیدنا علی و امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنھما رضوان علیہم اجمعین چونکہ پہلے داخل نہ تھے اس لئے رسول اللہ ﷺ ان کو چادر مبارک نیچے کر کے ان کے لئے بھی تطہیر کی دعا فرمائی۔ جبکہ روافضہ ازواج مطہرات کو اہل بیت سے خارج قرار دیتے ہیں کہتے ہیں کہ اس آیت میں "عنکم" اور "یطھرکم" میں کم مذکر کے لئے ہے اس میں ازواج (خواتین) شامل نہیں ہو سکتیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مذکر کی ضمیریں لفظ اہل کے لئے ہیں خواہ اہل بیت مذکر خواہ مؤنث قرآن مجید میں دیکھ لیجئے۔ لہذا ازواج مطہرات اس میں قطعاً" شامل ہیں فقط قادری

۲۔ خواہ گناہ ظاہری ہوں جن کا ذکر گذرا خواہ باطنی ہوں یعنی بدعت و ضلالت و نفاق و کفر لہذا سید وہی ہے جو صحیح العقیدہ اہل سنت ہو رافضی و شیعہ و مرزائی و وہابی و دیوبندی جن کے عقائد غلط ہیں وہ سید نہیں ہو سکتے اگر چہ سید

مشکوۃ مناقت اہل بیت میں بایں الفاظ ان کے شان پر شاہد ہے عن عائشتہ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم غداۃ و علیہ مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ فادخلہ ثم جاء الحسین مدخل معہ ثم جاء ت فاطمتہ فادخلعا ثم جاء علی فادخلہ ثم قال انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیرا (رواہ مسلم) یعنی مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا کہ نکلتے وقت صبح نبی ﷺ اس حال میں کہ آپ کی ذات بابرکات پر ایک کمبل نقش دار سیاہ بالوں کی تھی۔ پس آئے آپ کے پاس حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ پس داخل کیا آپ نے اس کو اس میں' پھر آئے آپ کے پاس حضرت حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ تو ان کو بھی اس میں داخل کر لیا۔ پھرجب حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ تشریف لائے تو ان کو بھی اسی میں داخل کیا اور فرمایا انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیرا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا لما نزلت ھذہ الایتہ ندع ابنائنا وابناء کم دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیا و فاطمتہ وحسنا و حسینا فقال اللھم ھولاء اھل بیتی (رواہ مسلم) یعنی روایت ہے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا کہ جب اتری آیت کہ پس لاویں ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو بلایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی و فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ تعالٰی عنہم کو۔ پس کہا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے میرے خداوند کریم یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ایک حدیث میں یوں مذکور ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں درمیان تمہارے کتاب اللہ و عترت چھوڑ چلا ہوں۔ تم نے ان کے ساتھ تمسک کرنا ہے یعنی قرآن مجید پر عمل کرنا اور میرے اہل بیت کی تعظیم و تکریم کو بجالانا اور قرآن مجید بھی ان کی

حاشیہ

کہلاتے ہوں وہ درحقیقت سید نہیں ہیں ان کا رابطہ سلسلہ نبوت سے کٹ چکا چنانچہ حضرت نوحؑ کے بیٹے کے لئے قرآن میں فرمایا "انہ لیس من اھلک" کہ یہ تیرے اہل سے نہیں ہیں لہٰذا گمراہ لوگ اہل سنت مصطفٰے ﷺ سے نہیں ہو سکتے۔ قادری

تعظیم و تکریم پر ناطق ہے۔

قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی فرمایا اللہ تعالیٰ کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو کہہ دے کہ میں تبلیغ احکام وغیرہ امور پہنچانے کی تم سے اجرت نہیں طلب کرتا' ہاں یہ بات ضرور کہتا ہوں کہ تم میرے اہل بیت کی تعظیم و تکریم کرو۔

امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب اکلیل میں لکھا ہے کہ کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ یا رسول اللہ الا المودة فی القربی کون لوگ ہیں؟ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے بیٹی فاطمہ اور اس کے فرزند الخ۔

ایک حدیث میں ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فاطمته احصنت فرجها حرم الله ذریتها علی النار (رواه ابو نعیم) وغیرہ یعنی بے شک میرے بیٹی عیوب سے پاک ہے لہٰذا خداوند کریم نے اس کی اولاد پر دوزخ کی آگ کو حرام کر دیا ہے۔ اور حدیث باسناد صحیح طبرانی میں بایں طور مسطور ہے۔

ان الله غیر معذبک ولا احد امن ولدک یعنی فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے فاطمہ بے شک اللہ تعالیٰ نہ تجھ کو عذاب دے گا اور نہ ہی تیری اولاد کو۔ اور امام بیہقی نے مدخل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے چھ شخصوں پر لعنت کی ہے اور میری اور ہر ایک نبی کی دعا قبول ہوتی ہے۔ پہلے وہ شخص جو خداوند کریم کی کتاب میں کمی بیشی کرتا ہے۔ دوم خدا کی تقدیر کا منکر اور تیسرا جو ذی عزتوں کی بے عزتی کرے۔ مثلاً علماء امراء اہل بیت کی۔ چوتھا جو حرام چیزوں کو حلال جانے اور پانچواں جو شخص بیت اللہ شریف میں بد فعلی کرے اور چھٹا جس نے سنت میری کو برا سمجھ کر چھوڑ دیا اور وہ حدیث یہ ہے۔

عن عائشته قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ستته لعنهم الله وکل نبی یحاب الزائد فی کتاب الله ولامکذب بقدر الله والمتسلط بالجبروت یعزمن اذله الله و یزل من اعزه الله من احل لماحرمه الله والتارک لسنتی (رواه البیهقی فی المدخل) ورزین فی کتاب بہ و تصنیف مولوی دین محمد غیر مقلد صفحہ

۶ اور ابن عدی نے اپنے کامل میں ابی سعید خدری سے نیز روایت کی ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے من ابغضنا اھل البیت فھو منافق جو شخص ہمارے اہل بیت سے بغض رکھے وہ منافق ہے۔

ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لا یبغضنا اھل البیت رجل الا ادخلہ النار یعنی کہا ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے جو شخص بغض ہمارے اہل بیت سے رکھے وہ ناری ہے۔ وعن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یعرف حق عترتی والانصار فھو لاحد ثلاث اما منافق ولد الزنا واما لغیر طھو یعنی حملتہ امہ علی غیر طھور (رواہ ابن عدی والبیھقی فی شعب الایمان) یعنی فرمایا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص نہیں پہچانتا حق اولاد میری اور انصاری کا وہ تین امور سے خالی نہیں ہوگا۔ یا منافق ہوگا۔ یا ولد الزنا۔ یا پلیدی سے جنا ہو۔ (نقل از گلزار فاطمہ صفحہ تصنیف مولوی دین محمد کوڑوی۔)

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے کتاب تاریخ میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لکل شئی اساس واساس الاسلام حب صحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحب اھل بیتہ یعنی واسطے ہر ایک چیز کے ایک بنیاد ہوتی ہے جس پر وہ چیز قائم رہتی ہے اور اسلام کی بنیاد محبت صحابہ کرام و اہل بیت نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ میں تم کو تمہاری جانوں سے زیادہ پیارا نہیں ہوں؟ کہا حاضرین نے ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، پھر فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم کو دو چیزوں سے سوال کرتا ہوں ایک قرآن مجید کے ساتھ محبت رکھنا۔ اور دوسرا اہل بیت سے۔ اور دن قیامت کے سب سے اول شفاعت میری اپنے اہل بیت کے لئے ہوگی۔ پھر جو ان سے محبت رکھنے والے لوگ ہوں

گے۔ اور فرمایا کہ تم اپنی اولاد کو تین امور کا ادب سکھاؤ۔ ادب اپنے پیغمبروں کا۔ اور ان کے اہل بیت کا اور قرآن مجید کا۔ اور میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم ضرور میری اہل بیت کی تعظیم کرو۔ ورنہ میں بروز قیامت خداوند کریم کے سامنے تمہارے ساتھ جھگڑا کروں گا جس کے سبب سے تمہیں جہنم میں تکلیف ہو گی الخ۔

پس ان تمام دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ شان اہل بیت کا بے شمار ہے جن کا بیان کرنا خادم شریعت قاصر ہے اور قول امام شافعی رحمتہ اللہ پر ختم کرتا ہوں۔

یا اهل بیت رسول الله حب کم
فرض من الله فی القران انزله
کفا کم من عظیم الفخر انکم
من لم یصل علیکم فلا صلوة له

ترجمہ: حضرت ام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ اے اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمہاری محبت ہم پر فرض ہے جس کا ثبوت قرآن مجید میں ہے۔ یہ تمہارے لئے کافی فخر ہے کے بے شک جو شخص درود تم پر نماز میں نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی الخ۔ [۱]

واقعات شہادت اور ثبوت مسئلہ شہادت امامین علیہما السلام ہر ایک مسلمان پر آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہے۔ اس پر چنداں دلائل طلب کرنے کی ضرورت نہیں لیکن بطور اختصار بخاطر ناظرین و منکرین وغیرہ کے تحریر کر دیتا ہوں۔ وہو ہذا

عن علی رضی اللہ تعالٰی عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اخبرنی جبریل ان حسینا یقتل بشاطی الفرات (روہ ابن سعد) حضرت علی رضی اللہ

حاشیہ

۱۔ یعنی کامل نہیں ہوتی بلکہ ترک درود شریف سے ثواب میں کمی آجاتی ہے جس سے نماز کے کمال میں فرق آجاتا ہے۔ قادری

تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھ کو جبرئیل علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ حسین علیہ السلام فرات کے کنارے پر قتل کیا جائے گا۔ اور کہا مائی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے ان ابنی الحسین یقتل بعدی بارض الطف (رواہ الطبرانی فی الکبیر) یعنی بے شک حسین میرا فرزند میرے بعد طف کے میدان میں مارا جائے گا۔ یعنی زمین بلند نزدیک کوفہ کے۔

ابو داود و حاکم فی المستدرک سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ بایں الفاظ حدیث تحریر کتاب ماثبت بالسنۃ میں فرماتے ہیں عن ام الفضل بنت الحارث قالت قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان امتی ستقتل ابنی ھذا یعنی الحسین واتانی بتربتہ من تربتہ حمراء یعنی ام فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں اور فرماتی ہیں کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ بے شک قریب ہے کہ میری امت میرے اس فرزند کو مار ڈالے گی۔ مجھ کو وہاں کی مٹی سرخ سے لادی گئی ہے الخ

مائی ام سلمہ و مائی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ سے اسی طرح کی روایتیں آ چکی ہیں اور کتاب دیلمی و جامع الاصول و ترمذی سے صاحب السنۃ نے نیز بایں طور حدیث تحریر کی ہے عن سلمی امراۃ من الانصار قالت دخلت علی ام سلمتہ وھی تبکی قلت ما یبکیک قالت رایت الان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی المنام و علی راسہ ولحیتہ التراب وھو یبکی فقلت مالک یا رسول اللّٰہ قال شھدت قتل الحسین انفًا۔ الخ یعنی روایت ہے سلمہ سے جو انصار میں سے ایک عورت ہے وہ کہتی ہے کہ میں ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئی اور وہ رو رہی تھی۔ میں نے پوچھا کہ رونے کا کیا سبب ہے؟ مائی صاحبہ نے جواب میں کہا کہ میں نے ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے اور سر اور داڑھی پر گرد پڑی ہوئی تھی اور روتے تھے اور میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا کیا حال ہے؟ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی حسین کے قتل کو میں نے دیکھا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں ایک غرفہ بنا ہوا تھا

جس میں جبرائیل علیہ السلام کی ملاقات کے لئے حضرت تشریف لے جایا کرتے تھے ایک روز حسب معمول جناب ﷺ غرفہ میں تشریف فرما ہوئے اور حضرت عائشہ سے فرما گئے کہ میرے یہاں ہونے کی کسی کو اطلاع نہ ہو۔ اور نہ کوئی میرے پاس آنے پائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے امام حسین علیہ السلام کے آنے کا علم نہ ہوا اور وہ وہاں چلے گئے۔ جبرائیل امین نے ان سے دریافت کیا یہ کس کا بچہ ہے؟ فرمایا میرا فرزند میرے فرزند کا فرزند ہے یہ کہ کر حضرت نے اپنی مبارک ران پر بٹھا لیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ کی امت کے بے رحم اور ظالم لوگ آپ کے تھوڑے دنوں کے بعد انہیں قتل کریں گے۔ آپ نے ٹھنڈا سانس بھر کے حیرت ناک کی طرح پوچھا اے جبرئیل کیا میری امت میرے فرزند کو قتل کرے گی' کہا ہاں آپ کی ہی امت میں آپ کو اس زمانہ کی خبر دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر عراق کی طرف اشارہ کیا۔ اور اس زمین سے سرخ مٹی ایک مٹھی لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی اور کہا حسین علیہ السلام کا یہی مقتل ہے۔ ا۔ الخ

ایک روایت میں ہے کہ آپ امام حسین علیہ السلام کو ران پر بٹھا کر ان کے لب اور منہ کو بوسہ دینے لگے تو فرشتہ نے کہا کہ عنقریب آپ کی امت ظالم انہیں کربلا کے میدان میں جو عراق کا ایک حصہ ہے وہاں بھوکا پیاسا قتل کر دے گی۔ اگر فرماؤ تو وہاں کی مٹی ملاحظہ کراؤں۔ آپ نے فرمایا اچھا۔ فرشتہ نے سرخ مٹی اس میدان کی حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی' آپ نے وہ مٹی ام سلمہ کو دے دی۔ غرضیکہ امام صاحب مع اپنے یاروں دوستوں اور فرزندوں کے شہید کربلا ہوئے۔ ۶۱ ھ میں جب کہ آپ کی عمر شریف چھپن برس پانچ ماہ اور پانچ دن کی تھی۔

کتاب ماثبت بالسنہ صفحہ۲۶ میں لکھا ہے عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال اتی عبید اللہ بن زیاد براس الحسین فجعل فی طست فجعل یکنت وقال فی حسنہ شیئاً قال انس فقلت واللہ انہ کان شبہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان مخضوبًا بالوسمتہ الخ مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ جب حسین علیہ السلام کا سر مبارک لے

حاشیہ

ا۔ مقتل قتل ہونے کی جگہ۔

گئے پھر لگن میں رکھا۔ پس ابن زیاد بے نہاد نے اس کو لکڑی سے چھیڑنا شروع کیا اور کچھ ان کے حسن کی بات کہی۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا واللہ! یہ ابن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیادہ صورت و شکل میں ملتے تھے۔ اور اس وقت وسمہ سے خضاب کئے ہوئے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب ابن زیاد کے پاس سرمبارک لائے تو وہ ناک مبارک پر چھڑی مارنے لگا اور کہنے لگا کہ میں نے ایسا صاحب حسن کوئی نہیں دیکھا۔ اور کہا راوی نے میں نے اس کو کہا سنو یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ ملتا تھا۔

مولوی دین محمد غیر مقلد اپنی کتاب گلزار فاطمہ میں لکھتے ہیں کہ جب امام صاحب میدان میں نکلے تو یہ شعر پڑھے۔

ان ابن علی الخیر من ال هاشمی
کفا فی بهذا مفخر حین افخر
وجدی رسول اللّٰه اکرم من مشی
ونحن سراج اللّٰه فی الارض یظهر
وفاطمته امی سلالته احمدی
وعمی سیدی ذوالجنا حین جعفر
ففینا کتاب اللّٰه انزل صادقًا
وفینا الهدی والوحی والخیر یذکرا[۱]

حاشیہ

[۱] یعنی میں علی المرتضیٰ جو آل ہاشم میں بہتر ہیں کا بیٹا ہوں اور یہ میرے لئے کافی فخر ہے جب میں فخر کروں اور میرے نانا ساری مخلوق میں افضل ہیں اور ہم روئے زمین میں اللہ کے (دین کے) چمکتے چراغ ہیں اور فاطمہ میری ماں جو حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہزادی ہیں اور چچا ذوالجناحین سیدی جعفر ہیں اور ھم پر اللہ کی سچی کتاب اتری اور ھم میں ھدایت و وحی اور بھلائی یاد کی جاتی ہے۔ قادری

اور مئورخ لکھتے ہیں کہ جب اہل بیت کو قیدی بنا کر لے چلے اور راستہ میں شراب و فساد پینے لگے۔ تو قدرت کاملہ سے یہ سطر لکھی ہوئی نظر آئی

اتر جوا امته قتلت حسینًا
شفاعته جده یوم الحساب ا؎

اور جب سنان شقی قاتل امام صاحب نے ابن زیاد کے آگے سر مبارک امام حسین علیہ السلام کو رکھا تو کہنے لگا۔ میری رکاب کو سونے اور چاندی سے پر کر دیجئے کیونکہ میں بڑے سردار اور جس کا ماں باپ از روئے نسب کے سب سے اچھے ہیں اس کو قتل کر ڈالا۔

املاء رکابی فضته و ذهبًا
انی قتلت سیدًا المحجبا
قتلت خیر الناس امًا و ابًا
وخیرهم اذ بذکروا نسبًا۲؎

اور جب اہل بیت کو یزید عنید نے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ کیا تو اہل مدینہ والے مردہ عورتیں سب کے سب اہل بیت کے حال سے مطلع ہو کر روتے اور باآواز یہ اشعار کہتے۔

ماذ تقولون اذا قال النبی لکم
ماذا فعلتم وانتم خیر الامم
بعترتی و باهلی بعد مقتفی
منهم اساری و قتلی خرجوا بدم

حاشیہ

ا؎ یعنی کیا وہ امت جس نے حسین کو شہید کیا ان جد پاک کی شفاعت کی امید رکھتی ہے؟

۲؎ اوپر کی عبارت اس ترجمہ ہی ہے

ماکان هذا جزای اذا نصحت لکم
ان تخلفونی بسوء فی ذوی رحمی

ترجمہ

کی سیں کہو جدوں تساں نوں نبی اللہ فرماوے
امتاں تھیں سیں چنگی امت کی تساں عمل کمائے

نال اولاد نے بڑ میرے بعد چلان ہمارے
کئی قیدی کئی قتل کیتو لہو پھرے بے چارے

جد میں خیر خواہی تساں کیتی بدلہ ایہ نمولے
قربیساں میر ماندے جو کیسے پچھے میرے رولے

اور جب اہل بیت حضور نبی کریم ﷺ کے مدینہ طیبہ میں پہنچے تو پہلے اپنے نانا صاحب کے روضہ مبارک پر جا کر گریہ و زاری سے یہ الفاظ کہے اور تمام لوگ ان کی فریادیں سن سن کر روتے۔ گویا کہ قیامت برپا ہو گئی تھی

نظم

یا رسول اللہ ذرا دیکھو ہمارا حال زار
دشمنوں کے ہاتھ سے کیسے ہوئے ہم دلفگار

حاشیہ

۱۔ ترجمہ اردو تم اس وقت کیا جواب دو گے جب تم سے نبی ﷺ نے پوچھا کہ تم بہتر امت ہونے کہ دعویدار ہو کر میری عزت اور میری اولاد کے ساتھ میرے بعد کیا۔ کچھ کو شہید اور کچھ کو قیدی بنایا جو خون میں لت پت ہو کر نکلے کیا میری نصیحت ہمدردی جو میں نے تم سے کی یہی جزا ہے۔ کہ تم میرے بعد میرے گھرانے والوں سے اس طرح برے پیش آؤ

جو مصیبت ہم پہ گزری کیا کریں اس کا بیاں
کوئی دنیا میں نہ ہوگا اس طرح سے زار زار

قتل اعداء نے کیا کنبہ تمہارا سر بسر
ظلم اعداء نے کئے آل نبی پر بے شمار

بدعتیں وہ کیں جو دنیا میں کوئی کرتا نہیں
کچھ نہ سمجھیں وہ تمہاری آل کا عز و وقار

حال خستہ پر ہمارے اب نظر فرمائیے
کیا ہمارا حال ہے کیسا ہے ہم کو انتشار

ظالموں کا ظلم گر آنکھوں سے اپنی دیکھتے
بے قراری سے ہماری خود بھی ہوتے اشکبار

درد دل کس سے کہیں کس کو دکھائیں حال زار
پاس آئے ہیں تمہارے یا رسول اللہ کردگار

اشعار مطابق واقعہ حال

ز زین بورطہ خون فتادہ مے بینم
سوار دوش رسول خدا سلام علیک

برائے ناوک شمشیر کرد سینہ سپر
تواں بازوئے شیر خدا سلام علیک

ز تشنگی بدہانت زباں نمے گردید
زبان قدرت کلک خدا سلام علیک

مقیم جنت ماوی شہید راہ خدا
غریب کوفہ و کرب و بلا سلام علیک

سوال: نماز عیدین کے پڑھنے کا کیا طریقہ ہے اور اس کی نیت کس طرح کی جائے؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: عیدین کی نماز ادا کرنے سے پہلے غسل و مسواک سے اپنے وجود کو پاک کرے اور پاک کپڑے پہن کر خوشبو لگائے۔ اور عید فطر سے پہلے کچھ کھانا کھائے اور فطرانہ ادا کرے اور راستہ میں مسجد کی طرف تکبیریں آہستہ آہستہ کہتا جائے۔ اور نماز عیدین اس وقت پڑھی جائے جب کہ آفتاب دو نیزے کے برابر ہو۔ اور اس کا اخیر وقت آفتاب کے زوال ہونے تک ہے اور نماز عید کی نیت بایں طور کرے دو رکعت نماز عید الفطر واجب ادا کرتا ہوں میں ساتھ تمام تکبیروں کے اور امام دو رکعت لوگوں کو اس طرح پڑھائے کہ پہلے تکبیر تحریمہ کہے۔ پھر ہاتھ باندھ کر ثنا پڑھے۔ پھر تین تکبریں کہے اور ہاتھ اٹھائے تیسری بار ہاتھ اٹھا کر حسب معمول ہاتھ باندھ لے پھر سورہ فاتحہ مع سورۃ پڑھ کر تکبیر رکوع کہے اور پھر رکوع کرے اور جب کہ دوسری رکعت میں کھڑا ہو تو سورہ فاتحہ و سورۃ پڑھکر تین تکبیریں کہے اور ہاتھ بھی ساتھ ہی اٹھائے اور ایک تکبیر ہاتھ اٹھائے بغیر کہے اور پھر رکوع میں چلا جائے اور بعد سلام کے دو خطبہ پڑھے جس میں احکام عید قربانی و فطر کے ہوں۔ اور جس شخص کی نماز عید قضا ہو جائے یعنی امام کے ساتھ نہ پڑھی ہو تو وہ پھر نہ پڑھے۔ کیونکہ اس کے لئے شرط حضور سلطان کی ہے اور جب شرط فوت ہوئی تو وہ قضا سے بھی عاجز رہا۔ اور کہا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ چار رکعت نماز نفل پڑھ لے تو اس کو ثواب مل جائے۔ (نقل از شرح وقایہ و نور الہدایہ) فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: عورتوں کو نماز میں انضمام [۱] کرنا چاہئے یا نہیں؟ کیونکہ ایڈیٹر اخبار اہلحدیث کہتا ہے کہ عورتوں کے انضمام کرنے کا کوئی ثبوت نہیں۔

جواب: بے شک عورتوں کو نماز میں انضمام کرنا چاہئے۔ اور جو اس کو ناجائز کہتا ہے وہ علم حدیث سے بالکل ناواقف اور بے خبر ہے اور اس کا ثبوت خود مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی اپنے فتاوی صفحہ ۲۷

حاشیہ

[۱] انضمام ملنا۔ مراد یہ ہے کہ عورتوں کا اس طرح سے سجدہ کرنا کہ ان کے جسم کے اعضاء ایک دوسرے سے ملے اور سمٹے ہوئے ہوں۔ قادری

بحوالہ زادالمعاد وغیرہ کا دے کر اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے اور لکھتے ہیں کہ ابو داؤد اپنے مراسل میں اور بیہقی سنن کبرٰی میں، زید بن ابی حبیب سے مرسلا روایت کرتے ہیں ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر علی امراتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض وان المراۃ لیست فی ذلک کالرجل واخرج البیہقی مرفوعا اذا سجدت المراۃ الصقت بطنہا بفخذہا کاستر مایکون لہا۔ الخ یعنی بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو سمٹ کر سجدہ کرو کیونکہ عورت اس فعل میں مرد کی طرح نہیں۔ اور بیہقی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جب عورت سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے ملا لے۔ اس میں زیادہ پردہ ہے۔

کتاب ہدایہ شرح وغیرہ میں لکھا ہے المراۃ تنخفض فی السجود و تلحق بطنہا بفخذیہا یعنی عورت سجدے میں جھک جائے اور اپنے پیٹ کو رانوں سے ملا لے۔ الخ۔ اور مولوی ثناء اللہ کا ہم کیا بیان کریں وہ تو دادی کے ساتھ پوتے کا نکاح بھی جائز قرار دیتا ہے۔ دیکھو پرچہ اہل حدیث مورخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۱۰ء۔ اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت بخشے۔ فقط واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم

سوال: خنثیٰ کس کو کہتے ہیں اور اس کو حکم کیا ہے؟ اور فرقہ وہابیہ نجدیہ کا ذبح کیا ہوا جانور کھانا درست ہے یا نہیں۔ اور گیارھویں پیر پیراں اور تیجا اور ساتواں کرنے کا کیا ثبوت ہے؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: خنثیٰ وہ ہوتا ہے جو فرج و ذکر دونوں رکھتا ہو۔ اگر پیشاب کرے ذکر سے تو مرد کا حکم اس کے لئے ہے۔ اگر فرج سے پیشاب کرے تو حکم عورت کا لگایا جائے گا۔ اگر دونوں جگہوں سے پیشاب کرے تو جہاں سے پہلے نکلے اس کا حکم ہوگا۔ اگر دونوں جگہ سے ساتھ ہی پیشاب نکلتا ہو تو وہ خنثیٰ مشکل ہے اور یہ حکم بلوغ کے پہلے کا ہے اور جب بالغ ہو اور داڑھی نکل آئی یا کسی عورت سے اس نے جماع کیا تو مرد ہے۔ اگر اس کو پستان نمودار ہوگئے یا حیض یا حمل ہو گیا یا دودھ اتر آیا تو اس کو عورت کا حکم ہے۔ اگر

داڑھی اور پستان دونوں نمودار ہوں تو وہ خنثیٰ مشکل ہے۔ اور خنثیٰ مشکل کو نہ مردوں کی نماز صف میں کھڑا ہونا درست ہے اور نہ ہی عورتوں کی صف میں۔ اور اگر مرجائے تو اس کے والدین خرقہ سے غسل دیں۔ اور اگر متعذر ہوں تو تیمم دیں اور کہا بعض نے کہ اگر حوض یا دریا موجود باشد خنثیٰ را ریختہ یا چہار پائی نہادہ در آب بجنبانند تا غسل حاصل کردہ الخ۔ ا۔ اور اگر صغیر ہو تو خواہ مرد غسل دیں خواہ عورتیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فرقہ وہابیہ نجدیہ ۲۔ جن کی نوبت کفر تک پہنچ چکی ہے ان کا مذبوحہ جانور کھانا درست نہیں چونکہ اس میں شرط ذابح کا مسلمان ہونا لازمی ہے شرط کون الذبح مسلمًا او کتابیا ذمیا او حربیا فحل ذبیحتهما ولو مجنونًا او مراة اوصبیًا یعقل و یضبط التسمیته او اقلف اواخرس لا ذبحیته وثنی و مجوسی و مرتد و تارک تسمیته عمدًا فان تر کهانا سیًا حل (نقل از جامعہ الفوائد صفحہ ۳۹۳) غرضیکہ ذابح کا مسلمان ہونا شرط ہے۔ اور مرتد کا ذبح جائز نہیں اور یہ فرقہ وہابیہ نجدیہ باتفاق نزدیک تمام علمائے اہل سنت و جماعت کے کافر و مرتد ہے۔ چنانچہ کتاب نجوم الشہابیہ تحفہ احمدیہ کے صفحہ ۱۱ سطر ۱۴ میں علامہ بے بدل شیخ احمد صاحب وطنی بھائی ثناء اللہ ایڈیٹر اخبار اہلحدیث کے نے ارقام فرمایا ہے

حاشیہ

ا۔ اگر حوض و تالاب ہو یا دریا موجود ہو تو خنثیٰ مشکل کو اس میں غوطہ دیں یا چارپائی پر رکھ کر دریا کے پانی یا حوض کے پانی میں اسے ملائیں تاکہ غسل ہو جائے

۲۔ وہ وہابیہ نجدیہ جو رسول اللہ ﷺ کی سوء ادبی کے مرتکب ہوں یا ایسے لوگوں کو اپنا امام پیشوا مانیں یا پوری امت کے علماء و آئمہ اہل سنت کے عقائد کے مقابلہ میں ابن عبدالوہاب نجدی کے عقائد کو ترجیح دیں تو ان کے کفر کی وجہ یا تو حضور ﷺ کی شان میں بے ادبی کا مظاہرہ ہے یا امت مسلمہ کے عقائد (عقائد اہل سنت) کو شرک و کفر ٹھہرا کر پوری امت پر شرک کفر کا فتویٰ لگاتا ہے چنانچہ حدیث میں جو کسی مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہوگیا۔ قادری

کہ بلا شک آں خیشاں کافران مطلق اند
کہ مہیں انبیاء و مکفر اہل حق اند

بد گمان باشند ہمیشہ زشت کار و اعتقاد
نامہ خود خواہند اندر حق نارآں بد نہاد

عالمان چار مذہب متفق گشتہ برایں
کہ سزاء ایں گروہ فرض است ہمچو کافریں

مجتمع گشتند بریک کلمہ اہل اجتہاد
زندقہ اند ایں قوم حکم شاں چواہل ارتداد

اور باقی ان کے عقائد کفریہ پر انشاء اللہ تعالیٰ ایک رسالہ مسمی بہ تکذیب المبتدعین فی رد تکفیر المؤمنین عنقریب خادم شریعت شائع کروے گا۔ فقط

اور گیارھواں اور تیجہ کا ثبوت جلد اول میں مفصل گزر چکا ہے اور علاوہ ان دلائل کے کتاب قرۃ المناظرہ خلاصتہ المفاخرہ تصنیف امام یافعی رحمتہ اللہ کے ترجمہ صفحہ ۱۱ میں بایں طور لکھا ہے۔ "ذکر یازدہم حضرت غوث الثقلین علی انبیاء وعلیہ والسلام بود ارشادشد کہ اصل یازدہم ایں نست حضرت قطب ربانی غوث صمدانی علیہ وعلی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام بتاریخ یازدہم ربیع الاخرۃ فاتحہ و چہلم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کردہ بوند۔ آں نیاز آنچناں مقبول و مطبوع افتاد کہ در ہر ماہ بتاریخ یازدہم فاتحہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مقرر فرمودند و دیگر اتباع حضرت غوث پاک .تقلیدے علی نبینا او علیہ الصلوۃ والسلام یازدھم می کردند آخر رفتہ رفتہ یازدہم حضرت محبوب سبحانی مشہور شد۔ الحال مردم فاتحہ حضرت شان دریازدہم می کنند و تاریخ وصال

حاشیہ

ا۔ کہ بلا شک یہ کٹر اور متعصب وہابی لوگ کافر مطلق ہیں جو پیغمبروں کی توہین کرنے اور اہل سنت و الجماعت کو کافر مشرک ٹھہراتے ہیں (دوسرے نہیں) بے شک ہمیشہ مسلمانوں سے بدگمانی کرنے اور برے اعتقاد والے ہیں ان بد نہاد لوگوں کا مقدر دوزخ ہی ہے چاروں مذہب کے علماء کا اتفاق ہے اس گروہ کی وہی سزا ہے جو دوسرے کافروں کی ہے تمام اہل اجتہاد کا اس پر اتفاق ہے کہ اس بے دین گروہ کا وہی حکم ہے جو مرتدوں کا حکم ہے۔

غوث الاعظم ہفت دہم ربیع الثانی است۔" اے بالاتفاق اور تیجا وغیرہ بھی درست ہے چنانچہ عین العلم شرح زین العلم صفحہ ۱۷۶ میں مولانا حضرت ملا علی قاری صاحب محدث نے تحریر کیا ہے و یتصدق الولی قبل مضی لیلتہ بشی ان تیسر یعنی تصدق کند متولی از پیش گز شتن شب اول چیزے اگر میسر آید ورنہ بگذار در دو رکعت نماز بسورت فاتحہ و آیتہ الکرسی و سورۃ تکاثر دو مرتبہ در ہر رکعت و بخشد میت را ثواب آنہاوسلام زائر قبور بر مردگان استادہ شود پشت .قبلہ ویو یواظب علی الصدقہ سبعتہ ایام و مواظبت کند متولی بر تصدق کردن از جانب میت تا ہفت روز ۲۔ الخ۔ اور اس کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ میت اس وقت مانند ڈوبنے والے کی ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ کوئی مجھے اس تکلیف سے نجات دلائے لہٰذا سات یوم تک ضرور اس کے لئے صدقہ و قرآن مجید نماز نفل پڑھ کر بخشنا چاہئے اور اس پر تمام اہل سنت و جماعت کا اجماع خیر القرون سے لے کر متواتر چلا آتا ہے۔ اس سے انکار کرنا معتزلہ و فرقہ نجدیہ و وہابیہ کا کام ہے اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت بخشے۔ فقط۔ واللہ اعلم بالصواب

حاشیہ

اے کہ گیارھویں شریف کی اصل یہ ہے کہ حضرت غوث الثقلین نے گیارہ ربیع الاخر کو حضورﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ فاتحہ کرتے تھے اور آپ کے عقیدت مند بھی آپ کی پیروی میں یہ کرتے تھے آخر ہوتے ہوتے یہ فاتحہ محبوب سبحانی کی گیارھویں کے نام سے مشہور ہوگئی اور وصال حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا سترہ ربیع الاخر ہے اور بد اتفاق علماء اہل سنت تیجہ و غیرہ بھی ثواب ہے جیسا کہ حضرت ملا علی قاری کی عین العلم شرح زین العلم میں ہے کہ میت کا ولی دفن کی رات آنے سے پہلے جو ہوسکے صدقہ کرے تاکہ میت کو فوراً ثواب پہنچے اگر کچھ نہ ملے تو دو رکعت پڑھے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیتہ الکرسی اور دوسری میں سورہ تکاثر دو دو بار پڑھے اوراس کا ثواب میت کو ہدیہ کرے اس مسئلہ کی پوری بحث ہماری کتاب ایصال ثواب میں دیکھیں

۲۔ حضرت ملا علی قادری عین العلم شرح زین العلم میں فرماتے ہیں کہ قبور کی زیارت کرنے والے کو صاحب قبر کی طرف منہ اور قبلہ کی طرف پشت کر کے فاتحہ کہنا چاہئے نیز میت کے دفن ہونے کے روزے سے سات روز تک ہمیشہ حسب توفیق صدقہ کرتے رہنا چاہئے "ایصال ثواب" پر ہماری کتاب اجمال الجواب فی مسئلۃ ایصال الثواب کا مطالعہ فرمائیں مطبوعہ اشاعۃ القرآن پبلی کیشنز لاہور

استغفا: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص جمعہ کو بدوں شرائط فرض سمجھتا ہو اور احتیاط الظھر کو فضول اور بدعت کہتا ہو کیا ایسا شخص اپنے آپ کو حنفی کہلا سکتا ہے اور حنفی مذہب والے کی نماز ایسے شخص کے پیچھے درست ہے یا نہیں۔ اور حنفی لوگ ایسے عالم کے فتوے پر اعتبار کریں یا نہیں؟ بینوا توجرا

جواب: بے شک جن بلاد کے مصر ہونے میں شک ہو وہاں احتیاط الظہر صاحب شامی نے واجب لکھی ہے اور بلاد ہندوستان کے مصر ہونے میں شک ہے بوجہ اختلاف مصریتہ کے احتیاط الظہر پڑھنی واجب ہے نقل المقدسی عن المحیط کل موضع وقع الشک فی کونہ مصراً ینبغی لھم ان یصلوا بعد الجمعتہ اربع بنیتہ الظہر حتی انہ لو لم تقع الجمعتہ موقعھا یخرجون عن عھدۃ فرض الوقت باداء الظھر لکن بقی الکلام فی تحقیق انہ واجب او مندوب اما عند قیام الشک والشتاہ فی صحتہ الجمعتہ فالظاھا الوجوب انتھی ملتقطًا ایسا ہی کبیری شرح منیہ اور فتاوی عالمگیری میں ہے۔ احناف کرام متفق ہیں کہ جمعہ بشرائط فرض ہے، بلاشرائط فرض نہیں۔ پس مجیب صاحب جب ہندوستان میں جمع بلا شرائط فرض سمجھتے ہیں اور احتیاط الظہر کو فضول جانتے ہیں۔ پس وہ فرقہ احناف کرام سے خارج ہیں۔ اے

پابندان مذہب حنفی کو لازم ہے کہ اس کے فتوی پر ہرگز عمل نہ کریں بلکہ اپنے مسائل ضروریہ میں کسی عالم حنفی کی طرف رجوع کیا کریں۔ فقط

حررہ محمد عالم امام مسجد گنٹی بازار لاہور مدرس نعمانیہ ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

احناف کرام نے جمعہ کی شرائط اداء وجوب ثابت کئے ہیں بغیر ان کے جمعہ فرض نہیں لہٰذا جو شخص

حاشیہ

اے یہ احکام متحدہ ہندوستان کے زمانہ کے ہیں جب انگریزوں کی حکومت تھی لیکن اب پاکستان بن جانے کے بعد احتیاطی ظہر سے متعلق موقف وجوبی نہیں ہے محض احتیاطی و استحبابی ہے وہ بھی عوام کے لئے نہیں خواص کے لیے ہے۔ قادری

منکر شرائط ہے وہ احناف سے خارج ہے۔ جمال الدین عفی عنہ لاہور مدرس نعمانیہ لاہور

حررہ الجیب فہو فیہ مصیب۔ نور اللہ خان متوطن ضلع کیمل پور حال وارد لاہور امام مسجد مدرس نعمانیہ

غیر مقلد کو وہابی کہنا ان کی کتابوں میں ثابت ہے چنانچہ مولوی محمد حسین قاضی ساکن اچھرا ضلع مالوان کتاب منجی المؤمنین فی تنبیه المشرکین صفحہ ۱۶۴ مطبوعہ صدیقی لاہوری میں یوں تحریر کرتا ہے کہ:

کہیں بدعتی جن کو یہ وہابی
وہی ہیں حقیقت میں پیر و صحابی
منافق کے جیسا نہ مذہب رکابی
نہیں ہیں یہ زانی شرابی کبابی

وہابی کے معنی ہے رحمان والا
کچھ اور ہی سمجھتا ہے شیطان والا

خدا اور نبی کا ہے تابع وہابی
ہے شرک اور بدعت کا مانع وہابی

رسوم کفر کا ہے دافع وہابی
طریق جہالت کا قاطع وہابی

وہابی کا معنی ہے رحمان والا
کچھ اور ہی سمجھتا ہے شیطان والا

رسول خدا پر ہے قربان وہابی
طریق نبی پر ہے قربان وہابی
صحابہ نبی پر ہے قربان وہابی
اور آل نبی پر ہے قربان وہابی

وہابی کے معنی ہے رحمان والا

کچھ اور ہی سمجھتا ہے شیطان والا

لیکن فقیر کہتا ہے کہ فرقہ وہابیہ نجدیہ کا اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنا غلط ہے۔ دیکھو صاحب شامی جلد سوم باب الابغاۃ وکتب تاریخ و احادیث میں مذکور ہے کہ یہ وہ گروہ ہے جس کی نسبت آپ نے فرمایا هناک الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطان یعنی ملک نجد سے زلزلے اور فتنے اٹھیں گے اور اس سے ظاہر ہوگی امت شیطان کی۔ سو اس کے مطابق ۱۲۳۱ھ میں محمد بن عبدالوہاب نجدی نے ایک نیا مذہب نکالا اور کعبتہ اللہ پر چڑھائی کی اور بزرگان خدا اور شہداء کی مزاروں کو گرایا۔ اور لوگوں کو قتل کیا حالانکہ اپنے آپ کو مسلمان اور علمائے دین کو دھوکا دینے کے لئے اپنے آپ کو حنبلی کہلاتا تھا۔ اور اس نے کتاب التوحید بنائی جس کا ترجمہ تقویۃ الایمان اب موجود ہے جس پر وہابی ناز کرتے ہیں اور اس سے دلائل اخذ کرتے ہیں غرضیکہ ۱۲۲۳ھ میں یہ گروہ مغلوب ہوگیا اور سلطان روم نے ان پر فتح پائی' کچھ خفیہ طور پر ہند میں آگئے مگر یہ گروہ باغی ثابت ہوا۔ پھر جھٹ اپنے آپ کو محمدی مذہب اور عامل بالحدیث اور موحد کہلانے لگ گئے وغیرہ۔ مفصل ذکر جلد سوم میں دیکھیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبته عيد الفطر

الله اكبر ' الله اكبر ' لااله الا الله والله اكبر ' الله اكبر ' ولله الحمد ' الحمد لله الذى انزل شهر رمضان و جعله اليه سبيلنا و وسيلتنا للمغفرة والرحمته والغفران ' الله اكبر ' الله اكبر ' لا اله الله ' والله اكبر ' الله اكبر ' ولله الحمد ' سبحان من نور قلوب العارفين بنور الهدايته والعرفان ' الله اكبر ' الله اكبر ' لااله الا الله والله اكبر ' الله اكبر ' ولله الحمد ' سبحان من فتح للصائمين ابواب الرحمته والرضوان ' الله اكبر ' الله اكبر ' لااله الا الله والله اكبر ' الله اكبر ' ولله

الحمد٬ سبحان من انزل فی هذه الشهر المبارک القران العظیم٬ اللّٰہ اکبر٬ اللّٰہ اکبر٬ لااله الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر٬ اللّٰہ اکبر٬ وللّٰہ الحمد٬ سبحان من انزل فی هذه اللیلته القدر "سلام هی حتی مطلع الفجر" اللّٰہ اکبر٬ اللّٰہ اکبر٬ لااله الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر٬ اللّٰہ اکبر٬ وللّٰہ الحمد٬ اشهد ان لا اله الا اللّٰہ وحده لاشریک له واشهد ان محمداً عبده و رسوله٬ صلی اللّٰہ تعالٰی علی خیر خلقه محمد واله واصحابه و اتباعه اجمعین٬ خصوصًا علی اول اصحابته و افضلهم بالتحقیق٬ امیر المؤمنین ابی بکر الصدیق رضی اللّٰہ تعالٰی عنه٬ وعلی اعدل الصحابته شیخ الصدق والصواب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ تعالٰی عنه٬ و علی جامع القران کامل الحیاء والایمان حبیب الرحمن عثمان بن عفان رضی اللّٰہ تعالٰی عنه٬ وعلی مظهر العجائب والغرائب اسد اللّٰہ الغالب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ تعالٰی عنه٬ وعلی عمیه الشریفین المطهرین اشرف الناس٬ الحمزة والعباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنهما٬ وعلی سیدة النساء الفاطمته الزهراء بنت خاتم الانبیاء رضی اللّٰہ تعالٰی عنها وعلی الامامین الهمامین السعیدین الشهیدین المقبولین المغفورین ابی محمدن الحسن و ابی عبداللّٰہ الحسین رضی اللّٰہ تعالٰی عنهما٬ وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین وعلی الملئکته المقربین٬ وعلی عباداللّٰہ الصالحین٬ برحمتک یاارحم الراحمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبه عید الضحی

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین' اللہ اکبر' اللہ اکبر' لا الہ الا اللہ' واللہ اکبر' اللہ اکبر' واللہ الحمد' سبحان من جعل الکعبته الشریفته لعبادته الخواص والعوام ومن علیهم باستجابت الدعوة والتجاوز عن الذنوب والآثام' و وعد المؤمنین بدخول من ابواب مشعر الحرام' اللہ اکبر' اللہ اکبر' لا الہ الا اللہ' واللہ اکبر' اللہ اکبر' واللہ الحمد' سبحان من جعل الکعبته قبلته للمصلین فی اللیالی ولایام اللہ اکبر اللہ اکبر' لا الہ الا اللہ' واللہ اکبر' اللہ اکبر' واللہ الحمد' سبحان من صیر الکعبته انعامًا للانام یغلب اشتیاقه و شوق لقائه قلوب عباده الکرام' حتی یترکو الاولادوالاوطان فی کل عام ویمشون منیبین مکبرین باقتداء ابراهیم خلیل الرحمن' صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد و علیه السلام' اللہ اکبر' اللہ اکبر' لا الہ الا اللہ' واللہ اکبر' اللہ اکبر' واللہ الحمد' و تشهد ان لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له ونشهد ان سیدنا محمداً عبده و رسوله صلی اللہ علیه وعلی اله واصحابه وسلم خصوصًا علیٰ اول الصحابته و افضلهم بالتحقیق امیر المؤمنین ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنه' وعلی اعدل اصحابه شیخ الصدق والصواب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنه' و علی جامع القران کامل الحیاء والا یمان حبیب الرحمن امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنه' وعلی مظهر العجائب والغرائب اسد اللہ الغالب علی کل غالب باذن اللہ الغالب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنه' وعلی عمیه الشریفین المطهرین من الناس الحمزه والعباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما

وعلى سيدة النساء الفاطمته الزهراء رضى اللّه تعالٰى عنها وعلى الامامين الهمامين السعيدين الشهدين المقبولين المغفورين ابى محملن الحسن وابى عبداللّه الحسين رضى اللّه تعالٰى عنهما وعلى من تبعهم من الناس والمها جرين والا نصار والتابعين للابرار الٰى دار القرار وسلم تسليماً كثيراً كثيراً برحمتک یاارحم الرحمین

خطبته جمعته المبارک

بسم اللّٰه الرحمن الرحیم

الحمد اللّه الذى ابدع الوجود من العدم
والشكر للّه الذى بيديه انواع النعم
هو خالق هو رازق هو فاتح هو فالق
هو فى المواعد صادق فيضانه اعلى وعم
هو ناصر لعباده هو كاسر لمضاده
لاشک فى ارشاده ويل لعباد الصنم

[illegible]

لا إله إلا الله والله أكبر الله أكبر ولله الحمد [illegible]

[illegible]

الله تعالى عنه و[illegible]

عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه وعلى جامع القرآن كاملا [illegible]

[illegible] عثمان بن عفان رضي الله تعالى [illegible]

وعلى مظهر العجائب والغرائب أسد الله الغالب على كل غالب

الغالب أمير المؤمنين علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه وعلى

[illegible] الحسن والحسين رضي الله تعالى [illegible]

تکملہ سلطان الفقہ

۱۳۵۴ھ ۱۹۳۵ء

المعروف

فتاوی نظامیہ

معین المناظرین والمسافرین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دافع البلا یا مشکل کشا کہنا شرعاً کیسا ہے جائز ہے یا نہیں، اور فرقہ نجدیہ اس سے کیوں منع کرتے ہیں؟

سائل حافظ رحمت علی از علی پور

جواب: بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دافع البلاء و مشکل کشاء ہر خاص و عام کے لئے ہیں اور اس سے انکار کرنا محض جہالت و بد نصیبی ہے اور آیات قرآن مجید و احادیث کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر شاہد ہیں (آیت ۱) لقوله تعالیٰ وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم (آیت ۲) وما ارسلنک الا رحمته للعلمین (آیت ۳) ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک فاستغفر والله واستغفر لهم الرسول لوجد والله توابًا رحيمًا ○

پس ان آیات سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ سبب رحمت و دافع البلاء و عذاب و وسیلہ نجات ہر ایک مسلم و غیر مسلم [۱] کے لئے ہوئے اور سوائے اس دروازہ کے سرنگوں ہونے کے کسی ظالم و بد کردار کی توبہ و نجات کی سبیل نہیں۔ اور حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ زمین والوں پر عذاب نازل کرے لیکن جب دیکھتا ہے کہ ان لوگوں کو جو پچھلی رات استغفار کرتے ہیں اور محض اللہ کے بزرگوں سے محبت رکھتے ہیں اور مساجد آباد کرتے ہیں تو پھر اپنے غضب کو ان سے دفع کر دیتا ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ اگر نہ ہوتے نمازی لوگ اور دودھ پینے والے لڑکے اور گھاس چرنے والے چوپائے تو ضرور بے فرمانوں پر اللہ عذاب نازل کر دیتا۔ اور ایک حدیث میں بایں طور مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک اور بزرگ بندوں کے سبب سے ہمسایہ سو گز تک سے بلاء دفع کر دیتا ہے۔ وهوهذا

حاشیہ

[۱] غیر مسلم کی نجات سے مراد دنیا میں اس سے عذاب کا مؤخر کیا جاتا ہے لیکن قیامت کے دن ان کی کوئی بخشش نہ ہو گی جیسا کہ قرآن کریم میں ہے "ان الله لا يغفر ان يشرک به" (النساء ۴۸) کہ اللہ تعالیٰ کفر کو نہیں بخشے گا۔ فقط قادری

ان اللہ لیدفع بالمسلم الصالح عن مائتہ اھلبیت من جیرانہ اور ایک حدیث شریف میں ہے جو شخص ہریوم ستائیس مرتبہ مومن مردوں اور عورتوں کے لئے استغفار کرے تو وہ ان سے ہوگا جن کی دعا مستجاب ہوتی ہے اور ان کے سبب سے لوگوں کو رزق ملتا ہے اور ایک حدیث میں آتا ہے ھل تنصرون و ترزقون الا بضعفاء کم اور ایک حدیث میں آتا ہے لا یزال اربعون رجلًا من امتی قلوبھم علٰی قلب ابراھیم علیہ السلام یدفع اللہ بھم عن اھل الارض البلاء یقال لھم الا بدال یعنی فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ میری امت میں چالیس مرد ہمیشہ رہیں گے کہ ان کے دل ابراہیم علیہ السلام کے دل پر ہوں گے' اللہ تعالیٰ ان کے سبب زمین والوں سے بلا دفع کرے گا۔ ان کا لقب ابدال ہوگا (نقل از الامن والعلی صفحہ ۱۹) ا؎

پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ جب امت مرحومہ سے بزرگ لوگ سبب دافع البلا ہوئے تو آقائے نامدار رحمتہ للعالمین کے دافع البلاء ہونے سے کون مسلمان صاحب حیا انکار کر سکتا ہے۔ کسی نے کیا خوب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں کہا ہے۔

علی کا نام جب مشکل کشاء ہے
مدد مشکل میں اگر مانگیں روا ہے
علی کے غیرتی دشمن پہ لعنت
مگر کلمے میں یوں کہنا خطا ہے

سوال: کیا نبی کریم ﷺ جیسے سامنے سے دیکھتے ویسا ہی پچھے سے دیکھتے تھے؟

جواب: ہاں! بے شک آقائے نامدار' احمد مختار ﷺ کا آگے اور پیچھے سے دیکھنا حدیثوں سے ثابت ہے۔ وہوہذا

حاشیہ

ا؎ کتاب "الامن والعلی" شیخ شیخنا راقم کے دادا مرشد امام اہلسنّت مجدد الاسلام اعلی حضرت البرکۃ سیدنا شاہ احمد رضا محدث بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف ہے۔ ان تمام حدیثوں کے حوالہ جات اس میں موجود ہیں قادری

عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انی انظر الی ماورای کما انظر الی مابین یدی (اخریہ عبدالرزاق والحاکم و ابو نعیم) یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ فرمایا آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ میں اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتا ہوں جیسا کہ اپنے آگے سے۔ اور مواہب و طبرانی میں نیز بایں الفاظ حدیث موجود ہیں۔

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ماھو کائن الی یوم القیمۃ کانی انظر الی کفی ھذا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا کو اٹھا کر رکھ دیا جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے اس کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسا کہ میں اپنے ہاتھ کی ہتھیلی اپنے سامنے رکھ کر دیکھ رہا ہوں۔ [1]

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو نماز کے بارے میں کہا کہ تم لوگ صفیں و رکوع و سجود خوب کیا کرو۔ مجھ سے تمہارے رکوع و سجود پوشیدہ نہیں کیونکہ میں جیسے سامنے سے دیکھتا ہوں ویسا ہی پیچھے سے۔ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اھل ترون قلبی ھٰھنا فواللہ ماخفی علی رکوعکم ولا سجودکم انی ارلکم وراء ظھری (نقل از بخاری و مسلم)

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابی کو کہا کہ یہ لوگ جو دعا مانگ رہے ہیں ان کے ہاتھ نور سے بھرے ہوئے ہیں۔ اس نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے بھی یہ طاقت دکھا دیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی اور اس نے بھی دیکھا۔ یہ حدیث تاریخ بخاری و بیہقی میں بایں الفاظ مسطور ہے عن انس قال حزجت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المسجد فیہ قوم رافعوا ایدیھم یدعون فقال رسول اللہ ترے بایدیھم ما اری قلت مابایدیھم قال بایدیھم نور قلت ادع اللہ ان یرینیہ فدعا اللہ فارانیہ اور ان حدیثوں سے ثابت ہوا

حاشیہ

[1] مواہب لدنیہ میں بحوالہ طبرانی مذکور ہے۔ قادری

کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی نظر مبارک بھی بے مثل تھی اور زمین و آسمان میں جو چیز بھی کسی بشر کو نظر نہیں آتی آپ ﷺ سب دور و نزدیک چیزوں کو ملاحظہ فرمالیا کرتے تھے۔ فقط

سوال: کیا نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا اندھیری رات میں برابر دیکھنا ثابت ہے یا نہیں؟

جواب: بے شک نبی کریم ﷺ کا رات اور دن میں برابر دیکھنا حدیث شریف سے ثابت ہے۔ عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یری فی اللیل فی الظلمۃ کما یری بالنہار فی الضوی (اخرج ابن عدی و ابن عساکر و البیہقی عن عائشتہ) یعنی نبی کریم ﷺ رات کے اندھیرے میں ایسا ہی دیکھا کرتے تھے جیسا کہ دن کی روشنی میں۔ فقط، العلم عنداللہ

سوال: آقائے نامدار احمد کبریاء ﷺ نے خداوند کریم لم یزل ولا یزال کو ان آنکھوں سے دیکھا ہے یا نہیں؟

جواب: بے شک اس میں سلف صالحین کا اختلاف ہے لیکن صحیح تر یہی امر ہے کہ آقائے نامدار محمد مصطفیٰ ﷺ نے آنکھ بے مثل سر کی اور آنکھ قلبی سے دیکھا چنانچہ ان دلائل سے ثابت ہوتا ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رایت ربی عزوجل (اخرجہ امام احمد) یعنی نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ بے شک میں نے اپنے رب کو دیکھا۔ اور طبرانی معجم اوسط میں .سند صحیح ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے خداوند کریم کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔ ایک بار آنکھ سے ایک بار دل سے عن ابن عباس انہ قال رای محمد ربہ مرتین مرۃ بعینہ و مرۃ بقلبہ۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ بے شک محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے قتادۃ عن انس ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم رای ربہ عزوجل اور ایسا ہی عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے اور علاوہ ان کے یہ بات بھی ثابت ہے کہ اللہ

تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلت عطا فرمائی اور اپنے پیارے حبیب محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو نظیر۱۔

نسائی شریف میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ جبرائیل تم کو سلام دیتا ہے میں نے کہا علیک و علیہ السلام و رحمتہ اللہ برکاتہ (حضرت آپ کو نظر آتا ہے) (تریٰ مالاتریٰ) اور علاوہ اس کے خادم شریعت کی تحقیق بھی اسی پر ہے کہ آقائے نامدار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خداوند کریم کو آنکھ بقا والی سے دیکھا ہے کہ آنکھ بصا والی سے دیکھا کیونکہ آنکھ بقا والی کو بقائے' خداوند کریم سے کوئی امر مانع نہیں لقوله تعالیٰ الی ربها ناظرة اور جو حدیث مسلم شریف مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عدم روایت پر ناطق ہے اس سے بھی یہی مراد ہے کہ آنکھ فانی اور سر والی نہیں دیکھ سکتی ورنہ مائی صاحبہ کیوں فرماتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خداوند کریم کو دل کی آنکھ سے دیکھا۔ چنانچہ یہ روایت بھی مسلم شریف میں ہے اور مائی صاحبہ نے جو اس دلیل سے اجتہاد کیا ہے کہ لا تدركه الابصار ۲۔ وهو يدرك الابصار یعنی خداوند کریم کو بینائی نہیں پا سکتی وہ بینائیوں کو پاتا ہے تو یہ محض مائی صاحبہ کا اپنا ہی اجتہاد ہے حالانکہ اکثر روایات و اقوال صحابہ و قبیلہ بنو ہاشم و محدثین و مفسرین و اصفیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کے خلاف پر ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خداوند کریم کو دیکھا چنانچہ مشکوۃ شریف میں حدیث نیز اس بات پر شاہد ہے عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رای بفؤاده مرتين (نقل ار شفا قاضی عیاض و طبرانی)

کلام سرمدی بے نقل بشنید
خداوند جہاں را بے جہت دید

حاشیہ

۱۔ یعنی اپنا دیدار کریم

۲۔ "لا تدركه الابصار" میں مطلق دیکھنے کی نفی نہیں ہے بلکہ رؤیتہ بالا حاطہ کی نفی ہے کیونکہ ادراک کے معنی کسی چیز کو اس طرح دیکھنا ہے کہ نظر اس کا احاطہ کئے ہوئے ہو۔ قادری

دراں دیدن کہ حیرت حاصلش بود
دلش در چشم و چشمش در دلش بود

پس طالبان مولیٰ کو چاہئے کہ اس مسئلہ میں عقل و توقف و تدبر و رشتہ ایمانی محبت و عشق سے کام لیں۔

ماگویم یاد داری بالیقیں
اسم اللہ کن تصور عین و بین

سوال: کیا کوئی حدیث مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بایں مضمون مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم رات معراج میرے پاس رہے اور جسمی معراج نہیں ہوا۔

جواب: اس مضمون کی حدیث کتب صحاح و مشہورہ معتبرہ میں نہیں ہے اور نہ ہی خود مائی صاحبہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مشاہدہ معلوم ہوتا ہے اور نہ ہی متن اس حدیث کا صحیح ہے۔ وھوہذا

عن محمد قال حدیث بعض ال ابی بکر ان عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کانت تقول مافقد جسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکن اللہ اسری بروحہ (تفسیر جامع البیان جزو ۱۵ صفحہ ۱۳) اور علاوہ اس کے علامہ زرقانی علیہ الرحمتہ شرح مواہب جزو ۶ صفحہ ۴ میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے اور بنائی گئی ہے واسطے رد کرنے حدیث صحیح کے اور یہ حدیث واقعہ کے خلاف پر دال ہے۔ اگر معراج شریف موافق بعض روایات ابتداء اسلام میں ہوا تب تو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں۔ بعض روایت میں ہجرت سے پانچ سال پہلے ہوا اور بعض میں ہجرت سے ایک سال پیشتر ہوا۔ ہجرت کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آٹھ سال کی تھیں اگرچہ نکاح ہو گیا تھا مگر بعد ہجرت نو سال عمر شریف ہو گی دولت خانہ حضور اکرم ﷺ میں رونق افروز ہوئیں پس معلوم ہوا کہ یہ روایت کس طرح بمقابلہ احادیث صحیحہ متعدد معتبرہ قابل تسلیم نہیں ہو سکتی لہٰذا اگر کسی صاحب نے زیادہ تحقیق کرنی ہو تو تحفہ احمدیہ کو ملاحظہ فرمائیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: حضرت آقائے نامدار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بول و براز کو زمین کس لئے جلدی

لقمہ کر جاتی اور بول و براز میں خوشبو لطیف کیوں آتی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب پاک کو کیوں مائی ایمن وغیرہ نے نوش کیا؟

جواب : انبیاء علیہم السلام کے اجسام مبارک اقسام جسم بہشت سے ہوتے ہیں چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیزک سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ ایک روز میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جائے خلا میں حاجت ضروری کے لئے تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے آئے تو میں وہاں فوراً پہنچی لیکن میں نے بدون خوشبو وہاں کچھ نہ پایا اور نہ دیکھا' تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ یہ کیا وجہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم پیغمبر بہشتی وجودوں کی قسم سے ہوتے ہیں اس لئے ہمارا بول و براز و پسینہ خوشبودار ہوتا ہے اور بول و براز وغیرہ کو زمین چھپا لیتی ہے اور جس جگہ پڑتا ہے وہ جگہ بھی معطر ہو جاتی ہے اور وہاں سے خوشبو آنے لگ جاتی ہے (نقل از کنز العمال جلد ۶)

اخرج ابو نعیم من لیلیٰ مولاۃ عائشتہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت رایت یارسول اللہ انک تدخل الخلاء فاذا خرجت دخلت فی اثرک فما اری شیئا وانی لا جد رائحتہ المسک قال انا معاشر الانبیاء تنبت اجسادنا علی ارواح اهل الجنتہ فما خرج منها شی ابتلعه الارض۔

پس اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کا جسم اطہر کی ذاتی خوشبو تھی اس لئے تمام پسینہ بھی خوشبودار اور آپ ﷺ کے بول و براز سے خوشبو آتی تھی اور جنہوں نے پیشاب مبارک پیا ہے انہوں نے محض خوشبو دار سمجھ کر اور کمال محبت کی وجہ سے پیا ہے بیماریوں سے نجات حاصل کی اور جنت کی خوشخبری پائی۔ باقی فتاویٰ ہذا میں ملاحظہ فرمائیں فقط۔

سوال : کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ظہور سے سوئی گم شدہ حضرت مائی صاحبہ کو مل گئی تھی اور اس کا کہیں ثبوت ہے؟

جواب : بے شک اس کا ثبوت حدیث صحیح سے ملتا ہے وہوہذا اخرج ابن عساکر عن عائشہ قالت کنت اخیط فسقطت منی الابرۃ فطلبناها فلم اقدر علیها فدخل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتبینت الابرۃ بشعاع نور وجھہ فاخبرتہ فقال یاحمیراء الویل ثم الویل ثلاثا لمن حرم النظر الی وجھی (الحدیث) یعنی حضرت ابن عساکر مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ مائی صاحبہ فرماتی ہیں کہ میں اندر بیٹھ کر کچھ سی رہی تھی کہ میرے ہاتھ سے سوئی گر گئی۔ ہر چند تلاش کی لیکن اندھیرے کے سبب نہ ملی۔ اتفاقاً آپ ﷺ کی ذات اندر تشریف لائی' تو آپ ﷺ کے چہرے انور کی روشنی سے تمام اندر روشن ہو گیا اور اندھیرا جاتا رہا۔ سوئی گم شدہ زمین پر گری ہوئی مل گئی اور فرمایا اے عائشہ! افسوس' افسوس اس کے لئے ہے جس نے مجھے نہ دیکھا اور حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک القمر لیلتہ القدر ا۔ کی طرح چمکتا تھا۔ (نقل از ترمذی) ۲۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ آپ ﷺ کا چہرہ آفتاب عالم تاب تھا۔ جب آپ ﷺ ہنستے تو نور کا عکس دیواروں پر پڑتا۔ ۳۔

سوال: کیا نبی علیہ الصلوۃ والسلام جس کو مس فرمائیں اس کو آگ نہیں لگ سکتی؟

جواب: بے شک ہمارا یہ ایمان ہے کہ جس کے ساتھ آقائے نامدار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مس فرمائیں اس کو کہیں آگ اثر نہیں کر سکتی چنانچہ ذیل کی روایت اس پر شاہد ہے۔ حافظ ابو نعیم نے عباد بن عبدالصمد سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ہم کئی آدمی انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں تھے۔ انہوں نے اپنی کنیز کو کھانا لانے کا حکم دیا۔ پھر انھوں نے کہا وہ رومال بھی لا' جب وہ لائے تو انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو میلا دیکھ کر کنیز کو حکم دیا کہ تنور جلا کر اس میں ڈال اس نے ایسا ہی کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد نکالا تو وہ سفید دودھ جیسا نکلا' ہم دیکھ کر حیران رہ گئے۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جائے حیرت

حاشیہ

ا۔ چودھویں کے چاند کی طرح

۲۔ شمائل ترمذی

۳۔ شمائل ترمذی

نہیں یہ رومال رسول اللہ ﷺ کا ہے آپ ﷺ نے کھانا کھا کر اس سے منہ پونچھتے تھے۔ اور ہم بھی تبرکاً" ادائے سنت بعد فراغت اسی سے منہ پونچھا کرتے ہیں۔ جب یہ میلا ہو جاتا ہے تو ہم اس کو اس طرح آگ میں جلا کر صاف اور سفید کر لیا کرتے تھے اور یہ تم سب جانتے ہو کہ نبی کریم ﷺ کے جسم مبارک سے لگی چیزوں کو آگ نہیں جلا سکتی۔ (نقل از بے مثل بشر صفحہ ۴۷) اور الفاظ حدیث شریف کے یہ ہیں۔

اخرج ابو نعیم عن عباد بن عبدالصمد قال اتینا انس بن مالک فقال یا جاریة هلمی المائدة نتغدی فاتت ثم قال هلمی المندیل فاتت بمندیل وسخ فقال اسجری التنور فاوقدته فامر بالمندیل فطرح فیه مخرج ابیض کانه اللبن قلنا ماهذا قال هذا مندیل رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم کان یمسح به وجهه فاذا اتسخ صنعنا به هکذالان النار لا تاکل شیا مس علیه (الحدیث)

سوال: آپ ﷺ کا پیالہ کس لکڑی سے بنا ہوا تھا اور کتنی قیمت سے فروخت ہوا۔

جواب: شمائل ھیثمی میں مسطور ہے کہ وہ لکڑی جھاؤ سے بنا ہوا تھا اور اس کو کڑی لوہے کی لگوائی ہوئی تھی۔ اس کو تبرکاً" حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حفاظت سے رکھا جب انہوں نے انتقال کیا تو ان کے فرزند ارجمند نضر نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو آٹھ لاکھ درہم یعنی دو لاکھ روپیہ سے فروخت کیا۔

شفا شریف میں ہے کہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس نیز ایک پیالہ تھا وہ بیمار لوگوں کو اس سے پانی حصول شفا کے لئے پلواتی تھیں اور حضرت عاصم فرماتے ہیں کہ میں نے اس پیالہ کو دیکھا اور اس سے پانی بھی پیا۔ فقط۔ والعلم عنداللہ خادم

سوال: کیا جمعہ مسقط ظہر ہے یا نہیں؟

جواب: بے شک جمعہ بجمیع شرائط مسقط ظہر ہے۔ بلا شرائط ہرگز مسقط ظہر نہیں ہو سکتا اور وہ شرائط بارہ ہیں جن کا ذکر سلطان الفقہ میں مدلل تحریر ہے اور اس لئے ہم حنفی لوگ جہاں کہیں شرائط میں شک پڑ

جائے تو ظہر کی نماز احتیاطاً ادا کر لیتے ہیں۔ چنانچہ نقایہ و شامی و فتاویٰ عالمگیری وغیرہ کتب میں مسطور ہے۔

ثم فی کل موضع وقع الشک فی جواز الجمعۃ لو قوع الشک فی المصر او غیرہ واقام اهله الجمعۃ ینبغی ان یصلوا بعد الجمعۃ اربع رکعاًت وینووا الظهر حتی لو لم تقع الجمعۃ موضعها یخرج عن عهدۃ فرض الوقت (هکذا فی المحیط و فتح القدیر و فتاوی جواهر الفتاوی و بدر السعادۃ والتاتار خانیه و ابراهیم شاهی و جامع الفتاوی والکافی وفتاوی عتابیه وفتاوی خزانۃ المفتین۔ وخزانۃ العلوم وفتاوی المحمدیۃ ان وقع الشک فی المصر فلیصلوا اربعا فرض الوقت بعد الفراغ من صلٰوۃ الجمعۃ الخ یعنی جس جگہ شک پڑ جائے جمعہ کی نماز کے جواز میں واسط واقع ہونے شک کے مصر میں یا اس کے غیر میں اور قائم کریں وہاں کے لوگ نماز جمعہ تو مناسب ہے کہ پڑھیں بعد جمعہ کے چار رکعت اور نیت کریں نماز ظہر کی کیونکہ اگر نہ صحیح ہو تو جمعہ تو بری ہو گی ذمہ داری فرض وقتی سے ساتھ یقین کے اسی طرح ہے۔ محیط وغیرہ کتب فقہ میں اگر کسی صاحب کو اس مسئلہ کی تفصیل دیکھنی منظور ہو تو رسالہ نورالشمعہ و سلطان الفقہ و کتاب ھدی الرسول و النعمان میں ملاحظہ فرمائیں۔ اور اس کی نیت میں علمائے دین کا بہت اختلاف ہے۔ لیکن فقیر کی تحقیق اس طرح ہے کہ نیت کرتا ہوں [1] میں چار رکعت نماز فرض ظہر کی جو ذمے میرے ہے چنانچہ فتاویٰ غرائب و رحمانیہ میں ہے۔

والصحیح ان یقول اصلی للّٰه تعالٰی اربع رکعات صلٰوۃ الظهر الذی ادرکت ولم اصله بعد [2] اور بعض لوگ جو بے دھڑک ہیں کہہ دیا کرتے ہیں کہ میاں یہ شرائط کوئی

حاشیہ

[1] بلکہ نیت کرتا ہوں کی بجائے کہے "نیت کی میں نے" کیونکہ عربی میں "نویت" آتا ہے جس کا ترجمہ "نیت کی میں نے" ہے قادری

[2] یعنی صحیح یہ ہے کہ یوں کہے "میں اس ظہر کی نماز کی چار رکعت پڑھتا ہوں جس کا میں نے وقت پایا اور اسے اب تک نہ پڑھا۔ قادری

ضروری نہیں اگر ہوں تو بہتر ورنہ ان کے نہ پائے جانے میں جمعہ کی نماز میں کوئی نقص نہیں آتا جیسا کہ بادشاہ اسلام کا ہونا جمعہ کی نماز کو مانع نہیں۔ افسوس ؂

دل کو روؤں یا جگر کا غم کروں
ایک میں اب کس کس کا ماتم کروں

مسلمانو! یاد رکھو کیا نکاح میں دو گواہ اور جہاد کے لئے بادشاہ مسلمان اور زکوٰۃ کے لئے صاحب نصاب و مسلمان عاقل بالغ اور حج کے لئے مسلمان عاقل بالغ زاد راہ و حفظ امن وغیرہ شرائط پائے جائیں گے تو یہ سب امور جائز اور واجب اور ادا ہو جائیں گے اگر ان احکام سے ایک کی شرط نہ پائی گئی تو حکم ربی ہرگز ادا نہ ہو گا۔ اس طرح جمعہ کی شرائط میں سے اگر ایک کی بھی ترک ہو گئی تو جمعہ محققین احناف کے نزدیک ہرگز ادا نہ ہو گا۔ کیونکہ جن دلائل سے ان کی شرائط فرض ہیں انہیں دلائل سے جمعہ کی شرائط بھی فرض ہیں اور شرط سلطان میں صرف اختلاف امام شافعیؒ و امام مالک رحمتہ اللہ علیہما کا ہے نہ امام ابو حنیفہ و امام یوسف رحمتہ اللہ علیہما کا۔ چنانچہ مبسوط باب الجمعہ صفحہ ۲۴ میں مسطور ہے۔

السلطان شرط عندنا وانہ غیر شرط عند مالک والشافع ا۔ (نقل از شرح نقایہ صفحہ ۱۲۳) من شرائط الجمعتة اختلاف للشافعی اور تعریف سلطان کی یہ ہے ینفذالاحکام و یقیم الحدود ۲۔ اور ہدایہ صفحہ ۱۴۸ و شرح النقایہ صفحہ ۱۲۳ بایں طور ہے المصر الجامع کل موضع لہ امیر اوقاص ینفذالاحکام و یقیم الحدود وھذا عن ابی یوسف ۳۔ اور اسی کتاب ہدایہ شریف کے صفحہ ۱۴۸ میں لکھا ہے۔ لا تصح الجمعة

حاشیہ

ا۔ یعنی ہم حنفیہ کے نزدیک جمعہ کے لئے بادشاہ اسلام شرط ہے اور امام مالک و شافعی کے نزدیک شرط نہیں۔

۲۔ بادشاہ کی تعریف یہ ہے کہ جو شریعت کے احکام نافذ کرے اور مجرموں کو شریعت کے مطابق سزائیں دے۔

۳۔ امام یوسف کے نزدیک شہر کی تعریف یہ ہے کہ جہاں حاکم ہو یا قاضی (جج) ہو جو وہاں شریعت کے احکام نافذ کرے اور مجرموں کو شریعت کے مطابق سزائیں دے

الا فی مصر جامع اوفی مصلٰی المصر ولا تجوز فی القری لقوله علیه السلام لا جمعته ولا تشریق ولا فطر ولا اضحٰی الا فی مصر جامع ا۔

فتح القدیر و شرح نقایہ میں بیز بایں طور تحریر ہے۔ فاسعوا الی ذکر اللّٰہ یس علی اطلاقه اتفاقًا بین الائمه اذ لایجوزا قامتها فی البراری اجماعًا ولا فی کل قریته عندالشافعی ۲۔ اور عینی شرح بخاری میں ہے کہ فرمایا حضرت ابن منذر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہ قدیمی سنت یہی ہے کہ جمعہ کا قائم کرنا حق سلطان ہے یا جس کو اس نے حکم کیا ہو اگر یہ نہیں تو لوگ ظہر کی نماز پڑھیں۔ وہوہذا

وقال ابن المنذر مضت السنته بان الذی یقیم الجمعته السلطان او من قام بها بامره فاذالم یکن ذلک صلوا الظهر اور فرمایا حبیب بن ثابت و امام اوزاعی و محمد بن مسلمہ و یحیٰی بن عمر مالکی رحمتہ اللہ علیہم نے کہ جمعہ بدون خطبہ و امیر کے نہیں ہو سکتا اور ایک روایت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے بایں طور ہے کہ اگر بدون سلطان کوئی شخص آگے ہو کر نماز جمعہ پڑھائے تو جائز نہ ہوگی اور کبیری شرح منیہ میں لکھا ہے کہ جب لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کا محاصرہ کیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کی اجازت لے کر جمعہ کی نماز کو پڑھایا وعلی هذا کان السلف من الصحابته ومن بعدهم حتٰی ان علیًا رضی اللّٰہ عنه انما جمع ایام محاصرة عثمان بامره یعنی اس پر سلف صحابہ اور اس کے مابعد تابعین وغیرہ رہے ہیں حتی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کے محاصرہ کے دنوں میں ان کے حکم سے جمعہ پڑھایا تھا۔ الخ

حاشیہ

ا۔ شہر کے سوا یا شہر کی عیدگاہ کے سوا جمعہ جائز نہیں کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جمعہ عید کی تکبریں عید فطر عید قربان شہر کے سوا جائز نہیں ہے حدیث مصنف امام ابن ابی شیبہ میں ہے۔

۲۔ یعنی اللہ تعالٰی کا فرمان کہ جب جمعہ کی اذان دی جائے تو بھاگ کر آؤ اللہ کے ذکر (خطبہ جمعہ سننے) کی طرف' آئمہ کے بہ اتفاق اپنے اطلاق پہ نہیں ہے کیونکہ باجماع جمعہ جنگلوں میں جائز نہیں اور نہ ہی امام شافعی کے نزدیک ہر بستی میں۔

پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ جمعہ بدون سلطان و مامور اس کے جائز نہ ہو گا لہٰذا مسلمانوں کو نماز احتیاطاً ضرور پڑھنی ہو گی۔ چنانچہ فتاویٰ عزیزی جلد ۲ صفحہ ۳ میں مسطور ہے اور جن ملکوں اور جس جگہ جمیع شرائط سے جمعہ پڑھ جائے تو وہاں احتیاطاً ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں اے وہاں صرف جمعہ کے بعد چھ رکعت پیشیں پڑھنی چاہیں پہلے چار پھر دو اور جہاں کہیں شرائط جمعہ میں شک پڑ جائے تو وہاں بعد از دو رکعت نماز جمعہ دس رکعت ادا کی جائیں۔ چنانچہ شامی و شرح نقایہ وغیرہ میں مسطور ہے۔ فقط والعلم عنداللہ

مسائل شتّٰی

ہمارے مذہب حنفی میں جمعہ چھوٹے چھوٹے گاؤں میں باوجود بادشاہ اسلام ہونے کے بھی جائز نہیں وہاں ظہر پڑھنی چاہئے۔ ہاں اگر وہاں جمعہ قائم ہو چکا ہو اور لوگ مدت سے پڑھتے چلے آتے ہوں تو ان کو جمعہ سے روکا نہ جائے اور ظہر کی نماز فرضاً بعد از جمعہ قریوں یعنی بستیوں میں پڑھنا ثابت ہوتا ہے وہاں قریہ سے مراد شہر اور محلہ شہر مراد ہے چنانچہ مجمع البحار و قاموس وغیرہ کتب معتبرہ اس پر شاہد ہیں اور قرآن مجید نیز اس پر ناطق ہے کہ قریہ شہر کو بولا جاتا ہے۔

لقوله تعالٰی قالو لو لا انزل هذا القران علٰی رجل من القريتين عظيم اى مكته و طائفة (ذكره فى الكبيرى و فتح القدير) اور سورہ البقرہ میں ہے هذالقرينة سے مراد یہاں بیت المقدس ہے اور مر علي قرية وهى خاوية سے مراد شہر لیا ہے اور اکثر جگہ لفظ قریہ کا اطلاق شہر پر ہی آیا کرتا ہے جس کا مفصل ذکر ظہور الشمعہ میں مسطور ہے ہاں اگر کسی صحابی نے بعد از انتقال آقائے نامدار احمد حبیب کبریا ﷺ جمعہ کسی بستی چھوٹی یا کسی کنواں یا جنگل میں پڑھا دیا ہو تو وہ اس کا خود اجتہاد ہو گا جو کہ مقابلہ حدیث مرفوع کے قابل اعتبار نہیں ہو گا۔ نبی کریم ﷺ نے سوائے مکہ و مدینہ کے اپنی ظاہری زندگی میں کسی کو حکم دیا اور نہ ہی آپ ﷺ نے بعد از ہجرت مکہ مکرمہ میں جمعہ پڑھا باوجودیکہ فرضیت جمعہ کا علم آپ کو ہو چکا تھا اور لوگ مدینہ منورہ والے بادشاہ

حاشیہ

اے جیسے پاکستان اور بلاد عرب میں، بنگلہ دیش اور ان ملکوں میں جہاں مسلمان حکمران ہو

آنحضور ﷺ کے ہمراہ جمعہ کو ادا کر لیا کرتے تھے اور آپ نے وہاں اہ اس لئے جمعہ نہ پڑھا کہ وہاں شوکت و حکومت بوجہ غلبہ کفار حاصل نہ رہی اور یہ شعار اسلامیہ ہے جن کا اعلانیہ ادا کرنا لازمی تھا اس لئے آپ جمعہ کو اس وقت نہ ادا کر سکے اور اگر اور نمازوں کی طرح ہوتا تو ضرور ادا فرماتے۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ حکومت اسلامیہ و شوکت سلطانیہ کا ہونا ضروری ہے دیکھو دار قطنی و نورالشمعہ صفحہ ا' اور علاوہ اس کے تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ملک حبشہ کے عیسائی بادشاہ کی طرف جب صحابہ رضوان اللہ علیہم ہجرت فرما گئے تھے اور وہاں عرصہ قریباً چھ سال سے زائد رہے اور بدون جمعہ سب احکام جو ان کے ذمہ تھے ادا کئے لیکن جمعہ کو نہیں پڑھا حالانکہ ان کو جمعہ کی فرضیت کا علم پہلے ہی سے ہو چکا تھا فقط

مسئلہ: خطبہ جمعہ عربی زبان میں بقدر طوال مفصل پڑھنا مسنون ہے اگر کوئی غیر زبان میں چند اشعار برائے پند و نصائح عوام الناس پڑھ لے تو کوئی مضائقہ نہیں ہو گا۔ چنانچہ کتاب درالمختار کتاب الجمعہ میں ہے۔ لم یفید الخطبة بکونها بالعربیة اور خطبہ لمبا نہ پڑھنا چاہئے کیونکہ سنت کے خلاف ہے اور خطبہ کے وقت کسی سے بات چیت بھی نہیں کرنی چاہئے اور جمعہ کے روز غسل کرنا سنت ہے بشرطیکہ اسی غسل و وضو سے جمعہ پڑھا جائے تو یہ سنت ادا ہو گی۔ (نقل از قاضی خان) اور جمعہ سردیوں میں اول وقت اور گرمیوں میں ٹھنڈے وقت پر ادا کرنا سنت ہے اور جو خطیب ہو وہی نماز پڑھائے اور خطیب سوائے امر معروف کے کوئی بات نہ کرے۔ اگر کسی شخص کی سنتیں پہلی جمعہ کی رہ جائیں تو بعد از جمعہ کو ان کو پڑھے (نقل از درمختار) خطبہ جمعہ امام کھڑے ہو کر بلند آواز سے پڑھے لیکن دوسرے خطبہ میں پہلے خطبہ سے کم بلند کرے۔

مسئلہ: جمعہ اگر شہر میں کئی جگہ پڑھا جائے تو نزدیک حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے جائز ہو گا۔ اور یہی اصح و صحیح ہے۔ چنانچہ فتاوئی عالمگیر جلد ۲ صفحہ ۱۱۷ مطبوعہ نو لکشور سطر ۱۵ میں بایں طور مسطور ہے۔

وتؤدی الجمعة فی مصر واحد فی مواضع کثیرة وھو قول ابی حنیفة

حاشیہ

اہ یعنی مکہ مکرمہ میں

و محمد وھوالاصح و ذکر الامام السرخسی انه الصحیح من مذھب ابی حنیفنة و به ناخذ (ھکذافی بحر الرائق) اور علاوہ اس کے کتاب عینی شرح ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۱۶ میں لکھا ہے کہ جب ۱؎ مرو کے لوگ دو جگہ پڑھنے لگے تو علمائے دین نے اختلاف کیا اور فتویٰ دیا کہ بے شک جمعہ پڑھو لیکن نماز ظہراس کے بعد ضرور پڑھو۔ تلمیذ و رشید حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ حسن بن زیاد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو پسند کیا اور اس کے بعد چار رکعت بہ نیت سنت ادا کریں فقط

خطبته الجمعته

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ الحنان المنان ذی الفضل والاحسان والکرم والامتنان مبین البیان ملھم الجان والجنان رازق اھل الخیر والطغیان جاعل الزمان والارکان فاطر السمآء باشد البنیان نحمدہ علی القلب واللسان و نسکرہ فی کل حین و آن ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ ونشھدان سیدنا و مولانا محمداً عبدہ و رسولہ الشفیع لا صاحب الجرم والعصیان امابعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ و خیر الھدی ھدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وشر الامور محدثاتھا کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعته ضلالتہ و کل

حاشیہ

۱؎ مصنف علیہ الرحمہ یہاں حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ امام صاحب علیہ الرحمتہ کا مذہب بھی احتیاط الظہر میں یہی ہے چونکہ ان کے شاگیردوں نے جو روایتیں بیان فرمائی ہیں وہ سب کی سب امام صاحب علیہ الرحمتہ سے اخذ ہیں اور ان کے قواعد و اصول کے تحت رہ کر صف انہوں نے تصریح و وضاحت کر دی ہے اور صاحب رد المختار نے جلد اول میں لکھا ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں کا قول لیا گیا تو یقیناً سمجھ لینا چاہئے کہ یہ خاص پیروی امام صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی ہو گی اور امام محمد و امام ابو یوسف احسن بن زیاد علیھم الرحمتہ قسماً" کہتے ہیں کہ ھم نے ایسا قول کوئی نہیں کہا جس کی روایت امام صاحب سے ہم کو نہ پہنچی ہو۔ فقط خادم الشریعہ عفاعنہ۔ قادری

ضلالۃ فی النار اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم یایھا الذین امنوا اتقواللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون ○ یٰایھا الذین امنوا اتقوا اللہ الذی تسآء لون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیبًا ○ یٰایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وقولو اقولًا سدیدًا یصلح لکم اعمالکم ذنوبکم ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزًا عظیمًا ○ بارک اللہ لنا ولکم فی القران العظیم و نفعنا وایاکم بالایات والذکر الحکیم ○ انہ تعالٰی جواد قدیم کریم ملک بر رؤف رحیم ○

خطبہ منظوم جمعہ

حمدت لسامع رب قدیم
هو السلطان من غیر الندیم
الہ الخلق ذوالمن العظیم
جواد ماجد معطے النعیم
ملیک مالک ملک کبیر
حکیم قادر محی الرمیم
رء وف حامد حی لطیف
رفیع مالک الملک العظیم
بدیع الخلق علام الخبایا
سمیع الصوت من تحت العظیم
هو الفرد المدبر کل شئی
هو الموصوف بالوصف القدیم
فضل علی النبی الهاشمی
رسول صاحب الدین القدیم

شفیع المذنبین بیوم عسر
کریم صاحب الجد الکریم

شهید سید مولی البرایا
امین صاحب الوحی الحریم

تحیات کمسک زاکیات
نثرن علیه کالدر النظیم

علی الاولاد والاصحاب طراً
جواد الناس بالفیض الجسیم

علی بی بکره من فاق دهراً
بافضال وبالمن العظیم

حبیب المصطفیٰ جهاز جیش
رفیق الغار رکاب شهیم

علی الفاروق سرالحق والدین
اشد الناس فی امرالحکیم

علی عثمان ذی النورین اوفی
بعهد الله بالعزم الصمیم

علی اسد وللمولے علی
همام حارث بطل الشهیم

علی الحسنین مظلومین ابنی
علی المرتضیٰ مولیٰ الکریم

علی العباس و الحمزة عمی
رسول الله مبتسم وسیم

على زهراء قد فاقت نساء
منقاة مضناة النسيم
وعائشته الزكيته والعفيفته
مطهرة القويته من نميم
على الانصار والاتباع جمعًا
ومن قاموا بدين مستقيم
اله العالمين امنن علينا
فمن غيرک بکلاش العديم
فيارب اغفرن عنى ذنوبى
واد خلنى بفضلک فى النعيم

بارک اللّٰه لنا ولکم فى القران العظيم ونفعنا و اياکم بالايات والذکر الحکيم ۲
انه تعالٰى جود کريم ملک برروٴف رحيم ○

خطبه ثانى

الحمدللّٰه حمداً کثيراً و سبحوه بکرة واصيلًا۔ وما ارسلنک الا مبشراً و نذيراً و نشهدان لا اله الا اللّٰه وحده لاشريک له سميعًا قديراً۔ ونشهدان محمداً عبده و رسوله مخاطب نحن نزلنا عليک القران تنزيلا۔ ان اللّٰه وملٰئکته يصلون على النبى يٰايها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليمًا۔ اللهم صل سيدنا محمد وعلى ال سيدنا محمد بعدد من صلّٰى وصام وصل علٰى سيدنا محمد و على ال سيدنا محمد بعدد من قعدوقام۔ وصل على جميع الانبياء والمرسلين وعلٰى ملائکته المقربين وعلٰى عباد اللّٰه الصٰلحين وعلى اهل طاعتک

اجمعین من اهل السموات والارضین برحمتک یا ارحم الرحمین۔ اللهم انصر من نصر دین محمدٍ صلی اللّٰه علیه وسلم ولا تجعلنا منهم عباداللّٰه رحمکم اللّٰه ان اللّٰه یامرکم بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربٰی وینهٰی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون۔ اذکروا اللّٰه العزیز الجبار یذکرکم وادعوه یستجب لکم ولذکر اللّٰه تعالٰی اعلی واولٰی واعز واجل واتم واهم واعظم واکبر۔

مسئلہ: اس کے بعد فوراً ہی امام یعنی خطیب صفیں بنا کر دو رکعت فرض جمعہ خود پڑھے اور کسی دوسرے کو بلا عذر حکم نماز پڑھنے کا نہ دے ورنہ کراہت ہو گی ا۔ اور بعد سلام مقتدیوں کے لئے دعا مانگے اور اس کے بعد چار رکعت سنت پھر چار فرض احتیاطاً اور دو سنتیں خود پڑھے اور لوگوں کو بھی پڑھائے اور چھوٹے گاؤں میں ہرگز نہ پڑھیں۔ اگر کسی قصبہ میں جمعہ پڑھیں تو وہاں ضرور فرض ظہر نماز جمعہ ادا کریں۔ اگر شہر لاہور و امرتسر ملتان دہلی وغیرہ بلاد ہند والے لوگ جمعہ پڑھیں اور بعد جمعہ اور عدم شرائط جمعہ میں اختلاف پائیں تو اس صورت میں بھی ظہر احتیاطاً پڑھیں۔ اگر عوام الناس نہ پڑھیں اور خطیب کے کہنے پر نہ عمل کریں تو خطیب کو چاہئے کہ ضرور ظہر کی نماز ادا کریں کیونکہ عبادت میں احتیاط مشروع ہے اور احتیاط الظہر کا ثبوت ۳۶۰ کتب فقہ معتبرہ میں درج ہے ۲۔

مسائل عید الاضحیٰ و عید الفطر

ہر دو عیدیں واجب ہیں فصلِّ لربک وانحر ۳۔ اس پر شاہد ہے اور ان کے پڑھنے کا یہ طریقہ ہے کہ

حاشیہ

ا۔ یعنی کراہت تنزیہی جس کا مفاد جواز ہے یعنی خطیب کی جگہ اگرچہ دوسرا نماز پڑھا سکتا ہے تاہم افضل ہے کہ خطیب ہی جماعت کرائے مگر ضروری نہیں ہے۔ قادری

۲۔ لیکن اب پاکستان یا جس ملک کا حکمران مسلمان ہو وہاں ظہر احتیاطی کی حاجت نہیں ہے حضرت مصنف اپنے زمانے کی بات فرما رہے ہیں جب متحدہ ہندوستان تھا اور انگریزی حکومت تھی۔ قادری

۳۔ سورۃ کوثر یعنی اللّٰہ کے لئے نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے

عیدگاہ میں داخل ہو کر باطہارت کھڑا ہو اور دو رکعت نماز واجب عیدالفطر یا اضحیٰ کی نیت کرے اور تکبیر والی کہے اور ثناء اور اعوذ پڑھے اور تین تکبیریں متواتر ہاتھ چھوڑ کر کہے پھر مع بسم اللہ سورۃ فاتحہ و قرائت سورت کرے اور رکوع و سجود کرے۔ پھر دوسری رکعت میں کھڑا ہو جائے۔ مع بسم اللہ سورۃ فاتحہ اور قرائت دوسری کرے اور تین تکبیریں پہلی صورت پر ادا کرے اور پھر تکبیر رکوع کہہ کر رکعت ثانیہ ادا کرے اور خطبہ عید پڑھے اور اس میں احکام عید بیان کرے۔

اور غسل کرے اور خوشبو لگائے اور خوب نئے کپڑے پہنے اور عید الفطر ادا کرنے سے پہلے کچھ کھانا کھائے اور تکبریں عید راستہ میں بلند آواز یا آہستہ کہے اور لغویات اور کھیل بازی سے باز رہے اور استغفار کرے اور ہر ایک سے میل جول و محبت سے پیش آئے اور یہ خطبہ پڑھے۔

خطبہ عیدالفطر

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الہ اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد ○ الحمدللّٰہ الذی انزل الفرقان و ھدانا الی الاسلام والایمان اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر الا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد و نور قلوب الغازین بنصباح الھدایتہ والعرفان اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر الا الہ اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد ومن علینا باتباع الھادی الی الحق والبیان اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الہ اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد و شرح صدور الصائمین بنور المعرفۃ والایقان و بشرھم بالجنۃ والحور والقصور ونعم الالوان اللّٰہ اکبر. اللّٰہ اکبر لا الہ اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد و واوجب علٰی نفسہ جزاء صومھم کما ورد فی الحدیث القدسی الصوم لی وانا اجزی بہ وذلک غایۃ الکرم والامتنان واکرم عبادہ المومنین بصیام شھر رمضان اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد شھر رمضان شھر فضلہ اللّٰہ علٰی سائر الشھور وانزل فیہ القران ونشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ شھادۃ موصولتہ الی دار الجنان و نشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ الذی دینہ

ناسخ جميع الاديان صلى اللّٰه عليه وعلٰى اله واصحابه الذين هم هداة اهل الايمان اللّٰه اكبر اللّٰه اكبر لا اله الا اللّٰه واللّٰه اكبر اللّٰه اكبر ولله الحمد ○ ايها المؤمنون ان يوم العيد للمتقين و عباداللّٰه الصالحين الذين يذكرون اللّٰه قيامًا و قعوداً وعلٰى جنوبهم ويتفكرون فى خلق السمٰوت والارض ربنا ماخلقت هذا باطلًا سبحنک فقنا عذاب النار اسمعوا عباد اللّٰه قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و آله وسلم اذا كان ليلته القدر نزل جبريل عليه السلام فى كبكبة من الملئكة يصلون علٰى كل عبدٍ قائم اوقاعدٍ يذكر اللّٰه عزوجل فاذا كان يوم عيدهم يعنى فطرهم باهٰى بهم الملئكه فقال يا ملائكتى ماجزاء اجير وفى عمله قالو اربنا جزاء ○ ان يوفٰى اجره فقال ياملائكتى عبيدى وامائى قضوا فريضتى ثم خرجوا يعجون الى الدعاءِ و عزتى وجلالى و كرمى و علوى وار تفاع مكانى لا جيبنهم فيقول ارجعو فقد غفرت لكم و بدلت لكم سيئاتكم الحسنات قال فير جعون مغفور الهم اعلموا ايها المؤمنون ان يومكم هذا يوم عظيم شريف جعله اللّٰه عيداً للمومنين لكن ليس العيد لمن لبس الجديد بل العيد لمن خاف من الوعيد ليس العيد لمن ركب المطايا بل العيد لمن غفر له الخطايا فافعلوا الخير واحسنوا على اليتامٰى والمساكين و ادوا صدقاتكم عن كل صغير و كبير عبد اوحر ذكر او اونثى من المسلمين قبل خروج الناس الٰى الصلٰوة واعلموا ان صدقـه الفطر واجبة علٰى كل مسلم و مسلمه نصف صاع من بر اوصع من تمر او شعير قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و آله وسلم ان صوم امرء وصلوتة معلقان بين السماء والارض حتى يودى عيدالفطر و زكٰوة الفطر طهر للصيام من اللغو والرفث وطعمتة للمساكين والصلٰوة والسلام علٰى خير خلقه محمد و آله واصحابه اجمعين برحمتک ياارحم الراحمين ○

ترجمہ : اللہ بہت بڑا ہے' اللہ بہت بڑا ہے' نہیں ہے کوئی لائق بندگی کے سوا اللہ تعالیٰ کے' اللہ بہت بڑا ہے' اللہ بہت بڑا ہے' اور اللہ کو ہیں سب خوبیاں سب تعریف واسطے اللہ کے جس نے اتارا قرآن اور راہ دکھلائی طرف اسلام کے اور ایمان کے اللہ بہت بڑا ہے' اللہ کے سوا کوئی پوجا کے لائق نہیں' اللہ بہت بڑا ہے' اللہ بہت بڑا ہے اور اللہ کے لئے ہے سب تعریف۔ اس اللہ نے روشن کیا عارفوں کے دلوں کو ساتھ چراغ ہدایت کے اور معرفت کے' اللہ بہت بڑا ہے' اللہ بہت بڑا ہے اور اللہ کے سوا کوئی پوجا کے لائق نہیں' اللہ بہت بڑا ہے اور اللہ کے لئے سب تعریفیں ہیں اور احسان کیا اس اللہ نے اوپر ہمارے ساتھ تابعداری کرنے ہادی طرف حق کے اور بیان کے اللہ بہت بڑا ہے' اللہ بہت بڑا ہے' اللہ کے سوا کوئی پوجا کے لائق نہیں' اللہ بہت بڑا ہے' اللہ بہت بڑا ہے اور اللہ ہی کے لئے سب تعریف۔ اور توفیق دی ہم کو روزوں کی اور پڑھنے قرآن شریف کی' اللہ بہت بڑا ہے' اللہ بہت بڑا ہے اور اللہ کے سوا کوئی پوجا کے لائق نہیں' اللہ بہت بڑا ہے اللہ کے لئے سب تعریف اور کھولے سینہ روزہ داروں کے ساتھ نور معرفت کے اور یقین کے اور خوشخبری دی ان کو ساتھ بہشت اور حوروں اور محلوں اور طرح طرح نعمتوں کے' اللہ بہت بڑا ہے' اللہ بہت بڑا ہے' نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے' اللہ بہت بڑا ہے' اللہ بہت بڑا ہے اور اللہ ہی کے لئے ہے سب تعریف۔ اور واجب کیا اوپر ذات اپنی کے ثواب روزے ان کے کا جیسا وارد ہوا ہے بیچ حدیث قدسی کے کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی بدلا دوں گا ان کا اور یہ نہایت بخشش ہے اور احسان ہے۔ اور بزرگی دی اپنے مومن بندوں کو ساتھ روزوں مہینے رمضان کے۔ اللہ بہت بڑا ہے' اللہ بہت بڑا ہے' اللہ کے سوا کوئی پوجا کے لائق نہیں' اللہ بہت بڑا ہے' اللہ بہت بڑا ہے اور اللہ ہی کے لئے سب تعریف۔ مہینہ رمضان کا وہ مہینہ ہے جس کو بزرگی دی اللہ تعالیٰ نے اوپر تمام مہینوں کے اور اتارا اس میں قرآن شریف اور ہم گواہی دیتے ہیں یہ کہ نہیں کوئی معبود سوا اللہ کے اللہ ایک ہے نہیں کوئی شریک اس کا' گواہی پہنچائی گئی جنت تک اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہ کہ محمد اس کا بندہ ہے اور رسول اس کا جو وہ دین ان کا منسوخ کرنے والا ہے سب دینوں کا درود ہو خدا تعالیٰ کا اس پر اور اس کی آل پر اور اصحاب پر وہ جو ہدایت کرنے والے ہیں مومنوں کی' اللہ بہت بڑا ہے اور بہت بڑا ہے' نہیں کوئی معبود سوا اللہ کے اور اللہ بہت بڑا ہے اور بہت بڑا ہے اور اللہ کے لئے ہے سب تعریف' اے مومنو! جانو کہ یہ تحقیق دن عید کا

ہے' واسطے پرہیزگاروں کے اور نیک بندوں کے' اللہ کو جو یاد کرتے ہیں ہو کر کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر اور غور کرتے ہیں پیدائش میں آسمان و زمین کے کہتے ہیں اے خدا تو نے یہ سب فضول نہیں بنایا تیری ذات لغویات سے پاک ہے' پس ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا؟ سنو اے اللہ کے بندو فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے' جب ہوتی ہے لیلتہ القدر اترتے ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت میں دعائے رحمت کرتے ہیں ہر ایک بندے کھڑے یا بیٹھے کے جو یاد کر رہا ہو خدائے بزرگ و بلند کو' پھر جس وقت عید کا دن آتا ہے یعنی عیدالفطر کا' فخر کرتا ہے ان کے سبب فرشتوں کے ساتھ پھر فرماتا ہے اے میرے فرشتوں کیا ہے بدلا اس شخص کا جو پورا کرے کام اپنا' فرشتے کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار' اس کی جزا یہی ہے کہ پوری دی جائے اسے اس کی مزدوری' پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ اے میرے فرشتو! میرے غلاموں اور میری لونڈیوں نے میرا فرض اچھی طرح ادا کیا ہے' پھر کہتے ہیں ہاتھ اٹھا کر پکارتے ہوئے دعا کے لئے قسم ہے مجھ کو عزت اور میرے جلال اور کرم کی اور میری عالی شان اور بلندی مرتبہ کی البتہ میں ان کی دعا قبول کروں گا اور جو مانگتے ہیں دوں گا پس فرماتا ہے لوگو! لوٹ جاؤ اپنے گھروں کو میں نے تم کو بخشا اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دیں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سو لوگ پھر آتے ہیں اپنے گھروں کو پھر آتے ہیں کہ ان کے گناہ بخشے گئے ہوئے ہیں جان لو اے مومنو' یقیناً دن تمہارا یہ ایک بڑی عظمت اور شرافت والا دن ہے' خدا نے اسے مومنوں کے لئے عید ٹھہرایا ہے۔ لیکن عید اس کی نہیں جو صرف نئے کپڑے پہنے' بلکہ اس کی ہے جو خدا کے غضب اور وعید خدا سے ڈرے' عید اس کی نہیں جو سوار ہو سواریوں پر بلکہ عید ان کی ہے جن کی بخشے جائیں گناہ پس نیکی کرو اور یتیموں اور مسکینوں پر احسان کرو اور اپنے صدقات فطر ادا کرو ہر ایک چھوٹے اور بڑے غلام اور آزاد مرد اور عورت کی طرف سے جس قدر مسلمان ہوں لوگوں کے نماز عید پڑھنے کے لئے نکلنے سے پہلے اور جان لو کہ صدقہ عید فطر کا واجب ہے ہر مسلمان مرد اور عورت پر دو سیر گندم یا چار سیر چھوہارے یا جو ہر ایک آدمی کی طرف سے' فرمایا رسول خدا صلی اللہ علہ وآلہ وسلم نے یقیناً انسان کے روزے اور نماز لٹکتی رہتی ہے درمیان آسمان اور زمین کے یعنی قبول نہیں ہوتی جب تک عید فطر کا صدقہ نہ ادا کیا جائے اور صدقہ فطر کا پاک کر دیتا ہے روزہ کو بے ہودگی سے اور بدگوئی سے اور خوراک ہے واسطے غریبوں کے اور درود اور

سلام اوپر بہترین خلقت حضرت محمد رسول اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آل پاک اور اصحاب سب پر تیری رحمت کے ساتھ اے سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے۔

خطبہ عید الضحٰی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ○ الحمدللہ الحمدللہ الذی جعل الحسنات یذھبن السیئات وصیر توبۃ النصوح ماحیۃ للذنوب والخطیات ○ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ○ خالق الاشیاء کلھا والبریات عالم الجھر من عبادہ والخفیات اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ○ ھو الذی انزل علٰی عبدہ الکتب فیہ ایات بینات واللہ الذی جعل لکم الارض قراراً والسماء بناءً افصورکم فاحسن صورکم و رزقکم من الطیات اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ○ فسبحان من دلت علٰی وحدانیۃ آیت بینت شھد بفر دانیۃ احاد المکونات سبحان من ابتلٰی ابراھیم خلیلہ بکلماتہ التامات ○ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ○ سبحان من عظم من بینھا یوم الحج الاکبر وھو یوم العید الاضحٰی بالنحر والصلٰوۃ وانواع الطاعات سبحان من فرض فی یوم عرفتہ وقوفًا بعرفات ○ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ○ ونشھدان لا الہ اللہ وحدہ لا شریک لہ و نشھد ان سیدنا ومولانا محمداً عبدہ و رسولہ سید المقامات صاحب الشفاعات صلی اللہ علیہ والہ اصحابہ المسارعین الی الخیرات ثم اعلموا ایھا الناس ان ھذا یوم عظیم عظمہ اللہ تعالٰی فی الاسلام یوم فیہ ابتلی اللہ خلیلہ ابراھیم علیہ السلام بذبح ابنہ اسمعیل علیہ السلام

اذ قال یا بنی انی اری فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تری قال یا ابت افعل ماتؤمر ستجدنی انشاء اللّٰہ من الصبرین ○ فلما اسلما وتله للجبین اھتز العرش والکرسی وار تعدت الملائکۃ بالتضرع والابتھال و صاح کل شیٔ من العرش الیٰ الثری وھم یقولون اللھم انک اتخذت ابراھیم خلیلًا ○ و نادینٰہ ان یا ابراھیم قد صدقت الرؤیا انا کذلک نجزی المحسنین ان ھذا لھوالبلاء المبین ○ وفدینہ بذبح عظیم سلم علیٰ ابراھیم اسمعوا یا عباد اللّٰہ قال اللّٰہ تبارک و تعالیٰ فی القران العظیم ان اول بیت وضع للناس للذی ببکتہ مبارکًا وھدی للعلمین فیہ آیت بینت مقام ابراھیم ومن دخلہ کان آمنا وللّٰہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ○ ومن کفر فان اللّٰہ غنی عن العلمین ○ وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم من ملک زاداورا حلتہ تبلغہ الی بیت اللعہ ولم یحج فعلیہ ان یموت یھودیًا او نصرنیًا وعن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم تعجلوا الیٰ الحج فان احدکم لایدری مایعرض لہ وعن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ العمرۃ الیٰ العمرۃ کفارۃ بینھما والحج المبرور لیس لہ جزاء الا الجنۃ ○ فی ابن ماجتہ من حج للّٰہ ھذا البیت فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدتہ امہ وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم ان اللّٰہ یباھی باھل العرفات ملٰئکتہ السماء فیقول انظر والی عبادی ھٰولاء جاءونی شعثًا غبرًا و ایضًا عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من خرج حاجًا فمات کتب لہ اجر الحاج الیٰ یوم القیٰمتہ ولم یعرض ولم یحاسب وقیل لہ ادخل الجنتہ سبحان اللّٰہ و بحمدہٗ سبحان اللّٰہ وبحمدہٗ سبحان اللّٰہ وبحمدہٗ وعن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مامن ایام العمل الصالح فیھن احب الی اللّٰہ من ھذہ الایام العشرۃ قالوا ولا الجھاد فی سبیل

اللّٰہ قال ولا الجهاد فی سبیل اللّٰہ الا رجل خرج بنفسه وماله فلم یرجع بشیٔ
ویعدل صیام کل یوم منها بصیام سنة و قیام کل لیلته منها بقیام لیلته
القدر وصوم یوم عرفته یکفر سنتین ماضیته و مستقبلة ○ وعن ابن سلیم
قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آله وسلم یایها الناس ان علی کل اهل بیت
فی کل عام اضحینة ○ وعن عائشه رضی اللّٰہ تعالٰی عنها قالت قال رسول
اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ماعمل ابن ادم من عمل یوم النحر احب الٰی اللّٰہ من
اهراق الدم وانه لیائتی یوم القیٰمته بقرونها و اشعارها واظلافها وان الدم لیقع
من اللّٰہ بمکان قبل ان یقع بالارض فطبوا نفسًا وعن زید ابن ارقم قال اصٰحب
رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آله وسلم یارسول اللّٰہ ماهذه الاضاحی قال سنة
ابیکم ابراهیم قالوا فمالنا فیها یا رسول اللّٰہ قال بکل شعر حسنته قالو
افالصوف یا رسول اللّٰہ قال بکل شعرة من الصوف حسنة وقال رسول اللّٰہ
صلی اللّٰہ علیه وسلم من کان له سعة فلم یضح فلا یقربن مصلانا وقال
اذبحوا ضحایاکم من بعد صلٰوة العید و سمنوا ضحایاکم فانها علٰی الصراط
مطایاکم وقال لاتذبحوالا مسنته الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعته من
الضان وقال علی امرنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آله وسلم ان لا تضحی
بعوراء ولا مقابلة ولا مدابرة ایها المؤمنون اجتنبوا العرجٓاء البین عورها
والمریضة البین مرضها والعجفاء التی لا تنقی فاذا ذبحتم فکلوا منها
وتصدقوا علی المساکین فان اللّٰہ یجزی المصدقین وقولوا اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر
لا اله الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر ولله الحمد من فجر عرفة الی عصر یوم الثالث
عشر من هذا الشهر واغتنموا حیاتکم فی هذا الدنیا ولا تکونو مجرمین من
زیارة بیت اللّٰہ ان استطعتم الیه سبیلًا ○ بارک اللّٰہ لنا ولکم فی القران العظیم
ونفعنا وایاکم بالایات والذکر الحکیم انه تعالٰی جواد قدیم ملک بررؤف

رحیم ○

ترجمہ : اللہ بہت بڑا ہے' اللہ بہت بڑا ہے' اللہ کے سوا کوئی پوجا کے لائق نہیں اور اللہ بہت بڑا ہے' اللہ بہت بڑا ہے اور اللہ ہی کے لئے سب تعریف ہے۔ سب خوبیاں اللہ کو ہر طرح کی خوبیاں اس اللہ کو جس نے ٹھہرایا نیکیوں کو لے جانے والا برائیوں کا اور ٹھہرایا توبہ خالص کو مٹانے والا' گناہوں کا اور خطاؤں کا' اللہ بہت بڑا ہے' اللہ بہت بڑا ہے' اللہ کے سوا کوئی پوجا کے لائق نہیں' اللہ بہت بڑا ہے' اللہ بہت بڑا ہے اور اللہ کے لئے ہے سب تعریف' پیدا کرنے والا تمام چیزوں کا اور ہر قسم کی مخلوقات کا جاننے والا' اپنے بندوں کی ظاہر باتوں کا اور چھپی ہوئی کا' اللہ بہت بڑا ہے' اللہ بہت بڑا ہے' اللہ کے سوا کوئی پوجا کے لائق نہیں' اللہ بہت بڑا ہے' اللہ بہت بڑا ہے اور اللہ ہی کے لئے ہے سب تعریف' وہی اللہ ہے جس نے اوتاری اپنے بندے حضرت محمد رسول اللہ پر قرآن جیسی کتاب' مبارک جس میں ہدایت کے کھلے کھلے نشان ہیں' اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو ٹھکانا بنایا اور آسمان کو چھت اور تمہاری صورتیں بنائیں' سو کیا اچھی صورتیں بنائیں اور رزق دیا تم کو ستھری چیزوں سے' اللہ بہت بڑا ہے' اللہ بہت بڑا ہے' اللہ کے سوا کوئی پوجا کے لائق نہیں' اللہ بہت بڑا ہے' اللہ بہت بڑا ہے اور اللہ ہی کے لئے ہے سب تعریف' پس پاک ذات ہے وہ کہ دلالت کرتی ہے اس کی وحدانیت پر نشانیاں صاف اور گواہی دیتی ہیں اس کی یگانگت پر افراد مخلوقات کے پاک ذات ہے جس نے آزمایا اپنے دوست حضرت ابراہیم کو ساتھ باتوں پوری کے اللہ بہت بڑا ہے' اللہ بہت بڑا ہے اللہ کے سوا کوئی پوجا کے لائق نہیں' اللہ بہت بڑا ہے' اللہ بہت بڑا ہے اور اللہ ہی کے لئے ہے سب تعریف' پاک ذات ہے وہ جس نے بزرگی دی دنوں میں سے حج اکبر کے دن کو اور وہ دن ہے عید قربان کا ساتھ قربانی نماز عید پڑھنے اور طرح طرح کی بندگیوں کے' پاک ذات ہے وہ ہے جس نے فرض کیا عرفہ کے دن ٹھہرنا میدان عرفات میں' اللہ بہت بڑا ہے' اللہ بہت بڑا ہے' اللہ کے سوا کوئی پوجا کے لائق نہیں' اللہ بہت بڑا ہے' اللہ بہت بڑا ہے اور اللہ ہی کے لئے ہے تعریف اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی پوجا کے لائق نہیں' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمارا سردار ہمارا آقا حضرت محمد ﷺ اس کا بندہ ہے اور اس کا رسول ہے' سردار ہے' مقامات کا' صاحب شفاعتوں کا' اللہ کا درود اس پر اور اس کی آل پر اور اس کے یاروں پر جو جلدی کرنے والے ہیں

طرف نیکیوں کے' پھر تم جان لو اے لوگو! کہ یہ آج کا دن ایک عظمت والا دن ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اسلام میں بڑی عظمت بخشی ہے۔ یہ وہ دن ہے جس میں آزمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے دوست حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ساتھ ذبح کرنے بیٹے اپنے' حضرت اسماعیل علیہ السلام کے' جب اس نے کہا میرے باپ کو جو تجھے حکم دیا گیا ہے' اگر اللہ نے چاہا تو تو مجھے صبر کرنے والوں سے پائے گا۔ پھر جب دونوں حکم خدا کا ماننے کے لئے تیار ہو گئے اور حضرت ابراہیم نے اسماعیل کو ماتھے کے بل لٹا دیا تو عرش و کرسی کانپ اٹھے اور فرشتے تھرا گئے ساتھ عاجزی اور زاری کے اور چلا اٹھی ہر ایک شے عرش سے فرش تک اور وہ سب کہہ رہے تھے کہ اے پرورد گار یقیناً حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تو نے اپنے خالص دوستی میں برگزیدہ کر لیا اور ہم نے اسے پکارا' اے ابراہیم تو نے خواب کو سچ کر دکھایا' سو اس ارادہ سے باز آ جا ہم نیکوکاروں کا اس طرح بدلا دیتے ہیں' بے شک یہ ایک بڑا بھاری امتحان ہے اور ہم نے اسماعیل کے بدلے ایک بڑا دنبہ ذبح کرا دیا اور اسے سلامت رکھ لیا سلام ہو خدا کا ابراہیم پر' سنو اے اللہ کے بندو! اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن عظیم میں فرماتا ہے یقیناً سب سے پہلا گھر جو دنیا میں لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا ہے وہی ہے جو مکہ میں ہے' برکت والا اور سارے جہان کے لئے ہدایت کا باعث' اس میں کھلی کھلی نشانیاں موجود ہیں' انہی میں سے مقام ابراہیم ہے اور جو شخص خانہ کعبہ میں داخل ہو گیا امن میں آگیا' اور خدا کا فرض ہے لوگوں پر حج خانہ کعبہ کا' جس کو اس طرف جانے کا مقدور ہو اور جس شخص نے انکار کیا تو خدا تعالیٰ بھی سارے جہان سے غنی اور بے پروا ہے اور فرمایا رسول اللہ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جو شخص طاقت رکھتا ہے سامان اور سواری پر جو اسے خانہ کعبہ تک پہنچائے اور وہ اس پر بھی کچھ نہ کرے تو اس کی موت یہودیوں یا عیسائیوں کی موت ہو گی اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے' رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا زاد راہ اور سواری ہونے پر حج کے لئے جلدی کرو کیونکہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ اس کے آگے کیا پیش آئے گا جیسے کافر مرے گا یا غریب سو جائے گا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے عمرہ یعنی خانہ کعبہ کی ایک دفعہ زیارت دوسری دفعہ کی زیارت تک درمیان کے گناہوں کفارہ اور حج مقبول کی نہیں جزا اس کی مگر جنت اور ابن ماجہ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اس گھر یعنی خانہ کعبہ کا اللہ کے لئے کیا پھر نہ بے ہودہ اور نہ کوئی گناہ کا کام کیا تو وہ اپنے گھر کی طرف گناہوں سے

پاک ہو کر اس طرح لوٹتا ہے گویا اسے ابھی ماں نے جنا ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ فخر کرتا ہے عرفات میں ٹھہرنے والے حاجیوں پر، آسمان کے فرشتوں کے درمیان، پس کہتا ہے اے میرے فرشتو! میرے ان بندوں کی طرف دیکھو جو پراگندہ بال اور گرد آلودہ میرے حضور میں حاضر ہوئے ہیں اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حج کے لئے نکلا پھر راہ ہی میں مرگیا اس کے لئے روز قیامت تک حج کا ثواب لکھا جائے گا۔ نہ اس سے باز پرس اور نہ اس سے حساب ہو گا اور اسے کہا جائے گا کہ تو جنت میں داخل ہو جا اللہ تعالیٰ بڑا ہی پاک ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا ہی پاک ہے اور خوبیوں والا اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی دن نہیں جن میں نیک اعمال اللہ کے نزدیک بہت محبوب ہوں ان دس دنوں میں ماہ ذی الحج کی اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہ اور خدا کی راہ میں جہاد بھی ان کے برابر نہیں فرمایا خدا کی راہ میں جہاد بھی ان کے برابر نہیں، مگر وہ شخص کہ اپنی جان اور مال لے کر نکلے اور پھر کچھ واپس لے کر نہ آئے اور ان ایام کا ایک ایک روزہ برس بھر کے روزوں کے برابر ہے، ثواب رکھتا ہے اور قیام ہر رات کا اس سے ساتھ قیام لیلۃ القدر کے اور روزہ دن حج کا دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ ایک گذشتہ سال اور ایک آئندہ سال کا اور ابن سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے لوگو! ہر ایک[1] گھر والے پر ہر ایک سال میں ایک قربانی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں کیا ابن آدم نے بکر عید کے دن کوئی کام جو زیادہ پیارا ہو اللہ کے نزدیک خون بہانے سے، خدا کی راہ میں اور تحقیق وہ ذبح کیا ہوا جانور آئے گا، اپنے سینگوں اور بالوں اور کھروں سمیت اور تحقیق خون قربانی کا البتہ قبول ہوتا ہے جناب الٰہی میں، پہلے اس کے کہ گرے زمین پر پس خوشی سے دو قربانیاں اور زید بن ارقم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ قربانیاں کیا ہیں یعنی ان کی حقیقت کیا ہے؟ فرمایا تمہارے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہمیں اس میں کیا اجر ملے

حاشیہ

[1] صاحب نصاب پر۔

گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہر بال کے بدلے ایک نیکی' صحابہ نے عرض پس پشم اے رسول خدا ﷺ؟ آپ نے فرمایا پشم کے ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے اور فرمایا رسول خدا ﷺ نے جس کو وسعت ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ آنے پائے اور فرمایا ذبح کرو اپنی قربانیاں عید کی نماز کے بعد اور موٹیاں اور عمدہ ذبح کرو اپنی قربانیاں کیونکہ وہ پل صراط پر تمہاری سواریاں ہیں اور فرمایا ذبح نہ کرو مگر جوان برس کی مگر اس صورت میں کہ مل نہ سکے تو اس وقت چھ مہینے کی بھیڑی ذبح کرو اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا نہ قربانی کی جائے کافی نہ اوپر سے کان پھٹی' نہ نیچے سے' نہ سوراخ والی اور نہ کان پھٹی اور یہ کہ تقسیم کیا جائے ان کا گوشت اور ان کی کھالیں اور ان کی جھولیں مسکینوں پر اور نہ دیا جائے اس میں سے قصائی کو' علیحدہ مزدوری دی جائے اور جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اونٹ سات کی طرف سے اور گائے سات سے' اے مومنوں نہ ذبح کرو لنگڑے' جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو اور نہ کانا' جس کا کانا پن ظاہر ہے اور نہ دبلا جس کی ہڈیوں میں گودا نہیں' پھر جب تم ذبح کرو پس کھاؤ اس میں سے اور خیرات کرو مسکینوں پر کیونکہ اللہ تعالیٰ بدلہ دیتا ہے خیرات کرنے والوں کو اور کہو اللہ بہت بڑا ہے' اللہ بہت بڑا ہے' لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد' نویں تاریخ کی فجر سے لے کر نماز دیگر کی تیرھویں تک پیچھے فرضوں ہر نماز کے اور دنیا میں اپنے جینے کو غنیمت سمجھو کوئی نیک کام کر لو اور خانہ خدا کی زیارت سے محروم نہ رہو اگر وہاں جانے کا مقدور ہے۔ برکت دے اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو قرآن عظیم میں اور نفع دے ہم کو اور تم کو آیتوں سے اور حکمت والے ذکر سے بے شک وہ عالیشان سخی فیاض ہے بادشاہ ہے نیکی کرنے والا بخشش کرنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ

الحمد للّٰہ نحمدہ نستعینہ و نستغفرہ و نؤمن بہ و نتوکل علیہ و نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ و نشھد ان لا الہ الا اللّٰہ و نشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ ثبتوا قلوبکم بالطاعات ○ وصلوا علی محمد نالمصطفٰی صاحب الشفاعات بجانب

راست اللھم صلی علٰی محمدؐ وعلٰی ال محمدؐ بعدد من صلی وصام بجانب چپ اللھم صلی علی محمدؐ وعلی ال محمدؐ بعدد من قعد وقام و علٰی جمیع الانبیاء والمرسلین وعلی الملئکتہ المقربین وعلی عباد اللہ الصلحین وعلی اھل طاعتک اجمعین ○ اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم وجعلنا منھم برحمتک یاارحم الراحمین عباد اللہ رحمکم اللہ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان ایتاء ذی القربٰی وینھٰی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون اذکرو اللہ یذکر کم وادعوہ یستجب لکم ولذکر اللہ تعالٰی اعلی و اولی واعز واجل واتم واھم واکبر ○

ترجمہ : سب خوبیاں اللہ کو ہم اسی کی تعریف کرتے ہیں اور اسی سے بخشش مانگتے اور اسی پر ایمان لاتے ہیں اور اسی پر بھروسا کرتے ہیں اور ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں اپنے نفس کی برائیوں سے اور انے برے کرتوتوں سے جس کو اللہ راہ دکھائے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ چھوڑ دے اس کا کوئی راہنما نہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتے ہیں اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں لوگو اپنے دلوں کو خدا کی عبادت اور فرمانبرداری میں ثابت رہو اور درود بھیجو اوپر حضرت محمد مصطفٰی ﷺ پر جو صاحب ہیں شفاعتوں کے' اے اللہ رحمت بھیج حضرت محمد مصطفٰی ﷺ پر آپ کی آل پر' بقدر گنتی اس شخص کے جس نے قعدہ اور قیام کیا' اے خدا تو رحمت بھیج تمام نبیوں اور رسولوں پر اور مقرب فرشتوں پر اور اس کے نیک بندوں پر اور اپنے تمام اہل طاعت پر اپنی رحمت کے ساتھ' اے خدا مدد کر اس شخص کی جو مدد کرتا ہے دین محمد ﷺ کی اور کر ہم سب کو ان سے اور خوار کر اس شخص کو جو خوار کرے دین محمد ﷺ کو اور نہ کر ہم کو ان سے اور ساتھ رحمت اپنی کے ھم پر بڑا رحم کر' اے خدا کے بندو اللہ کے بندوں اللہ کے بندوں پر رحم کرو خدا کا فرمان سنو بے شک اللہ حکم کرتا ہے انصاف برتنے اور نیکی کرنے قرابتداروں کو دینے کا اور منع کرتا ہے بے حیائیوں بری باتوں سرکشی اور بغاوت سے تم کو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم دھیان رکھو تم اللہ کو یاد کرو وہ تمہیں یاد کرے گا تم اسی پکارو وہ تمہاری سنے گا۔ اور بے شک اللہ کی یاد سب سے بلند سب سے بہتر زیادہ عزت والی سب

سے بزرگ سب سے کامل سب سے ضروری سب سے بڑی ہے۔

مسئلہ: صدقہ فطر کس روز اور کس وقت ادا کرنا سنت ہے؟

(جواب) **حدیث نمبر۱:** بروز عید نماز ادا کرنے سے پہلے مساکینوں میں ادا کرنا سنت ہے۔ چنانچہ تمام کتب احادیث و فقہ اس پر شاہد ہیں۔ عن ابن عمر قال فرض رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم زکوۃ الفطر صاعًا من تمر او صاعًا من شعیر علی العبد الحر والذکر و الانثٰی والصغیر والکبیر المسلمین وامر بھا ان تؤدی قبل خروج الناس الی الصلوٰۃ (نقل از بخاری و مسلم ومشکوۃ صدقہ الفطر)

ترجمہ: روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے فرض[۱] کی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ فطر کی ایک صاع کھجور سے، ایک صاع جو سے، غلام پر اور آزاد پر اور مرد پر اور عورت پر اور چھوٹے پر اور بڑے پر حالیکہ مسلمان ہوں اور حکم فرمایا صدقہ فطر کا یہ کہ دیا جائے پہلے لوگوں کے نکلنے کے طرف نماز کی۔

حدیث نمبر۲: عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال فرض رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم زکوۃ الفطر الصیام عن اللغو و الرفث وطعمۃ للمساکین من اداھا قبل الصلوٰۃ فھی زکوۃ مقبولتہ ومن اداھا قبل الصلوٰۃ فھی زکوۃ مقبولتۃ ومن اداھا بعد الصلوٰۃ فھو صدقتہ من الصدقات (رواہ الدار قطنی صفحہ ۲۱۹) وقال لیس فی الروایتہ مجروح

حاشیہ

[۱] حدیث میں وارد لفظ "فَرَضَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کہ فرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسبات کا اختیار دیا تھا کہ آپ اپنی امت پر یا امت کے کسی فرد پر اپنی طرف کوئی چیز فرض یا واجب فرمانا چاہیں تو فرما سکتے ہیں اور ازروئے قرآن کریم "من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ" اس فرض یا واجب کی تعمیل اللہ ہی کی فرض و واجب کی تعمیل ہوگی۔ فقط قادری

ترجمہ: فرمایا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ لازم کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوٰۃ فطر کی، واسطے پاک کرنے روزہ کے بے ہودہ بات سے اور کلام بری سے اور لازم کی واسطے کھلانے مسکینوں کے اور جو ادا کرے پہلے نماز عید پڑھنے کے، پس ہو گی وہ زکوٰۃ فطر کی مقبول اور جو شخص بعد نماز عید کے ادا کرے وہ ایک صدقہ ہے، صدقات میں سے یعنی جیسے دوسرے صدقات ہوتے ہیں اور کہا حضرت ملا علی قادری علیہ الرحمتہ و صاحب دار قطنی وغیرہ محدثین نے کہ اس حدیث کے کسی راوی پر جرح نہیں اور کسی قسم کا اس حدیث پر اعتراض نہیں۔

حدیث نمبر ۳: یعقوب بن عبدالرحمٰن ثنا اسمعیل بن الحرث ثنا جعفر بن عون ثنا الحجاج عن عطاء عن ابن عباس قال من السنۃ ان یخرج صدقۃ الفطر قبل الصلوٰۃ اخرجہ ابن شیبتہ والدار قطنی واصلہ فی الصحیحین (نقل از تقویم فی احادیث)

ترجمہ: روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ سنت یہ ہے کہ نکالے صدقہ عید فطر کا پہلے نماز عید کے۔ نکالا[۱] اس کو ابن ابی شیبہ استاذ امام بخاری کے اور نکالا اس کو دار قطنی نے اور اصل اس کا بخاری و مسلم میں ہے۔

حدیث نمبر ۴: عن نافع عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر باخرج زکوٰۃ الفطر تؤدی قبل خروج الناس الی الصلوٰۃ (الحدیث رواہ الدار قطنی صفحہ ۲۲۵) [۲]۔

ترجمہ: یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدقہ

حاشیہ

۱۔ نکالا، یہ "اخرج" کا ترجمہ ہے اور محدثین کی اصطلاح میں لفظ "اخرج" کا مطلب ہوتا ہے کسی حدیث کو اس کی سند کے ساتھ روایت کرنا۔ فقط قادری

۲۔ فتاویٰ در مختار میں ہے کہ فطرانہ میں جنس کی بجائے نقد رقم دینا افضل و بہتر ہے۔ قادری

فطر کے ادا کرنے کا پہلے نماز کے حکم فرماتے تھے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روز یا دو روز پہلے صدقہ فطر ادا کر دیا کرتے تھے۔

حدیث نمبر۵: عن ابن عمر قال فرض رسول اللّٰہ علیہ وسلم زکوۃ الفطر وقال اغنوھم فی ھذا الیوم (رواہ الدار قطنی)

حدیث نمبر۶: عن ابن عمر ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم امر بزکوۃ الفطر قبل ان یخرج الرجل الی الصلٰوۃ (رواہ الدار قطنی صفحہ ایضاً)

ترجمہ: یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ غنی کرو تم آج کے دن محتاجوں کو۔ یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم صدقہ فطر نماز ادا کرنے سے پہلے کا ہے تاکہ وہ غربا لوگ اس روز غنی ہو جائیں۔

حدیث نمبر۷: عن ابن عمر قال کان یامرنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان تخرج صدقہ الفطر قبل الصلٰوۃ وکان رسول اللّٰہ اللّٰہ علیہ وسلم یقسمھا قبل ان ینصرف الی المصلٰی ویقول اغنیھم السوال فی ھذا الیوم (رواہ ابو داؤد و الحاکم) وعن ابن عمر ولفظہ امرنا علیہ السلام بزکوۃ الفطران تؤدی قبل خروج الناس الی الصلٰوۃ (نقل از شرح نقایہ جلد ۱ صفحہ ۱۶۸ سطر ۱۵ مولفہ ملا علی قاری علیہ الرحمتہ)

ترجمہ: خلاصہ اس فرمان عالی شان کا یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ نبی کریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی بات کا حکم فرمایا کرتے تھے کہ صدقہ فطر نماز عید پڑھنے سے پہلے ہی مسکینوں میں ادا کر دیا کرو اور ہم آپ کے فرمان کے مطابق ہمیشہ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمیشہ ایسا ہی کرتے۔ یعنی صدقہ فطر کا مال جمع شدہ بھی نماز عید ادا کرنے سے اول ہی مساکینوں کو تقسیم فرمادیتے تھے تاکہ وہ لوگ اس روز کے لئے محتاج نہ رہیں اور کسی کے آگے سوال نہ کریں۔

کتاب عین الہدایہ شرح ہدایہ صفحہ ۸۹۱ میں لکھا ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک مرتبہ لوگوں

سے صدقہ فطر پہلے عید فطر کے جمع کیا تھا اور اس پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو صدقہ فطر کے طعام پر حفاظت کے لئے مقرر کیا تھا اور پہلے ہرگز کسی کو نہ دیا حتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو جانے سے پہلے تقسیم صدقہ فطر کا حکم دیا اور کیا چنانچہ حدیث یعسمها قبل ان ینصرف الی المصلیٰ روز روشن کی طرح معلوم ہوتا ہے اور کتاب قدوری و شرح کنز ملا مسکین و بحر و عینی و درمختار برجندی و شرح نقایہ و فتح القدیر و قاضی خان و فتاویٰ خلاصہ و فتاویٰ غرائب فتاویٰ جامع و جوہرۃ النیرہ و ہدایہ مجتبائی جلد اول صفحہ ۱۹۱ و فتاویٰ عالمگیر جلد اول صفحہ ۱۵۳ میں مسطور ہے۔

والمستجب للناس ان یخر جوا الفطر بعد طلوع الفجر یوم الفطر قبل الخروج الی المصلی (کذافی جوھرۃ النیرہ)

پس ان تمام کتب احادیث و فقہ شریف سے ثابت ہوا کہ آقائے نامدار احمد کبریا صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ فطر پہلے نماز عید پڑھنے کے غرباء و مساکینوں کو تقسیم فرما دیا کرتے تھے اور خلفاء الراشدین و صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم وائمہ مجتہدین کا بھی اسی پر عمل رہا ہے اور موطاء امام محمد رحمتہ اللہ علیہ میں ہے کہ امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ بھی صدقہ فطر نماز کے پہلے ادا کرنے کو فضیلت سمجھا کرتے تھے اور یہی سنت طریق ہے چنانچہ لفظ اغنوھم وامرنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وکان یقسمها قبل از ینصرف الی المصلے سے ظاہر ہوتا ہے ہاں اگر شخص نے کسی مصلحت سے کسی محتاج و مسکین کو پہلے ہی دیا تو جائز ہے دینے والے سے صدقہ ساقط ہو جائے گا اگرچہ یہ عمل سنت کے خلاف ہے [۱]

فتاویٰ جامع الرموز و فتح القدیر و حاشیہ ہدایہ شریف میں فتاویٰ خلاصہ میں ہے کہ صدقہ فطر قبل طلوع

حاشیہ

[۱] پہلے دینے سے مراد عید کے روز سے پہلے دینا ہے یہ بلاشبہ جائز ہے حضرت مصنف علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ یہ اگرچہ جائز ہے تاہم خلاف سنت ہے لیکن راقم خادم الشریعہ غلام سرور قادری عرض کرتا ہے کہ خلاف سنت نہیں کہنا چاہئے کیونکہ صحیح بخاری ابواب الفطر میں ہے "وکانوا یعطون قبل الفطر بیوم اویومین" کہ صحابہ کرام عید الفطر سے ایک یا دو روز پہلے فطرانہ ادا کر دیتے تھے اس کی شرح میں علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوا کہ ایک دو روز پہلے بھی فطرانہ دے سکتے ہیں اور صحابہ خلاف سنت نہیں کر سکتے۔ فقط قادری

الفجر ہر گز تعجیل نہ کی جائے وھو ھذا وقال الحسن بن زیاد لایجوز التعجیل اصلاً (نقل از فتح القدیر صفحہ ۴۷۴) لیکن صاحب برجندی و صاحب ہدایہ اور اس کے متبعین نے لکھ دیا ہے کہ اگر کسی نے پہلے بھی دے دیا تو جائز ہو جائے گا' ہاں اگر فقراء کسی عالم وغیرہ میں ایک شخص کو صدقہ فطر کے لئے خود مقرر کریں اور وہ لوگوں سے قبل ازیون صدقہ فطر وصول کر لے اور بروز فطر فقرا میں تقسیم کر دے تو جائز ہو گا اور اگر وہ نہ کریں تو نہ ہو گا۔ (نقل از فتاوٰی عالمگیری و عین الہدایہ) اور یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کو اس روز صدقہ فطر ادا کرنے کی طاقت نہیں تو جب اس کو طاقت ہو دے دے گا تو جائز ہو گا۔ فقط

سوال: ایک مولوی صاحب نے ۱۲ فروری ۱۹۳۳ء کو مولوی محمد دین صاحب خطیب جامع مسجد وزیر آباد سے سوال کیا (جب کہ انہوں نے قبل از عید الفطر صدقہ اکٹھا کیا تھا) کہ یہ تین حدیثیں آپ کے پیش کرتا ہوں کہ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صدقہ فطر عید کی نماز کے پہلے نبی کریم ﷺ و اصحابہ کبار رضوان اللہ علیہم فقراء میں تقسیم کر دیا کرتے تھے اور اس میں تملیک شرط ہے لہذا جو آپ نے کیا ٹھیک نہیں ہے' خلاف سنت ہے مولوی صاحب نے جواباً کہا کہ ان حدیثوں میں "کان" کا لفظ موجود ہے اور لفظ کان دوام اور استمرار کے لئے نہیں آیا کرتا کبھی نبی علیہ السلام بھی ایسا کر لیا کرتے ہوں گے اب سوال یہ ہے کہ مولوی صاحب کا یہ کہنا کہاں تک صحیح ہے؟

جواب: از خادم شریعہ مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ لفظ "کان" کا استمرار و دوام کے لئے نہیں آیا اس محل میں ان کا یہ کہنا بالکل غلط ہے۔ علم قرآن مجید و علم حدیث شریف و علم معانی سے ناواقفی ہونے کی دلیل ہے قرآن مجید میں دیکھو وکان اللہ بکل شئی علیماً کیا خداوند کریم کو کبھی ہر چیز کا علم کبھی نہیں ہوتا۔ نعوذ باللہ من ذلک

اور دیکھئے کان اللہ ولم یکن معہ شئی (الحدیث) پس معلوم ہوا کہ مولوی صاحب کے نزدیک تو اللہ کا وجود بھی ثابت نہیں ہوتا۔ نعوذ باللہ ولا حول الا باللہ العلی العظیم۔ اور علاوہ اس کے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمتہ نے اشعتہ اللمعات جلد اول میں نیز بایں طور تحریر فرمایا ہے کہ جمہور محدثین اسی بات پر ہیں کہ لفظ "کان" استمرار دوام کے معنی کے لئے آتا ہے۔ در

لفظ کان محدثین را نیز سخن است مقرر و مشہور درمیان جمہور آنست کہ فادہ دوام و استمرار میکند الخ۔ اور خادم شریعت کے نزدیک بھی خاص اس فرمان عالیشان میں جو لفظ کان کا واقع ہے معنی دوام و استمرار کے دیتا ہے چونکہ قرینہ امر بھا و اغنوھم فی ھذا الیوم وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہم یقسمھا قبل ان ینصرف الی المصلی اس پر شاہد ہے اور جو بعض محدثین نے لکھا ہے کہ لفظ کان لاتقضی التکرار و لا الاستمرا محض محل اختلاف میں ہے نہ محل اتفاق و نہ متحد فتوے۔ افسوس کہ مولوی محمد دین ساکن بدھو کیمل پوری احکام شارع علیہم السلام کے مقابلہ کرنے سے بھی خوف نہیں کرتے اور حدیث افتوا بغیر علم الحدیث کی پرواہ نہیں کرتے اور اپنے علم منطق میں مغرور ہیں اور علم فقہ و حدیث و تفسیر سے ازحد دور ہیں۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

سوال: صدقہ فطر و زکوٰۃ مال میں تملیک شرط ہے یا نہیں ہے اور کیا اس میں سے انجمن کا درویشوں کے لئے کتابیں خرید کر اپنی انجمن میں ہمیشہ کے لئے اپنے قبضہ میں رکھنی جائز ہے؟ اور مولوی محمد دین کہتے ہیں کہ صدقہ فطر میں تملیک شرط نہیں اور مال زکوٰۃ بنانے مسجد پر جائز ہے؟ (محمد ظہور الدین)

جواب: بیشک جس طرح مال زکوٰۃ میں تملیک شرط ہے اسی طرح صدقہ فطر میں تملیک شرط ہے اور کسی انجمن اغنیاء کے صدقہ فطر و مال زکوٰۃ میں سے اپنی انجمن کی کتابیں خرید کرنی اور ان پر خود مالک بننا شرعاً حرام اور ناجائز ہے ہاں اگر طالب علم کو اس مال سے کتابیں اور پارچہ جات وغیرہ اشیاء خرید کردیں اور وہ چیزیں ان کے قبضہ میں کردیں تو اس کے جواز میں کسی کو کلام نہیں۔

چنانچہ انجمن حزب الاحناف و نعمانیہ کا دستور العمل ہے یہ لوگ محض حفاظت مال کے ذمے دار ہوتے ہیں' نہ مال صدقہ فطر و زکوٰۃ کے مالک اپنے آپ کو تصور کرتے ہیں اور علاوہ اس کے اس فنڈ کو الگ رکھتے ہیں جس میں سے یتیموں اور مساکینوں کو کپڑے اور کھانا وغیرہ دیتے ہیں اور ارباب انجمن اس سے نہ کتابیں انجمن کے لئے خرید کرتے ہیں اور نہ الماریاں بنواتے ہیں اور نہ اس مال کو وقف میں خرچ کرتے ہیں اور ان تمام امور کا ثبوت کتب ذیل کی عبارات سے ملاحظہ کریں۔ وھوہذا'

وامارکنھا فھو نفس الاداء الی المصرف فھی التملیک کالزکوۃ فلا

تتائذی بطعام الاباحتہ (نقل از کتاب بحارلرائق شرح کنز الدقائق صفحہ ۲۵۲ ا؎ جلد ۲ مطبوعہ مصر)
اور نیز اسی کتاب کے صفحہ ۲۵۶ میں ہے وصدقتہ الفطر کالزکوۃ فی المصارف فی کل حال (ہکذا فی غایتہ الاوطار و ملا مسکین وفتاویٰ ابوالمکارم اور فتاویٰ عبدالحی جلد سوم صفحہ ۲۷ میں یوں مسطور ہے:

"سوال در صدقہ فطر ہم چوں زکوٰۃ تملیک متصدق علیہ شرط است یا نہ' شرط است ابوالمکارم مینو یسدو شرط التملیک فی الفطرۃ والعشر" (ایضاً انتھیٰ)

کتاب برجندی و فتاویٰ ملا مسکین وغیرہ کتب فقہ میں مسطور ہے کہ صدقہ فطر میں بھی تملیک شرط ہے جس طرح کہ زکوٰۃ میں تملیک شرط ہے اور اس کے مصارف و زکوٰۃ ایک ہی ہیں چنانچہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۵۴ میں بایں طور مسطور ہے۔ و مصرر ھذہ الصدقتہ ماھو مصرف الزکوۃ (ہکذا فی الخلاصتہ)

پس اس عبارت سے صاف صاف معلوم ہوا کہ جو مصرف زکوٰۃ کے ہوتے ہیں وہی صدقہ فطر کے ہوتے ہیں اور صدقہ فطر و مال کے حق دار مساکین و طالب علم و فقیر لوگ ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔
لقولہ تعالیٰ انما الصدقات للفقر آء والمساکین والعاملین علیہا ۲؎ (الایتہ سورۃ توبہ) پس اس لئے شارع علیہ السلام نے اس مال صدقہ و فطرو زکوٰۃ سے مسجد اور پل اور مقام بنوانا اور چاہ اور نہریں کھودنا اور جائے وقف پر لگانا اور حج اور جہاد اور کفن میت اور اس سے میت کا قرضہ ادا کرنا ناجائز لکھا ہے چنانچہ شرح نقایہ و ہدایہ صفحہ ۱۸۵ و فتح القدیر و عین الہدایہ صفحہ ۸۲۷ و برجندی صفحہ

حاشیہ

۱؎ البحرالرائق ج ۲ ص ۲۷۱ طبع بیروت لبنان

۲؎ العاملین علیھا وہ لوگ ہیں جنہیں سربراہ مملکت یا سربراہ ادارہ کی طرف سے زکوٰۃ کی وصولی کا کام سونپا جائے زکوٰۃ میں سے ان کو بھی زکوٰۃ سے حصہ دے سکتے ہیں جو زیادہ سے زیادہ نصف تک ہو سکتا ہے اس سے زیادہ نہیں اور کم جسقدر سربراہ اور زکوٰۃ وصول کرنے والے کے درمیان مفاہمت ہو جائے کما فی کتب التفاسیر والفقہ فتاویٰ درمختار ہوالشامی ج ۲ ص ۳۴۰ ، ۳۴۱ قادری

۲۰۲ میں بایں طور مسطور ہے۔

فلو صرف الی بناء المسجد والرباط اوالقنطرة اوالکفن الموتی او الحج و العمرة او اعتاق الرقیق اوقضا دین میت فقیر لایجوز ولو قضٰی دین حی فقال باذنہ جاز لان القابض کالوکیل لہ و بغیر امرہ لایجوز (ہکذا فی الخزانۃ و قاضی خان و برجندی شرح مختصر وقایہ صفحہ ۲۰۶ جلد اول سطر ۱۲ فتاویٰ عالمگیر صفحہ ۱۵۲ اور صاحب ہدایہ و فتح القدیر و صاحب نقایہ وغیرہ)

ائمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم نے ارقام فرمایا ہے کہ مساجد وغیرہ مقامات مذکورہ پر مال زکوٰۃ و صدقہ فطر نہیں لگ سکتا کہ اس میں تملیک شرط ہے اور ان مقامات میں تملیک نہیں پائی جاتی۔ ہاں اگر فقراء کسی کو وکیل بنائیں اور قابض ہو کر اجازت دیں تو جائز ورنہ ناجائز۔ اور فتاویٰ عالمگیر صفحہ ۱۵۲ میں ہے کہ امامان دین کو جائز نہیں کہ اس مال سے خزانہ بنائیں یا اس مال کو بند رکھیں بلکہ ان کو واجب ہے کہ اس مال کو غرباء و مساکینوں میں جو اس کے حق دار ہیں ان کو دے دیں اور ان کے حقوق ان کو پہنچا دیں۔ [۱]

وہوہذا

والواجب علی الائمۃ ان یوصلو الحقوق الی اربابھا ولا تجسرونہا عنہم ولا یجعلونہا کنوزا۔ واذادفع الزکوٰۃ الی الفقیر لایتم الدفع مالم یقبضھا اور شرح مختصر قدوری و معیار کنز میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے مال و زکوٰۃ بنائے مسجد یا کفن میت وغیرہ اشیاء مذکورہ پر خرچ کیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہو گی۔

علاوہ اس کے کتب فقہ میں مسطور ہے کہ اگر اراکین مدرسہ اسلامیہ کے پاس زمین برائے پرورش

حاشیہ

[۱] حضرت مصنف علیہ الرحمتہ نے "امامان دین" کا لفظ فرمایا جو درست نہیں ہے بلکہ یہ لفظ "الائمۃ" جیسا کہ نیچے فتاویٰ عالمگیری کے حوالہ سے لکھا ہے حکمرانوں اور امراء کے لئے بولا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ امراء اور حکمرانوں کو چاہئے کہ مال زکوٰۃ اپنے پاس جمع کر کے اور روک کر نہ رکھیں بلکہ جس قدر جلدی ہو اسے مستحقین میں بانٹ دیں جیسا کہ خلفاء راشدین کا عمل تھا (ملاحظہ ہو راقم کی کتاب "معاشیات نظام مصطفےٰ ﷺ) قادری

طلباء کے خرید کریں تو جائز نہیں کیونکہ اس میں تملیک شرط ہے اور تفسیر اس کی یہ ہے تملیک المال من فقیر مسلم لہٰذا زکوٰۃ سے مکان یا عمارت بنانا اور کفن اموات کو دینا جائز نہیں چونکہ اس میں دفع حاجت فقیر سے زکوٰۃ سے حاصل ہوتی ہے اس لئے مال زکوٰۃ سے روٹی کپڑا طلبا کو دیا جائے یا کتاب قیمتاً لے کر اس کی ملک کی جائے تو جائز ہے ورنہ ہر گز ہر گز جائز نہیں۔ چنانچہ فتاویٰ نعمانیہ ہند لاہور میں نیز بایں الفاظ عبارت درج ہے:

مصرف زکوٰۃ فقیر و ابن السبیل و حاجی و غازی بے زاد اس کے کئے بغیر ادا نہیں ہو سکتا۔ اور اس مدرسہ نعمانیہ میں سوائے فقیر کے اور کوئی مصرف نہیں تحقیق کرنی فقیر کی کہ فی الواقع فقیر ذمہ دار وکیل زکوٰۃ کا ہے سرپرست وکلاء ادائے مال زکوٰۃ کے ہیں جو شخص مال زکوٰۃ ان کو دے وہ اس مال کے وکیل امیر بن جائیں اس مال کو جدا رکھیں، خاص طلباء، فقراء کو نان و نفقہ یعنی پارچہ و دیگر ضروریات کے واسطے دیں، اس میں سے عمارت مکان کی و کتب و قفی و فروش و صندوق و الماری و قفی پر خرچ نہ کریں۔ (المجیب غلام قادر بھیروی فاعنہ)

○ بیشک جواب صحیح ہے۔ مفتی ولی محمد جالندھری عفی عنہ

○ قاضی ظفر الدین احمد عفا اللہ عنہ ۷ شعبان ۱۳۱۶ ہجری

○ جواب بہت صحیح ہے علماء اغنیاء کو اس مال سے کچھ نہ لینا چاہیے۔

○ محمد عبد الحکیم اخلاص فانی کلانوری لاہوری عفاعنہ

○ الجواب صحیح لاریب فیہ۔ غلام محمد عفا اللہ ہوشیارپوری

○ الجواب صحیح حررہ الفقیر ا لبگوی غلام محمد امام شاہی مسجد لاہور

○ الجواب صحیح مفتی محمد عبد اللہ ٹونکی عفا اللہ عنہ

○ جواب صحیح ہے۔ خادم العلماء محمد حسن عفا اللہ عنہ ۱۹ شعبان ۱۳۱۶ھ

○ عبد الغنی ابو محمد زبیر غلام رسول

○ این جواب صحیح است حق صریح است محمد یار امام مسجد طلائی لاہور۔

○ جواب صحیح۔ عبد الکریم مدرس مدرسہ رحیمیہ انار کلی لاہور

○ الجواب صحیح۔ ابو محمد حسین عفا اللہ عنہ
○ محمد کرم الدین عفا عنہ ساکن بھین
○ جواب صحیح ہے ابو محمد عبدالحق دہلوی عفا عنہ
○ الجواب صحیح عبداللہ مدرس ثانی مدرس نعمانیہ
○ اراکین انجمن محافظ و امین و وکیل از جہت ارباب اموال مرسلہ می باشند نہ متملک الراقم غلام محمد مدرس اول مدرسہ نعمانیہ لاہور۔

پس اب برادران احناف کو ان دلائل و مواہیر و فتاویٰ علمائے کرام سے معلوم اور روز روشن کی طرح واضح ہو چکا ہے کہ صدقہ فطر واجب ہے اور اس کے حق دار فقراء و طالب علم اور ابن السبیل لوگ ہیں اور اس صدقہ فطر کو جو فراہم کیا ہوا ہے اس کے پہلے نماز عید ادا کرنے سے فقراء وغیرہ حقداران کو دے دینا سنت ہے اور اراکین انجمن اس مال کو بطور امانت کے اس پر محض حفاظت کر سکتے ہیں نہ مالک بن کر اپنی انجمن میں خرچ کر سکتے ہیں نہ کسی وقف جگہ پر لگا سکتے ہیں' نہ انجمن میں کتابیں خرید کر جمع کر سکتے ہیں کیونکہ حقدار اس کے غرباء فقراء و طلباء لوگ ہیں ان کو اس فنڈ سے نان و نفقہ وغیرہ ضروریات ان کے ادا کرنے چاہئیں اور اگر اس فنڈ سے کتاب خرید کریں تو ان کو ان کا قابض بنائیں اور مدرسین اغنیاء علماء کو بھی اس فنڈ سے تنخواہ نہ دی جائے۔ ہاں اگر غریب اور فقیر ہیں تو اس سے لے سکتے ہیں۔ فقط والعلم عنداللہ [۱]

حاشیہ

[۱] ہاں اگر علماء دین کے کام میں مصروف ہوں درس و تدریس و فتوی نویسی و تبلیغ وغیرہ کی خدمت سرانجام دے رہے ہوں یا ان کے معاونین جنہوں نے ان کے ہمراہ ہو کر دین کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا اور تنخواہ نہیں لیتے ان کو جملہ ضروریات بہ مطابق حالات و تقاضائے ماحول مال زکوٰۃ سے پوری کی جائیں گی چنانچہ امام شمس الائمہ محمد بن احمد ۴۹۰ھ علیہ الرحمتہ مبسوط شریف میں لکھتے ہیں "ومنہ ارزاق القضاۃ والمفتین والمحتسبین والمعلمین وکل من فرغ نفسہ لعمل من اعمال المسلمین علی وجہ الحسبتہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مال زکوٰۃ و صدقہ و فطر وہابی و مرزائی و شیعہ و چکڑالوی وغیرہ مذاہب باطلہ کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

حاشیہ

فکفایتہ فی ھذا النوع من المال" (المبسوط ج ۳ ص ۱۸) یعنی مال زکوۃ میں سے قاضیوں، مفتیوں، محتسبوں اور تعلیم دینے والوں کو اور ہر اس شخص کو روزیاں دی جائیں گی جس نے اپنے آپ کو مسلمانوں کی خدمت کے لئے محض ثواب کی نیت سے وقف کر دیا انہیں مال زکوۃ میں سے اس قدر دیا جائے گا جو ان کی جملہ ضروریات کو کافی ہو جائے اور فتاویٰ درمختار میں ہے ان طالب علم "بحوز لہ اخذ الزکوۃ و نو غنیا اذا فرغ نفسہ لافادۃ العلم و استفادتہ لعجزہ عن الکسب و احاجتہ داعیہ الی مالا بر منہ" یعنی بلاشبہ علم دین کے پڑھنے پڑھانے والے کو زکوۃ لینا جائز ہے اگرچہ مالدار ہو جبکہ اس نے اپنے آپ کو دوسروں کو علم کا فائدہ پہنچانے علم کا فائدہ حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا ہو کیونکہ اسے دنیا کا کاروبار کرنے کی فرصت نہیں اور وہ ضروریات کا حاجت مند بھی ہو گا۔

اس کی شرح علامہ امام ابن عابد بن شامی فتاویٰ شامیہ "ردالمختار" میں لکھتے ہیں "لایجوز دفع الزکوۃ الی من یملک نصابا الا الی طالب العلم و الغازی و منقطع الحج لقولہ علیہ الصلوۃ السلام یجوز دفع الزکوۃ لطالب علم وان کان لہ نفقتہ اربعین سنتہ" (فتاویٰ شامیہ ج ۲ ص ۳۴) یعنی علم دین کے پڑھنے پڑھانے والوں مجاہدین اسلام (جو تنخواہ لئے بغیر کفار سے جہاد کرتے ہیں) اور جو حج کے قافلہ سے بچھڑ جائے کے سوا کسی بھی نصاب کے مالک کو زکوۃ دینا جائز نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ علم کے پڑھنے پڑھانے والوں کو زکوۃ دینا جائز (بلکہ زیادہ ثواب) ہے اور اس کے پاس چالیس سال کا خرچہ موجود ہو۔ اس کے بعد علامہ شامی فرماتے ہیں کہ (ترجمہ) انسان ضروریات کا محتاج ہے اگر اسے زکوۃ نہ دی جائے تو کچھ اس کے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا جبکہ اس کا کوئی اور ذریعہ آمدنی بھی نہیں تو وہ محتاج ہو کر رہ جائے گا جس کے نتیجہ میں دین کے علم کا پڑھنا پڑھانا بھی ختم ہو جائے گا " فیضعف الدین" تو دین کمزور ہو جائے گا جس سے پوری امت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا لہذا ضروری ہے کہ علماء دین کی زکوۃ و عطیات اور دیگر مدات سے بھرپور مالی مدد کی جائے تاکہ وہ معاشی لحاظ سے بے

جواب: ادائے زکوٰۃ میں لازم ہے کہ مسلمان شخص ہو جس کو زکوٰۃ دی جائے اور جن کے سبب سے اسلام میں تقویت اور ترقی متصور ہو ان کو مال زکوٰۃ و صدقہ فطر وغیرہ صدقات سے اعانت کرنا عین ایمان و ثواب ہے اور جاہل سے عالم دیندار فقیر کو دینا ثواب ہے اور مرزائی اور شیعہ جو خداوند کریم کے بدا [۱] ہونے کے قائل ہیں اور قرآن مجید کو محرف سمجھتے ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالی دینا عین ایمان اور ثواب سمجھتے ہیں اور حضرت مائی عائشہ و مائی حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو برا جانتے ہیں اور تعزیہ داری کو حلال اور جائز سمجھ کر نکالتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو ہرگز زکوٰۃ و صدقہ نہ دیا جائے اور وہابی جو تقویت الایمان و کتاب صراط مستقیم و کتاب التوحید ابن عبدالوہاب نجدی پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کے بنانے والے کو موحد جانتے ہیں اور تقلید آئمہ دین مجتہدین کو شرک اور کفر اور بدعت تصور کرتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کو اپنے جیسا بشر سمجھتے ہیں اور آپ کے علم ماکان و مایکون سے انکار کرتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کی عزت و شان برابر اپنے بڑے بھائی جیسے جانتے ہیں

حاشیہ

فکری کے ساتھ دین کے سرچشموں کو جو رسول اللہ کا مشن ہے چلائیں (شامی ج ۲ ص ۳۴۰) امام حصکفی درمختار میں لکھتے ہیں التصدق علی العالم الفقیر افضل وقال الشامی لاشتغاله عن الکسب المراد دفع مایعنیه عن سوال جمیع مایحتاج فیه لنفسه و عیاله وحاجته اخری کدهن وثوب وکراء منزل و غیر ذلک (ملخصا و ملتقطا من الشامیة ج ۲ ص ۳۰۰) کہ دوسرے ضرورت مندوں کی بجائے عالم دین ضرورت مند کو دینا زیادہ ثواب ہے شامی فرماتے ہیں کیونکہ وہ دین کی خدمت میں مصروف ہونے کی وجہ سے کاروبار نہیں کر سکتے اور مراد یہ ہے کہ ان کو اس قدر دیا جائے کہ اس کی اور اس کے اہل و عیال کی تمام ضروریات پوری تیل صابن کپڑے گھر گھر کا کرایہ سواری وغیرہ حالات کے تقاضوں کے مطابق تمام ضروریات پوری ہوں (فتاویٰ شامیہ ج ۲ ص ۳۰۰)

[۱] بدا ہونا یعنی وہ ایک کام کرتا ہے بعد میں اس پر ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تو ٹھیک نہ تھا پھر اسے چھوڑ دیتا ہے اس کی جگہ دوسرا کام کرنے لگتا ہے۔

اور نبی کریم ﷺ کا نماز میں تصور لانے کو کنجری و گدھے و بیل کے خیال سے نعوذ باللہ بد تر جاتے ہیں اور فقہ و اصول فقہ سے انکار کرتے ہیں تو بیشک ایسے لوگوں کو صدقہ فطر و مال زکوٰۃ سے دینا منع ہے کیونکہ ایسے خیال والے لوگ شرعاً مرتد ہیں اور جو غیر مقلدان کفریات سے بچتے ہیں ان کو بھی ان ہر دو صدقات سے دینا مناسب نہیں کیونکہ یہ لوگ بھی اکثر وقت دین اسلام کے کاموں میں رخنہ اندازی کرتے ہیں اور فریب سے مال جمع کر کے پھر مذہب حقہ اہل سنت و احناف کو کوستے ہیں اس لئے ان کو بھی دینا اچھا نہیں چنانچہ دلائل ذیل سے ثابت ہوتا ہے وھوہذا

واما اھل الذمته فلا یجوز صرف الزکوۃ الیھم بالاتفاق (فتاویٰ عالمگیر جلد اول صفحہ ۱۲۱) وقال واما الحربی المستائمن فلایجوز دفع الزکوۃ والصدقۃ الواجبۃ الیہ بالاجماع والتصدق علی الفقیر العالم افضل من التصدق علی الجاھل (کذا فی الزاہدی و فتاوٰی عالمگیر صفحہ ۱۲۱) اور قرآن مجید میں ہے تعاونوا علی البر و التقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان اور صدقہ فطر کا بعض علماء دین کے نزدیک ذمی کو دینا جائز لکھا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ ان کو دینا اچھا نہیں۔ (ہکذا فی کتب الفقہ) فقط والعلم عنداللہ

سوال: مال زکوٰۃ اخبار یا رسالہ اسلامیہ جس میں محض اشاعت اسلام کی ہو اس پر خرچ کرنا درست ہے یا نہیں اور اس پر خرچ کرنے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب: ہرگز ہرگز درست نہیں کیونکہ اس مال کے مصارف محض غرباء و مساکین و درویش لوگ ہوتے ہیں۔ لقولہ تعالٰی انما الصدقات للفقرآء والمساکین پس اس کے مصارف وہی لوگ ہیں جو اس کے تحت میں گنے گئے ہیں اور اخبار و رسالہ کے اکثر غنی اور سید لوگ خریدار ہوتے ہیں جن کو زکوٰۃ لینی شرعاً منع ہے۔ ہاں اگر وہ رسالہ یا اخبار غرباء و مساکین میں چھپوا کر تقسیم کر دی جاتی ہوں یا ان کے قبضہ میں کوئی کتاب یا اخبار خرید کر دی جاتی ہو تو اس صورت میں زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اگر وہ رسالہ یا اخبار اغنیاء و سادات و غرباء میں تقسیم ہوتا ہے تو اس صورت میں زکوٰۃ ادا نہ ہوگی چونکہ اس میں مصرف و

غیر مصرف کی تمیز نہیں رہی عام تقسیم ہوتا ہے (دیکھو کتاب بحر و فتاویٰ عالمگیر) فقط واللہ اعلم بالصواب

المجیب محمد نظام الدین ۱۹/۲/۳۳

سوال: صدقہ فطر و مال زکوٰۃ وغیرہ مال صدقات اقرباء مانند بھائی حقیقی یا خالہ یا بھتیجی یا ہمشیرہ وغیرہ مفلسان کو دینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: بیشک مال زکوٰۃ بدون اصل و فرع اپنی کے اور بدون سادات و اغنیاء لوگوں کے ان سب رشتہ داروں کو زکوٰۃ و صدقہ فطر دینا جائز بلکہ افضل ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیر جلد اول صفحہ ۱۵۱ و برجندی صفحہ ۲۰۸ و فتاویٰ جامعہ و بحر وغیرہ میں بایں طور مسطور ہے:

والا فضل فی الزکوٰۃ والنذور الصرف اولا الی الاخواۃ والاخوات ثم الی اولادھم ثم الی الاخوال والخالات ثم الی اھل مصرہ اوقریتہ (کذافی السراج الوہاج)

پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ یہ صدقات اول اپنے برادران و ہمشیرگان میں تقسیم کرنا افضل ہے پھر ان کی اولاد اور پھر چچے اور چاچیاں پھر ان کی اولاد پھر ماموں اور مامیاں پھر ان کی اولاد پھر ان کے بعد ذوی الارحام لوگ اور پھر پڑوسی پھر شہر کے فقراء و صاحب حرفت یا صاحب قریہ۔ اور صاحب ظہیریہ و برجندی نے فرمایا ہے کہ پہلے اقرباء غرباء کی مال زکوٰۃ و صدقہ سے حاجتیں پوری کرنی چاہئیں۔ بعد اس کے غیروں کو دیں ورنہ یہ صدقہ قبول نہ ہوگا۔ (ہکذا فی بحر صفحہ ۲۵۶) قال الشیخ الامام ابو حفص الکبیر البخاری لاتقبل صدقتہ الرجل و قرابتہ محاویج حتی یبدئابھم فلیسد حاجتھم ثم اعطی فی قرابتہ ان احب انتھی

فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے کہ اپنی عورت کی اولاد کو نیز صدقہ فطر و زکوٰۃ دینا شرعاً جائز و درست ہے اور علاوہ اس کے تفسیر رؤفی مجددی صفحہ ۲۲۳ و بحر مواج میں بایں طور لکھا ہے کہ منقول صحاح میں ہے کہ ثواب صدقہ کا پانچ قسم پر ہے ایک یہ ہے کہ ایک کے عوض دس پائے گا' وہ صدقہ صحیح الجسم کو دینا ہے دوسرا یہ ہے کہ ایک کے عوض نوے پائے گا' وہ اندھے اور اپاہج کو دینا ہے تیسری قسم یہ ہے کہ ایک کے عوض نو سو پائے گا' وہ ذی قرابت اور محتاجوں کو دینا ہے چوتھی قسم یہ ہے کہ ایک کے عوض لاکھ پائے گا' وہ

ماں باپ کو دینا ہے اور پانچویں قسم وہ ہے کہ ایک کے عوض نو لاکھ ثواب پائے گا وہ عالم فقیہ کو دینا ہے۔

سوال: عیدالاضحی و عید الفطر کا صدقہ کن لوگوں پر واجب ہے؟

جواب: جو شخص آزاد اور مسلمان حاجت ضروریہ سے زائد مال قدر نصاب رکھتا ہے اس پر صدقہ فطر واضحی واجب ہو گا اور مقدار نصاب ترپن (۵۳) تولہ ایک ماشہ اور ایک رتی ہے وہ مال نامی ہے یا غیر نامی سال پر گذرا ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے

صدقتة الفطر هی واجبة علی الحر المسلم مالک مقدار النصاب فاضلًا عن حوائجه الاصلية ولا يعتبر وصف النماء ويتعلق بهذا النصاب وجوب الاضحيته الخ

اور حدیث میں ہے قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فرض زكوة الفطر بطهر الصيام من اللغو والرفث وطعمته بالمساكين (رواه ابو داؤد)

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ امر بها ان تؤدى قبل خروج الناس الى الصلوٰة (متفق علیہ) پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ صدقہ فطر واجب ہے جو صاحب نصاب اور طاقت رکھتا ہو اور صدقہ فطر پہلے عیدگاہ کی طرف جانے سے پہلے ادا کرنا چاہئے فقط والعلم عند اللہ۔

سوال: صدقہ فطر کس قدر اور کس کس کی طرف سے ادا کرنا واجب ہے؟

جواب: صدقہ فطر واجب ہے ہر مرد و عورت پر نصف صاع گندم اور انگوروں سے اور ایک صاع جو اور اس کا آٹا و کھجوروں کا ایک صاع دینا چاہئے۔ چنانچہ ذیل کے دلائل سے ثابت ہو گا۔

هٰذه الصدقة صاع من تمر او شعير اونصف صاع من قمح علىٰ كل حر او مملوک ذکر اوانثی صغير او كبير (رواہ ابو داؤد عن ابن عباس)

ترمذی شریف میں مسطور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مکہ شریف کی بستیوں میں بایں طور پر منادی کرائی۔

الا ان صدقته الفطر واجبته علی كل مسلم ذكر اوانثی حر او عبد صغير او كبير (رواہ الترمذی) یعنی فرمایا آپ ﷺ نے کہ صدقہ فطر واجب ہے اوپر ہر ایک مسلمان مرد ہو یا

عورت ہو یا غلام بڑا ہو یا چھوٹا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے انما یجب صدقة الفطر من اربعة اشیاءٍ من الحنطة والشعیر مثلها والخبز لا یجوز الا باعتبار القیمة واما الزبیب فقد ذکر فی الجامع الصغیر نصف صاع

پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ گندم و گندم کے آٹا اور انگور سے نصف صاع اور جو اور ان کے آٹا اور کھجوروں سے صرف ایک صاع صدقہ فطر دینا چاہئے اور ان اشیاء کے سوا کسی اور چیز سے فطر دینا جائز نہیں۔ ہاں اگر ان کی قیمت حساب لگا کر دے دی جائے تو جائز ہو گا چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں مسطور ہے اور صاع شرعاً آٹھ رطل کا ہوتا ہے اور رطل بیس استار کا اور استار ساڑھے چار مثقال اور مثقال چار ماشہ کا ہوتا ہے۔

پس اس حساب کے مطابق صاع لاہوری تین سیر چند چھٹانک کا بنتا ہے اور سیر ۸۰ تولہ کا ہوتا ہے اور جس صاحب نے گندم یعنی گھوں دینی ہو تو ایک سیر گیارہ چھٹانک سے ہر ایک کی طرف سے صدقہ فطر کرے اس سے کم صدقہ فطر ادا کرنا جائز نہ ہو گا اور صدقہ اپنی ذات اور جس کا ولی بنا ہو اور اپنی اولاد صغیر فقیر اور اولاد دیوانہ مدہوش کی طرف سے ادا کرنا اس صورت سے اس پر واجب ہو گا اگرچہ وہ اولاد بڑی کیوں نہ ہو ویجب عن نفسه وطفله الفقیر المعتوه او المجنون بمنزله الفقیر سواء کان المجنون اصلیا او عارضیا (ہکذا فی فتاوی ہندیہ) اور والد پر اولاد چھوٹی لڑکی کا جو نکاح کر کے خاوند کے ساتھ روانہ کر دی گئی ہو واجب نہ ہو گا۔

اور ایسا ہی اپنی بیوی اور اپنی بڑی اولاد کا فطرانہ دینا واجب نہ ہو گا اگر دے دے تو بالاتفاق ان کی طرف سے ادا ہو جائے گا اگر وہ کہیں یا نہ کہیں اور بہتر ہے کہ وہ خود ادا کریں اور ماں باپ بہن بھائی وغیرہ رشتہ داروں سے واجب نہیں اگر وہ کہیں کہ ہماری طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کر دیں تو ان کی اجازت سے جائز ہو گا ورنہ ہرگز جائز نہ ہو گا (نقل از فتاویٰ عالمگیر) فقط

مسئلہ متعلقہ صدقہ فطر

صدقہ فطر صرف ایک فقیر کو دیا جائے ایک فطرانہ دو تین آدمیوں کو دینا جائز نہیں ہاں اگر بہت آدمی

مل کر ایک فقیر کو سب صدقہ فطر دے دیں تو جائز ہے دیکھو فتاویٰ عالمگیر اور جو عورت شکم میں بچہ رکھتی ہو اس کا فطرانہ واجب نہیں ہاں اگر صبح صادق کے بعد جنے تو اس کا فطرانہ واجب ہو گا اور فطرانہ صبح صادق سے واجب ہوتا ہے نہ قبل اس کے۔ اگر کسی شخص نے کسی سبب سے فطر پہلے یوم فطر ادا کر دیا تو جائز ہو گا فقط

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی بھیڑیا چھترا چھ ماہ کی جائز ہے یا نہیں؟ (محمد شفیع از بوریوالہ)

جواب: دنبہ چکی والا چھ ماہ کی قربانی جائز اور بھیڑ و بکری و چھترا دم دار کی قربانی چھ ماہ کی ناجائز۔ چنانچہ ذیل کے دلائل سے ظاہر ہوتا ہے لا تذبحوا الا مسنة الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعة من الضان (رواہ مسلم) قال الامام النووی فی شرحہ فیہ تصریح بانہ لایجوز جذع من غیر الضان فی حال من الاحوال و ہذا مجمع علیہ علی ما نقلہ القاضی عیاض (جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۵۵) اور اس کے تحت صاحب دارالافتاء علمائے ہند لاہور نعمانیہ سوال نمبر ۶۵۶ ۱۳۴۴ھ بابت رسالہ ذیقعد و ذوالحجہ ارقام فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ضان جو ایک نوع ہے اس سے جذعہ جس کی عمر چھ ماہ ہوتی ہے اور بعض کے نزدیک سات ماہ ہوتی ہے قربانی کرنا جائز ہے اور کسی نوع سے چھ ماہ کا بچہ جس کو جذعہ کہتے ہیں قربانی کرنا جائز نہیں ہے۔

دوسری طرف ایک حدیث میں فرماتے ہیں جب ایک آدمی سوال کرتا ہے عن جذعته من المعز فقال ضع لها ولا تصلح بعدک قال النووی فیہ ان جذعته المعز لاتجزی فی الاضحیته (ہذا متفق علیہ صفحہ ۱۵۴ جلد ۲) لیکن یہ معلوم کرنے سے مسئلہ حل ہو جاتا ہے کہ ضان کس کس کو کہتے ہیں۔

قال فی الدر المختار وصح الجذع من الضان قال فی ردالمحتار قوله من الضان هو ماله الیتة منع و قیدبه لا نه لایجوز جزع من المعز وغیره وهذا بلا خلاف کمافی المبسوط (قہستانی صفحہ ۲۰۴ جلد ۵) وقال فی شرح الوقایته (م)

وصح الجذع من الضان (ش) الجذع شاة لهاستة اشهر والضان ماتكون له الية (جلد ۲ کتاب اضحیٰ)

روایت شامی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ضان وہ قسم ہے جس کے لئے چکی ہو معلوم ہوا غیر چکی دار چھترا، بھیڑ، بکری یا بکرا چھ ماہ کا قربانی کرنا ناجائز ہے اس لئے یہ ضان نہیں ہو سکے کیونکہ بنابر تحقیق شامی ضان وہ ہے جس کی چکی ہو اور ان کی چکی نہیں پس بہرنوع غیر چکی والا چھ ماہ کا قربانی کرنا بروئے حدیث ناجائز ہو گا اور فقیر کہتا ہے کہ اگر وہ دنبہ جس کی عمر ۶ ماہ کی ہو اور اس کو سال بھر کے دنبوں اور بھیڑوں میں کھڑا کیا جائے اور دور سے دیکھنے والے کو ان کے برابر قد و قامت میں نظر آئے تو بلاشبہ وہ دنبہ بھی جائز ہو گا چنانچہ درمختار میں مسطور ہے اور غایتہ الاوطار میں لکھا ہے کہ ضان سے مراد وہ دنبہ ہے جس کی الیہ ہو یعنی چکی ہو۔ فقط والعلم عنداللہ۔

سوال: قربانی کے جانور کس قسم کے ہونے چاہئیں؟

جواب: گائے نر یا مادہ عمر دو سال بھینس دو سال اونٹ پانچ سال بکری، بھیڑ، چھترا ایک سال، دنبہ فربہ چکی دار چھ ماہ اور ان سے کم عمر کا کوئی جانور جائز نہ ہو گا۔ اور شرعاً بھینس گائے کی جنس سے ہے اور ایسا ہی بکری بھیڑ کی جنس سے ہے اور جنگلی جانور کی قربانی جائز نہیں ہاں اگر وحشی اہلی سے ملا۔ تو اعتبار ان کی ماں کا ہو گا اور اسی پر فتویٰ دیا جائے گا اور ان مسائل پر یہ عبارتیں شاہد ہیں۔

واما جنسه فهو ان يكون من الاجتناس الثلثة الغنم والا بل والبقر و يدخل فی كل جنس نوعه والذكر الانثیٰ منه والخصی والفحل لا طلاق اسم الجنس علی زلک المعز نوع من الغنم والجاموس نوع من البقر (نقل از فتاویٰ عالمگیر جلد ۴ صفحہ ۱۰۳) وصح المثنی فصاعداً من الثلاثة الثنی هو ابن خمس من الابل و حولين من البقر والجاموس وحول من الشاة ولمعز [1] (نقل از درمختار

حاشیہ

[1] یعنی ثنی اونٹ سے پانچ سال کا ہوتا ہے اور گائے بیل اور بھینس سے دو سال کا ہوتا ہے اور بھیڑ بکری سے

وغایتہ الاوطار جلد ۴ صفحہ ۱۸۶) اور قربانی جائز ہے سینگ دار جانور کی اور سینگ ٹوٹے ہوئے کی اور نہیں جائز وہ جانور جس کا سینگ ہڈی تک ٹوٹا ہوا ہو۔ اور جائز ہے قربانی خصی جانور اور کھانسی والے اور جس کو دودھ نہ آتا ہو (نقل از عالمگیر) اور جائز ہے قربانی دیوانے جانور کی جو چارہ چل پھر کر کھا سکتا ہو اور جو ایسا نہ ہو اس کی جائز نہیں۔ (نقل از درمختار) اور خارش والے جانور کی قربانی جائز نہ ہو گی چنانچہ درمختار میں ہے۔

درمختار میں ہے کہ اندھے اور کانے اور نہایت دبلے جانور کی قربانی جائز نہ ہو گی۔ جن کی ہڈیوں میں رس نہ ہو اور ایسا ہی لنگڑے جانور کی قربانی نہیں ہوگی جو کہ اپنے چوتھے پاؤں پر چل کر قربانی کی جگہ تک خود بخود نہ پہنچ سکے۔ اور نہیں جائز وہ جانور جس کے دو کان کاٹے ہوئے ہوں یا ایک تمام کاٹا ہوا ہو یا جس کے بالکل کان نہ ہوں اور جائز ہے وہ جانور جس کے دونوں پیدائش میں ہی چھوٹے ہوں (نقل از فتاوی عالمگیر) اگر کسی جانور کا تیسرے حصے سے کوئی اعضا کاٹا ہوا ہو گا تو جائز نہ ہو گا اگر ثلث سے کم یا برابر کاٹا ہوا ہو گا تو جائز ہو گا ایسا ہی اگر نظر میں کمزوری تو حساب کر کے اسی پر قیاس کر لیں (نقل از فتاوی عالمگیرو درمختار) اور نہیں جائز وہ جانور جس کے دانت نہ ہوں اگر اکثر دانت ہوں تو اس کی قربانی جائز ہے (نقل از درمختار)

فتاویٰ عالمگیر میں ہے کہ اگر اپنے دانتوں سے خود چل پھر کر چارہ کھا سکتا ہو تو جائز ورنہ نہیں اور جس جانور کا ناک کاٹا ہوا ہو تو اس کی قربانی بھی ناجائز ہو گی (فتاوی عالمگیر) قربانی جائز ہے بھینگے جانور کی اور انہیں جائز جس کے تھنوں کی نوکیں کاٹی گئی ہوں یا کسی بیماری کی وجہ سے شیر خشک ہو گیا ہو اور ایسا ہی نہیں جائز وہ جانور جس کی پیدائش میں ہی زبان نہ ہو یا تیسرے حصہ سے زائد کاٹی ہوئی ہو (دیکھو فتاوی عالمگیر) اور اگر بکری یا بھیڑ کا ایک تھن پیدائش میں ہی نہ ہو یا ایک تھن ثلث سے زائد کاٹا ہو تو اس کی قربانی جائز نہ ہو گی اگر اونٹ یا گائے کا ایک تھن پیدائش میں ہی نہ ہو یا کاٹا ہوا ہو تو قربانی جائز ہو گی۔ فتاویٰ عالمگیری اور درمختار میں ہے اگر کسی شخص نے تندرست قربانی خرید کی اور قربانی کرنے سے پہلے ہی یہ نقص جانور

حاشیہ

ایک سال کا قادری

میں ظاہر ہو گئے تو جو صاحب دولت مند یعنی غنی ہے تو اور بے عیب جانور خرید کر قربانی دے اور جو طاقت نہیں رکھتا تو اس کے لئے یہی کافی ہو گی اور مستحب ہے کہ قربانی موٹی تازہ عمدہ اعلیٰ بے عیب ہو فقط

مسائل متعلق قربانی

چھری تیز ہونی چاہئے اور ذبح خود کرے تو بہتر ورنہ بوقت قربانی کے پاس کھڑا رہے۔ اور گوشت تین حصہ پر کرے۔ ایک حصہ اپنے لئے اور ایک حصہ اقرباء کے لئے اور ایک حصہ مسکینوں اور درویشوں' فقیرون کے لئے اگر خود تنگ دست ہو اور عیال دار ہو تو ساری قربانی کا گوشت رکھ سکتا ہے قربانی کے بالوں اور رسی و دودھ کو صدقہ کرنا بہتر ہے اگر خود استعمال میں لائے تو حرج نہیں اور قربانی کا چمڑا صدقہ کردے تو بہتر اگر اپنے گھر میں استعمال کرے تو بھی جائز اور قربانی کا گوشت خود فروخت نہ کرے اور قربانی کا چمڑا فروخت کر کے اس کی قیمت اپنے استعمال میں نہ لائے صدقہ کر دے اگر جانور قربانی قبل از ذبح کوئی چیز جنے تو اس کو زندہ ہی صدقہ کر دیا جائے تو بہتر ہے اگر اس کا بھی ذبح کر دیا جائے تو جائز ہے (دیکھو درمختار و عالمگیر) اور مستحب ہے کہ جو شخص قربانی دے وہ پہلے عشرہ میں اپنے بالوں اور ناخنوں کو نہ کٹائے اس پر حدیثیں شاہد ہیں فقط

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر گائے یا بکری وغیرہ جانور ذبح کیا جائے اور ذبح کرتے وقت وہ جانور متحرک نہ ہو لیکن اس سے خون بہت نکلے یا بہت تھوڑا اور متحرک ہو جائے تو ان ہر دو صورت میں اس کا گوشت کھنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ (السائل غلام قادر سروری چک ۴۰۸)

جواب: بے شک صورت ہذا میں ایسے جانور کا گوشت کھانا نزدیک امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے جائز اور درست نہیں ہے چنانچہ ذیل کی عبارتیں اس پر شاہد بھی ہیں۔ وھوہذا

وان ذبح شاة او بقرة فیخرج منها دم ولم تتحرک و خروجه مثل مایخرج من الحی اکلت عندابی حنیفة وبه ناخذ (نقل از فتاویٰ عالمگیری جلد ۵ صفحہ

نمبر ۹۵) ۱؎

فتاویٰ جامع صفحہ ۳۹۳ میں بایں طور پر تحریر ہے وان تحرکت ولم یخرج منها الدم او خرج الدم ولم تتحرک وخروجه مثل الحی اکلت عند ابی حنیفة ونه ناخذ نقل از جوہرہ ولو ذبح شاة فتحرکت او خرج الدم من غیر تحرک اکلت لان التحرک و خروج الدم لا یکون الا عن الحی لان المیت لا یتحرک ولا یخرج منه الدم الخ ۲؎

پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ اگر جانور سے بوقت ذبح دم مسفوح جاری ہو جائے یا کثرت سے خون نکلے یا وہ جانور متحرک ہو جائے تو اس کا کھانا شرعاً نزدیک امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے جائز ہے۔ اور صاحبین نے بھی اسی کو تسلیم کیا ہے۔ اور فتاویٰ جواہر و عالمگیر میں ہے کہ اگر وقت ذبح جانور کی حیاتی کا پتہ نہ لگے اور نہ وہ آنکھوں کو بند کرے اور نہ وہ پاؤں کو ضم کریں اور نہ ہی اس سے دم مسفوح جاری ہو اور نہ ہلے تو اس کا گوشت کھانا شرعاً مسلمانوں کے لئے حلال نہیں۔

ولو ذبح شاة او بقرة مریضته لا یعلم حیوتها او مجروحته فلم یتحرک ولم یخرج منها دم مسفوح ولم تضم فاها ولم تغمض عیناها ولم تقبض رجلاها ولم یقم شعرها لم یؤکل (نقل فتاویٰ جامع الفوئد صفحہ نمبر ۳۹۲ فتاویٰ عالمگیر جلد چہارم) فقط والعلم عند اللہ

مسائل متعلق ذبح

ذابح کو لازم ہے کہ چھری تیز سے ذبح کرے اور روبرو ایک دوسرے جانور کے جانور کو ذبح نہ کرے

حاشیہ

۱؎ فتاوی عالمگیری مصری ج ۵ ص ۲۸۶

۲؎ عالمگیری میں ہے کہ دو چیزوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے یا تو جانور حرکت کرے اور یا خون بہے اگر ان

میں سے کوئی چیز بھی نہیں پائی گئی تو حلال نہ ہوگا اور اسی طرح بدائع میں ہے (عالمگیری مصری ج ۵ ص ۲۸۶)

اور قبل از ذبح جانور کو چھری نہ دکھائے کیونکہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جانوروں پر احسان کیا کرو اور ذبح اختیاری میں اس کا منہ قبلے کی طرف کیا جائے مسئلہ مرتد و مجوسی و بت پرست و ستارہ پرست و کافر کی ہرگز ذبح جائز نہیں۔ (نقل از فتاویٰ عالمگیری و جامع و ہدایہ)۔

صاحب فتاویٰ جامع الفوائد نے لکھا ہے کہ مذبوحہ عاق الوالدین اور عاق استاذ کی بھی ناجائز ہے اور فقیر کی تحقیق میں ذبح مرزائی و شیعہ و سیہ و فرقہ وہابیہ نجدیہ اسمعلیہ جن کی نوبت کفر تک پہنچ گئی ہو' ان کی بھی جائز نہیں۔ کیونکہ شرط ذابح مسلمان ہونا شارع علیہ السلام نے مقرر فرمائی ہے اور ان لوگوں کے کفر پر تمام علمائے عظام رحمتہ اللہ علیہ و عجم کے فتاویٰ لگے ہوئے ہیں۔ چنانچہ علامہ فاضل فہامہ حضرت شیخ احمد کاشمیری کتاب النجوم الشہابیہ صفحہ نمبر۱۱ میں بایں طور فتوی تحریر فرماتے ہیں ؎

که بلاشک آں خیشاں کافران مطلق اند
که مہین انبیاء و کفر اہل حقند

اور صاحب شامی نے ان کو باغی کر لکھا ہے اور صاحب عالمگیر نے لکھا ہے کہ جو امام صاحب کے قیاس کا منکر ہے وہ کافر ہے فقط۔

مسئلہ: اگر عورت صاحب حیض و نفاس وجنبی آدمی اور لڑکا نابالغ یا بے ختنہ کسی جانور کو ذبح کریں تو جائز ہو گا۔ (ہکذا فی کتب الفقہ)

مسئلہ: محل ذبح لبہ و لحیین کے بیچ میں ہے اور ذبح فوق العقد بہتر نہیں اور اس میں بہت بہت اختلاف ہے اور اس لئے فقیر کی تحقیق میں ہے کہ فوق العقدہ ذبح نہ کیا جائے۔ اگر کسی وجہ سے اور تقدیر سے ایسا ہو جائے تو اس کو حرام قرار نہ دیا جائے۔ چنانچہ اس مسئلہ پر بحث سلطان الفقہ میں ہو چکی ہے۔

مسئلہ: بوقت ذبح چار رگیں کاٹی جائیں اگر تین ہی کاٹی جائیں تو بھی جانور حلال ہو جائے گا اگر دو کاٹی گئیں تو باتفاق ائمہ دین وہ ذبیحہ ناجائز ہو گا۔ (ہکذا فی کتب الفقہ)

مسئلہ: گونگے کی ذبح شرعاً جائز ہے۔ ویحل ذبیحۃ مسلم و کتابی ذمی او حربی

ولو امرءة او صبیا او مجنونا یعقلان اوکان الذابح اخرس (نقل از مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر و درمختار و عبدالحی و جامع وغیرہ)

مسئلہ : ذبیحہ مشرک کتابی کا حرام ہے اس کو نہ کھانا چاہئے۔

مسئلہ : اگر جانور ذبح کیا جائے اور اس سے بچہ زندہ پیدا ہو۔ تو اس کو ذبح کر کے کھایا جائے ورنہ اس کا کھانا حرام نزدیک امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے ہو گا۔ چنانچہ اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے ان الجنین مفرد بحکمہ لم یتزک بزکوۃ امہ

مسئلہ : محل ذبح بین اللبتہ واللحیین کے ہے چنانچہ عالمگیری میں ہے ومحلہ مابین اللبتہ واللحیین اور حدیث شریف میں ہے الا ان الذکاۃ فی الحق (نقل از التقویم فی الحدیث النبی الکریم) یعنی خبردار محل ذبح حلق میں ہے۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ محل ذبح تمام حلق ہے چاہے کوئی شخص اس کے نیچے یا اوپر کے حصہ میں ذبح کرے یا درمیان میں تو وہ ذبیحہ حلال ہو گی۔ لاباس بالذبح فی الحلق کلہ اسفلہ و اوسطہ واعلاہ (نقل از جامع الصغیر باب الذبح) اور حلق کہتے ہیں جہاں سے سانس کی آمدورفت ہو۔

مسئلہ : علامہ مستغنی اور اس کے پیرو سب کے سب اگر گھنڈی یعنی عقدہ پر جانور ذبح ہو جائے تو اس کو حلال کہتے ہیں۔ اور اس کے گوشت کو کھانا حلال جائز ہیں اور جو علامہ زیلعی کے مبتعین ہیں وہ اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور علامہ طحطاوی اور طحاوی و زیلعی نے اس کے برخلاف لکھا ہے اور تحقیق خادم شریعت کی بھی اسی پر ہے ہاں اگر سہواً یا تقدیراً اوپر سے ذبح ہو جائے تو اس جانور کے گوشت کو قطعاً حرام سمجھ کر نہ پھینک دیا جائے اور اگر اس صورت میں علامہ مستغنی علیہ الرحمتہ اور ان کے مبتعین کے فتوی پر عمل کر لیا جائے تو کچھ حرج نہیں ہو گا اور مفصل دلائل علامہ مستغنی علیہ الرحمتہ کے سلطان الفقہ میں ملاحظہ کریں۔

مسئلہ : مری کھانے پینے کا رستہ رکھتی ہے اور نرخرا سانس کی آمدورفت کا راستہ رکھتا ہے اور دو جان یعنی دو شاہ رگ دائیں بائیں حلقوم و مری کے خون کا راستہ رکھتی ہے اور ان کی شاخیں ہر دو کانوں سے

چل کر سر تک پہنچتی ہیں فقط

مسئلہ : ومن شرائطه ان یکون مسلمًا او کتابیا ولا توکل ذبیحة اهل الشرک والمرتد (عالمگیر)

مسئلہ : اگر صرف اسم اللہ کے نام سے جانور ذبح کیا جائے تو جانور حلال ہو جائے گا۔ لقوله تعالی فکلوا مما ذکر اسم الله علیه

مسئلہ : اگر دیدہ دانستہ ذابح نے بوقت ذبح کرنے کے بسم اللہ شریف کو ترک کر دیا تو جانور حرام ہو گا۔

مسئلہ : بوقت ذبح صرف اسم اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا جائے اگر وقت ذبح غیر کا نام لے گا یا اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ کسی اور کا نام ملا کر لے گا تو جانور حرام ہو گا۔ (عالمگیر)

مسئلہ : ہر ایک جانور کے لیے الگ الگ بسم اللہ پڑھنی چاہئے

مسئلہ : اگر کسی نے بسم اللہ پڑھ کر چھری چلائی اور پھر دیر کی اور پھر ذبح کرنے کو اسی بسم اللہ سے شروع ہوا تو ذبیحہ حلال نہ ہو گا۔

مسئلہ : اگر بسم اللہ سے ذبح بکری شروع کی اور وہ بکری زور سے کھڑی ہو گئی۔ تو پہلی بسم اللہ منقطع ہو جائے گی۔ دوبارہ پڑھنی پڑے گی۔ (عالمگیر)

مسئلہ : اگر ذابح نے بکری ذبح کی اور اس کی زندگی کا پتہ نہ چلا اور نہ اس نے حرکت کی اور نہ اس سے خون چلا اور نہ ہی اس نے اپنا منہ کھولا تو ایسے جانور کا اس صورت میں حلال ہونا ثابت نہ ہو گا۔ ہاں اگر منہ بند کر کیا تو حلال ہو گا۔ اور اگر اس نے آنکھ کھول دی تو اس کا کھانا حلال ہو گا اگر اس نے پاؤں پھیلایا تو حرام ہو گا اگر اس نے پاؤں کھینچ لئے تو حلال ہو گا اگر اس کے بال گر پڑے تو حرام ہو گا اگر کھڑے ہو تو اس کا کھانا حلال ہو گا منہ اور آنکھ کا کھولنا اور پاؤں پھیلانا اور بالوں کا گر جانا علامت موت کی ہوتی ہے منہ اور آنکھوں کا بند کرنا اور پاؤں کا اکٹھا کرنا اور بالوں کا کھڑا ہونا نشان حیاتی جانور کی ہے۔ اور ان کا اعتبار اس وقت ہو گا جب اس کی زندگی کا پتہ نہ چلے (نقل از درمختار)

مسئلہ: اور ذبح نابالغ اور مجنون کی اس وقت جائز نہ ہو گی جب ان کو عقل ذبح اور بسم اللہ پڑھنے کی خبر نہ ہو۔

مسئلہ: ذبح خنثیٰ و مخنث کی جائز ہے الخنثی والمخنث یجوز ذبحھما (عالمگیری)

مسئلہ: چھری و چاقو و تلوار و کلہاڑی وغیرہ اشیاء جو لوہے کی بنی ہوئی ہوں یا تیز دھار ہوں جائز ہوں گی اور ناخن اور دانتوں سے ذبح جائز نہ ہو گی (عالمگیر)

مسئلہ: اگر بسبب تیزی چھری وغیرہ کے سر ذبیحہ کا الگ ہو گیا اور رگیں کاٹی گئیں اور چھری حرام مغز تک پہنچ گئی تو اس کا کھانا بکراہت جائز ہو گا۔

مسئلہ: گردن کی طرف سے ذبح کرنا بلا عذر مکروہ اور خلاف سنت ہے۔

مسئلہ: اگر بلی، مرغی کا سر جدا کر لے اور وہ حرکت کر رہی ہو تو اس کو ذبح کر کے کھانا شرعاً حلال نہیں سنور قطع راس دجاجتہ فانہ لا یحل بالذبح وان کان بتحرک (فتاوی عالمگیر)[۱]

سوال: گوشت قربانی کس کس کو دینا چاہئے اور آج کل جو لوگ چوہڑے، چمار و ہنود کو دے دیتے ہیں کیا جائز ہے؟

جواب: گوشت قربانی کی عزت لازم ہے لہٰذا ہر مسلمان غنی فقیر و ذمی سب لے سکتے اور ان کو دینا جائز ہے ویھب منھا ماشاء للغنی والفقیر والمسلم والذمی اور ہمارے ملک میں ذمی نہیں ہے اور چوہڑے، چمار کفار ذمی نہیں کہلا سکتے اس لئے ان کو گوشت قربانی نہ دیا جائے ہاں اگر کسی اور صاحب نے بطور برادری یا للہ ہی عطیہ عطا کیا ہو تو اس گوشت قربانی سے ان کو دینا جائز ہے ورنہ ہرگز دینا جائز نہیں کیونکہ ان لوگوں پر اطلاق الفاظ فقراء و عاملین علیہا وغیرہ کا نہیں آ سکتا۔ اور نہ ہی ان کو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مصرف زکوٰۃ و صدقات و قربانی میں گنا ہے فقط والعلم عنداللہ

حاشیہ

[۱] مطبوعہ مصر ج ۵ ص ۲۸۷ قادری

سوال: اقامت میں دو دو بار الفاظ اذان کے کہنے کس حدیث سے ثابت ہیں؟ جواب دو اجر ملے گا
(مسکین غلام حیدر مسافر جہلمی)

جواب: ہمارے مذہب حقہ احناف کے نزدیک اس کے ثبوت میں یہ حدیثیں صحیح شاہد ہیں۔ عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلی قال اخبرنی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان عبداللہ بن زید الانصاری رئاے فی المنام الاذان فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ فقال علمہ بلالا فاذن مثنی مثنی واقام مثنی مثنی وقعد قعدة
(رواہ الطحاوی و اسنادہ صحیح صفحہ ۱۹۳ باب الاقامت و آثار سنن و شرح نقایہ ملا علی قاری)

ترجمہ: عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہا خبر دی مجھے اصحاب نبی ﷺ نے کہ تحقیق عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں دیکھا اذان کو پس حضور ﷺ کے حضور میں حاضر ہو کر خبر دی، پس فرمایا حضور ﷺ نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سکھلا دو۔ پس اذان دی بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر ایک کلمہ دو دو دفعہ اور تکبیر کہی دو دو دفعہ اور التحیات [1] پڑھا۔ روایت کیا اس کو طحاوی نے اور اسناد اس کی صحیح ہے

عن ابی العمیس قال سمعت عبداللہ ابن محمد عن زید الانصاری یحدث عن ابیہ عن جدہ اری الاذان مثنیٰ مثنیٰ والا قامتہ مثنیٰ مثنیٰ الحدیث رواہ البیہقی واثار السنن و عن الشعبی عن عباد اللہ بن زید الانصاری قال سمعت اذان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکان اذانہ واقامتہ مثنیٰ مثنیٰ رواہ ابو عوانہ فی صحیحہ و آثار سنن و قدروی عن بلال انہ کان بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوذن مثنیٰ مثنیٰ ویقیم مثنیٰ مثنیٰ (نقل از طحاوی)

پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ اذان و اقامت حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آپ کے زمانہ طیبہ

حاشیہ

[1] قعد قعدہ کا معنی "التحیات" پڑھنا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ کرنے کے لئے کچھ دیر بیٹھے تاکہ امت کو تعلیم ہو جائے کہ اذان کے بعد فورا اقامت (تکبیر) نہ کہی جائے بلکہ وقفہ کیا جائے تاکہ نمازی جمع ہو جائیں اور جماعت لوگوں کو شامل ہونے کا موقع حاصل ہو جائے فقط قادری

اور پیچھے آپ کے بھی جفت جفت کلمات پر رہی اور یہی ثواب عظیم ہے اور کلمات اذان و اقامت کے جفت جفت کہنے پر آثار صحابہ و تبع تابعین شاہد ہیں اور یہی مذہب حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ و حضرت امام محمد و ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کا اور ان دلائل سے انکار کرنا محض جہالت ہے والعلم عند اللہ تعالیٰ

مسئلہ : بے وضو اذان دینا مکروہ ہے ایسا کرنا اچھا نہیں اگر کسی نے بے وضو اذان دے دی تو جائز ہو گی۔ لیکن اس کے سبب سے وباء نازل ہو گی۔

اذان کے وقت اگر کوئی قرآن مجید پڑھ رہا ہو تو پڑھنے سے رک جائے (نقل از شرح نقایہ) مست اور دیوانہ اور مدہوش و عورت کو اذان دینا درست نہیں اور الفاظ اذان کے باآواز بلند ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے چاہئیں اور تکبیر اقامت میں جلدی کہنے چاہئیں اور جو شخص اذان کہے وہی تکبیر اقامت کہے۔

ہاں اگر اس کی اجازت و رضامندی سے کوئی اور شخص کہہ دے تو جائز ہو گا اور اجابت اذان لفظ بلفظ مؤذن کے کہنے چاہئیں' ہاں جب موذن حی علی الصلٰوۃ حی علی الفلاح کہے تو اس وقت لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھنا چاہئے اور جب الصلٰوۃ خیر من النوم کا کلمہ سنے تو دعا صدقت وبررت اور اذان کے وقت سلام کا جواب نہ دینا چاہئے اور جب اذان ختم ہو جائے تو دعا الھم رب ھذہ الدعوات التامات کو پڑھے۔ ا۔

حاشیہ

ا۔ طحطاوی و جامع الرموز و فتاوئ شامیہ میں ہے کہ مستحب ہے پہلی بار "اشھد ان محمد رسول اللہ" کے وقت "صلی اللہ علیک یارسول اللہ" کہنا پھر دوسری بار "اشھد ان محمد رسول اللہ" کے وقت دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر انہیں اپنی دونوں آنکھوں پر پھیرتے ہوئے کہنا چاہئے "اللھم متعنی بالسمع والبصر" ایک روایت میں ہے یوں کہے "قرۃ عینی بک یارسول اللہ' اللھم متعنی بالسمع والبصر" (ترجمہ) اے اللہ کے رسول آپ سے میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اے اللہ مجھے کانوں اور آنکھوں سے فائدہ پہنچا" تو ایسا کہنے اور عمل کرنے والے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن صفوں سے نکال کر اسے جنت میں لے جائیں گے اور اللہ اس کی سننے اور دیکھنے کی قوت کو ہمیشہ قائم رکھے گا اور اس کی آنکھیں نہیں دکھا کریں گی (طحطاوی ص ۱۳۷ جامع الرموز ج ا ص ۱۲۵ و فتاوی شامیہ ج ا ص ۳۹۸)

اذان کا مسجد کے باہر دینا مسنون ہے اور بہتر ہے کہ میناروں میں دی جائے جہاں کہیں وہ مقرر ہیں اگر یہ نہیں تو جس طرف مسلمانوں کی آبادی دور یا زیادہ مسجد سے ہو اسی طرف اذان دینی چاہئے۔ مسجد کی دائیں طرف ہو یا بائیں لا یوذن فی المسجد فتاویٰ ہندیہ اور جامع الرموز نے اس کو مکروہ لکھا ہے۔

اذان میں نبی ﷺ کے نام پر ہر دو ناخنوں کے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھنے سے مستحب ہیں۔ (ہکذا فی جامع الرموز و ردالمختار وغیرہ) البتہ نماز و خطبہ میں یہ فعل کرنا درست نہیں ان کے سوا ہر جگہ ایسا کرنا جائز ہے اور مؤذن فاسق مقرر کرنا سخت منع ہے کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ امام تمہارا اور تمہاری نمازوں کا ضامن ہے اور موذن امین ہے الامام ضامن والموذن مؤتمن اور پانچ وقتوں میں اذان دینا سنت قریب واجب ہے اس کی ترک پر سخت وعید ہے اور جنگل و مکانوں میں اذان دے کر نماز پڑھنا جائز ہے اور محلہ والوں کو مسجد محلہ کی اذان کافی ہے صرف تکبیر کہہ کے جماعت کرالیں تو جائز ہو گی۔

مسئلہ: اعرابی و فاسق و جنبی و نابینا کو اذان دینا مکروہ ہے اعادہ کیا جائے (نقل از خزانۃ المفتین)۔

مسئلہ: تثویب قبل از نماز بعد از اذان کہنی سنت ہے یعنی لوگوں کو آگاہ کرنا بایں الفاظ الصلوۃ جامعۃ الصلوۃ جامعۃ اور اس کا مفصل ذکر بادلائل سلطان الفقہ میں مسطور ہے اور وہابی و دیوبندی اس کے منکر ہیں۔ اے

مسئلہ: قبل از وقت اذان نماز کے لئے کہنی ہمارے مذہب میں ہرگز جائز نہیں۔ اگر کسی نے کہہ دی تو اس کو ادا کرنا چاہئے اور اذان فجر صبح صادق میں کہنی چاہئے ورنہ اعادہ کرنا پڑے گا۔ (ہکذا فی فتاوی

حاشیہ

نیز یہ حدیث مقاصد حسنہ امام سخاوی وصلوۃ مسعودی و کنزالعباد وفتاوی صوفیہ میں ہے۔ فقط قادری

اے ضروری نہیں کہ یہی الفاظ کہے جائیں بلکہ ان کی جگہ کوئی دوسرے الفاظ جو نمازیوں کو بتا دیئے جائیں مثلاً الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہ جب یہ سنیں تو سمجھ لیں جماعت کھڑی ہونے والی ہے فوراً آ جائیں چنانچہ ھدایہ میں ہے "علی حسب ماتعارفوہ" (ج ا ص ۸۴) کہ کوئی بھی کلمہ جماعت کھڑی ہونے کی نشانی کے طور پر مقرر کر سکتے ہیں اور درود شریف میں دو فائدے ہیں تثویب کا ثواب اور درود شریف کا ثواب یعنی دو ثواب جمع ہو گئے فقط قادری

عالمگیری)۔

مسئلہ : مؤذن کا مقیم ہونا افضل ہے جیسا کہ امام مقیم مسافر سے افضل ہوتا ہے۔

مسئلہ : اذان لڑکے نابالغ عاقل کی ظاہر الروایۃ میں صحیح اور درست ہے اور نابالغ لا یعقل کی ہرگز جائز نہیں۔ اس کا اعادہ کرنا چاہئے ا۔ واذان الصبی الذی لا یعقل لا یجوز و یعاد (ہکذا فی الکافی)

مسئلہ : اگر کوئی شخص اذان دینے کے بعد مرتد ہو جائے تو اس اذان کا اعادہ واجب نہیں۔ اگر اذان میں مرتد ہو جائے تو اس اذان کا اعادہ واجب نہیں اگر اذان میں مرتد ہو جائے یعنی شیعہ' غالیہ' سیہ یا مرزائی' عیسائی' یہودی ہو جائے تو اس اذان کا اعادہ کرنا بہتر ہے واذ ارتد فی الاذان فالا ولی ان یبتدئا غیرہ ولو ارتد المؤذن بعد الاذان لا یعاد (فتاوی عالمگیری صفحہ نمبر۴۱)

مسئلہ : اذان مسافر کی جائز بلا کراہت ہے۔

مسئلہ : فرضوں کو مسجد میں باجماعت بلا اذان و اقامت ادا کرنا مکروہ ہے ویکرہ اداء المکتوبات بالجماعتہ فی المسجد بغیر اذان و اقامتہ ہاں اگر اذان و اقامت ہو چکی ہو تو دوبارہ اذان و اقامت کہنا جائز نہ ہو گا ۲۔

استفتاء : کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کی خلافت کسی مسلمہ غوث ۳۔ کی طرف سے ہو ایسے صاحب مجاز بزرگ کی بیعت کر کے جو شخص پھر جائے اس کے

حاشیہ

ا۔ جو ناسمجھ ہو کہ اذان کا مقصد نہ جانتا ہو۔

۲۔ البتہ دوسری جماعت کراتے ہوئے اذان کی ضرورت نہیں ہاں تکبیر کہنا چاہیں تو کہہ سکتے ہیں مگر ایسی مسجد جو چوراہے یا سڑک کے کنارے پر ہے جہاں کوئی امام مقرر نہیں وہاں جو بھی جماعت کرائے اذان و اقامت دونوں کہہ سکتے ہیں (درمختار ج ا ص ۶۴)

۳۔ غوث سے مراد صحیح العقیدہ عالم دین ظاہر شریعت کا پابند ہے جو بیعت کرنے کا مجاز ہے جس کا سلسلہ بیعت نبی کریم ﷺ تک متصل ہے فقط قادری

اعمالِ حسنہ نماز، روزہ، حج وغیرہ از روئے شریعت عنداللہ مقبول ہیں یا مردود (بقلم پیر اشراقی شاہ مورخہ ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ)

جواب : بے شک در صورت مستفتی ایسے شخص کامل کی بیعت سے انکار کرنا یعنی مرتد ہونا محض جہالت اور اپنے اعمال کو نیست و نابود کرنا اور اپنے نفس پر ظلم کرتے ہوتے اپنے آپ کو جہنمی بنانا ہے چنانچہ قرآن مجید و فرقان حمید میں ارشاد باری تعالیٰ اس پر شاہد ہے ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ یداللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ اور حدیث شریف میں ہے کہ رہبر کامل اپنی قوم میں ایسا ہوتا ہے جیسے نبی اپنی امت میں ہوتا ہے اور نبی کی آواز کو بلند کرنے پر تمام اعمال ملیا میٹ ہو جاتا ہے ویسے ہی اپنے شیخ کی آواز سے بلند کرنے سے نیست و نابود ہو جایا کرتے ہیں الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ (نقل از ضیاء القلوب نمبر۴)

مسلم شریف میں ہے عن ابن عمر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من خلع یداً من طاعتہ لقی اللہ یوم القیمتہ ولا حجتہ لہ من مات ولیس فی عنقہ بیعتہ مات میتتہ جاھلیتہ (رواہ مسلم) ۱؎

کتاب جامع المتفرقات میں لکھا ہے ان السلف رضوان اللہ تعالیٰ علیھم کانوا لایصحبون مع من جلس فی مجلس العاق ولا یصلون خلفھم مخافتہ باقتدائہ قالو اومن فعل ذلک فھو مع العاق ۲؎

حاشیہ

۱؎ یعنی جو اس حالت میں مرا کہ اس نے راہبر و راہنما و امام شریعت و طریقت کی بیعت توڑ دی وہ اللہ سے یوں ملے گا کہ اس کے پاس فعل کا کوئی جواب نہ ہو گا اور جس کی گردن میں شریعت و طریقت کے راہبر کی بیعت کا پٹہ نہیں اس کی موت جاہلیت کی موت ہے لہٰذا بیعت ضروری ہے۔ اور مرشد قرآن و حدیث کا عالم اور اہلسنّت ہو اور ظاہر شریعت کا پابند ہو قادری سلسلہ سب سلسلوں سے افضل ہے قادری

۲؎ یعنی صحابہ و تابعین و اتباع تابعین اور ان کے بعد کے مسلمان ایسے شخص کے ساتھ بیٹھنا پسند نہ کرتے تھے جو اپنے دینی راہنما و امام شریعت و طریقت کا نافرمان ہوتا یا جو ماںباپ یا صحیح العقیدہ دینی استاذ کا نافرمان ہوتا اور فرماتے کہ

کتاب عجائب الاخبار و انتباہ میں لکھا ہے کہ کامل پیر کی بیعت سے مرتد ہو جانے والے کی توبہ قبول نہیں ہوتی تاوقتیکہ اپنے شیخ کامل کو راضی نہ کر لے اور فتاوی جامع الفوائد میں لکھا ہے ولا یجوز شهادة العاق ولا امامته و تسقط عدالته ولا يعتبر قوله ولا يعمل بفتواه لو كان مفتيا[۱]۔

تحفۃ الفقہاء میں ہے لا یحل ذبیته العاق ولا امامته لان العاق یصیر مرتدًا فی الحال و مثواه فی النار پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ ایسا شخص مرتد ہے اس کے ساتھ مسلمانوں کو مجالست و مشاربت موانست و مواکلت نہ کرنی چاہئے تاوقتیکہ اپنے پیر کامل و استاد کو راضی نہ کر لے فقط والعلم عنداللہ فمن کفر فان ربی غنی کریم جادم شریعت نظام الدین ملتانی حنفی سروری ۲۵ رمضان ۱۳۵۳ھ

سوال: اگر امام فاسق فاجر ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھی جائے تو جائز ہو گی یا نہیں؟

جواب: بیشک مقتدی کی نماز تو درست ہو جائے گی لیکن ثواب اتنا اس کو حاصل نہیں ہو گا کہ جس قدر کہ متقی کی اقتداء سے حاصل ہوتا ہے چنانچہ فتاوی عالمگیریں مسطور ہے لو صلی خلف مبتدع او فاسق فهو محرز ثواب الجماعته غير انه لا ينال مثل ماينال خلف تقى (كذا فى الخلاصته نقل از فقہ اکبر)

حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا نبی ﷺ نے کہ صلوا خلف كل بر و فاجر اور ابو داوٗد میں

حاشیہ

نافرمان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی اللہ کے نزدیک نافرمان لکھا جائے گا ہاں اگر بیٹھنے کا مقصد اسے نافرمانی سے باز آنے اور توبہ کرنے کی تلقین کرنا ہے تو حرج نہیں ہے۔

[۱] اس کی ذبیحہ حلال نہیں نہ امامت کیونکہ نافرمانی کو جائز سمجھنے والا مرتد ہو جاتا ہے خود اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے کہ قرآن و حدیث کے ماہر صحیح العقیدہ بزرگوں سے پوچھ پوچھ کر ان کی اتباع میں کرو لیکن یہ ارتداد ارتداد از اسلام نہیں کہ اس کا مرتکب واجب القتل ہو بلکہ اس کا مرتکب توبہ و رجوع نہ کرے تو لائق تعزیر و عذاب ہے۔

ہے الصلوۃ واجبتہ علیکم خلف کل مسلم براً کان فاجراً او ان عمل الکبائر والصلوۃ واجبتہ علی کل مسلم براً کان او فاخراً او ان عمل الکبائر (رواہ ابو داؤد و مشکوۃ) ہاں البتہ مستقل امامت کے لئے امام مقرر کرنا چاہئے فاسق فاجر کو امام بنانا شرعاً حرام ہے چنانچہ طحطاری و مراقی الفلاح میں مسطور ہے اما الفاسق العالم فلا یقدم لان فی یقدیمہ یعنی امامت کے لئے عالم فاسق کو مقدم نہ کیا جائے گا کیونکہ مقدم کرنے میں اس کی تعظیم واجب ہو گی حالانکہ شرعاً لوگوں پر واجب ہے اس کی حقارت کرنا۔ پس حاصل اس کا یہ ہے کہ مکروہ تحریمی ہے اس کا مقدم کرنا اور حدیث میں ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ بھید تمہارا یہ ہے کہ قبول کی جائے نماز تمہاری پس چاہئے کہ امامت کروائیں تمہیں بہتر تمہارے پس تحقیق وہ قاصد ہیں بیچ اس چیز کے کہ درمیان تمہارے رب کے ہے۔

حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں ان سرکم ان تقبل صلوٰتکم فلیؤتکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم و بین ربکم (رواہ حاکم و دار قطنی بالفاظ مختلفتہ) اور مشکوۃ شریف میں ہے کہ بنی علیہ الصلوۃ والسلام نے دیکھا ایک شخص کو کہ اس نے صرف آپ ﷺ کے سامنے قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا۔ تو آپ ﷺ نے فتویٰ دیا کہ اس کو نماز کے لئے امام نہ بناؤ اور اس کی اقتدا نہ کرو کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کو ایذا دیا ہے۔

اور تفسیروں میں لکھا ہے کہ ایک شخص ہمیشہ کے لئے نماز میں سورۃ عبس وتولیٰ پڑھتا تھا تو آپ نے اس کی اقتداء سے لوگوں کو روک دیا۔ پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ مبتدع اور فاسق فاجر اور بے ادب کی اقتداء نہ کی جائے۔ فقد والعلم عنداللہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فاسق فاجر کے پیچھے تو نماز مکروہ تحریمی ہوئی لیکن وہابی کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ جواب دو اجر ملے گا (السائل خاکسار مرزا ظہور الدین خاں از وزیر آباد)

جواب: بیشک فرقہ غیر مقلدین وہابیہ بجدیہ' طاغیہ' اسماعلیہ اور دیوبندیہ کے پیچھے نماز ادا کرنا شرعاً ناجائز و نادرست ہے کیونکہ اکثر مسائل و عقائد ان کے خلاف مذہب سنت والجماعت کے ہیں۔ بعض کی تو نوبت

کفر تک ہے اور بعض فسق و بدعت پر دال ہیں۔ جن کے مسائل و عقائد کی مختصر فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے خود ناظرین ملاحظہ فرما کر انصاف کی داد دیں اور اپنی نماز کو ان کے پیچھے پڑھ کر ضائع نہ کریں وھوہذا

(۱) خداوند کریم جھوٹ بولنے پر قادر ہے (کتاب صیانۃ الایمان صفحہ ۵ مطبوعہ مراد آباد تصنیف شہود الحق شاگرد مولوی نذیر حسین دہلوی و براہین قاطعہ و فتاوی رشیدیہ)

(۲) انبیاء علیہم السلام احکام دین کے پہنچانے میں بھول جایا کرتے تھے (کتاب رد تقلید الکتاب المجید تصنیف مولوی صدیق حسن خاں صفحہ ۱۲ مطبوعہ فاروقی)

(۳) نبی علیہ الصلوۃ والسلام خاتم النبیین نہیں چونکہ اس پر الف لام عہد خارجی ہے (کتاب نصرالمؤمنین صفحہ ۱۶۰۲ مصنفہ اخوند صدیق پشاوری شاگرد نذیر حسین)

(۴) اجماع کل امت جس کی سند معلوم نہ ہو حجت شرعی نہیں (کتاب معیارالحق صفحہ ۱۳۱ و کتاب اعتصام السنہ صفحہ ۲۴)

(۵) قیاس مجتہدین قابل قبول نہیں (کتاب ایضاً صفحہ ۷۹)

(۶) جو چاروں اماموں کے مقلد اور چاروں طریقوں کے تبع شافعی مالکی حنبلی حنفی قادری چشتی نقشبندی سہروردی سب مشرک و کافر ہیں و رافضی پلید و شیطان لعین ہیں (دیکھو کتاب ظفر المبین مطبوعہ لاہور صفحہ ۱۸۹، ۲۳۰، ۲۳۲ و اعتصام السنہ و اشعار الحق)

(۷) علم کتب فقہ کے بنانے والے اور پڑھنے والے سب کافر اور بے ایمان ہیں اور ان کتب کو جلا دینا چاہئے اور یہ محض جعلسازی و مکاری و فقہاء کرام مشرک و کافر بدعتی ہیں (دیکھو کتاب ترجمان وہابیہ مصنفہ صدیق حسن خان صفحہ ۳۶ مطبوعہ آگرہ مفید عام و بوئے غسلین صفحہ ۷، ۸)

(۸) کنوئیں میں کتا، بلی، سور وغیرہ درندے پرندے گر پڑیں تو کوئی پلید یعنی نجس نہیں ہو گا تاوقتیکہ پانی کا رنگ و بو و مزہ بدل نہ جائے (دیکھو کتاب کنزالحقائق و ترجمہ در ربیہ طریقہ احمدیہ)

(۹) چمڑا خنزیر کا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے اور خداوند کریم عرش پر بیٹھا ہے کرسی پر پاؤں رکھے ہوئے ہے کرسی چر چر کرتی ہے (دیکھو حاشیہ قرآن ترجمہ وحید الزمان ترجمہ آیت الکرسی ورسالہ استواء)

(۱۰) تقلید ائمہ دین شرک و کفر و بدعت ہے (دیکھو ظفر المبین و ترجمان وہابیہ والانصاف)

(۱۱) نبی الصلوۃ والسلام کے روضہ پر زیارت کے لئے سفر کر کے جانا صریح کفر و شرک ہے (کتاب التوحید و تقویتہ الایمان)

(۱۲) نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا نماز میں خیال لانا بیل و گدھے و کنجری کے زنا سے بھی بدتر (دیکھو کتاب صراط مستقیم مترجم صفحہ ۹۳) از وسوسہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است و صرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالت ماب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ خر خود است من عینہ صراط مستقیم صفحہ ۹۰ فارسی تصنیف مولوی اسمٰعیل شہید

(۱۳) نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے زبان اردو دیوبند کے علماء کے واسطے سے حاصل کی (کتاب براہین قطعہ صفحہ ۲۶)

(۱۴) نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا علم شیطان رجیم و ملک الموت سے کم ہے (براہین قاطعہ رشید احمد گنگوہی دیوبندی)

(۱۵) نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے میلاد شریف کا ذکر خیر جنم گھنیا کے ذکر کے برابر ہے (کتاب براہین قاطعہ مولوی خلیل احمد صاحب مصدقہ رشید احمد صاحب صفحہ ۴۸)

(۱۶) نبی علیہ الصلوۃ والسلام جیسا علم غیب تو ہر صبی و مجنون و بہایم پرندوں کے لئے بھی حاصل ہے (کتاب حفظ الایمان صفحہ ۶ از مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی)

آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب' اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ﷺ کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو ہر زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہایم کے لئے بھی حاصل ہے (من عینہ عبارت حفظ الایمان از تصنیف اشرف علی تھانوی)

باقی عقائد و مسائل فرقہ دیوبندیہ وہابیہ و نجدیہ کے حرف بحرف ملاحظہ کرنے ہوں تو رسالہ سیف الابرار علی انف الاشرار و تصدیق المحققین و عقائد علمائے دیوبند کو دفتر خادم شریعت سے طلب کریں اور مطالعہ کریں۔

پس مسلمانان اہلسنّت کو چاہئے کہ ایسے اعتقاد والوں کو اقتداء نہ کریں جس حالت میں کہ یہ فرقہ

وہابیہ نجدیہ غیر مقلدین و دیوبندیہ خارج از اہلسنّت و جماعت ہوئے اور داخل اہل بدعت و فرقہ ضالہ و ہوائیہ میں ٹھہرے تو نماز اہلسنّت جماعت کی ان کے پیچھے نزدیک مذہب حقہ اہلسنت احناف کی کیونکہ صحیح اور درست ہو گی جبکہ فتاوی تاتار خانیہ و فتح القدیر میں بایں الفاظ فتوی امام صاحب اعظم علیہ الرحمتہ کا مسطور ہے۔

روی عن ابی حنیفته و ابی یوسف رحمها الله ان الصلوة خلف اهل الاهواء لا یجوز ؎ اور فتح القدیر میں بایں طور مسطور ہے روی محمد عن ابی حنیفته و ابی یوسف رحمها الله الصلوة خلف اهل الاهواء لایجوز اور اس کے صاحب درالمختار باب البغات میں ان کو باغی لکھا ہے تو پھر ان کے پیچھے نماز کس طرح صحیح ہو گی اور علامہ صاحب طحطاوی فرقہ غیر مقلدین کی نسبت یوں فتویٰ تحریر کرتے ہیں

من کان خارجًا من هذه المذاهب الا ربعته فی ذلک الزمان فهو من اهل البدعته والنار ؎۲ اور قرآن مجید میں ہے۔ لاتقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین یعنی هو المبتدع الفاسق اور دوسری آیت میں ہے ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمستکم النار اور ایک آیت میں آتا ہے کہ جو شخص اللہ اور اس کے حبیب ﷺ اور مومنوں کو ایذا پہنچاتا ہے اس پر خداوند کریم کی لعنت ہے۔

پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ اس فرقہ ضالہ وہابیہ نجدیہ اسمعیلیہ کے پیچھے نماز پڑھنا اور ان کے ساتھ موانست و مجالست و مواکلت و مشاربت کرنا بھی نزدیک امام اعظم و ابو یوسف علیہا الرحمتہ کے ناجائز و ممنوع فقط ان الله یهدی من یشاء الٰی صراط مستقیم

اور علاوہ ان کے ایک ہزار علمائے دین مفتیان شرع متین حرمین شریفین عرب و عجم کی فتاویٰ اس بات پر ہیں کہ ان لامذہبوں کے پیچھے نماز پڑھنی ہر گز جائز نہیں اور نہ ہی ان کے ساتھ مجالست جائز ہے۔ اگر یہ لوگ شرارت کریں تو ان کو مسجد سے نکال دینا چاہئے۔

حاشیہ

؎ یعنی گمراہوں (مخالفین) کے پیچھے نماز جائز نہیں

؎۲ یعنی جو ائمہ اربعہ کی پیروی کو شرک اور کفر کہے وہ گمراہ ہے

سوال : طریقت میں بیعت کتنی قسم ہے اور پیر کتنے قسم ہیں؟

جواب : طریقت میں تین قسم پر ہوتی ہے۔ بیعت توبہ' بیعت ارشاد' بیعت حوالت' بیعت توبہ میں طالب درجہ پیری و مریدی کو حاصل کرتا ہے۔ بیعت ارشاد میں مرتبہ مرشدی حاصل ہوتا ہے اور بیعت حوالت سے مرتبہ نائبی و منصبی حاصل کرتا ہے اور طریقت میں پیر کے چار قسم ہیں۔ پیر بیعت' پیر خرقہ' پیر ارشاد' پیر صحبت' وہ ہوتا ہے کہ جس کی محض مجلس سے بیعت خرقہ و ارشاد کی بھلائی حاصل ہو اور فوائد معلوم ہو جائیں اور پیر ارشاد وہ ہوتا ہے کہ جس سے محض شغل و وظائف حاصل ہو اور پیر بیعت وہ ہے کہ جس سے مرید کے حوصلہ و لیاقت کے مطابق چاروں مرتبے حاصل ہوں اور طالب کو چاہئے کہ پیر کامل صاحب بیعت کے مشورہ کے سوا کسی پیر کے پاس نہ جائے ہاں البتہ اگر مرشد نامکمل اور شریعت کے خلاف کام کرتا ہو یا اس سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا وہ باوجودیکہ اس کے حکم کی تعمیل کرتا ہو کئی سال ریاضت و مشقت کی ہو یا اس کے ملنے کی امید منقطع ہو چکی ہو تو پھر دوسری جگہ بیعت کرنا جائز ہو گا ورنہ خرابی و بربادی حاصل ہو گی۔ چنانچہ کتاب قول الجمیل شفاء العلیل کے صفحہ ۲۳ پر ہے [۱]

ان تکرار البیعتہ من رسول اللہ صلی اللہ ماثور و کذلک عن الصوفیہ امامن الشخصین فانکان بظھور خلل فی من بیعتہ فلا باس وکذالک بعد

حاشیہ

۱۔ لیکن قادری بزرگ جامع شرائط یعنی عالم دین عالم شریعت صحیح العقیدہ خلافت یافتہ کی بیعت کے بعد پھر کسی کی بیعت کرنا جائز نہیں اس کے بتائے ہوئے راستہ پر عمل کرنے سے یقیناً فیض آئے گا اور کچھ کمی محسوس ہو تو اسے اپنی نااہلی و کمزوری تصور کرے انشاء اللہ استقامت کے ساتھ ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے ضرور فیض یاب ہو گا سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان لم یکن مریدی جیلاان جید کہ اگر میرے مرید میں کوئی کمی ہو تو کیا ہوا مجھ میں تو کوئی کمی نہیں یعنی میں خود سنبھال لوں گا بشرطیکہ عقیدت میں کمال ہو اور مرید میں جذبہ محبت اور ایثار مکمل ہو فقط قادری

موته و غیبته المنقطعته واما بلا عذر فانه یشبه المتلاعب ویذہب بالبرکته یصرف قلوب الشیوخ عن تعهده والله اعلم بے شک تکرار بیعت ا؎ کرنا اگر سبب ظہور خرابی کے ہو اس پیر میں جس سے بیعت کر چکا ہے تو کچھ حرج نہیں اور اسی طرح اس کی موت کے بعد یا اس کی غیبت منقطع کے بعد کہ اس کی توقع ملاقات کی باقی نہیں رہی ۲؎ اور بلاعذر دوسرے مرشد سے بیعت کرنا مشابہت ہے کھیل کے اور ہر جگہ بیعت کرنا برکت کو کھوتا ہے اور مرشدوں کے دلوں کو اس کی تعلیم و تہذیب سے پھیرتا ہے والعلم عنداللہ

سوال: طریقت کے خانوادہ کتنے ہیں ان کے نام کیا ہیں؟

جواب: وہ خانوادہ چودہ ہیں جو کہ اہل بیت اور خاص کر حضرت امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فیض ظاہری و باطنی حاصل کرتے ہوئے ان ناموں سے مشہور ہو چکے ہیں۔ چنانچہ تفسیر رؤفی مجددی جلد اول صفحہ ۷۵ میں بایں طور مسطور ہے۔

زیدیاں و عیاضیاں اور ادھمیاں اور ہیریان اور چشتیاں اور عجمیان اور طیفوریان اور کرخیان و سقطیان اور جنیدیان اور گاذرونیان اور طوسیان اور سہروردیان اور فردوسیان اور فرع ان کی جیسے قادری و نقشبندی و غیرہما سلسلہ قادری سقطیوں میں مل کر امام موسیٰ رضا کو پہنچتا ہے اور سلسلہ نقشبندی بایزیدیوں کو مل کر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اور چار پیر جو مشہور ہیں وہ یہ ہیں جنہوں نے خاص حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فیض حاصل کیا ہے حضرت امام حسنؓ حضرت امام حسینؓ اور خواجہ کمیل زیاد

حاشیہ

ا؎ یعنی صحابہ حضور ﷺ کے ہاتھ پر اور مشائخ اپنے مشائخ کے ہاتھ پر بار بار (تجدید) بیعت کرتے تھے برائے حصول برکت اسی طرح مرید اپنے شیخ کے ہاتھ پر حصول برکت کے لئے بار بار بیعت کر سکتا ہے کیونکہ شیخ کامل کا ہاتھ دراصل رسول اللہ کا ہاتھ ہے

۲؎ جبکہ اس کی ہدایات و تعلیمات کو بھی کوئی چیز اس کے پاس نہیں اور خط و کتابت یا فون کے ذریعے بھی اس سے رابطہ ممکن نہ ہو۔

اور حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہم [1]۔ اور قادری سروری کا سلسلہ حضرت علی مولا مشکل کشا کرم اللہ وجہہ سے چل کر حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ سے ملتا ہے فقط والعلم عنداللہ

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ حسن بصری علیہ الرحمتہ کی ملاقات و سماعت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ثابت نہیں ہو سکتی یہ کیوں کر ہے جواب مفصل تحریر ہونا چاہیئے؟

جواب: یہ محض ان کے مبلغ علم پر اعتراض ہے، کسی کا کیا قصور ہے دیکھو کتاب اتحاف خاتم الحفاظ حضرت سید علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمتہ صفحہ ۱۴ بایں طور مسطور ہے۔

حدثنا جویریته بن الشراشی قال اخبرنا عقبته بن ابی الصهباء الباهلی قا سمعت الحسن بقول سمعت علیًا یقول قال رسول صلی اللّٰه علیه وسلم مثل امتی مثل المطر الحدیث قال محمد بن الحسن بن الصیر فی شیخ شیوخنا هذانص صریح فی سماع الحسن البصری رضی اللّٰه تعالٰی عنه

حاشیہ

[1] ہمارے ہاں جامعہ میں جو تفسیر روئی کی فوٹو کاپی ہے جو راقم نے پنجاب پبلک لائبریری میں موجود تفسیر روئی سے کرائی اس کے صفحہ ۷۵ پر کچھ یوں تحریر ہے "وہ چاروں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہیں حضرت امام حسن اور حضرت حسین اور حضرت خواجہ کمیل زیاد اور حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ تفصیل اس کی کتب صوفیہ میں مسطور ہے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ نے آخر جلد ثالث کے مکتوب میں لکھا ہے کہ راہ وصول الی اللہ دو ہیں ایک تو راہ نبوت ہے کہ اس میں واسطہ درکار نہیں ایک راہ ولائت ہے کہ اس میں وسائط (وسیلے) ضرور ہیں اس راہ میں سب کے راہنما حضرت امیر المومنین علی المرتضی رضی اللہ عنہ ہیں مالک مرکز دائرہ ولایت کے حضرت امیر ہیں اور حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین بھی اس منصب میں شریک ہیں کوئی کسی امت میں راہ ولایت سے منزل مقصود کو نہیں پہنچا بغیر عنایت ان کی کے۔ قبل اس نشاۃ عنصری سے بھی آپ کی روح مدد کرتی تھی انبیاء ماتقدم کی امت کو اور بعد آنحضرت اربعہ کے یہی منصب تا دوازدہ ائمہ چلا آیا بعد اس کے حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ کو عنایت ہوا پس بغیر توجہ ان ائمہ اطہار کے کوئی تاقیامت بمرتبہ ولایت نہیں پہنچے گا۔ (تفسیر روئی جلد اول صفحہ ۷۵)

ورجاله ثقات و جويريته و ثقه ابن حبان و عقبته و ثقته احمد و ابن معين
(نقل از مجموعہ رسائل علامہ موصوف صفحہ ۱۴)

یعنی ہمارے شیخ المشائخ محمد بن حسن الصیرفی نے فرمایا یہ حدیث نص صریح ہے کہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کو سماع مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے حاصل ہے اس کے رجال سب ثقات ہیں جویریہ کو ابن حبان اور عقبہ کو امام احمد و یحیٰ بن معین نے ثقہ کہا اور باقی مفصل ذکر اس کا فتاویٰ رضویہ جلد ۲ صفحہ ۶۰۵ میں ملاحظہ فرمائیں فقط والعلم عنداللہ

سوال: الہام کے کتنے قسم ہیں اور کیا ہیں، وہ شرعاً حجت ہیں یا نہیں؟

جواب: شرعی حجت نہیں البتہ نبی کے الہام پر ایمان لانا لازمی ہے اور حجت شرعی صرف ہمارے لئے چار چیزیں ہیں جن کو ادلہ شرعیہ کہتے ہیں قرآن مجید و حدیث شریف و اجماع و قیاس مجتہدین علیہم الرحمتہ۔

اور الہام کہتے ہیں دوسرے کے دل میں بلا محنت خبر ڈالنی الالهام القاء الخبر فی قلب الغیر بلا کسب اور الہام دو قسم پر ہے نیک اور بد اور نیک کے کئی اقسام ہیں الہام از خدا۔ الہام از محمد مصطفیٰ ﷺ، الہام صحابہ کرام، الہام از ارواح انبیاء و الہام از ارواح اولیاء عظام و الہام از صفائی قلب و الہام نفس و الہام روح و الہام سر و الہام از ذکر خفیہ و الہام ملائکہ و الہام از حب اور یہ تمام الہام صفائی قلب سے حاصل ہوتا ہے اس کا دل سوائے خداوند کریم لایزال کے بیزار ہو جاتا ہے کسی کی محبت نہیں رہتی۔

ہر کہ را از حق بدل الہام شد
راز رحمت معرفت پیغام شد

اور یہ الہام اکثر انبیاء علیہم السلام پر وارد ہوتے ہیں اور صاحب الہام وہ ہوتا ہے کہ اس کا وجود کثافت کو چھوڑ کر وجود لطیف کا جامہ پہنتا ہے اور اس کی رفتار ملائکہ سے بھی تیز ہو جاتی ہے جیسا کہ حضرت

مجدد الف ثانی نقشبندی علیہ الرحمتہ کا ذکر ہے کہ ملائکہ تو طواف بیت المعمور کا ایک بار کرتے تھے اور آپ اتنی دیر میں سات دفعہ طواف بیت المعمور کا فرما لیتے تھے ا۔

الہام بد اہل نفس کو ہوا کرتا ہے اور نفس کے بھی کئی اقسام ہیں اور مرزا صاحب وغیرہ مدعیان نبوت جو کہ خاتم المرسلین کے بعد ہوے ہیں ان کے الہامات سب کے سب شیطانی تھے اور سوائے انبیاء علیہم السلام کے، اولیاء عظام کے الہامات کا یہ حکم ہے کہ ان کو قرآن مجید و احادیث شریف یعنی اولہ شرعیہ کے پیش کیا جائے اگر اولہ شرعیہ ان کو مان لے تو فبہا ورنہ ان کو ردی میں پھینک دو فقط والعلم عنداللہ خادم شریعت عفا عنہ

سوال: مدینہ شریف کو یثرب کہنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مدینہ منورہ کو یثرب کہنا ہمارے مذہب حقہ میں جائز نہیں کیونکہ اس میں بے ادبی اور گستاخی پائی جاتی ہے اور یثرب کے معنی فساد و توبیخ و ملامت و عذاب کے ہیں مسند امام احمد و جامع الصغیر میں حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمتہ حدیث بایں طور الفاظ تحریر فرماتے ہیں

من سمّی المدینتہ یثرباً فلیستعذ باللہ ھی طابتہ یعنی براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حاشیہ

ا۔ یعنی روحانی طور پر کیونکہ اولیاء اللہ کی روحانی قوت پرواز کے سامنے زمین و آسمان کی مسافتیں سمٹ جاتی ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی "القابض" کی تجلی کا نتیجہ ہوتا ہے جس ولی پر اس اسم مبارک کی تجلی پڑے گی اس کی اہلیت و استعداد باطنی کے مطابق اس کے لئے زمان و مکان سمٹنا شروع ہو جائیں گے جوں جوں استعداد بڑھتی جائیگی توں توں زمان و مکان کی مسافتیں بھی زیادہ سے زیادہ سمٹتی چلی جائیں گی اور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ چونکہ تمام سلسلوں کے اولیاء کے سردار ہیں اور امام مہدی رضی اللہ عنہ کی آمد تک آنے والے تمام ولیوں کی گردنوں پر آپ کا قدم ہے اس لئے جو روحانی عروج و ترقی اور زمان و مکان کا آپ کے لئے سمٹنا ہے وہ اولیاء اللہ میں آپ کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں تا ظہور امام مہدی پھر یہ مرتبہ امام مہدی کو منتقل ہو جائے گا یعنی غوثیت کبریٰ ان کو حاصل ہو جائے گی قادری

فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے جو شخص مدینہ طیبہ کو یثرب کہے پس اس کو چاہئے استغفار اور توبہ کرے اور ایسا ہی جذب القلوب الی دیار المحبوب میں ہے اور جہاں کہیں قرآن مجید میں لفظ یثرب مذکور ہے وہ بطور حکایت کے واقع ہے کیونکہ منافق لوگ ایسا کہا کرتے تھے دیکھو تفسیر خازن و سراج المنیر و اتقان وغیرہ۔

حدیث صحیح میں وارد ہے ان اللہ امر نی ان اسمی المدینتہ طابتہ (نقل از جذب القلوب) پس مسلمانوں کو چاہئے کہ مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی یثرب نہ کہا کریں اور قرآن مجید و احادیث شریف کے مقابلہ میں کسی زید' عمر کا قول حجت نہیں ہو سکتا کیونکہ انسان سے اکثر وقت سہو اور نسیان ہو جاتا ہے المجیب خادم شریعت نظام الدین حنفی سروری عفی اللہ عنہ

سوال: انسان کتنی قسم پر اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے؟

جواب: دو قسم پر۔ مومن و کافر۔ لقولہ تعالیٰ ھو الذی خلقکم فمنکم کافر و منکم مؤمن [۱] اور مومن کی بھی دو قسم ہیں' مومن مطیع اور مومن فاسق۔ اور مومن فاسق کی بھی دو قسم ہیں۔ مومن فاسق فی العمل و مومن فی العقیدہ جیسے کہ بہتر فرقے ہیں (رافضی' خارجی' وہابی' معتزلی وغیرہ) جن کی اصلیت نو فرقوں سے بایں اسماء ظاہر ہوتی ہے شیعہ' خارجیہ' معتزلیہ' مرجیہ' جہمیہ' مشبہ' ضراریہ' نجاریہ' کلابیہ' پس باقی ان کی شاخیں ہیں چنانچہ اس امر پر یہ حدیث شریف شاہد ہے۔ ستفترق امتی علی ثلٰث و سبعین ملّتہ کلھا فی النار الا واحدۃ قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ و اصحابی اور ایک فرقہ ناجیہ اہلسنّت و الجماعت ہونے پر یہ آیت کریمہ بھی شاہد ہے۔

ولو لا فضل اللہ علیکم و رحمتہ لاتبعتم الشیطان الا قلیلاً (پارہ ۵) یعنی اے

حاشیہ

[۱] سورۃ تغابن آیت ۲ یعنی وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا تم میں سے کوئی کافر ہے اور تم میں سے کوئی ایمان والا ہے۔

امت مرحومہ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا تو سب شیطان کے پیرو ہو جاتے مگر تھوڑے شیطان کے پیرو نہ ہوتے اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ بڑی جماعت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے اور اس کی اتباع کرنی لازم ہے پس اے ناظرین! خود انصاف فرمائیں کہ ان تمام فرقوں سے بڑی جماعت کون سی ہے اور کون ناجی ٹھہری فقط[۱]۔

سوال: مومن فاسق فی العمل اور مومن فاسق فی العقیدہ میں کیا فرق ہے؟

جواب: مومن فاسق فی العمل وہ شخص ہے جو تمام احکامات و ضروریات دین کو مانتا ہوا عمداً سہواً یا علانیہ گناہ کرتا ہے اور گناہ کو گناہ سمجھے جیسے کہ شراب پینا' زنا کرنا' داڑھی منڈوانا' نماز کا ترک کرنا اور رمضان المبارک کا روزہ نہ رکھنا وغیرہ وغیرہ ہاں اگر ان کو جائز سمجھے اور نماز روزہ احکام شرعی کا ترک کرنا جائز سمجھے تو بیشک کافر ہو جائے گا۔

فاسق فی العقیدہ وہ شخص ہے کہ ہم اہل سنت کا ضروریات دین میں مخاطب ہو تاویلی خطا کے ساتھ یا مسائل اجماعیہ فرعیہ میں مخالف ہو پس اسی کو گمراہ و بدعتی و مبتدع و ضال و مضل کہتے ہیں اسی لئے ان کی اقتداء ناجائز اور حرام ہے۔ (نقل از توضیح العقائد) فقط

مسئلہ: ائمہ اربعہ بحیثیت اتحادی عقائد ایک ہیں صرف ان کا چار ہونا بوجہ اختلاف مسائل فرعیہ فقہیہ اجتہادیہ میں ہے ورنہ وہ ایک ہی ہیں اس لئے ان چاروں کو اہلسنّت کہا جاتا ہے اور ایسے اختلاف میں کچھ حرج نہیں اور یہ اختلاف رحمت تو صحابہ میں بھی چلا آیا فقط

سوال: طریقہ نماز تسبیح اور فضائل اس کے کیا ہیں؟

جواب: نماز تسبیح چار رکعت بایں طور پڑھنی چاہئیں کہ بعد قرات ہر رکعت میں پندرہ بار یہ کلمات پڑھیں سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ لا اللہ واللہ اکبر پھر رکوع میں دس بار' پھر قومہ میں

حاشیہ

[۱] اس سلسلے میں ہماری کتاب "۷۳ اسلامی فرقے" کا مطالعہ فرمایئے جس میں ہر فرقہ کے عقائد اور ان کے نام

دس بار، پھر سجدہ میں دس بار، پھر جلسہ میں دس بار، پھر دوسرے سجدہ میں دس بار، اسی طرح ہر رکعت میں پچھتر بار یہ کلمات طیبہ پڑھے اور ان ہر چار رکعتوں میں بعد از الحمد شریف مسبحات سورتیں پڑھے اگر یہ نہ آئیں تو سورۃ الکھکم التکاثر و سورۃ عصر و سورۃ قل یا ایھا الکافرون و سورۃ اخلاص پڑھیں اور یہ نماز اول تو ہریوم پڑھیں، ورنہ بروز جمعہ قبل از نماز زوال و نماز جمعہ، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو صرف ایک ماہ میں ایک بار، ورنہ سال میں ایک بار، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ساری عمر میں ایک بار پڑھ لے اور اس کی برکت و عظمت سے اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ صغیرہ و کبیرہ جو اس سے عمداً یا سہواً و علانیہ سرزد ہوئے ہوں گے معاف کئے جائیں گے اور یہ نماز نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمائی تھی (نقل از مشکوۃ) الجیب خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی حنفی قادری سروری عفاعنہ

سوال: اگر کوئی شخص اپنی اولاد کا نام اسمائے نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر رکھے تو اس میں کیا فضیلت ہے؟

جواب: حدیثوں میں آتا ہے کہ جس کے نام میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام آئے گا اللہ تعالیٰ اس کو بحرمت اس نام پاک کے جنت میں داخل کر دے گا چنانچہ ابو نعیم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ امت آپ کی سے دو شخص حساب کے لئے پیش ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں داخل ہونے کا حکم دے گا وہ عرض کریں گے کہ اے مالک ہم نے تو اپنا ایسا کوئی عمل نہیں دیکھا جس کے باعث ہم اس مراتب کو پہنچے حکم ہو گا کہ میں نے اپنی ذات پر لازم کر رکھا ہے کہ جس نام میں اسم محمد یا احمد ہو گا ہم اس کو جنت میں داخل کریں گے۔

اخرج عن[۱] انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حاشیہ

پوری تفصیل سے دلائل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں فقط قادری

[۱] حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کل روز قیامت اللہ تعالیٰ کے حضور دو بندے کھڑے کئے جائیں گے پھر انہیں جنت میں جانے کا حکم ہو گا وہ عرض کریں گے اے رب کریم ہم کس نیکی پر جنت کے

یوقف عبدان بین یدی اللہ تعالیٰ عنہ فئیو مر بہما الی الجنتہ فیقولان ربنابم استحللنا الجنتہ ولم نعمل عملاً تجازینا بہ الجنتہ فیقول اللہ تعالیٰ ادخلہ الجنتہ قال آلیت علی نفسی ان لا یدخل النار من اسمہ احمد ولا محمد صلی اللہ علیہ وسلم (نقل از انوار محمدیہ من مواہب صفحہ ۲۰۱)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ مجھے قسم ہے اپنی ذات کی جس نام میں اے حبیب تیرا نام آئے اس کو جہنم میں ہرگز نہ بھیجوں گا۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ و عزتی وجلالی لا اعذب احداً یسمی باسمک فی النار (رواہ ابو نعیم عن نبیط ابن شریط نقل از دلائل النبوت)[۱]

کتاب دیلمی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ جس دستر خوان پر وہ شخص حاضر ہو کہ جس کے نام میں اسم محمد ﷺ ہو اللہ تعالیٰ اس خوان میں برکت کر دیتا ہے عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال مامن مائدۃ وضعت فحضر علیہا من اسمہ احمد أو محمد الاقدس اللہ ذلک المنزل کل یوم مرتین[۲] اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ جس

حاشیہ

مستحق ٹھہرے جبکہ ہم نے کوئی ایسا عمل نہ کیا جس سے تو ہمیں جنت کی جزا دے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جاؤ جنت میں کیونکہ میں یہ بات اپنے ذمہ کرم میں لی ہوئی ہے کہ جس کا نام احمد اور محمد ہو گا وہ دوزخ میں نہ جائیگا قادری

[۱] یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت اور عظمت کی قسم میں کسی ایسے شخص کو دوزخ کا عذاب نہ دوں گا جس کا نام تمہارے نام پر رکھا جائے گا قادری

[۲] یعنی جس گھر میں محمد یا احمد نام کے اشخاص ہوں گے اللہ تعالیٰ اس گھر میں روزانہ دو بار خصوصی برکتیں اتارے گا بحمدہ تعالیٰ اس ناچیز کا نام بھی محمد سرور ہے جس کے شروع اسم "محمد" ہے اور عرف غلام سرور ہے اللہ تعالیٰ کرم فرمائے اور راقم نے اپنے بیٹوں کے نام بھی حضور ﷺ کے نام پر رکھے ہیں احمد سعید' محمد وحید' محمد عبید عرف محمد عبید' محمد حماد اور محمد باذل جعلہم اللہ تعالیٰ کا سماء ھم پہلے معلم دینی علوم بنائے اور بیٹیوں کو بھی عالمہ فاضلہ و معلمات دینی علوم بنائے اور ماں باپ کے لئے صدقہ جاریہ کرے آمین جیسا کہ اسی جذبہ سے جامعہ ھذا کے سرپرست اعلیٰ جناب

شخص کے تین لڑکے ہوں اور اس نے ایک کا نام بھی میرے نام پر نہ رکھا ہے تو اس نے سخت بے وقوفی کی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان له ثلاثته من الولد ولم یسم احدھم محمد فقد جھل اور حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس گھر میں اسم محمد ﷺ والے نام کا کوئی شخص ہو گا اس گھر میں نہایت برکت ہو گی۔

پس ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ نبی الصلوۃ والسلام کا اسم گرامی اسم اعظم ہے اس کی عزت عنداللہ بڑی ہے اور اس نام کی عزت کرنے والا بروز حشر صاحب عزت ہو گا اور اس نام والا شخص عنداللہ ضرور عزت پائے گا فقط

سوال: کیا نبی علیہ الصلوۃ والسلام ہمارے درود شریف کو دور سے سن لیتے ہیں؟

جواب: بیشک سن لیتے ہیں آپ ﷺ کی ذات کے لئے یہ کوئی محال نہیں چنانچہ حدیث صحیح سے ظاہر ہوتا ہے اخرج الطبرانی عن ابی درداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر وا الصلوۃ علی یوم الجمعته فانه یوم مشھود یشھده الملائکته لیسیں من عبدٍ یصلی علی الا بلغی صوته حیث کان قلنا وبعد وفاتک قال و بعد و فاتی فان اللہ عزو جل حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء (نقل از جوھرا المنظم صفحہ ۲۵ مصری) یعنی حضرت ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی ﷺ نے فرمایا کہ بروز جمعہ مجھ پر کثرت سے صلوۃ پڑھا کرو کیونکہ وہ دن ایسا ہے کہ اس دن فرشتے ہر جگہ و ہر کونہ میں حاضر رہتے ہیں تو جو بندہ بھی مجھ پر درود بھیجے اس کی آواز مجھے پہنچ جاتی ہے وہ جہاں بھی ہو ہم نے کہا کہ بعد وفات کے بھی ہماری آواز آپ کو پہنچے گی؟ آپ نے فرمایا ہاں! اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے جسم زمین پر حرام کر دیئے ہیں وہ

حاشیہ

محترم محمد اسلم ملک صاحب نے اپنے صاحبزادوں کے نام محمد شاہد اور محمد راشد رکھے اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے اور انہیں اور ان کے صاحبزادوں کو دین و دنیا کی بے شمار برکتوں اور بھلائیوں سے نوازے آمین قادری

ان کو نہیں کھاتی۔ ا۔

فتاویٰ عبدالحی جلد دوم سطر ۳ صفحہ ۹۷ میں نیز بایں طور لکھا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ چاند آپ کے ساتھ کیا معاملہ کرتا تھا اور آپ ان دنوں میں چہل روزہ تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ مادر مشفقہ نے میرا ہاتھ مضبوط باندھ دیا تھا تھا اس کی اذیت سے مجھے رونا آتا تھا اور چاند منع کرتا تھا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ ان دنوں میں آپ چہل روزہ تھے یہ حال کیوں کر معلوم ہوا فرمایا کہ لوح محفوظ پر قلم چلتا تھا اور میں سنتا تھا حالانکہ شکم مادر میں تھا اور فرشتے عرش کے نیچے پروردگار کی تسبیح کرتے تھے اور میں ان کی تسبیح کی آواز سنتا تھا حالانکہ میں شکم مادر میں تھا الخ ۲۔ من عینہ

اور دلائل الخیرات میں ہے کہ فرمایا نبی ﷺ نے جو شخص محبت کے ساتھ مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے میں خود اس کو سنتا ہوں اور ایک حدیث قدسی صحیح میں آتا ہے کہ جب میرا بندہ میرے قریب ہو جاتا ہے تو میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے (الحدیث) یعنی اس میں اللہ تعالیٰ ایسی طاقت ڈال دیتا ہے کہ نزدیک و دور کی چیزیں برابر دیکھائی و سنائی دیتی ہیں اور اس انسان کامل العمل کا وجود کثافت کو چھوڑ کر لطافت حاصل کر لیتا ہے اور اس پر قصہ تخت بلقیس و سلمان فارسی و حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعلین کی آواز آسمان سے سننا شاہد ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ فرمایا آپ ﷺ کی ذات بابرکات نے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ ایسا پیدا کیا ہوا ہے جس کو تمام جہان کی آوازیں سننے کی قوت عطا کی ہے اور وہ میری قبر پر قیامت تک کھڑا رہے گا اس کا کام یہ ہے کہ جب کوئی مجھ پر درود بھیجے تو وہ بعینہ اس کی زبان کے الفاظ مع اس کے نام اور ولدیت و سکونت کے میرے پیش کرے (الحدیث نقل از کتاب الصلوۃ علی النبی ﷺ اخرجہ ابوبکر بن عاصم و علامہ

حاشیہ

ا۔ اس حدیث کو امام حافظ ابن قیم جوزیہ شاگرد رشید شیخ الاسلام امام حافظ ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب "جلاء الافہام" میں نقل کیا اور لکھا کہ اس کی سند جید ہے قادری (جلاء الافہام ص ۷۳)

۲۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے اور امام صابونی نے اور امام خطیب بغدادی اور امام ابن عساکر نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے (الخصائص الکبریٰ ج ا ص ۹۱)

حضرت جلال الدین سیوطی علیہ الرحمتہ کتاب حیوۃ انبیاء صفحہ ۲ وغیرہ) [۱]

پس ان دلائل سے معلوم ہوا کہ آقائے نامدار ﷺ کا دور و نزدیک سے سننا کوئی مشکل امر نہیں اس سے انکار محض جہالت ہے فقط واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم فقط خادم شریعت عفاعنہ

سوال: انبیاء علیہم السلام کی حیات جاودانی پر کیا دلائل ہیں؟

جواب: ان کے حیات ہونے پر بے شمار دلائل کتب حدیث میں موجود ہیں اور اس مسئلہ حیات الانبیاء پر کئی کتابیں مستقل شائع ہو چکی ہیں لیکن خادم شریعت بھی مختصر طور پر برائے افادہ مناظرین اور خاص و عام برادران اسلام کے لکھ دیتا ہے وہوہذا

عن فضل بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ لما وضع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ نظرت وجھہ اخر رؤیتہ اذ رایت شفتیہ یتحرک فادنیت اذنی عندھا فسمعت وھو یقول اللھم اغفر لامتی فاخبرت کلھم بھذا فتعجبوا بشفقتہ علی امتہ (اخرجہ ابونعیم) یعنی کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہ جب نبی ﷺ کو لحد میں رکھا گیا تو میرے جی میں خیال آیا کہ میں آپ ﷺ کی ذات کا آخری دیدار تو کرلوں میں نے نیچے اتر کر آپ کے چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھایا اور کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کے دونوں لب مبارک ہلتے ہیں اور میں نے کان لگایا اور سنا فرماتے ہیں کہ اے میرے مالک میری امت کو بخش دے اور میں نے سب کو کہا دیکھو دیکھو اور سب نے سنا اور تعجب کیا کہ سبحان اللہ اس وقت بھی شفقت امت پر فرما کر غم خواری فرما رہے ہیں (نقل از کتاب بے مثل بشر صفحہ ۱۷۴)

جوہر منظم میں ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب فرماتے ہیں کہ آپ کے تین دن دفن ہونے کے بعد ایک اعرابی آپ کے مزار اقدس کی بجانب پاؤں مبارک اپنے آپ کو گرا کر سر پر مٹی ڈالتا ہوا کہتا ہے کہ بیشک آپ نے احکام الٰہی ہم پر پہنچا دیئے ہم نے سنے اور مانے اور یہ آیت پڑھتا ولو انھم اذظلموا

حاشیہ

[۱] نیز اس حدیث کو امام علامہ حافظ ابن قیم جوزیہ علیہ الرحمتہ نے جلاء الافہام میں بھی نقل کیا ہے

انفسھم جاؤک فاستغروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجد واللہ توابًا رحیمًا جاؤک فاستغفر واللہ واستغفر لھم الرسول لوجد واللہ توابًا رحیمًا اور میں گنہگار ہوں اور آپ کے وسیلہ سے معافی گناہ کا خواستگار ہوں اور آپ کے دربار پر حاضر ہوا ہوں۔ پس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قبر مبارک سے آواز آئی بے فکر ہو جا اللہ تعالیٰ نے تیرے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں [1]

ابو نعیم مالک بن دینار و انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے تین دفعہ فرمایا کہ میرا مرنا اور جینا تمہارے لئے بہتر ہے یہ حکم سن کر سب صحابی خاموش ہو گئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ کیوں کر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جینا اس لئے میرا تمہارے لئے بہتر ہے کہ جب وحی آتی ہیں تو تمہیں نفع و نقصان تمہارے کی سب خبریں سنا دی جاتی ہیں اور میرا مرنا اس لئے بہتر ہے کہ تمہارے سب اعمال نامے جمعرات کو پیش ہوا کریں گے تو میں تمہارے لئے بخشش کی دعائیں مانگوں گا جیسا کہ حدیث ذیل سے مستفاد ہوتا ہے

عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیاتی خیرلکم ثلاث مرات و مماتی خیرلکم ثلاث مرات فسکت القوم فقال عمر بن الخطاب بابی انت و امی کیف یکون ھنا قال حیاتی خیرلکم ینزل علی الوحی من المساء فاخبرکم بمایحل وبما یحرم لکم و موتی خیرلکم تعرض علی اعمالکم کل خمیس فما کان من حسن حمدت اللہ عزو جل علیہ وماکان من زنب استوھبت لکم ذنوبکم (الحدیث)

(۱) وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی نائیًا" ابلغتہ (رواہ البیہقی نقل از مشکوۃ)

حاشیہ

[1] اسے امام قاضی عیاض نے شفاء شریف میں امام نسفی نے مدارک میں اس آیت کی تفسیر کے تحت نقل کیا ہے قادری

روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص درود بھیجے مجھ پر نزدیک قبر میرے کے سنتا ہوں میں اس کو اور جو شخص درود بھیجے دور سے مجھے پہنچایا جاتا ہے [۱]

(۲) عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان للہ ملائکتہ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام (نقل از مشکوۃ)

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تحقیق واسطے اللہ کے فرشتے سیاحین [۲] زمین میں ہیں جو میری امت کا سلام مجھے پہنچا جاتے ہیں

(۳) عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلعم مامن احد سلم علی الا ردالله علی روحی حتی ارد علیہ السلام (رواہ ابو داؤد و مشکوۃ فصل ۲۱)

خلاصہ یہ ہے کہ نہیں سلام پہنچتا مجھ پر کوئی مگر میرا روح اللہ تعالیٰ واپس لاتا ہے تاکہ سلام کا جواب دوں۔

(۴) وصلوا علی فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم (رواہ النسائی و مشکوۃ باب ۲ صلوٰۃ النبی)

اور درود بھیجو مجھ پر تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے جہاں سے بھیجو۔

(۵) عن اوس بن اوس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من ایامکم یوم الجمعتہ فیہ خلق ادم و فیہ قبض روحہ و فیہ النفختہ و فیہ الصعقتہ فاکثروا علی من الصلوٰۃ فیہ فان صلوٰتکم معروضتہ علی قالوا یا رسول اللہ

حاشیہ

[۱] اس حدیث سے مخالفین نے استدلال کیا ہے کہ حضور ﷺ دور کا درود نہیں سنتے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے معتبر نہیں ہے کیونکہ اس میں محمد بن مروان السدی الکوفی راوی پر جھوٹ بولنے کی تہمت لگائی گئی امام بخاری کہتے ہیں کہ اس کی روایت کردہ حدیث ہرگز نہ لکھی جائے بالخصوص یہ حدیث بھی ان حدیثوں میں سے ہے جو اس نے جھوٹی گھڑیں (ملاحظہ ہو میزان الاعتدال امام ذھبی ج ۴ ص ۳۳) فقط قادری

[۲] سیاحین یعنی سیر کرنے والے فرشتے جو زمین پر چلتے پھرتے ہیں اور نیک محفلوں میں شریک لوگوں کی حاضریاں لگاتے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی ناموں کی فہرستیں پہنچاتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ خود بھی ان سے بہتر جانتا ہے قادری

فکیف تعرض صلوتنا علیک وقد ارمت قال یقولون بلیت قال ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء (رواہ ابو داؤد النسائی و مشکوۃ باب الجمعۃ فصل ۲)

اوس بن اوس سے روایت ہے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تحقیق فضیلت والے دنوں سے دن جمعہ کا ہے اسی میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن ان کا روح قبض کیا گیا۔ اسی میں نفخہ ہے اور اسی میں صعقہ ہے پس مجھ پر زیادہ درود شریف اس روز پڑھا کرو۔ تحقیق تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے صحابہ نے عرض کیا حالانکہ آپ کی ہڈیاں سفید بھگیاں ہو گئی ہوں گی۔ فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ نے حرام کئے ہیں زمین پر نبیوں کے جسم۔ الخ ا؎

وعن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرضت علی اجور امتی حتی القذاۃ یخرجھا الرجل من المسجد و عرضت علی ذنوبھا فلم ارذنبًا اعظم من سورۃ من القرآن او آیتہ اوتیھا رجل ثم نسیھا (رواہ الترمذی و ابو داؤد نقل از مشکوۃ باب مساجد فصل ۲؎)

عن سعید بن عبدالعزیز قال لما کان ایام الحرۃ یؤذن فی مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلثًا ولم یقم ولم یبرح سعید بن المسیب المسجد

حاشیہ

ا؎ یعنی زمین پر حرام ہے کہ نبیوں کے جسموں کو کھائے نیز درود شریف کا پیش کیا جانا براہ راست سننے کے منافی نہیں جیسے ہمارے اعمال براہ راست اللہ تعالیٰ کی نظر اور اس کے علم میں ہیں لیکن فرشتے بھی ہمارے اعمال اللہ کی بارگاہ میں پہنچاتے ہیں قادری

۲؎ یعنی میری امت کے جو اعمال میرے حضور ﷺ پیش کئے گئے یہاں تک کہ تنکا جسے آدمی مسجد سے باہر نکال پھینکتا ہے اور میرے حضور اس کے گناہ پیش کئے گئے تو میں نے اس کے گناہوں میں آدمی کے قرآن کی سورۃ یا آیت پڑھ کر پھر بھول جانے سے بڑا گناہ نہ دیکھا۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کو قیامت تک آنے والی امت کی نیکیاں اور برائیاں دکھا دی گئیں لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ اپنی امت کے اعمال سے پہلے ہی سے باخبر ہیں اور ان کے احوال کو خوب جانتے ہیں فقط قادری

وکان لا یعرف وقت الصلوۃ الا بھمھمتہ یستمعھا من قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم (نقل از مشکوۃ باب الکرامات ۲ فصل)

یعنی سعید بن عبدالعزیز سے مروی ہے کہ جب ہوا واقعہ حرہ کا نہیں اذان دی گئی حضور کی مسجد میں تین دن اور نہ ہی تکبیر کہی گئی اور نہیں باہر نکلے سعید بن مسیب مسجد سے اور نہ پہچانتے تھے نماز کے وقت کو مگر بسبب خفی آواز کے سنتے تھے حجرہ نبی ﷺ سے آواز اذان نبی علیہ السلام کی۔

پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ نبی ﷺ اپنی مزار شریف میں بجد عنصری زندہ ہیں اور ہمارے اقوال و افعال کو خوب جانتے ہیں اور ہمارے اعمال ناموں کا مطالعہ فرماتے ہیں اور ہماری بخشش کی دعائیں مانگتے ہیں۔

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے رات معراج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا[۱] اور افسوس منکرین فرقہ نجدیہ طاغیہ پر کہ وہ ان دلائل قاطع سے روگردانی کر کے یہ کہہ دیتے ہیں کہ وہ تو مر کر مٹی میں مل گئے نعوذ باللہ حالانکہ قرآن مجید ان کے غلاموں کی نسبت یہ شہادت دے رہا ہے کہ وہ زندہ ہیں ان کو مردہ نہ کہو۔ اور نہ زبان سے ان کے حق میں مردے کا لفظ استعمال کرو۔ وہ میرے نزدیک روزی کھاتے اور خوشی مناتے ہیں۔ لیکن تم ان کی حیاتی کی کیفیت و حقیقت سے بالکل بے بہرہ ہو اور تمہیں شعور و ادراک نہیں۔

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون اور جو راہ خدا میں مارے گئے ہیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں' ہاں تمہیں خبر نہیں۔

نیز ارشاد ہوتا ہے ولا تحسبن الذی قتلوا فی سبیل اللہ امواتًا بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بمآ اتھم اللہ من فضلہ ویستبشرون بالذین لم یلحقوابھم من خلفھم لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ○ یستبشرون بنعمتہ من اللہ و فضل وان اللہ لا یضیع اجر المؤمنین (پارہ چہارم سورۃ آل عمران)

حاشیہ

[۱] یہ حدیث صحیح مسلم میں باب المعراج میں ہے قادری

یعنی جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہر گز انہیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ اپنے رب کے پاس وہ زندہ ہیں روزی پاتے ہیں شاد ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اور خوشیاں منا رہے ہیں اپنے پچھلوں کی جو ابھی ان سے نہیں ملے کہ ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے نہ کچھ غم خوشیاں مناتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل کی اور یہ کہ اللہ ضائع نہیں کرتا اجر مسلمانوں کا۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام بعد از چالیس روز اپنی قبروں میں مکلف کئے جاتے ہیں اور قیامت تک نمازیں پڑھتے ہیں۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الانبیاء لایترکون فی قبورھم بعد اربعین ولکنھم یصلون بین یدی اللہ حتی ینفخ فی الصور [۱] اور ایک حدیث میں وارد ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی زندگانی سے انکار کرنا محض جہالت و گمراہی ہے فقط واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

سوال: انبیاء علیہم السلام و اولیاء عظام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم سے وسیلہ بوقت مصیبت پکڑ لینا کیسا ہے اور اس کا ثبوت کیا ہے؟

جواب: وسیلہ پکڑنے سے اللہ تعالیٰ مرادیں پوری کر دیتا ہے اور یہ سنت آدم علیہ السلام کی ہے جو کہ قیامت تک اولاد آدم علیہ السلام میں جاری ہے اور جاری رہے گی اور اس کا ثبوت مختصر ذیل میں درج ہے۔

حدیث نمبرا: جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی تو عرض کی کہ خداوند بحق حبیب محمد ﷺ میرے گناہ معاف فرما دیجئے۔ حکم ہوا تو نے محمد ﷺ کو کیوں کر پہچانا کیونکہ میں نے تو ابھی اس کو ظاہر بھی نہیں کیا آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ جب تو نے مجھے پیدا فرمایا تو میں نے عرش کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو لکھا پایا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو میں نے سمجھ لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے اور سب

حاشیہ

[۱] اس حدیث کو امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کیا اور امام سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ نے "الجامع" میں اپنے شیخ سے انہوں نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ سے (رسائل تسعہ امام سیوطی ص ۲۳۷)

خلق سے افضل ہے کہ جس کا نام اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے۔ تو حکم ہوا' صدقت یا آدم فقد غفرت لک ولولا محمد ماخلقتک وھو آخر الانبیاء (نقل از مجمع و طبرانی صغیر صفحہ ۲۰۷ و حاکم عن عمر بن الخطاب) ا۔

سچ کہا تو نے اے آدم پس تحقیق بخشا ہے تجھ کو میں نے اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو نہ پیدا کرتے ہم تجھ کو اور وہ آخر الانبیاء ہیں۔

حدیث نمبر ۲: عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خرج من بیتہ الی الصلوٰۃ فقال اللھم اسالک بحق السائلین علیک واسالک بحق ممشای (الحدیث رواہ ابن ماجہ صفحہ ۵۷) ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول ﷺ نے جو شخص نکلے اپنے گھر سے طرف نماز کے اور کہے اے خدا مانگتا ہوں میں تجھ سے ساتھ حق سائلین کے تجھ پر اور سوال کرتا ہوں ساتھ حق چلنے میرے کے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

حدیث نمبر ۳: ومن کان لہ ضرورۃ فلیتوضئا فیحسن وضوء ویصلی رکعتین ثم یدعوا اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بمحمد نبی الرحمتہ یا محمد انی قد توجہت بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی اللھم فشفعہ فی ۲۔ (نقل از حصن حصین صفحہ ۱۲۵ و کنز العمال صفحہ ۱۹۳ ونسائی و ترمذی باب جامع الدعوات و شفا قاضی عیاض صفحہ ۲۷۳ جلد اول) بروایت عثمان بن حنیف۔ جس کسی کو ضرورت پڑے پس اچھی طرح وضو

حاشیہ

ا۔ امام حاکم نے مستدرک میں فرمایا کہ یہ حدیث شیخین کی شرط کے مطابق صحیح ہے نیز امام ابن جوزی علیہ الرحمہ نے بھی اسے الوفاء باحوال المصطفٰے میں نقل کیا ہے قادری

۲۔ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے انہی الفاظ کے ساتھ روایت کیا اور فرمایا کہ امام ابو اسحٰق نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے (سنن ابن ماجہ صلوۃ الحاجتہ ص ۱۰۰)

کرے اور دو رکعت نماز پڑھے پھر یہ دعا مانگے اے اللہ میں مانگتا ہوں تجھ سے اور متوجہ ہوتا ہوں تیری طرف تیرے نبی کے وسیلہ سے جن کا نام پاک محمد ہے جو نبی رحمت ہیں یا محمد میں تیرے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں ساتھ وسیلہ کے میری حاجت میں تاکہ میری حاجت پوری ہو۔

حدیث نمبر ۴ : عن عائشته رضی اللہ تعالیٰ عنھا عن النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اطلبو الخیر عند حسان الوجوہ (نقل از تاریخ بخاری صغیر صفحہ ۱۹۳) عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے طلب کرو نیکی خوبصورت چہروں سے۔ ا۔

حدیث نمبر ۵ : عن عبدالرحمٰن بن سعدۃ خدرت رجلہ فقال لہ اذکر احب الناس الیک یزل عنک فصاح یا محمداہ فانتشرت (نقل از آداب المفرد امام بخاری صفحہ ۱۴۰ و شفا قاضی عیاض و حصن و حصین مترجم صفحہ ۱۴۴ و خلاصہ الوفاء) عبدالرحمان بن سعدہ سے روایت ہے کہ اس کا پاؤں سو گیا اسے کہا گیا کہ بہت پیارے آدمی کو یاد کرو یہ تکلیف تیری دور ہو گی پس فریاد کی یامحمداہ پس اس کے پاؤں کا عذر جاتا رہا۔ ۲۔

حدیث نمبر ۶ : عن ابی الجوزاء قحط اھل المدینتہ قحطًا شدیداً فشکوا الی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا فقالت انظروا الی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاجعلوا منہ کوی الی السماء حتی لا یکون بینہ و بین السماء سقف ففعلوا

حاشیہ

ا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حاجتیں خوبصورت چہروں والوں سے مانگو

۲۔ لیکن اب مخالفین اہلسنّت پاکستان اور دوسرے ممالک سے یہ کتاب شائع کر رہے ہیں اور اس حدیث میں موجود ندا "یامحمد" سے لفظ "یا" نکال رہے ہیں راقم غلام سرور قادری قارئین کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ یہ بات نہایت ہی افسوس ناک ہے کہ جس بات کا جواب نہ ہو اسے کتاب سے نکال دیا جائے اب وہابی حضرات کا ہی پریس پر زیادہ غلبہ ہے پاکستان میں اور عرب ممالک میں لہٰذا وہ چھاپوں میں رد و بدل کر رہے ہیں مسلک اہلسنّت کے حق میں جو مواد ہے اسے کتابوں سے نکالنے کی کوششیں کر رہے ہیں قادری

فمطروا مطراً حتی نبت العشب (نقل از مشکوۃ باب الکرامت فصل ۲ صفحہ ۵۴۷ مطبوعہ گلزار محمدی) ابی الجوزاء سے روایت ہے مدینہ شریف میں سخت قحط پڑا (حضور علیہ السلام کے انتقال کے بعد) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ سے شکایت کی گئی آپ نے حضور علیہ السلام کی قبر کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ حضور کی قبرانور کے اوپر چھت میں سوراخ کرو تاکہ حضور علیہ السلام کی قبر اور آسمان میں کوئی چیز حائل نہ ہو پس لوگوں نے ایسا ہی کیا کہا گیا پھر اتنی بارش ہوئی کہ بہت سا گھاس اگا اور لہٰذا کال دور ہو گیا۔ والسلام

۱۲

حدیث نمبر۷: عن انس بن مالک ان عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان اذا اقحطوا استسقی بالعباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال اللھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا صلی اللہ علیہ وسلم فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا فیسقون (نقل از بخاری پارہ ۴ ابواب الاستسقاء باب سوال للناس الامام) انس بن مالک سے روایت ہے کہ تحقیق عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب قحط زدہ ہوتے طلب بارش کی کرتے ساتھ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پس کہتے اے خدا ہم توسل پکڑتے تھے تیری طرف نبی اپنے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے پس پلاتا تھا تو ہم کو اور ہم وسیلہ پکڑتے ہیں طرف تیری ساتھ چچا نبی ﷺ کے پس بارش بھیج ہم پر پس پلائے جائیں۔

پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام و اولیائے عظام سے بوقت مصیبت استغاثہ کرنا جائز و درست ہے چاہے وہ اس عالم میں ہوں یا برزخ میں ہوں چاہے حاضر ہوں یا غائب قریب ہوں یا بعید۔ چنانچہ خود غیر مقلدین کے پیشواء مولوی وحید الزمان و صدیق حسن خاں بایں طور تحریر کرتے ہیں۔
انما الدعاء لغوی بمعنی النداء فتجوز لغیر اللہ سواء کان حیًا او میتًا و ثبت فی حدیث الاعمی یا محمد انی توجہ بک الی ربی الحدیث و فی حدیث اخر یا عباداللہ اعینونی (کتاب ہدیۃ المہدی صفحہ ۲۳ مولفہ وحید الزمان)

مالی	وراتک	مستغاث	فار حمنی
یا	رحمتہ	للعالمین	ابکی بکائی

نقل از قصیدہ عنبریہ یعنی میرے لئے حضور ﷺ کے سوا کوئی فریاد رس نہیں' اے رحمتہ للعالمین میرے رونے پر رحم فرمایئے اور مولوی اشرف علی تھانوی صاحب حکیم الامت دیوبندی نے کتاب نشر الطیب صفحہ ۱۶۶ میں یوں لکھا ہے۔

یا شفیع العباد خذ بیدی
انت فی الاضطرار معتمدی

اور کتاب فتوح الشام مترجم صفحہ ۲۸۸ جلد ۲ میں بایں طور مسطور ہے کہ ایک ہزار صحابہ رضوان اللہ علیہم نے بمقابلہ کفار بوقت مصائب بایں الفاظ استغاثہ کیا یامحمد یامحمد یانصر اللہ انزل اے اور کتب نحو میں ہے کہ یا حرف نداء کا ہے قریب و بعید کے لئے بولا جاتا ہے چنانچہ کافیہ و شرح ملا میں ہے۔ ویافهی لنداء القرب والبعید

نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے غائبین عوام الناس کو جو کہ وہاں موجود نہ تھے اور جن کا عالم دنیا میں اب تک نام نشان بھی نظر نہیں آتا تھا مقام بلندی پر کھڑے ہو کر ان کو آواز دی اور پکارا چنانچہ قرآن مجید میں ہے واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالًا وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق (سورۃ حج) باقی مفصل ذکر اس کا بادلائل کتاب سلطان الفقہ فتاویٰ نظامیہ میں ملاحظہ فرماویں فقط

سوال: شرک کی کیا تعریف ہے؟

حاشیہ

اے اے بار بار حمد و ستائش کئے ہوئے نبی اے بار بار حمد و ستائش کئے ہوئے نبی محمد اے اللہ کی مدد اتر۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو آپ کے اسم گرامی کے ساتھ وصفی معنی کو ملحوظ رکھتے ہوئے نداء کرنا جائز ہے اس کی پوری بحث ہماری کتاب "نداء یا محمد یا رسول اللہ" میں ملاحظہ فرمائیں۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کو مدد کے لئے دور سے پکارنا صحابہ کرام کا طریقہ تھا جو اسے شرک کہے وہ خطا کار ہے ہمارے پاس فتوح الشام مطبوعہ مصر طبع ۱۳۸۵ھ ۱۹۶۶ء جلد دوم ص ۱۹۱ ہے

جواب: شرک وہ چیز ہے جس کو کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللّٰہ نے اپنی توحید ظاہر کرتے ہوئے اپنے ماسوائے ہر صفت میں باطل کر ڈالا چنانچہ تفسیر خازن میں ہے من یشرک باللّٰہ یعنی یجعل معہ شریکاً غیرہ یعنی اللہ کے ساتھ کسی غیر کو شریک بنایا اور عقائد نسفی صفحہ ۶۱ مطبوعہ یوسفی میں ہے الاشراک ھو اثبات الشریک فی الالوھیتہ بمعنی وجوب الوجود کما للمجوس او بمعنی استحقاق العبادۃ کما لعبدۃ الاصنام یعنی شرک ثابت کرنا ہے شریک کا الوہیت میں بمعنی وجوب الوجود میں جیسا مجوسی کرتے ہیں یا بمعنی استحقاق عبادت میں جیسا کہ بت پرست کرتے ہیں (کذافی شرح فقہ اکبر) [۱]

حضرت شیخ المشائخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمتہ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں کہ بالجملہ شرک سہ قسم است در وجود و در خالقیت و در عبادت (نقل از اشعتہ اللمعات جلد اول) اور اس کا خلاصہ علامہ زمان سید محدث نعیم الدین مراد آبادی صاحب مدظلہ العالی کتاب الطیب البیان صفحہ ۱۹ میں بایں طور ارقام فرماتے ہیں خلاصہ کا مطلب یہ ہے کہ شرک تین طرح کا ہوتا ہے ایک تو یہ کہ اللہ کے سوائے کسی دوسرے کو واجب الوجود ٹھہرائے دوسرا یہ کہ کسی اور کو اس کے سوا حقیقتاً خالق جانے یا کہے تیسرا عبادت میں کہ غیر

حاشیہ

[۱] وجوب وجود میں شریک کرنے کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو واجب الوجود جانے اور غنی لذاتہ قرار دے کہ وہ سب سے ذاتی طور پر بے نیاز ہے اُسے کسی نے نہیں پیدا کیا وہ بالذات ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ چلا جائیگا اور اس کا ہونا ضروری اور نہ ہونا محال ہے قدیم' ازلی و ابدی ہونے کا بھی یہی مطلب ہے مجوس (آتش پرست) گروہ دو واجب الوجود مانتے ہیں یعنی دو خدا کے قائل ہیں ایک کو خالق خیر (نیکی کا خالق) کہتے ہیں اس کا نام یزدان رکھتے ہیں اور دوسرے کو خالق شر (برائی کا خالق) کہتے ہیں اس کا نام اھرمن رکھتے ہیں اور استحقاق عبادت میں شریک کرنے کا مطلب ہے کسی کو اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کا مستحق ٹھہرانا جیسا کہ بت پرست لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ان کے بت ان کے خدا ہیں ان کی عبادت کے مستحق ہیں اور ان کا خیال ہے کہ وہ ان خداؤں کی عبادت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں گے یہ غلط عقیدہ ہے کہ کیونکہ شرک ممنوع و حرام ہے اور ممنوع و حرام چیز کے کرنے سے ان سے اللہ تعالیٰ

خدا کی عبادت کرے یا اس کو مستحق عبادت سمجھے۔ ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ واجب الوجود یعنی اپنی ذات و کمالات میں دوسرے سے بے نیاز اور غنی بالذات فقط اللہ تعالیٰ ہے دوسرا کوئی نہیں فقط وہی عبادت کا مستحق ہے۔ تو اگر کوئی کسی دوسرے کو اس کی ذات میں غنی بالذات مانے یا لائق عبادت ٹھہرائے وہ مشرک ہے تو جو شخص اللہ کے سوا کسی اور کو قدیم یعنی اس کو اپنی ذات میں غیر سے بے نیاز مانے وہ مشرک ہے جیسے ہمارے ملک کے آریہ جو اللہ کے سوا روح اور مادہ کو بھی قدیم اور واجب الوجود مانتے ہیں اور ان کی ذات کو بنانے والے سے بے نیاز جانتے ہیں مشرک ہیں اسی طرح اگر کوئی کسی کے کمالات کو ذاتی مانے اور اس کمال میں اس کو دوسرے سے غنی اور بے نیاز سمجھے تو مشرک ہے خواہ وہ کمال علم ہو یا قدرت یا حیات یا سمع یا بصر جیسے ستارہ پرستوں کا خیال ہے کہ عالم کے تغیرات کواکب کے تاثرات سے ہیں اور کواکب ان تاثرات میں غنی بالذات ہیں کسی کے محتاج نہیں یہ عقیدہ بھی شرک ہے اور ایسے اعتقاد والے مشرک ہیں اسی طرح اگر کوئی شخص کسی دوسرے کی عبادت کرے جس کو ہندی میں پوجا اور فارسی میں پرستش کہتے ہیں وہ بھی مشرک ہیں جیسے بت پرست جو بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور ان کو پرستش کا مستحق سمجھتے ہیں جو لوگ اللہ کے عطا کئے ہوئے کمالات اس کے بندوں کے لئے ثابت کرتے ہیں اور کمالات کو عطاء الٰہی جانتے ہیں وہ مشرک نہیں من عینہ الخ

پس اس عبارت سے ثابت ہوا کہ غیر خداوند کریم کو مجازاً" خالق و مالک و سمیع و بصیر و معطی وغیرہ الفاظ سے یاد کرنا شرک نہیں چنانچہ ان امور پر خود قرآن مجید شاہد ہے فجعلناہ سمیعًا بصیرًا وانی اخلق لکم من الطین ولاھب لک غلامًا زکیًا و علیکم رزقھن وکسوتھن فقط [1]

سوال: بدعت کس کو کہتے ہیں

حاشیہ

سے دور ہی ہو گا نہ کہ قریب فقط قادری

[1] یعنی ہم نے انسان کو سمیع و بصیر بنایا اور حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا اور میں تمہارے خلق کرتا (بناتا) ہوں مٹی کو مورت الخ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت مریم سے کہا کہ میں تجھے ستھرا بیٹا دوں اور اللہ تعالیٰ

جواب: بدعت وہ چیز ہے جس کی شرع شریف میں اصل کنایتہ و اشارۃ" و ظاہرا" و باطنا" بھی نہ ملتی ہو چنانچہ علامہ بدر الدین عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں یوں ارقام فرماتے ہیں المراد بہ ما احدث ولیس لہ اصل فی الشرع وسمی بہ فی عرف الشرع بدعتہ وما کان لہ اصل یدل علیہ الشرع فلیس ببدعتہ یعنی شرع میں بدعت اس کو کہتے ہیں جو چیز نئی نکلی ہو اور اس کے واسطے کوئی اصل شرع میں نہ پائی جائے اگر اس چیز نئی پر اصل شرعی دلالت کرے اس کو بدعت نہیں کہتے ا۔ یعنی اس کو بدعت سیئہ نہیں کہتے اور علامہ جزری رحمتہ اللہ علیہ نے نہایتہ میں لکھا ہے کہ بدعت دو قسم پر ہے البدعتہ بدعتان بدعتہ ھدی و بدعتہ ضلالتہ الخ یعنی بدعت دو قسم پر ہے بدعت سیئہ و بدعت حسنہ بدعت سیئہ وہ ہے جو خلاف ہو حکم خدا و رسول اللہ ﷺ کے اور اس کے کرنے میں بہت برائی ہو اور بدعت حسنہ وہ ہے جو عموماً ماتحت حکم خدا و رسول اللہ ﷺ کے خصوصاً ہو اور امور بدعت حسنہ کے ہونے پر یہ دلیل شاہد ہے فرمایا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ماراہ المؤمنون حسنًا فھو عنداللہ حسن وماراہ المؤمنون قبیحا فھو عنداللہ قبیح (نقل از مؤطا امام محمد از روایت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یعنی جو چیز مسلمانوں کے نزدیک نیک ہو گی وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی پسندیدہ ہو گی اور جو چیز مسلمانوں ۲۔ کے نزدیک بری ہو گی وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بری ہو گی

حاشیہ

مردوں سے فرماتا ہے کہ تمہاری عورتوں کا رزق تمہارے ذمہ ہے فقط قادری

ا۔ وہ لغت کے اعتبار سے بدعت کہلائے گی مگر شریعت میں اسے سنت حسنہ کہیں گے جب بدعت کا اطلاق ہو تو اس سے کبھی بدعت حسنہ مراد ہوتی ہے اور کبھی بدعت سیئہ قادری

۲۔ مسلمانوں سے مراد علماء اہلسنّت والجماعت ہیں اور باہمی اختلاف کی صورت میں ان کے جمہور عوام جو دین سے بے خبر ہیں کیا جائیں اور گمراہ لوگ تو اہلسنّت والجماعت کی مخصوص نیک رسوم کو برا ہی کہیں گے الا یہ کہ کوئی سنی مسلک والا کسی دلیل شرعی کی بنا پر کسی نیک رسم یا بدعت حسنہ کا انکار کرے تو ایسی صورت میں جمہور مسلمانوں کی رائے صائب ہوگی جیسے شیخ الاسلام حافظ امام ابن تیمیہ علیہ الرحمتہ نے مسئلہ زیارت شریفہ میں جمہور اہلسنّت سے

اور علاوہ اس کے حدیث نعم البدعۃ ۱؎ بھی اس پر شاہد ہے اور شرح طریقہ محمدیہ میں صاحب درالمختار نے لکھا ہے کہ کبھی بدعت واجب، کبھی مندوب، کبھی مباح، کبھی حرام، کبھی مکروہ کا حکم رکھتی ہے واجب جیسے گمراہ فرقوں کے رد کے لئے دلائل قائم کرنے اور علم صرف و نحو و تعظیم و تکریم و معنی صحیح قرآن و حدیث حاصل کرنے کے لئے سیکھنا اور مندوب جیسے مسافر خانہ و مدرسہ بنانا وغیرہ امور کار خیر ہیں اور مباح جیسے گوناگوں کھانے پکانے اور حرام جیسے بدمذہب ہونا اور بدمذہبی ایجاد کرنا اور مکروہ جیسے قرآن مجید کو زریں اور مساجد پر نقش و نگار کرنا مباح ہے اس میں کوئی حرج نہیں ۲؎ باقی مفصل ذکر اس کا سلطان الفقہ جلد اول میں ملاحظہ کریں اور علاوہ اس کے تمام مسلمانوں کے نزدیک اصل اشیاء میں اباحت ہے دیکھو شرح حموی و مسلم الثبوت

والاصل فی الشیاء لا باحتہ ولقولہ تعالٰی ھوالذی خلق لکم مافی الارض جمیعًا پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ ہر بدعت کو گمراہی کہنا اچھا نہیں اور یہ محض فرقہ ضالہ وہابیہ کی نئی شریعت بنانا ہے جو قرآن مجید و حدیث کے خلاف ہے۔

سوال: وہابی کہتے ہیں کہ جو کام قرون ثلاثہ میں نہ ہو وہ بدعت ہے؟

جواب: یہ کہنا ان کا بالکل غلط ہے ہاں اگر وہ ٹھیک کہتے ہیں تو قرآن مجید و احادیث صحیح سے ذیل کے سوالوں کا جواب دیں۔ ورنہ اس عقیدہ سے توبہ کریں علم صرف و نحو کا اس صورت میں پڑھنا پڑھانا۔ قرآن

حاشیہ

اختلاف کیا اور ان سے خطا ہو گئی صحیح وہی ہے جو جمہور کی رائے ہے لہٰذا مارآہ المسلمون سے مراد جمہور مسلمین ہیں فقط قادری۔

۱؎ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے جو نماز تراویح پورے رمضان میں باجماعت پڑھنے کے بارے میں ہے آپ نے فرمایا یہ اچھی بدعت ہے ملاحظہ ہو مشکوۃ شریف تراویح کے باب میں فقط قادری

۲؎ بدعت کی پانچ قسمیں امام نووی شارح مسلم کی کتاب تہذیب الاسماء اللغات کی جلد ۲ ص ۲۲ر۲۳ پر ملاحظہ فرمائیں فقط قادری

مجید پر زیر زبر' حرکات و سکنات وغیرہ اشیاء سے مزین کرنا۔ علمائے دین کو امامت کے لئے تنخواہ پر رکھنا۔ اخباروں کو چندہ لے کر جاری کرنا اور اس کی آمدنی کو جائز سمجھنا۔ سال بہ سال جلسہ کانفرنس وغیرہ مقرر کرنا' معیار حدیث ضعیف و صحیح و مرسل و منقطع ناسخ و منسوخ وغیرہ کا مقرر کرنا پس ناظرین یاد رکھیں بدعت وہی چیز ہے جو خلاف قرآن مجید و حدیث شریف و اجماع و اقوال صحابہ و ائمہ مجتہدین علیہم الرحمتہ کے ہو۔ اور جس کا اصل شرع شریف میں نہ ہو دیکھو تنبیہہ المغترین وغیرہ

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مجلس گیارھویں و مجلس میلاد شریف کو چراغوں اور خوشبودار وغیرہ چیزوں سے سجاوٹ دینا درست ہے یا نہیں؟ (سائل سید غیاث الدین از سورت)

جواب : یہ تمام امور شرعاً مستحسن و مباح ہیں لقوله علیه الصلوٰة والسلام ماراہ المسلمون حسناً فهو عندالله حسن ا۔ اس پر شاہد ہے اور علاوہ اس کے یہ امور تحت قواعد احناف کے ہیں والاصل فی الاشیاء الا باحته یعنی جب تک صریح و قطعی دلیل حرمت اشیاء پر وارد نہ ہو گی اصل اشیاء میں حکم اباحت دیا جائے گا اور فتاویٰ علمائے دین کا اس بات پر ہے کہ کار خیر میں اسراف نہیں ہوتا اذلا اسراف فی الخیرات ولا خیر فی الاسراف

تفسیر روح البیان میں تحت آیت کریمہ ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح بچراغها۔ جمع مصباح وهو السراج و اذا جعل الله الکواکب زینته السماء التی هی سقف الدنیا فلیجعل العباد المصابیح و القنادیل سقوف المساجد والجوامع ولا اسراف فی الخیرات ۲۔ یعنی مصابیح ساتھ چراغوں کے جمع

حاشیہ

ا۔ یہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے اسے حضور ﷺ کی طرف اس لئے منسوب کیا گیا کہ صحابی ایسی بات اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتے انہوں نے حضور ﷺ سے ہی سنا ہو گا۔

۲۔ تفسیر روح البیان ج ۱۰ ص ۸۱

مصباح کی ہے وہ چراغ ہے اور جبکہ کیا اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو زینت آسمانوں کی اور آسمان دنیا کی چھت ہے تو بندوں کو لائق ہے کہ مسجدوں اور جامع مسجدوں کی چھتوں کو چراغوں اور قندیلوں اور فانوسوں سے زینت دیا کریں اور اسی تفسیر روح البیان میں ذیل آیت انما یعمر مساجد اللہ کے بایں طور مسطور ہے وکذا ایقاد القنادیل والشمع عند قبور الانبیاء والصلحاء من باب التعظیم والا جلال ایصالاللاولیاء فالمقصد فیھا مقصد حسن و نذر الزیت والشمع للاولیاء یوقد عند قبور ھم تعظیماً لھم ومحبته فیھم جائز ایضالانه لا ینبغی النھی عنه الخ (ہکذا فی مجمع الجارو شرح طریقہ محمدیہ حدیقتہ الندیہ و فتاوی ذوالفقار حیدریہ صفحہ ۶۴) [۱]

پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ مجلس میلاد النبی ﷺ و گیارھویں شریف و عرس بزرگان دین و قبور صالحین و مسجدوں میں برائے تعظیم شعائر اللہ و جلالت و زائرین کی خوشنودی و فرحت و فائدہ عوام الناس کے لئے چراغاں روشن کرنے اور گوناگوں فرش فراش بچھانے میں کوئی خوف نہیں بلکہ یہ مستحسن اور مباح ہیں اور جن علماء نے اس سے انکار کیا ہے وہ عقیدے معتزلی و فروعی مسائل سے حنفی تھے اور جو حدیث اس کی منع پر دال ہے وہ ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ابو صالح ہے جو مدلس اور ضعیف وھمی تھا اور سماع ٹھیک نہیں رکھتا۔ (دیکھو میزان و تقریب و شرح ابو داؤد تہذیب) اور علاوہ اس کے جو حدیث اس کی ممانعت پر وارد ہے وہ محمول ہے اسراف و بے فائدہ مال کہ ضائع کرنے پر شاہد ہے چنانچہ کتاب مجمع البحار سے علامہ عبدالنبی صاحب فاضل اجل اپنی کتاب ذوالفقار صفحہ ۱۱۳ میں بایں الفاظ تحریر فرماتے ہیں

حاشیہ

[۱] علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمتہ ۱۱۳۷ھ اپنی تفسیر روح البیان میں علامہ شامی کے شیخ و مرشد و استاذ امام عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمتہ کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے رسالہ "کشف النور عن اصحاب القبور" میں لکھا ہے جس کا خلاصہ (ترجمہ) یہ ہے کہ بدعت حسنہ جو مقصد شرعی کے موافق ہوتی ہے اسے سنت (حسنہ) کہتے ہیں لہذا علماء اہلسنت اور اولیاء اللہ اور صالحین کی قبروں پر گنبد و روضہ بنانا اور ان کی مزارات شریفہ پر غلاف ڈالنا عمامے اور کپڑے ڈالنا جائز ہے جبکہ اس سے مقصود عوام کی نظروں میں ان حضرات بزرگان دین کی عظمت ظاہر کرنا ہو تاکہ وہ ان اصحاب قبور کو حقیر نہ جانیں (تفسیر روح البیان زیر آیت انما یعمر مساجد اللہ جلد ۳ ص ۴۰۰)

والسرج جمع سراج و نهی عن السراج لا نه تضیع مال بلا نفع و ان کان ثم مسجد او غیرہ ینتفع فیه للتلاوۃ والذکر فلا باس بالسراج فیه (ہکذا فی اشعۃ اللمعات) فقط

سوال: مجلس میلاد شریف میں بوقت سلام کھڑا ہونا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مجلس میلاد میں تعظیماً قیام کرنا مستحب و مستحسن ہے اور ایک صورت میں واجب بھی ہے چنانچہ ذیل کے دلائل سے ثابت ہوتا ہے وھو ھذا قال اللہ تعالیٰ انا ارسلنک شاھداً و مبشراً ونذیراً لتؤمنوا باللہ و رسوله و تعزروہ وتوقروہ و تسبحوہ بکرۃ واصیلا (سورۃ فتح) یعنی بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر خوشی اور ڈر سنانے والا تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح شام اللہ کی پاکی بولو۔

پس آیت کریمہ سے صاف صاف ثابت ہوا کہ آقائے نامدار احمد کبریا ﷺ کی تعظیم و تکریم و توقیر ہر مسلمان پر ہر حال میں واجب ہے چنانچہ کتاب مواہب لدنیہ جلد اول صفحہ ۴۱۴ میں مسطور ہے ولا شک ان حرمته صلی اللہ علیه و آله وسلم و تعظیمه توقیرہ بعد مماته وعند ذکرہ و ذکر حدیثه و سماع اسمه و سیرته کما کان فی حیاته یعنی اور اس میں شک نہیں کہ تحقیق عزت و تعظیم و توقیر بعد انتقال آپ ﷺ کے اور بوقت ذکر آپ ﷺ کے اور بوقت بیان کرنے حدیث و بوقت سننے نام مبارک و خصائل آپ کے واجب ہے جیساکہ تعظیم و توقیر آپ ﷺ کی حیاتی میں ہر مسلمان پر واجب تھی ویسا ہی اب ہے۔ (کذافی شرح برزخ صفحہ ۲۹۱) عند ذکر ولادته صلی اللہ علیه وسلم القیام واجب لما انه تحضر روحانیته صلی اللہ علیه وسلم [1] اور کتاب ہدیۃ الحرمین صفحہ ۴۴ میں نیز بایں طور لکھا ہے واما قیام ولادۃ

حاشیہ

[1] آپ کے ذکر ولادت شریف کے وقت قیام تعظیمی واجب ہے کیونکہ آپ ﷺ کی روحانیت جلوہ فرما ہوتی ہے قادری

النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قراءة المولود الشریف یعظیمًا لہ لاشک فی استحسانہ و استحبابہ و ندبہ کما قال الامام البرزنجی فی مولدالنبی صلی اللہ علیہ وسلم قد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریف وہکذا فی مولدا البرزنجی ا۔ مترجم صفحہ ۱۷ اور ایسا ہی در رالسنیہ مصری شیخ الاسلام سید احمد زینی ذھلان مکی علیہ الرحمتہ نے ارقام فرمایا ہے

من تعظیمہ صلی اللہ علیہ وسلم الفرح بلیلتہ ولا دتہ و قراءة المولود والقیام عند ذکر ولا دتہ صلی اللہ علیہ وسلم و اطعام الطعام و غیر ذلک مما یعتاد الناس فعلہ من البر فان ذلک کلہ من تعظیمہ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۔ الخ اور غنیتہ الطالبین مترجم میں بایں طور مسطور ہے ویستحب القیام للامام العادل والوالدین واھل الدین والورع واکرام الناس واصل ذلک قوموا الی سیدکم اور علاوہ ان دلائل کے قرآن مجید سورہ مجادلہ میں بایں طور ارشاد ہے۔

لقولہ تعالیٰ یایھا الذین امنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس

حاشیہ

ا۔ کتاب ہدیتہ الحرمین شریفین میں علمائے حرمین شریفین کے فتاوی جات ہیں یہ کتاب آج سے اسی نوے سال پہلے چھپی تھی راقم کو جنوبی افریقہ کے شہر کیپ ٹاؤن سے امام احمد کوکنی سے ملی راقم ۱۹۸۶ء میں وہاں مرزائیوں سے مناظرہ کرنے گیا تھا جس میں مرزائیوں کے بڑے راہنما سلیمان ابراھیم جو ان کی طرف سے مناظر تھے شکست ہوئی اور وہ راقم کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور بیعت ہوا وہ کتاب راقم نے یہاں لاہور میں اس کے عکس کے ساتھ شائع کی ہے جو راقم کے مکتبہ "اشاعتہ القرآن" اردو بازار لاہور سے مل سکتی ہے اس میں اور مولود برزنجی میں ہے کہ بلاشک حضور ﷺ کی ولادت شریفہ کے ذکر کے وقت قیام مستحب ہے۔

۲۔ اور حضور ﷺ کی تعظیم ہی ایک حصہ ہے کہ آپ کی ولادت شریفہ کی رات خوشی کا مظاہرہ کریں اور آپ کی ولادت شریفہ کا ذکر کریں اور قیام کریں اور لوگوں کو کھانے کھلائیں یعنی وہ کام جو لوگوں کی عادت ہے کہ وہ ایسے موقع پر کرتے ہیں سب جائز ہے البتہ ڈانس کرنا' ناچ کرنا ڈھول بجانا جائز نہیں ہے کہ یہ باتیں شریعت میں منع ہیں۔

فافسحوا یفسح اللہ لکم واذا قیل انشروا فانشروا ویرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات یعنی اے ایمان والو! جس وقت کہ کہا جائے واسطے تمہارے کشادگی کرو بیچ مجلسوں کے پس کشادہ کردو کرے گا کشادہ اللہ واسطے تمہارے اور جس وقت کہا جائے اٹھ کھڑے ہو پس اٹھ کھڑے ہو بلند کرے گا اللہ ان لوگوں کو کہ ایمان لائے ہیں تم میں سے اور ان لوگوں کو کہ دیئے گئے ہیں علم کئی درجے بلند فرماتا ہے۔

پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ قیام ولادت نبی علیہ والسلام جائز ہے اور اپنے مبلغ کا حکم بجالانا ثابت و اظہر من الشمس ہے فقط

سوال: استفتا کیا فرماتے ہیں علمائے دین .... زید کہتا ہے کہ حضور علیہ السلام حاضر و ناظر ہیں تمام احوال امت پر .... عمرو کہتا ہے کہ اس کا قائل کافر ہے .... ان میں سے کون حق پر ہے؟

جواب: حضرت محمد ﷺ کا رب عزوجل فرماتا ہے یایھا النبی انا ارسلنک شاھداً و مبشراً و نذیراً اے نبی ہم نے بھیجا تم کو شاہد اور بشارت دینے والا ڈر سنانے والا اور فرماتا ہے فیکف اذا جئنامن کل امتہ بشھید وجئنابک علی ھؤلاء شھیداً کیسا دن ہو گا جب ہم ہر گروہ میں سے ایک گواہ لائیں گے اور تمہیں ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے شاہد شہود سے ہے اور شہود حضور سے ہے اور شاہد مشاہدہ سے ہے اور مشاہدہ روئت ہے تو وہ بیشک شاہد ہیں بیشک حاضر ہیں بیشک ناظر ہیں ولکن الظلمین لا یعلمون

طبرانی معجم کبیر میں اور نعیم بن حماد کتاب الفتن میں اور ابو نعیم دلائل میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس سید عالم ﷺ فرماتے ہیں ان اللہ رفع لی الدنیا فانا انظر و الیھا والی ماھو کائن فیھا الی یوم القیمتہ کانما انظر و الی کفی ھذہ جلیانًا من اللہ جلاہ لی کما جلا للنبیین من قبلی بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا اٹھا دی ہے تو میں دیکھ رہا ہوں دنیا اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسا جیسا کہ اپنی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں یہ اللہ کی طرف سے روشنی ہے جو اس نے میرے لئے کی ہے جیسے مجھ سے پہلے انبیاء کے لئے

کی تھی ا؎۔

رب عزوجل فرماتا ہے وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموت والارض ولیکون من المؤقنین اور ایسے ہی ابراہیم علیہ السلام کو دکھاتے ہیں اپنی ساری بادشاہی آسمان و زمین کی تو جس چیز کو اللہ تعالیٰ کی سلطنت سے خارج مانے وہی ابراہیم علیہ السلام سے غائب ہے لیکن کوئی چیز اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی سلطنت سے خارج نہیں ہو سکتی تو آسمانوں اور زمینوں میں کوئی چیز ابراہیم علیہ السلام کی نگاہ سے غائب نہیں۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہین رب عزوجل نے ارینانہ فرمایا کہ انقطاع کا وہم دے بلکہ نرئ فرمایا کہ تجدد و بقا پر دال ہو (تاویل کی گنجائش بہت ہوتی ہے ظاہر لفظ رسول کریم کا اس کذلک کا مشار الیہ بتایا جائے) ہم ایسے ہی دکھاتے ہیں ابراہیم کو ایسے کے کیا معنی؟ وہ دوسرا کون ہے جس کے دکھانے سے تشبیہ دی جا رہی ہے کہ جیسے انہیں دکھائے ہاں ہم سے سنو وہ مشبہ وہ اصل الاصول کمالات وہ منبع بحار و انہار مرجع اضواء وانوار کون ہیں؟ محمد رسول اللہ ﷺ جن کے صدقے میں اہل کمال نے کمال پایا تمام فضائل انبیاء و کمالات انبیاء ان کے فضائل کا پرتو ہے امام اجل سیدی ابو محمد بوصیری قدس سرہ قصیدہ مبارکہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں ؎

وکل ای اتی الرسل الکرام بھا
فانما اتصلت من نورہ بھم
فانہ شمس فضل ھم کواکبھا
یظھرن انوارھا للناس فی الظلم
حتیٰ اذا طلعت فی الکون عم ھدا
ھاالعلمین و احیت سائر الامم

حاشیہ

ا؎ اس حدیث کو مواہب لدنیہ میں بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے قادری

عزت والے رسول جتنی نشانیاں لائے وہ حضور ﷺ ہی کے نور مقدس سے ان کو ملیں اس لئے کہ حضور ﷺ آفتاب فضل ہیں۔ تمام انبیاء حضور ﷺ کے ستارے ہیں کہ اندھیروں میں حضور ﷺ ہی کا نور لوگوں کو پہنچاتے ہیں یہاں تک کہ جب اس آفتاب فضل نے طلوع فرمایا اس کی ہدایت سارے جہان کو عام ہو گئی اور اس نے سب مردہ دلوں کو جلا دیا۔ پہلے امام علیہ الرحمتہ قصیدہ مبارک ام القریٰ میں فرماتے ہیں

کیف ترقی رقیک الانبیاء
یاسماء ماطا ولتها سماء
لم یدا نوک فی علاک وقدحا
لسنی منک دونهم وسنا
انما مثلوا صفاتک للنا
سکما مثل النجوم الماء

کیونکر حضور ﷺ کے مرتبہ پر ترقی پائیں انبیاء۔ اے وہ آسمان جس سے کوئی بلندی میں مقابلہ نہیں کر سکتا۔ حضور ﷺ کی بلندیوں اور حضور ﷺ کی روشنی بیچ میں حائل ہو گئی انہوں نے تو اپنے کمالات میں حضور ﷺ کے کمالات کی تصویر دکھائی ہے جیسے پانی ستاروں کی تصویر دکھاتا ہے تو یہ نظر محیط کے تمام ملکوت السموات والارض کو عام ہے (ابراہیم نے کس سے پائی؟ حضرت محمد ﷺ سے) ان کی نظر محیط کی تصویر ذوالصورۃ کے مشابہ ہوتی ہے اسی مشابہت کو تو فرماتے ہیں کذالک نری ابراھیم۔

جامع ترمذی و سنن دارمی وغیرہ کتب معتبرہ میں روایات صحیح حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ دس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے حضور پر نور سید المرسلین ﷺ فرماتے ہیں اتانی ربی فی احسن صورۃ فقال لی یامحمد فیم یختصم الملاء الا علیٰ میرا رب میرے پاس تشریف لایا ایسا جو عقول سے ورا اور اس کی جلال و عزت کے شایان شان ہے اس نے فرمایا اے محمد ملاء اعلیٰ باھم کس بات میں مباہات کرتے ہیں میں نے عرض کی اے میرے رب تو خوب جانتا ہے فوضع

یدہ بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدیی اس نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے بیچ میں رکھا ٹھنڈک جس کی میں نے اپنے سینے میں پائی اس ہاتھ رکھنے سے کیا ہوا فرماتے ہیں فعلمت مابین المشرق والمغرب میں نے جان لیا جو کچھ مشرق سے مغرب تک ہے فتجلی لی کل شئی وعرفت زیادہ فرمایا یعنی میرا دیکھنا ایسا نہیں کہ اجمالی طور پر اشیاء سامنے حاضر ہیں مجمل طور پر دیکھ لیں اور پہچان میں نہ آئیں نہیں میں نے سب کچھ دیکھا اور سب کچھ پہچانا حضور ﷺ کے بیٹوں میں سے ایک بیٹا حضور ﷺ کے غلاموں میں سے ایک غلام اور کیسے غلام نہایت عزیز اور پیارے غلام کیسے بیٹے نہایت محبوب بیٹے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں

السعداء و الاشقیاء یعرضون علی وان عینی فی اللوح المحفوظ بے شک تمام سعید اور تمام شقی مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں اور بے شک میری آنکھ لوح محفوظ پر ہے اور فرماتے ہیں

نظرت الی بلاد اللہ جمعاً
کخر دلته علی حکم اتصالی

میں نے اللہ کے تمام ملک کو اس طرح دیکھا گویا وہ سب ملک میرے سامنے ایک رائی کے دانہ کے برابر ہے حضرت سیدنا بہاء الحق قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ نے فرمایا مرد وہ ہے کہ تمام روئے زمین اس کے سامنے کف دست کے مثل ہو فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ مرد وہ ہے کہ تمام روئے زمین اس کے سامنے انگوٹھے کے ناخن کے برابر ہو غرض وہ بلاشبہ حاضر و ناظر ہیں ان کا رب عزوجل فرماتا ہے

یایها الذین امنوا توبوا الی اللہ جمیعًا اے ایمان والو! سب اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو توبہ میں یقیناً شرعاً کوئی جلدی منظور ہے گھڑی بھر کی تاخیر منظور نہیں جب کہ مہینے مہینے کے لئے اٹھا رکھی جائے اور بھی قرآن کریم سے اب پوچھئے توبہ کا طریقہ کیا بیان فرماتا ہے ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک فاستغفر واللہ واستغفر لهم الرسول لوجد واللہ توابًا رحیمًا اور اگر وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور معافی چاہیں اور آپ بھی ان کے

لئے معافی چاہیں تو ضرور اللہ کو پائیں گے بہت توبہ قبول فرمانے والا مہربان' توبہ ہم سے مانگتے ہیں اور فوراً مانگتے ہیں اور طریقہ یہ بتاتے ہیں کہ ان کے حضور حاضر ہو کر توبہ کرو۔ اگر وہ دور ہیں تو فوری توبہ کیسے ممکن اور مدینہ طیبہ حاضر ہونا ہر مسلمان کو کیسے آسان اور اگر گیا بھی تو تاتریاق از عراق کا مضمون نہیں نہیں یہی معنی ہیں کہ وہ ہر جگہ حاضر ہیں ہر مسلمان کے دل میں وہ تشریف فرما ہیں ہر مسلمان کے گھر میں وہ تشریف فرما ہیں۔

علی قاری شرح شفاء امام قاضی عیاض میں اس مسئلہ کی دلیل میں کہ جب کسی تنہا مکان میں جاؤ جہاں کوئی نہ ہو تو یوں کہو السلام علیک ایها النبی ورحمته اللغه وبر کاته فرماتے ہیں لان روه النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حاضرة فی بیوت اهل الاسلام[۱] حضور اقدس ﷺ کی روح تمام مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے یہ لفظ تصریح ہے اور حضرت محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے جابجا تصریح فرمائی ہے کہ حضور ﷺ ہر چیز پر حاضر و ناظر ہیں جو شخص ایسے مسئلے کو جو قرآن عظیم وحدیث صحیح وارشادات علماء سے ثابت ہے کفر کہے اپنے اسلام کی خبر لے هم للکفر یومئذ اقرب منهم للایمان۔ واللہ اعلم دستخط و مہر

(۱) عبدالمصطفیٰ احمد رضا خاں محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی عفی عنہ وصلی اللہ علی سیدنا محمد المصطفیٰ النبی الامی وعلی آلہ وسلم۔ دستخط

(۲) صحیح الجواب واللہ اعلم بالصواب الفقیر محمد شفاعت الرسول قادری الرضوی البرکاتی رام پوری

(۳) دستخط المجیب مصیب فقیر حمد اللہ کمال الدین المختص القادری المحمودی عفی عنہ بقلم خود

(۴) اجاب المجیب بطرز عجیب فللہ در المجیب المصیب هو العالم الفاضل الکامل هو الاورع الالمعی اللبیب دستخط عبدالمعتصم بذیل سید المرسلین محمد نعیم الدین خصہ اللہ بحنہ بمزید العلم والیقین

(۵) دستخط الجواب صحیح و حضرة المجیب نجیح نمقہ الفقیر مصطفیٰ رضا القادری النوری عفی عنہ بجاہ النبی

حاشیہ

[۱] شرح ملا علی قاری ج ۲ ص ۱۱۷

الامی صلی اللہ علیہ وسلم (مہر)

() دستخط احمد حسین رام پوری عفی عنہ مقیم درگاہ اجمیر شریف

(۰) دستخط الجواب صحیح صحیح ابو النصر محمد یعقوب حنفی القادری بلاس پوری

(۱) دستخط الجواب صحیح امیر علی خاں بلہاری عفی عنہ الباری مدرس جامع مسجد شاہ جہاں پور

(۲) دستخط الجواب صواب محمد ظہور الحسین نقشبندی عفی عنہ مدرس اول مدرسہ اہلسنت والجماعت واقعہ بانس بریلی

() دستخط جواب صحیح ہے قاضی شرافت اللہ ساکن سنٹھ واقع بلند شہر

() دستخط ھذا ھو الحق القراح والصدق الصراح حررہ الفقیر الے الکریم النبوی واللطف الولوی محمد نالمدعو بحامد رضا البریلوی القادری سقاہ اللہ من نهر منهل کرمه الحردی و حماہ عن شر الجر المزدی

(۱۲) المجیب اللبیب لاریب مصیب مما اجاب فللّٰہ درہ فیما اجتهد واصاب دستخط انا العبد الفقیر الحقیر المسکین محمد اکرام الدین البخاری عفی اللہ عنہ الشهیر بواعظ الاسلام خطیب و امام فی مسجد نواب وزیر خان المرحوم المغفور ببلدۃ لاہور

السلام اے آنکہ ذات پاک تو در کائنات
ناظر و حاضر بود در ہر زمان ہر مکان
السلام اے آنکہ شد پید از نورت عالمی
گفت حق لولاک در شان تو بیشک بیگماں

واقعی جو کچھ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ نے دربار حاضر ناظر ہونے رسول علیہ السلام پر ارقام فرمایا ہے

جیسا اشعۃ اللمعات جلد اول شرح مشکوۃ صفحہ ۳۵۷ میں ارشاد ہے

پس آنحضرت درد ذات مصلیان موجود و حاضر است و نیز آنحضرت ہمیشہ نصب العین مومنان و قرۃ العین عابدان است درجمیع احوال و اوقات خصوصاً درحالت عبادت و آخر آں کہ وجود نورانیت و انکشاف دریں محل بیشتر قوی تر است ا۔

پس باید کہ بندہ ہم چنانکہ حق سبحانہ و تعالیٰ پیوستہ برجمیع احوال کود ظاہراً و باطناً" واقف و مطلع بیندر رسول صلی اللہ علیہ وسلم را نیز ظاہر و باطن خود مطلع و حاضر داند (مصباح الہدایت ترجمہ معارف صفحہ ۲۵ مطبوعہ نو لکشور) ۲۔

ایضاً رسول صلی اللہ علیہ وسلم براحوال و اعمال امت مطلع است و بر مقربان وخاصان درگاہ خود ممدو مفیض و حاضر و ناظر است (جامع البرکات شیخ عبدالحق) ۳۔

ایضاً باچندیں اختلافات و کثرت مذاہب کہ در علمائے امت است یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقی است و براعمال امت حاضر و ناظر و طالبان حقیقت راو متوجهان آنحضرت ﷺ رامفیض و مربی (اقرب السبل بالتوبہ الے سید الرسل) ۴۔ مکتوبات برحاشیہ اخبا الاخیار ۱۵۵ مطبوعہ لاہور مصنفہ شیخ عبدالحق دہلوی اور مدارج النبوۃ جلد

حاشیہ

ا۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نمازیوں کی ذات میں حاضر و موجود ہیں اور نیز حضور ﷺ ہمیشہ ایمان والوں کا نصب العین اور عبادت گذاروں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں اور تمام احوال میں بالخصوص حالت عبادت (نماز) اور اس کے آخر (التحیات) میں نورانیت کا وجود اور اس جگہ میں انکشاف بہت اور زیادہ قوی ہے۔

۲۔ پس چاہئے کہ بندہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو اپنے احوال پر ظاہر اور باطنا واقف و مطلع سمجھتا ہے اس کے رسول ﷺ کو بھی اپنے احوال پر ظاہراً اور باطنا (اللہ کی عطاء سے) حاضر اور مطلع سمجھے۔

۳۔ نیز رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے احوال و اعمال پر نگاہ رکھتے ہیں اور خصوصاً اپنی بارگاہ کے مقربین کی مدد فرماتے اور ان کو فیض پہنچاتے اور ان پر حاضر و ناظر ہیں قادری

۴۔ یہ عبادت حضرت شیخ علیہ الرحمتہ کے مکتوبات کی ہے جو اخبار الاخبار کے حاشیہ پر ہیں (ترجمہ) ان اختلافات

دوم صفحہ ۷۸۹ شیخ عبدالحق فرماتے ہیں مصیت می کنم ترا اے برادر بدوام ملاحظہ صورت و معنی او واگر باشی تو متکلف و مستحضر پس نزدیک است کہ الفت گیرد روح تو بوے پس حاضر آید تراوے صلی اللہ علیہ وسلم عیانا یابی اورا وحدیث کنی باوے و جواب دہد تراوے و حدیث گوید با تو خطاب کند ترا فائز شوی بدرجہ صحابہ عظام و لاحق شوی بایشاں انشاء اللہ تعالیٰ

جس کا ماحصل ہے کہ حضور علیہ السلام کا شکل مبارک کا ہر وقت تصور رکھ اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر سمجھ پس نزدیک ہے کہ تجھے الفت پکڑے روح تیرا ساتھ روح آپ ﷺ کے اور ظاہر ہوں گے آپ اور باتیں کریں گے ساتھ تیرے اور تو ساتھ آپ ﷺ کے باتیں کرے گا۔ ساتھ آپ ﷺ کے یہاں تک فائز ہو صحابہ کے درجے پر انشاء اللہ۔[۱] باقی ذکر مفصل اس کا سلطان الفقہ میں دیکھو فقط

سوال: قیام میلاد شریف کے وقت کن الفاظ سے سلام پڑھا جائے؟

جواب: فقیر کی تحقیق میں ان الفاظ کو کھڑے ہو کر باادب و باتصور پڑھا جائے تو بہتر ہو گا۔ وھوہذا

یانبی سلام علیک یارسول سلام علیک
یاحبیب سلام علیک صلوات اللہ علیک
نام نامی حرز جہاں ہے، چارۂ درد نہاں ہے
دمبدم درد زباں ہے، صلوات اللہ علیک

حاشیہ

کے باوجود جو علماء امت میں ہیں اس مسئلہ میں کسی کو اختلاف نہیں کہ آنحضرت ﷺ کسی شائبہ مجاز اور توھم تاویل کے بغیر حیات حقیقہ کے ساتھ زندہ ہیں دائم اور باقی ہیں اور اپنی امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں شیخ کی اس عبارت سے پتہ چلا کہ حضور ﷺ کے حاضر و ناظر (روحانی و نورانی اعتبار سے) ہونے کے منکر بعد میں پیدا ہوئے ان کے زمانہ تک کوئی منکر نہ تھا۔ قادری

[۱] صحابہ کے درجہ پر فائز ہونے کا مطلب محض ظاہر و عیانی اعتبار سے حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہونا ہے کسی حجاب کے بغیر جیسا کہ صحابہ کرام مشرف ہوتے تھے یہ مطلب نہیں کہ وہ شخص رتبہ میں صحابہ کے برابر ہو جائے کیونکہ غیر صحابی، صحابی کا رتبہ نہیں پا سکتا۔ فقط قادری

دو جہاں کے آپ سرور، آپ کا مداح ہے داور
کون ہے ایسا پیغمبر، صلوات اللہ علیک

کس کو رتبہ ملا ہے، نام کس کا مصطفیٰ ہے
کس کا عاشق ۱؎ کبریا ہے، صلوات اللہ علیک

کس کے قبضہ میں ہے کوثر، ہے خدا کا پیار کس پر
کون ہے محبوب داور، صلوات اللہ علیک

کس کو خالق نے ملایا، کس نے ہے یہ رتبہ پایا
کس پہ ہے قرآن آیا، صلوات اللہ علیک

شافع محشر تمہیں ہو، دین کے رہبر تمہیں ہو
خاص پیغمبر تمہیں ہو، صلوات اللہ علیک

راہنماؤ پیشوا ہو، سر بسر نور خدا ہو
تم تو شاہ دوسرا ہو، صلوات اللہ علیک

گرچہ عصیاں کی ہے کثرت، غم نہیں روز قیامت
وہاں تو ہوں گے آپ حضرت، صلوات اللہ علیک

واسطہ آل عبا کا، صدقہ حضرت فاطمہ کا
غم نہ ہو روز جزا کا، صلوات اللہ علیک

میرے مولیٰ میرے آقا، آپ ہی کا ہے بھروسا
حشر میں رہ جائے پردہ، صلوات اللہ علیک

آپ ہی شمس الضحیٰ ہیں، آپ ہی بدرالدجیٰ ہیں
آپ محبوب خدا ہیں صلوات اللہ علیک

حاشیہ

۱؎ لفظ عاشق کا استعمال اللہ تعالیٰ کے لئے درست نہیں ہاں اس کی جگہ لفظ "محب" ہونا چاہئے قادری

چاند سورج اور ستارے، آپ پر صدقے اور تارے
جان و دل دونوں کو وارے، صلوات اللہ علیک

اب نہیں اٹھتے یہ صدمے، دل ہوا ہے ٹکڑے ٹکڑے
آپ کی صورت کے صدقے، صلوات اللہ علیک

آپ کی فرقت نے مارا، بس یہی ہے اس کا چارہ
اب زیارت ہو خدارا، صلوات اللہ علیک

آپ پر قربان جاؤں، ایک دم جو دیکھ پاؤں
حال دل سب کہہ سناؤں، صلوات اللہ علیک

خواب میں اگر آپ آتے، صورت انور دکھاتے
ہجر کے غم سے چھڑاتے، صلوات اللہ علیک

روضہ احمد پہ جا کر، یہ پیام شوخ مضطر
اے صبا کہنا مکرر، صلوات اللہ علیک

یا نبی سلام علیک، یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک، صلوات اللہ علیک

سوال: حضور علیہ السلام کے میلاد پر کون سے دلائل اور آنحضور ﷺ کی تشریف آوری پر شاہد ہیں۔

جواب: تمام قرآن ہی آنحضور ﷺ کی تشریف آوری پر دال ہے [۱] لیکن یہاں چند آیات درج کی جاتی ہیں۔

(۱) قال اللہ تعالٰی قل بغضل اللہ و برحمته فبذلک فلیفر حوا یعنی کہہ دیجئے یارسول اللہ ﷺ ساتھ فضل اللہ کے اور اس کی رحمت کے مؤمنوں کو چاہئے کہ اس پر خوش ہوں۔ کیا

حاشیہ

[۱] کیونکہ آپ کی تشریف آوری نزول قرآن کا سبب بنی۔ قادری

حضور صلی اللہ ﷺ کی ذات اللہ کی رحمت و فضل نہیں؟ جب ہیں تو پھر آپ ﷺ کی تشریف آوری پر خوشی منانی قرآن شریف سے ثابت ہو گئی۔

(۲) قال اللہ تعالیٰ لقد جائکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم (سورۃ توبہ، پارہ ۱۰) البتہ تحقیق آیا تمہارے پاس پیغمبر نفسوں تمہارے سے شاق ہے اوپر اس کے یہ کہ ایذا میں پڑو تم حرص کرنے والا ہے اوپر بھلائی تمہاری کے ساتھ مسلمانوں کے شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

(۳) قد جائکم من اللہ نور و کتاب مبین تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ سے نور اور کتاب روشن۔

(۴) واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتب و حکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصر نہ قال ءاقررتم واخذتم علیٰ ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشھدین فمن تولیٰ بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون (پارہ ۳) اور جس وقت لیا اللہ تعالیٰ نے عہد پیغمبروں کا البتہ جو کچھ دوں میں تم کو کتاب سے اور حکمت سے پھر آئے تمہارے پاس پیغمبر سچا کرنے والا اس چیز کو جو ساتھ تمہارے ہے البتہ ایمان لاؤ ساتھ اس کے اور البتہ مدد دینا اس کو کہا کیا اقرار کیا تم نے اور لیا تم نے اس پر بھاری عہد میرا کہا' انہوں نے اقرار کیا تم نے۔ کہا پس شاہد رہو اور میں تمہارے ساتھ شاہدوں میں سے ہوں۔

پس جو کوئی پھر جائے پیچھے اس کے پس یہ لوگ وہی ہیں بدکار!

(۵) یایھا النبی انا ارسلناک شاھداً و مبشراً و نذیراً لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزورہ وتسبحوہ بکرۃً واصیلاً تحقیق بھیجا ہم نے تجھ کو گواہی دینے والا خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا تو کہہ ایمان لاؤ ساتھ اللہ کے رسول کے اور قوت دو اس کو اور تعظیم کرو اس کی۔ اور تسبیح کرو اللہ کی صبح اور شام۔

پس ان آیات بینات سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کے آنے پر فرحت کرنا اور خوشی منانا عین ایمان ہے کیونکہ حضور ﷺ کی ذات رؤف الرحیم بلباس نوری و رحمت کا پہن کر تشریف لائے اور حقیقت

رسالت و نبوت کا خود زبان درفشاں سے اظہار فرمایا اور شاہد و مبشر و سراجا" منیرا" ہونے کا بحکم خداوند تعالیٰ اعلان فرمایا اور تمام جن و بشر و جمیع کائنات کے لئے رحمت ثابت ہوئے لہٰذا مسلمانوں کو حضور ﷺ کی توقیر و تعظیم ہر حال میں واجب ٹھہری۔

حدیث شریف میں آتا ہے فرمایا حضور ﷺ نے کہ اول ما خلق اللہ نوری کہ سب چیزوں سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا کیا ا۔ اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ۔ فرمایا آپ ﷺ کی ذات مفخر موجودات تمتہ دور زمان نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے نور سے پیدا فرما کر تمام اشیاء کو میرے نور سے پیدا فرمایا چنانچہ مواہب لدنیہ جلد اول صفحہ ۹ و شرح حمزہ و مسند عبدالرزاق میں باسناد صحیح نقل فرمائی ۲۔

و روی عبدالرزاق بسندہ عن جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قلت یارسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بابی انت و امی اخبر نی عن اول شئی خلقہ اللہ تعالیٰ قال یاجابر ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ فجعل ذلک النوریدو ربا لقدرۃ حیث شاء اللہ تعالیٰ ولم یکن فی ذلک الوقت لوح ولا قلم ولا جنتہ ولا نار ولا ملک ولا سماء ولا ارض ولا شمس ولا قمر ولا جن ولا انس فلما ارادن یخلق الخلق قسم ذلک النور اربعتہ اجزاء

حاشیہ

ا۔ شاہ عبدالحق علیہ الرحمتہ نے مدارج نبوت کی دوسری جلد کے دوسرے صفحہ پر لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے

۲۔ امام عبدالرزاق کی مصنف مشہور ہے مسند کا کہیں ذکر نہیں دیکھا۔ ہو سکتا ہے کہ ان کی اس نام سے بھی کتاب ہو اس میں یہ حدیث ہو مگر عام محدثین اس حدیث کو مصنف کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں جبکہ مصنف عبدالرزاق گیارہ جلدوں میں چھپ چکی ہے مگر اس میں یہ حدیث نہیں دیکھی گئی ہو سکتا ہے کہ اس کا کوئی حصہ چھپنے سے رہ گیا ہو جس میں یہ حدیث ہو یا چھاپنے والے لوگ نور مصطفیٰ ﷺ کے منکر ہوں اور انہوں نے اس حدیث کو حسب عادت کتاب سے نکال دیا ہو نیز امام عبدالرزاق کی حدیث پر "الجامع الکبیر" ایک کتاب بھی ہے اور دوسری تفسیر القرآن بھی ہے ممکن ان میں سے کسی میں اس حدیث کو روایت کیا ہو (الاعلام ج ۳ ص ۳۵۳)

فخلق من الجزاء الاول القلم ومن الثانی اللوح ومن الثالث العرش ثم قسم الجزء الرابع اربعته اجزاء فخلق من الجزء الاول حملته العرش ومن الثانی الکرسی ومن الثالث باقی الملائکته الخ

ترجمہ: روایت کی عبدالرزاق نے ساتھ سند اپنی کے جابر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا عرض کیا میں نے یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں خبر دیجئے مجھ پر سب چیزوں سے پہلے کے خدا تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا کی؟ فرمایا اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے نور تیرے نبی کا پیدا کیا اپنے نور سے، پس یہ نور پھرتا رہا قدرت سے جہاں چاہا اللہ تعالیٰ نے اور نہ تھا اس وقت لوح اور قلم، نہ جنت، نہ دوزخ، نہ فرشتے، نہ آسمان، نہ زمین، نہ سورج، نہ چاند، نہ جن، نہ انسان پس جب ارادہ خلقت کے پیدا کرنے کا کیا تقسیم کیا اس نور کو چار جزو پر پہلی جز سے قلم کو پیدا کیا، دوسری سے لوح، تیسری سے عرش، پھر تقسیم کیا جزو چوتھی کو چار جزوں پر۔ پھر اول جز سے حملتہ العرش پیدا کئے اور دوسری جز سے کرسی اور تیسری سے باقی ملائکہ آخر حدیث تک۔ [۱]

ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس وقت تاج نبوت پہنایا کہ ابھی آدم علیہ السلام پانی اور گارے میں تھے اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد آدم کا سردار بنا کر بھیجا قیامت کے دن میرے ہی ہاتھ لواء الحمد ہو گا۔ اور سب سے پہلے میں ہی شفاعت کا دروازہ کھولوں گا۔ اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ ابابکر میری حقیقت کو سوائے مالک الملک کے کوئی نہیں جانتا۔ یا ابابکر لم یعرفنی حقیقتہ غیر ربی [۲] اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ تمام خاندان عرب سے مجھے چنا

حاشیہ

۱۔ یہاں حضور ﷺ کے نور کے تقسیم کرنے کا جو ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کے فیضان نور اور عکس سے جملہ کائنات پیدا کی گئی جیسا کہ ایک چراغ سے آگے کئی چراغ جلا لیتے ہیں مگر پہلے چراغ کی روشنی تقسیم نہیں ہوتی فقط قادری

۲۔ اس حدیث کو امام فاسی علیہ الرحمتہ مطالع المرات شرح دلائل الخیرات میں نقل کیا ہے قادری

گیا۔ وفی البخاری عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم بعثت من خیر قرون بنی ادم قرنا فقرنا حتی کنت من القرن الذی کنت منہ وفی مسلم عن واثلتہ بن الاسقع قال صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اللّٰہ اصطفی کنانتہ من ولد اسماعیل واصطفی قریشا من کنانتہ واصطفی من قریش بنی ھاشم واصطفانی من بنی ھاشم (رواہ الترمذی)

وعن العباس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اللّٰہ خلق الخلق فجعلنی فی خیر فرقتھم وخیر الفریقین ثم خیر القبائل فجعلنی فی خیر القبیلتہ ثم خیر البیوت فجعلنی فی خیر بیوتھم فانا خیر ھم نفسا" وخیر ھم بیتا ای اصلا (رواہ الترمذی) [۱]

ترجمہ: روایت ہے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بھیجا گیا میں بہتر قرون بنی آدم سے قرن بعد قرن کے یہاں تک کہ میں اس قرن سے ہوا جس میں ہوا۔ اور صحیح مسلم میں ہے واثلہ بن اسقع سے فرمایا رسول خدا ﷺ نے تحقیق اللہ تعالٰی نے چن لیا کنانہ کو اسماعیل کی اولاد سے اور چن لیا قریش کو کنانہ سے اور قریش سے بنی ہاشم کو چنا اور چن لیا بنی ہاشم سے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تحقیق اللہ تعالٰی نے پیدا کیا خلق پس کیا مجھ کو بہترین فرقے میں پھر چنے قبیلے پس کیا مجھ کو بہترین قبیلے میں پھر چنے گھر پھر کیا مجھ کو بہترین گھروں میں سے، پس میں بہتر ہوں نفس کی طرف سے اور بہترین ہوں گھر کی طرف سے۔

پس ان تمام دلائل سے اور آیات اور احادیث صحیح سے میلاد حضور علیہ السلام ثابت ہوتا ہے۔ عاقل کے لئے اشارہ کافی ہے۔

یاصاحب الجمال یا سید البشر

حاشیہ

[۱] جامع الترمذی ج ۲ ص ۲۰۱

من وجهک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقه
بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

سوال: اگر شیعوں کے ساتھ مناظرہ دربارہ ایمان اصحاب ثلثہ کرنا ہو تو کون سے دلائل سے پیش جائیں؟

جواب: ذیل کے دلائل بایں الفاظ جو ذیل میں درج پیش کئے جائیں۔ وھوہذا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی رسولہ محمدٍ وآلہ واصحابہ اجمعین

دلیل نمبر ۱: والسبقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعد لھم جنت تجری من تحتھا الانھار خلدین فیھا ذلک الفوز العظیم ○ اور آگے بڑھ جانے والے پہلے ہجرت کرنے والوں سے اور مدد دینے والوں سے اور وہ لوگ کہ پیروی کرتے ہیں ان کے ساتھ نیکی کے راضی ہوا اللہ ان سے اور راضی ہوئے وہ اس سے اور تیار کی میں نے واسطے ان کے بہشتیں چلتی ہیں نہریں نیچے ان کے ہمیشہ رہیں گے بیچ ان کے ہمیشہ یہ ہے مراد پانا بڑا۔

دلیل نمبر ۲: والذین امنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ والذین آووا ونصروا اولٰئک ھم المؤمنون حقًالھم مغفرۃ و رزق کریم (سورۃ انفال پارہ ۱) اور جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑا اور جہاد کیا بیچ راہ اللہ کے اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی یہ وہی لوگ ہیں ایمان والے سچے واسطے ان کے بخشش ہے اور رزق باکرامت۔

دلیل نمبر ۳: للفقراء المھاجرین الذین اخرجوا من دیارھم واموالھم یبتغون فضلًا من اللہ ورضوانا وینصرون اللہ ورسولہ اولٰئک ھم الصدقون ○ واسطے فقراء مہاجرین کے جو نکالے گئے اپنے گھروں اور مالوں سے ڈھونڈتے ہیں فضل اللہ تعالٰی سے اور رضامندی اور مدد دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو وہی سچے ہیں۔

دلیل نمبر ۴: لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم مافی قلوبھم فانزل سکینتہ علیھم ○ البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ راضی ہوا مسلمانوں سے جس وقت بیعت کرتے تھے تجھ سے نیچے درخت کے، پس جانا جو کچھ بیچ دلوں ان کے ہے پس اتاری تسکین اوپر ان کے۔

دلیل نمبر ۵: اذاخرجہ الذین کفرو اثانی اثنین اذسما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا ○ جس وقت نکال دیا تھا اس کو ان لوگوں نے کہ کافر ہوئے دوسرا دو میں جس وقت کہ وہ دونوں بیچ غار کے تھے جس وقت کہ کہتا تھا واسطے رفیق اپنے کے مت غم کھا تحقیق اللہ ساتھ ہمارے ہے۔

دلیل نمبر ۶: کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ ا؎

دلیل نمبر ۷: فالذین ھاجروا واخرجوا من دیارھم واوذوا فی سبیلی وقتلوا وقتلوا لاکفرن عنھم سیاتھم ولا دخلنھم جنت تجری من تحتھا الانھر ○ (پ ۴) ۲؎

پس ان تمام دلائل قاطعہ سے ثابت ہوا کہ تمام اصحاب مہاجرین و انصار اور جو ان کی پیروی کرنے والے سب ہیں سب صاحب جنت اور ہمیشہ کے لئے اس نعمت سے سرفراز رہنے والے ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ان لوگوں نے اپنے مال و جان کو محض اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کے لئے قربان کر

حاشیہ

۱؎ تم بہترین امت ہو تمہارا کام نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے منع کرنا ہے اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ الخ

۲؎ پس جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میرے راستے میں تکلیف پہنچائے گئے اور جہاد کئے اور شہید ہوئے میں سب کے گناہ ضرور معاف کروں گا اور انہیں ضرور بہشتوں میں داخل کروں گا۔ جن کے نیچے نہریں رواں دواں ہیں قادری

دیئے اور حضور ﷺ سے بیعت کی خدا تعالیٰ کی رضامندی میں داخل ہوئے اور علاوہ اس کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یار غار تھے اور تمام امت جو اس وقت حاضر تھی۔ سب امتوں سے افضل ٹھہرے۔

نوٹ: اعتراض شیعہ مرزا احمد علی صاحب امرتسری ثم لاہوری (مولوی صاحب جی پہلے آپ ان کا مسلمان ہونا تو ثابت کریں۔ پھر یہ دلائل پیش کریں۔)

جواب: از ملتانی

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

مرزا صاحب جی کیا ہجرت کرنا آپ کی ذات کے ساتھ اور یار غار ہونا اور صاحب کا خطاب پانا اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی بیعت ہونا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کے ایماندار مکمل ہونے پر ناطق نہیں جواب دیں۔ پس جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں یہ اوصاف ظاہری و باطنی پیدا کئے اور دیکھے تو سرٹیفکیٹ تاج عزت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورضوا عنہ و خالدین فیھا ابدا کا عطا فرمایا اور علاوہ ان کے آپ کی مذہب کی کتابوں میں ان کا ایماندار ہونا ثابت ہوتا ہے وہوہذا۔

چنیں گفت راوی کہ سالار دیں — چو سالم بحفظ جہاں آفریں
زنزدیک آں قوم پر مکر رفت — بسوئے سرائے ابوبکر رفت
پئے ہجرت او نیز آمادہ بود — کہ سابق رسولش خبر دادہ بود
نبی بر در خانہ اش چوں رسید — بگوشش ندائے سفر در کشید
چوں ابوبکر زاں حال اگاہ شد — زخانہ بروں رفت ہمراہ شد
چور فتند چندیں بداماں دشت — قدوم فلک سائی مجروح گشت
ابوبکر انگہ بدوشش گرفت — ولے زیں حدیث است جائے شگفت
کہ در کس چناں قوت آمد پدید — کہ بارے نبوت تو اند کشید

برفتند القصہ چندے دگر ! بدیدند غارے دراں تیرہ شب
چوگر دید پیدا نشان سحر گرفتند در جوف آن غار جائے
کہ خواندے عرب غار ثور لقب بہرجا سوراخ یا رخنہ دید
دلے پیش بنہاد ابابکر پائے در آمد رسول خدا ہم بہ غار
قبارا بدرید وآں رخنہ چنید نبی گفت پس پور ابوبکر را
نشستند یک جا بہم ہر دو یار رسول خدا چوں شدے در نماز
کہ اے چوں پدر ابن صدق وصفا ابوبکر صدیق فاروق دین !
باں اقتدا کر دے آں سرفراز شدہ جاں فدائے رسول امین

ابیات از غزوات حیدری صفحہ ٦٦' ٦٧ اب شیعہ صاحب جی پتہ چلا۔ مرزا صاحب بولے کہ ملتانی جی کہ آپ کیوں کہانیاں فارسی دان مولویوں کی پیش کرتے ہیں ہماری کسی کتاب کی حدیث بیان کرو۔ جناب ہاں ذرا کان لگا کر سنئے وھوہذا۔

تقریر نمبر دوم

دلائل از کتب شیعہ بر فضائل صحابہ رضوان اللہ علیہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

بحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و آلہ وسلم

دلیل نمبر ۱: قال ابو عبداللہ السلام لما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ف الغار قال لا بی بکر کانی انظر الی سفینتہ جعفر فی اصحابہ یقوم فی البحر وانظر الی الانصار محتبین فی افنیتھم فقال ابوبکر و تری ھم یارسول اللہ

قال نعم قال فارینهم مسح علٰی عینیه فر آهم فقال له رسول الله انت الصدیق الخ

ترجمہ : امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب آنحضور علیہ السلام غار میں تھے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا گویا اس وقت میں وہ کشتی دیکھ رہا ہوں جس میں جعفر اور اس کے ساتھی سوار ہیں اور وہ دریا میں کھڑی ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ انصار اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ مجھے بھی دکھایئے۔ آپ نے آنکھوں پر ہاتھ پھیرا پس ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب کچھ دیکھا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا تو صدیق ہے۔

اس حدیث سے تین امر ظاہر ہوئے یار غار ہونا اور حضور ﷺ کا ہاتھ منہ مبارک پر پھیرنا اور لقب صدیق پانا۔ (نقل از تفسیر قمی جلد اول تحت آیت اذہما فی الغار تحتی خورد صفحہ ۲۶۶)

دلیل نمبر ۲: لا جرم ان اطلع الله فی قلبک ووجد ما فیه موافقًا لما جری علٰی لسانک جعلک منی بمنزلته السمع والبصر و الراس من الجسد وبمنزلته الروح من البدن لعلٰی الذی هو منی (نقل از تفسیر امام حسن عسکری صفحہ ۲۳۱)

ترجمہ : فرمایا آنحضور ﷺ نے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ تیرے دل پر مطلع ہوا اور پائی تیرے دل کی بات موافق زبان تیری کے تحقیق خدا نے تجھ کو بمنزلہ میری سمع و بصر کے گردانا اور تجھ کو میرے ساتھ وہ نسبت ہے جو سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہے گویا کہ وہ علی مجھ سے ہے (صفحہ ۲۳۱ مطبوعہ جعفری)

دلیل نمبر ۳: لا یفضل علیهم ومن ازهد من هولاء وقد قال فیهم رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم ما قال (الحدیث) (نقل از فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۴ بروایت امام صادق نسبت مسئلہ مال صدقہ)

ترجمہ : ان پر کوئی فضیلت نہیں رکھتا کون فضیلت رکھتا ہے ان لوگوں سے یعنی (خلیفہ ابوبکر صدیق و ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ اصحاب پر) زیادہ از روئے تقویٰ و زہد کے جیسا کہ فرمایا بیچ ان کے رسول اللہ ﷺ نے۔

دلیل نمبر ۴: عن ابن الزبیر قال ان الایته نزلت فی ابوبکر لا نه اشتری بممالیک الذین اسلموا مثل بلال و عامر ابن فھیرۃ و غیر ھما واعتقھم (تفسیر مجمع البیان جزو ثلثون جلد ۲ صفحہ ۵۷ تحت آیته وسیجنبھا الاتقی الذی سورۃ والیل مطبوعہ ایران)

ترجمہ: یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور غلاموں کو بسبب اسلام میں داخل ہونے کے خرید لیتے پھر ان کو خداوند کی رضامندی کے لئے آزاد کر دیتے مانند حضرت بلال و حضرت عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اور وہ شخص اہل جنت ہوا جس نے اپنے مال کو راہ خدا میں خرچ کیا۔

دلیل نمبر ۵: ومن کتاب که علیه السلام الٰی معاویته انه بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر و عثمان علی ما بایعوھم علیه فلم یکن للشاھد ان یختار ولا للغائب ان یردو انما الشوری للمھاجرین والانصار فان اجتمعوا علٰی رجل وسموہ اماماً کان ذلک للہ رضی فان خرج عن امرھم خارج بطعن اوبدعته ردوہ الٰی ماخرج منه فان ابی فاقتلوہ علٰی اتباعه غیر سبیل المؤمنین وولاہ اللہ ماتولی ولعمری یا معاویته لئن نظرت بعقلک دون ھواک لتجدنی ابرء الناس من دم عثمان ولتعلمن انی کنت فی عزلته عنه الا ان تتجنی فتجن ما بدالک والسلام (فقط جزو ۲ مطبوعہ مصر صفحہ ۸) نہج البلاغہ [۱]

ترجمہ: اور اس عبارت کا ترجمہ صاحب نیرنگ نے صفحہ ۳۷۹ پر یوں تحریر کیا ہے فرمان امیر علیہ السلام کا معاویہ کو، بے شک مجھ سے ایسی قوم نے بیعت کی ہے جس نے ابوبکر و عمر و عثمان سے کی تھی اور اسی امر خلافت پر بیعت کی ہے جس پر اشخاص مذکورہ کی بیعت وقوع میں آئی تھی۔ اب کسی شخص کو اختیار نہیں کہ وہ اپنے لئے ایک علیحدہ راستہ اختیار کرے اور نہ شخص غائب اس امر کو مجاز ہے کہ اس کی تردید کرے۔

حاشیہ

[۱] یہ نہج البلاغۃ کا حوالہ ہے اس کا (نہج البلاغۃ ج ۳ ص ۷) صفحہ و جلد کا حوالہ ہم حاشیہ میں پہلے لکھ چکے ہیں

حقیقتاً شوریٰ مہاجرین و انصار کے لئے ہی زیبا ہے جس شخص پر انہوں نے اجماع کر لیا اور اس شخص کو امام کے نام سے سرزد کر دیا ہو تو ان کا اجماع خوشنودی پروردگار عالم ہے اور اگر کوئی خارج ہونے والا ان کے حکم سے طعن زنی احداث بدعت کر کے نکل گیا تو اسی اجماع کی طرف لوٹا دو جس وہ خارج ہوا ہے اور اگر اس نے انکار کیا تو اس سے مقاتلہ کرو کیونکہ وہ سبیل المومنین کے برخلاف اتباع کر رہا ہے اور پروردگار عالم اسی کام کی طرف متوجہ کر دے گا۔ جس کی طرف اس نے توجہ کی ہے سن او معاویہ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ اگر تو دل کی آنکھوں سے دیکھے اور خواہشات بیجا کی پیروی نہ کرے تو مجھے خون عثمان سے سب لوگوں سے زیادہ بری اور مبرا پائے گا۔ تجھے معلوم ہو جائے گا کہ میں اس سے علیحدہ ہو کر گوشہ نشین تھا مگر یہ دوسری بات ہے تو اس شخص سے خون طلب کرے جو خون بہانے والا نہیں۔ اگر ایسا ہو تو شوق سے دعویٰ کر جو تجھے معلوم ہوا ہے۔

دلیل نمبر ۶: من کلام له علیه السلام قد شاوره عمر بن الخطاب فی الخروج الی

غزو الروم بنفسه وقد تکفل الله لا هل هذا الدین باعزاز الحوزة وستر العورة والذی نصرهم وهم قلیل لا ینتصرون ومنعهم وهم قلیل لا یمتنعون حی لا یموت انک متی تسر الی هذا العدو بنفسک فتلقهم بشخصک فتنکب لاتکن للمسلمین کانفته دون اقصی بلادهم لیس بعدک مرجع یرجعون الیه فابعث الیهم رجلاً مجربًا واحفز معه اهل البلاء والنصیحته فان اظهر الله فذاک ماتحب وان تکن الاخری کنت رداً للناس ومثابته للمسلمین الخ (کتاب نہج البلاغت جلد اول صفحہ ۳۱۰ پر ہے) [۱]

ترجمہ: مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب کہ

حاشیہ

[۱] ہماری نہج البلاغتہ کا جلد ثانی ص ۱۸ ہے مطبوعہ بیروت

مشورہ جہاد روم کے لئے لیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس دین والوں کو خود ذمہ دار ہے جس نے کمزوروں کو طاقت عطا فرمائی ہے اور وہ حی و قیوم ہے۔ آپ روم کی طرف تشریف نہ لے جائیں کیونکہ آپ چلے جائیں گے تو پھر مسلمانوں کو مرجع و پشت پناہ آپ کے بعد کون شخص ہو گا اور اس دین کا حافظ اللہ تعالیٰ ہے۔

دلیل نمبر ۷: ومن کلام له علیه السلام لعمر بن الخطاب وقد استشاره فی غزوة الفرس بنفسه ان هذا الامر لم یکن نصره ولا خذ لانه بکثرتِه ولا قلتِه وهو دین اللّٰه الذی اظهره و جنده الذی اعده وامده حتی بلغ ما بلغ وطلع حیث ماطلع ونحن علٰی موعودٍ من اللّٰه واللّٰه منجز وعده وناصر جنده ومکان القیم بالامر مکان النظام من الخرز ویجمعه ویضمه وان انقطع النظام وتفرق الخرز و ذهب ثم لم یجتمع بحذا فیره ابداً والعرب الیوم و ان کانوا قلیلًا وهم کثیرون بالاسلام عزیزون باجتماع فکن قطبًا واستدر الرحی بالدرب واصلهم دونک نار الحرب فانک ان شخصت من هذه الرض انتقضت علیک العرب من اطرافها واقطارها حتی یکون ماتدع ورائک من العورات اهم الیک مما بین یدیک ان الا عاجم ان ینظروا الیک غداً یقولوا هذا اصل العرب الخ۔ (نہج البلاغت مصری جلد اول صفحہ ۳۲۵) [۱]

ترجمہ: خلاصہ ترجمہ اس عبارت کا یہ ہے تحقیق یہ دین وہ نہیں ہے جس کی فتح و شکست قلت و کثرت لشکر پر ہو یہ دین متین اللہ تعالیٰ کا ہے جس نے اس کو نمودار کیا اور یہ اس کا لشکر ہے جس نے اس کو تیار کیا، مدد دی۔ یہاں تک کہ پہنچا اور نکلا جہاں سے نکلا اور ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو ایفا کرنے والا ہے اور اپنے لشکر کو مدد دینے والا ہے اور صاحب حکومت کی مثال ایسی ہے جیسے

حاشیہ

[۱] ہماری نہجۃ البلاغۃ کا جلد دوم ص ۲۹ ہے طبع بروت

ڈوری خردل کے دانوں کی ہے اور وہی ڈوری سب دانوں کو یکجا جمع کی ہوئی ہے۔ اگر وہ ٹوٹ جائے تو دانے سب کے سب بکھر جائیں، پھر اپنی پہلی حالت پر کبھی جمع نہ ہوں آج اگرچہ اہل عرب کم ہیں مگر اسلام کے سبب سے کثیر ہیں اور بوجہ اتفاق کے غالب ہیں پس آپ قطب بن جایئے اور چکی کو عرب میں چلایئے اور دوسرے لوگوں کو لڑائی کی آگ میں ڈالئے آپ جایئے نہیں کیونکہ اگر آپ یہاں سے گئے تو تمام اہل عرب چاروں طرف سے آپ پر ٹوٹ پڑیں گے یعنی آپ کے ساتھ ساتھ ہو جائیں گے تو یہاں تک نوبت پہنچ جائے گی کہ شہر مدینہ خالی ہو جائے گا۔ اور مقابلہ کی فکر سے پیچھے کی فکر آپ کو زیادہ ہو جائے گی اور عجمی لوگ جب حضور کو دیکھیں گے یہ عرب کی بڑی بیخ ہے اگر اس کو کاٹ ڈالا تو ہمیں ہمیشہ کے لئے آرام ہو جائے گا۔

دلیل نمبر ۸ : عن محمد بن علی الحلبی قال سمعت ابا عبداللہ فیقول اختلاف بنی العباس فی المختوم والنداء من المختوم و خروج القائم من المختوم قلت وکیف النداء قال ینادی مناد من السماء اول النہار الا ان علیاً علیہ السلام شیعتہ ہم الفائزون قال ینادی مناد اخر النہار الا ان عثمان و شیعتہ ہم الفائزون فقط (کتاب روضہ فروع کافی صفحہ ۱۴۶)

ترجمہ : یعنی امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ بنی عباس میں اختلاف ہونا حق ہے اور امام مہدی کا آنا بھی برحق ہے اور آسمان سے آواز آنا بھی برحق ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے دریافت کیا کہ آسمان سے آواز آنا کیسا ہے؟ جواباً امام نے فرمایا کہ بوقت روشن ہوتے سورج کے آواز کرنے والا آواز کرتا ہے کہ تحقیق علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کا گروہ مراد پانے والا ہے یعنی جنتی ہے اور آخر دن کے پکارنے والا پکارتا ہے کہ تحقیق عثمان اور اس کا گروہ مراد پانے والا ہے یعنی جنتی ہے۔

دلیل نمبر ۹ : وجلس عثمان فی عسکر المشرکین و بایع رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ المسلمین و ضرب باحدی یدیہ علی الاخری لعثمان وقال المسلمون طوبیٰ لعثمان قد طاف بالبیت وسعی بین الصفاء والمروۃ واحل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ماکان لیفعل فلما جاء عثمان قال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اطفت بالبیت فقال ماکنت لاطوف بالبیت و رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم لم ۔یطف (کتاب فروع کافی روضہ صفحہ ۱۵۱)

ترجمہ: جب کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرکین کے لشکر میں قید کئے گئے اور آنحضور علیہ الصلوۃ والسلام نے مسلمانوں سے بیعت لی اور آپ کی ذات بابرکات نے بیعت کے لئے ایک ہاتھ اپنا دوسرے ہاتھ پر عثمان کے لئے مارا اور مسلمانوں نے بڑی خوشی سے کہا کہ کیا اعلی نصیب عثمان کا ہے کہ وہ بیت اللہ شریف کا حج و طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی بھی کرے گا تو حضور ﷺ نے لوگوں کو کہا کہ عثمان تو ایسا شخص نہیں کہ بجز میرے طواف وغیرہ کو ادا کر لے اور جب کہ عثمان ذوالنورین واپس تشریف لائے تو آنحضور ﷺ نے پوچھا کہ کیا طواف کعبہ کا کیا تو خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ میں ایسا نہیں ہوں کہ بدون آپ کے طواف کعبہ کا بجا لاؤں جب تک کہ آپ طواف کعبہ کا نہ کر لیں۔

دلیل نمبر ۱۰:

به بو سید عثمان زمین در زمان — بقصد رواں شد چو تیر از کمان

چو او رفت اصحاب روز دگر — بگفتند چندیں به خیر البشر

خوشا حال عثمان بااحترام — که شد قسمتش حج بیت الحرام

رسول خدا چوں شنید ایں سخن — بپا سخ چنیں گفت باانجمن

اور ادھر کا یہ حال تھا کہ سفیان وغیرہ مشرکین نے کہا کہ آپ بے شک طواف حج کر لیجئے لیکن آپ کے رفیق یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کو یہاں ہرگز نہیں آنے دیں گے اور نہ ہی ہم اس کے آنے کو پسند رکھتے ہیں۔ (غزوات حیدری صفحہ ۲۷۳)

اگر میل داری طواف حرم بکن مانعت نیست کس زیں چشم
ولیکن محال است ایں بیگذاف کہ آید محمد برائے طواف
چو بشنید عثمان ازو ایں سخن چنیں داد پاسخ بہ آں اہرمن
کہ طوف حرم بے رسول خدا نباشد کہ بر پیروانش روا

اعتراض شیعہ مرزا احمد علی امرتسری

کیا ان عبارتوں سے ان کا ایماندار ہونا ثابت ہوتا ہے ہرگز نہیں دیکھو تمہاری کتاب مشکوۃ میں لکھا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں منافق ہوں اور ایسا ہی عمر صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں منافق ہوں دیکھو میزان الاعتدال سچ ہے مدعی ست گواہ چست۔

جواب از ملتانی:

بے ثباتی ہے دیکھاتی حسن بے ناموس کو
پائیداری کم دیکھاتی شمع بے فانوس کو

میرے مخاطب صاحب جی کیا خوب ہوتا کہ اب حسد و ضد کو چھوڑ کر انصاف سے کام لیتے اور کلمات انت الصدیق و قطب و مثابتہ المسلمین وغیرہ کو دیکھتے تو انصاف کا خون نہ کرتے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب کیفیت رونے اور غم ناک ہونے کی حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنی تو فرمایا ایسا حال مجھ پر بھی واقعہ ہو جاتا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں اور وعظ سنتے ہیں۔ تو تمام امور دنیاداری کے بھول جاتے ہیں۔ پس یہاں سے نفاق بمعنی بیدینی کے ثابت نہیں ہو سکتے بلکہ یہاں سے مراد تبدیلی حالت کے ہیں۔ جو طالب مولی کی کمالیت و سالکیت پر دال ہیں اور اصطلاح صوفیہ میں اس کو قبض و بسط کہا کرتے ہیں جس سے آپ کو ناواقفی ہے۔ اگر یہاں تمہارے خیال کردہ معنی لئے جائیں تو اعتراض لازم آئے گا کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام آیتہ جاھد الکفار والمنافقین پر عمل کر کے کیوں نہ لوگوں کو دکھلایا۔ اور جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تم نے طعن کیا ہے وہ بھی غلط اس کا کوئی اصل

نہیں کیونکہ اس کا راوی زید بن وہب ہے جو قابل اعتبار نہیں فی حدیثہ خلل کثیر وقت ختم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

دلیل نمبر ا: قال اللہ تعالیٰ یایھا النبی جاھد الکفار والمنفقین واغلظ علیھم ومأوٰا ھم جھنم وبئس المصیر (سورۃ توبہ رکوع ۶ پاؤ ۳) اے نبی جہاد کر کافروں سے اور منافقوں سے اور سختی کر اوپر ان کے اور جگہ رہنے ان کے کی دوزخ ہے اور بری ہے جگہ پھر جانے کی۔

دلیل نمبر ۲: لقولہ تعالیٰ لئن لم ینتہ المنفقون والذین فی قلوبھم مرض والمرجفون فی المدینتہ لنغرینک بھم ثم لا یجارونک فیھا الا قلیلاً ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلاً (پارہ ۲۲ پاؤ اول سورہ احزاب) البتہ اگر نہ باز رہیں گے منافق اور وہ لوگ کہ بیچ دلوں ان کے کہ بیماری ہے۔ اور بد خبر اڑانے والے بیچ شہر کے البتہ پیچھے لگا دیں گے ہم تم کو ان کے پھر نہ ہمسایہ رہیں گے تیرے بیچ اس کے مگر تھوڑے دنوں میں لعنت مارے جہاں پائے جائیں پکڑے جائیں اور قتل کئے جائیں۔

دلیل نمبر ۳: لقولہ تعالیٰ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار ومالکم من دون اللہ من اولیاء ثم لا تنصرون (سورۃ ھود پارہ ۱۲ پاؤ ۳) اور مت جھکو طرف ان لوگوں کے کہ ظلم کرتے ہیں پس لگے گی تم کو آگ اور نہیں واسطے تمہارے ہوائے اللہ کے کوئی دوست پھر نہیں مدد دیئے جاؤ گے۔

دلیل نمبر ۴: لقولہ تعالیٰ ولا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین (سورۃ انعام پاؤ ۳ پارہ ۷ رکوع ۱۳) پس مت بیٹھو پیچھے یاد آنے کے ساتھ قوم ظالموں کے۔

دلیل نمبر ۵: لقولہ تعالیٰ ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون (سورۃ انبیاء) البتہ تحقیق لکھ دیا ہے ہم نے بیچ زبور کے پیچھے ذکر کے یہ کہ زمین کے وارث ہوں گے اس کے بندے میرے صالح۔

دلیل نمبر۶: لقوله تعالٰی یایها النبی اتق اللّٰه ولا تطع الکفرین والمنٰفقین ان اللّٰه کان علیمًا (سورہ احزاب پارہ ۲۱) اے نبی ڈرا کر اللہ سے اور مت کہا مان کافروں کا اور منافقوں کا تحقیق اللہ ہے جاننے والا حکمت والا۔

دلائل از کتب شیعہ

دلیل نمبر۷: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ماسبقکم ابوبکر بصوم ولا صلٰوة ولکن بشیئی وقر فی صدره (از سلمان فارسی نقل از مجالس المومنین صفحہ ۸۸ مطبوعہ ایرانی) ۱۔

دلیل نمبر۸: الذی جاء بالصدق و صدق به اولئک هم المتقون قتل الذی جاء بالصدق رسول اللّٰه و صدق به ابوبکر (نقل از تفسیر مجمع البیان جلد ۲ صفحہ ۳۲ سورۃ زمر۲۵ سطر مطبوعہ ایرانی) ۲۔

پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پکے سچے ایماندار تھے۔ ورنہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام اور حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ و تمام خاندان اہل بیت نے ان سے کس لئے جہاد نہ کیا۔ بلکہ بجائے جہاد کے ان کے ساتھ برت برتاؤ نہایت اعلیٰ طریق پر کئے۔ اور تبرکاً" ان کے اسماء مبارک پر اپنی اولاد کے نام رکھے کسی کا نام ابوبکر کس کا نام عثمان اور یہ فرزند حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہیں۔ جو امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ساتھ کربلا میں شہید اور کیا کوئی شخص دشمن کے نام پر بھی اپنی اولاد کے نام بعد از ظہور عداوت رکھ سکتا ہے' جواب دیں؟ اور علاوہ اس کے حضرت آقائے نامدار احمد کبریا ﷺ نے کس

حاشیہ

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں سبقت حاصل تم پر ابوبکر نے محض روزے یا نماز سے لیکن ایک ایسے جذبے سے جو اس کے دل میں موجود ہے قادری

۲۔ وہ جس نے سچ اختیار کیا اور سچ کی تصدیق کی یہی لوگ متقی ہیں اور اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے وہ شخص جو سچ بولنے اور سچ کی تصدیق کرنے والا ہے اس سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں قادری

لئے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک لڑکی کے انتقال کے بعد دوسری لڑکی کا بھی نکاح کر دیا اور حضرت عثمان کو خطاب ذوالنورین کا بخش دیا۔ (دیکھو نہج البلاغت) اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی دختر ام کلثوم کا نکاح حضرت خلیفہ ثانی کے ساتھ کر دیا۔ کیا کوئی شخص دنیا میں اکمل ایماندار ہو کر بعد از نزول آیت ولا تنکحو المشرکات کے کسی کافر یا منافق کو لڑکی دے سکتا ہے ہرگز ہرگز نہیں کہ مرزا صاحب جی ایمان سے کہو تم ایسا کر سکتے ہو لا حولا ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم مرزا صاحب ان آیات کو سامنے رکھ کر جواب دو

یایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین وقاتلوھم حتی لا تکون فتنتہ ویکون الدین للہ ولقولہ تعالیٰ لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء اور علاوہ اس کے یہ ہے کہ اگر وہ بقول تمہارے نعوذ باللہ منافق تھے تو آپ کی ذات کے پڑوسی ہمیشہ کے لئے کیوں رہے کیا یہ قرآن مجید کا دعویٰ غلط ہے کہ مدینہ میں آپ کے ہمسایہ منافق لوگ ہمیشہ کے لئے نہ رہیں گے۔ ثم لا یجاورونک الا قلیلاً

اعتراض شیعہ مرزا احمد علی

یہ سب جھوٹ ہے ہماری کتابوں سے یہ سب رشتہ داریاں ثابت کرو۔ حضور ﷺ کی صرف ایک لڑکی تھی۔ اور ام کلثوم حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لڑکی تھی جو علی مشکل کشا نے پالی تھی۔

جواب از ملتانی: مرزا صاحب جی اپنے منہ کی مانگی مراد لیجئے وھوھذا۔

ثبوت نمبر ۱: لقولہ تعالیٰ یایھا النبی قل ازواجک وبنتک ونساء المؤمنین (سورہ احزاب پارہ ۲۲) یعنی اے نبی فرما دیجئے اپنی بیبیوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مومنہ عورتوں کو۔

ثبوت نمبر ۲: وتزوج خدیجتہ وھو ابن بضع و عشیرین سنتہ فولد لہ منھا قبل مبعثہ القاسم و رقیتہ و زینب و ام کلثوم و ولد لہ بعد المبعث الطیب

والطاھر و فاطمتہ علیھا السلام (نقل از اصول کافی صفحہ ۲۷۸ مطبوعہ نو لکشور) ا۔

ثبوت نمبر ۳: اللھم صل علی رقیتہ بنت نبیک اللھم صلی علٰی ام کلثوم بنت نبیک (نقل از تحفتہ العوام صفحہ ۱۰۵ از کتاب حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۲۹۴ و صفحہ ۵۵۹ مطبوعہ نو لکشور) ۲۔

ثبوت نمبر ۴: وقد استفرونی بینک وبینھم و واللہ ما ادری ما اقول لک ما اعرف شیئا تجھلہ ولا ادلک علٰی شیئی لا تعرفہ انک لا تعلم مانعلم ماسبقنک الی شیئی فنخبرک عنہ ولا خلونا بشئی فنبلغکہ و قدرایت کما راینا وسمعت کما سمعنا وصحبت رسول اللہ کما صحبنا وما ابن ابی قحافتہ ولا ابن عمر الخطاب اولی بعمل الحق منک وانت اقرب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونتیجتہ رحم منھا وقدنلت من صھرہ مالم ینالا۔

اور اس کے تحت میں علامہ ابن حدید یوں لکھتے ہیں واما فضیلتہ علیھا فی الصھر لانہ تزوج ابنتنی رسول اللہ رقیتہ وام کلثوم توفیت الاولی فزوجہ البنی بالثانیتہ ولذا اسمی ذوالنورین (صفحہ ۳۷۴ نہج البلاغت جلد اول) ۳۔

حاشیہ

ا۔ یعنی حضور ﷺ نے پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہ سے شادی کی تو اعلان نبوت سے پہلے آپ کے ان سے حضرت قاسم و رقیہ و زینب اور ام کلثوم بچے پیدا ہوئے اور اعلان نبوت کے بعد آپ کے ان سے حضرت طیب و طاہر اور فاطمہ بچے پیدا ہوئے۔

۲۔ اے درود بھیجے تیرے نبی کی صاجزادی رقیہ پر اے اللہ درود تیرے نبی کی صاحزادی ام کلثوم پر

۳۔ اور حضرت عثمان کی فضیلت اس پر ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کی دو صاجزادیوں سے شادی کی رقیہ اور ام کلثوم سے پہلی کا انتقال ہوا تو حضور ﷺ نے ان سے دوسری صاجزادی کی شادی کر دی اس لئے ان کا نام ذوالنورین رکھا گیا قادری

ثبوت نمبر۵: کم نبات رسول اللہ فقال اربع فقال ایتھن افضل فقال فاطمتہ (نقل از اخبار ماتم صفحہ ۸۵ مطبوعہ رامپور) ا۔

ثبوت نمبر۶: سند ۲۔ معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ از برائے رسول خدا از خدیجہ متولد شدند طاہر و قاسم و فاطمہ و ام کلثوم و رقیہ و زینب و فاطمہ را حضرت امیر المومنین تزویج نمود و تزویج کرد با ابو العاص بن ربیعہ کہ از بنی امیہ بود زینب داد ۔عثمان بن عفان و ام کلثوم را و پیش از انکہ بخانہ آن برود برحمت الٰہی واصل شد وبعد ازا و حضرت رقیہ راباو تزویج نمود۔ چوں بجنگ بدر رفتند حضرت رسول خدا رقیہ راباو تزویج نمود

اور صفحہ ۷۱۹ جلد ۲ حیات القلوب میں ہے ودر مدینہ اور اتزویج نمود و عبداللہ ازاو بوجود آمد و در کود کی مرد و رقیہ در مدینہ برحمت ایزدی واصل شد۔ درہنگامے کہ جنگ بدر رود و سوم ام کلثوم وا ورا نیز عثمان بعد از رقیہ تزویج نمود وگویند کہ در سال ہفتم در ہجرت برحمت ایزدی واصل شد (نقل از حیات القلوب جد ۲ صفحہ ۷۱۸ و صفحہ ۷۱۹ مطبوعہ نو لکشور باب ۵۱ اور کتاب شیعہ جنات خلود و تذکرۃ الائمہ وغیرہ کتب شیعہ معتبرہ میں بھی ایسا ہی مسطور ہے ۳۔

حاشیہ

ا۔ سوال: رسول اللہ ﷺ کی کتنی صاجزادیاں ہیں؟

جواب: چار ان میں افضل کون سی ہیں؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

۲۔ ترجمہ سند معتبر کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت خدیجہ سے رسول اللہ ﷺ کی اولاد طاہر و قاسم و فاطمہ و ام کلثوم و رقیہ و زینب اور فاطمہ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا کیا اور حضرت زینب کا نکاح ابو العاص بن ربیعہ سے کیا اور ام کلثوم کا حضرت عثمان سے ام کلثوم کے انتقال کے بعد رقیہ کا نکاح بھی عثمان سے کر دیا گیا جب جنگ بدر کو تشریف لے گئے

ا۔ اس کا ترجمہ بھی ہے جو گذر چکا ہے

ثبوت نمبر ۷: دیگر پرسید کہ چرا آنحضرت دختر خود را بعمر ابن الخطاب داد گفت بواسطہ انکہ شہادتین ے نمود بزبان و اقرار بفضل حضرت امیر میگردد (نقل از مجالس المؤمنین مطبوعہ ایران صفحہ ۱۸۸ سطر ۴) ا۔

ثبوت نمبر ۸: پر ہے کہ محمد بن جعفر بعد از فوت عمر ابن خطاب بشرف مصاہرت حضرت امیر المؤمنین علیہ و آلہ الصلوۃ والسلام مشرف گشتہ۔ و ام کلثوم راکہ باعدم کفائیت ازوے اکراہ درحبالہ عمر بود تزویک نمود (نقل از مجالس المؤمنین مطبوعہ ایرانی صفحہ ۸۳ و کتاب فروع کافی کلینی صفحہ ۳۱۱ و ۳۱۲ جلد دوم) ۲۔

ثبوت نمبر ۹: عن سلیمان ابن خالد قال سئلت ابا عبداللّٰہ علیہ السلام عن امرئاۃ توفی عنہا زوجہا این تعتبد فی بیت زوجہا اوحیث شائت ثم قال بل حیث شائت قال ان علیًا صلوات اللہ علیہ لما مات عمراتی ام کلثوم فاخذ بیدھا فانطلق بھا الی بیتہ (نقل از فروغ کافی کتاب الطلاق جلد ۲) ۳۔

ثبوت نمبر ۱۰: نبی دختر بعثمان داد، ولے دختر بعمر فرستاد (مجالس المؤمنین صفحہ ۸۷)

حاشیہ

۱۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دوسرے نے سوال کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کو اپنی بیٹی کیوں دی؟ انہوں نے فرمایا اس لئے دی کہ انہوں نے حضرت امیر المؤمنین علی مرتضٰی کی فضیلت کا دل اور زبان سے اقرار کیا تھا۔

۲۔ محمد بن جعفر نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد وہ حضرت امیر المؤمنین علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے داماد ہونے کے شرف سے مشرف ہوئے ان کی بیوہ ام کلثوم سے عقد کیا تھا

۳۔ سلیمان بن خالد سے مروی ہے کہ میں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ اگر کسی عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ عدت کہاں گذارے اپنے خاوند کے گھر میں یا جہاں اس کا دل کرے؟ فرمایا جہاں اس کا دل کرے پھر دلیل کے طور پر فرمایا کہ حضرت عمر کے وصال فرمانے کے بعد حضرت علی اپنی بیٹی ام کلثوم کو اپنے گھر لے آئے تھے تو انہوں نے عدت اپنے باپ کے گھر گذاری تھی۔

ثبوت نمبر ۱۱: عن جعفر عن ابیه قال ماتت ام کلثوم بنت علی و ابنها زید ابن عمر ابن الخطاب فی ساعۃٍ واحدۃٍ (کتاب تہذیب الاحکام صفحہ ۳۸۰) ۱؎

ثبوت نمبر ۱۲: کتاب النکاح شرائع الاسلام میں ہے زوج علی بنتہ ام کلثوم من عمر ۲؎

عن زرارۃ عن ابی عبداللہ السلام فی تزویج ام کلثوم فقال ان ذالک فرج غصبناہ (نقل از فروغ جلد ۲ صفحہ ۱۴۱) ۳؎

الحاصل: میرے مخاطب مرزا صاحب جی اب تو تسلی ہوئی یا نہیں۔

جواب: شیعہ مرزا احمد علی

یہ سب واقعات ہماری کتابوں میں جو درج ہیں ان میں کلام ہے۔ دیکھو تمہارا عبیدہ نائی یوں کہتا ہے۔ پس اتنا ہی کہنا تھا۔ تو جلسہ میں بے چینی شروع ہو گئی۔ اور صاحب صدر مولوی حافظ محمد شفیع مناظر اول نے کہہ دیا کہ اب جلسہ بند کرتا ہوں۔ اور صدارت کو چھوڑتا ہوں کیونکہ اب شیعہ صاحب اپنی اصلی

حاشیہ

۱؎ امام جعفر صادق سے مروی ہے وہ اپنے والد امام باقر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت زید بن عمر اور ان کی والدہ ام کلثوم کا ایک ہی دن وصال ہوا تھا۔

۲؎ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کر دیا اس سے شیعہ حضرات کا یہ خیال بھی غلط ٹھہرا کہ حضرت علی کی مرضی کے بغیر عمر نے نکاح کر لیا تھا (معاذ اللہ) کیا صحابہ رسول اللہ اور سیدنا علی مرتضیٰ جیسے شیر خدا کے لئے ایسی بات کہنا ان کی توہین نہیں ہے۔

۳؎ زرارہ راوی شیعہ کہتا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا کہ حضرت علی کی صاحبزادی ام کلثوم کا نکاح عمر نے اپنے ساتھ زبردستی کر لیا تھا (معاذ اللہ) شیعہ حضرات کا یہ کس قدر بڑا بہتان ہے صحابہ مصطفےٰ ﷺ پر سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہوئے کہ کوئی ان کی مرضی کے خلاف زبردستی ان کی صاحبزادی کا اپنے ساتھ نکاح کر لے جائے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ' سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ پر بھی یہ بہت بڑا بہتان ہے وہ ایسی لغو و بیہودہ بات کبھی نہیں کہہ سکتے فقط قادری

عداوت قدیمی مبارکہ پر اتر آئے ہیں اور ہم مسلمان ذمہ دار ہیں۔

خادم شریعت:

افسوس مرزا صاحب اگر ناموس کے معنی پر اعتراض ہے تو صلوات اور جعفر کے معنی بیان کرو۔ پس اتنا ہی تھا کہ نعرۂ تکبیر کی آواز شروع ہو گئی اور جلوس اور خادم شریعت با ابرو و فتح ظفروال سے وزیر آباد پہنچا۔

ثبوت بحث خلافت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

. اگر خلافت صحابہ ثلاثہ پر گفتگو کوئی ہو تو یہ دلائل مناظر شیعہ کے پیش کردیں اور یہ دلیلیں پیش کر کے تنقیح کریں۔ وہو ہذا

دلیل نمبر ا: قال اللہ تعالٰی وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصٰلحت لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم ولیمکنن لهم دینهم الذی ارتضٰی لهم ولیبدلنهم من بعد خوفهم امنًا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئًا ومن کفر بعد ذالک فاولئک هم الفسقون (سورۃ نور پارہ ۱۸ پاؤ ۴)

ترجمہ: وعدہ کیا اللہ نے ان لوگوں سے کہ ایمان لائے ہیں تم میں سے اور کام کئے ہیں اچھے البتہ خلیفہ کرے گا ان کو بیچ زمین کے جیسا خلیفہ کیا تھا ان لوگوں کو کہ پہلے ان سے تھے۔ اور البتہ ثابت کرے گا واسطے ان کے دین ان کا جو پسند کرلیا ہے واسطے ان کے اور البتہ دے گا ان کو پیچھے ڈر ان کے امن عبادت کریں گے میری نہیں شریک لائیں گے ساتھ میرے کچھ اور جو کوئی کفر کرے پیچھے ان کے پس یہ لوگ وہی فاسق ہیں۔

دلیل نمبر ۲ : یایھاالذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (پارہ ۵)

ترجمہ : اے لوگو! جو ایمان لائے ہو فرمانبرداری کرو اللہ کی اور کہا مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں سے حکم والے ہیں۔

دلیل نمبر ۳ : لقولہ تعالٰی وما عنداللہ خیر وابقی للذین آمنوا وعلی ربھم یتوکلون والذین یجتنبون کبٰرالاثم والفواحش واذا ما غضبوھم یغفرون والذی استجابوا لربھم واقامو الصلوۃ وامر مم شوری بینھم ومما رزقنٰھم ینفقون (سورۃ شوری پارہ ۲۵)

ترجمہ : جو خدا کے ہاں ہی بہت بہتر اور پائیدار ہے ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لائے اور اپنے پرودگار پر بھروسہ رکھتے ہیں اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے کنارہ کش رہتے ہیں۔ اور جو اپنے پروردگار کا حکم مانتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور آپس کے مشورہ سے اپنا امیر مقرر کر لیتے ہیں اور ہم نے جو ان کو دے رکھا ہے اس میں سے (راہ خدا میں) خرچ کرتے ہیں۔

پس ان ہر دو دلائل سے نصف النہار کی طرح ثابت ہوا کہ تمکین وامن فی الارض اصحابہ ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کے زمانہ میں ہی رہا اور ہزار ہزار مساجد و ملک اسلام میں داخل ہوئے اور انہیں کے زمانہ پاک میں تمام انتظام عالم قائم ہوئے اور ان کے زمانہ میں اسلام نے دور دور تک اپنی شوکت و دبدبہ غیر دینوں پر اظہار کیا اور اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔

بنی اسرائیلیوں کے انبیاء کی سنت پر بھی یہی لوگ مصداق ہوتے ہیں کیونکہ بنی اسرائیلیوں میں جو خلیفہ مقرر ہوتا تھا اس کی عمر ۴۰ سال کی ہوتی تھی تو اصحابہ ثلاثہ نے بھی ترتیب وار یکے بعد دیگرے یہ عمر پائی تو اس نعمت کے مصداق و مستحق ٹھہرے اور جب حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہ آخر درجہ یہ عمر پائی تو اس نعمت کے مصداق اور تخت خلافت کے جانشین ہوئے اور "آخر آمد بود فخر الاوّلین کی وراثت کے قابض و متمکن ہوئے"

خلافت راشدہ بھی شوریٰ مہاجرین و نصار کے اجماع سے ہوئی چنانچہ خود حضرت اس اللہ الغالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان ہر دو آیت کی تفسیر فرماتے ہیں اور اپنی خلافت کی بنیاد بھی انہیں پر ڈالتے ہیں۔ وہوہذا

خط بنام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ من کتاب له علیه اسلام۔ الی معاویه انه بایعنی القوم الذین یعوا ابابکر و عمر و عثمان علی مابا یعوهم علیه فلم یکن للشاهه ان یختار ولا للغائب ان یرد وانماالشوری للمهاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموه اماما کان ذالک لله رضی الخ ا۔

پس اس خطبہ ممدوح سے صاف صاف ثابت ہوا کہ یہ سلسلہ خلافت کمیٹی صحابہ مہاجرین و انصار سے قائم ہوئی اور ان کا یہ کام اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی از حد پسندیدہ ہوا بلکہ جس نے اس کمیٹی یعنی شوریٰ سے کسی طرح سے انکار کیا وہ عنداللہ وعندالناس مستوجب سزا قتل و جہنم کے ٹھہرا لقوله تعالیٰ ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین توله ماتولی ونصله جهنم وسئات مصیرا

ترجمہ : جو کوئی برخلاف کرے رسول کے پیچھے اس کے کہ ظاہر ہوئی واسطے اس کے ہدایت اور پیری کرے سوائے راہ مسلمانوں کے متوجہ کریں گے ہم اسے جدھر متوجہ ہوا ہے اور داخل کریں گے ہم اس کو دوزخ میں اور بری ہے جگہ پھر جانے کی۔ پس یہ ہے سزا منکر حکم امرھم شوری کی۔

اعتراض شیعہ : جناب خلافت تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مولا مشکل کشا کا حق رکھا تھا اور خداوند نے ان سے ہی وعدہ کیا تھا اور وہی حق دار تھے اور رشتہ میں قریب تھے' حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جبرا چھین لی۔

جواب از ملتانی : واہ جی واہ ! آپ کے نزدیک تو نعوذ باللہ خداوند کریم بھی وعدہ خلافی کی عادت رکھتا ہے۔ اور اپنے حکم ان الله لا یخلف المیعاد کو بھی یاد نہیں رکھتا۔ اور حکم فعال لما یرید سے

حاشیہ

ا۔ ترجمہ گذر چکا۔

بھی عاجز رہا لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اور معترض یاد رکھنا۔ فعل الحکیم لا یخلوا عن الحکمتہ

اور خلافت رشتہ داری کے قریب پر ہوتی تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ چچا حقیقی آپ کے ہاں بہت قریبی تھے حق دار ہوتے اور افسوس کہ اگر مناظر صاحب اپنے مذہب کی کتابوں کو ملاحظہ کر لیتے تو اس امر کے درپے نہ ہوتے۔ خیر تو ہم اس کا فیصلہ آپ کے مذہب کی کتابوں سے دکھا دیتے ہیں۔ وھوہذا

دلیل نمبر ۴: واذاسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا اس آیت کے ذیل تفسیر مجمع البیان صفحہ ۳۳۷ جلد ۲ میں بایں طور لکھا ہے۔

روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ خلا یومًا لعالشتہ مع جاریتہ القبطتہ فوقفت حفصتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا علیٰ ذالک فقال لہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تعلمی عائشہ بذالک انہ حرم ماریتہ علیٰ نفسہ ولما حرم ماریتہ اخبر حفصتہ انہ یملک من بعدہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما

ترجمہ: تفسیر عمدۃ البیان مطبوعہ یوسفی دہلی جلد ۲ ذیل آیت واذاسر النبی کے یوں لکھا ہے کہ رسول خدا نے ماریہ قبطیہ کو اپنے پر حرام کیا اور حضرت حفصہ کو اس راز کے پوشیدہ رکھنے کی بہت تاکید کی اور فرمایا کہ ایک راز میرا اور ہے۔ تیرے رو برو اس کو بیان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ میرے پیچھے ابوبکر اور عمر باپ تیرا مالک اس امت کے ہوں گے اور بادشاہی کریں گے اور ان کے بعد حضرت عثمان حکومت کرے گا۔ حضرت حفصہ یہ بات سن کر بہت خوش ہوئی اور دونوں راز حضرت کے حضرت عائشہ کو جا کر کہہ دیئے خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی واذا اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثاً

دلیل نمبر ۵: فقال ان ابابکر یلی الخلافتہ بعدی ثم بعدہ ابوک فقالت من ثانباک ھذا (نقل از تفسیر قمی تختی خورد تحت آیت واذا اسر النبی صفحہ ۴۸۷)

دلیل نمبر ۶: وبقی عندہ العباس والفضل وعلی واھل بیتہ خاصتہ فقال لہ العباس یا رسول اللہ ان یکن ھذا الا فینا مستقراً من بعدک فبشرنا وان کنت

تعلم انا نغلب علیه فاوص بنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانتم المستضعفون اور اسی کتاب اخبار ماتم میں صفحہ ۶۱ پر ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عباس یا عم رسول اللہ تقبل وصیتی و تستجز عدتی و تقضی دینی فقال العباس یارسول اللہ عمک شیخ کبیر وذو عیال کثیر، فاقبل علی علی یااخی تقبل وصیتی

ترجمہ: اس کا خلاصہ کتاب جلاء العیون صفحہ ۶۷ مطبوعہ لکھنؤ میں یوں مسطور ہے کہ شیخ مفید نے روایت کی ہے کہ حضرت ﷺ نے لوگوں کو رخصت کیا اور سب چلے گئے عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے فضل اور علی بن ابی طالب اور اہل بیت مخصوص نزدیک حضرت رسالتماب ﷺ کے رہ گئے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ اگر امر خلافت ہم بنی ہاشم میں قرارپائے گا۔ پس ہم کو بشارت دیجئے کہ شاد ہوں اور اگر آپ جانتے ہیں کہ ہم پر ستم کریں گے اور ہم سے خلافت غصب کرلیں گے۔ پس آپ ﷺ صحابہ سے ہماری سفارش کیجئے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم کو بعد میرے ضعیف کردیں گے اور تم پر غالب ہوں گے۔

حضرت نے چشم مبارک کھول کر فرمایا کہ عم رسول خدا میری وصیت اور میری عورتوں کے حق میں قبول کرو۔ اور میری میراث اور میرا دین ادا کرو۔ اور میرے وعدوں کو عمل میں لاؤ۔ اور مجھ کو بری کرو۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ میں پیر مرد عیالدار ہوں معاف فرمایئے۔ پس آپ نے امیر خطاب فرمایا اور ارشاد فرمایا اے علی تم میری میراث لو کہ تم سے مخصوص ہے اور کسی کو تم سے اس میں نزاع نہیں میری وصیت کو قبول کرو اور میرے وعدوں کو عمل میں لاؤ اور میرے قرض کو ادا کرو۔ الخ

پس ان دلائل شیعہ سے خم غدیر کا خود بخود بناوٹی قصہ کا ستیاناس ہوگیا ہے ورنہ اہل بیت بوقت انتقال آپ سے خلافت کا سوال کیوں کرتے۔ (خادم شریعت عفی عنہ و لکاتبہ)

دلیل نمبر ۷: کتاب حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۲۳۱، ۲۳۲ مطبوعہ نو لکشور لکھنؤ .سند معتبر حضرت صادق روایت کردہ است کہ حضرت رسول شبے در مسجد ماند چوں نزدیک صبح شد حضرت امیرالمؤمنین داخل مسجد شد پس حضرت رسول اور اندا کرد کہ یا علی گفت لبیک فرمود بیابسوئے من چوں نزدیک شد حضرت

فرمود یا علی تمام ایں شب تو دیدی در اینجا بسر آوردم و ہزار حاجت خود را از خدا رسول کردم وہمہ را بر آورد و مثل آنہا را نیز از برائے تو سوال کردم و باز ہمہ را عطا کرد و سوال کردم از برائے تو کہ ہمہ امت را مجتمع گرد انڈ برامامت تو کہ ہمہ اقرار کنند بخلافت تو وتر امتابعت کنند قبول نکرد و ایں آیات رافرستاد آلم احسب الناس تا آخر آیات۔ ا۔

تنقیح: پس ان عبادات کتب شیعہ سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ خلافت اول حق اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ علیہم ہی کا تھا۔ ورنہ پیشتر انتقال خود نبی علیہ السلام ان کا نام لے لے کر اپنی بیبیوں کو ان کی خلافت کی خشخبری نہ فرماتے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام لوگوں کا نہ بناتے۔ چنانچہ مجالس المؤمنین میں ہے اور اگر آپ ﷺ نے خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہ کو خم غدیر میں دی تھی تو حضرت عباس چچا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت کے لئے بوقت انتقال کس لئے زور دیا کہ تم اس بوجھ کو بعد میرے برداشت کرو۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہ کو کیوں بلا کر کہا کہ اے علی میں نے آج رات ہزارہا اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ سب قبول ہوئیں لیکن تیری خلافت کے لئے بھی کئی بار عرض کیا گیا مگر یہ منظور نہ ہوا کہ وہ اس محل میں ضعیف ہیں۔

اب میرے مخاطب شیعہ صاحب سنا اور دیکھا کہ کہیں ان روایات و تقیہ کی آڑ میں دبا کر انصاف کو خون نہ کردیں فقط

نوٹ: ناظرین شائقین کو واضح رہے کہ باقی مسائل و اعتراضات شیعہ کی کتاب حقیقت مذہب شیعہ ہر

حاشیہ

ا۔ معتبر سند کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے پوری رات مسجد شریف میں گذاری جب صبح ہوئی تو حضرت علی مسجد میں داخل ہوئے آپ ﷺ نے انہیں بلایا اور قریب کر کے فرمایا میں نے اللہ سے ایک ہزار حاجتیں مانگیں اس نے وہ مجھے عطا کیں اور میں نے تیرے لئے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ تیری خلافت و امامت پر سن مسلمانوں کو جمع کر دے اور سب تیری پیروی کریں لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ عرض قبول نہیں کی فقط قادری

چہار جلد میں ملاحظہ کریں۔ (از دفتر خادم شریعت سے طلب فرمائیں)

کیفیت مناظرہ مابین وہابی موضع آوان علاقہ کپور تھلہ

زیر صدارت چوہدری فضل محمد آنریری مجسٹریٹ

اعتراض وہابی نجدی ایڈیٹر اخبار محمدی ﷺ:

تقلید شخصی کا واجب ہونا ثابت کریں۔

جواب: ہاں جی لیجئے اور غور سے سنئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

دلیل نمبرا: قال اللہ تعالیٰ والسبقون ولا ولون من المھجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضو عنہ واعدلھم جنت تجری تحتھا الانھر خالدین فیھا ابداً ذالک الفوز العظیم (پارہ ۱۱) ۱۔

دلیل نمبر۲: یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم (پارہ ۵ و ۶) ۲۔

حاشیہ

۱۔ مہاجر انصار اور وہ لوگ جنھوں نے بھلائی کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

۲۔ اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان کی جو تم میں سے امر والے ہیں۔

دلیل نمبر ۳ : ولور دوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستبطونہ منھم ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لا اتبعتم الشیطان الا قلیلًا (سورۃ النساء پارہ ۵) ا۔

دلیل نمبر ۴ : واتبع سبیل من اناب الیی ۲۔ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون ۳۔

دلیل نمبر ۵ : اتبع ملتہ ابراھیم حنیفا ۴۔

دلیل نمبر ۶ : واتبعت ملعہ ابائی ابراھیم واسحٰق ویعقوب ۵۔

دلیل نمبر ۷ : یاابت انی قد جاءنی من العلم مالم یائتک فاتبعنی اھدک صراطًا سویًا (پارہ ۱۶) ۶۔

دلیل نمبر ۸ : لقولہ تعالیٰ لقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض ترثھا

حاشیہ

ا۔ اور اگر اے لوٹاتے اللہ کے رسول اور اپنے بااختیار لوگوں یا (مجاہدین) کی طرف لوٹاتے تو ضرور ان میں تحقیق کرنے والے جان لیتے اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو سوائے چند لوگوں کے تم سب کے سب شیطان کے تابع ہو جاتے۔

۲۔ سورہ لقمان آیت ۱۵ اور اس کے راستہ کی پیروی کیجئے جس نے میری طرف رجوع کیا۔

۳۔ سورۃ انبیاء پس علم والوں سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے

۴۔ سورۃ النحل آیت ۱۲۳ ہروی کو ابراھیم کی ملت جو حق کی طرف جھکے ہوئے تھے

۵۔ سورۃ یوسف ۳۸ اور میں نے اتباع کی اپنے باپ ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کی

۶۔ سورۃ مریم ۴۳ اے میرے باپ بے شک آیا میرے پاس وہ علم جو تیرے پاس نہ آیا پس تو میری پیروی کرو میں تجھے سدھا رستہ دکھاؤں گا۔

عبادی الصالحون ا۔

دلیل نمبر۹: لقوله تعالیٰ یوم ندعوا کل اناس بامامهم (سوره بنی اسرائیل) ۲۔

دلیل نمبر۱۰: لقوله تعلی ان اولی الناس بابراهیم للذین اتبعوه وهذالنبی والذین امنوو واللّٰه ولی المؤمنین (سوره ال عمران پاره ۳) ۳۔

دلیل نمبر۱۱: لقوله تعالیٰ من یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدی و یتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ماتولیٰ ونصله جهنم و سائق مصیراً ۴۔

تنقیح

ان آیات بینات سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص مہاجرین و انصار اور ان کے متبعین کی تقلید یعنی پیروی کرتا ہے وہ قطعی جنتی اور فوزاً عظیماً کے مصداق ہے اور آئمہ دین کی اطاعت عین اطاعت نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی ہے اور اطاعت آپ ﷺ کی عین اطاعت خداوند کریم لایزال کی ہے اور اولیٰ

حاشیہ

ا۔ سورۃ انبیاء آیت ۱۰۵ بے شک ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھدیا کہ بے شک جنت کی زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے۔

۲۔ سورۃ بنی اسرائیل اے جس روز ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے

۳۔ بے شک ابراہیم کے قریب تر وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس کی پیروی کی اور یہ نبی اور وہ جو اس پر ایمان لائے اور اللہ ایمان والوں کا والی ہے۔ آل عمران آیت ۶۷

۴۔ اس کا ترجمہ گذرا بھی ہے اور جو رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس کے پاس ہدایت آ چکی اور ایمان والوں کے راستہ کو چھوڑ کر کسی اور راستہ پر چلا ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ کیا ہی بری لوٹنے کی جگہ ہے قادری

الامر ویستنبطونہ سے مراد آئمہ دین مجتہدین رحمہم اللہ ہیں اور یہی صحیح مذہب ہے۔

تقلید شخصی وہ چیز ہے کہ جس کے سوا دین و دنیا کا نظام قائم وہ ہی نہیں سکتا اور تقلید شخصی تو صاحب آیت اتبع سبیل من اناب الی فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون اپنا وجوب ثابت کر رہی ہیں اور بلند آواز سے کہہ رہی ہیں کہ جو شخص بھی کسی نیک بندے کی پیروی کرے گا وہ ضرور جنت میں جائے گا۔ ۱؎ اس آیت میں کسی صاحب منصب کا نام نہیں لیا گیا اور یہ وہ تقلید ہے جس سے ہمارے سردار آقائے نامدار سلطان الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ خود زیر حکم خداوند کریم ہو کر اتبع ملتہ ابراہیم حنیفا" کا خطاب حاصل کیا اور تمام انبیاء علیہم السلام بھی اس حکم کے زیر چلے اور جس قدر سلطنتیں اسلامی عالم دنیا میں ہوئی ہیں سب کی سب حلقہ تقلید میں رہی ہیں۔ اور بروز حشر و نشر بھی اعمال صالحات و سیئات کا موازنہ بھی تقلید شخصی پر ہو گا اور اب تک کسی شخص نے تقلید شخصی سے انکار کیا اور جس نے کیا وہ ایندھن جہنم ٹھہرا۔

اعتراض وہابی: ان آیات کو ہم مانتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی اتباع کو ہم عین ایمان سمجھتے ہیں ملتانی صاحب اول تو تقلید کے معنی بتائیں اور غیر نبی کی تقلید کا ثبوت دیں، میں ماننے کے لئے تیار ہوں۔

جواب از ملتانی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقتدوا بالذین من بعدی ابو بکر و عمر (نقل از ترمذی والمشکوۃ) ۲؎

حاشیہ

۱؎ یہ تقلید ہر اس شخص پر واجب ہے جسے بذات خود دین کی سمجھ نہ ہو جو قرآن و سنت سے استفادہ کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو جیسا کہ ہم پہلے فتاوی شامی کے حوالے سے عرض کر چکے ہیں کہ وہ عالم جو قرآن و حدیث کے معانی سمجھتا ہو اور بصیرت رکھتا ہو اور صاحب تحقیق ہو وہ اپنی صلاحیت و استعداد کے مطابق اجتہادی و اختلافی مسائل میں اپنی رائے اور تحقیق پر عمل کر سکتا ہے حوالہ شامی کا گذر چکا ہے فقط قادری

۲؎ تقلید شخصی کا مطلب ہے کہ جسے قرآن و سنت کے معانی کی سمجھ نہیں اور وہ بصیرت نہیں رکھتا اسے کسی نہ کسی مجتہد اور صاحب تحقیق و اجتہاد کے فتوے پر عمل کرنا چاہئے خواہ وہ مجتہد آئمہ اربعہ میں سے ہو یا ان کے علاوہ ہو۔

عن حذیفته الیمان اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر (مشکوۃ فص ثانی مناقب ابوبکر صدیق و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ا۔

فعلیکم بسنتی و سنته الخلفاء الراشدین المھدیین۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم (نقل از مشکوۃ مناقف صحابہ فصل ۳) ۲۔

قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول من اتاکم وامر کم جمیع علیٰ رجل واحد یرید ان یشق عصاکم او یفرق جماعتکم فاقتلوہ

حاشیہ

جبکہ اس کی طرف اس رائے کی نسبت جس پر عمل کرنا مقصود ہو صحیح ہو معتبر ہو جھوٹی نہ ہو کہ کوئی کہے کہ یہ اس امام مجتہد کا قول ہے مگر اس کا کسی معتبر کتاب یا سند کے ذریعے ثبوت ہی نہ ہو۔

کیونکہ تمام آئمہ دین مجتہدین برحق ہیں ان کا اختلاف باہمی امت کے لئے رحمت ہے جیسے حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ "اختلاف امتی رحمتہ" کہ میری امت کے علماء و فقہا کا فقہی و عملی مسائل میں اختلاف رحمت ہے صحابہ کے بارے میں فرمایا "اختلاف اصحابی لکم رحمتہ" کہ میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہے (کشف الخفاء للعجلونی ۱:۶۸، المغنی عن حمل الاسفار للعراقی ۱:۲۸، التذکرۃ للبتنی ۹۰، تہذیب تاریخ دمشق لابن عساکر ۶:۲۸۵) اور مشکوۃ وغیرہ میں ہے کہ تم میرے جس صحابی کی بات پر عمل کرو گے ہدایت پا جاؤ گے لہٰذا جو شخص کسی بھی صحابی کی بات پر عامل ہے وہ ہدایت پر ہے اسی طرح فرمایا "اختلاف امتی رحمتہ" کہ میری امت کے علماء حق (جو کتاب و سنت کو حجت مانتے ہیں کیونکہ دین و شریعت کی بنیاد یہی دو چیزیں ہیں) کا باہمی فقہی اختلاف رحمت ہے (المغنی عن حمل الاسفار للعراقی ۱:۲۸، اتحاف السادۃ المتقین للزبیدی ۱:۲۰۴ و ۲۰۵۔ التذکرہ للبتنی ۹۰ و کنزالعمال حدیث نمبر ۲۸۶۸۶) لہٰذا جو شخص کسی بھی عالم فقیہ کے قول پر عمل پیرا ہے وہ حق پر ہے اور ناجی ہے خواہ وہ عالم فقیہ تابعین میں سے ہو یا اتباع تابعین میں سے یا مابعد کے فقہاء و علماء میں سے ہو جبکہ وہ اہلسنّت میں سے ہو فقط قادری

ا۔ یعنی تم میرے ان دو کی پیروی کرنا ابوبکر و عمر کی۔

۲۔ تم میرے کسی بھی صحابی کی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

(رواہ مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۸ و مشکوۃ باب امارت)؎۱

ماذكر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وحض علٰی اتفاق اهل العلم وما اجمع علیہ الحرمان مکتہ والمدینتہ وما كان بها من مشاهدالنبی صلی اللہ علیہ وسلم والمهاجرین والانصار

ان دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ تقلید صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ہر مسلمان پر واجب ہے اور حضرت ابوبکر الصدیق و عمر فاروق و عثمان ذوالنورین و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہرگز نبی نہ تھے اور نہ ہی انہوں نے کبھی دعوئ نبوت کا کیا ہے اور علاوہ اس کے ارشاد ہوتا ہے کہ جو شخص بھی کسی صحابی کی پیروی کرے گا

وہ ضرور جنت میں جائے گا اور نیز حکم ہوتا ہے کہ تم اتباع علمائے مکہ و مدینہ کی کرنی ہو گی اور اسی پر اجماع ہو چکا ہے اور جو شخص کسی امام کی تقلید سے روکے اور اس سے اس کو ہٹائے تو وہ شخص مستوجب سزا و قتل کے ہو گا اور تقلید کے معنی اتباع و پیروی کے ہیں۔ چنانچہ ذیل کی عبارتوں سے ثابت ہوتا ہے وھوہذا ؎۲۔

حاشیہ

؎۱۔ کہ جو تمہارے پاس اور امارت طلب کرے جبکہ تمہاری کسی ایک کی امارت پر اتفاق ہو چکا ہو اور وہ تم میں جھگڑا کرنا چاہے اور تمہاری وحدت و اتفاق امارت میں پھوٹ ڈالنا چاہے تو اسے قتل کر دو۔ صحیح بات یہ ہے کہ ان دلائل کا تعلق امارت و خلافت سے تقلید فقہی سے نہیں ہے قادری

؎۲۔ کسی کو کسی کی تقلید سے نہیں روکنا چاہئے ہر شخص کو اجازت ہے کہ وہ فقہی و اجتہادی مسائل میں کسی بھی فقیہ امت و محقق امت کی تحقیق پر عمل کر سکتا ہے اسے کسی ایک کے موقف پر مجبور نہیں کیا جا سکتا اس کا اپنا ضمیر جس پر مطمئن ہو اس پر عمل کرے بس کتاب و سنت اور اجماع امت سے باہر نہ ہو جائے اس کے لئے نجات ہے جس مسئلہ میں احادیث مختلف وارد ہوئیں اور اس لئے فقہاء نے اجتہاد میں مختلف راہیں اختیار کیں مابعد کے لوگ ان میں سے کسی بھی راہ کو اختیار کریں ان کے لئے نجات ہے اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ اجماع سے باہر نہ جائیں یعنی ایسا راستہ اختیار کرنے سے پرہیز کریں جسے فقہاء علماء محققین میں سے کسی نے بھی اختیار نہ کیا ہو فقط قادری

التقلید اتباع الرجل غیرہ فیما سمعه بقوله اوفی فعله علی زعم انه محق بلا نظر فی الدلیل (باب متابعتہ اصحاب رسول اللہ (جامی مع نامی) صفحہ ۸۶ حاشیہ ۵

آواز صدر صاحب: ملتانی صاحب وقت ختم ا۔

مولوی اہلحدیث صاحب: فرمایئے کہ اب تو اتباع یعنی تقلید غیر انبیاء کی ثابت ہوئی یا نہ ہوئی۔ اب تو مان لیجئے۔

جناب من: مانتا ہوں۔

صدر صاحب: اچھا اگر تم مانتے ہو تو دستخط کر دیجئے۔

اہلحدیث: میں دستخط ہرگز نہیں کروں گا۔ میں تو دہلی کے رہنے والا ہوں اور ایڈیٹر اخبار محمدی کا ہوں۔ اور امام صاحب کوئی صحابی تو نہیں تھے۔

ملتانی: ہاں ! بیشک صحابی تو نہیں۔ لیکن تابعی ہونے میں بھی شک نہیں اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص ایمان سے مجھ کو دیکھے یا میرے دیکھنے والے تو دیکھے تو اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے۔ امام صاحب نے کئی صحابہ کو دیکھا اور عین العلم شرح زین الحلم میں لکھا ہے۔ کہ جو شخص امام صاحب کی اتباع کرے گا۔ وہ ضرور جنتی ہو گا۔ ۲۔

وکان یقوم کل الیل و سمع ھاتفاً فی الکعبته ان یا ابا حنیفته خلصت خدمتی اجسنت معرفتی فقد غفرت لک ولمن اتبعک الی قیام الساعته

حاشیہ

ا۔ یعنی تقلید اسباب کا نام ہے کہ کسی کو حق پر جان کی اس کے قول فعل پر عمل کرنا اگرچہ اسے اس کی دلیل کا علم نہ ہو۔

۲۔ بلاشبہ امام صاحب رضی اللہ عنہ کا مرتبہ بلند ہے ضروری نہیں کہ ہر شخص ان کا ہی مقلد ہو آئمہ دین میں سے کسی کی بھی تقلید کی جا سکتی ہے فقط قادری

نقل از عین العلم شرح زین الحلم ملا علی قاری صفحہ ۱۷، ۱۸ یعنی وکان علی من ھبک الی قسام الساعتہ۔ ا۔

اعتراض وہابی:

جو کہ ملتانی صاحب کہہ رہے ہیں سب غلط ہے یہ تقلید دوسری صدی سے چلی ہے، پہلے اس کا کہیں نام و نشان نہ تھا چنانچہ عقد الجید وغیرہ وغیرہ میں ہے۔

جواب از ملتانی:

یہ وہ مذہب نہیں جس کو تو بگاڑ سکے۔ کدھر ہے خیال تیرا، اتنی تیری مجال نہیں۔ مولوی صاحب عقد الجید میں تو تقلید شخصی کو مصلحت عظیمہ اور اس سے انکار کنندہ کو مفسد اور خارج از اہلسنّت والجماعت سے گنا ہے

ان فی الاخذ بهذه المذاهب الا ربعته مصلحته عظيمته وفی الاعراض عنهاكلها مفسدة كبيرةً (صفحہ ۳۱) ۲۔

حاشیہ

ا۔ یعنی امام صاحب علیہ الرحمہ مسجد حرام میں رات بھر عبادت کرتے تھے تو کعبہ کے اندر سے نداء آئی کہ اے امام ابو حنیفہ تم نے میری خوب خلوص سے خدمت کی اور میری معرفت حاصل کی میں نے تجھے اور تیرے پیروکاروں کو بخش دیا تا قیامت۔ یہی فضیلت حضور ﷺ کی امت کے تمام آئمہ دین مجتہدین اور علماء و فقہاء اہلسنّت کے لئے ہے خواہ وہ کسی بھی امام کی پیروی کریں یا خود صاحب تحقیق و بصیرت ہو کر کلی یا جزوی طور پر اپنی تحقیق پر عمل کریں۔ فقط قادری

۲۔ کہ مذاہب اربعہ کے اختیار کرنے میں مصلحت عظیمہ یعنی بڑی بہتری ہے اور اس سے انحراف و اعراض میں بڑا فساد ہے یعنی اگر لوگ آئمہ اربعہ یا کسی امام مجتہد امت کے طریق کو چھوڑ کر محض اپنی ذاتی و نفسانی خواہشات پر چلنا شروع کر دیں تو معاشرہ میں بگاڑ پیدا ہو گا کیونکہ عوام الناس کو آئمہ اربعہ کے سوا کسی اور کو جانتے ہیں ورنہ یہ مطلب نہیں کہ آئمہ اربعہ کے سوا باقی مجتہدین کے مذاہب باطل یا ناحق ہیں کیونکہ سب مجتہدین حق ہیں خواہ آئمہ اربعہ ہوں۔

اور صفحہ ۳۳ میں ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتبعو السواد الاعظم ولما اندرست المذاھب الحقتہ الاھذہ الاربعتہ کان اتباعھا اتباعًا للسوادالاعظم والخروج عنھا خروجًا عن السوادالاعظم ا۔ اور واقعی انتظام تقلید شخصی کا پورے طور دوسری صدی میں ہوا اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تقلید پہلے نہ تھی۔ جیسا کہ خود شاہ صاحب نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے اور یہ مسئلہ بھی الانصاف کے صفحہ ۵۹ پر ہے اور اسی کتاب میں لکھا ہے کہ امام بخاری جیسوں کو بھی سوائے تقلید شخصی کے چارہ نہ رہا اور اس فضل الہی سے انکار محال ہے ۲۔

تفسیر احمدی مطبوعہ بمبئی صفحہ ۲۹۱ میں لکھا ہے کہ صحابہ کبار بھی ایک دوسرے کی تقلید کے سوا نہیں چلتے تھے۔ وھوہذا

لان الصحابتہ یقلدون عن معاویتہ مع ان الحق کان لعلی فی نوبتہ والتابعین کانوا یقلدون من حجاج مع انہ کان سلطنا جائراً ۳۔ اور نیز اسی تفسیر

حاشیہ

یا کوئی دوسرے مجتہد ہوں ان میں امام داؤد ظاہری علیہ الرحمتہ و دیگر مجتہدین بھی شامل ہیں (ملاحظہ ہو المیزان الکبری الامام الشعرانی علیہ الرحمتہ ج ا ص ۱۹۳)

ا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بڑے گروہ کی پیروی کرو اور جب تمام مذاہب حقہ فقہاء کے نایاب ہو گئے سوائے ان آئمہ اربعہ کے تو ان کی اتباع سواد اعظم (بڑے گروہ) کی اتباع ہو گی اور ان سے خروج سواد اعظم سے خروج ہو گا۔

۲۔ سواد اعظم سے خروج خطا ہے' عقائد کے باب میں تو ظاہر ہے اور فقہ میں بھی زیادہ احتمال ہے کہ خطا ہو کیونکہ فقہی اجتہادی مسائل میں یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ حق پر کون ہے زیادہ سے زیادہ ظن کے طور پر کہا جا سکتا ہے اور ظن میں خطا کا احتمال بھی ہے لہذا تمام فقہی اجتہادی مسائل میں جہاں آئمہ میں فقہاء میں اختلاف ہو گا وہاں ہر ایک میں احتمال خطا ہو گا لہذا فقہی مختلف فیہ مسائل میں تشدد نہیں ہونا چاہئے تعصب بھی نہیں بلکہ نرمی' رواداری اور شفقت کا پہلو اختیار کرنا چاہئے کسی کو برا نہیں سمجھنا چاہئے کہ آنحضرت ﷺ نے ہر ایک کو امت کے لئے رحمت ٹھہرایا ہے فقط قادری

۳۔ یعنی صحابہ حضرت معاویہ کی تقلید کرتے تھے اس کے باوجود کہ حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا تو ان کے

صفحہ ۵۲۶ میں ہے قد وقع الاجماع علی ان الاتباع انما یجوز لار بعتہ فلا یجوز الاتباع لمن حدث مجتھدا مخالفا لھم ۱؎ اور غنیہ صفحہ ۷۳۹ مطبوعہ اسلامیہ لاہور میں خود حضرت پیر محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ بایں الفاظ امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کا مقلد ہونا تحریر فرماتے ہیں۔

قال الامام ابو عبداللہ احمد بن حنبل الشیبانی واما تنا علٰی منھبہ اصلاً و فرعًا و حشرنا فی زمرتہ الخ اور علاوہ اس کے پیشوا غیر مقلدین وحیدالزمان صاحب نے کتاب نزل الابرارجلد ا صفحہ ۷ میں یوں لکھا ہے۔

لا بد للعامی من تقلید مجتھد او مفتی اور کتاب صراط مستقیم صفحہ ۸ فارسی مطبوعہ میرٹھ و مترجم صفحہ ۷۶ میں مولوی اسمٰعیل شہید تمہارے مقتداء بایں الفاظ تحریر کرتے ہیں۔ در اتباع مذاہب اربعہ کہ رائج در تمام اہل اسلام است بہتر و خوب است۔ آواز صدر صاحب

مولوی ملتانی صاحب:

آپ اس مسئلہ کو چھوڑیں نمبر دوم فرقہ ناجیہ پر بحث کریں۔

جواب ملتانی:

اچھا حضرت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

حاشیہ

زمانہ میں اور تابعین حجاج کی تقلید کرتے تھے جبکہ وہ ظاہر حکمران تھا۔ حق یہ ہے کہ اس سے تقلید شخصی ثابت نہیں ہوتی اگرچہ تقلید شخصی صحیح ہے تاہم اس موضوع کا تعلق حاکم وقت کی جائز امور میں اطاعت ہے۔

۱؎ یعنی اس پر (جمہور) کا اجماع ہو گیا کہ ان اربعہ کے سوا کسی اور امام کی تقلید جائز نہیں تو جو ان کے بعد بطور مجتہد کے ظاہر جو ان کا مخالف ہو اس کی اتباع جائز نہیں ہاں آئمہ اربعہ کے علاوہ کوئی اور بھی ان جیسا مجتہد تو ہو سکتا ہے مگر عوام کو تقلید ان میں سے ہی کسی کی کرنا چاہئے لیکن آئمہ مجتہدین پہلے زمانہ والوں میں سے کسی کی بھی کر سکتے ہیں جیسے حضرت قاضی شریح وغیرہ کیونکہ مسلم مجتہدین میں سے ہیں اور آج خود کوئی صاحب محقیق ہو تو وہ اختلافی فروعی مسائل میں سے کسی بھی مسئلہ میں اپنی ذاتی رائے قائم اور اس پر عمل کر سکتا ہے گنہگار یا تارک سنت نہ ہوگا وہ سواد اعظم میں سے ہوگا قادری

حاضرین جلسہ یاد رکھیں کہ ہم ہی لوگ اہلسنّت والجماعت فرقہ ناجیہ وما انا علیہ واصحابی کے مصداق ہیں۔ اور یہ فرقہ وہابیہ غیر مقلدین ہرگز فرقہ ناجیہ نہیں بن سکتے کیونکہ ان کے عقائد و مسائل خدا اور رسول خدا ﷺ و تمام اصحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف پر ہیں۔ چنانچہ ان کی کتابوں میں لکھا ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا نماز میں خیال لانا بیل و گدھے کے خیال سے نہایت بدتر ہے (دیکھو کتاب صراط مستقیم ظلمات بعضها فوق بعض صفحہ ۹۵ مطبوعہ میرٹھ)

از وسوسہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است۔ و صرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالت ماب باشند چندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ و خر است لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اے مخاطب ایمان سے کہئے کیا اس میں توہین نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی نہیں پائی جاتی؟ کیا یہ الفاظ حضور علیہ السلام کی شان اقدس میں کہنے جائز ہیں کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا خیال نماز مین لانا تو رنڈی زانیہ و گدھے و بیل سے بدتر ہے؟ تو پھر صاحب تقویۃ الایمان میں صفحہ ۶۰ میں لکھتے ہیں۔ کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی عزت بڑے بھائی جیسی کرنی چاہئے اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام مر کر مٹی میں ملنے والے ہیں اور ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا ہو اللہ کے شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہیں اور محمد بن عبدالوہاب نجدی کہتا ہے کہ میری لاٹھی نبی سے اچھی ہے اور اگر مجھے طاقت ہو تو میں ان کے روضے کو ملیا میٹ کر دیتا۔ اور جن کا نام محمد و علی ہیں ان کو کچھ اختیار نہیں اور مولوی ثناء اللہ نے اپنی ترک اسلام صفحہ ۳۲ مطبوعہ امرتسر صفحہ ۱۹۳ میں یوں لکھا ہے اگر کوئی سچی توبہ کرے تو وہ نہ بخشے تو سچ سمجھو کہ ہمارے ہاں بنئے بقالوں سے کہیں بڑھ کر کنجوس اور سخت دل ہو گا۔ من عینہ اور وحید الزمان صاحب غیر مقلد حاشیہ قرآن آیتہ الکرسی پر لکھتے ہیں کہ خداوند عرش پر بیٹھا ہے کرسی پر پاؤں رکھے ہوئے کرسی چر چر کرتی ہے اور وحید الزمان یہ بھی لکھتے ہیں کہ صحابہ فاجر فاسق تھے کتاب نزل لابرار جلد ۳ صفحہ ۹۴ میں ملاحظہ کریں۔

پس کیا ناظرین انصاف فرمائیں کہ ایسے لوگ بھی ناجی کہلانے کے حقدار ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں۔

(آواز صدر وقت ختم)

اعتراض وہابی:

ہم ایسے لوگوں کو نہیں مانتے اور خود احناف کی کتابوں میں ایسے واہی تباہی سے مسائل ہیں جو بیان کرنے سے شرم آتی ہے۔ یہ میرے سامنے ہدایہ و شامی و قاضی خان پڑا ہے' ان میں لکھا ہے کہ جو شخص کہ محرمات ابدی کے ساتھ نکاح کر کے وطی کرے تو اس پر کوئی حد یعنی' سزا نہیں اور مشت زنی کرنے میں کوئی عیب نہیں وغیرہ وغیرہ۔

جواب از ملتانی:

واہ جی واہ! سچ ہے ؎

ہر گز نہ ہوئے مولوی عالی جناب کرم
گو چاٹ بیٹھے ساری سیاہی کتاب کی

مولوی معترض صاحب:

جی یہ کہاں لکھا ہے کہ ماں و بہن کے ساتھ نکاح جائز ہے یہاں تو لکھا ہے کہ اگر کسی نالائق نے ایسا کام کیا تو اس کو حد سو درہ یا اسی درہ نہ مارا جائے بلکہ اس کو قتل کیا جائے چنانچہ اسی عبارت کے ذیل میں باریک لفظوں میں دیکھ لیجئے۔ اور قاضی خان و شامی نے مشت زنی کی نسبت لکھا ہے۔ وہ محض تمہارے مذہب کا مسئلہ ہے چنانچہ مطبوعہ شاہجہانی میں محدث صدیق خان صاحب دہلی مشت زنی کو واجب لکھتے ہیں۔ بالجملہ استنزال منی بکف یا چیزے از جمادات مندوب است۔ بلکہ گاہے واجب گردد۔ اور صاحب نزل الابرار جلد ۲ صفحہ ۷۴ نیز اس کو جائز لکھا ہے۔ اور اسی جلد صفحہ ۲۲ میں اپنی عورت کے ہاتھ سے مشت زنی کروانا جائز باکراہت لکھا ہے۔ اور جلد اول میں لکھا ہے کہ منی پاک ہے۔ والمنی طاھر سوآئکان رطبًا اویابسًا مغلظا او غیر مغلظ و غسلہ ازکی و اولٰی اور اسی کتاب جلد ۳ صفحہ ۹۴ میں لکھا ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسق فاجر تھے۔ ان من اصحابتہ من ھو فاسق کالولید و مثلہ یقال فی حق معاویتہ و عمرو و مغیرہ و سمرہ اور اسی کتاب جلد ۵ صفحہ ۳۷ میں لکھا ہے کہ امیر معاویہ کا قول و فعل حجت نہیں اور ایسا ہی ان کے وزیروں و مشیروں کی عدالت غیر معتبر ہے۔ واما المعاویتہ فلیس قولہ و فعلہ حجتہ

حیث صدرت عنه اقوال و افعال تخل بعد الته و عدالته عمرو بن العاص و وزیره و مشیره۔

میرے مخاطب صاحب سنا اور اپنے گھر کا پتہ چلا اور اپنے ڈھول کا پول کھلا۔ اور دستی مشین کے چلانے کا علم ہوا۔ ہاں اگر اس سے زیادہ اپنے گھر کی حقیقت کا پتہ لینا ہو تو خادم شریعت کے دفتر سے کتاب سیف الابرار علی انف الاشرار منگا کر مطالعہ کریں اور چینی میں ڈال کر خود نہائیں یعنی ڈوب مریں۔ فقط

آواز صدر۔ وقت مناظرہ ختم۔ فیصلہ منصف

ہم نے آج مورخہ ۱۸ سوج ۱۹۸۰ء بکرمی بوقت بارہ بجے دوپہر بر موقعہ مناظرہ فرقہ مقلدین و غیر مقلدین موضع آوان تحصیل ہولتہ ریاست کپور تھلہ باوا منگی فرائض خود برائے حفظ امن پہنچ کر فرقہ مقلدین میں سے سید محی الدین ولد سید نواب شاہ سکنہ آوان اور غیر مقلدین میں سے عطا محمد ولد مقبول شاہ سکنہ آوان ذمہ داراں مدعوعان مناظرین سے مچلکہ برائے حفظ امن مبلغ ایک ایک ہزار روپیہ لے کر اجازت مناظرہ دی۔ فریقینؔ نے برضامندی خود مجھے ثالث و صدر منتخب کیا اور مندرجہ سوالات تحت مباحثہ فریقین مقرر ہو کر مجلس مناظرہ بعد از نماز مغرب بوقت ۸ بجے شام منعقد ہوئی۔

(الف) بذمہ فرقہ غیر مقلدین کے اپنے آپ کو فرقہ اہلسنّت والجماعت میں انہی کتابوں سے داخل ہونا ثابت کریں گے اور فرقہ مقلدین اہلسنّت و الجماعت فرقہ غیر مقلدین کی کتابوں سے تردید کریں گے۔

(ب) بعدہ فیصلہ مسئلہ اعتقادیہ منت غیر اللہ حلال ہے یا حرام پر مباحثہ ہو گا۔

(ت) بعدازاں مسجدوں میں غیر اللہ کا ورد جائز ہے یا نہیں زیر مباحثہ آئے گا۔

فرقہ مقلدین اہلسنّت والجماعت کی طرف سے مناظر مولوی محمد نظام الدین صاحب ملتانی وزیر آبادی اور فرقہ مقلدین کی طرف سے مناظر مولوی محمد صاحب دہلوی مندرجہ بالا سوالات پر برائے مناظرہ کھڑے ہوئے اور مناظرہ شروع ہوا۔ اول مولوی محمد نظام الدین صاحب مناظر اہلسنّت والجماعت نے اعلان مناظرہ کیا اور مناظر صاحب غیر مقلدین سے سوال کا ثبوت طلب کیا۔ لیکن مناظر صاحب غیر مقلدین اصل مرکز سے تجاویز کر کے مسئلہ تقلید پر بولتے رہے باوجود اصرار کے کہ آپ اصل سوال کا ثبوت دیں وہ مسئلہ تقلید پر ہی اڑے رہے جس پر مناظر صاحب اہلسنّت والجماعت نے مسئلہ تقلید پر تقریر کی۔ اور تقلید آئمہ مجتہدین

کا وجوب قرآن اور حدیث سے ثابت کر دیا جس کو مناظر صاحب غیر مقلدین اور پبلک نے تسلیم کر لیا۔ بعدازاں اصل مسئلہ سوال الف پر مناظرہ کا حکم دیا گیا۔ لیکن مناظر صاحب غیر مقلدین اپنے آپ کو اپنی کتابوں سے اہلسنّت والجماعت ہونا ثابت کرنے سے قاصر رہے اور مناظر صاحب اہلسنّت والجماعت نے غیر مقلدین کی ہی کتابوں سے ہی ان کو دائرہ اہلسنّت والجماعت سے خارج ہونا بدلائل قویہ ثابت کر دیا ا۔ جس پر مناظر صاحب اہلسنّت والجماعت نے خوش اسلوبی سے بدلائل قاطعہ دیا۔ مناظر صاحب غیر مقلدین بجائے اس کے کہ وہ اپنے آپ کو اہلسنّت والجماعت ہونا ثابت کرتے فضول نکتہ چینیوں پر اتر آئے جو کہ ہمارے خیال میں مخرب اخلاق و نقص امن کا باب اول تھیں۔ اس لئے مناظرہ بوقت ایک بجے شب بند کر دیا گیا۔ ہم مورخہ ۱۹ اسوج ۱۹۸۰ بکری بوقت ۸ بجے صبح بحیثیت ثالث و صدر فیصلہ بخلاف فرقہ مقلدین کے وہ اپنے آپ کو مطابق سوال کے اپنی کتابوں سے اہلسنّت والجماعت ہونا ثابت نہیں کر سکے بحق اہلسنّت والجماعت کو فرقہ غیر مقلدین کو مطابق سوال دائرہ اہلسنّت والجماعت سے خارج ہونا اس کی کتابوں سے بدلائل قویہ ثابت کرنے کا حکم صادر فرماتے ہیں۔

بعدازاں مولوی محمد نظام الدین صاحب مناظر اہلسنّت والجماعت نے مطابق فتویٰ علمائے کرام اہلسنّت والجماعت غیر مقلدین سے مجالست و موانست اور ان کے مساجد اہلسنّت والجماعت میں نماز پڑھنا یا پڑھانا وغیرہ کی ممانعت تاکید فرمائی ۲۔ ہم نے علماء صاحبان فریقین ۹ بجے صبح رخصت کر کے عام مجمع کو انتشار کا حکم دیا مناظرہ بخیرو خوبی اختتام پذیر ہوا۔

مورخہ ۱۹ اسوج ۱۹۸۰ بکرمی۔ دستخط چوہدری فضل محمد خان آنریری مجسٹریٹ و صدر مجلس مناظرین و غیر مقلدین موضع آواز تحصیل ہولتہ ریاست پٹیالہ

حاشیہ

ا۔ یعنی عقائد کی رو سے۔

۲۔ کیونکہ غیر اہلسنّت کا اہلسنّت کا مساجد میں نماز پڑھنا یا پڑھانا فتنہ انگیزی کا سبب بنتا ہے۔ اگر یہ لوگ اپنے عقائد درست کریں بہ مطابق اہلسنّت تو ان کا مساجد اہلسنّت میں آنا جانا نمازیں پڑھنا پڑھانا درست ہو گا کیونکہ بنیادی اختلاف عقیدے کا ہے باقی باتیں فروعی ہیں۔

سوال: آج کل فرقہ وہابیہ نے یہ فساد برپا کر رکھا ہے کہ حنفی کہلانا حرام ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں اہل حدیث کہلانا چاہئے لہٰذا مہربانی فرما کر اس کا جواب دیں۔ فقط (از جانب مولانا مولوی مسعود صاحب از الہڑ ضلع سیالکوٹ)

جواب: حنفی کہلانا چاہئے ا۔ کیونکہ جو حنفی ہو گا اس میں وصف حقیقی اہل حدیث کی بھی آ جاتی ہے ۲۔ اور خداوند کریم نے تمام انسانوں کو حنفیت پر ہی پیدا فرمایا ہے ۳۔ اور تمام انبیاء علیہم السلام واصحابہ کرام و اولیا عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین اسی ملت و دین و مذہب پر تھے اور امام ابوحنیفہ علیہ الرحمتہ نے بھی اسی ملت پر پورا پورا قبضہ کر لیا اور یہ وہ دین و مذہب و ملت حنیف ہے جس کو خداوند کریم و نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی عزت و شان سے بیان فرما کر اس کے متبعین کو لاخوف علیهم ولا هم یحزنون کا سرٹیفکیٹ عطا کیا۔ اور مذہب اہلحدیث کا شرعاً کوئی اصل نہیں رکھتا اور نہ ہی کسی اہل تاریخ نے اسلامی فرقوں میں کسی وصف نیک کے ساتھ فرقہ اہل حدیث گذاری اور حنفی کہلانا اور حنفی ہونا تو ذیل کے دلائل سے ظاہر ہوتا ہے۔ وھوہذا

حاشیہ

ا۔ حنفی کہلانا چاہئے یہ حکم وہاں کے لئے ہے جہاں حنفیت کو برا سمجھا جا رہا ہو یعنی فرقہ غیر مقلدین اس کے خلاف مہم چلاتے ہوں اور حنفی کہلانے والے کو حنفی کہلانے پر کسی نقصان کا بھی خطرہ نہ ہو ہاں جہاں ایسی صورت حال نہ ہو وہاں حنفی کہلانا کوئی ضروری نہیں ہے۔

۲۔ کیونکہ اصل تو حدیث ہے جو حجت شرعیہ ہے امام کا قول اگر حدیث کی بنیاد پر ہو تو اس کی نسبت سے معتبر ہے اور اگر قول امام حدیث کی بنیاد پر نہ ہو بلکہ حدیث کے خلاف ہو تو اس کو ترک کر کے حدیث پر عمل کرنا چاہئے اور امام کو معذور و ماجور سمجھا جائے بہ ایں خیال کہ ان کو وہ حدیث نہ پہنچی ہو گی جیسا کہ امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو وہی حدیث صحیح میرا مذہب ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر میرا قول کسی حدیث کے خلاف ہو تو میرے قول کو دیوار پر مار دو۔

۳۔ حنفیت سے مراد یہاں امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمتہ کا مذہب نہیں بلکہ اس سے مراد دین اسلام اور نور

دلیل نمبرا: قل صدق اللہ فاتبعوا ملتہ ابراھیم حنیفًا وماکان من المشرکین (پارہ ۴ ع ۱) حنیفا حال من الملتہ حقیقتہٗ کہ اے رسول صاحب قرآن سچ کہا اللہ نے پس تابعداری کرو تم مذہب حنیف ابراہیم کی اور نہ تھا وہ مشرکین سے۔ حنیفا حال ہے ملت سے ازروئے حقیقت کے اے حال ہونے ملت کے حنیف۔

دلیل نمبر۲: ومن احسن دینا ممن اسلم وجھہ للہ وھو محسن واتبع ملتہ ابراھیم حنیفًا واتخذاللہ ابراھیم خلیلًا ...... حنیفًا حال من الملتہ حقیقتہ (پارہ ۵ ع ۱۵ سورۃ النساء) کون نیک تر ہے باعتبار دین کے جس نے منہ دھرا اللہ کے حکم پر اور تابعداری کی مذہب حنیف ابراہیم کی اور پکڑا ہے اللہ نے ابراہیم کا خلیل' حنیف حال ہے ملت سے ازروی حقیقت کے یعنی حال ہونے ملت کے حنیف۔

دلیل نمبر۳: ثم او حینا الیک ان تبع ملتہ ابراھیم حنیفا وما کان من المشرکین .... حنیفا حال من الملتہ حقیقتہ (پارہ ۱۴ ع ۲۲ سورۃ نحل) پھر وحی بھیجا ہم نے طرف تیری یہ کہ تابعداری کرتوں مذہب حنیف کی۔ حنیف حال ہے ملت سے از روئے حقیقت کے یعنی حال ہونے ملت کے حنیف۔

دلیل نمبر۴: انی وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفًا وماکان من المشرکین ایسے حال کونی علٰی دین الحنیف (پارہ ۷ ع ۱۵) اے

دلیل نمبر۵: وماامر واالا لیعبدو اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء (پ ۳۰ ع ۶) حنیف مذہب ہو کر خالص اللہ کی عبادت کرو۔ ۲۔

حاشیہ

اے میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس حال میں کہ میں ہر باطل سے جدا اور حق پر قائم ہوں۔

۲۔ اور ان کو تو اسی بات کا حکم کیا گیا تھا کہ وہ اللہ تعالٰی کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے ہر

دلیل نمبر۶: حنفاء للّٰہ غیر مشرکین بہ (پ ۱۷ ع ۱۰ سورۃ حج) یعنی اے مسلمانوں حنفی مذہب ہو کر اللہ کی عبادت کرو اور مت شرک کر ساتھ اس کے۔ ا؎

دلیل نمبر۷: وقالو کونوا ھودًا اونصاری تھتدوا قل ملتہ ابراھیم حنیفا وما کان من المشرکین ۲؎ .... حنیفا حال من الملتہ حقیقتہً

دلیل نمبر۸: ماکان ابراھیم یھودیًا ولا نصرانیًا ولکن کان حنیفًا مسلمًا وما کان من المشرکین

اور علاوہ ان دلائل کے حدیث قدسی میں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ فطرت ہی تمام انسانوں کی ملت حنفیت پر تھی لیکن ابلیس نے بعض آدمیوں کو اس سے پھیر دیا اور جہنمی بنا دیا۔ وہو ہذا

حدیث قدسی وانی خلقت عبادی حنفاء کلھم وانھم اتتھم الشیاطین فاجتالتھم عن دینھم و حرمت علیھم ما احللت لھم ۳؎ (الحدیث مسلم و مشکوۃ) باب

حاشیہ

باطل سے الگ حق پر قائم ہو کر۔

ا؎ حنفی مذہب ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ امام ابو حنیفہ کے اجتہاد کی پیروی کرو کیونکہ سب مجتہدین حق ہیں خواہ آئمہ اربعہ ہوں یا دوسرے آئمہ مجتہدین' کسی بھی امام مجتہد کے قول کو اختیار کرنے والا حق پر ہے کیونکہ سب آئمہ مجتہدین حق پر تھے اور سب اجر کے حقدار تھے حنفی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ باطل سے الگ ہو کر حق پر قائم ہو جاؤ۔ سب آیتوں کا مطلب یہی ہے۔

۲؎ البقرہ۔

۳؎ میں نے سب لوگوں کو نور اسلام پر پیدا کیا اور ان کے بعد ان کے پاس شیطان آئے جنہوں نے ان کو دین سے پھیر دیا اور جو چیزیں میں نے ان پر حلال کی تھیں شیطانوں نے انہیں ان پر حرام کر دیں۔ یعنی لوگوں نے شیطانوں کے بہکانے سے اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام ٹھہرایا جیسے محفل میلاد شریف محافل ایصال ثواب اور بزرگوں کی فاتحہ اور اعراس شریفہ جو شرعی آداب کے مطابق ہوتے ہیں بعض لوگ

تغیر الناس سے آگے جو باب ہے اس کے فصل اول میں یہ حدیث درج ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر امتی نی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم اور اہل حدیث کی نسبت حضرت امام اعمش استاد امام بخاری کے فرماتے ہیں۔ ما فی الدنیا قوم شریتہ من اصحاب ا۔ (الحدیث صفحہ ۱۲۹) دنیا میں کوئی قوم زیادہ شرارتی اصحاب اہل حدیثوں سے نہیں ہے اور آگے اسی کتاب کے صفحہ میں ہے۔ لو کانت لی اکلب کنت ارسلہا علی اصحاب (الحدیث صفحہ ۱۲۹ کتاب شرف و اصحاب الحدیث مصنف ابی بکر احمد بن علی خطیب حافظ البغدادی متوفی ۴۶۳ھ) ۲۔

حاشیہ

ا۔ یعنی دنیا میں اہل حدیث سے بدتر کوئی قوم نہیں۔

۲۔ یعنی اگر میرے پاس کتے ہوتے تو میں انہیں اہلحدیثوں پر چھوڑ دیتا یہاں اہلحدیث سے مراد وہ لوگ ہیں جو حدیث پڑھتے سیکھتے اور اس میں مشغول ہوتے ہیں مگر فقہ سے اور فقہاء کرام سے عداوت و بغض رکھتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے زمانہ کے بعض اہلحدیث کہلانے والے اور ایسے ہی فقہ والے جو حدیث سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے فقہاء کے اقوال و آراء کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں قابل مذمت ہیں چنانچہ سیدی عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمتہ میزان شریف میں امام حمدان بن سہل رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ اگر میں قاضی ہوتا تو اس شخص کو قید کر دیتا جو حدیث پڑھے اور فقہ نہ سیکھے اور اس کو بھی قید کرتا جو فقہ پڑھے اور حدیث نہ پڑھے نیز سیدی شعرانی امام وکیع کا قول بھی نقل کرتے ہیں انہوں نے فرمایا تمہارے لئے ضروری ہے کہ مجتہدین اور محدثین دونوں کی اتباع کرو اور امام احمد بن سیرتج فرماتے کہ اہل حدیث (حدیث پڑھنے پڑھانے والوں) کا درجہ فقہاء (فقہ پڑھنے پڑھانے والوں) سے بڑھ کر ہے پھر فرماتے ہیں اہل حدیث سے مراد علماء اہلسنت ہیں جو علم حدیث و علم فقہ کے ساتھ دلچسپی رکھتے ہیں اگرچہ وہ حدیث کے حفاظ نہیں ہیں پھر لکھتے ہیں کہ سیدی امام محی الدین ابن عربی علیہ الرحمتہ نے فتوحات مکیہ میں اپنی سند کے ساتھ امام اعظم ابو حنیفہ کا یہ فرمان روایت کیا ہے "ایاکعہ والقول فی دین اللہ بالرای وعلیکم باتباع السنتہ فمن خرج عنہا ضل" (المیزان ج ۲ ص ۵۷، ۵۸) کہ اللہ کے دین میں قیاس آرائی سے بچو سنت کی اتباع کرو جو سنت سے نکلا بھک گیا ہاں جب سنت و حدیث سے مسئلہ نہ ملے تو کسی بھی مجتہد کے قول پر اور صاحب تحقیق ہونے کی صورت میں اپنی تحقیق پر عمل کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ ہم علامہ شامی کے حوالہ سے پہلے لکھ چکے ہیں قادری

پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ اپنے آپ کو مذہب حنفی کی طرف منسوب کرنا چاہئے اور حنفی کہلانا چاہئے۔ اور اہل حدیث وغیرہ فرقوں میں نامزد نہ کرنا چاہئے اور خاص کر فرقہ اہل حدیث تو اس عتاب الٰہی کے مورد ہو چکا ہے چونکہ یہ لوگ جو آیات کفار کی نسبت نازل جو چکی ہیں یہ لوگ ان کو بزرگان دین پر چسپاں کرتے ہیں جیسا کہ ان کی کتابیں ان پر ہی شاہد ہیں اس لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

وکان ابن عمر یراھم شرار خلق اللہ وقال انھم انطلقوا الیٰ آیات نزلت فی الکفار فجعدوھا علی المومنین۔

سوال وہابی: کیا غیر اللہ سے مدد مانگنی جائز ہے؟

جواب حنفی: ہاں جائز ہے چنانچہ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے۔

۱۔ قال اللہ تعالیٰ۔ استعینوا بالصبر والصلوٰۃ (پ ۲)

۲۔ وتعاونوا علی البر والتقوی (پ ۳)

۳۔ یایھا الذین امنوا کونوا انصار اللہ (سورۃ صف ۴)

۴۔ یایھا الذین امنوا ان تنصر اللہ ینصر کم (سورۃ محمد ۵)

۵۔ وان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر (سورۃ انفال)

۶۔ فلما احسن عیسیٰ منھم الکفر قال من انصاری الی اللہ قال الحواریون نحن انصار اللہ (سورۃ آل عمران) اـــہ

پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ مدد طلب کرنا غیر اللہ سے جائز ہے بشرطیکہ ان کو معاون حقیقی تصور

حاشیہ

اـــہ پہلی آیت میں صبر و نماز سے مدد مانگنے کا حکم ہوا ہے دوسری ایک دوسرے کی مدد کرنے اور تیسری، چوتھی اور پانچویں میں اللہ کے دین کی مدد کرنے اور چھٹی میں عیسیٰ علیہ السلام کے اپنے ساتھیوں سے مدد کرنے کا بیان ہے فقط قادری

نہ کرے فقط والعلم عنداللہ ا۔

سوال مرزائی: کیا مرزا صاحب نبی ظلی و بروزی تھے؟

جواب حنفی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو شخص دعویٰ نبوت کا نئے سرے سے کرے وہ کافر و مفتری و جہنمی ہے کیونکہ یہ سلسلہ نبوت ختم ہے۔ ہاں البتہ عالم فاضل، مجدد، غوث، قطب، ہادی، مہدی، متبع نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہو کر تاانتظام عالم تک آتے رہیں گے۔ جن کے ذریعہ سے تبلیغ اسلام ہر دور و ہر فرد کے کانوں تک پہنچتی رہے گی اور قلب مومنین انوار تجلیات الہیہ سے اپنے اپنے مقامات کو مشاہدہ فرماتے رہیں گے لیکن یاد رکھنا کہ خاتم الانبیاء صاحب جامع کمالات والبرکات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نئے نبی کا آنا محال ہے چنانچہ ذیل کے دلائل سے ظاہر ہوتا ہے۔

☆ قال اللہ تعالیٰ۔ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبین۔ وکان اللہ بکل شیئی علیما۔ ۲۔

☆ لقولہ تعالیٰ وما ارسلنک الا کافتہ للناس ۳۔

☆ لقولہ یعالیٰ یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا ۴۔

☆ لقولہ تعالیٰ تبارک نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیراً ۵۔

حاشیہ

ا۔ کیونکہ معاون خصوصی اللہ تعالی ہی ہے اور کوئی نہیں انبیاء و اولیاء بھی جس کی مدد کرتے ہیں اس کی اجازت سے کرتے ہیں چنانچہ محبوب المومنین غوث الواصلین امام احمد رضا علیہ الرحمتہ اپنے مدحیہ کلام میں اللہ کی بارگاہ میں یوں عرض کرتے ہیں یا خدا تجھ تک ہے سب کا منتھی = اولیاء کو حکم نصرت کیجئے۔

۲۔ اس میں حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کا بیان ہے۔

۳۔ اس میں حضور ﷺ کے تمام مخلوق کی طرف بھیجے جانے کا بیان ہے

۴۔ اس میں بھی یہی ہے

۵۔ اس میں آپ کے سارے جہانوں کے لئے نذیر ہونے کا بیان ہے

☆ لقوله تعالٰی الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ وما ارسلناک الا رحمته العالمین ا۔

☆ لقوله تعالٰی وما ارسلنک من رسول الا لیطاع باذن اللّٰه ۲۔

☆ لقوله تعالٰی وما ارسلنک من رسول الا بلسان قومه (سورة النساء) ۳۔

☆ لقوله تعالٰی فبعث اللّٰه النبین مبشرین ومنذرین وانزل معهم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس (پارہ ۲)

☆ لقوله تعالٰی لقد ارسلنا رسلنا بالبینت وانزل معهم الکتاب والمیزان (سورة حدید)

☆ لقوله تعالٰی فانه نزل له علی قلبک باذن اللّٰه

☆ لقوله تعالٰی وانا او حینا الیک کما او حینا الٰی نوح والنبیین من بعده (سورة النساء)

☆ لقوله تعالٰی وما ارسلنا من قبلک الا رجالاً نوحی

پس ان دلائل قاطعہ سے ثابت ہوا کہ بعد نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کسی نئے نبی کے آنے کی ضرورت نہیں کیونکہ نبی علیہ السلام کامل اور اکمل نبی آ چکے ہیں تو پھر کامل اور اکمل کے بعد ناقص کا آنا کون سی عقل ہے۔ اور خود مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

من نیستم رسول دنیا وردہ ام کتاب۔ اور ازالہ اوہام تختی کلاں و تختی خورد صفحہ ۷۶۱ خود مرزا صاحب لکھتے ہیں ازالہ اوہام کہ قرآن کریم بعد خاتم النبین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا۔ خواہ وہ نیا رسول یا پرانا کیونکہ رسول کو علم دین بواسطہ جبرائیل ملتا ہے اور باب نزول مرسل پیرایہ وحی رسالت نہ ہو۔ بعینہ

حاشیہ

ا۔ اس میں آپ کی امت کے لئے دین و نعمت کی تکمیل کی خوشخبری ہے لہٰذا نئے نبی کی حاجت نہیں

۲۔ اس میں نبی کے اللہ کے حکم سے واجب الاطاعت ہونے کا بیان ہے۔

۳۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کا تمام اقوام کی زبان جاننا ظاہر ہوتا ہے۔

عبارت ازالہ اوہام تختی کلاں صفحہ ۲۱۳ تختی خورد صفحہ ۱۶۷

اسی طرح کتاب انجام آتھم صفحہ ۲۷ میں ہے۔ ومن قال بعد رسولنا وسیدنا انی نبی اور رسول فھو کافر کذاب اور شہادت القرآن صفحہ ۲۸ میں یوں لکھتے ہیں کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا ہے اس لئے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے۔ اور ایسے ہی تریاق القلوب صفحہ ۳۲۵ میں ہے کہ میرا منکر کافر نہیں چونکہ میں ایک ملہم ہوں۔ انبیاء کا منکر کافر ہوتا ہے۔ اور مرزا لکھتے ہیں ۔

ہست او خیرالرسل خیرالانام
ہر نبوت را برو شد اختتام[۱]

پس ان عبارات مرزا سے خود واضح ہوا کہ جو شخص بعد خاتم الانبیاء کے دعویٰ نبوت کرے وہ خود کافر و دجال و مفتری ہے۔ لہٰذا مرزا صاحب ان الفاظ کے مصداق ہوئے اور چند کذب مرزا صاحب کے بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں تاکہ ناظرین خود موازنہ کرلیں کہ مرزا صاحب کس نمبر کے کذاب تھے۔ وہوہذا

کتاب حقیقتہ الوحی صفحہ ۱۰۱ میں بایں طور مسطور ہے کہ خدا کا قرآن شریف گواہی دیتا ہے کہ وہ مرگیا ہے اور اس کی قبر سری نگر کشمیر میں ہے۔ اور اسی طرح کشتی نوح صفحہ ۵ سطر اول مرقوم ہے کہ قرآن مجید میں بلکہ تورات کے بعض صحیفوں میں یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی۔ اور بعینہ تریاق القلوب برحاشیہ صفحہ ۸۱ پر موجود ہے۔ کہ احادیث نبویہ پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ وہ مسیح موعود حارث کہلائے گا۔ یعنی زمیندار اور زمینداری کے خاندان سے ہوگا۔ کتاب حقیقتہ الوحی صفحہ ۲۰۱ پر ہے کہ احادیث صحیحہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود چھٹے ہزار میں پیدا ہوگا سو وہ میں ہوں۔

من عینہ نقل از کتاب اربعین نمبر ۳ صفحہ ۲۰' ۲۱ پر چسپاں ہے کہ ضروری تھا قرآن شریف اور احادیث کی وہ پیش گوئیاں پوری ہوتیں جن میں لکھا تھا کہ مسیح موعود جب ظاہر ہوگا تو اسلامی علماء کے ہاتھ

حاشیہ

۱۔ یعنی رسول اللہ ﷺ سب سے بہتر رسول اور سب مخلوق میں بہتر ہیں اور نبوت آپ پر ختم ہو چکی۔

سے دکھ اٹھائے گا۔ وہ اس کو کافر قرار دیں گے اور اس کے قتل کے لئے فتوے دیئے جائیں گے اور اس کی سخت توہین کی جائے گی۔ اور اس کو دائرہ اسلام سے خارج اور دین کا تباہ کرنے والا خیال کیا جائے گا۔ سو ان دنوں میں وہ پیشین گوئی انہیں مولویوں نے اپنے ہاتھوں پوری کی۔

من عینہ کتاب شہادۃ القرآن صفحہ ۴۱ پر تحریر ہے کہ وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے اس کے لئے آواز آئے گی۔ ھذا خلیفتہ اللہ المھدی آپ سوچو کہ یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے جو اسی کتاب میں درج ہے۔ جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے جس کا نام بخاری ہے۔

ناظرین انصاف کریں کہ کس حدیث صحیح میں قبر کشمیر میں ہے۔ پس ان تمام عبارتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں خود جھوٹے تھے کیونکہ نہ تو کسی حدیث صحیح میں قبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کشمیر میں ہونے کا ذکر ہے اور نہ ہی ان کے زمانہ میں طاعون پڑے گا ذکر ہے اور نہ ہی ان کے زمیندار ہونے کا بیان ہے اور نہ ہی کہیں یہ لکھا ہے کہ اس کو مسلمان لوگ اس کے قتل کے لئے فتوے دیں گے اور اس کی توہین کریں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دائرہ اسلام سے خارج کریں گے۔ اور نہ ہی بخاری شریف میں ھذا خلیفتہ المھدی لکھا ہے۔

ناظرین مرزا صاحب آنجہانی کے افترا و کذبات ہیں۔ اگر کوئی مرزائی یہ کلمات پیش کردہ دیکھائی دے۔ تو یک صد روپیہ انعام حاصل کرے۔ اور علاوہ اس کے خود مرزا آنجہانی اپنی کتاب آئینہ کمالات صفحہ ۲۸۸ میں لکھتا ہے کہ ہمارے صدق و کذب جانچنے کے لئے ہماری پیشین گوئی سے بڑھ کر اور کوئی امتحان نہیں ہو سکتا۔ اور چشمہ معرفت صفحہ ۲۲۲ میں لکھتا ہے کہ جب کوئی ایک بات میں جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں اعتبار نہیں رہتا۔ پس میں دعوے سے کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کی یہ سب باتیں جھوٹی ہیں۔لہٰذا کذاب و دجال ٹھہرا۔ اگر کسی مرزائی کو شک ہو تو مرد میدان بن کر ان سب باتوں میں سے ان کی ایک بات ہی صحیح کر دے۔ اور علاوہ اس کے کتاب قہر یزدانی بر قلعہ قادیانی میں نیز حیات و ممات حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بدلائل قاطعہ پوری پوری بحث کی گئی ہے۔

نوٹ: اگر کسی صاحب نے پوری پوری تردید مرزا آنجہانی کی دیکھنی ہو تو دفتر خادم شریعت سے کتاب قہر یزدانی بر قلعہ قادیانی خادم شریعت کی قلم سے نکلی ہوئی دفتر ہذا سے طلب کر کے مطالعہ کریں ہر مسئلہ میں

مرد میدان بن جائیں۔

سوال: جس شخص کی لڑکی بالغ ہو جائے اور وہ نکاح نہ کرے اور وہ لڑکی ناجائز کسی سے تعلق رکھے تو اس کا وبال کس پر ہو گا؟

جواب: اس کے والد پر اس کا وبال اور گناہ ہو گا۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ جب لڑکی بالغ ہو جائے اور بارہ سال اس کی عمر ہو جائے تو نکاح کر دیں۔ چنانچہ حدیث شریف عن ابی سعید و ابن عباس قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم من ولد لہ ولد فلیحسن اسمہ وادبہ فاذا بلغ فلیزوجہ فان بلغ ولم یزوجہ فاصاب اثمًا فانما اثمہ علٰی ابیہ وعن عمر ابن الخطاب قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فی التورۃ مکتوب من بلغت ابنتہ اثنی عشرۃ سنتہ ولم یزوجھا فاصابت اثما فاثم ذلک علیہ (روھما البیھقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: یعنی حضرت ابو سعید و ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا نبی ﷺ نے کہ جب کسی کے گھر بچہ پیدا ہو تو چاہئے کہ اس کا نام اچھا رکھے اور اس کو اچھے طریقے ادب و تہذیب کے سکھائے، جب جوان ہو جائے تو شادی کر دے اور اگر بوجود قدرت کے شادی نہ کی اور اس گناہ کیا تو اس کا وبال گناہ اس کے والد پر ہو گا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور علیہ السلام نے کہ کتاب تورات میں لکھا ہے کہ جب لڑکی کی عمر بارہ برس کی ہو تو اس کی شادی کر دی جائے۔ ورنہ جو وہ گناہ کرے گی اس کے گناہ کا ذمہ دار اس کا والد ہو گا۔

پس ان دلائل سے صاف صاف ثابت ہوا کہ نوجوان لڑکی کو بلا عذر شرعی [1] گھر میں بٹھانا حرام ہے

حاشیہ

[1] عذر شرعی سے مراد مناسب رشتہ کا نہ ملنا بھی ہے اور مناسب رشتہ سے مراد صحیح العقیدہ شریف اور بیوی بچوں کے اخراجات برداشت کر سکنے والا صوم و صلوۃ کا پابند مسلمان ہے خواہ برادری کا ہو یا برادری سے باہر کا ہو کیونکہ اصلی برادری تو ایمانی برادری ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے "انما المومنون اخوۃ" کہ تمام ایمان والے ایک دوسرے کے

جیسا کہ آج کل جہلا میں رسم و رواج ہے کہ اپنی لڑکیوں بالغہ کو اپنے گھروں میں بٹھا رکھتے ہیں۔ نعوذ باللہ وہ بد فعلی میں لامادہ رہتی ہیں فقط واللہ یھدی من یشاء الٰی صراط مستقیم فمن کفر فان ربی غنی کریم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ آج کل بعض عورتیں جو نافرمان ہو کر خاوند کے گھر سے نکل جاتی ہیں اور بد فعلی یعنی زنا وغیرہ ناجائز کام کرتی پھرتی ہیں تو ان کے گناہ کے ذمہ دار ان کی خاوند ہوتے ہیں یا کہ وہ خود اور ایسی عورتوں کو زانیہ ہونے کی وجہ سے طلاق دینا واجب ہے یا نہیں؟ (السائل خاکسار خان محمد خطیب جامع مسجد چک نمبر ۴۰۸)

جواب: صورت مذکور میں وہ عورت اگر بے فرمان ہو کر کہیں چلی جائے اور ناجائز کام کرتی پھرے تو ان گناہوں کا بوجھ اسی عورت کے ذمہ ہو گا۔ ہاں اگر اس کے گھر میں رہ کر ایسا کرے اور اس کو علم بھی اس امر کا ہو اور وہ خود چپ رہے تو دیوث ہے اور اسی کے ساتھ کا ہے اور بدکرداری کی وجہ سے عورت کو طلاق دینا شرعاً واجب نہیں۔ ہاں اگر دونوں حدود اللہ سے ڈریں۔ تو پھر کوئی خوف نہیں۔ چنانچہ درمختار مع شرع غائیتہ الاوطار جلد ۲ کتاب النکاح صفحہ ۲۱ میں بایں طور مسطور ہے۔

لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ ولا تجب علیھا تسریح الفاجر الا اذا خافا ان لا یقیما حدود اللہ فلا باس ان یتفرقا الخ۔ یعنی واجب نہیں مرد پر طلاق دینا بدکار عورت کا بدکاری زنا سے ہو یا ترک فرائض وغیرہ سے ہو۔ اور انہیں واجب عورت پر اپنا خلاص کرنا مرد بدکار سے مگر اس وقت جب دونوں ڈریں کہ اقامت احکام الٰہی کی نہ کر کیں گے۔ تو کچھ مضائقہ نہیں

حاشیہ

بھائی ہیں، رشتہ کے معاملہ میں ذات پات یا برادری کی شرط لگانا جاہلیت ہے اسلام نہیں ہے اور دوسرا عذر تعلیم بھی ہے کیونکہ غیر تعلیم یافتہ بچے بچی کے لئے رشتہ ملنا مشکل ہو جاتا ہے نیز تعلیم ضروری ہے نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ علم پڑھو اور اسے دوسروں کو پڑھاؤ جس نے اپنے بچوں کو پڑھایا اس نے ان کو بے بہا دولت دیدی۔ کیونکہ علم سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں فقط قادری

دونوں کی جدائی میں۔ الخ ا؎

اور اس پر دلیل یہ ہے کہ ایک مرد حضرت محمد ﷺ کے پاس آیا اور کہا یارسول اللہ ﷺ میری عورت کسی ہاتھ لگانے والے کا ہاتھ نہیں ٹالتی۔ یعنی زنا سے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ طلاق دے اس کو؟ اس نے کہا کہ وہ خوبصورت ہے میں اس کو چاہتا ہوں۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تو اپنا مطلب نکال اس سے یعنی نہ طلاق دے اور اس کو صحبت میں رکھ۔ (کذافی حاشیہ المدنی) اور اس مضمون کی حدیث ابوداؤد و نسائی میں بھی موجود ہے من عینہ۔

کتب فقہ میں مسطور ہے کہ جب عورت بے فرمان ہو کر خاوند سے چلی جائے تو اس کا نان و نفقہ مرد کے ذمہ نہیں رہتا۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ اس پر تمام فرشتے لعنت کرتے ہیں تاوقتیکہ وہ خاوند کے گھر واپس نہ آئے۔ اور اس کو راضی نہ کر لے۔ فقط والعلم عنداللہ (خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی عفی عنہ)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین ان مسائل میں۔ (۱) نبی علیہ السلام نے کتنے حج کئے۔ (۲) جمعہ پہلے کہاں قائم فرمایا۔ (۳) کفار سے جنگ کتنے کئے؟ (المرسل خاکسار خان محمد قادری سروری چک نمبر ۴۰۸ علاقہ سمندری)

جواب ۱: بے شک نزدیک محققین احباب سیر ۳ حج آپ کی ذات والا صفات احمد کبریا محمد مصطفیٰ ﷺ نے ادا کئے۔ چنانچہ کتاب نثرالجواہر میں بایں طور مسطور ہے۔

"آنحضرت ﷺ بعد فرض شدن حج یک حج کردہ واین را حجتہ الوداع گویند و قبل ازاں دوبارہ حج کردہ" الخ اور کہا بعض مورخین نے کہ چھ ہجری میں حج کی فرضیت ثابت ہوتی ہے اور اس کے لئے شرط من استطاع الیہ سبیلاً مقرر ہے۔

حاشیہ

ا؎ یعنی جب مرد و عورت دونوں کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے حقوق ادا نہیں کر سکیں گے تو علیحدگی اختیار کر لیں۔

جواب ۲: جمعہ نبی علیہ السلام نے خاص شہر مدینہ طیبہ بنی سالم بن عوف کے ہاں پہنچ کر قائم فرمایا چنانچہ کتاب تاریخ میں ہے اور خاص کر فرقہ غیر مقلدین کا پیشوا ا۔ علامہ ابن قیم زادالمعاد جلد اول صفحہ ۱۰۱ میں بایں طور لکھتا ہے فادر که الجمته فی بنی سالم بن عوف فصلها فی المسجد الذی فی بطن الوادی و کانت اول جمعته صلها بالمدینته وذلک قبل تاسیس مسجده

علامہ شوکانی نیل الاوطار میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ جمعہ مکہ مکرمہ میں فرض ہو چکا تھا لیکن بوجہ غلبہ کفار کے پڑھا نہ گیا۔ اور امام بخاری علیہ الرحمتہ لکھتے ہیں کہ آپ برابر چودہ روز قبا میں رہے لیکن آپ نے وہاں جمعہ نہ پڑھا۔ چنانچہ اس حدیث شریف سے ظاہر ہوتا ہے۔

حدثنا انس بن مالک قال لما قدم رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم المدینته نزل فی علو المدینته فی حی یقال لهم عمرو ابن عوف قال فاقام فیهم اربع عشرة لیلته (الحدیث) اور صاحب ترمذی صفحہ ۶۸ میں ارقام فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اصحاب قبا کو حکم دیا کہ تمہیں مدینہ میں حاضر ہو کر جمعہ ادا کرنا ہو گا۔ وکان من اصحاب النبی صلی الله علیه و آله وسلم قال امرنا صلی الله علیه و آله وسلم ان نشهد الجمعته من قباء (الحدیث)

حاشیہ

ا۔ امام حافظ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن ایوب امام الجوزیہ آپ کے والد مرحوم "الجوزیہ" کے قیم یعنی نگران تھے اس لئے آپ کو ابن القیم کہا جاتا ہے یا ابن قیم الجوزیہ آپ نے ۷۵۱ھ میں وفات پائی امام حافظ ابن کثیر علیہ الرحمتہ کے ساتھی تھے دونوں امام حافظ ابن تیمیہ علیہ الرحمتہ سے شرف شاگردی حاصل کیا۔ سلطان الفقہاء المحدثین علی بن سلطان القاری مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ اس امت کے اولیاء میں سے ہیں (باقی علماء کا بعض مسائل میں اختلاف ہوا کرتا ہے ان فروعی مسائل میں اختلاف سے کسی کو برا کہنا یا بے ادبی کرنا اچھی بات نہیں بری بات ہے)

(مرقاۃ ج ۴ ص ۴۲۸)

جواب ۳: نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی جن غزووں میں شمولیت رہی ہے۔ وہ باختلاف انیس ۱۹ غزوات تھے اور جن میں آپ کی شمولیت نہیں پائی گئی وہ بے شمار ہیں۔ دیکھو کتاب مدارج النبوۃ وقرۃ العیون و مواہب وغیرہ وغیرہ فقط حررہ خادم شریعت عفی عنہ)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس کے ساتھ دودھ پیا جائے اس کے ساتھ نکاح آپس میں باتفاق حرام ہے لیکن ان کے دوسرے بھائی اس سے نکاح کر سکتے ہیں یا کہ نہیں اور رضاع کا مسئلہ مختصر تحریر فرما دیں تاکہ ہم لوگ جلدی سے سمجھ لیا کریں؟ (السائل محمد شریف امام مسجد پنڈی دوتہراں تحصیل پھالیہ)

جواب: بیشک جائز ہے نکاح کرنا رضاعی بھائی کی ہمشیرہ سے دوسرے بھائیوں کا یعنی ان میں جو چاہے اس سے نکاح کر لے چنانچہ فتاویٰ عالمگیر جلد ۲ صفحہ ۶۰ میں بایں طور مسطور ہے۔
وتحل اخت اخیہ رضاعًا کما تحل نسبًا مثل الاخ لاب اذا کانت لہ اخت من امہ یحل لاخیہ من ابیہ ان یتزوجھا اور کتاب قدوری صفحہ ۱۸۵ و ہدایہ شریف میں نیز بایں طور مسطور ہے ویجوز ان یتزوج الرجل باخت اخیہ من الرضاء کنا یجوز ان یتزوج باخت اخیہ من النسب وکذالک الاخ من الاب اذا کانت لہ اخت من امہ جازلہ ان یتزوجھا یعنی جائز ہے یہ کہ نکاح کرے آدمی ساتھ بہن اپنی بھائی رضاعی کے جیسا کہ جائز ہے نکاح کرے ساتھ بہن اپنے نسبی بھائی کے اور اسی طرح بھائی جو باپ کی طرف سے ہو جب وہ اس کی بہن ماں کی طرف سے جو جائز ہے واسطے اس کے بھائی کے کہ نکاح کرے اس سے۔

شرح وقایہ نورالہدایہ جلد ۲ صفحہ ۳۲ میں اس کی تشریح بایں طور فرما دی ہے جائز ہے یہ نکاح کرے مرد اپنے بھائی رضاعی کی بہن سے جیسا کہ جائز ہے نکاح کرنا اپنے بھائی نسبی کی بہن سے اور مثال اس کی یہ ہے کہ ایک شخص کا بھائی علاتی ہے اس کی ایک بہن ہے اخیافی تو اس شخص کو درست ہے کہ اس سے نکاح کرے اگر اس کی بہن حقیقی ہے یا علاتی یا اخیافی تو اس سے نکاح درست نہیں فقط

والعلم عنداللہ ا۔

مسائل رضاع کے متعلق

دودھ مدت رضاع دو برس کے اندر تھوڑا یا بہت ایک بار یا کئی بار پینے سے ثابت ہو جائے گا۔ چنانچہ ہدایہ شریف میں ہے۔

مسئلہ: جو رشتے نسب کے سبب سے حرام ہوا کرتے ہیں۔ ویسے ہی رضاع کے سبب سے حرام ہو جائے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب یعنی "حرام ہوتا ہے رضاع سے جو حرام ہوتا ہے نسب سے" نقل کیا اس کو بخاری و مسلم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ سے اور اسی قاعدہ پر کہا کسی صاحب نے ایک بیت میں ہی مسئلہ رضاع کو حل کر دیا ہے۔

از جانب ہمہ شیردہ خویش شوند
از جانب شیرخوارہ زو جان و فروع

یعنی دودھ پلانے والی اور اس کا خاوند مع اولاد و باپ و دادا اور ماں بہنوں اور ان کے شیر خوار کے خویش ہو جائیں گے مثل نسب کے اور شیر خوار اور اس کی بیوی یا خاوند مع اپنی اولاد کے فقط خویش ہو جائیں گے۔ دودھ پلانے والی اور اس کے خاوند کے فقط مسئلہ مدت رضاع میں لڑکی یا لڑکا کسی عورت کا دودھ پییئں تو آپس میں بہن بھائی ہو جائیں گے رضاع ثابت ہو گی۔

لقوله الصلوٰة والسلام لا رضاع الا ماكان فی حولین و فی روایةً لا

حاشیہ

ا۔ بھائی اور بہن تین قسم کے ہوتے ہیں اگر دو بھائیوں یا بہنوں یا بھائی اور بہن کا ماں باپ ایک ہو تو ان کو حقیقی کہیں گے اور باپ ایک مگر ماں الگ الگ ہو تو ان کو علاتی کہیں گے اور اگر باپ الگ الگ مگر ماں ایک ہو تو ان کو اخیافی کہیں گے۔ قادری

رضاع بعد حولین (نقل از تفسیر مظہری و دار قطنی و بلوغ المرام) اور روایت کی ہے ابن عدی نے کہ لا رضاع بعد انفصال یعنی فرمایا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ بعد دودھ چھڑانے کے رضاع نہیں۔

مسئلہ: اگر مدت رضاع میں بکری یا گائے یا اونٹنی کا مل کر دودھ پیئں تو رضاع ثابت نہ ہو گی۔

مسئلہ: اگر کنواری لڑکی دس بارہ سالہ کو دودھ اترا اور اس نے کسی بچے کو دودھ پلا دیا تو اس پر احکام رضاع جاری ہو جائیں گے۔

مسئلہ: امام اعظم رحمتہ اللہ کے نزدیک مدت رضاع اڑھائی برس ہے۔

اور صاحبین کے نزدیک دو برس اور امام اعظم رحمتہ اللہ کا فتویٰ احتیاط پر مبنی ہے اور دلیل اس کی یہ ہے حمله وفصاله ثلاثون شهر یعنی امام صاحب اس سے یہ اخذ کرتے ہیں کہ حمل دو سال سے زائد نہیں رہ سکتا' چنانچہ حدیثوں سے ثابت ہے اس لئے مدت حمل دو سال اور مدت رضاع فصال کی اڑھائی سال ہونی چاہئے۔ اور حولین کاملین کو استحقاق اجرت دودھ پلانے والی پر ٹھہراتے ہیں اور جو حدیثیں ان کے خلاف وارد ہیں ان کو مرفوع قرار نہیں دیتے۔ فقط ا؎

سوال: جس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے فرزند ابراہیم کے انتقال پر سورہ اخلاص و سورہ فاتحہ طعام سامنے رکھ کر پڑھا اور اس کھانے کو حاضرین مجلس میں تقسیم فرمایا اور اس کا

حاشیہ

ا؎ ہر ایک مجتہد کے اپنے اصول ہیں جو اس نے قرآن و سنت کی روشنی میں اپنی فہم کے مطابق سمجھے ہیں اور کوشش کی ہے ان کے اصولوں میں بھی اختلاف ہے یعنی فقہی اصولوں میں اس لئے احکام میں بھی اختلاف ہو گیا ہر مجتہد اور ہر امام ثواب کا مستحق ہے سیدی امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ ہر امام کے قول پر عمل شریعت پر عمل ہے (میزان کبری) لہٰذا باہمی تعصب و تشدد نہیں ہونا چاہئے بلکہ باہمی اخوت بھائی چارہ اور اسلامی و دینی محبت ہونی چاہئے جو بھی صحیح العقیدہ ہو یعنی کتاب و سنت کو حجت سمجھتا ہو وہ حق پر ہے فروعی اختلاف اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت کے لئے بہت بڑی رحمت ہے قادری

ثواب اپنے فرزند ارجمند کو بخشا' پس اس حدیث شریف کو مولوی عبدالحی صاحب مرحوم موضوع قرار دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ وزجندی کوئی کتاب ملا علی قاری کی نہیں۔ اس لئے قلمی ہے کہ آپ تحریر فرمائیں کہ یہ کہنا مولوی عبدالحی صاحب کا کہاں تک صحیح اور درست ہے اور کتاب شرح برزخ کس مرتبہ کی کتاب ہے؟ فقط (السائل اخبار الفقیہ از ماہ ربیع الاول ۳۵۴ نامہ نگار)

جواب: مولوی عبدالحی صاحب مرحوم کا اس حدیث کو موضوع بلا دلیل و بلا سند کتاب کہہ دینا ہمارے لئے کوئی حجت نہیں اور یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ مولوی صاحب نے لفظاً" کہا ہے یا معناً" یا حقیقتاً اور منکرین کو لازم ہے کہ مولوی عبدالحی صاحب مرحوم کی قبر سے پتہ لے کر جواب دیں۔ اور پھر جواب الجواب سنیں اور کتاب وزجندی مشہور و معروف کتاب ہے چنانچہ صاحب فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۳۲۷ میں بایں طور ارقام فرماتے ہیں۔

وکذالک لا تقبل ھذہ الدعوی ولا الشھادۃ فی فتاوی السر خسی وعن الا وزجندی ان المدعٰی اذابین المصر والمحلتہ والموضع والحدود تصح الدعوی واما لوادعی المدعی علیہ ان الساھد قد غلط فی الحدود اوفی بعضھا لا یسمع دعواہ وان اقام علیہ البینتہ (کذافی فتاویٰ السرخی ولا وزجندی)

پس اس عبارت سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ اوزجندی فتاویٰ ضرور عالم دنیا میں مفتی بہ فتاویٰ ہے اب بات یہ رہی کہ یہ فتاویٰ ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ کا ہے یا کسی اور صاحب کا۔ سو اس کا جواب بھی سن لیجئے صاحب کتاب حدائق الحنفیہ صفحہ ۳۹۹ میں لکھا ہے کہ ملا علی قاری علیہ الرحمتہ ایک وحید العصر عالم تھے اور ان کی تصانیف تقریباً یک صد لکھ کر فرماتے ہیں وغیر ذالک یعنی ان کے ماسواء اور بہت ان کی کتابیں تصنیف شدہ ہیں۔

حضرت علامہ زمان محدث ابو سعید سلمی رحتمہ اللہ علیہ اپنی کتاب شرح برزخ صفحہ ۱۰۱ و صفحہ ۳۳۹ میں بایں طور حدیث بیان کرتے ہیں۔ ابن ابی الدنیا نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ روبرو کھانا رکھ کر فاتحہ دیتے اور فرمایا کہ یااللہ اس کا ثواب مردوں کو پہنچا دیجئے چنانچہ صاحب شارح برزخ نے دیلمی کی حدیث کو اوزجندی ملا علی قاری علیہ الرحمتہ سے بایں الفاظ نقل فرماتے ہیں۔

فی فتاویٰ اوزجندی و کان یوم الثالث من وفات ابراهیم بن محمد صلی الله علیه و آله وسلم جاء ابوذر عندالنبی بتمیه ولبن فیه خبز من شعیر فوضعها عندالنبی فقرئا رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم الفاتحته و سورة الاخلاص ثلث مرة الی ان قال رفع یدیه للدعاء فمسح بوجهه فامر رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم اباذر ان یقسمها بین الناس و ایضاً فیه قال النبی صلی الله علیه وسلم۔ وهبت ثواب هذه لا بنی ابراهیم (الحدیث)

منکرین فرقہ وہابیہ کو یاد رہے کہ یہ وہ حدیث کی کتاب ہے جس کو تمہارے پیشوا صدیق حسن خان صاحب حدیث کی کتابوں میں سے معتبر لکھتے ہوئے یوں ارقام فرمایا ہے "شرح برزخ از کتب حدیث است واو شروع ازباب بدء الموت است و جملہ ابواب ہشتاد و یک باب است ہمہ متعلق احوال موتی و برزخ و دروے بعد ذکر حدیث شرح میکند" الخ (نقل از اتحاف النبلاء صفحہ ۹۵) اھ

پس ناظرین اب انصاف فرمائیں کہ ایسی معتبر حدیث کی کتاب کو بے دھڑک موضوع بلا سند و بلا حوالہ کہہ دینا انصاف کا خون کرنا نہیں ہے تو اور کیا ہے اور علاوہ اس کے یہ حدیث کتاب ہدیۃ الحرمین کے صفحہ ٦٩ پر بھی درج ہے۔ اور یہ وہ کتاب ہے جس کی صحت پر بڑے بڑے علمائے دین ومشاہرین کے دستخط و مواہرین چسپاں ہیں۔ اگر یہ حدیث بے اصل ہوتی تو وہ ضرور اس سے متنبہ کر دیتے اور باقی اس مسئلہ کا ثبوت سلطان الفقہ جلد اول و ششم و ہفتم وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ اور علاوہ اس کے خود مولوی عبدالحی صاحب مرحوم فتاویٰ جلد اول صفحہ ۸۱ و جلد سوم صفحہ ٦٨ میں بایں الفاظ فتویٰ جواز کا فرماتے ہیں کہ مروجہ فاتحہ کچھ حرج نہیں اور طعام حرام نہیں ہوتا۔ اگرچہ یہ فعل قرون ثلاثہ میں نہیں پایا گیا۔ ثواب اموات کو مذہب اہلسنّت کے نزدیک پہنچتا ہے اور بڑھنا فاتحہ اور اخلاص وغیرہ کا اور اس کا ثواب بخشنا" مُردوں کو

حاشیہ

اھ یعنی شرح برزخ حدیث کی کتابوں میں سے ہے اور وہ "باب بدء الموت" سے شروع ہوتی ہے اور اس کے تمام اکاسی (۸۱) باب ہیں سب کے سب احوال موتٰی اور احوال برزخ کے بارے میں ہیں اس کے مصنف حدیث لانے کے بعد خود ہی اسکی شرح فرماتے ہیں۔

موجب رفعت درجات کا ہے۔ اور مولوی عبدالحی صاحب کا یہ کہنا کہ اگرچہ قرون ثلاثہ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں سو یہ کہنا بھی غلط ہے دیکھو حدیقتہ الندیتہ
میں حضرت علامہ نابلسی علیہ الرحمتہ تحریر فرماتے ہیں کہ روبرو کھانا یا میوہ یا دیگر اشیاء کو رکھ کے فاتحہ دینا بعد اس کے اس کو تناول کرنا جائز و مستحب ہے۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے اب تک اس پر عمل ہے اور حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی جس کو ابن ابی الدنیا نے نقل کیا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ مردوں کے لئے فاتحہ دیا کرو۔ (نقل از کتاب شرح برزخ صفحہ ۳۳۹) اور علاوہ اس کے حضرت علامہ جلال الدین سیوطی حافظ علم احادیث و مجدد صدی نہم علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں ان المسلمین ماز الوافی کل عصر یجتھدون ویقرؤن القرآن لموتھم من غیر نکیر فکان اجماعًا (نقل از شرح الصدور) اہ

پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ یہ فعل زمانہ نبی علیہ والصلوۃ والسلام سے کر تمام مسلمانوں میں ہر زمانہ و ہر ملک میں چلا آتا ہے اس سے کسی مسلمان نے انکار نہیں کیا۔ لہذا یہ اجماع مسلمانوں کا ہوا۔ اور حدیث ماراہ المسلمون حسنًا فھو عنداللّٰہ حسن کا مصداق رہا اور کتاب نصیحت المسلمین علی احمد لاہوری و تحفہ اثنا عشریہ و فتاوئ شاہ رفیع الدین اور فتاوئ عزیزی جلد اول مطبوعہ دہلی صفحہ ۴۸، ۴۹ و صفحہ ۷۱ میں ہے کہ ایسا کرنا جائز و درست ہے اور اس طعام کا کھانا نہایت خوب ہے "طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایند و برآں فاتحہ و قل و درود خواندن تبرک میشود و خوردن آں بسیار خوب است" ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص کھانا کھاتے وقت یہ دعا پڑھے تو اس کے شکم میں کوئی چیز ضرر نہ کرے گی۔ وہوہذا

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ○ بسم اللّٰہ الذی لا یضر مع اسمہ شیئی فی

حاشیہ

اہ اس موضوع پر ہماری کتاب "مسئلہ ایصال ثواب" بڑی مدلل ہے اس کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ اشاعۃ القرآن پبلی کیشنز ۴ جلال بلڈنگ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور سے طلب کریں۔

الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم ○ اور کتاب الاذکار مصری صفحہ ۱۰۱ علامہ نووی علیہ الرحمتہ شارح مسلم بایں الفاظ حدیث نقل فرماتے ہیں۔ روینا فی کتاب ابن السنی عن عبداللہ بن عمر وبن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم انہ کان یقول فی الطعام اذا اقرب الیہ اللھم بارکنا فیما رزقنا وقنا عذاب النار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ اور علاوہ اس کے صاحب درالمختار کتاب الجنائز صفحہ ۶۰۵ صاحب نے تحریر کر دیا ہے کہ سورۃ یسین و اخلاص و تکاثر وغیرہ سورتیں پڑھ کر اور ثواب طعام ان کا میت کو پہنچانا چاہئے۔ اور حدیث شریف میں وارد ہے جب طعام کھانا شروع کرو تو بسم اللہ شریف پڑھو اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ جب کام شروع کرو تو الحمد شریف سے شروع کرو۔ پس اب منکرین فرقہ وہابیہ نجدیہ جواب دیں کہ سورۃ فاتحہ و بسم اللہ شریف و دعائیں پڑھنا صحیح حدیثوں سے طعام سامنے رکھ کر پڑھنا ثابت ہے تو سورۃ قل شریف و سورۃ ملک وغیرہ سورتیں پڑھنے میں کیا حرج و عیب ہے اور ایصال ثواب مردوں کی نیت سے اگر تیسرے، چھوتھے، ساتویں روز ایسا کرے تو اس میں کیا نقصان ہے (دیکھو تفسیر عزیزی پارہ ۳۰) سورۃ اذا السماء انشقت و عین العلم میں صاف صاف تحریر ہے کہ ششم و چہلم وغیرہ وغیرہ ایام میں فاتحہ دینا مستحب اور ثواب کا کام ہے فقط والعلم عنداللہ (حررہ خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی)

سوال: کیا طعام و کلام کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے اور اگر پہنچتا ہے تو اس کا ثبوت کیا ہے؟

جواب: بیشک مسلمانوں کے موتی کو پہنچتا ہے چنانچہ ذیل کے دلائل سے ظاہر ہوتا ہے وھوذا۔

حدیث نمبرا: عن سعد ابن عبادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال یا رسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقتہ افضل قال الماء فحفر بئرا وقال ھذہ لام سعد (رواہ ابو داؤد و نسائی نقل از مشکوۃ باب فصل الصدقتہ فصل ۲) یعنی روایت ہے سعد بن عبادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ کہا اے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کہ تحقیق ماں سعد کی مرگئی پس کونسا صدقہ بہتر ہے؟ فرمایا پانی۔ پس کھودا سعد نے کنواں اور کہا یہ صدقہ ہے واسطے ماں سعد کے۔ نقل کیا ہے اس حدیث کو ابوداؤد و نسائی نے۔

حدیث نمبر۲: عن بریدۃ قال کنت جالسًا عند النبی صلی اللہ علیہ و آلہ

وسلم اذا اتته امرئاۃ فقالت یا رسول اللہ انی تصدقت علی امی بجاریته وانها ماتت قال وجب اجرک وردها علیک المیراث الخ (الحدیث مشکوۃ باب من لا یعود الصدقۃ نقل از کتاب الصوم) ؎

حدیث نمبر ۳: عن عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ماالمیت فی القبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوۃ تلحقه من اب او ام او اخ او صدیق فاذا الحقه کان احب الیه من الدنیا وما فیها وان اللہ تعالٰی لیدخل علی اهل القبور من دعاء اهل الارض امثال الجبال و ان هدیته الاحیاء الی الاموات الاستغفار لهم (رواہ بیہقی و مشکوۃ باب استغفار و التوبہ فصل ثالث) یعنی روایت ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نہیں ہوتا ہے مردہ قبروں میں مگر مانند ڈوبنے والے' فریاد کرنے والے کے کہ منتظر ہوتا ہے دعا کا کہ پہنچے اس کو باپ کی طرف سے یا ماں کی طرف یا بھائی کی طرف سے یا دوست کی طرف سے پس جس وقت پہنچی ہے دعا اس کو ہوتا ہے اس کو بہت پیارا طرف اس کے دنیا سے اور دنیا کی چیزوں سے اور تحقیق اللہ تعالیٰ البتہ پہنچاتا ہے قبروالوں کو بسبب زمین والوں کے مانند پہاڑوں کے اور تحقیق تحفہ زندوں کا مردوں کے لئے استغفار کرنا ہے واسطے ان کے۔

حدیث نمبر ۴: مشکوۃ باب الوصایا میں ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میرے باپ نے مرتے وقت وصیت فرمائی تھی۔ اب وہ مرگیا ہے اور اس کا مال بہت سا ہے اگر میں

حاشیہ

؎ ایک عورت حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کی کہ یارسول اللہ میں نے اپنی والدہ کو لونڈی صدقہ نفلی میں دی تھی پھر میری والدہ کا انتقال ہو گیا آپ ﷺ نے فرمایا تجھے اپنی ماں کی خدمت کرنے کا ضرور اجر ملا اور وراثت نے لونڈی کو تیرے اوپر لوٹا دیا یعنی اب اس کی تو مالک ہو گی۔ اس حدیث کا مسئلہ ایصال ثواب سے کوئی تعلق نہیں حضرت مصنف نامعلوم اسے کیوں اس بحث میں لائے۔ فقط قادری مدنی

اس کے لئے صدقہ کر دوں تو اس کا ثواب پہنچے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو ضرور اس کو ثواب ان چیزوں کا پہنچتا اور الفاظ حدیث کے یہ ہیں فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم انہ لو کان مسلمًا فاعتقت عنہ او تصدقت عنہ او حججت عنہ بلغہ ذالک (رواہ ابو داؤد) یعنی فرمایا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اگر وہ شخص مسلمان ہوتا اور اس کی طرف سے تم غلام آزاد کرتے یا صدقہ یا حج کرتے تو اس کو ضرور اس کو ثواب پہنچتا۔ (نقل از ابو داؤد)

حدیث نمبر۵: مسلم شریف و مشکوۃ میں مسطور ہے کہ فرمایا مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام جب کوئی بکری ذبح کرتے تو اس سے خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے صدقہ ادا فرماتے اور ان کی سہیلیوں کو پہنچاتے (نقل از مشکوۃ مناقب ازواج النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) اور الفاظ مختصر حدیث شریف کے یہ ہیں ربما ذبح الشاۃ ثم یقطعھا اعضاء ثم یبعثھا فی صدایق خدیجتہ [۱]

حدیث نمبر۶: عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اذامات الانسان انقطع عملہ الا من ثلث صدقتہ جاریتہ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعو لہ (رواہ مسلم و بخاری و مشکوۃ) یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا آقائے نامدار صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جب مرجاتا ہے انسان تو موقوف ہو جاتے ہیں سب عمل اس کے مگر تین چیزیں رہ جاتی ہیں ایک تو صدقہ جاریہ یا اس کے علم سے جو نفع پکڑتے ہیں اس سے یا اور اولاد نیک دعا کریں واسطے اس کے (الحدیث)

پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ ثواب طعام و کلام اور ثواب عبادت مالی و بدنی کا مسلمان مردوں کو

حاشیہ

[۱] مشکوۃ شریف ص ۵۷۳ یعنی نبی پاک ﷺ بسا اوقات بکری ذبح فرماتے پھر اس کا گوشت بنا کر اسے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلیوں کو بھیجا کرتے۔ اس حدیث کا بھی مسئلہ ایصال ثواب سے بہ ظاہر کوئی تعلق نہیں ہے فقط قادری

پہنچتا ہے اور اس سے انکار کرنا محض جہالت اور معتزلی ہونے کی دلیل ہے اور آئمہ دین مجتہدین و جمہور رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ صدقہ خیرات و قرآن مجید و استغفار و نماز و حج و روزہ و قربانی وغیرہ اشیاء مشروبات و ماکولات کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے ا۔

بعض لوگ جو معتزلی خیال عدم ایصال ثواب مردوں پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں لقولہ تعالیٰ وان لیس للانسان الا ماسعیٰ یعنی انسان کو وہی ملے گا جو اس نے کیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو آیت اس آیت شریفہ سے منسوخ ہے۔ لقولہ تعالیٰ والذین امنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنابھم ذریتھم وما التنا عملھم من شیی (الآیتہ سورۃ طور) یعنی جو لوگ یقین لائے اور ان کی راہ چلے ان کی اولاد ایمان سے پہنچا دیا ہم نے ان تک ان کی اولاد کو اور نہیں گھٹایا ان سے ان کا کچھ۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ جو للانسان میں لام ہے وہ بمعنی علیٰ کے ہے یعنی انسانی کے ذمہ پر وہی لازم آیا ہے جو وہ خود کرے اور علاوہ اس کے اس جگہ انسان سے مراد کافر شخص ہے اور یہ قصہ حضرت موسیٰ و ابراہیم علیہم السلام کی قوم کا بیان ہو رہا ہے اور اسی قوم کے ساتھ مخصوص ہے ٢۔

نوٹ: ہم بھی کہتے ہیں کہ جو شخص کافر مرتد ہو کر مرے تو اس کے لئے اگر پہاڑ کے برابر بھی سونا چاندی صدقہ کر ڈالے تو اس کو کچھ فائدہ نہ ہو گا۔ (خادم شریعت کا مناظرہ مولوی عبدالرحیم شاہ مخو کے ساتھ بجہ کلاں دربارہ مسئلہ تقلید شخصی ١٩٢٣ء ٧ جون میں ہوا۔ اور جواب نہ بن پڑنے پر اور سوال از آسمان جواب از ریسمان کے مصداق ہو کر کہنے لگا کہ ہم وہ نہیں ہیں کہ چالیسویں اور ساتویں کھانے والے ہوں ہمارے نزدیک تو مردوں کو ثواب کسی چیز کا نہیں پہنچتا اور اس پر خادم شریعت نے کھڑے ہو کر جواب دیا کہ بے شک جو کچھ آپ کہتے ہو صحیح ہے کیونکہ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

حاشیہ

ا۔ قراءۃ قرآن کے ثواب کے بارے میں اختلاف ہے شوافع کا ایک گروہ اس کے ثواب کے پہنچنے کا قائل نہیں ہے لیکن ان کا یہ موقف خطا ہے اس کی پوری بحث ہماری کتاب "مسئلہ ایصال ثواب" میں ملاحظہ فرمائیں

٢۔ اس آیت کی او توجیہات بھی ہیں جو آپ ہماری کتاب مسئلہ ایصال ثواب میں ملاحظہ فرمائیں گے فقط قادری

مر گیا مردود نہ فاتحہ نہ درود

جناب آپ لوگ بھی مردود اور تمہارے مردے بھی مردود تو پھر ثواب ان اشیاء کا کس کو پہنچے اور قرآن مجید کا فیصلہ بھی اس پر ناطق ہے وما تواوھم کفار فلن یقبل من احدھم مل ء الارض ذھبًا ولو فتدی بہ ○ اولئک لھم عذاب الیم ۱؎ ○ (سورۃ آل عمران) جب خادم شریعت نے یہ بیان کیا تو تمام حاضرین جلسہ احناف نے آخر میں کئی نعرہ تکبیر بول اٹھے اور تمام وہابی ادھر ادھر جھانکنے لگے اور اصل بحث کو چھوڑنے کا یہ نتیجہ حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے تمام مسلمانوں کو بچائے۔

فائدہ: یہ وہابی حضرات جو فاتحہ مروجہ کے قائل نہیں بلاشبہ کتاب و سنت کو ماننے والے مسلمان ہیں مگر اس مسئلہ میں اور بعض دوسرے مسائل میں جو فروعی قسم کے ہیں خطا پر ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اور ھم سب کو صراط مستقیم دکھائے اور صراط مستقیم پر قائم رکھے۔ آمین۔ فقط مفتی غلام سرور قادری بخاری مدنی

۱۲ شعبان المعظم ۱۴۱۶ھ بروز جمعرات

۴ جنوری ۱۹۹۵ء

سوال: مثلاً گیارھویں یا فاتحہ وغیرہ کارخیر کے لئے کوئی یوم کسی مصلحت پر مقرر کر لیا جائے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ ۲؎

جواب: جائز ہے اس میں کوئی عیب نہیں چنانچہ ان حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے عن عائستہ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کما کان لیلتھا من رسول اللہ

حاشیہ

۱؎ یعنی جو کفر پر مرے ان سے زمین بھر سونا قبول نہ کیا جائیگا اگر وہ اپنے عذاب کے بدلے دے ان لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

۲؎ اس سلسلے میں ہماری کتاب "مسئلہ ایصال ثواب" کا مطالعہ کریں جو دلائل سے بھرپور ہے اس میں تعیین کے بہت سے دلائل بیان کر دیئے گئے ہیں قادری

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یخرج من اخر الیل الی البقیع فیقول السلام علیکم دار قوم مؤمنین (الحدیث رواہ مسلم و مشکوۃ و جلد اول باب زیارۃ القبور) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم من زار قبر ابویہ او احدھما فی کل جمعتہ غفر لہ و کتب براً (رواہ بیہقی عن محمد بن نعمان)

پس ان ہر دو حدیثوں سے التزام تعینات و تخصیصات زمانوں و مکانوں و یوم کا نصف النہار کی مانند ایصال ثواب مردوں کے لئے ثابت ہوا۔ اور "کان" کا لفظ خود اس پر دلالت کر رہا ہے کیوں کہ باری کی راتوں میں سے پچھلی رات خاص کر ہمیشہ آپ کا جنت بقیع کو جانا اور ان کو پڑھ کر بخشنا اور دعا مانگنا اور فرمانا کہ جو شخص ہر جمعہ شریف کو اپنے والدین کی قبر پر جائے تو وہ شخص بخشا جاتا ہے اور نیکوں میں لکھا جاتا ہے اور علاوہ اس کے مشکوۃ شریف کتاب العلم میں ہے کہ وعظ کے لئے صرف جمعہ کا دن ہی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقرر کر رکھا تھا اگر تعیین و تخصیص کار خیر کے لئے حرام ہوتی تو فدایان اسلام ایسا کیوں کرتے؟ ہاں اگر کسی وہابی نجدی اسماعیلی[۱] کے پاس کوئی صریح دلیل اس کی حرمت کی[۲] ہے تو پیش کرے فقط (حررہ خادم شریعت عفی عنہ)

سوال: آج کل اکثر لوگ یہ دعویٰ کر بیٹھتے ہیں کہ ہم کو نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت نصیب ہو چکی ہے آپ فرمائیے کہ اس امر کے لئے کوئی معیار بھی مقرر ہے؟

جواب: نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہونے کے لئے اتباع شریعت و عشق و تصور حلیہ

حاشیہ

۱۔ اسماعیلی سے مراد مولوی اسماعیل دہلوی کے ماننے والے لوگ ہیں جو اس کی کتاب تقویۃ الایمان پر یقین رکھتے ہیں جس سے برصغیر کے مسلمانوں میں تفرقہ پھیلا بعض کہتے ہیں کہ یہ ان کی تصنیف ہی نہیں ہے اور بعض کہتے ہیں اس نے آخر میں اس کتاب سے توبہ کر لی تھی۔ واللہ العلم قادری

۲۔ کیونکہ کسی بھی چیز کی حرمت کے لئے (حرام ہونے کے لئے) ضروری ہے کوئی صریح و قطعی دلیل ہو دلیل ظنی یا قطعی غیر صریح سے کسی شے کا حرام ہونا ثابت نہیں ہوتا قادری

شریف پورے طور قلب سلیم میں منقش ہونا شرط ہے۔ اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں۔
من رانی فقد رای الحق ا۔ (بخاری و مسلم) عن قتادۃ و عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم من رانی فی المنام فسیرانی فی الیقظتہ ولا یتمثل الشیطان بی (متفق علیہ و مشکوۃ کتاب الرؤیا) اور ایک روایات میں آتا ہے لا یتمثل فی صورتی یعنی حضور ﷺ فرماتے ہیں جس نے دیکھا مجھے خواب میں پس شتاب ۲۔ دیکھے گا مجھے بیداری میں اور میری صورت شیطان نہیں بن سکتا اور یہ حضوری حبس دم و مراقبہ و دم بدم کے ذکر سے حاصل ہوا کرتی ہے اور یہ ابتدا منزل وصال ہے جس سے ہجر پیدا ہوتا ہے۔

میان ہجر و وصلش فقر اعلٰی
فنا فی اللہ شود باحق تعالٰی

اور فقیر کے نزدیک یہ منزل حضوری تصور شیخ سے بہت جلدی حاصل ہوتی ہے اور اگر یہ نہیں تو تصور شیخ بت پرستی و علامت فناہ فی الشیطان ہے اور جب حضوری ہوتی ہے تو طالب کا دل زندہ ہو جاتا ہے اور نفس مرجاتا ہے اور اس کو علم حاضرات و علم تاثیر و تکثیر و جمعیت و منزل سلطان الفقراء ولا یحتاج کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے اور ان کے علاوہ اور بہت نشانات ہیں۔ خادم شریعت بیان کرنے سے قاصر ہے جو صاحب یہ منازل طے کرنا چاہے تو قادری سہروری خاندان میں منسلک ہو کر خود مشاہدہ کر کے دیکھے۔ ۳۔

حاشیہ

ا۔ یعنی جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ اس نے حقیقت میں مجھے ہی دیکھا اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ کو دیکھا کیونکہ آپ اس ذات بے مثل کے کمالات و حسن کا آئینہ ہیں جیسا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے "الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں فرمایا ہے قادری

۲۔ شتاب یعنی جلدی

۳۔ قادری رضوی جو راقم کا سلسلہ طریقت ہے بحمدہ تعالیٰ اس میں بھی بہت فیض ہے خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس سلسلہ کے وسیلہ سے وصول الی اللہ نصیب ہوتا ہے

ترک لذات جہاں بائید گرفت
دامن صاحب دلاں بائید گرفت

سوال: کیا حضرت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید تھے؟

جواب: بیشک حضرت سیدنا پیر دستگیر محبوب سبحانی قطب ربانی صحیح النسب سید حسنی و حسینی تھے چنانچہ مندرجہ ذیل کے دلائل سے ثابت ہوتا ہے اور اپنی زبان درفشان سیف الرحمن سے فرماتے ہیں۔ انا الحسنی والمخدع مقامی۔ واقدامی علی عنق الرجال۔ وعبدالقادر المشهور اسمی۔ وجدی صاحب العین الکمال ا۔

کتاب شیعہ مرتضیٰ شعی بحرالانساب میں حضرت قبلہ ممدوح کو سید حسنی کر لکھا ہے اور شیخ احمد بن محمود اکبر آبادی حسب الارشاد سلطان شاہ عالم بہادر شاہ شعی کے حکم سے یہ کتاب "تذکرہ السادات" لکھی۔ اور اس میں بایں طور تحریر ہے کہ سلسلہ انساب پدری حضرت قطب ربانی بحرالمعانی شیخ الجن والانس شیخ عبدالقادر جیلانی بموسیٰ جون بن عبداللہ المحض بن مثنیٰ ابن امام حسن علیہ السلام منتہی میشود ہر کہ طعن برایشان وارد از روئے عقائد واردنہ از روئے نسب، و اگر طعن ازروئے نسب باشد لا حاصل است چراکہ در تواریخ نسابان ماضیہ سیادت ایشان ثابت است و سید قطب الدین حسنی و حسینی عم زاد حضرت غوث الثقلین است ۲۔ الخ اور حضرت ممدوح علیہ الرحمتہ کا یک صد ۸۲ کتاب میں سید صحیح النسب ہونے ثبوت ہے اور اس سے انکار کرنا محض تعصب و مذہب شیعہ زیدیہ ہونے کی دلیل ہے

حاشیہ

ا۔ یعنی غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حسنی و حسینی ہوں اور میرا جو مقام ہے وہ بڑے بڑے اولیاء کو بھی نصیب نہیں خاص اور اکثر اہل اللہ کی نظروں سے پوشیدہ مقام ہے اور میرے قدم اولیاء اللہ کی گردنوں کے اوپر ہیں میرا مشہور نام عبدالقادر ہے اور میرے جد امجد عین کمال والے ہیں کہ ہر کمال دراصل پہلے ان کو ملا پھر ان کے وسیلہ سے باقی مخلوق کو قادری

۲۔ یعنی سیدنا غوث الثقلین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلہ نسب یوں ہے کہ آپ کے والد گرامی

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ افتاب راچہ گناہ

اور صاحب ایمان کے لئے یہ ہی کافی ہے (حررہ خادم شریعت عفی عنہ)

سوال: عقیقہ سنت ہے یا واجب اور کس یوم کیا جائے اور اس کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

جواب: بے شک عقیقہ سنت ۱؎ ہے اور جب لڑکا یا لڑکی سات روز کا ہو تو بکرے ذبح کئے جائیں اور لڑکی کے لئے صرف ایک بکری اور ایک روائت میں وارد ہے کہ اگر لڑکے کے لئے بھی ایک ہی بکرہ ذبح کر لیا جائے تو نیز عقیقہ جائز ہو گا لیکن بہتر ان سب سے یہی ہے کہ کے لڑکے کے لئے دو بکرے ذبح کئے جائیں اور ساتویں روز ہی مولود کا سر منڈایا جائے اور اس کے بال چاندی یا سونا سے تول کر صدقہ کر دیئے جائیں اور جس روز پیدا ہو اس کے کان میں اذان دی جائے چنانچہ ذیل کے دلائل سے ثابت ہوتا ہے۔

عن سلمان بن عامر الضبی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یقول مع الغلام عقیقتہ فاھر یقوا عنہ دمًا و امیطوا عنہ الاذٰی (رواہ بخاری)

یعنی کہا سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہ میں نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے سنا کہ فرماتے تھے کہ لڑکا پیدا ہونے کے ساتھ عقیقہ کرنا مسنون ہے ذبح کرو جانور کو اس کی طرف سے اور دور کرو اس سے ایذا۔ ۲؎

حاشیہ

موسی جون ان کے عبداللہ المحض ان کے امام مثنی ان کے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جا پہنچتا ہے جو آپ کے اوپر طعن و تشنیع کرتے ہیں وہ عقیدہ کی رو سے کرتے ہیں کہ آپ اہلسنت تھے اور اپ کے مخالف شیعہ عقیدہ رکھتے ہیں ورنہ آپ کے نسب پر کسی کو طعن نہیں کیونکہ ماضی کے نسب کے ماہرین اس پر متفق ہیں کہ سید ہیں اور سید قطب الدین حسنی و حسینی آپ کے چچا زاد بھائی ہیں قادری

۱؎ سنت سے مراد سنت زوائد ہے کہ کریں تو اچھی بات فائدہ ہو گا اور نہ کریں تو کوئی بری بات نہیں ہے

۲؎ یعنی بال

محمد بن علی سے نیز بایں مسطور ہے قال عق رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم عن الحسن بشاۃ وقال یا فاطمتہ احلقی راسہ وتصدق بوزن شعرہ فضتہ فوزناہ فکان وزنہ درھما (مطبوعہ گلزار رواہ ترمذی صفحہ ۳۵۴) اور ابو داؤد میں ہے کہ کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے امامین کا عقیقہ ایک ایک دنبہ سے کیا اور کہا امام نسائی نے کہ آپ ﷺ نے دو دنبے ذبح کئے اور اکثر علمائے دین نے اسی کو صحیح کہا ہے عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم عق عن الحسن والحسین کبشا کبشا و عند النسائی کبشین کبشین

ابو داؤد و ترمذی شریف میں ہے کہ جب حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تو نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کے کان میں اذان دی' اذان نماز کی عن ابی رافع قال رایت رسول اللہ صلی اللہ عنہ و آلہ وسلم اذن فی اذن الحسن بن علی حسین ولدتہ فاطمتہ بالصلٰوۃ ۱؎ اور اگر طاقت عقیقہ کی اس روز نہ ہو تو جب طاقت ہو کر دیں اور اگر کسی وجہ سے ساتویں روز نہ ہو سکے تو چودھویں یا اکیسویں روز کر دیں۔ اور اس کے لئے قرض نہ اٹھائیں۔ اور سر ذبیحہ کا حجام کو دیں اور صرف یکران دائیہ یعنی قابلہ کو دیں اور ناخن و بال مولود زمین میں دفن کر دیں اور گوشت ذبیحہ کا تین حصوں میں تقسیم کریں ایک حصہ غربا و مساکین کو دیں اور ایک رشتہ داروں کو اور ایک اپنے کام میں لائیں یا ان ہر دونوں کو جمع کر کے پکا کر کھلا دیں ۲؎

فتاویٰ جامع الفوائد میں لکھا ہے کہ حکم عقیقہ کا مثل حکم گوشت قربانی کے ہے اور اس کا کھانا باپ دادا وغیرہ مسلمانوں کو جائز ہے اور ذبیحہ کی ہڈیوں کو نہ توڑا جائے ہاں اگر توڑ لیا جائے تو کوئی حرج بھی نہیں (ہکذا فی فتاویٰ جامع) اور ذبح کرتے وقت یہ دعا پڑھے اللھم ھذا عقیقتہ ابنی فلان دمھا بدمہ

حاشیہ

۱؎ یعنی جیسے نماز کے لئے اذان دیتے ہیں

۲؎ عقیقہ کا گوشت بچے کے ماں باپ بھی کھا سکتے ہیں ان کو منع نہیں ہے جیسے قربانی کا گوشت قربانی کرنے والے کھا سکتے ہیں

ولحمہا بلحمہ و جلدھا بجلدہ شعر ھا بشعرہ اللھم تقبلھا منی واجعلھا فدأ لابنی من النار ا؎ اور جانور کے چمڑا کو بعد از دباغت اپنے کام میں لائے یا صدقہ کردے۔ ہردو طرح جائز ہے فقط واللہ اعلم عنداللہ

سوال: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح کیوں کر ہوا اور اس میں خطبہ کن الفاظ سے پڑھا گیا؟

جواب: پہلے حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے دوبارہ رشتہ خاتون جنت درخواست کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری لڑکی ابھی چھوٹی ہے اور جب مائی صاحبہ کی عمر قریباً ۱۸ سال اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ۲۱ سال ۵ ماہ کی ہوئی تو نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے بحکم وحی روبرو حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان ذوالنورین وغیرہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بمہر ۴۰۰ مثقال حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عقد کر دیا اور یہ خطبہ پڑھا وھوھذا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ المحمود بنعمتہ المعبود بقدرتہ ومیزھم باحکامہ واعزھم بدینہ واکرمھم بنبیہ محمد ان تبارک اسمہ وتعالت عظمتہ جعل المصاھرۃ سبباً لاحقاً وامراً مفترضاً او اوشج بہ الارحام والزم الانام فقال اعز من قائل وھوالذی خلق من الماء بشراً فجعلہ نسباً وصھراً وکان ربک قدیراً فامر اللہ تعالیٰ یجری الیٰ وقضائہ یجری الیٰ قدرہ وبکل قضاءٍ قدر ولکل قدر اجل ولکل اجل کتاب یمحو اللہ مایشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب ثم ان اللہ عزوجل امرنی ان ازوج فاطمتہ من علی بن ابی طالب فاشھدوالی قدزوجتہ علی اربعتہ مائتہ مثقال فضتہٍ ان رضی علی ذالک ○

حاشیہ

ا؎ اے اللہ میرے فلاں بیٹے یا بیٹی کا عقیقہ ہے عقیقہ کا خون اس کے خون کے بدلے اور اس کا گوشت اس کے گوشت کے بدلے اس کی کھال اس کی کھال کے بدلے اور اس کے بال بچے کے بال کے بدلے ہے اے اللہ اسے میری طرف سے قبول فرما اور اس عقیقہ کو بچے کی جگہ آگ سے بچانے کی قربانی کے طور پر منظور فرما۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ کے پاس اس وقت بدوں اسپ و زرہ کے کچھ نہ تھا حضرت علی کرم اللہ وجہ نے زرہ کو چار سو اسی درہم سے بدست حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فروخت کیا اور اس سے دو چادریں و خوشبو و چاندی کے بازو بند قطیفہ تکیہ ایک پیالہ و چکی و چھلنی و دو مٹکے ایک مشک دو تھالیاں دو لحاف خریدے۔ (نقل از روضتہ الاحباب و سیرۃ النبی الخلیل صفحہ ۱۲۵) فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۱۰۹ میں لکھا ہے۔

وال جہاز فاطمہ بالشت چادر بوریا
کاسہ نعلین ہم مسواک بایک آسیا

اور اسی میں لکھا ہے کہ اسباب جہاز (جہیز) خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اٹھانے والے حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق و اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے اور جب نکاح پڑھا گیا تو آپ کی ذات نے ایک تھال چھوہاروں کا اصحاب میں رکھ دیا اور فرمایا کہ اس کو لوٹ لو پس آپ کا یہ فرمانا تھا کہ سب حاضرین نے لوٹ لئے اور مائی ام سلیم رضی اللہ عنہا نے بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت علی کرم اللہ وجہ کے دولت خانہ میں بغل گیر کر کے پہنچا دیا۔ اور نبی علیہ السلام نے وہاں جا کر حضرت علی و خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پانی پر معوذتین پڑھ کر دم کر کے ہر دونوں کو پلوایا اور حکم دیا کہ اے علی تم باہر کا کام کرنا اور لخت جگر کو کہا کہ تم گھر کا کام کرنا اور یہ واقعہ دو ہجری کا ہے حررہ خادم شریعت عفی عنہ

(نوٹ) جب مائی صاحبہ چکی پیستیں تو تھک جاتیں لہٰذا عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے ایک غلامہ (کنیز) خدمت کے لئے چاہئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس سے تم کو بہتر چیز بتا دیتا ہوں کہ سوتے وقت پڑھ لیا کرو سبحان اللہ ۳۳ بار' الحمد للہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے اس وظیفہ کو بعد از نماز فرض ہمیشہ ورد کیا اور کبھی نہ تھکا۔

سوال: جہاد اسلام میں کیوں شروع ہوا کیا اسلام تلوار سے دنیا میں پھیلا؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: اسلام میں جہاد کا حکم اس لئے ہوا کہ پہلے ہی کفار مکہ و رؤسائے عرب نے وجہ حسد و بغاوت و بغض و عناد کہ اہل اسلام غرباء و مساکین خاص و عام پر دست جور و ستم دراز کر رکھا تھا اور ایذا' تکلیفات و

مصائب کا پیشہ اختیار کر رکھا تھا اور بے چارے مسلمانوں کو معبود حقیقی کی عبادت کرنے سے کئی رکاوٹیں بنا رکھیں۔ اور فساد و فتنہ اندازی کا بازار گرم کر رکھا' یہاں تک کہ بے چارے مسلمانوں کو گھروں سے نکال کر بے وطن کر دیا چنانچہ امیہ ابن خلف نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گردن میں رسی ڈال کر مارتا تھا اور ریت سخت گرم پر لٹایا کرتا تھا اور ان کے سینے پر پتھر رکھا کرتا اور حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے والد یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گوناگوں عذاب دیا جاتا اور ان کی والدہ کو ابوجہل نے سخت مارا یہاں تک کہ ان کے اندام نہانی میں نیزہ مارا اور ان کو شہید کر ڈالا اور ابن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گردن مروڑ دی جاتی اور گرم لوہے سے ان کے پاؤں پر داغ دیئے جاتے اور گردن میں رسی ڈال کر کھینچا جاتا اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صف میں باندھ کر ایذا دی جاتی اور ان کے ناک میں دھواں دیا جاتا اور بعض کو پتھر مار کر پہاڑوں میں پھینک دیا جاتا۔ پس جبکہ ان کا ظلم حد سے تجاوز کر گیا تو حکم ہوا۔

اذن للذین یقاتلون بانهم ظلموا وان اللہ علی نصر هم لقدیر ۱؎ یعنی اب ان کو بھی لڑنے کی اجازت ہے اس واسطے کہ ان پر ظلم ہو رہا ہے اور کچھ شک و شبہ نہیں کہ اللہ ان کی امداد کرنے پر قادر ہے۔

اور حکم ہوتا ہے واقتلوهم حیث ثقفتموهم واخرجوهم من حیث اخرجوكم والفتنته اشد من القتل ○ ۲؎ اور حکم ہوتا ہے فان قتلوكم فاقتلوهم كذالک جزاء الكافرين فان انتهوا فان اللہ غفور رحيم۔ وقاتلوهم حتى لاتكون فتنته ويكون الدين للہ فان انتهوا فلا عدوان الا على الظالمين ○ ۳؎ اور فرمایا فمن اعتدى عليكم فاعتدوا عليه بمثل ما اعتدى عليكم ○

پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ کفار مکہ نے جب کہ پہلے ہی مسلمانوں پر دست ظلم کھڑا کیا تو حکم

حاشیہ

۱؎ الحج ۲۲

۲؎ البقرہ ۱۹۱

۳؎ البقرہ ۱۹۱

ہوا کہ تم مسلمانو ان سے بے شک محاربہ و مقابلہ کرو لیکن حد سے تجاوز نہ کرنا کیونکہ حد سے تجاوز کرنیوالا اللہ تعالٰی کے ہاں پسند نہیں اور اس قدر لڑائی کرنی چاہئے کہ ان کی شوکت و زور ٹوٹ جائے اور دروازہ فتنہ فساد کا بند ہو جائے اور امن و توحید عالم دنیا میں پھیل جائے اور سرکش خوف کے مارے آرام سے بیٹھیں اور یہاں تک کہ خود بخود لوگ اسلام کی خوبیاں و انصاف دیکھ کر تسلیم کر لیں۔ اور لا اکراہ فی الدین کا نعرہ بلند ہو جائے [۱] (فقط حررہ خادم شریعت عفی عنہ)

حاشیہ

[۱] لا اکراہ فی الدین البقرۃ ۲۵۶ یعنی کسی کو زبردستی اپنے دین میں نہیں لانا چاہئے

یااللہ جل شانہ　　　　　　　　　　　　　　　　　　یامحمد صلی اللہ علیہ وسلم

مجربات سلطانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

طریق اذکار سلطانی

سالک اندھیری کوٹھڑی اور تنگ میں بیٹھے یا لیٹے یا کھڑا ہو جائے اول درود شریف اور استغفار اور اعوذ و بسم اللہ پڑھے اور یہ دعائیں تین مرتبہ جمعیت قلب سے پڑھے اللھم اعطینی نوراً واجعل لی نوراً واعظم لی نوراً واجعلنی نوراً [۱] اور جس طرح ہو سکے اور ہو اپنے بدن کو گرا کر مثل مردہ کے تصور کرے اور تمام سانس بند کرکے اسم اللہ کو ناف سے اوپر کھینچے اور ھو کو اندر چھوڑے اور اس قدر مشق کرے کہ ہر بال سے آواز آنے لگ جائے اگر حواس خمسہ کو روئی یا انگلی سے خوب بند کر کے اسم ذات کو ام الدماغ تک ناف کے نیچے سے لا کر قلب میں تحرک دیتے ہوئے پہنچے تو نہایت جلدی کامیابی حاصل ہو گی فقط

نماز کن فیکون

یہ نماز ہر حاجت و مشکل و سختی کے لئے بایں طور پڑھے کہ طہارت کامل کر کے بدھ و جمعرات کو دو رکعت نماز پڑھے الحمد شریف کے بعد یک صد بار سورۃ اخلاص اور دوسری رکعت میں یک صد بار الحمد اور

حاشیہ

[۱] اے اللہ مجھے نور عطا کر اور میرے لئے نور کر اور میرے لئے نور کو عظیم کر اور مجھے نور کر صحیح مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ یہ دعا فرماتے تھے قادری

ایک بار سورۃ اخلاص اور بعد سلام کے یک صد بار یوں کہے "مدد اے دشواریوں کے آسان کرنے والے اور اے تاریکیوں کے روشن کرنے والے اور سو مرتبہ استغفار اور سو مرتبہ درود شریف اور جب تیسری رات آئے تو نماز کے بعد سر برہنہ ہو کر اور دائیں آستین نکال کر گردن میں ڈالے پچاس دفعہ دعا خشوع سے مانگے اور رو کر سوال کرے انشاء اللہ مطلب پورا ہو گا۔

ختم خواجگان قادریہ برائے حل مشکلات

۲ رکعت نفل اور بعد سلام یک صد و گیارہ بار سورۃ الم نشرح اور ایک سو گیارہ مرتبہ کلمہ تمجید [1] اور سورۃ یٰسین ایک مرتبہ اور درود شریف ایک سو گیارہ مرتبہ پڑھے اور بزرگان خدا کے ارواح کو اس کا ثواب بخشے اور خدا تعالیٰ سے اس کا مطلب چاہے اور اگر بڑا ختم کرتا ہو تو کلمہ تمجید کے بعد ایک بار سورۃ یٰسین پڑھے الم نشرح ایک ہزار گیارہ مرتبہ

طریق کشف قبور

طالب بطہارت قبر کے نزدیک مقابل سینہ میت بیٹھ کر سورۃ فاتحہ یا جو کچھ قرآن مجید سے یاد ہو پڑھ کر اس کی روح کو بخش دے اور ان الفاظ کو ضرباً پڑھے اکشف لی آسمان کی طرف اور دوسری ضرب دل پر اور تیسری ضرب عن حالہ کی بتوجہ سینہ میت پر۔

طریقہ دوم: اول ۲۱ مرتبہ "یا رب" اور "یا روح" آسمان کی طرف اور پھر "یا روح" قبر پر اور "یا روح" "الروح" پر اپنے قلب پر انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ایک ہزار مرتبہ کرنے سے خواب یا بیداری میں اس کا حال معلوم ہو جائے گا۔

کشف ارواح کا طریقہ

طہارت کاملہ سے ضرب "سبوح" داہنی طرف اور "قلوب" کی بائیں طرف اور "رب الملا کہ" کی

حاشیہ

[1] کلمۂ تمجید تیسرا کلمہ ہے یعنی سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم

طرف آسمان کے اور والروح کی دل پر ضرب لگائے ایک ہزار سے کم بار ضربیں نہ لگائے اگر دو ہزار بار تا ہفت رات ایسا کرے گا تو وہ روح جلدی سے ملاقی ہو گی۔

آئندہ حال سے آگاہی کا طریقہ

رات کے وقت دہنی طرف "یا احد" کی ضرب اور بائیں طرف "یا صمد" اور "یا حی" کی شانہ گردن کی طرف "یا قبور" کی دل پر اور یہ ضربیں ایک ہزار سے کم نہ لگائیں

برکت روزی و دفع بلاء و بربادی دشمن

دفع بلا کے لئے بھی ہزار دفعہ یہی ضربیں لگائیں اور کشائش رزق کی ضرورت ہو تو سہ ضربی اسم "یا رزاق" پڑھے اور "یا مذل" دشمن کی بربادی کے لئے غرضیکہ اسماء حسنیٰ میں سے جس اسم کو کسی غرض کے لئے پڑھنا چاہے تو اس کو سہ ۳ ضربی ہی پڑھے۔ [۱]

سوال: حفاظت اسقاط کے لئے کونسا عمل کیا جائے اور اگر درختوں کا پھل گرے تو اس کے لئے کیا عمل کیا جائے؟ جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: اس کے لئے خادم شریعت کے نزدیک یہ آیتیں اس کے گلے میں باندھ دی جائیں اور درخت پر لکھ کر لٹکائی جائیں آیتیں یہ ہیں

ان اللہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا ولئن زالتا ان امسکھما من احد من بعدہ انہ کان حلیماً عفوراً (سورۃ فاطر) ولہ ماسکن فی الیل والنہار وھو

حاشیہ

۱۔ مگر بربادی دشمن کے لئے جلدی نہ کرے بلکہ اگر دشمن کی ایذاء پر صبر کرے تو اللہ کو اپنے ساتھ پائے گا کہ اس کا فرمان ہے ان اللہ مع الصابرین (البقرہ) یعنی اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور اگر دشمن ناحق ستائے حتی کہ اس سے جان کا خطرہ لاحق ہو جائے اور اس کی اصلاح اور اس سے صلح و مصالحت کی بھی کوئی صورت باقی نہ رہے اور جان کو خطرہ پڑھ جائے یا مال و عزت کا خطرہ لاحق ہو جائے تب اس کی بربادی کا عمل کرے فقط قادری

السمیع العلیم (سورۃ انعام) ولبثوا فی کھفھم ثلثمائۃ سنین وازدادوا تسعًا (سورۃ کہف) ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ○

دیگر: یہ آیتیں کسی برتن میں لکھ کر پلائی جائیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اولم یر الذین کفروا ان السمٰوات والارض ۱؎ تا آخر ولقد اتینا ابراھیم رشدہ من قبل وکنا بہ عالمین ○ ووھبنا لہ اسحٰق و یعقوب نافلۃ لک وکلًا جعلنا صالحین وایوب اذ نادی ربہ رب انی مسنی الضر و انت ارحم الرحمین ○ و زکریا اذ نادی ربہ رب لاتذرنی فردًا وانت خیر الوارثین ○ والتی احصنت فرجھا نفخنا فیھا من روحنا وجعلنٰھا وابنھا ایۃ للعلمین ○

دفعہ آسیب کے لئے

سورۃ فاتحہ اور آیت الکرسی اور سورۃ جن کے شروع کی پانچ آیتیں پڑھ کر پانی پاک پر دم کر کے اس کے چہرہ پر چھڑکیں اور جس جگہ شبہہ آسیب ہو وہاں پر یہ پانی چھڑک دیا کریں اور برتن پاک میں تیل کنجد ڈال کر اس میں ایک تعویذ سورۃ الحمد شریف اور آیت ثم انزل علیکم من بعد الغم تاصدور ۲؎ تک اور محمد رسول اللہ والذین معہ ۳؎ آخر تک لکھ کر دھو کر آسیب زدہ کو اس تیل کو مالش ہمیشہ کیا کریں پھر دوبارہ انشاء اللہ آسیب نہیں ہو گا۔

دفعہ درد شقیقہ

صرف یہ آیت ۳ بار پڑھ کر دم کردیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قل من رب

حاشیہ

۱؎ آگے یوں ہے کانتا رتقا ففتقنا ھما وجعلنا من الماء کل شیء حی افلا یومنون (سورۃ انبیاء ۳۰)

۲؎ سورۃ آل عمران آیت ۱۵۴

۳؎ سورۃ فتح کا آخر

السمٰوت والآرض قل للہ فل افاتغذتم من دونہ اولیاء لا یملکون لانفسھم نفعًا ولا ضرًا[ا]

درد داڑھ کے لئے

لکل بنأٍ مستقر وسوف تعلمون کاغذ پر لکھ کر اس کی داڑھ میں دبائے۔

سارق کے لئے

سورۃ والطارق ۲۱ مرتبہ اس دروازہ میں کھڑے ہو کر پڑھے جہاں سے چوری ہوئی تو انشاء اللہ مال مسروقہ واپس مل جائے گا اور بھاگا ہوا آدمی واپس آ جائے گا۔

بے فرمان کو مطیع کرنے کے لئے

جو عورت سرکش ہو تو اس آیت شریف کو ٹکڑے روٹی پر لکھ کر کھلاوے انشاء اللہ تابع ہو گی اور جس کو بھاگنے کی عادت ہو اگر اس کو کھلاوے تو وہ بھی نہ بھاگ سکے گا۔ آیت یہ ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یایھا الذین امنوا صبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ○ (نقل از سورۃ آل عمران آخر)

ایضاً: اگر سورۃ فاتحہ و سورۃ اخلاص و معوذتین اور قال یایھا الکفرون ان سب کو تین تین بار اور سورۃ طارق ایک بار اور سورۃ والضحیٰ کو تین بار پڑھ کر اپنے رومال کے کونے پر دم کر کے گروہ لگادے لیکن یہ کام تصور سے کرے تو انشاء اللہ وہ آدمی کہیں جا نہ سکے گا۔

حفاظت از شرموذی

یہ آیتیں لکھ کر بازوں پر باندھے اور اس کے سامنے تین بار پڑھے تو انشاء اللہ تعالیٰ مغلوب ہو جائے گا الیوم نختم علٰی افواھھم ولا یؤذن لھم فیعتذرون صم بکم عمی فھم لا

حاشیہ

ا۔ الرعد ۱۶

یرجعون ○ فھم لا یعقلون سیھزم الجمع ویولون الدبر ○ صرف اس آیت کو مٹی پر گیارہ بار پڑھ کر دشمنوں کی طرف پھینک دے اگر کسی سے کشتی کرنی ہو تو اس کی طرف مع بسم اللہ شریف گیارہ مرتبہ پڑھ کر مٹی پر دم کر کے پھینک دے تو میدان میں انشاء اللہ فتح پائے گا۔

سر درد کے لئے

وبالحق انزلناہ وبالحق نزل یا بدوح اس مبارک کلام کو سات بار جگہ سر دورد پکڑ کر دم کرے اور لکھ کر جگہ سر درد پر لٹکائے انشاء اللہ تعالیٰ شفا پائے اور اگر اسم یا وھاب ایک سانس میں چودہ بار اس کی پیشانی پکڑ کر دم کرے تو بھی درد جاتا رہے

ایضاً: ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما اگر اس آیت کو کاغذ پر زعفران سے لکھ کر اس کے سر پر باندھے تو نیز درد رفع ہو جائے۔

درد شقیقہ کے لئے نہایت مجرب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ لا الہ الا ھو العلی العظیم برحمتک یاارحم الرحمین اس کلام مبارکہ کو گیارہ بار پڑھ کر دم کرے اور پانچ کیلیں اور سات تیلیاں جھاڑو کی اس کے سر سے چھوا کر تیلیوں کو تو کنوئیں میں ڈال دے اور کیلوں کو کنوئیں کے منڈیر یعنی دیوار میں گاڑ دے۔

درد شکم و سر و پاؤں کے لئے

یہ تینوں کلمے زمین پر لکھے للا ۔ حقًا ۔ للا اور درد والا موضع درد کو زور سے پکڑے اور اول کلمہ سے زور سے چاقو سے کاٹے اور اگر درد جاتا رہے تو بہتر ورنہ پھر پکڑے اور کلمہ دوم کو کاٹے اور چاقو مارے اسی طرح کلمہ سوم کو مارے خدا چاہے تو ضرور آرام ہو گا۔

باری کے بخار کے لئے

روئی صاف کر پھوہا لے کر اس پر سات بار مع بسم اللہ الحمد شریف پڑھے اور اس کے دائیں کان میں

دو یا تین گھڑی بخار چڑھنے سے پہلے ڈال دے اور دوسرے کان میں جو پھوہا دے اور پر چھ بار الحمد شریف معہ بسم اللہ شریف پڑھے اگر یانار کونی برداً وسلمًا علیٰ ابرھیم بیری کی لکڑی پر لکھ کر اور نیلے سوت میں باندہ کر بخار والے کے گلے میں ڈال دے اور یہ عمل اس روز کرے جس روز بخار نہ ہو انشاء اللہ تعالیٰ آرام ہو گا۔

دفع مرگی کے لئے

فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم اس آیت کو خون سفید یا سیاہ مرغ سے لکھ کر مریض کے گلے میں باندھے اور گوشت پکا کر حضرت پیر محبوب سبحانی کے روح پر فتوح کے نام فاتحہ دے کر بخش دے اور یہ الفاظ بھی لکھ کر اس کے گلے میں ڈال دے یاعلیم غیر مغلوب یاصانع غیر مقھور یا حافظ غیر محفوظ یاناصر غیر مشھود یا شاھد غیر مشھد سنحنک یا لا الہ الا انت خلصنا اور صرع والے کے دائیں کان میں اور بائیں کان میں یہ کہے اور دم کرے عبداللہ رومی دعا گفتہ است۔

اور اگر تانبے کے پترے پر بروز یک شنبہ ساعت اول میں یہ لکھے یاقھار انت الذی لا یطاق انتقامہ اور دوسری طرف یامذل کل جبار عنید بقعر عزیز سلطانہ یا مذل لکھ کر ڈال دے تو انشاء اللہ مرگی والے کو آرام ہو جائے گا۔

خطرات نفس

اگر دل لرزتا ہو اور خطرات و وساوس و حدیث النفس و خیالات فاسدہ آتے ہوں تو ان آیات کو بروز جمعہ قبل از طلوع آفتاب سات پرچوں پر لکھے اور ہریوم ایک ایک پرچہ گولی بنا کر نگل لے تو انشاء اللہ آرام پائے۔ واما ینز غنک من الشیطان نزغ فاستعذ باللہ انہ سمیع علیم ○ ان

الذین اتقوا اذا مسهم طآئف من الشیطان تذکروا فاذا هم مبصرون (پارہ قال الملاء ۹ سورۃ اعراف ع ۱۴ ۱ـ) اگر تین بار بوقت وسوسہ آنے کے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ کر بائیں طرف تھوکے تو شیطان دفع ہو جائے گا اور کلمہ شریف صرف لا الہ الا اللہ ضرباً ایک صد بار اور محمد رسول اللہ ایک بار اور آیت ھو الاول والاخر والظاہر والباطن وھو بکل شیءٍ علیم گیارہ بار پڑھ کر دم کر دے تو انشاء اللہ تعالیٰ خطرات شیطانی سے محفوظ رہے۔

دفع خطرات قلب

یایھا الذین امنوا اوفوا بالعقود احلت لکم بھیمتہ الانعام الا مایتلٰی علیکم غیر محلی الصید وانتم حرم ان اللہ یحکم ما یرید ۲ـ اس آیت کو برتن میں لکھ کر اور پھر اس میں شہد آتش نارسیدہ دھو کر نوش کرلے تو سب خطرات و وسواس و شبہے انشاء اللہ ایسا کرنے سے جاتے رہیں گے۔

ایضاً: ایک مٹی کے برتن میں ونزعنا مافی صدورھم من غل ۳ـ الخ زعفران وعرق گلاب سے لکھ کر سات یوم اس میں پانی ڈال کر نوش کریں۔

ام الصبیان کے لئے

اونٹ کے دم کے بالوں کی رسی لے کر اس پر سورۃ مزمل اکتالیس مرتبہ پڑھ کر گنڈھ لگاوے اور اس کے گلے میں ڈالے اور یہی سورۃ تلوں کے تیل پر اکتالیس بار پڑھ کر دم کر دے اور اس بچے کو ہر یوم تا چالیس روز مالش کریں۔

حاشیہ

۱ـ الاعراف آیت ۲۰۱

۲ـ المائدہ ۱

۳ـ الاعراف ۴۳

دشمن کی زبان بندی اور دفع گریہ اطفال کے لئے

وخشعت الاصوات للرحمٰن فلا تسمع الا همسا [۱] یہ کلمات لکھ کر تانبے کی نلکی گول سی بنا کر اس میں بند کرے اور بچہ بھی رونے سے چپ رہے لیکن یہ ہرن کی جھلی پر لکھے۔ اور مٹی کے برتن میں آیت ونزعنا ما فی صدروھم من غل کو زعفران و عرق گلاب سے لکھ کر سات یوم نوش کرے۔ اگر خواب میں ڈر آتا ہو۔ یا بری چیزیں نظر آئیں یا خواب برے آئیں تو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ۳ بار اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایک بار اور کلمہ ولا یؤدہ حفظھما وھو العلی العظیم پڑھ کر سو جائے اور اپنے پر دم کر لے۔

دافع گریہ اطفال

یاشیخ مسیخافت لا مرن یہ دعا لکھ کر گلے میں ڈال دیں اگر کشتی کرنی ہو تو باوضو میدان لڑائی میں روبرو مخالف کے یہ الفاظ پڑھیں۔ الغیاث یاغوث الاعظم الغیاث الغیاث یاغوث الثقلین الغیاث الغیاث یا سید عبدالقادر الغیاث۔

پیشاب بند کے لئے

جس شخص کا بول بند ہو جائے تو اس کو اذاستسقی موسیٰ لقومتہ تا مفسدین [۲] تک لکھ کر پلائیں انشاء اللہ پیشاب کھل جائے گا۔

اولاد نرینہ کے لئے

اور جس کے گھر میں اولاد نہ ہوتی ہو وہ ہر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ یہ آیت پڑھ لیا کرے۔ رب ھب لی من لدنک ذریتہ طیبتہ انک سمیع الدعاء

حاشیہ

[۱] طہٰ ۱۰۸

[۲] البقرہ ۶۰

طحال کے لئے

اگر طحال ہو تو اس کے لئے سورۃ الممتحنہ لکھ کر ۴۰ یوم پلائی جائے۔ طحال سے انشاء اللہ تعالیٰ آرام ہو جائے اور اگر سورۃ احزاب کو لکھ کر ڈبہ میں بند کر رکھے تو لڑکیوں کے لئے کثرت سے درخواستیں آئیں گی اور سورۃ الم نشرح کسی ہندو کو لکھ کر دھو کر پلائی جائے تو وہ تابع ہو جائے۔

حیوان فرمابردار ہو

اگر آیت افغیر دین اللّٰہ یبغون ولہ اسلم من فی السمٰوٰت والارض طوعًا وکرھًا والیہ یرجعون ○ تک ۳ بار پڑھ کر گھوڑے کے کان میں پھونک دے تو وہ شرارت نہ کرے گا آرام سے منزل پر پہنچا دے گا۔

پیچش کے لئے

اگر سورۃ دخان پیچش والے کو لکھ کر سات یوم پلائی جائے تو آرام ہو جائے گا۔

آفات سے بچاؤ کے لئے

اگر سورۃ فاطر جانوروں کے گلے میں لکھ کر باندھ دیں تو وہ ہر آفات سے محفوظ رہیں گے۔

حاکم کے خوف کے لئے

اگر حاکم خفا ناراض ہو تو یہ آیت پڑھے اور بازو پر لکھ کر باندھ لے تو انشاء اللہ تعالیٰ ٹھیک ہو جائے گا

فسیکفیکھم اللّٰہ وھو السمیع العلیم

گم شدہ کے لئے

اگر کوئی چیز گم ہو جائے تو انا للّٰہ وانا الیہ رجعون پڑھے انشاء اللہ چیز مل جائے گی۔

خاوند کی رضامندی کے لئے

اگر کسی عورت کا خاوند ناراض ہو تو یہ آیت کریمہ ومن الناس من یتخذ من دون الله اندادا تا عذاب ا۔ تک کسی شیرینی چیز پر گیارہ بار پڑھ کر کھلاوے اور اول آخر سات سات بار درود شریف پڑھے۔

☆ اور جو شخص ہر نماز کے بعد آیتہ الکرسی پڑھے اس پر شیطان مسلط نہ ہو سکے گا۔

کتے وغیرہ سے بچنے لے لئے

اگر کتے نے راستہ میں شور مچا رکھا ہو یا شیر نے راستہ بند کر رکھا ہو تو سورۃ کہف کو پڑھے اور آیت کلبھم باسط ذراعیہ بالوصید گیارہ بار پڑھے تو کتا بھوکنے سے رک جائے گا۔

اولاد سے مایوس کے لئے

جو شخص اولاد سے مایوس ہو وہ ہمیشہ نماز کے بعد تین مرتبہ رب لاتذرنی فرداً وانت خیر الوارثین پڑھ لیا کرے انشاء اللہ تعالیٰ صاحب اولاد ہو گا۔

زہریلے جانور سے بچاؤ کے لئے

اگر کسی کو زہریلی چیز کاٹے تو اس درد کے چوگرد انگل گھمائے اور ایک سانس میں واذا بطشتم بطشتم جبارین پڑھ کر دم کرے انشاء اللہ تعالیٰ آرام ہو گا۔

چونٹیوں سے بچاؤ کے لئے

اگر چیونٹیاں کثرت سے نکلیں تو آیت یاایھا النمل ادخلوا مساکنکم تا وسم لایشعرون ۲۔ تک لکھ کر چیونٹیوں کے سوراخ پر رکھ دے وہ سب کی سب اپنے سوراخ میں داخل ہوں

حاشیہ

ا۔ البقرہ ۱۶۰ ۲۔ سورۃ النمل ۱۸

جائیں گی۔

بھاگے ہوئے کے لئے

اگر کوئی شخص بھاگ گیا ہو تو اس آیت کو لکھ کر کسی چرخہ سے باندھے اور اس کو ۶۰ مرتبہ گھمائے تو ہو بھاگا ہوا ضرور آ جائے۔ ۴۰ روز یہ عمل کرے۔ فر ددنه الٰی امه کئی تقر عینها ولا تحزن ولتعلم ان وعد اللہ حق ولکن اکثرھم لا یعلمون ۱؎ اور دو نفل پڑھ کر یک صد بیں مرتبہ یہ الفاظ تا چالیس روز پڑھے۔ ان الذی فرض علیک القران لر آدک الی معاد ۲؎

ناف ٹل جانے کے لئے

اگر ناف ٹل جائے تو اس کے لئے یہ آیت کریمہ ذلک تخفیف من ربکم ورحمته لکھ کر ناف پر باندھے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آرام ہو گا۔

فسادی کو شہر سے نکالنے کے لئے

اگر کسی شریر ظالم آدمی کو شہر سے نکالنا ہو تو آیت ولقد افتنا سلیمٰن والقینا علی کرسیه جسدا ثم اناب ہر روز سات سرخ گھونگی پر ایک بار تا ہفت روز تک پڑھے اور ہر یوم کنوئیں میں ڈالتا جائے لیکن سات یوم تک ترک حیوانات ضرور کرے اور ساعت زحل یا مریخ میں لکھے۔

چور اور بھاگے ہوئے کے لئے

اگر کسی مکان سے کوئی آدمی بھاگ گیا ہو تو یہ آیت کورے کپڑے کاٹے ہوئے پر لکھے اور چور یا بھاگے ہوئے آدمی کا نام لکھے اور اس مکان میں میخ گاڑ دے تو انشاء اللہ تعالیٰ مطلب حاصل ہو گا۔ ولکل وجهته هو مولیها فاستبقوا الخیرات اینما تکونوا یٔات بکم اللله وجمیعًا ان اللله علی کل شیءٍ قدیرا (البقرہ)

حاشیہ

۱؎ القصص ۱۳ ۲؎ القصص ۸۵

ایضاً: اگر کوئی چیز جاتی رہے اور چور قابو نہ آئے تو سورۃ والضحیٰ کو ساٹھ مرتبہ پڑھے اور شہادت کی انگلی سات مرتبہ سر کے چوگرد گھمائے اور پھر سات مرتبہ یہ دعا پڑھ کر دستک دے یعنی ہاتھ پر ہاتھ مارے تو انشاء اللہ تعالیٰ گیا ہوا مال واپس آ جائے دعا یہ ہے اصبحت فی امان اللہ وامسیت فی جوار اللہ امسیت فی امان اللہ واصبحت فی جوار اللہ

ایضاً: اگر مرغی کے انڈے پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تبارک الذی تا حسیر [1] تک یہ آیتیں تحریر کر دی جائیں جب خشک ہو جائیں تو اس کو تیل میں چپڑ دو اور ایک نابالغ لڑکے کے سامنے رکھ دو اور یٰسین پڑھنی شروع کر دو اور اس سے دریافت کرتے جاؤ انشاء اللہ سب راز لڑکا بتلا دے گا۔

چور کا پتہ لگانے کے لئے

ایک خالی مشک لے کر اس پر آیت الکرسی اور یہ سات نام لکھ دے نوح، لوط، صالح، ابراہیم، موسیٰ، صلوات اللہ علیہم اجمعین اور ہر ایک نام پر تبارک [2] پھر آیت الکرسی مع اس دعا کے پڑھے اور مشک میں پھونکے جب یہ سات دفعہ پوری آ جائیں تو مشک کا مونہہ خوب باندھ کر کسی جگہ گھر میں لٹکا دے انشاء اللہ چور کا پیٹ سخت پھول جائے گا اور مال لے کر واپس آئے گا۔ لیکن یہ عمل مریخ یا زحل کے وقت میں کرے دعا یہ ہے اللھم انی اسالک بما ارسلت ان تنفخ بطن ھذا السارق کما نفخت ھذہ القربتہ

ایضاً: مشک پرانی کا ٹکڑا لے کر اس پر پرکار سے دائرہ بنائے اور دائرہ کے اندر یہ آیت قل اندعوا من دون اللہ تا لرب العلمین [3] تک اور دائرہ کے نیچے چور کا نام تحریر کرے اور اس کو اس جگہ دفن کرے جہاں کسی شخص کا پاؤں نہ آئے انشاء اللہ تعالیٰ واپس مال دے گا۔ یہ آیت پارہ واذا سمعوا

حاشیہ

۱۔ سورۃ الملک

۲۔ یعنی سورۃ ملک تبارک الذی بیدہ الملک

۳۔ الانعام ۷۱

رکوع ۱۴ سورۃ انعام میں ملاحظہ کریں۔

کاروبار میں رونق کے لئے

اگر دوکان پر کسی طالع مند آدمی کے کرتے پر بروز جمعرات باوضو لکھ کر لگاوے تو خوب آمدنی انشاء اللہ شروع ہو جائے گی۔ اگر نکاح کی غرض ہو تو بطور تعویذ بنا کر باندھے یا بے کار آدمی اس کو تعویذ بنا کر باندھے تو باکار ہو جائے۔ آیت یہ ہے قل ان الفضل بیداللہ یؤتیہ من یشاء واللہ واسع علیم یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم ا؎

دشمن کی مغلوبی کے لئے

اگر کسی شخص کو دشمن بہت ستائیں تو وہ شخص بروز اتوار طلوع آفتاب سے پہلے درخت بید کے تین پتے لائے بشرطیکہ اس کو جاتے وقت اور لکھتے وقت کوئی شخص نہ دیکھے اور ایک طرف پتے کے یہ آیتیں لکھے اور دوسری طرف دشمنوں کے نام لکھے اور ہر یوم وہ ہر ایک پتہ ان کے گھر میں یا ان کے پانی پینے میں ڈالیں۔ انشاء اللہ وہ خانہ برباد ہو جائے گا اور دشمن تباہ ہو گا۔ یہ عمل تین یوم کریں۔ آیتیں یہ ہیں ولو تری اذا الظالمون فی غمرات الموت تا تزعمون تک لکھے پارہ ۷ واذا سمعوا رکوع ۱۷

کھیت کی چوہے یا ٹڈی سے حفاظت کے لئے

اگر کھیت کو چوہا یا ٹڈی کیڑا کھاتا ہو تو ان آیات کو چار عدد تختی زیتون پر بروز بدھ وار قبل از طلوع آفتاب لکھ کر ہو گوشہ میں دفن کرے اور گاڑتے وقت ان آیات کو تین تین بار پڑھے تو انشاء اللہ سب موذی جانور دفع ہو جائیں گے۔ وقال الذین کفروالرسلھم تا غلیظ تک۔ پارہ ۱۳ ما ابرئی رکوع ۱۵

حاشیہ

ا؎ آل عمران ۷۳

پھل گرانے کے لئے

اگر سورۃ نحل کو کسی باغ یا مجمع میں لکھ کر رکھ دیا جائے تو اس باغ کے تمام پھل گر جائیں گے۔ اور مجمع پراگندہ و ہلاک و تباہ ہو جائے گا۔ لیکن یہ عمل اخیر ماہ کسی اول ہفتہ کی اول ساعت یا زوال میں کرے۔ ناحق کسی پر ظلم نہ کرے خدا سے ڈرے اور جس کی زبان نہ چلتی ہو صرف اس کو سورۃ نبی اسرائیل لکھ کر ۴۰ روز تک پلائی جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ زبان کھل جائے گی۔

ادائیگی قرض کے لئے

اگر سورۃ کہف کو لکھ کر کسی بوتل میں بند کر کے رکھ دیں تو اس کی برکت سے قرضہ دور ہو جائے گا اور محتاجی جاتی رہے گی اور شیطانوں کے ایذاؤں سے محفوظ رہے گا۔ اگر قرضہ بہت ہو جائے اور کوئی صورت اس کی ادائیگی نہ بن پڑے تو یہ درود شریف یک صد بار تا اکتالیس روز پڑھے اور سجدہ میں گر کر قرضہ کی ادائیگی کے لئے دعا مانگے اور استغفار ۷۰ بار پڑھے تو انشاء اللہ قرضہ جلدی ادا ہو جائے گا درود شریف یہ ہے اللھم صل علٰی سیدنا محمد عبدک و رسولک و علی المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات اور یہ عمل شروع ماہ میں شروع کرے اگر بہت جلد کام لینا ہو تو نماز کیمیا بایں طور پڑھے۔ الحمد شریف پڑھ کر ستر بار ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجًا ویرزقہ من حیث لا یحتسب اور دوسری رکعت میں بعد از الحمد شریف کے ومن یتوکل علٰی اللہ فھو حسبہ قد جعل اللہ لکل شیءٍ قدراً اور یہ پڑھ کر نماز پوری کرے اور سر بسجود ہو کر یہ کہے اے اللہ! اے خداوند کریم! اپنی مہربانی سے میرے قرضہ کو دفعہ فرما دیجئے اور یہ عمل جمعرات نوچندی سے شروع کرے تا چالیس رات ایسا ہی کرے انشاء اللہ قرضہ بہت جلد دفع ہو جائے گا۔

تسخیر کے لئے

اول گیارہ دفعہ درود شریف پھر اسم یا مغنی یک صد گیارہ بار پھر سورہ مزمل شریف گیارہ بار، پھر درود شریف گیارہ بار پڑھ کر ختم کرے اور دعا مانگے۔ انشاء اللہ تسخیر شروع ہو جائے گی۔ لیکن یہ عمل ۴۰ یوم

بعد از نماز تہجد کیا کرے اور مقام و بدن بوقت پڑھنے کے معطر ہونا چاہئے اور مقام الگ ہو جہاں کسی کی آواز نہ آئے

غیبی رزق کے لئے

اگر کوئی شخص اسم یا رزاق ۳۱۹ بار بوقت صبح و ہمیشہ پڑھا کرے تو غنی ہو جائے اور بہتر ہے کہ ہر نماز کے بعد یہ وظیفہ رکھے اور ہر جمعہ کی رات بعد از نماز عصر ناخن اپنے ترشوا دیا کرے۔

ایضاً: اگر کوئی طالب اس قدر تنگ کہ روٹی بھی اس کو میسر نہ ہوتی ہو تو وہ سورہ الحمد مع بسم اللہ ایک مرتبہ سورہ الم نشرح ۳ مرتبہ اور سورہ انا انزلنا ۴۱ مرتبہ اور سورہ واقعہ ایک مرتبہ بعد از نماز عشاء ۴۰ روز تک با خلوص قلب پڑھے تو انشاء اللہ تعالیٰ غیبی رزق سے مالا مال ہو جائے اور اگر یہ وظیفہ ہر یوم تا چالیس روز کرے تو دولتمند ہو جائے۔ اور دل میں خیال رکھے کہ میں حضور انور علیہ الصلوۃ والسلام کے دربار میں کھڑا ہو کر اللہ تعالیٰ سے روزی طلب کر رہا ہوں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اغثنا یا رسول الثقلین انت حق منیب اللہ ○

اولاد نرینہ کے لئے

جس کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو تو اس کے لئے ستارہ شمس میں یا مشتری میں چھ پیسہ کی شیرنی للہ تقسیم کر دے پھر یہ تعویذ سات عدد لکھے اور غسل حیض کے بعد وہ عورت ہر روز ایک تعویذ پانی میں گھول کر پیا کرے انشاء اللہ صاحب اولاد ہو۔

۷۸۶

س س س س س س س س س

جع جع جع جع جع جع جع جع

اور اس تعویذ کو لکھ کر عورت کے داہنے بازو پر غسل حیض کے بعد باندھنا چاہئے۔

ماحوم ادع انداھوا ○ بیخ ھو جعفر

اور اس دعا کو زعفران سے لکھ کر موم جامہ کر کے عورت کے کمر میں باندھ دینا چاہئے دعا یہ ہے
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ھو ھو ھو ھو ھو ھو ھو ھو ھو اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ حی حی حی حی حی حی حی حی حی قیوم قیوم قیوم قیوم قیوم قیوم قیوم قیوم قیوم وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین

عقیمہ کے لئے

زعفران و گلاب سے ہرن کی جھلی پر یہ آیت لکھ کر بعد از غسل حیض اس کی گردن میں باندھے۔
آیت یہ ہے ولو ان قرانا سیرت بہ الجبال او قطعت بہ الارض او کل بہ الموتی بل للہ الامر جمیعًا (سورہ رعد) اور ۴۰ عدد لونگ لے کر ہر ایک لونگ پر سات سات بار یہ آیت پڑھے اور وہ عورت سوتے وقت کھائے۔ لیکن پانی اوپر سے نہ پئے۔ اور ان ایام میں مجامعت بھی ضرور کریں
آیت یہ ہے او کظلمت فی بحر لجی یغشاہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب ظلمات بعضھا فوق بعض اذا اخرج یدہ لم یکد یرھا ومن لم یجعل اللہ نورا فمالہ من نور (سورہ نور)

عقیمہ کے لئے

اور یہ آیت بھی عورت کے گلے میں ڈالے لیکن وہ مرد اور عورت نماز پڑھیں اور استغفار کریں
آیت یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ استغفروا ربکم انہ کان غفارًا یرسل السماء علیکم مدرارًا ویمددکم باموال و بنین ویجعل لکم جنت ویجعل لکم انھارًا مالکم لا ترجون للہ وقارًا وقد خلقکم اطوارًا کھٰیٰعص حٰم عٓسق (سورہ نوح)

اسقاط حمل کے لئے

ایک رنگا ہوا دھاگہ کسم رنگ سے لے کر اس پر نو گرہیں لگا دیں اور ہر گرہ پر یہ آیت اور قل یایھا الکفرون پڑھ کر پھونکے اور دھاگہ اس کے قد کے برابر ہونا چاہئے۔ واصبر وما صبرک الا باللہ ولا تحزن علیھم ولا تک فی ضیق مما یمکرون ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون ○ ا؎

درد زہ کے لئے

اس آیت کریمہ کو لکھ کر پارچہ میں لپیٹ کر اس کی بائیں ران پر باندھنے سے انشاء اللہ تعالیٰ لڑکا بہت جلدی اور آسانی سے پیدا ہو گا والقت ما فیھا وتخلت واذنت لربھا وحقت ۲؎ اھیًا اشراھیًا ہاں اگر شیرنی پر یہ سورہ اول سے حقت تک پڑھ کر عورت کو کھلا دے تو بھی انشاء اللہ تعالیٰ وہ عورت باسانی بچہ جنے گی اور اگر عورت بچہ جنتی ہو اور وہ مرجاتے ہوں تو ان کے لئے والشمس بروز سوموار بوقت زوال چالیس مرتبہ اجوائن اور مرچ سیاہ وزن ایک سیر لے کر اس پر پڑھے اور ہربار درود شریف یہی پڑھے اور اسی پر ختم کرے اور وہ عورت حمل سے تاشیر پلانے تک بلا ناغہ کھائے اور یہ دعاء پانچ عدد لکھ کر ایک تو عورت بعد از غسل حیض گلے میں ڈالے اور باقیوں کو لوٹا کورا میں بند کر کے ہر چار گوشہ اندر میں دفن کر دے اور جب لڑکا پیدا ہو تو وہ گلے کا تعویذ اس کے گلے میں ڈالے اور نماز کو ہر گز نہ چھوڑے۔

دعا یہ ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حسبی اللہ وکفی باللہ ایاک نعبدو ایاک نستعین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الا تعلوا علی وآتونی مسلمین قال عفریت من الجن انا اتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک وانی علیہ لقوی امین فاللہ خیر حفظا

حاشیہ

ا؎ النحل ۱۲۷

۲؎ الانشقاق ۴

وھو ارحم الراحمین اور اسم یا رحمٰن اور یا ھو ہر یوم وہ عورت بلا ناغہ پانی میں گھول کر پی لیا کرے لیکن یہ تمام عمل تین ماہ گزرنے پر کرے۔ اور یہ تعویذ اس عورت کے گلے میں ڈالے۔

۷۸۶

یارب جبرائیل	یاقیوم	یارب میکائیل
یا قیوم	یاقیوم	یاقیوم
یارب اسرافیل	یاقیوم	یارب عزرائیل

یہ تعویذ بکری کے دودھ میں گھول کر ہر ماہ تین تین بار پیا کرے۔ یہ تعویذ اسقاط حمل کے لئے ہے۔

۷۸۶

یااللہ	یااللہ	یاالل کاہ
یااللہ	یااللہ	یاالل کاہ
یااللہ	یااللہ	یاالل کاہ

اگر یہ تعویذ عورت کی بائیں ران پر باندھ دیا جائے تو نہایت مفید ہو گا۔

۷۸۶

ب	ط	د
و	ہ	ج
و	ا	ح

برائے کرنگ

اس آیت شریفہ کو بروز بدھ وار روئی کے اوپر لکھ کر اس عورت کو ہر روز تا ہفت روز تک بوقت صبح کھلائے اور ہر یوم نئے سرے سے لکھے آیت شریف یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ ان

یکاد الذین کفروا لیز لقونک بابصارھم لما سمعوا الذکر و یقولون انه لمجنون انه لمجنون وما ھوالاذکر للعلمین (سورہ نون)

برائے گریہ اطفال

اگر لڑکا روتا ہو تو اس کے گلے میں یہ تعویذ لکھ کر باندھیں۔ آیت یہ ہے شھد اللہ انه لا اله الا ھو والملئکته واولو العلم قائما بالقسط لا اله الا ھو العزیز الحکیم ان الدین عند اللہ الاسلام

ایضاً: بسم اللہ شافی بسم اللہ کافی بسم اللہ عالی بسم اللہ متعالی بسم اللہ خیر الاسماء بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمه شی ء فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم وبحق و نزل من القران ماھو شفاء ورحمته للمومنین ولا یزید الظلمین الاخسارا

برائے زیادتی حلیب

اگر عورت یا کسی گائے وغیرہ کا دودھ بہت کم ہو تو سورہ حجرات کسی چینی کی رکابی نئی میں لکھ کر ۴۰ روز پلائیں تو انشاء اللہ تعالیٰ دودھ بہت آیا کرے گا۔

آگ لگنے سے حفاظت کے لئے

اگر کسی جگہ میں آگ لگ جائے تو اس پر سات مرتبہ یہ آیت قل یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراھیم پڑھ کر پھونکے۔ کوری ٹھیکری پر لکھ کر اس میں ڈال دے اور اصحاب کہو کے اسماء مبارک پیالہ میں تحریر کرکے اور دھو کر آگ میں ڈال دے تو آگ سرد ہو جائے گی

مکھی مچھر سے حفاظت کے لئے

اگر مکھی یا مچھر ستائے تو دریا کی بالو ریت تھوڑی سی لے کر اس پر یہ آیت ۲۱ بار پڑھے اور اس مکان میں چھڑک دے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ فاللہ خیر حافظا و ھو ارحم الرحمین فتبارک اللہ احسن الخالقین استودع اللہ ذنبک و زوجک

برائے دفع مویش

اگر کھیت کو مویش خراب کرتے ہوں تو سورۃ تبت لکھے اور اس کے بعد یہ دعا لکھ کر کھیت میں کسی گوشہ پر رکھ دے ایھا الفارار حل منا فان لم ترحل فاذن بحرب من اللہ ورسولہ ثم انصر فو صرف اللہ قلوبھم حسبنا اللہ ونعم الوکیل

برائے بند کردن باران

اگر بارش بند نہ ہو تو سات کنکریاں پاک پر سات مرتبہ ہر ایک کنکری پر فاتحہ اور یہ آیت پڑھے اور کسی ایسی جگہ رکھ دے کہ جہاں ان پر بارش نہ پہنچے۔ اگر بارش کو پھر جاری کرنا ہو تو ان کو دریا میں ڈال دے وقیل یاارض ابلعی مائک تا القوم الظلمین تک[۱]

سانپ سے بچنے کے لئے

اگر کسی شخص کو سانپ یا بچھو یا اور کوئی جانور موذی زہریلا کاٹے تو یہ دعا سات بر پڑھ کر قند ساہ پر دم کرکے کھلا دے یا شربت کرکے پلا دے الحمد شریف اکتالیس بار پڑھ کر دم اور موم گرم کرکے اس درد پر لگائے بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ قل اعوذ برب الناس من شر کل عقرب و جسدٍ انھم یکیدون کیداً کیداً فمھل الکفرین امھلھم رویداً

دیوانے کتے کے زہر سے بچنے کے لئے

اگر کسی کو دیوانہ کتے نے کاٹ لیا تو یہ تعویذ لکھ کر اس کے گلے میں ڈال دیں الحفیظ یا سلام اللہ اکبر اور چالیس روز روٹی پر یہ آیت لکھ کر اس کو کھلائے بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ انھم یکیدون کیداً کیداً فمھل الکفرین امھلھم رویداً

حاشیہ

۱۔ ھود ۴۴

باری کے لئے

جس کو باری سے سانپ کاٹے اس کے گلے میں یہ تعویذ لکھ کر ڈالیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ س ل ا م ق و لا من ر ب ر ح ی م

ایضاً: اگر بخار باری کا آتا ہو تو گیارہ بار سورہ فاتحہ ۳ عدد مرچ سیاہ اور ڈھائی پتے نیم پر دم کردے اور مریض ان کو کوٹ کی پی جائے۔

ایضاً: سورہ انا اعطیناک الکوثر کو ۳ بار تین پرچوں پر لکھے اور گولی بنا کر اس کو دے دے اور وہ بیمار ایک دو گھنٹے بخار ہونے سے پہلے پانی نیم گرم سے نگل جائے۔ اور یہ عمل تین بار ضرور کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آرام ہو گا اور اس بائیں ناخنوں پر "ک ھ ی ع ص" اور دائیں ہاتھ کے ناخنوں پر "ح م ع س ق" ضرور تحریر کرے۔ لیکن یہ بھی تین باریوں میں عمل کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فضل کر دے گا۔

محبت کے لئے

اگر ظالم حاکم یا کسی کے ساتھ کوئی کام ہو یا راستہ میں چور وغیرہ کا خوف ہو تو ان آیات کو گیارہ بار پڑھ کر اپنے پر دم کر کے چل پڑے انشاء اللہ تعالیٰ ہر ایک میں کامیاب ہو گا ایاک نعبدو ایاک نستعین یا سریع یا قریب اھدنا لصراط المستقیم یا قادر' یا مقتدر صراط الذین انعمت علیھم یا علیم یا حکیم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ○ امین یا قھار یا عزیز

برکت رزق کے لئے

اگر نمک پر ۴۰ مرتبہ پڑھ کر دم کرے اور کھانے وغیرہ میں ڈال دے تو انشاء اللہ تعالیٰ کھانے میں برکت ہو گی لا الہ الا اللہ الغنی الھادی الرزاق لا الہ الا اللہ الکریم الواسع الوھاب ذی الطول لا الہ الا اللہ ھو الجواد المتفضل و صلی اللہ علی سیدنا محمد والہ واصحابہ اگر ۴۵ دانہ گیہوں پر ایک ایک بار آیت کریمہ محمد رسول اللہ والذین معہ سے اخیر تک پڑھ کر

دم کرے اور غلہ میں رکھے تو غلہ میں رکھے تو غلہ میں برکت ہو اور ہر بلا سے محفوظ رہے اور اسم "یا رزاق" کو ۳۱۶ مرتبہ فجر کی نماز کے بعد پھر ایسا کرے رزق میں کشائش ہو گی۔

خنازیر کے لیے

ایک چمڑے کا تسمہ بقد مریض باریک لے کر اس پر اکتالیس گرہ لگائے اور ہر گرہ پر یہ دعا پڑھ کا پھونکے اور مریض کے گلے میں ڈال دے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ اعوذ بعزۃ اللہ وقدرۃ اللہ وقوۃ اللہ عظمتہ اللہ وبرھان اللہ وسلطان اللہ وکنف اللہ وجوار اللہ وامان اللہ وحرز اللہ وصنع اللہ وکبریاء اللہ ونظر اللہ وبھاء اللہ وجلال اللہ وکمال اللہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ من شر ماالجد۔

ایضاً: اگر بکری کے چمڑے سے تسمہ ڈیڑھ گز لے کر اس پر ۴۱ مرتبہ پڑھے اور یہ اور ہر گرہ پر پڑھ کر پھونکا جائے تاکہ اکتالیس گرہ ہو جائیں۔ تو مریض کی گردن میں باندھیں اور اول و آخر پانچ پانچ بار درود شریف ضرور پڑھیں فقط

ہر حاجت کے لئے

یابدیع العجائب بالخیر یا بدیع بارہ یوم بعد از نماز صبح بارہ صد بار اس کو پڑھ لیا جائے اول آخر گیارہ بار ضرور درود شریف پڑھ لیا کریں انشاء اللہ کام ہو جائے گا۔

جدائی کے لئے

بکری یا بکرے کے دائیں شانہ کی سالم ہڈی لے کر اس پر یہ آیت لکھے اور کسی پرانی قبر میں دفن کرے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ والقینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامہ فلاں بن فلاں کے لئے قیامت تک جدائی ہو جائے۔

ایضاً: یہ آیت لکھ کر کتے کو کھلائے تو ان میں ضرور جدائی ہو جائے گی لیکن یہ دونوں عمل ساعت و زحل یا مریخ میں کریں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ اذا بلغت التراقی وقیل من راق

وظن انه الفراق ا۔ فلاں بن فلاں میں عداوت ہو۔

ایضاً: درخت سبز کی شاخ پر سات جگہ یہ لفظ بدوح لکھے اور کاٹتے وقت یہ لفظ زبان سے کہے قطعت قلب فلاں عن فلاں

ایضاً: اگر عورت کو مرد زانی ہو اور اسے مزنیہ سے جدا کرنا چاہے تو یہ اسماء مبارک لکھ کر اپنے پاس رکھے ۷۸۶ عقدت سمعک وبصرک وذکرک لا یقوم الا فی الحلال بحق هذه الاسماء ۱۱۱۱۱۶ ۱۵ ۷ ۱ ۷ ۱ ۷ ۱ ۷ ۱ ح ۷ ع ۸ ۶ ۲ ۲ ا اجیبوا یا خدام هذه الاسماء لعقد ذکر فلان عن الحرام (فلان کی جگہ نام مرد کا لکھنا چاہئے) اگر عورت زانیہ ہو تو چڑیا کے خون میں تھوڑا سہاگہ ملا کر بدن پر ملے اور اس سے صحبت کرے تو عورت پھر کسی کو پسند نہ کرے گی اور یہ نقش ذکر پر لکھے۔

کشائش رزق و تسخیر خلائق کے لئے

پہلی رات جمعرات یا جمعہ کی صبح کو باطہارت یہ وظیفہ شروع کرے اور باتصور ۴۰ روز پڑھے مخلوقات خدا انشاء اللہ تعالیٰ مسخر ہو جائے گی۔ اول آخر دس دس بار درود شریف اور ان اسماء کو الگ الگ دس بار پڑھے اور پڑھتے وقت اپنے مطلب کا دھیان ضرور رکھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ اللهم صلی علٰی سیدنا محمد و علٰی آل سیدنا محمد وبارک وسلم الحمدللہ رب العلمین یا حی یا قیوم الرحمٰن

حاشیہ

ا۔ القیامتہ ۲۶

الرحیم یا رؤف یا عطوف مالک یوم الدین یا علام السرائر یامقلب القلوب ایاک نعبدو ایک نستعین یا سریع یاقریب اهدنا الصراط المستقیم یا قادر یا مقتدر صراط الذین انعمت علیهم یا علیهم یا حکیم غیر المغضوب علیهم ولا الضالمیں امین یا قهار یا عزیز مراد پوری ہو گی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین ایک نعبدو و ایاک نستعین

حاکم ظالم کے لئے

اور اگر حاکم ظالم ستائے تو سورۃ رعد شب تاریک میں آگ کے سامنے نئی رکابی پر لکھ کر اس کے دروازہ پر اس کو دھو کر اس ظالم حاکم کے در پر اسی روز ڈال دے تو انشاء اللہ تو وہ ظالم جلدی اس جگہ سے معزول ہو جائے گا۔

ظالم کو بیمار کرنے کے لئے

اگر ظالم کو بیمار کرنا منظور ہو تو ایک تختی آہن کی لے کر اس پر یہ آیت تحریر کریں واذ قال موسٰی لقومه یاقوم انکم ظلمتم تواب الرحیم ا۔ تک اور اس کے نیچے اس کا نام اور اس کی والدہ کا نام لکھ کر آگ کے نیچے رکھ دے اور اس کو پکارے تو وہ شخص ظالم مرض میں گرفتار ہو جائے گا۔ لیکن عامل کو لازم ہے کہ شریعت کے احکام سے تجاوز نہ کرے۔ ۲۔

حاشیہ

ا۔ البقرہ ۵۴

۲۔ یعنی صبر کرے تو جزاء عظیم پائے اور ظالم خود ہی اللہ تعالی کی گرفت میں آئے گا یہی وجہ ہے کہ صحابہ و علماء و فقہاء اور آئمہ دین سب عملیات اور ان کی تاثرات سے باخبر ہونے کے باوجود ظالموں کا ظلم سہتے تھے اور صبر کرتے تھے مگر ظالم کو ہلاک کرنے یا اسے بیمار کرنے کے لئے کوئی عمل نہیں کرتے تھے جیسے حجاج بن یوسف نے صحابہ پر ظلم کئے۔ یزید نے کئے اور کرائے عبید اللہ بن زیاد نے کئے اگر امام حسین چاہتے تو ان کو بد دعا ہی کر دیتے تو ان کا بڑا ہی غرق ہو جاتا یا کوئی عمل کرتے تو اس کے اثر سے ان کے دشمن یزید و عبید اللہ زیاد ہلاک ہو جاتے مگر انہوں نے صبر کو ہی اختیار

دفع جنات کے لئے

اگر جنات ستاتے ہوں یا اینٹیں کسی مکان میں پھینکتے ہوں تو یہ آیت ۲۵ بار پڑھ کر ہر ایک لوہے کی میخ پر دم کر کے ہر چار میخوں کو مکان کے ہر کونے پر گاڑ دے۔ آیت یہ ہے انھم یکیدون کیداً واکید کیدا فمھل الکافرین امھلھم رویداً ا۔ اور اسمائے اصحاب کہف کو لکھ کر چار دیواری میں چسپاں کر دے۔ بسم اللہ بسم اللہ اسمہ اللہ یا اللہ بحر مت شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاللہ الھی بحرمتہ محمد والہ واصحابہ ویملیخا ومکسلمینا کشفو طط اذر فطیونس کشا فطیونس تبیونس یوانس بوس اسم کلبھم قطمیر اگر کوئی شخص ان اسماء طیبہ کو لکھ کر اپنے پاس رکھے تو شر دشمن وغیرہ بلیات سے محفوظ رہے اگر مال و اسباب میں رکھے تو برکت ہو اور چوری آگ و غرق ہونے سے وغیرہ آفات سے محفوظ رہے اگر درد زہ کے وقت لکھ کر عورت کی بائیں ران پر باندھے تو جلدی تولد ہو۔

طعام بڑھانے کے لئے

اگر نمک طعام پر ۴۰ مرتبہ پڑھ کر دم کرے اور کھانے وغیرہ میں ڈال دے تو انشاء اللہ برکت ہو گی۔ لا الہ الا اللہ الغنی الھادی الرزاق لا الہ الا اللہ الکریم الواسع الوھاب ذی الطول لا الہ الا ھوالجواد المتفضل وصلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ و اصحبہ وسلم دیگر اگر ۲۵ دانہ گیہوں پر ایک ایک بار آیت کریمہ محمد رسول اللہ والذین معہ سے آخر تک

حاشیہ

کیا یہی انبیاء و اولیاء کا طریقہ ہے آج تاریخ ان کو صبر و تحمل اور بربادی اور استقامت کی گواہی دے رہی ہے اور اسی لئے ان سے لوگوں کی عقیدت ہوگی امام ابو حنیفہ جیل میں جاں بحق ہوئے رضی اللہ عنہ امام احمد بن حنبل نے کوڑے کھائے حضرت مجدد الف ثانی جیل میں رہے سیدنا یوسف علیہ السلام جیل میں رہے یہ سب بزرگ ہستیوں نے صبر کئے اور صبر سے درجے پا گئے اس لئے صبر میں بڑی عظمت ہے انتقام میں عظمت نہیں ہے فقط قادری

ا۔ سورۃ طارق کا آخر

پڑھ اے کر دم کرے اور غلہ میں رکھے تو غلہ میں برکت ہو اور ہر بلا سے محفوظ رہے۔

دافع بلا و وباء حیوان و انسان کے لئے

اگر حیوانون و انسانوں میں مرض وباء شروع ہو جائے تو ان سب کو پاک مکان میں جمع کر دیں اور سات مرتبہ اذان کہیں۔ پھر سورہ فاتحہ ایک بار اور آیت الکرسی ایک بار اور پندرہ مرتبہ سورہ اخلاص اور سات مرتبہ سورہ تغابن با آواز بلند پڑھیں تاکہ تمام حیوان و انسان سن لیں اور ان کے کانوں میں آواز پہنچ جائے اسی طرح سات یوم کریں اور یہ تعویذ لکھیں اور پانی میں ڈال کر اس پانی کے ان کو چھٹے ماریں اور یہ بھی سات روز لکھیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ اللھم یا دافع البلاء والوباء ادفع البلاء والوباء الحنان عن مواشینا انت لواحد الصمد الذی لم یلد ولم یلد ولم یکن لہ کفواالحد۔

برائے عزت

اس کو انگشتری چاندی میں ساعت مشتری یا زہرہ میں کھدائے اور اپنے پاس رکھے اور اگر سرہانے میں رکھے تو استخارہ کام دے گی۔

۷۸۶

ک ہ ی ع ص

ع ص ک ہ ی

ہ ی ع ص ک

حاشیہ

اے سورۃ فتح کا آخر

فالج و لقوہ

اگر اس تعویذ کو ساعت زحل بروز شنبہ تپ لرزہ اور صاحب فالج و لقوہ کے گلے میں لکھ کر ڈالے تو انشاء اللہ آرام ہو گا[۱]۔

۷۸۶

۸	۱	۶
۳	۵	۷
۴	۹	۲

۷۸۶

ص ک ہ ی ع

ی ع ص ک ہ

برائے بیماری

اگر اس تعویذ کو ساعت زحل بروز شنبہ تپ لرزہ اور صاحب فالج و لقوہ کے گلے میں لکھ کر ڈالے تو انشاء اللہ تعالیٰ آرام ہو۔

۷۸۶

۶	۱	۸
۷	۵	۳
۲	۹	۴

حاشیہ

۱۔ یہ پندرہ کا نقش کہلاتا ہے اس کے اعداد کو جہاں سے بھی جمع کریں پندرہ ہوتے ہیں۔

برائے عزت

محبت کے لئے اگر اس کو بروز ۲ شنبہ ساعت قمر میں لکھے اور اپنے پاس رکھے تو مفید ہے۔

۷۸۶

۶	۷	۲
۱	۵	۹
۸	۳	۴

تسخیر و کشائش رزق کے لئے

جو شخص بیس یوم ہر یوم ایک ہزار مرتبہ "اللہ الصمد" پڑھ کر اپنے گھر کے اندر دم کرے تو مخلوق اس کے پاس جمع رہے اور محبت کرے لیکن ہر یوم پانی دریا سے غسل کرے اور ہر یوم روزہ بھی رکھے اور ۲۰ یوم تک ترک حیوانات بھی کرے۔

☆ اگر کسی شخص کو اپنے اوپر عاشق کرنا مطلوب ہو تو اس کے لئے اسم اللہ الصمد کو بعد از نماز عشاء یک صد بار پڑھ کر اس کی طرف دم کرے تو مراد پوری ہو گی۔

اسے یوں بھی لکھ سکتے ہیں

۷۸۶

۶	۷	۲
۱	۵	۹
۸	۳	۴

☆ اگر رجال الغیب مسخر کرنے منظور ہوں تو اس اللہ الصمد ستر ہزار بار چھری زمین پر گاڑ کر پڑھے اور یہ عمل جنگل میں کرنا چاہئے۔

☆ ہوا کو مسخر کرنے کے لئے ہر یوم ہزار بار اللہ الصمد کو پڑھنا چاہئے۔

☆ اگر کسی ظالم کے گھر کو جلانا منظور ہو تو اس اللہ الصمد کو چالیس روز روزیدار ہو کر ایک ہزار بار کسی خاک پاک پر پڑھ کر اس کے گھر میں ڈال دے تو وہ گھر جل کر تباہ ہو جائے گا۔ [۱]

☆ اگر دولتمندی کے لئے پڑھے تو دریا کے کنارہ پر چالیس روز بیٹھے اور ہر یوم تازہ غسل کرے فجر کی نماز کے بعد بیس ہزار اور باقی ہر نماز کے بعد ہزار بار اسم اللہ الصمد پڑھ لیا کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ تنگ دستی دور ہو جائے گی۔

☆ اگر اسم اللہ الصمد کو پانچ روز روزانہ بارہ ہزار بار پڑھے اور یہ راز کسی سے نہ کہے تو سانپ بچھو وغیرہ جانور موذی فرمانبردار ہو جائیں گے۔

☆ اگر کسی کو بواسیر خونی ہو یا بادی ہو تو اس کے لئے قبل از آفتاب بعد نماز فجر بروز جمعہ یا پیر لکھ کر کمر پر باندھے تو انشاء اللہ تعالیٰ آرام دے گا بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم یا رحیم کل صریخ و مکروب یا رحیم وصلی اللّٰہ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اور علاوہ اس کے علاج اس کا خادم شریعت کے پاس مجرب ہے جو صاحب چاہے بنوا لے

درد سر کے لئے

سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھے بسم اللّٰہ خیر الاسماء بسم اللّٰہ رب الارض و رب السماء بسم اللّٰہ اسمہ برکتہ و شفاء بسم اللّٰہ الذی لا یضر مع اسمہ شیء فی وھو السمیع العلیم

درد شقیقہ کے لئے

یہ آیت سات بار پڑھے اور دم کرے قل من رب السمٰوت والارض قل اللّٰہ افاتخذتم من دونہ اولیاء لا یمکون لانفسھم نفعا ولا ضراً

حاشیہ

[۱] لیکن صبر کرنا بہتر ہے جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا ہے۔

برائے ناف

اس تعویز کو لکھ کر ناف پر باندھے۔

واذا مرضبت

فھو یشفین

گینن دفع شو بحق یا محیط یا محیط یا محیط

ہدایات اوقات کے پہچاننے کے لئے

عامل کو چاہئے کہ پہلے پورے طور اپنے آپ کو متبع شریعت کا بنائے اکل و شرب و اقوال و افعال میں اتقا کو اختیار کرے اور تعویذات کو اپنے اپنے وقت میں تحریر کرے اور کم از کم گیارہ گیارہ بار مع بسم اللہ درود شریف پڑھ لیا کرے اور خضوع وخشوع سے نہایت عاجزی سے بیٹھ کر .طہارت لکھے اور وقت زحل میں تعویذ عدو یعنی دشمن کے ہلاک کرنے کا لکھے اور پڑھے تو خوب ہو گا مکان و باغ و کھیت و شادی و چاہ و کھوہ نکالے تو بہتر ہو گا۔ لیکن اس وقت میں سفر کرنا اور خرید و فروخت کرنا خوب نہ ہو گا۔ اور نہ ہی افسروں سے اس موقت ملے اور نہ ہی فصد کرائے اور نہ علاج کرائے اور بروز شنبہ زحل کے پہلی ساعت ہوا کرتی ہے۔

ساعت دوم مشتری کی ہے اس میں صلاح و صفائی و محبت و قضا حاجت و بیماری کے لئے تعویذ لکھے تو خوب ہو گا اور اگر اس وقت میں سفر کرے تو مبارک اور نیا کپڑا پہننا اور خرید و فروخت کرنا نہایت عمدہ ہے۔

ساعت سوم مریخ اس میں اعمال شر و فساد و عداوت دشمن و ہلاکت مخالفین کے لئے تعویذ لکھے اور پڑھے اور اس میں سفر و خرید و فروخت نہ کریں ورنہ اچھا نہ ہو گا۔

ساعت پنجم زہرہ کی ہے اس میں الفت و محبت و زبان بندی و خواب بندی و بیماری کے لئے تعویذ لکھے جاتے ہیں۔ اور عمل عشق بازی اور محبت پیدا کرنے کے لئے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور عداوت کا کوئی عمل نہ اس میں لکھے اور نہ ہی پڑھے

پہلی ساعت عطارد کی ہے اس میں محبت و خوب و زبان بندی کے تعویذ بیشک لکھے لیکن بچہ کو نہ اس ساعت میں نہ پڑھنے بٹھائے۔اور جو بچہ اس ساعت میں پیدا ہو گا عقلمند ہو گا۔ ساعت قمر کی ساتویں ہے اس میں تعویذ بہت و پیغام شادی و شفا بیماری وغیرہ کام نیک شروع کرے اور لکھے تو بہت خوب ہو گا۔ اور اس کے بعد پھر زحل کا وقت آتا ہے اور ستاروں کے وقت تبدیل ہوتے ہیں لہذا ان کو خیال رکھ کر تعویذ اور حل کیا کرے ورنہ محنت برباد ہو گی۔ اور یاد رکھیں کہ اگر محبت کا تعویذ لکھنا منظور ہو تو شروع چاند جمعرات کے دن آفتاب نکلتے ہی گھنٹے کے اندر اندر ہی لکھ لیا جائے ورنہ جمعہ کے دن ۴ گھنٹے سورج نکلنے کے بعد تحریر کیا کریں اور ایسا ہی پیر کے دن ہو گا۔ آفتاب نکلتے ہی گھنٹہ کے اندر ہی تعویذ لکھ لیا کرے۔ اور پھر مہینے میں اڑھائی دن قمر و عقرب کے ہوتے رہتے ہیں ان میں محبت و الفت کے تعویذ نہ لکھے۔ یہ بہت سخت دن ہوتے ہیں اور تعویذ لکھتے وقت بات چیت نہ کرے اور کسی عورت کے سامنے تعویذ نہ لکھے اور لکھتے وقت یا حافظ یا حفیظ یا رقیب یا وکیل تین مرتبہ پڑھ کر اپنے پر دم کر لیا کرے۔ اور خوشبو ضرور پاس رکھے اور اگر عورت پر محبت ڈالنی منظور ہو تو تعویز کے پیچھے پہلے نام اس کا اور اس کی والدہ کا اور اس کے بعد طالب اور اس کے والد کا نام نام درج کرے علی ھذا القیاس

عملیات میں زکوٰۃ و نصاب و قفل و بذل و ختم وغیرہ کا ضرور خیال رکھیں۔ اور موسم کا خیال رکھتے ہوئے اس نقشہ کو یاد رکھیں۔ اس سے پہر اور گھڑی کا ہمیشہ پتہ چلتا رہے گا۔ اور ساعت گھنٹہ کو کہتے ہیں۔ مثلاً شنبہ کے روز اول وقت زحل کا ٦ بجے آفتاب نکلتے ہی شروع ہوا تو اس کا وقت ۷ بجے تک رہے گا پھر وقت مشتری ۷ سے ۸ تک اور ۸ سے ۹ تک مریخ نو سے دس تک شمس پھر دس سے گیارہ تک وقت زہرہ پھر گیارہ سے ۱۲ تک وقت عطارد پھر ۱۲ سے ایک بجے تک قمر اور اس کے بعد پھر وقت زحل ۲ بجے تک پھر مشتری ۳ مریخ ۴ بجے شمس ۵ بجے سے ٦ بجے تک وقت زہرہ ۷ بجے عطارد ۸ بجے قمر نو بجے تک پھر زحل پھر مشتری پھر مریخ پھر شمس پھر زہرہ پھر عطارد پھر قمر۔ پھر بروز یک شنبہ زحل کی گھڑی شروع ہوتی ہے علیٰ ہذا القیاس

اگر اب تک پتہ نہیں چلا تو اس نقشہ کو ملاحظہ فرمالیں۔

شمس پھر دس سے گیارہ تک وقت زہرہ پھر گیارہ سے ۱۲ تک وقت عطارد پھر ۱۲ سے ایک بجے تک قمر

اور اس کے بعد پھر وقت زحل ۲ بجے تک پھر مشتری ۳ مریخ ۴ بجے شمس ۵ بجے شمس ٦ بجے وقت زہرہ ۷ بجے عطارد ۸ بجے قمر نو بجے تک پھر زحل پھر مشتری پھر مریخ پھر شمس پھر زہرہ پھر عطارد پھر قمر پھر بروز یک شنبہ زحل کی گھڑی شروع ہوتی ہے علی ہذا القیاس اور اگر ابتک پتہ نہیں چلا تو اس نقشہ کو ملاحظہ فرمالیں

حاشیہ

اے یعنی زہرہ کے بعد عطارد شب یک شنبہ (اتوار کی رات) کو ہو گا یعنی سورج غروب ہونے کے بعد اتوار کی رات کی پہلی ساعت عطارد کی ہو گی دوسری قمر تیسری زحل چوتھی مشتری پانچویں مریخ چھٹی آفتاب ساتویں زہرہ آٹھویں عطارد نویں قمر دسویں زحل گیارھویں مشتری اور بارھویں مریخ کی ہو گی قادری

خانہ دن	پہلا پہر			دوسرا پہر			تیسرا پہر			چوتھا پہر		
اور رات	ساعت	ساعت	ساعت	ساعت	ساعت	ساعت	ساعت	ساعت	ساعت	ساعت	ساعت	ساعت
ہفتہ کی رات	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر
ہفتہ کا دن	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ
.	محبت	صلح	بغض	جاہ ومال	محبت	شکار	کام نہ	ہلاک دشمن	محبت	عدات	شکار	قبولیت
اتوار کی رات	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ
اتوار کا دن	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل
.	محبت	منحوس	سفر	منحوس	عداوت	حاجات	منحوس	دولت	محبت	جو چاہیں	طلسم	نقصان
پیر کی رات	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد
پیر کا دن	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس
.	محبت	سفر	نکاح	بیمار	حاجات	طلسمات	زبان بندی	صلح	جدائی	محبت	عداوت	محبت
منگل کی رات	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری
منگل کا دن	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مستری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر
.	بغض	منحوس	نکاح	برکت	منحوس	بیمار	محبت	عداوت	محبت	منحوس	سفر	عداوت
بدھ کی رات	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ
بدھ کا دن	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ
.	محبت	نحس	خون	اعمال	عداوت	سفر	محبت	بیماری	بغض	ملاقات	قبول	عداوت
جمعرات کی رات	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل
جمعرات کا دن	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد
.	قبول	بیمار	محبت	محبت	نکاح	سفر	عداوت	محبت	ملاقات	حاجت	محبت	نحس
جمعہ کی رات	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس
جمعہ کا دن	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری
.	نکاح	طلسمات	نحس	کنواں	محبت	حاجت	دولت	محبت	کام	فراق	نحس	محبت

خانہ دن	پہلا پہر			دوسرا پہر			تیسرا پہر			چوتھا پہر		
اور رات	ساعت	ساعت	ساعت	ساعت	ساعت	ساعت	ساعت	ساعت	ساعت	ساعت	ساعت	ساعت
ہفتہ کی رات	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر
ہفتہ کا دن	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ
.	محبت	صلح	بغض	جاہ ومال	محبت	شکار	کام نہ	ہلاک دشمن	محبت	. عداوت	شکار	قبولیت
اتوار کی رات	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ
اتوار کا دن	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل
.	محبت	منحوس	سفر	منحوس	عداوت	حاجات	منحوس	دولت	محبت	جو چاہیں	طلسم	نقصان
پیر کی رات	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد
پیر کا دن	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس
.	محبت	سفر	نکاح	بیمار	حاجات	طلسمات	زبان بندی	صلح	جدائی	محبت	عداوت	محبت
منگل کی رات	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری
منگل کا دن	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مستری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر
.	بغض	منحوس	نکاح	برکت	منحوس	بیمار	محبت	عداوت	محبت	منحوس	سفر	عداوت
بدھ کی رات	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ
بدھ کا دن	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ
.	محبت	نحس	خون	اعمال	عداوت	سفر	محبت	بیماری	بغض	ملاقات	قبول	عداوت
جمعرات کی رات	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل
جمعرات کا دن	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد
.	قبول	بیمار	محبت	محبت	نکاح	سفر	عداوت	محبت	ملاقات	حاجت	محبت	نحس
جمعہ کی رات	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس
جمعہ کا دن	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری
.	نکاح	طلسمات	نحس	کنواں	محبت	حاجت	دولت	محبت	کام	فراق	نحس	محبت

علم نجوم میں عاملین سے خاص تعلق ہے اس درج نقشہ کو بغور دیکھیں

ساعت نکالنے کا آسان طریقہ

○ نمبرا، نمبر ۲ وغیرہ جو ساعت سیارگان میں دیا ہوا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ بعد طلوع آفتاب پہلی ساعت یعنی پہلا گھنٹہ مثلاً دو شنبہ یعنی پیر کے دن طلوع آفتاب صبح ٦ بج کر ۳۰ منٹ پر ہے تو ٦ بج کر ۳۰ سے ۷ بج کر ۳۰ منٹ قمر کی ساعت پھر ۷ بج کر ۳۰ منٹ سے ۸ بج کر ۳۰ منٹ سے ۹ بج کر ۳۰ منٹ تک مشتری کی ساعت پھر اسی طرح ترتیب وار مریخ آفتاب، زہرہ، عطاردا قمراور پھر وہی زحل، مشتری وغیرہ یوں ہی ۲۴ گھنٹہ ہر روز ساعتوں کا چکر رہتا ہے چونکہ ساتویں آسمان پر زحل چھٹے آسمان پر مشتری پانچویں پر مریخ چوتھے پر آفتاب تیسرے پر زہرہ دوسرے پر عطارد پہلے آسمان پر قمر ہے اور ہر ستارہ ہر دن سے منسوب ہے اس کو اس نقش میں دیکھئے مع شرف وہبوط نمبرا اسی حساب سے ساعتیں بدلتی ہیں

نقشہ سیارگا اول

ساعت	١	٢	٣	٤	٥	٦	٧	٨	٩	١٠	١١	١٢
روز یک شنبہ	آفتاب	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	آفتاب	زہرہ	عطارد	قمر	زحل
شب دو شنبہ	مشتری	مریخ	آفتاب	وہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	آفتاب	زہرہ	عطارد
دو شنبہ	قمر	زحل	مشتری	مریخ	آفتاب	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	آفتاب
شب سہ شنبہ	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریک	آفتاب	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری
سہ شنبہ	مریخ	آفتاب	زہرہ	عطار	قمر	زحل	مشتری	مریخ	آفتاب	زہرہ	عطارد	قمر
شب چہار شنبہ	زحل	مشتری	مریخ	آفتاب	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	آفتاب	زہرہ
چہار شنبہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	آفتاب	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ
شب پنج شنبہ	آفتاب	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	آفتاب	زہرہ	عطارد	قمر	زحل
پنج شنبہ	مشتری	مریخ	آفتاب	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	آفتاب	زہرہ	عطارد
شب جمعہ	قمر	زحل	مشتری	مریخ	آفتاب	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	آفتاب
جمعہ	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	آفتاب	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری
شب شنبہ	مریخ	آفتاب	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	آفتاب	زہرہ	عطارد	قمر
شنبہ	زحل	مشتری	مریخ	آفتاب	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	آفتاب	زہرہ
شب یک شنبہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	آفتاب	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ